# علمی وتحقیقی رسائل

## جلد دوم

1. صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق
2. كشفُ الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء
3. اشكاليات فلكية وفقهية حول تحديد مواقيت الصلاة
4. كيفيةُ التحقق من صحة مواقيت الصلاة فى التقاويم

مصنف

مُفتی محمّد رضوان

ادارۂ غفران

راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد2

# علمی و تحقیقی رسائل

(1)...صبح صادق و کاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق

(2)... کشفُ الغطاء عن وقتِ الفجر و العشاء

(3)...اشکالیات فلکیة وفقهیة حول تحدید مواقیت الصلاة.

(4)... کیفیةُ التحقق من صحة مواقیت الصلاة فی التقاویم.

مصنّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

نام کتاب: علمی وتحقیقی رسائل (جلد2)

مصنّف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اوّل: محرم الحرام 1439ھ، اکتوبر 2017ء

صفحات: 796

---

## ملنے کے پتے

# اجمالی فہرست



﴿تفصیلی فہرست اندر ہر رسالہ کے شروع میں موجود ہے﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# پیشِ لفظ

## ’’مجلسِ فقہی‘‘ ادارہ غفران، راولپنڈی

حضرت مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم (مدیر: ادارہ غفران، راولپنڈی) کی علمی وتحقیقی رسائل کی زیرِ نظر دوسری جلد درجِ ذیل چار مقالات پر مشتمل ہے:

(1)...صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق

(2)... کشفُ الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء

(3)...اشکالیات فلکیة وفقهية حول تحديد مواقيت الصلاة.

(4)... كيفيةُ التحقق من صحة مواقيت الصلاة فى التقاويم.

پہلا مقالہ آفتاب کے 18 ڈگری زیرِ افق (بوقت طلوع وغروب ہونے پر) صبح صادق اور عشاء راجح ہونے کی علمی، فقہی وفنی تحقیق پر مشتمل ہے، اس میں سلف سے خلف تک اہلِ علم واصحابِ فلکیین اور جدید مشرقی ومغربی اہلِ فن سے اس کا باحوالہ ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

دوسرے مقالہ میں اس باب میں جمہور کے موقف پر وارِد شبہات کے جوابات اور اس کے برعکس دوسرے موقف کی تردید وتضعیف کی گئی ہے۔

تیسرا اور چوتھا مقالہ ایک عرب محقق وصاحبِ فن، اردن کے جناب ڈاکٹر شوکت عودہ صاحب کا ہے، جو اسی موضوع پر شرعی وسائنسی اور فنی تحقیق پر مشتمل نہایت

فاضلانہ رسائل ہیں، ان میں پانچوں نمازوں کے اوقات کی تخریج وتحقیق بھی کی گئی ہے، اس کا خلاصہ مفتی محمد رضوان صاحب نے متعلقہ رسائل کی تمہید میں ذکر کردیا ہے۔

ادارہ غفران کی ''مجلسِ فقہی'' میں یہ مقالات زیرِ بحث آئے، ارکانِ مجلس نے ان چاروں مقالات کو بالاستیعاب ملاحظہ کیا۔

اب حتمی شکل میں یہ مقالات تیار ہوکر اشاعت کے مرحلے میں داخل ہورہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جلد اول کی طرح اس جلد کو بھی شرفِ قبولیت ومقبولیت عطا فرمائے، اور آئندہ کی جلدیں جو ساتھ ساتھ تیار ہورہی ہیں، ان کو بھی جلد اشاعت کے مرحلے سے گزار کر اہلِ علم اور جملہ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی توفیق عطاء فرمائے، اور اس تمام علمی وتحقیقی کام کو امتِ مسلمہ کے لیے ان کی انفرادی واجتماعی زندگیوں میں دینی رہنمائی کا باعث اور وسیلہ نجات وکامیابی بنائے، صاحبِ مقالات مفتی محمد رضوان صاحب کی محنتوں کو دنیا وآخرت میں بارآور فرمائے، اور اراکینِ مجلسِ فقہی کی مراجعت ونظرِ ثانی کی کاوشوں کو بھی قبول فرمائے۔ آمین۔

(1)......مفتی محمد رضوان صاحب (صدر مجلس)

(2)......مفتی محمد یونس صاحب (نائب صدر)

(3)......مفتی محمد امجد حسین صاحب (ناظم)

(4)......مولانا محمد ناصر صاحب (رکن)

(5)......مولانا طارق محمود صاحب (رکن)

(6)......مولانا عبدالسلام صاحب (رکن)

(7)......مولانا غلام بلال صاحب (رکن)

(8)......مولانا طلحہ مدثر صاحب (رکن)

(9)......مولانا عبدالوہاب صاحب (رکن)

(10)......مولانا محمد ریحان صاحب (رکن)

(11)......مولانا شعیب احمد صاحب (رکن)

23/ ذوالقعدۃ/1438ھ 16/اگست/2017ء بروز منگل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

# صبح صادِق وکاذِب

اور

# وقتِ عِشاء کی تحقیق

صبح صادق اور صبح کاذب کی تعریف وتحقیق، صبح صادق وصبح کاذب کی حدِ تام ورسومِ ناقصہ کی بحث، صبح صادق میں اولِ طلوع کا اعتبار ہونے کی تحقیق، فجر اور مغرب کا وقت مساوی اور برابر ہونے اور صبح صادق اور عشاء کے سورج کے متعین زیرِ افق ہونے پر کلام، اور اس سلسلہ میں بعض اکابر کے ایک اختلاف کی وضاحت

اہلِ علم حضرات کی آراء، متعدد اضافات کے ساتھ جدید ایڈیشن

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

# فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# تمہید

(از مؤلف)

صبح صادق ''جس سے شریعت کے کئی اہم احکام وابستہ ہیں'' اور صبح کاذب ''جس کا متعدد احادیث میں ذکر ہے'' اور اسی طرح عشاء کے وقت کے بارے میں عرصۂ دراز سے بعض مسائل ایسے سننے اور پڑھنے میں آتے رہے کہ جن کو پوری طرح سمجھنے میں کچھ دشواری کا سامنا رہا، اور بعض مسائل کے بارے میں غیر معمولی اختلاف بھی سامنے آیا، اور پھر اس اختلاف میں بعض فریقوں کی طرف سے ایسا رویہ بھی مشاہدہ میں آیا، جس میں بعض اجتہادی مسائل کو نصوصِ قطعی کے انداز میں پیش کیا گیا، اور ان مسائل سے اختلاف کرنے والوں پر طعن و تشنیع کا بازار گرم ہوا۔

اور گزشتہ چند سالوں میں کچھ ایسے مضامین پڑھنے اور سننے کی نوبت آئی جن میں شدید غیر مہذب رویہ اختیار کر کے بعض اکابر حضرات کو موردِ الزام، خائن اور نعوذ باللہ مداہن وغیرہ کیا کچھ نہیں کہا گیا، اور اسی کے ساتھ رائج قدیمی جنتریوں کے برخلاف نئے نقشے اور کیلنڈر بھی تیار کر کے عوام میں پھیلائے گئے، جس کی وجہ سے عوام میں تشویش واضطراب پیدا ہوا، اور بعض جگہ مباحثہ ومجادلہ تک کی نوبت آ گئی۔

ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں عوامُ الناس کے ایک طبقہ کا اہلِ علم اور دارالافتاؤں کی طرف بھی رجوع ہوتا ہے، اور اگر اطمینان بخش جواب نہ ملے تو تشویش اور مسائل کا خاتمہ نہیں ہوتا۔

ان حالات میں بندہ کو بعض احباب نے صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق پر کچھ سوالات کے قدرے تفصیل کے ساتھ جواب لکھنے کی طرف متوجہ کیا۔

جس پر بندہ نے بنامِ الٰہی کچھ تحریر کرنا شروع کیا، شروع کرتے وقت تو یہ خیال نہیں تھا کہ مضمون طویل ہو جائے گا، لیکن مسائل کی تحقیق وتمحیص اور پھر متفرق سوالات کے جوابات

الگ الگ مرتب کرنے اور بعض نکات کی الگ الگ سوال کے تحت جواب کی وجہ سے چند باتوں کی ایک سے زیادہ مختلف انداز میں وضاحت کی بھی ضرورت پیش آئی۔

نیز ایک مرتبہ مضمون کی حتمی ترتیب کے بعد بعض اہلِ علم حضرات کی کچھ تحریرات نظر سے گزریں، جن میں مختلف عبارات سے جو استدلالات کئے گئے تھے ان سے اتفاق نہ ہوا، اس لئے ان عبارات کی تشریح کرتے وقت الگ الگ مقامات پر توضیح کرنا پڑی۔

ان وجوہات کی بناء پر مضمون قدرے طویل ہو گیا، مگر بایں ہمہ حتی الامکان مضمون میں ضروری یا مفید مباحث ہی کو شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس مضمون کا مقصد نہ تو کسی کو ہدف بنانا ہے، اور نہ ہی کسی سے افتراق وانتشار کا پیدا کرنا ہے، بلکہ چند مسائل کی تحقیق وتمحیص اور ترتیب ہے۔

البتہ مسائلِ شرعیہ میں دلائل کے پیشِ نظر بعض اوقات کسی بڑے کی قلب میں محبت وعظمت اور علمی وعملی مقام کی رفعت ووقعت ہونے کے باوجود اختلافِ رائے ہوجانا مذموم نہیں۔

جیسا کہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ صبح صادق کے مسئلہ ہی کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

> قلب میں اکابر کی محبت وعظمت اور ان کے علمی وعملی بلند مقام کی وقعت کے باوجود مسائلِ شرعیہ میں دلائل کے پیشِ نظر ان سے اختلافِ رائے واجب ہے (رسالہ ''صبح صادق'' مشمولہ احسن الفتاویٰ جلد۲ صفحہ۱۹۰)

اس کے باوجود بھی اگر کسی کو دل شکنی ودل آزاری کا احساس ہو تو بندہ پیشگی معذرت خواہ ہے، اور کسی وقت بھی قابلِ اصلاح بات کے سامنے آنے اور اس پر اطمینان حاصل ہونے کے بعد اسے قبول کرنے میں ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی عذر نہیں ہوگا۔

اس مرتبہ ''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' نامی اس کتاب میں بعض مزید امور کی وضاحت کی گئی، اور مضمون کو طوالت سے بچانے کی خاطر بعض متن کی عربی عبارات کو متعلقہ

مقامات پر حواشی میں شامل کردیا گیا۔ [1]

نیز اب جدید ایڈیشن کی علمی و تحقیقی سلسلہ میں مجلد انداز میں اشاعت کے وقت عرب کے مستند اہلِ علم واہلِ فن حضرات کے کچھ مزید حوالہ جات موصول ہوئے، ضمیمہ میں ان کو بھی شامل کرلیا گیا، اس طرح سے بحمداللہ تعالیٰ مضمون کی افادیت میں مزید اضافہ ہوگیا ہے۔

مزید وجدید تحقیقات کے سامنے آنے سے اندازہ ہوا کہ اب بحمداللہ تعالیٰ مسئلہ ہٰذا کی سنجیدہ تحقیق کا سلسلہ آگے بڑھ رہا ہے، اور متقدمین کے بیان وطے کردہ اوقات پر وارِد کیے جانے والے اعتراضات وشبہات کے معقول اور دیانت دارانہ جوابات بھی دیئے جارہے ہیں، جس سے امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہی اس مسئلہ پر امت میں موجود انتشار کا خاتمہ ہوکر کافی حد تک اتفاقِ رائے پیدا ہوجائے گا۔

وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ . وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ

فقط

محمد رضوان

11/محرم الحرام/1439ھ 02/اکتوبر/2017ء بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

---

[1] الحمد اللہ تعالیٰ پہلی طباعت پر متعدد اہلِ علم وفن حضرات نے غور فرما کر اپنی آراء سے مستفید فرمایا، یہ آراء بھی اس طباعت کے آخر میں شامل ہیں۔

البتہ ایک صاحب نے ''کشف الغشاء عن اوقات الفجر والعشاء '' کے عنوان سے ایک تحریر مرتب کر کے بندہ کو ارسال کی، جس میں متعدد اعتراضات وشبہات اور خلافِ واقعہ امور کی کثرت تھی، اگرچہ وہ تحریر اس قابل محسوس نہ ہوتی تھی کہ اس کا مستقل جواب تحریر کیا جائے، لیکن بعض احباب کی خواہش پر اس کا مستقل جواب تحریر کیا گیا، جو''کشف الغطاء عن وقت الفجر والعشاء'' کے نام سے شائع ہوگیا ہے۔

اس کے بعد دوبارہ ان ہی معترض صاحب کی ''کشف الستور'' کے نام سے ایک اور تحریر موصول ہوئی، وہ تحریر بھی سابقہ تحریر سے مختلف نہیں تھی، اور اس میں بھی عموماً ان ہی سابقہ باتوں کو دہرایا گیا تھا، اس کے قابلِ ذکر شبہات کے جوابات بھی اس کتاب اور''کشف الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء'' کے موجودہ ایڈیشن میں شامل کیے گئے ہیں۔محمد رضوان۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کے متعلق چند سوالات

(1)...... صبح صادق وفجر کے بارے میں آج کل کافی ردّ وقدح سامنے آتی ہے، اسلام میں کیا اس کی اتنی اہمیت ہے، کہ اس پر اتنی جدوجہد وتحقیق سے کام لیا جائے؟

اور شریعت کی نظر میں اصل فجر وصبح کون سی ہے اور اس کو صادق کیوں کہا جاتا ہے؟

(2)...... صبح صادق اور اس کے مقابلہ میں کاذب کسے کہتے ہیں، اور ان کی اصل پہچان کیا ہے؟

کیا صبح کاذب اور صبح صادق کا ہمیشہ اور ہر علاقے میں آگے پیچھے متصلاً ظاہر ہونا ضروری ہے، مطلب یہ ہے کہ کیا یہ ضروری ہے کہ ہمیشہ پہلے صبح کاذب کی روشنی ظاہر ہو، اور اس کے بعد صبح صادق کی روشنی ظاہر ہو، اس کی تحقیق درکار ہے۔

(3)...... کیا سحری کھانے کی ممانعت اور فجر کی نماز کا وقت صبح صادق ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے، یا صبح صادق ہونے کے کچھ دیر بعد شروع ہوتا ہے؟

بعض اہلِ علم کو کہتے ہوئے سُنا گیا ہے کہ جب تک صبح صادق ہو کر خوب اچھی طرح پھیل نہ جائے، اُس وقت تک صبح صادق کا حکم نہیں لگتا۔ اس بارے میں صحیح بات کیا ہے؟ اس کی وضاحت کی ضرورت ہے۔

(4)...... صبح صادق کی روشنی کس رنگ کی ہوتی ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ سُرخ رنگ کی ہوتی ہے، اور وہ اس سلسلہ میں کسی حدیث کا بھی حوالہ پیش کرتے ہیں۔ اس بارے میں صحیح تحقیق کیا ہے؟

(5)...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عشاء کا وقت شفقِ ابیض غروب

ہونے پر شروع ہوتا ہے، جبکہ دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک شفقِ احمر غروب ہونے کے بعد ہوتا ہے۔

اب اس سلسلہ میں ایک سوال تو یہ ہے کہ مفتیٰ بہٖ قول کون سا ہے؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ بعض اہلِ علم سے یہ بات سننے میں آئی ہے کہ مغرب اور فجر کے وقت کی مقدار برابر ہوتی ہے، یعنی جس دن غروب ہونے کے بعد جتنی دیر تک مغرب کا وقت رہتا ہے، اس دن اتنی دیر تک صبح صادق ہونے کے بعد فجر کا وقت بھی رہتا ہے؟

یہ بات کس حد تک درست ہے۔

(6)...... آج کل جو انتہائے سحر وابتدائے فجر سے متعلق نقشے موجود ہیں، ان میں آپس میں دو چار منٹ کا فرق ہوتا ہے، اور بعض نقشے ایسے بھی سامنے آئے ہیں کہ ان میں عام رائج نقشوں کی بہ نسبت پندرہ بیس منٹ بعد انتہائے سحر وابتدائے فجر کو ظاہر کیا گیا ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا گیا ہے کہ یہ نقشے پندرہ درجے زیرِ اُفق کے مطابق تیار کئے گئے ہیں۔ ہم ان میں سے کون سے نقشے کو معتبر سمجھیں، اور کس کے مطابق عمل کریں؟ صبح صادق کے وقت سورج کتنے درجہ زیرِ افق ہوتا ہے، اس میں راجح کیا ہے؟

(7)...... مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور محدثِ عصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہما اللہ اور چند اکابر کا صبح صادق کے معاملہ میں ایک اختلاف اہلِ علم میں زیرِ بحث رہتا ہے، اور بعض اوقات اس سلسلہ میں ان اکابر پر مختلف قسم کے اعتراضات وشبہات کئے جاتے ہیں، اس قضیہ کی حقیقت کیا ہے؟ وضاحت درکار ہے۔

ان سوالات کے تفصیلی وتحقیقی جوابات سے مستفید فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جوابات

(1)

# صبح صادق وفجرِ حقیقی اور اس کی اہمیت

صبح صادق جسے حقیقی فجر بھی کہا جاتا ہے، یہ دراصل شریعت کی نظر میں نہار (یعنی دن) کا مبدء وآغاز ہے، اور اس کے ساتھ شریعت نے نماز، روزہ کے احکام وابستہ فرمائے ہیں، چنانچہ فجر کی نماز اور روزہ شروع ہونے کا وقت اسی کے طلوع کے ساتھ وابستہ ہے، اور عشاء، وتر اور تہجد کا وقت بھی صبح صادق پر ختم ہو جاتا ہے، اور عندالحنفیہ عید کے دن صدقۂ فطر کا وجوب بھی اسی سے وابستہ ہے۔

اس لئے شریعتِ مطہرہ نے اس موضوع پر اہتمام کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔

قرآن مجید کے علاوہ احادیث وروایات میں بھی اس پر پوری وضاحت وصراحت کے ساتھ کلام کیا گیا ہے۔

مفسرین، محدثین اور فقہائے کرام نے بھی اس موضوع کو اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

سب سے پہلے صبح صادق وفجرِ حقیقی کی اہمیت پر قرآن مجید کی آیت ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (سورة البقرة ،رقم الآية ۱۸۷)

ترجمہ: اور کھاؤ پیو تم اس وقت تک کہ متمیز ہو جائے تم کو سفید دھاگہ صبح کا، سیاہ دھاگہ سے (سورہ بقرہ)

اس آیت میں سفید دھاگے سے بیاضُ النہار (یعنی دن کی سفیدی جو صبح صادق سے شروع ہوتی ہے) مراد ہے۔

اور سیاہ دھاگے سے سوادُ اللیل (یعنی رات کی تاریکی) مراد ہے اور یہ تفسیر خود رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی صحیح احادیث میں مروی ہے۔ [1]

اس سے واضح ہوا کہ قرآن مجید میں دھاگے سے اُس کے حقیقی معنیٰ مراد نہیں، بلکہ مجازی (یعنی غیر حقیقی) معنیٰ مراد ہیں۔

جس سے ایک طرف تو قرآن مجید کی مذکورہ آیت کی مراد واضح ہوگئی۔

اور دوسری طرف یہ معلوم ہوگیا کہ شریعت کی نظر میں بیاضِ نہار (جس سے باتفاقِ جمہور صبح صادق مراد ہے) سے پہلے کے وقت کو رات اور سوادِ لیل کا حکم حاصل ہے۔ [2]

---

[1] چنانچہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ:

جب سورہ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی تو اُنہوں نے ایک سیاہ دھاگہ اور ایک سفید دھاگہ رکھ لیا، اور دونوں کو دیکھنا شروع کیا اور جب رات کی تاریکی میں دونوں میں کچھ فرق معلوم نہ ہوا؛ تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

**إنما ذلك سواد الليل وبياض النهار (بخارى، رقم الحديث ١٩١٦، كتاب الصوم، باب قول الله تعالى: وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر ثم أتموا الصيام إلى الليل)**

یعنی ’’(قرآن مجید کی اس آیت میں جو سیاہ اور سفید دھاگہ بیان کیا گیا ہے) وہ تو رات کی تاریکی اور دن کی روشنی ہے‘‘

اور مسند احمد کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

**إنما ذلك بياض النهار من سواد الليل (مسند احمد، رقم الحديث ١٩٣٧٠)**

**قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)**

یعنی ’’(قرآن مجید کی اس آیت میں جو سیاہ اور سفید دھاگہ بیان کیا گیا ہے) وہ تو دن کی روشنی ہے رات کی تاریکی کے مقابلے میں‘‘

[2] **قال أبو عبيد الخيط الأبيض الفجر الصادق والخيط الأسود الليل والخيط اللون وفى هذا مع قوله صلى الله عليه وسلم سواد الليل وبياض النهار دليل على أن ما بعد الفجر هو من النهار لا من**

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مفسرین نے بھی اس آیت کی تفسیر میں خیطِ ابیض سے دن کی روشنی یعنی صبح صادق اور اور خیطِ اسود سے رات کا اندھیرا مراد لیا ہے۔

جو کہ صبح صادق کے خط سے ملا ہوتا ہے۔

جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ صبح کی ابتدائی روشنی رات کے اندھیرے سے ظاہر ہوتی ہے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الليل ولا فاصل بينهما وهذا مذهبنا وبه قال جماهير العلماء وحكى فيه شيء عن الأعمش وغيره لعله لا يصح عنهم (شرح النووى علىٰ مسلم، ج۷ص ۲۰۱،کتاب الصوم، باب بيان ان الدخول فى الصوم يحصل بطلوع الفجر وأن له)

[1] چند حوالہ جات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

(1)......تفسیر درِ منثور میں ہے:

وأخرج أبو بكر بن الأنبارى فى كتاب الوقف والابتداء والطستى فى مسائله عن ابن عباس .أن نافع بن الأزرق سأله عن قوله ( حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود ) ، قال :بياض النهار من سواد الليل وهو الصبح إذ قال :وهل تعرف العرب ذلک؟ قال :نعم ، أما سمعت قول أمية؟ :الخيط الأبيض ضوء الصبح منغلق ... والخيط الأسود لون الليل مكموم (الدرالمنثور للسيوطى، ج ۱ ص ۴۸۰، سورة البقرة)

(2)......تفسیر جلالین میں ہے:

(وكلوا واشربوا) الليل كله (حتى يتبين) يظهر (لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر) أى الصادق بيان للخيط الأبيض وبيان الأسود محذوف أى من الليل شبه ما يبدو من البياض وما يمتد معه من الغبش بخيطين أبيض وأسود فى الامتداد(تفسير الجلالين، ج ۱ ص ۳۹، سورة البقرة)

(3)......تفسیر بیضاوی میں ہے:

وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر شبه أول ما يبدو من الفجر المعترض فى الأفق وما يمتد معه من غبش الليل، بخيطين أبيض وأسود، واكتفى ببيان الخيط الأبيض بقوله من الفجر عن بيان الخيط الأسود، لدلالته عليه (تفسير البيضاوى، ج ۱ ص ۱۲۶ ، سورة البقرة)

(4)......تفسیر نسفی میں ہے:

(وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض) هو أول ما يبدو من الفجر المعترض فى الأفق كالخيط الممدود (من الخيط الأسود) وهو ما يمتد من سواد الليل شبها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معلوم ہوا کہ صبح صادق پر نہارِ شرعی (یعنی شرعی دن) کا آغاز ہوجاتا ہے، اور اس سے پہلے کے وقت کو لیل ورات کا حکم حاصل ہے، اور صبح صادق ہی اصل صبح اور حقیقی فجر ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ صبح صادق طلوع ہوتے ہی فوراً بلاتاخیر اس سے متعلقہ احکام لاگو ہوجاتے ہیں۔

سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے صبح صادق کے لئے مطلق فجر کے لفظ کا اطلاق فرمایا ہے، اور اس کے ساتھ صادق وغیرہ کی قید نہیں لگائی، کیونکہ حقیقی فجر یہی ہے۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بخيطين أبيض وأسوج لامتدادهما (من الفجر) بيان أن الخيط الأبيض من الفجر لا من غيره واكتفى به عن بيان الخيط الأسود لأن بيان أحدهما بيان للآخر(تفسير النسفى، ج ا ص ١٦٢، سورة البقرة)

(5)......تفسیر ابوالسعود میں ہے:

(وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود من الفجر) شبه أول مايبدو من الفجر المعترض فى الأفق وما يمتد معه عن غلس الليل بخيطين الأبيض والأسود واكتفى ببيان الخيط الأبيض بقوله تعالى من الفجر عن بيان الخيط الأسود لدلالته عليه(تفسير ابى السعود، ج ا ص ٢٠٢، سورة البقرة)

(6)......تفسیر بغوی میں ہے:

وكلوا واشربوا، يعنى فى ليالى الصوم حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود. يعنى :بياض النهار من سواد الليل :سميا خيطين لأن كل واحد منهما يبدو فى الابتداء ممتدا كالخيط(تفسير البغوى، ج ا ص ٢٢٩، سورة البقرة)

(7)......تفسیر کشاف میں ہے:

الخيط الأبيض هو أول ما يبدو من الفجر المعترض فى الأفق كالخيط الممدود . والخيط الأسود ما يمتد معه من غبش الليل، شبها بخيطين أبيض وأسود .قال أبو داود:

فلما أضاء ت لنا سدفة ...ولاح من الصبح خيط أنارا

وقوله من الفجر بيان للخيط الأبيض، واكتفى به عن بيان الخيط الأسود .لأن بيان أحدهما بيان للثانى .ويجوز أن تكون من للتبعيض :لأنه بعض الفجر وأوله (تفسير الكشاف، ج ا ص ٢٣١، سورة البقرة)

(8)......تفسیر بحر المحیط میں ہے:

شبه بالخيط الأبيض ما يبدو من الفجر المعترض فى الأفق، وبالأسود ما يمتد معه من غبش الليل، شبهها بخيطين أبيض وأسود(تفسير بحر المحيط لابى حيان الاندلسى، ج ا ص ٢١٦، سورة البقرة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ کہ اس آیت سے صبح صادق وفجرِ حقیقی کی اہمیت معلوم ہوئی کہ اس سے روزہ شروع ہونے کا تعلق ہے، اور روزہ اسلام کا اہم رکن ہے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر فجر، صبح اور فلق سے اسی حقیقی فجر وصبح کو مراد لیا ہے، اور اسی کا طلوع درحقیقت نہارِ شرعی کا مبدأ ہے۔

**(1)**...... چنانچہ سورہ فجر کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ (سورة الفجر، رقم الآيات ١، ٢)

ترجمہ: قسم ہے فجر کی، اور دس راتوں کی (سورہ فجر)

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(9)......تفسیر طنطاوی میں ہے:

والمقصود من الخيط الأبيض :أول ما يبدو من الفجر الصادق المعترض فى الأفق قبل انتشاره.والمقصود من الخيط الأسود :ما يمتد مع بياض الفجر من ظلمة الليل (تفسير الوسيط لطنطاوى، ج ١ ص ٣٩٦، سورة البقرة)

(10)......عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے:

والمراد بالخيط الأبيض أول ما يبدو من الفجر المعترض فى الأفق كالخيط الممدود، والخيط الأسود ما يمتد معه من غبش الليل شبها بخيطين أبيض وأسود .وقوله :(من الفجر)بيان للخيط الإبيض(عمدة القارى للعينى، ج١٠ ص ٢٩٢، كتاب الصوم، باب قول الله تعالى :وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر الخ)

(11)......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تفسیر معارف القرآن میں سورہ بقرہ کی مندرجہ بالا آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

اس آیت میں رات کی تاریکی کو سیاہ خط اور صبح کی روشنی کو سفید خط کی مثال سے بتلا کر روزہ شروع ہونے اور کھانا پینا حرام ہوجانے کا صحیح وقت متعین فرمادیا (تفسیر معارف القرآن، ج ۱ ص ۴۵۴، سورۃ البقرۃ)

(12)......حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور لفظِ خیط کے لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ فجر کا اگر ادنیٰ حصہ مثل دھاگے کے بھی ظاہر ہوجائے تو کھانا اور پینا حرام ہوجاتا ہے (معارف القرآن ادریسی، جلد ا صفحہ ۳۷۶، سورۃ البقرۃ)

''من الفجر'' میں مِن کے بیانیہ یا تبعیضیہ یا سببیہ تینوں ہی کا احتمال ہے، اور مِن بیانیہ ہونے کا احتمال راجح معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ بخاری وغیرہ کی حدیث میں من الفجر کے شانِ نزول سے معلوم ہوتا ہے۔

اس آیت میں فجر سے فجرِ حقیقی ہی مراد ہے، وہ الگ بات ہے کہ کسی خاص دن کی فجر مراد ہو۔ [1]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے فجر کی قسم اٹھانے سے صبح صادق وفجرِ حقیقی کی اہمیت معلوم ہوئی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کی قسم اٹھانا، اس چیز کی اہمیت وعظمت کی دلیل ہے۔

(2)......سورہ قدر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (سورۃ القدر، رقم الآیۃ ۵)

ترجمہ: وہ (یعنی لیلۃ القدر) طلوعِ فجر تک ہے (سورہ قدر)

اس آیت میں مطلعِ فجر سے طلوعِ فجر یعنی صبح صادق کا مبدء مراد ہے۔ [2]

یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے شبِ قدر کو ہزار مہینوں سے بہتر قرار دینے کے بعد بیان فرمایا ہے، اور شبِ قدر کی اس فضیلت کا اختتام طلوعِ فجر پر بتلایا ہے، جس سے صبح صادق وفجرِ حقیقی کی اہمیت معلوم ہوئی۔

(3)......سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ. اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (سورۃ بنی اسرائیل، رقم الآیۃ ۷۸)

مذکورہ آیت میں نماز کو قائم کرنے کا حکم بیان ہوا ہے۔

متعدد مفسرین کے نزدیک اس آیت میں قرآن الفجر سے فجر کی نماز مراد ہے (ملاحظہ ہو: معارف القرآن عثمانی، ج۵ص۵۱۵، سورہ بنی اسرائیل) [3]

---

[1] وقال جابر بن عبد الله: قال النبی ﷺ: (والفجر ولیال عشر) قال: ھو الصبح، وعشر النحر، والوتر یوم عرفۃ، والشفع: یوم النحر (تفسیر القرطبی، ج۲۰ ص۴۰، سورۃ الفجر)

[2] چنانچہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حتی مطلع الفجر أی إلی طلوع الفجر (تفسیر القرطبی، ج۲۰ ص۱۳۴، سورۃ القدر)

[3] تفسیر جلالین میں ہے:

(وقرآن الفجر) صلاۃ الصبح (تفسیر الجلالین، ج۱ ص۳۷۴، سورۃ الاسراء)

اور فجر کی نماز کا وقت صبح صادق وفجرِ حقیقی سے شروع ہوتا ہے۔

اس آیت سے بھی صبح صادق وفجرِ حقیقی کی اہمیت معلوم ہوئی کہ اس سے دو فرض نمازوں یعنی عشاء کے اختتام اور فجر کی ابتداء کا تعلق ہے، اور نماز اسلام کا اہم رکن ہے۔

(4)......سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**فَالِقُ الْاِصْبَاحِ. وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا. ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ**(سورة الانعام، رقم الآية ۹۶)

اکثر مفسرین کے نزدیک مذکورہ آیت میں فالقُ الاصباح سے نہارِ شرعی کا مبدأ یعنی صبح صادق کا طلوع مراد ہے۔ [۱]

اور یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ وبالغہ کو ظاہر کرنے کے لئے بیان فرمایا ہے، جس سے صبح صادق وفجرِ حقیقی کی اہمیت معلوم ہوئی۔

(5)......سورہ فلق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ**(سورة الفلق، رقم الآية ۱)

اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت میں فلق سے مراد بھی صبح صادق اور فجرِ حقیقی ہی ہے۔ [۲]

یہ آیت بھی صبح صادق وفجرِ حقیقی کے عنوان سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی وعظمت کو بیان کر رہی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کی تعلیم دے رہی ہے، جس سے صبح صادق وفجرِ حقیقی کی

---

[۱] چنانچہ تفسیر بغوی میں ہے:

فالق الإصباح، شاق عمود الصبح عن ظلمة الليل وكاشفه، وقال الضحاك: خالق النهار، والإصباح مصدر كالإقبال والإدبار وهو الإضاءة وأراد به الصبح وهو أول ما يبدو من النهار، يريد مبدى الصبح وموضحه، وجعل الليل سكنا، يسكن فيه خلقه (تفسير البغوى، ج٢ص ١٤٦، سورة الانعام)

[۲] چنانچہ تفسیر بغوی میں ہے:

قوله عز وجل: قل أعوذ برب الفلق، أراد بالفلق الصبح، وهو قول جابر بن عبد الله والحسن وسعيد بن جبير ومجاهد وقتادة وأكثر المفسرين، وهو رواية العوفى عن ابن عباس بدليل قوله: فالق الإصباح (تفسير البغوى، ج٥ص ٣٣٤، سورة الفلق)

اہمیت صاف ظاہر ہے۔

اس قسم کی آیات اور اس سلسلہ میں مفسرین وفقہائے کرام کی تصریحات کے پیشِ نظر اس بات میں شبہ نہیں رہ جاتا کہ شریعت نے سورج کی مشرقی افق (یعنی مشرق کی طرف آسمان کے زمین کے ساتھ ملے ہوئے نظر آنے والے کنارے) پر روشنی پڑنے کے ابتدائی لمحات کو نہارِ شرعی کا مبدأ قرار دیا ہے۔

اور اسی کے ساتھ نمازِ فجر اور روزہ کے آغاز اور اختتامِ وقت عشاء وغیرہ احکام کو وابستہ کیا ہے۔

اور صبح صادق کی یہ روشنی افق پر ایک خط کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے، اور احادیث سے (جو کہ قرآن مجید کی تشریح ہے) یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط افق یعنی آسمان کے زمین کے ساتھ متصل نظر آنے والے کنارے میں شمالاً وجنوباً ظاہر ہوتا ہے، احادیث میں اس کو معترض فرمایا گیا ہے، اور احادیث میں صبح صادق کی روشنی کی صفت مستطیر بتلائی گئی ہے، جس سے مراد منتشر ہونا اور پھیلنا ہے، اس لیے صبح صادق کی یہ روشنی بڑھتے بڑھتے اور پھیلتے پھیلتے دن کے اجالے اور پھر سورج کے ظہور کا باعث ہوا کرتی ہے۔

پھر صبح صادق کی یہ روشنی درحقیقت براہِ راست افق پر سورج ہی کی روشنی ہوتی ہے، کیونکہ نہار کا مدار سورج پر ہے، اور سورج ہی نہارِ شرعی وعرفی کی دلیل ہے، نہارِ شرعی میں افق پر اس کی روشنی کے طلوع وظہور کے اعتبار سے اور نہارِ عرفی میں بذاتِ خود طلوع وظہور کے اعتبار سے۔

پس افق پر براہِ راست سورج کی پڑنے والی ابتدائی روشنی نہارِ شرعی کا مبدأ ہے، جسے شریعت فجرِ حقیقی وصبح صادق کے طلوع کا نام دیتی ہے، اور فجر وصبح اور نہار کے ناموں میں بھی ان کی وجہ تسمیہ پائی جاتی ہے۔ [1]

---

[1] والنهار الشرعي من استطارة الضوء في أفق المشرق إلى غروب الشمس (ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۷۷، کتاب الصوم)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور صبح کاذب، جس کا ذکر آگے آتا ہے، کی روشنی کا سبب اگرچہ سورج ہے، مگر یہ براہِ راست سورج کی روشنی نہیں ہوتی، بلکہ انعکاسی روشنی ہوتی ہے، اور افق پر بھی نہیں ہوتی، بلکہ اس سے اوپر فاصلہ پر ہوتی ہے، اس لئے صبح صادق سے قبل کاذب کی یہ روشنی سوادِ لیل میں مانع نہیں۔

اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں صرف صبح صادق وفجرِ حقیقی کے بیان پر اکتفاء کیا گیا ہے، اور اس کی روشنی کا اندھیرے کے مقابلے میں ظاہر ہونا بتلایا گیا ہے۔

اور قرآن مجید میں صبح کاذب کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا، کیونکہ نہار کا اصل تعلق وحکم صبح صادق و فجرِ حقیقی ہی کے ساتھ وابستہ ہے۔

اور مطلوب ومقصودِ اصلی بھی یہی ہے، اور یہ اپنے وجود وظہور کے لئے کسی دوسری چیز کی محتاج یا

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والنهار :يتناول ما بين مطلع الفجر إلى غروب الشمس .سمى بذلك لأن الضياء ينهر فيه أى يبرز كما يبرز النهر(تفسير الوسيط للطنطاوى، ج٧ص٢٨٧، سورة هود)

والفجر مصدر فجرت الماء أفجره فجرا إذا جرى وانبعث، وأصله الشق، فلذلك قيل للطالع من تباشير ضياء الشمس من مطلعها :فجرا لانبعاث ضوئه، وهو أول بياض النهار الظاهر المستطير فى الأفق المنتشر، تسميه العرب الخيط الأبيض، كما بينا(تفسير القرطبى، ج٢ص٣٢٠، سورة البقرة، رقم الآية ١٨٧)

والصبح والصباح أول النهار، وكذلك الإصباح، أى فالق الصبح كل يوم، يريد الفجر .والإصباح مصدر أصبح .والمعنى :شاق الضياء عن الظلام وكاشفه(تفسير القرطبى، ج٧ص٤٥، سورة الانعام)

والإصباح مصدر سمى به الصبح وقرىء بفتح الهمزة على أنه جمع صبح أى فالق عمود الفجر عن بياض النهار وإسفاره أو فالق ظلمة الإصباح وهى الغبش الذى يلى الصبح(تفسير ابو السعود، ج٣ص١٦٤، سورة الانعام )

(ف ل ق) قوله فى الرؤيا مثل فلق الصبح بفتح اللام يعنى انشقاقه وبيانه وخروجه من الظلام شبهها به لبيانها فى إنارته وضوئه وصحته ويقال فرق الصبح أيضا بالراء وقال الخليل وغيره الفلق الفجر وقوله مثل فلقة حبة بكسر الفاء أى نصفها قاله ثابت قال ويقال سمعت ذاك من فلق فيه بفتح الفاء وسكون اللام وقوله فاخرج فلق خبز أى كسره جمع فلقة ككسرة وكسر(مشارق الأنوار على صحاح الآثارلابى الفضل البستى، ج٢ص١٥٨، حرف الفاء مع سائر الحروف، فصل الاختلاف والوهم )

کسی دوسری چیز کے تابع نہیں۔ [1]

لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب صبح کاذب سے شریعت کا کوئی مستقل حکم وابستہ نہیں، تو پھر احادیث میں اس کا ذکر کیوں کیا گیا؟ اور فقہائے کرام نے صبح صادق کے ساتھ صبح کاذب کا تذکرہ کیوں فرمایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بعض لوگوں کو صبح کاذب کی روشنی سے صبح صادق کا دھوکہ ہوسکتا تھا، اس سے بچنے کے لئے صبح کاذب کا مختلف طریقوں سے ذکر کردیا گیا ہے، ورنہ بذاتِ خود اس کے ذکر کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

لہٰذا اس کو اسی درجے پر رکھنا ضروری ہے، اور اس کو اپنے درجے سے بڑھانا یا صبح صادق و فجرِ حقیقی کو بہر صورت اس کے تابع کر دینا درست نہیں۔

## خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں اکثر مقامات میں جس فجر کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے صادق مراد ہے، اور صادق کے معنیٰ سچے اور کاذب کے معنیٰ جھوٹے کے آتے ہیں، اور شریعت کی نظر اور امرِ واقع میں سچی، اصل اور حقیقی صبح و فجر جو نہار کا مبدء و حصہ ہے وہ ایک ہی ہے، دو نہیں ہیں، اور اسی لئے وہ صادق و سچی ہے، اور کاذب شریعت کی نظر اور امرِ واقع میں کسی بھی

---

[1] قال أصحابنا الفجر فجران أحدهما يسمى الفجر الأول والفجر الكاذب والآخر يسمى الفجر الثانى والفجر الصادق فالفجر الأول يطلع مستطيلا نحو السماء كذنب السرحان وهو الذئب ثم يغيب ذلک ساعة ثم يطلع الفجر الثانى الصادق مستطيرا بالراء أى منتشرا عرضا فى الاوفق قال أصحابنا والأحكام كلها متعلقة بالفجر الثانى فبه يدخل وقت صلاة الصبح ويخرج وقت العشاء ويدخل فى الصوم ويحرم به الطعام والشراب على الصائم وبه ينقضى الليل ويدخل النهار ولا يتعلق بالفجر الاول شىء من الأحكام بإجماع المسلمين (المجموع شرح المهذب، ج۳ص ۴۴، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة، اول وقت الصبح طلوع الفجر الصادق)

فالفجر الأول ويسمى الكاذب لا معول عليه فى شىء من الأحكام بل وجوده كعدمه (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۵۹۷۷)

جہت سے حقیقی صبح وفجر نہیں ہے، البتہ کسی کو اس کے صبح ہونے کی غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے، اور اس کے متعلق صبح ہونے کا غلط تصور قائم ہوسکتا ہے، اس لئے شریعت نے اس غلط فہمی اور غلط تصور کی اصلاح ودرستگی کے لئے اصل وحقیقی صبح وفجر کو صادق کی صفت کے ساتھ موصوف کر کے اس کی تصدیق کردی، اور اس کے مقابلہ میں غیر اصل وغیر حقیقی کو کاذب کی صفت کے ساتھ موصوف کر کے اس کے صبح وفجر ہونے کی تکذیب کردی ہے، اور بس، اس سے زیادہ اس کی اور کوئی حیثیت نہیں۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] شریعت کی طرف سے اس کو کاذب قرار دینے کی صفت کا لحاظ فقہائے کرام اور مسلم اصحابِ فلکیین نے بھی کیا ہے کہ وہ اس کو کاذب کے ساتھ ہی ملقب کرتے رہے۔

مگر بعض اہلِ علم حضرات کو "صبح کاذب" کے لفظ سے یہ غلط فہمی رہی اور اب بھی ہے کہ انہوں نے اپنی زیادہ تر توجہ موصوف یعنی صبح کے لفظ پر تو رکھی، لیکن اس کی صفت یعنی کاذب کے لفظ پر اتنی توجہ نہیں دی، جتنی کہ ضرورت تھی، ورنہ تو یہ غلط فہمی پیدا نہ ہوتی۔

کیونکہ کاذب اس موصوف کی ایسی صفت ہے جو خود ہی اس کے صبح ہونے کا انکار کررہی ہے، جس کا مآل ونتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ شریعت کی نظر میں یہ حقیقی صبح وفجر نہیں۔ واللہ اعلم۔

(2)

# صبح صادق وکاذب کی حدِ تام ورسومِ ناقصہ وتعبیراتِ مختلفہ

یہ بات پہلے گزر چکی کہ اصل صبح یا صبح صادق کے ساتھ صبح کاذب کے ذکر کی غرض صرف اتنی ہے کہ صبح صادق کے متعلق کوئی دھوکہ نہ کھالے، اسی وجہ سے احادیث میں صبح صادق وکاذب کا ذکران دونوں میں بنیادی فرق کو واضح کرنے کے لیے ہی کیا گیا ہے، اور بنیادی فرق کے بغیر صرف تقسیم پر اکتفاء نہیں کیا گیا۔

مگر افسوس کہ بعض حضرات نے حقیقی اور سچی فجر وصبح کو جس کا ثبوت منصوص وقطعی ہے اور اس کے ساتھ ہی احکامِ شرعیہ ضروریہ نہاریہ متعلق ہیں، نظر انداز کر کے اپنی تحقیق کی ساری صلاحیتوں کا مرکز غیر حقیقی اور جھوٹی صبح کو بنالیا، اور حقیقی وسچی صبح کو اس کے تابع وماتحت کر دیا۔

جبکہ اس کو شریعت نے مطلق فجر یا صبح کا بھی درجہ نہیں دیا، اور اس کے صبح وفجر ہونے کی صاف نفی کی یا پھر اس کو کاذب کے ساتھ ملقب ومقید کیا، یعنی کاذب کی قید لگا کر اور کاذب کے ساتھ اس کو موصوف کر کے اس کے صبح ہونے کا انکار کر دیا، اور اس کا ذکر بھی صرف اس غرض سے کیا کہ حقیقی وسچی فجر وصبح جو کہ مقصود ومطلوب ہے، اس میں کسی طرح سے خلل واشتباہ واقع نہ ہو۔

ان حضرات کے اس طرزِ عمل کو اگر قلبِ موضوع سے تعبیر نہ کیا جائے تو کیا کیا جائے۔

صبح صادق وکاذب میں بنیادی فرق جس کو حدِ تام کا درجہ حاصل ہے، یہ ہے کہ صبح صادق کی روشنی افق میں (جنوباً وشمالاً) معترض ہوتی ہے، اور اس کی صفت مستطیر ہونا ہے، یعنی وہ طلوع ہو کر وقت کے ساتھ ساتھ منتشر ہوتی، یعنی پھیلتی رہتی ہے۔

کیونکہ صبح صادق کا طلوع دراصل نہارِ شرعی کا مبدء اور طلوعِ شمس ونہارِ عرفی کا مقدمہ ہے، اور اسی وجہ سے اس کی روشنی میں لحظہ بہ لحظہ اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

اور اس کے مقابلہ میں بیاضِ کاذب، ذنبِ سرحان کے مثل افق سے اوپر فاصلہ پر آسمان میں مستطیل ہوتی ہے، خواہ اس کا طول آسمان کے درمیان والے حصے میں کھڑا ہو یا دائیں بائیں قدرے مائل ہو۔

صبح کاذب وصادق میں بنیادی فرق یہی ہے، کیونکہ یہ فرق منصوص ہے۔

اور یہی ان دونوں کی حدِّ تام ہے، جس کے پیشِ نظر کبھی بھی صادق وکاذب میں اشتباہ پیدا نہیں ہوسکتا۔

اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ شارعِ علیہ السلام نے صبح صادق کو کاذب سے ممتاز کرنے کی غرض سے ہی کاذب کا تذکرہ فرمایا ہے، اور اگر کلامِ شارع سے یہ فرق وامتیاز واضح نہ ہو، تو پھر شارعِ علیہ السلام کے کلام کا نعوذ باللہ تعالیٰ مہمل ہونا لازم آتا ہے۔

## صبح صادق وکاذب کی حدِ تام

بہرحال صادق وکاذب میں بنیادی فرق منصوص ہے، جس کی رو سے صادق وکاذب دونوں حکم، حقیقت اور صورت تینوں اعتبار سے ایک دوسرے کا غیر اور ایک دوسرے سے بالکل مختلف وممتاز ہیں، جس کا خلاصہ حسبِ ذیل تین چیزیں ہیں:

(1)......صادق نہارِ شرعی کا مبدأ اور طلوعِ شمس کا مقدمہ ہے، اور کاذب کو یہ مقام حاصل نہیں۔

(2)......صادق کیونکہ نہارِ شرعی کا مبدء اور طلوعِ شمس کا مقدمہ ہے، اس لیے اس کی روشنی کے لیے منتشر ہونا اور پھیلنا، اس کی صفتِ لازمی ولاینفک ہے، اور کاذب کی روشنی نہارِ شرعی کا مبدء وطلوعِ شمس کا مقدمہ نہیں، اس لیے اس کی روشنی

کو منتشر ہونے کی صفت حاصل نہیں۔

(3)......صادق کی روشنی مشرقی افق میں (جنوباً وشمالاً) معترض ہوتی ہے۔

جبکہ کاذب کی روشنی اس کے مقابلے میں ذنبِ سرحان کے مثل آسمان میں مستطیل ہوتی ہے۔

البتہ بعض روایات اور فقہائے کرام وغیرہ کی عبارات میں صبح صادق وکاذب کی بحث میں بعض دیگر علامات کا بھی ذکر کیا گیا ہے، مگر وہ علامات صبح صادق یا کاذب کی حدِ تام میں داخل نہیں ہیں، بلکہ وہ رسومِ ناقصہ کے درجے کی علامات ہیں۔ [1]

مثلاً صبح صادق وکاذب کا باہم متصل ہونا یہاں تک کہ طلوعِ صبح صادق، بلکہ اس کے بھی کچھ بعد تک نظر آتے رہنا یا ان کے درمیان مخصوص زمانی وقفہ وفصل ہونا، یا صبح صادق سے پہلے کاذب کا ہمیشہ نظر آنا یا بعض زمانوں یا علاقوں میں صبح کاذب کا نظر نہ آنا وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح کی سب چیزیں رسومِ ناقصہ کے درجے کی علامات ہیں، اور رسومِ ناقصہ کے درجے میں جو علامات ہوتی ہیں، اُن کا ہمیشہ اور ہر جگہ صادق آنا ضروری نہیں ہوا کرتا، زمان ومکان کے اختلاف سے ان میں فرق واقع ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ہر زمانے اور علاقے میں رسومِ ناقصہ کی تمام علامات کا متلاشی رہنا درست نہیں۔ [2]

---

[1] مگر حیرت ہے کہ بعض حضرات بھی حدِ تام کے درجے کے مذکور واضح اور نمایاں فروق کو نظر انداز کر کے غیر ضروری بحثوں میں الجھ کر نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ دوسروں کو بھی پریشانی واضطراب میں مبتلا کرتے ہیں، اسی کے ساتھ ایک واضح وسہل مسئلے کو پیچیدہ بنانے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔

[2] جیسا کہ جمعہ کے باب میں مصر کی تعریف کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے امداد الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ:

مصر کی تعریف میں جو اقوال مذکور ہیں ان میں سے کوئی حدِّ مصر نہیں جو اس شان کی ہو کہ:

**کل ماصدق علیه الحد صدق علیه المحدود وبالعکس ای کل ماصدق علیه المحدود صدق علیه الحد .**

بلکہ وہ سب تعریفیں رسوم ہیں کیونکہ حد کا تعدد محال ہے اور رسوم کا جائز، مصر کی تفسیر میں جو فقہاء نے مختلف تعریفیں بیان فرمائی ہیں اس میں بغور ملاحظہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اختلافات اختلافِ عنوان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس جس روشنی پر صبح کاذب کی حدِ تام صادق آئے، وہ صبح کاذب ہوگی، اور جس پر صبح صادق کی حدِ تام صادق آئے، وہ صبح صادق ہوگی، اگرچہ بعض زمانوں یا علاقوں میں ان کی بعض رسومِ ناقصہ کے درجہ کی علامات نہ پائی جارہی ہوں۔

جو کچھ اوپر عرض کیا گیا، اس کے متعلق آگے احادیث وروایات اور فقہائے کرام واصحابِ فلکیین کی عبارات کی روشنی میں الگ الگ بحث کی جاتی ہے۔

## صبح صادق وکاذب کے بارے میں احادیث وروایات

جیسا کہ پہلے گزرا کہ احادیث وروایات میں جہاں صبح صادق کے ساتھ کاذب کا ذکر ہے، وہاں اصل مقصود صادق کی حقیقت کو کاذب سے ممتاز کرکے بیان کرنا ہے، تاکہ شرعی احکام جو صادق کے ساتھ وابستہ ہیں، ان کی ادائیگی میں کوئی مشکل وخلل پیش نہ آئے۔

اور غرض یہ ہے کہ اگر کسی کو صبح صادق کی افق میں معترض ومستطیر روشنی کے علاوہ طولانی شکل کی ذنبِ سرحان نما روشنی نظر آئے، خواہ اس کا طول، بالکل سیدھا (یعنی سمت الرأس کی طرف) ہو یا قدرے دائیں بائیں مائل ہو تو وہ کاذب یعنی جھوٹی ہے، اور اسے اصل وحقیقی صبح وفجر نہیں سمجھنا چاہئے۔

ذیل میں اس سلسلہ میں پائی جانے والی چند ایسی احادیث وآثار نقل کیے جاتے ہیں، جن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ہے۔نہ اختلافِ معنون یعنی الفاظ کا بیان جدا جدا ہے اور مصداق سب کا ایک ہے، سب لوگوں نے اپنے اپنے زمانہ کے اعتبار سے جو علامات کہ مصر کی پائی جاتی تھیں بیان کردی ہیں (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۶۹)

پس اسی طرح مسئلہ مبحوث فیہ کا معاملہ ہے کہ صادق سے پہلے کاذب کا ظہور رسم ناقص ہے، اس کا ظہور ہو تب بھی اور ظہور نہ ہو تب بھی صادق سے پہلے کے زمانہ کو لیل کا حکم حاصل ہے اور کاذب کے ظہور وعدم ظہور سے صادق کی ذات پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

لہٰذا صبح صادق کا مشاہدہ کرنے والے حضرات کو اس کی حقیقت یعنی بیاضِ معترض ومستطیر کو ملحوظ رکھنا اور اس سے قبل متصلاً صبح کاذب کے ظہور کے التزام کو ذہن سے نکالنا ضروری ہوگا۔

سے صبح صادق وکاذب کے درمیان مذکورہ بنیادی فرق بھی واضح ہوجاتا ہے:

**(1)**......حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یَمْنَعَنَّکُمْ مِنْ سُحُوْرِکُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِیْلُ وَلٰکِنَّ الْفَجْرَ الْمُسْتَطِیْرَ فِی الْأُفُقِ**

(سنن الترمذی)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منع نہ کرے تمہیں تمہاری سحریوں سے بلال کی اذان اور نہ فجرِ مستطیل (یعنی لمبی روشنی والی فجر) بلکہ (منع کرنے والی) اُفق میں (جنوباً وشمالاً) فجرِ مستطیر (یعنی منتشر روشنی والی فجر) ہے (ترمذی، مسند احمد)

فائدہ: اس حدیث میں سحری کے غیر مانع ہونے میں پہلے اذانِ بلال کو ذکر کیا گیا ہے، اور اس کے بعد فجرِ مستطیل کو ذکر کیا گیا ہے، اور پھر لفظِ لٰکِنَّ کے ساتھ سحری کے لیے اصل مانع افق میں ''فجرِ مستطیر'' کو بتلایا گیا ہے۔

اور کاذب کو مستطیل اور اس کے مقابلہ میں صادق کو افق میں مستطیر قرار دیا گیا ہے اور مستطیر سے مراد منتشر یعنی پھیلنے والی ہونا ہے۔[2]

جس کا مطلب یہ ہے کہ کاذب آسمان میں مستطیل اور لمبی ہوتی ہے، اور صادق اس کے

---

[1] رقم الحدیث ۷۰۶، ابواب الصوم، باب ما جاء فی بیان الفجر، مسند احمد، رقم الحدیث ۲۰۱۵۸.

قال الترمذی: ھذا حدیث حسن.

وقال شعیب الارنؤط: صحیح لغیرہ، وھذا إسناد حسن (حاشیۃ مسند احمد)

[2] لفظِ افق سے اس طرف اشارہ ہے کہ صبح صادق کی روشنی کا آسمان میں وجود کافی ہے، اور صبح صادق کا حکم حاصل ہونے کے لیے رؤیتِ ہلال کی طرح، ہر ایک کے لیے رؤیتِ عینی شرط نہیں، بلکہ کسی اور معتبر وموثق (مثلاً دوسرے کی شہادت، یا رؤیتِ ہلال میں تیس دن کے عدد کی تکمیل جیسے) ذریعے سے ظنِ غالب کے درجہ میں اس کے وجود کا علم ہوجائے، وہ بھی کافی ہے۔

وسیجیئ التفصیل فی عبارات ردالمحتار وکتب اخریٰ۔

مقابلہ میں افق میں (جنوباً وشمالاً) ہوتی ہے اور آسمان کے شمالاً وجنوباً کناروں میں ہونے کی وجہ سے وہ ابتداءً یقینی طور پر معترض ہوتی ہے، اور اس کی صفتِ لازمی مستطیر ہونا ہے اور مستطیر سے مراد منتشر ہے، یعنی وہ روشنی پھیلنے والی ہوتی ہے، جو ترقی کر کے طلوعِ شمس تک پہنچتی ہے۔ [1]

(2)......صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

عَنِ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: لَا يَغُرَّنَّكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ وَلَا هٰذَا الْبَيَاضُ حَتّٰى يَبْدُوَ الْفَجْرُ -أَوْ قَالَ -حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ (مسلم) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں بلال کی اذان اور یہ بیاض (مستطیل) دھوکہ میں نہ ڈالے، یہاں تک کہ فجر ظاہر نہ ہوجائے، یا یہ فرمایا کہ یہاں تک کہ فجر شق نہ ہوجائے (مسلم)

---

[1] اس جیسی روایت کے پیشِ نظر بعض حضرات نے بروجی روشنی (زوڈیکل لائیٹ) کو صبح کاذب قرار دینے والوں پر یہ اعتراض کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کی ممانعت کا حکم بیان کرتے وقت اذانِ بلال کے ساتھ صبح کاذب کا بھی ذکر فرمایا ہے، اور پھر بعد میں صبح صادق کا ذکر فرمایا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ مدینہ منورہ میں کاذب کی روشنی نظر آیا کرتی تھی، جبکہ بروجی روشنی سال کے صرف دو مہینوں میں نظر آتی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس منع فرمانے کا کیا مطلب؟ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس سالہ مدنی دور میں رمضان کا مہینہ ان دنوں میں آیا ہی نہیں؟

جواب یہ ہے کہ بروجی روشنی کے بارے میں یہ قاعدہ کلیہ بنالینا کہ وہ ہر علاقے میں سال کے صرف دو ماہ دیکھی جاسکتی ہے، یہ غلط ہے۔

کیونکہ فنی اعتبار سے بروجی روشنی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سمیت بے شمار علاقوں (خطِ جدی، خطِ سرطان اور خطِ استواء وغیرہ) میں سال کے بارہ مہینوں میں مشاہدہ کی جاسکتی ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے پیشِ نظر امرِ واقعی کے طور پر اس کا تذکرہ فرمایا۔

جس سے یہ اصول معلوم ہوگیا کہ اگر کسی کو صبح صادق سے پہلے کوئی مستطیل ذنبِ سرحان نما روشنی نظر آئے تو اس سے دھوکہ نہ کھائے، جس کی تفصیل سوال نمبر۲ کے جواب میں آرہی ہے۔

[2] رقم الحديث ۱۰۹۴ ''۴۴'' كتاب الصيام، باب بيان أن الدخول فى الصوم يحصل بطلوع الفجر .

اور فجر شق ہونے سے مراد اس کا طلوع ہونا ہی ہے، صرف الفاظ وتعبیر کا فرق ہے۔

(3)......مسند احمد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :لَا یَغُرَّنَّکُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ، وَھٰذَا الْبَیَاضُ حَتّٰی یَنْفَجِرَ الْفَجْرُ ، أَوْ یَطْلُعَ الْفَجْرُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۰۰۷۹) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں بلال کی اذان اور یہ بیاض (مستطیل) دھوکہ میں نہ ڈالے یہاں تک کہ فجر ظاہر یا طلوع ہوجائے (مسند احمد)

(4)......مستخرج ابو عوانہ اور مسند ابوداؤد طیالسی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :لَا یَغُرَّنَّکُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ، وَلَاھٰذَا الْبَیَاضُ حَتّٰی یَنْفَجِرَ الْفَجْرُ ھٰکَذَا (مستخرج ابی عوانۃ) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں بلال کی اذان اور یہ بیاض (مستطیل) دھوکہ میں نہ ڈالے، یہاں تک کہ فجر اس طرح (یعنی معترض روشنی) ظاہر ہوجائے (ابوعوانہ، طیالسی)

''ھکذا'' سے مراد مستطیل کے مقابلہ میں معترض ہونا ہے، اور انفجار سے مراد فجر کا طلوع اور ظاہر ہونا ہے۔ ۳

(5)......سنن نسائی کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :لَا یَغُرَّنَّکُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا ھٰذَا الْبَیَاضُ حَتّٰی یَنْفَجِرَ الْفَجْرُ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا یَعْنِیْ مُعْتَرِضًا قَالَ أَبُوْ

---

۱ قال شعیب الارنؤوط: صحیح لغیرہ، وھذا إسناد حسن (حاشیۃ مسند احمد)

۲ رقم الحدیث ۲۷۷۹، کتاب الصیام، باب بیان صفۃ الفجر الذی بہ یحرم الطعام والشراب الخ، مسند الطیالسی ، رقم الحدیث ۹۳۹.

۳ ( "ینفجر الفجر ") ، أی :ینشق أو یطلع، ویظھر الصبح (مرقاۃ المفاتیح، ج۳ص ۹۲۵، کتاب الصلاۃ، باب التحریض علی قیام اللیل)

دَاوٗدَ وَبَسَطَ بِيَدَيْهِ يَمِينًا وَّشِمَالًا مَادًّا يَدَيْهِ (سنن النسائی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے، بلال کی اذان اور نہ یہ سفید روشنی یہاں تک کہ فجر اس طرح اور اس طرح چوڑائی میں طلوع نہ ہو جائے۔

ابوداؤ د راوی کہتے ہیں کہ (حضرت شعبہ نے صبح صادق کو افق میں شمالاً وجنوباً پھیلنے کی کیفیت کو سمجھانے کے لئے) اپنے دونوں ہاتھ دائیں اور بائیں کھولتے ہوئے پھیلا دیئے (نسائی)

فائدہ: ان روایات میں کاذب کو (فجر یا صبح کی بجائے) بیاضِ محض اور مستطیل فرمانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ درحقیقت فجر نہیں، بلکہ بیاضِ محض ہے، اور اس کے مقابلہ میں صادق کو ''فجر'' سے تعبیر کرنے میں صادق کے حقیقی فجر ہونے کی طرف اشارہ ہے، اور ''یبدو ،ینفجر ،یطلع'' کے معنیٰ قریب قریب ایک جیسے ہی ہیں، صرف تعبیر کا فرق ہے۔

(6)......مسند احمد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَغُرَّنَّكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ، وَلَا هٰذَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيلُ ، وَلٰكِنَّ الْفَجْرَ الْمُسْتَطِيرَ، وَأَوْمَأَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا، وَأَشَارَ يَزِيدُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى (مسند احمد ،رقم الحديث ٢٠٢٠٣) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں بلال کی اذان اور یہ فجرِ مستطیل دھوکہ میں نہ ڈالے (یعنی سحری وغیرہ سے نہ روکے) اور لیکن فجرِ مستطیر (سحری وغیرہ سے روکے) اور اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا، یزید (راوی) نے اپنے دائیں ہاتھ (کو پھیلا کر) اشارہ کیا (مسند احمد)

---

[1] رقم الحديث ٢١٧١، كتاب الصيام، باب كيف الفجر، السنن الكبرىٰ للنسائى ، رقم الحديث ٢٤٩٢)

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

فائدہ: اس روایت میں فجرِ مستطیل سے دھوکہ نہ کھانے سے اس کے کاذب ہونے کی طرف اشارہ ہے، اور مستطیر یعنی منتشر ہونا کیونکہ صبح صادق کی معترض روشنی کی صفتِ لازمی ہے، اور پچھلی روایت میں "یَنْفَجِرَ" سے یہی صفت مراد ہے، جو کہ کاذب مستطیل میں نہیں پائی جاتی، اور یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ بلکہ متضاد بیاض ہیں، جس کے پیشِ نظر مطلب یہ ہے کہ جب تک مستطیر صفت والی روشنی ظاہر نہ ہو جائے اس وقت تک صبح صادق شروع نہیں ہوتی، اور لیل کا حکم برقرار رہتا ہے، خواہ اس سے پہلے مستطیل ظاہر ہو کر ختم ہو چکی ہو، یا ختم نہ ہوئی ہو، یا سرے سے ظاہر ہی نہ ہوئی ہو، کَمَا سَیَجِیئُ التَّفْصِیْلُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

بعض روایات میں لفظِ لٰـکـن اور بعض میں لفظِ حتـیٰ کے ساتھ اذانِ بلال وکاذب کے مقابلے میں صبح صادق کو بیان کیا گیا ہے، جس سے مقصود نہارِ شرعی کے مبدء اور لیل کی غایت کو بیان کرنا اور اذانِ بلال وکاذب سے صادق کو ممتاز و مستثنیٰ کرنا ہے، اور مطلب یہ ہے کہ لیل کا منتہیٰ اور نہار کا مبدء نہ تو اذانِ بلال ہے، اور نہ ہی کاذب کا ظہور؛ بلکہ صادق کا طلوع ہے، اور اصل مقصود اسی کو بیان کرنا ہے۔

لہٰذا بعض روایات میں مذکور لفظِ حتیٰ سے یہ سمجھ لینا کہ کاذب کی انتہاء بہرحال صادق پر ہوتی ہے، اور درمیان میں کوئی فصل نہیں ہوتا، یہ درست معلوم نہیں ہوتا، کماسیجیئ.

(7)......حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سُحُوْرِهٖ فَإِنَّهٗ يُؤَذِّنُ أَوْ قَالَ يُنَادِىْ لِيَرْجِعَ قَائِمُكُمْ وَيُنَبِّهَ نَائِمُكُمْ وَلَيْسَ الْفَجْرُ أَنْ يَّقُوْلَ هٰكَذَا وَجَمَعَ يَحْيٰى كَفَّيْهِ حَتّٰى يَقُوْلَ هٰكَذَا وَمَدَّ يَحْيٰى إِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَتَيْنِ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو بلال کی اذان اس

---

[1] رقم الحديث ٧٢٤٧، كتاب اخبار الآحاد، باب ما جاء في إجازة خبر الواحد الصدوق في الأذان الخ.

کی سحری سے منع نہ کرے، کیونکہ وہ تو اس لئے منادی کرتے یا اذان دیتے ہیں، تاکہ تمہارے جاگنے والے لوٹیں، اور سونے والے بیدار ہوں، اور صبح اس طرح نہیں ہوتی، اور یحییٰ (راوی) نے (اس کی اشارہ سے وضاحت اس طرح کی کہ) اپنی ہتھیلیوں کو ملا لیا (یعنی دونوں کو ملا کر لمبائی کی طرف اشارہ کیا) یہاں تک کہ اس طرح نہ ہو، اور (یہ کہتے وقت) یحییٰ (راوی) نے اپنے انگوٹھے کے ساتھ والی انگلیاں (دائیں بائیں) پھیلا دیں (بخاری)

فائدہ: اس حدیث میں بیاضِ مستطیل کے فجر ہونے کی نفی اور بیاضِ معترض کے فجر ہونے کا اثبات صاف طور پر مذکور ہے، اور راوی کے ہتھیلیوں کو جمع کرنے سے لمبائی کو اور انگلیوں کو دائیں بائیں پھیلانے سے چوڑائی کو بیان کرنا مقصود ہے۔ [1]

(8)...... صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدًا مِّنْكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ -أَوْ قَالَ نِدَاءُ بِلَالٍ -مِنْ سَحُوْرِهٖ فَإِنَّهٗ يُؤَذِّنُ -أَوْ قَالَ يُنَادِيْ -بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَائِمُكُمْ وَيُوْقِظَ نَائِمُكُمْ .وَقَالَ لَيْسَ أَنْ يَّقُوْلَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا -وَصَوَّبَ يَدَهٗ وَرَفَعَهَا -حَتّٰى يَقُوْلَ هٰكَذَا .وَفَرَّجَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ (صحيح مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو بلال کی منادی یا اذان سحری کھانے سے نہ روکے، کیونکہ وہ تو رات کے وقت اذان دیتے یا منادی کرتے ہیں تاکہ تم میں سے عبادت کرنے والے لوٹیں اور سونے والے جاگیں،

---

[1] وجمع يحيى كفه اى المستطيل حتى يقول اى يظهر هكذا ومد يحيى باصبعيه السبابتين اى المستطيل عرضا،الخ (بذل المجهود ج۴ص۱۳۸، كتاب الصيام، باب وقت السحور)

[2] رقم الحديث ۱۰۹۳ "۳۹"، كتاب الصيام، باب بيان ان الدخول فى الصوم يحصل بطلوع الفجر وان له الخ .

اور فرمایا کہ (صبح) ایسے اور ویسے طریقے سے نہیں ہوتی، اور یہ کہتے وقت ہاتھ کو سیدھا کر کے اونچا اٹھا دیا (یعنی ہاتھ سے لمبائی کی طرف اشارہ کیا) یہاں تک کہ اس طرح نہ ہو، اور یہ کہتے وقت اپنی انگلیوں کو کھول دیا (یعنی انگلیوں سے چوڑائی اور پھیلاؤ کی طرف اشارہ کیا) (مسلم)

اس روایت میں بھی اونچا ہاتھ اٹھانے سے مستطیل ہونے کو اور انگلیاں کھولنے سے معترض ہونے کو بیان کرنا مقصود ہے، جیسا کہ اگلی روایات میں مزید وضاحت وصراحت کے ساتھ آتا ہے۔ [1]

(9)......سنن ابنِ ماجہ میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سُحُوْرِهِ فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ لِيَنْتَبِهَ نَائِمُكُمْ وَلِيَرْجِعَ قَائِمُكُمْ وَلَيْسَ الْفَجْرُ أَنْ يَّقُوْلَ هٰكَذَا وَلٰكِنْ هٰكَذَا يَعْتَرِضُ فِيْ أُفُقِ السَّمَآءِ (ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٦٩٦، ابواب الصيام، باب ماجاء فی تاخير السحور) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو بلال کی اذان سحری کھانے سے نہ روکے، کیونکہ وہ تو اس لئے اذان دیتے ہیں، تاکہ تمہارے سونے والے بیدار ہوں، اور جاگنے والے لوٹیں، اور فجر اس طرح (مستطیل) نہیں ہوتی، لیکن اس طرح آسمان کے افق میں معترض ہوتی ہے (ابنِ ماجہ)

(10)......صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حضرت جریر سے منقول روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

---

[1] وصوب يده أى مدها صوب مخاطبه ورفعها أى نحو السماء (الديباج علٰى صحيح مسلم بن الحجاج للسيوطی، ج٣، ص١٩٥، كتاب الصيام، باب بيان ان الدخول فی الصوم يحصل بطلوع الفجر وان له الخ)

[2] قال شعيب الارنؤوط: اسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

**وَلَيْسَ أَنْ يَّقُوْلَ هٰكَذَا وَلٰكِنْ يَّقُوْلَ هٰكَذَا . يَعْنِي الْفَجْرَ هُوَ الْمُعْتَرِضُ وَلَيْسَ بِالْمُسْتَطِيْلِ**(صحيح مسلم) [1]

ترجمہ: اور فرمایا کہ (فجر) اس طرح نہیں ہوتی، لیکن اس طرح ہوتی ہے، یعنی فجر معترض ہوتی ہے، اور مستطیل نہیں ہوتی (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر معترض (یعنی چوڑی) ہوتی ہے، اور مستطیل (یعنی لمبی) نہیں ہوتی۔

(11)......صحیح ابنِ خزیمہ کی حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

**وَهٰكَذَا يَعْنِيْ طُوْلًا، وَلٰكِنْ هٰكَذَا يَعْنِيْ عَرْضًا**(صحيح ابنِ خزيمة) [2]

ترجمہ: صبح (صادق) اس طرح یعنی لمبائی میں نہیں ہوتی، اور لیکن اس طرح یعنی چوڑائی میں (شمالاً وجنوباً پھیلی ہوئی) ہوتی ہے (ابنِ خزیمہ)

فائدہ: اس روایت میں پہلے "ھٰکذا" کے اشارے سے مستطیل اور دوسرے "ھٰکذا" کے اشارے سے معترض مراد ہونے کی بھی صراحت ہے۔

(12)......مستخرج ابوعوانہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:

**وَلَيْسَ أَنْ يَّقُوْلَ يَعْنِي الْفَجْرَ أَوِ الصُّبْحَ هٰكَذَا -وَضَمَّ زُهَيْرٌ أَصَابِعَهُ وَرَفَعَهَا إِلٰى فَوْقٍ وَطَأْطَأَهَا إِلٰى أَسْفَلَ -حَتّٰى يَقُوْلَ هٰكَذَا -وَوَضَعَ زُهَيْرٌ سَبَّابَتَيْهِ أَحَدَهُمَا فَوْقَ الْآخَرِ ، ثُمَّ مَدَّهُمَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ، وَقَالَ الصَّائِغُ :وَجَمَعَ بَيْنَ سَبَّابَتَيْهِ ثُمَّ مَدَّهُمَا يَمِيْنًا**

---

[1] رقم الحديث ١٠٩٣ "٤٠"، كتاب الصيام، باب بيان ان الدخول فى الصوم يحصل بطلوع الفجر وان له الخ .

[2] رقم الحديث ١٩٢٨ ، كتاب الصيام، باب صفة الفجر الذى ذكرناه وهو المعترض لا المستطيل.

وَّشِمَالًا (مستخرج أبی عوانة) [1]

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر یا صبح اس طرح نہیں ہوتی، اور (یہ کہتے وقت) زہیر راوی نے اپنی انگلیوں کو ملایا، اور ان کو اوپر بلند کر دیا، اور ان کو نیچے جھکا دیا (یعنی اوپر سے نیچے کی طرف اشارہ سے مستطیل اور لمبا ہونا بتلا کر اس کے صبح ہونے کی نفی کی) یہاں تک کہ اس طرح نہ ہو۔

اور (یہ کہتے وقت) زہیر راوی نے سبابہ (یعنی انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی) کو دوسرے ہاتھ کی اسی انگلی کے اوپر رکھا، پھر ان کو دائیں بائیں کھول دیا (یعنی اس کے قوس کی طرح چوڑا ہونے کا اشارہ کیا)

اور محمد بن اسماعیل صائغ راوی یہ فرماتے ہیں کہ اپنی دونوں سبابہ (یعنی انگوٹھے کے ساتھ والی) انگلیوں کو جمع کیا، اور پھر ان کو دائیں بائیں کھول دیا (ابوعوانہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اصل اور حقیقی فجر کے بیان پر اکتفاء کیا گیا ہے، اور کاذب کے فجر ہونے کی نفی کی گئی ہے، جس کا مآل اور نتیجہ یہی ہے کہ مستطیل حقیقت میں فجر وصبح نہیں۔

بعض روایات میں لفظِ ''لٰـکِن'' کے الفاظ کے ساتھ اور بعض روایات میں لفظِ '' حَتّٰی '' کے ساتھ صبح صادق کی ابتداء کو بیان کیا گیا ہے، دونوں کا مقصود ایک دوسرے سے جدا نہیں، کمامر۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو مختلف الفاظ میں متعدد راویوں نے روایت کیا ہے، جن میں مختلف طریقوں کے اشاروں سے کاذب وصادق کی تعبیر کی گئی ہے، لیکن سب کا اصل مقصود صادق کو دائیں بائیں معترض اور کاذب کو اوپر نیچے مستطیل بتلانا ہے، جیسا کہ اوپر حضرت جریر کی مسلم کے حوالہ سے حدیث گزری۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۲۲۳۵، کتاب الصیام، باب بیان صفة الفجر الذی به یحرم الطعام والشراب.

[2] البتہ بخاری شریف کی ایک روایت میں کچھ اختصار کے ساتھ اس طرح الفاظ ہیں:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس قسم کی احادیث سے رات کے وقت (یعنی صبح صادق سے پہلے) اذان دیے جانے کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ تہجد ونوافل میں مشغول حضرات فارغ ہوکر اور سونے والے حضرات جاگ کر روزے کے لیے سحری کھالیں اور اگر وتر نہ پڑھے ہوں تو وتر پڑھ لیں، اور کوئی کچھ آرام کرنا چاہے، تو کرلے۔

جبکہ بعض حضرات نے فرمایا کہ صحابۂ کرام کی دو جماعتیں تھیں۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن عبد الله بن مسعود، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال :لا یمنعن أحدکم -أو أحدا منکم -أذان بلال من سحوره، فإنه یؤذن -أو ینادی بلیل -لیرجع قائمکم، ولینبه نائمکم، ولیس أن یقول الفجر -أو الصبح - وقال بأصابعه ورفعها إلی فوق وطأطأ إلی أسفل حتی یقول هکذا وقال زهیر :بسبابتیه إحداهما فوق الأخری، ثم مدها عن یمینه وشماله (بخاری،رقم الحدیث ۶۲۱،کتاب الاذان، باب الاذان قبل الفجر)

اس روایت سے بعض حضرات کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ ''وطأطأ الیٰ اسفل '' سے صبح صادق کو بیان کیا گیا ہے، حالانکہ یہ درست نہیں، اوپر کی تمام روایات میں اوپر نیچے اور ہاتھ یا ہتھیلیاں کھڑے کرنے کے اشارے سے کاذب کے اوپر اور نیچے مستطیل ہونے کی تعبیر اور دائیں بائیں کے اشارے سے صادق کے معترض ہونے کی تعبیر کی گئی ہے، بلکہ گزشتہ ابوعوانہ کی روایت میں تو حضرت زہیر کی مکمل وضاحت بھی موجود ہے۔

چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قوله :(ولیس أن یقول) بالیاء آخر الحروف، وهذا من کلام الرسول صلی الله علیه وسلم أی :قال صلی الله علیه وسلم :لیس الفجر أو الصبح علی الشک من الراوی، أن یقول الشخص هکذا، وأشار بإصبعیه ورفعهما إلی فوق وطأطأ إلی أسفل، وأشار به النبی صلی الله علیه وسلم إلی الفجر الکاذب، وهو الضوء المستطیل من العلو إلی السفل، وهو من اللیل، ولا یدخل به وقت الصبح، ویجوز فیه التسحر ونحوه .قوله: (حتی یقول) هکذا إلی آخره إشارة إلی الصبح الصادق، وقد فسر زهیر الراوی الصادق بقوله بسبابتیه إلی آخره(عمدة القاری، ج۵ ص ۱۳۴ ،کتاب الاذان، باب الاذان قبل الفجر)

اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فأشار علیه الصلاة والسلام الی الفجر الکاذب المسمی عند العرب بذنب السرحان وهو ضوء المستطیل من العلو الی السفل وهو من اللیل فلایدخل به وقت الصبح ویجوز فیه التسحر واشار الی الصادق بقول (حتی یقول) ای یظهر الفجر.. کانه جمع بین اصبعیه ثم فرقها لیحکی صفة الفجر الصادق لانه یطلع معترضا ثم یعم الافق ذاهبا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ایک رات کے اول حصہ میں آرام کرتی اور دوسرے حصے میں عبادت کرتی اور دوسری جماعت پہلے حصہ میں عبادت کرتی اور دوسرے حصہ میں آرام کرتی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یمینا وشمالا (ارشادالساری، ج۲ص۱۳، کتاب الاذان، باب الاذان قبل الفجر، ناشر: مطبعة اميرية، مصر)

اورعلامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقال زهير أى الراوى وهى أيضا بمعنى أشار وكأنه جمع بين أصبعيه ثم فرقهما ليحكى صفة الفجر الصادق لأنه يطلع معترضا ثم يعم الأفق ذاهبا يمينا وشمالا بخلاف الفجر الكاذب وهو الذى يسميه العرب ذنب السرحان فإنه يظهر فى أعلى السماء ثم ينخفض وإلى ذلك أشار بقوله رفع وطأطأ رأسه وفى رواية الإسماعيلى من طريق عيسى بن يونس عن سليمان فإن الفجر ليس هكذا ولا هكذا ولكن الفجر هكذا فكأن أصل الحديث كان بهذا اللفظ مقرونا بالإشارة الدالة على المراد وبهذا اختلفت عبارة الرواة وأخصر ما وقع فيها رواية جرير عن سليمان عند مسلم وليس الفجر المعترض ولكن المستطيل (فتح البارى لابن حجر، ج۲ص۱۰۵، كتاب الاذان، باب الأذان قبل الفجر)

مگر مسلم میں حضرت جریر کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

قال جرير فى حديثه وليس أن يقول هكذا ولكن يقول هكذا .يعنى الفجر هو المعترض وليس بالمستطيل.

جیسا کہ یہ روایت نمبر۱۰ گزری، اس لئے فتح الباری میں معترض اور مستطیل کی تقلیب ہے۔

أصل الرواية بالإشارة المقرونة بالقول وان الرواة عن سليمان تصرفوا فى حكاية الإشارة (فتح البارى لابن حجر، ج۱۳ص۲۳۷، باب ما جاء فى إجازة خبر الواحد)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض حضرات کا ''وَرَفَعَهَا إِلَى فَوْقُ وَطَأْطَأَ إِلَى أَسْفَلَ '' سے یہ سمجھنا کہ اس سے صادق کی کیفیت کو بتلانا مقصود ہے، اور وہ یہ کہ کاذب ہی کی روشنی جب نیچے اتر کر عرضاً پھیلتی ہے، تو اسے صادق کہا جاتا ہے (کمافی احسن الفتاویٰ ج۲ص۱۷۹)

گویا کہ کاذب ہی نیچے کی طرف منتشر ہو کر صادق بن جاتی ہے، اور صادق کاذب ہی سے وجود میں آتی ہے، یہ دلائل کی رُو سے راجح معلوم نہیں ہوسکا۔

اور یہ دیگر احادیث اور اسی حدیث کی مختلف روایات کی تصریحات کے خلاف ہونے کے علاوہ فنی اور فقہی اعتبار سے بھی درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ اولاً: تو طلوعِ فجر، سورج کی روشنی کے افق کے نیچے سے اوپر برآمد ہونے کا نام ہے، جس طرح سے کہ اس کے برعکس غروبِ شفق، سورج کی روشنی کے افق کے اوپر سے افق کے نیچے چلے جانے کا نام ہے، لہٰذا طلوعِ فجر اوپر سے نیچے آنے کو قرار دینا قلبِ موضوع میں داخل ہے۔

ثانیاً: مستطیر ومنتشر ہونا صادق کی صفت ہے نہ کہ کاذب کی، اور اس توجیہ سے کاذب کا مستطیر ومنتشر ہونا لازم آرہا ہے،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اذان کو ایک جماعت کے جاگنے اور دوسری کے آرام کرنے کے لئے بطورِ علامت واعلان مقرر فرمادیا تھا۔ [1]

جس سے بعض حضرات نے یہ مراد لیا ہے کہ یہ اذان، فجر کے لیے نہیں ہوتی تھی۔

چنانچہ امام ابنِ حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے:

ذِكْرُ الْعِلَّةِ الَّتِيُ مِنْ أَجُلِهَا كَانَ يُؤَذِّنُ بِلَالٌ بِلَيْلٍ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٣٤٧٢، كتاب الصوم، باب السحور)

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ثالثاً: اہلِ فن نے کاذب کے بارے میں افق سے دور ہونے اور صادق کے افق سے طلوع ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

رابعاً: متعدد حضرات کی تصریح کے مطابق بعض ازمنہ وامکنہ میں کاذب کا ظہور ہی نہیں ہوتا۔

خامساً: اکثر فقہائے کرام بشمول علامہ شامی رحمہ اللہ کاذب کے منعدم وختم ہونے پر متفق ہیں (الا فی بعض الاحیان کما سنوضحہ) تو پھر کاذب کے باقی رہتے ہوئے بلکہ اس کی روشنی کے نیچے اتر کر عرضاً پھیلنے کے صبح صادق ہونے کا کیا مطلب؟

لہٰذا صادق کو کاذب (سے پیدا ہونے) پر موقوف رکھنا راجح معلوم نہیں ہوتا۔

اور جن حضرات نے صادق کے کاذب کے نیچے سے طلوع ہونے کا حکم لگایا ہے، ان کا مطلب یہ ہے کہ کاذب کا جو نیچے والا کنارہ افق کی طرف ہوتا ہے، اس طرفِ اسفل کے نیچے افق سے فجر طلوع ہوتی ہے، اور اس بات میں کوئی شک نہیں، لیکن اس سے خود کاذب کا ہی نیچے کی طرف عرضاً پھیل کر صادق بننا ہرگز لازم نہیں آتا۔

[1] والرواية المشهورة :(ليرجع قائمكم) من :القيام، ومعناه :ليكمل ويستعجل بقية ورده، ويأتي بوتره قبل الفجر .وقال عياض ما ملخصه :ما قاله الحنفية (عمدة القارى، ج٥ص ١٣٠، كتاب الاذان، باب اذان الاعمىٰ اذا كان له من يخيره)

قوله :(قائمكم) ، بالنصب مفعوله، ومعناه :يرد القائم أى المتهجد إلى راحته ليقوم إلى صلاة الصبح نشيطا، أو يكون له حاجة إلى الصيام فيتسحر .وقال الكرمانى :ليرجع، إما من الرجوع وإما من الرجع .وقائمكم، مرفوع أو منصوب؟ قلت :فهم منه أنه جوز الوجهين ههنا :أحدهما كون ليرجع لازما، ويكون قائمكم فاعله مرفوعا، والآخر :يكون متعديا، ويكون قائمكم منصوب على أنه مفعول له .قوله :(ولينبه) من التنبيه أى :وليوقظ نائمكم .وقال الكرمانى :ولينبه من التنبيه وهو الإنباه، وفى بعضها :ولينتبه من الانتباه .قلت :جوز الوجهين فيه أيضا، ثم قال :معناه أنه إنما يؤذن بالليل ليعلمكم أن الصبح قريب، فيرد القائم المتهجد إلى راحته لينام لحظة ليصبح نشيطا ويوقظ نائمكم ليتأهب للصبح بفعل ما أراده من تهجد قليل أو تسحر أو اغتسال .قلت :أو لإيتار إن كان نام عن الوتر، وهذا كما ترى جوز الكرمانى الوجهين فى كل واحد من قوله :(ليرجع) و (لينبه) ولم يبين أنهما رواية أم لا، والظاهر أنه تصرف من جهة المعنى(عمدة القارى، ج٥ص ١٣٤، كتاب الاذان باب الاذان قبل الفجر)

''اس علت کا بیان کہ جس کی وجہ سے حضرت بلال رات میں اذان دیا کرتے تھے''

اور پھر اس کے بعد اس اذان کا مقصد انتباہِ نوّام اور رجوعِ هُجّد (یعنی سونے والوں کو جگانے اور جاگنے والوں کے لوٹنے) کو قرار دیا ہے۔ [1]

اور دیگر روایات سے فجر کے لیے صبح صادق ہونے پر مستقل اذان دیا جانا اور دونوں اذانوں کے درمیان وقفہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] چنانچہ امام ابنِ حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فیه أبین البیان علی أن بلالا کان یؤذن باللیل لانتباه النوام، ورجوع الهجد، عن القیام لا لصلاة الفجر، فإذا کان المسجد له مؤذنان، وأذن أحدهما بلیل لما وصفنا، والآخر عند انفجار الصبح لصلاة الفجر، کان ذلک جائزا، فأما من أذن بلیل قبل طلوع الفجر لصلاة الصبح، کان علیه الإعادة لصلاة الصبح (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۳۴۷۲، کتاب الصوم، باب السحور)

[2] لا یمنعن أحدکم أذان بلال، أو قال: نداء بلال من سحوره، فإنه کان یؤذن لیرجع قائمکم، ویوقظ نائمکم ...إلخ فتبین منه أن أذان بلال إنما کان لأجل أن یرجع قائم اللیل عن صلاته ویتسحر، ویستیقظ النائم فیتسحر، فهذا تصریح بکونه للتسحیر لا للفجر. وأما للفجر، فکان ینادی به ابن أم مکتوم، ولذا کان ینتظر الفجر ویتوخاه (فیض الباری، ج۲ ص۲۱۹، کتاب الاذان، باب اذان الاعمیٰ اذا کان له من یخبره)

قلت: وشرحه ماقاله الشیخ مولانا محمود حسن المحدث الدیوبندی قدس الله سره: أن للإمام أن یعین طریقا لإیقاظ النائمین وتسحیر الصائمین فی رمضان وغیره سواء کان بدق الطبل أو إطلاق المدافع أو زیادة أذان باللیل وهذا لانزاع فیه، وأذان بلال من هذا القبیل، والنزاع إنما هو فی أن أذان الفجر هل یجوزقبل الوقت أم لا؟ وحدیث بلال لایجوزه ولا ینهاه، فإن أذانه لم یکن لصلاة الفجر وإنما کان لها أذان ابن أم مکتوم، فمن ادعی جواز الأذان للصلاة المکتوبة قبل الوقت فلیأت ببرهان غیر هذا اه. قلت: سمعت هذا منه مشافهة رضی الله عنه (اعلاء السنن، جلد۲ صفحه ۱۳۳، ۱۳۴، باب أن لایؤذن قبل الفجر)

وبلال -رضی الله عنه -ما کان یؤذن بلیل لصلاة الفجر بل لمعان أخر، لما روی عن ابن مسعود -رضی الله عنه -عن النبی -صلی الله علیه وسلم -أنه قال لا یمنعنکم من السحور أذان بلال فإنه یؤذن بلیل لیوقظ نائمکم ویرد قائمکم ویتسحر صائمکم، فعلیکم بأذان ابن أم مکتوم.

وقد کانت الصحابة -رضی الله عنهم -فرقتین :فرقة یتهجدون فی النصف الأول من اللیل، وفرقة فی النصف الأخیر، وکان الفاصل أذان بلال، والدلیل علی أن أذان بلال کان لهذه المعانی لا لصلاة الفجر أن ابن أم مکتوم کان یعیده ثانیا بعد طلوع الفجر، وما ذکر من المعنی غیر سدید؛ لأن الفجر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ دونوں اذانوں کے درمیان قابلِ ذکر وقفہ ضرور ہوا کرتا تھا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

**الصادق المستطير فی الأفق مستبين لا اشتباه فيه(بدائع الصنائع، ج ا ص ۵۵ ،کتاب الصلاة، فصل واما بيان من تجب عليه الجماعة )**

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ دونوں اذانوں کے درمیان اتنا وقفہ ہوا کرتا تھا کہ اس میں سحری کھائی جاسکے، اور دوسرے مذکورہ کام بھی کیے جاسکیں، کیونکہ پہلی اذان کا مقصد اس وقفے کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔

کئی روایات میں تو اذانِ بلال کو رات میں اور دیگر روایات میں اذانِ بلال کو پہلے اور فجرِ کاذب کو اس کے بعد (معطوف ومعطوف علیہ کی صورت میں، جو بظاہر ایک دوسرے کے مغایر ہوتے ہیں) بیان کیا گیا ہے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات میں اذان دیا کرتے تھے، اور کسی حدیث میں بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا رات میں اذان دینے پر مامور ہونے کے وقت صبح کاذب کو دیکھ کر اذان دینے کا معمول ثابت نہیں۔

بہرحال احادیث کی روشنی میں پہلی اور دوسری اذان کے درمیان قابلِ ذکر وقفہ پایا جانا ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ درمیان میں سحری وغیرہ اور اس سے بڑھ کر بعض حضرات کا اس دوران فجر کی نماز سے قبل آرام کا عمل قابلِ ذکر وقفہ کے بغیر ممکن نہیں۔

اس مسئلہ کی تفصیل ''کشف الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء'' میں ذکر کردی گئی ہے۔

[1] بعض روایات سے جو یہ شبہ ہوتا ہے کہ دونوں اذانوں کے درمیان اتنا وقفہ ہوتا تھا کہ حضرت بلال پہلی اذان دے کر منارے سے نیچے اُترتے تھے تو دوسرے مؤذن (یعنی ابنِ ام مکتوم) دوسری اذان کے لیے منارے پر چڑھ جاتے تھے، تو اس بارے میں محدثین نے فرمایا کہ دراصل بعض اوقات حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دینے کے بعد وہیں بیٹھ کر دعا واذکار میں مشغول ہوجاتے، اور صبح صادق کا انتظار کرتے رہتے تھے، اور جب صبح صادق ہونے کے قریب ہوتی تو منارے سے نیچے تشریف لاکر حضرت ابنِ ام مکتوم کو اطلاع دیتے، تو وہ استنجا اور وضو وغیرہ کرکے اوپر چڑھتے، اور صبح صادق ہوتے ہی اذان دیا کرتے تھے؛ اس طرزِ عمل کو راوی نے ایک مؤذن کے اُترنے اور دوسرے کے چڑھنے سے تعبیر کردیا، بہرحال اس روایت سے بھی اذانین کے درمیان وقفہ کا معدوم ہونا لازم نہیں آتا۔

جبکہ بعض حضرات نے ان الفاظ کو دوسری مطلق صحیح احادیث کے خلاف شاذ قرار دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**قال العلماء معناه أن بلالا كان يؤذن قبل الفجر ويتربص بعد أذانه للدعاء ونحوه ثم يرقب الفجر فإذا قارب طلوعه نزل فأخبر ابن أم مكتوم فيتأهب ابن أم مكتوم بالطهارة وغيرها ثم يرقى ويشرع فى الأذان مع أول طلوع الفجر (شرح النووى، ج۷ص ۲۰۳، ۲۰۴، كتاب الصيام، بيان ان الدخول فى الصوم يحصل بطلوع الفجر وأن لهٔ)**

**وقوله " :كلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم "، يدل على وقوعه قبيل الفجر أو معه .قلت :يتعين تأويل هذه ;لاحتمالها دون تلك لصراحتها، فلذا قال أصحابنا :يسن فى الأذان الثانى أن يكون بعد الفجر، والوجه ما قدمناه لخبر :إنه لم يكن بين أذانيهما إلا قدر أن ينزل هذا ويرقى هذا .قال العلماء :معناه أن بلالا كان يؤذن قبل الفجر ويتربص بعد أذانه للدعاء ونحوه، ثم يرقب الفجر فإذا**

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(13)......حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْفَجْرُ فَجْرَانِ فَأَمَّا الَّذِیْ کَأَنَّہٗ

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قارب طلوعه نزل فأخبر ابن أم مكتوم فتأهب ثم يرقى ويسرع الأذان مع أول طلوع الفجر (مرقاة المفاتيح، ج۲ ص۵۷۳، كتاب الصلاة، باب تاخير الاذان)

( ولم يكن بينهما إلا أن ينزل هذا ويصعد هذا ) فهذه مدرجة فى الحديث شاذة ليست بصحيحة لأن أمر النبى صلى اللّٰه عليه وسلم بالأكل والشرب حتى يؤذن ابن أم مكتوم دليل على أن بينهما فرقا كبيرا يتسع للأكل والشرب والسحور فهى جملة ضعيفة شاذة لا عمدة عليها وقد بين زيد بن ثابت رضى الله عنه حينما ذكر أنه تسحر مع النبى صلى الله عليه وسلم ثم قاموا إلى الصلاة ولم يكن بينهما إلا قدر خمسين آية خمسون آية :من عشر دقائق إلى ربع الساعة إذا قرأ الإنسان قراء ة مرتلة أو دون ذلك وهذا يدل على أن الرسول صلى اللّٰه عليه وسلم يؤخر السحور تأخيرا بالغا وعلى أنه يقدم صلاة الفجر ولا يتأخر ثم إنه ينبغى للإنسان حين تسحره أن يستحضر أنه يتسحر امتثالا لأمر اللّٰه ورسوله ويتسحر مخالفة لأهل الكتاب وكرها لما كانوا عليه ويتسحر رجاء البركة فى هذا السحور ويتسحر استعانة به على طاعة اللّٰه حتى يكون هذا السحور الذى يأكله خيرا وبركة وطاعة واللّٰه الموفق (شرح رياض الصالحين للعثيمين، ج۵ ص۲۸۵، كتاب الفضائل،باب فضل السحور وتأخيره ما لم يخش طلوع الفجر)

اور بعض روایات میں جو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سحری اور فجر کی نماز قائم کرنے کے درمیان پچاس آیتوں کی مقدار کے برابر وقفہ منقول ہے اس سے مراد سحری سے فراغت کے بعد سے اذان ونمازِ فجر تک کی مقدار ہے نہ کہ فجر کاذب یا اس اذان کے بعد کی مقدار جو رات کو دی جاتی تھی۔

عن أنس بن مالك رضى الله عنه أن نبى الله صلى الله عليه وسلم وزيد بن ثابت رضى الله عنه تسحرا فلما فرغا من سحورهما قام نبى الله صلى الله عليه وسلم إلى الصلاة فصلى قلنا لأنس كم كان بين فراغهما من سحورهما ودخولهما فى الصلاة قال كقدر ما يقرأ الرجل خمسين آية(بخارى،رقم الحديث ۱۱۳۴،كتاب التهجد،باب من تسحر ثم قام إلى الصلاة فلم ينم حتى صلى الصبح)

فعلى هذا فالمراد بقوله كم كان بين الأذان والسحور أى أذان بن أم مكتوم لأن بلالا كان يؤذن قبل الفجر والآخر يؤذن إذا طلع (فتح البارى لابنِ حجر،ج۲ ص۵۴، باب وقت الفجر)

حضرت بلال ایک زمانہ میں صبح صادق پر اذان دینے پر مامور تھے، لیکن بینائی کی کمزوری کے باعث بعض اوقات وہ صبح صادق سے پہلے اذان دے دیا کرتے تھے، جس کے بعد اُن کو رات کو اذان دینے پر مامور کردیا گیا تھا۔

لہٰذا یہ شبہ درست نہیں کہ مذکورہ وقفہ کا ذکر بعض روایات میں اذانِ بلال اور نماز کے درمیان ہے۔

کیونکہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ صبح صادق پر اور حضرت ابنِ اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہ رات میں اذان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ذَنَبُ السَّرْحَانِ فَاِنَّهٗ لَايُحِلُّ شَيْئًا وَلَايُحَرِّمُهٗ وَلٰكِنَّ الْمُسْتَطِيْرَ

(مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر دو ہیں، پس وہ فجر جو کہ بھیڑیے کی دم کی طرح (مستطیل) ہوتی ہے۔ یہ نہ کوئی چیز حلال کرتی ہے اور نہ حرام (یعنی اس کی وجہ سے نہ تو فجر کی نماز حلال ہوتی اور نہ روزے دار کے لیے سحری حرام ہوتی) لیکن فجر مستطیر (یعنی منتشر ہونے والی فجر کی نماز کو حلال اور سحری کو حرام کرتی ہے) (ابنِ ابی شیبہ)

فائدہ: اس روایت میں فجر کی دو قسمیں بیان کر کے ایک قسم کو، جس سے حلال وحرام کا کوئی تعلق نہیں، ذنبِ سرحان کی طرح (مستطیل ومنتصب اور دقیق ہونا) اور دوسری کو، جس سے حلال وحرام کا تعلق ہے "مستطیر" فرمایا گیا ہے، اور مستطیر سے مراد اس کی صفتِ انتشار ہے۔ اور اس روایت میں فجرِ حقیقی کو واضح کرنے کے لیے فجر کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

لیکن ان دو اقسام کی تقسیم میں "فَاَمَّا الَّذِی" اور پھر "وَلٰکِن" کے انداز سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم ملزوم نہیں، بلکہ فی الجملہ دو اقسام ہیں، اور

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

دینے کے لئے مامور تھے، جبکہ بعض اوقات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی باری رات میں اور حضرت ابنِ ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی صبح صادق پر اذان دینے کی ہوتی تھی۔

قال أبو حاتم رضی الله عنه: هذان خبران قد یوهمان من لم یحکم صناعة العلم أنهما متضادان ولیس کذلک، لأن المصطفی صلی الله علیه وسلم کان جعل اللیل بین بلال، وبین ابن أم مکتوم نوبا، فکان بلال یؤذن باللیل لیالی معلومة لینبه النائم ویرجع القائم، لا لصلاة الفجر، ویؤذن ابن أم مکتوم فی تلک اللیالی بعد انفجار الصبح لصلاة الغداة، فإذا جاء ت نوبة ابن أم مکتوم کان یؤذن باللیل لیالی معلومة کما وصفنا قبل، ویؤذن بلال فی تلک اللیالی بعد انفجار الصبح لصلاة الغداة، من غیر أن یکون بین الخبرین تضاد أو تهاتر (صحیح ابنِ حبان، تحت رقم الحدیث ۳۴۷۴)

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ہماری دوسری تالیف "کشف الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء")

[1] رقم الحدیث ۹۱۶۴، کتاب الصوم، باب ما قالوا فی الفجر، ما هو؟

کاذب ذنبِ سرحان کی طرح مستطیل ہوتی ہے اور صادق معترض ومستطیر ہوتی ہے۔

پس جس روشنی پر صادق کی مذکورہ تعریف صادق آئے، وہ سچی اور حقیقی فجر ہے، اور جس پر کاذب کی مذکورہ تعریف صادق آئے، اس سے کوئی حکم متعلق نہیں، قطع نظر اس سے کہ ہمیشہ اور ہر جگہ صادق سے پہلے کاذب ظاہر ہو، یا نہ ہو۔

اور ایک فجر کو شریعت کے غیر محرِّم وغیر محلِّل یا بالفاظِ دیگر کاذب قرار دینے کا مآل اس کے حقیقی فجر ہونے کی نفی ہے، یعنی اس سے کوئی بھی حلال وحرام کا حکم وابستہ نہ ہونے یا اس کے کاذب ہونے کی صفت اس کے حقیقی فجر نہ ہونے کی دلیل ہے۔ [1]

**(14)**......حضرت حوشب بن عقیل حضرت جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

**سَأَلْتُ الْقَاسِمَ أَهُوَ السَّاطِعُ أَمِ الْمُعْتَرِضُ؟ قَالَ اَلْمُعْتَرِضُ وَالسَّاطِعُ اَلصُّبْحُ الْكَاذِبُ** (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: میں نے حضرت قاسم سے سوال کیا کہ فجر بلندی میں ہوتی ہے یا چوڑائی میں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ چوڑائی میں ہوتی ہے، اور بلندی میں تو صبح کاذب ہوتی ہے (ابنِ ابی شیبہ)

---

[1] ایک روایت میں صبح صادق کو مستطیل کہا گیا ہے، اس سے مراد افق پر دائیں بائیں مستطیل اور معترض ہونا ہے۔ وہ روایت یہ ہے:

عن جابر بن عبد الله قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :الفجر فجران فأما الفجر الذى يكون كذنب السرحان فلا يحل الصلاة ولا يحرم الطعام وأما الذى يذهب مستطيلا فى الأفق فإنه يحل الصلاة ويحرم الطعام "(السنن الكبرىٰ للبيهقى ، رقم الحديث ١٧٦٥ ، ابواب المواقيت، باب الفجر فجران ودخول وقت الصبح بطلوع الآخر منهما، مستدرک حاکم ،رقم الحديث ٦٨٧، سنن الدارقطنى ،رقم الحديث ١٠٥٣)

چنانچہ امام مناوی رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

(الذى يذهب مستطيلا فى الأفق) أى نواحى السماء (فيض القدير، تحت رقم الحديث ٥٩٧٧)

[2] رقم الحديث ٩١٦٦، كتاب الصيام، باب ما قالوا فى الفجر ، ما هو ؟

فائدہ: اس روایت میں مستطیل کے متعلق کاذب کی صفت وقید لگا کر اس کے صبح ہونے کی تکذیب کردی گئی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فجر وصبح نہیں، اس لئے کوئی اس کو صبح وفجر نہ سمجھے۔

خلاصہ یہ کہ کاذب کی صفت کا مآل اس کے صبح ہونے کی نفی ہے۔

اس روایت میں صبح کے بارے میں سوال ساطع یا معترض ہونے کا ہے؛ جواب میں صبح کو معترض اوراس کے مقابلے میں کاذب کوساطع فرمایا گیا ہے۔

ساطع سے مراد معترض ہوئے بغیراوپر کی طرف چڑھنااور بلند ہونا ہے۔ [1]

اور یہ بات اپنے مقام پر ذکر کی جاچکی ہے کہ صبح کاذب کا اوپر کے رُخ پر سیدھا ہونا، رسمِ ناقص ہے، اورحدِ تام مستطیل کذنب السرحان ہے۔

(15)......حضرت غنیم بن قیس، حضرت ابی موسیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

لَيْسَ الْفَجْرُ الَّذِیْ هٰكَذَا ، يَعْنِی الْمُسْتَطِيْلَ ، وَلٰكِنَّ الْفَجْرَ الَّذِیْ هٰكَذَا، يَعْنِی الْمُعْتَرِضَ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: فجر اس طرح نہیں ہوتی، یعنی لمبائی میں اورلیکن فجر تو اس طرح ہوتی ہے یعنی چوڑائی میں (ابنِ ابی شیبہ)

فائدہ: اس روایت میں تقسیم کے بغیر بیاضِ مستطیل کے فجر ہونے کا انکاراور بیاضِ معترض کے فجر ہونے کا اثبات ہے، کیونکہ اصل اورحقیقی فجر ایک ہی ہے۔

---

[1] قوله :(الساطع المصعد) ، قال الخطابی :سطوعه ارتفاعه مصعدا قبل أن يعترض(عمدة القاری،ج١٠ ص٢٩٧، كتاب الصوم،باب قول النبی صلی الله عليه وسلم لا يمنعنكم من سحوركم آذان بلال)

( س ط ع ) قوله غبار موكبه ساطعا أی مرتفعا عاليا ومنه فی حديث وقت الصبح لا يصدنكم الساطع المصعد أی المرتفع ومنه إذا انشق معروف من الفجر ساطع وكل منتشر منبسط كالبرق والريح الطيبة فهو ساطع (مشارق الانور علی صحاح الآثار لأبی الفضل البستی،ج٢ص٢١٥، حرف السين، فصل الاختلاف والوهم)

[2] رقم الحديث ٩١٦٥، كتاب الصيام، باب ما قالوا فی الفجر ، ما هو ؟

مذکورہ احادیث وروایات اور آثار سے معلوم ہوا کہ صبح صادق کی روشنی مشرقی اُفق میں معترض ہوتی ہے، اور اس کی صفتِ لازمی وغیر منفک یہ ہے کہ وہ مستطیر یعنی منتشر ہوتی ہے۔ [1]

پھر اس کے مقابلے میں صبح کاذب وہ ہے جو کہ ذنبِ سرحان کے مثل مستطیل ہوتی ہے۔

اور بعض اوقات وہ ذنبِ سرحان کی طرح سیدھی اوپر کی طرف بھی ہوسکتی ہے۔

اور بعض اوقات دائیں بائیں بھی مائل ہوسکتی ہے؛ بہر صورت اس پر مستطیل کذنب السرحان ہونا صادق آتا ہے، اور کاذب حقیقت میں صبح نہیں۔

اسی لئے بعض روایات میں حقیقی صبح وفجر ہی کے بیان پر اکتفاء فرمایا گیا ہے، اور جہاں مستطیل کو صبح وفجر کہا گیا وہاں بھی اس کا صبح وفجر سے تعلق قائم کرنے اور اسے صبح قرار دینے وسمجھنے کی بھی تردید کردی گئی ہے۔

بہر حال شریعت کی طرف سے مستطیل کذنب السرحان بیاض کو کاذب قرار دے کر اس کے کسی بھی جہت سے حقیقی صبح وفجر ہونے کی نفی کردی گئی ہے۔

جس کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ مستطیل درحقیقت فجر یا صبح ہے ہی نہیں۔

---

[1] بعض روایات میں کاذب، مستطیل کے مقابلے میں صادق کو صرف معترض بتلانے پر اکتفاء کیا گیا ہے، اس سے دونوں کی ظاہری ہیئت میں فرق کو بیان کرنا مقصود ہے، اور صادق کی صفتِ مستطیر یعنی منتشر سے تعرض نہیں کیا گیا۔

لہٰذا اس قسم کی روایات سے صبح صادق کی مذکورہ صفتِ لازمی کا انکار لازم نہیں آتا۔

اور فلکی قواعد اور فقہی تصریحات کے پیشِ نظر صبح کے برعکس غروب کے بعد بھی بیاضِ معترض ہوتی ہے، جس کو شرعی اصطلاحی زبان میں شفقِ ابیض کہا جاتا ہے۔

اور احادیث میں جو صبح صادق کی روشنی کو صفتِ مستطیر کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے، اس سے شفقِ ابیض خارج ہوجاتی ہے کیونکہ وہ مستطیر کے بجائے اس کے عکس کی صفت رکھتی ہے، یعنی سکڑنے اور ختم ہونے والی ہوتی ہے، اور شفقِ ابیض کے ساتھ بھی متصلاً ومنفصلاً بیاضِ مستطیل نمایاں ہوتی ہے، جس کو بعض اصحابِ فلکیین نے شفقِ مستطیل کا نام دیا ہے، اس سے کیونکہ عام طور پر صبح کا دھوکہ نہیں ہوتا، کیونکہ اس کی سمت مغرب ہوتی ہے، اور وہ رات کے پہلے حصہ میں ہوتی ہے، اس لئے احادیث میں اس کا مستقلاً ذکر نہیں، اور اگر کاذب سے صبح کا دھوکہ نہ ہوتا تو اس کے ذکر کی بھی ضرورت نہیں تھی، اور کاذب کی تعبیر احادیث میں بیاضِ مستطیل کذنب السرحان سے کی گئی ہے، اس کے عمومی مفہوم میں رات کی ابتدائی بیاضِ مستطیل بھی داخل ہے، اور احادیث میں ایک عمومی بیان ہے کہ رات کے وقت میں بیاضِ مستطیل جو بھی نظر آئے، اس کا حقیقی فجر وصبح سے تعلق نہیں۔

# صبح صادق کی بیاض، معترض اور اس کی صفت مستطیر یعنی منتشر ہے

مفسرین، محدثین اور فقہائے کرام نے بھی صبح صادق کی روشنی کو کاذب کے مقابلے میں افق میں معترض ہونا قرار دیا ہے۔

اس سلسلہ میں چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**وَاخْتُلِفَ فِی الْحَدِّ الَّذِیْ بِتَبَیُّنِهٖ یَجِبُ الْإِمْسَاکُ، فَقَالَ الْجَمْهُوْرُ: ذٰلِکَ الْفَجْرُ الْمُعْتَرِضُ فِی الْأُفُقِ یُمْنَةً وَیُسْرَةً، وَبِهٰذَا جَاءَتِ الْاَخْبَارُ وَمَضَتْ عَلَیْهِ الْاَمْصَارُ** (تفسیر القرطبی) [1]

ترجمہ: اور اس حد میں اختلاف ہے، جس کے تبیُّن پر روزہ دار کو کھانے پینے سے رکنا واجب ہے، جمہور کا قول یہ ہے کہ وہ فجر ہے جو کہ اُفق میں دائیں بائیں معترض ہو، اور احادیث سے بھی یہی ثابت ہے، اور اسی پر تمام علاقوں میں عمل رہا ہے (تفسیر قرطبی)

اس طرح کی اور بھی متعدد عبارات ہیں۔ [2]

---

[1] جزء۲ صفحہ ۳۱۸، سورۃ البقرۃ.

[2] اس سلسلہ میں محدثین، مفسرین وفقہائے کرام کی بے شمار عبارات ہیں، بطورِ نمونہ چند عبارات ملاحظہ فرمائیں، مزید عبارات آگے آ رہی ہیں۔

امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فقد وضح بما تلونا من كتاب الله وتوقيف نبيه صلى الله عليه وسلم أن أول وقت الصوم هو طلوع الفجر الثانى المعترض فى الأفق وأن الفجر المستطيل إلى وسط السماء هو من الليل(احكام القرآن للجصاص، ج ۱ ص ۲۸۶، سورة البقرة)

ابوبکر بن علی فرماتے ہیں:

قال -رحمه الله -(أول وقت الفجر إذا طلع الفجر الثانى) بدأ بالفجر؛ لأنه وقت لم يختلف فى أوله ولا فى آخره وسمى الفجر؛ لأنه يفجر الظلام (قوله :وهو البياض

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور محدثین وفقہاء نے مستطیر کی تفسیر منتشر ہونے کے ساتھ کی ہے۔

چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**(اَلْمُسْتَطِيْرُ) صِفَتُهُ اَيِ الْمُنْتَشِرُ الْمُعْتَرِضُ (فِي الْاُفُقِ) اَيْ اَطْرَافِ السَّمَاءِ قَالَ ابْنُ الْمَلِكِ اَيِ الَّذِيْ يَنْتَشِرُ ضَوْءُهٗ فِي الْاُفُقِ الشَّرْقِيِّ وَلَا يَزَالُ يَزْدَادُ ضِيَاءُهٗ** (مرقاة المفاتيح) [1]

ترجمہ: مستطیر صبح صادق کی صفت ہے، یعنی جو منتشر ہوتی ہے، معترض ہوتی ہے افق میں، ابنِ ملک نے فرمایا کہ جس کی روشنی افقِ شرقی میں منتشر ہوتی ہے، اور اس کی روشنی (وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ) زیادہ ہی ہوتی جاتی ہے (مرقاۃ)

تبیینُ الحقائق میں ہے:

**إِنَّمَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيْرُ فِي الْأُفُقِ أَيْ الْمُنْتَشِرُ فِيْهِ وَقَدِ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ أَوَّلَهُ الصُّبْحُ الصَّادِقُ وَآخِرَهٗ تَطْلُعُ الشَّمْسُ** (تبيين الحقائق، ج ا ص ٧٩، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

ترجمہ: بس فجر افق میں مستطیر ہوتی ہے، یعنی افق میں منتشر ہوتی ہے، اور امت کا اجماع ہے اس بات پر کہ فجر کے وقت کی ابتداء صبح صادق سے ہوتی ہے، اور اس کی انتہاء طلوعِ شمس پر ہوتی ہے (تبیین الحقائق)

اس قسم کی اور بھی بے شمار عبارات ہیں، جن کو طوالت سے بچنے کے لیے ذکر نہیں کیا گیا۔ [2]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المعترض فى الأفق) قيد بالمعترض احترازا عن المستطيل وهو الفجر الأول يبدو طولا ويسمى الفجر الكاذب والأفق واحد الآفاق وهى أطراف السماء (الجوهرة النيرة ، ج ا ص ۴١، كتاب الصلاة)

[1] ج ٢ ص ۵٧۴، كتاب الصلاة، باب تاخير الاذان.

[2] المستطير المنتشر (تبيين الحقائق، ج٣ ص ٢۴۴، كتاب السير)

المستطير أى المنتشر فى الأفق (بدائع الصنائع، ج ا ص ١٢٢ ، كتاب الصلاة، فصل شرائط اركان الصلاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معلوم ہوا کہ صبح صادق کی روشنی افق میں معترض ہوتی ہے، بعض حضرات نے اس معترض ہونے کی تعبیر منتشر کے ساتھ بھی کردی ہے، جوکہ فی نفسہٖ مقصود میں مخل نہیں، ورنہ منتشر دراصل مستطیر کی تفسیر ہے۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإنما الفجر المستطير فی الأفق "أی المنتشر فيه "(الهداية فی شرح بداية المبتدی، ج ا ص ۴۰، كتاب الصلاة،باب المواقيت)

وقوله (والخيطان) يعنی أن الخيط الأبيض هو أول ما يبدو من الفجر الصادق وهو المستطير :أی المنتشر المعترض فی الأفق كالخيط الممدود(العناية شرح الهداية،ج ۲ ص ۳۲۶،كتاب الصوم، فصل فی رؤية الهلال)

(ط ی ر) : ومستطير أی منتشر فی الأفق من قوله تعالی (كان شره مستطيرا)وهو الذی ينتشر يمنة ويسرة عرضا(طلبة الطلبة فی الاصطلاحات الفقهية، ص ۱۰، كتاب الصلاة)

ووقته من حين يطلع الفجر الثانی، وهو المستطير المنتشر فی الأفق (الفتاویٰ الهندية، ج ا ص ۱۹۴،كتاب الصوم، الباب الاول فی تعريفه وتقسيمه الخ )

الفجر المستطير يعنی المنتشر فی الأفق(المبسوط للسرخسی، ج ا ص ۱۴۱،كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

قلت:والذی يظهر لی أن العبرة بمجرد طلوعه ولا ينافيه التعريف لأن من شأنه الانتشار فلا يتوقف علی انتشاره لأنه لا يكون بعد مضی جانب منه، يؤيده لفظ الحديث ثم صلی الفجر حين بزغ الفجر وحرم الطعام علی الصائم (حاشية الشرنبلالی علیٰ دررالحكام شرح غررالاحكام ،كتاب الصلاة، باب اوقات الصلوات،وقت الفجر)

( فصل ) ولا خلاف أن أول وقتها طلوع الفجر الصادق وهو الضياء المعترض فی الأفق ، ويقال له : الفجر المستطير بالراء أی :المنتشر الشائع قال الله -تعالی : -( ويخافون يوما كان شره مستطيرا ) وقال فی الطراز الفجر المستطير شبه بالطائر يفتح جناحيه وهو الفجر الثانی ، وأما الفجر الأول فيقال له المستطيل باللام ؛ لأنه يصعد فی كبد السماء قال فی الطراز كهيئة الطيلسان ويشبه ذنب السرحان بكسر السين المهملة وهو الذئب والأسد فإن لونه مظلم وباطن ذنبه أبيض وشبهه الشعراء مع الليل بالثوب الأسود الذی جيبه فی صدره إذا شق جيبه وبرز الصدر ، ويقال : الكاذب والكذاب ؛ لأنه يغر من لا يعرفه وتسميه العرب المحلف كأن حالفا يحلف لقد طلع الفجر وآخر يحلف أنه لم يطلع (مواهب الجليل فی شرح مختصر الشيخ خليل،ج ا ص ۳۹۹، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اس سے مراد ایسی روشنی ہے جو بالفعل منتشر ہونے اور پھیلنے والی ہو، اور وہ سورج کے طلوع کا مقدمہ ہو۔

اور اس کو کاذب کے مقابلے میں صادق کہنے کی ایک وجہ بھی یہی ہے کہ وہ اپنے منتشر ہونے اور پھیلنے کی وجہ سے دن کی تصدیق کرتی ہے۔

جبکہ اس کے مقابلے میں کاذب منتشر نہیں ہوتی، اور وہ طلوعِ شمس کا مقدمہ نہیں ہوتی اور وہ عموماً غائب وختم ہوجاتی ہے، اس لئے وہ دن کی تصدیق نہیں کرتی۔

اور بعض حضرات نے جو منتشر کا مطلب یہ سمجھ لیا ہے کہ صبح صادق کا حکم اس وقت لگتا ہے جب اس کی روشنی افق میں معترضاً طلوع وظہور کے بعد ترقی کرکے مزید منتشر ہوجائے، یہ دلائل کی رُو سے راجح نہیں، بلکہ مرجوح ہے، کیونکہ صبح صادق کے لئے اولِ طلوع کا اعتبار ہے، جس کے لیے اس کی روشنی کا طلوع کے بعد مزید منتشر ہونا شرط نہیں۔

اس مسئلے کی تفصیل آگے مستقل عنوان کے تحت آرہی ہے۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(الفجر الصادق) المنتشر يمينا وشمالا حتى يعم الأفق(منح الجليل شرح مختصر خليل، ج ا ص ۱۸۱، باب فى بيان أوقات الصلوات الخمس)

المستطير يعنى المنتشر(احكام القرآن لابن العربى، ج۴ص ۳۶۹،سورة الانشقاق)

مستطيرا، بالراء اى منتشرا، عرضا فى الافق(المجموع شرح المهذب ،ج۳ص ۴۴،كتاب الصلاة،باب مواقيت الصلاة، اول وقت الصبح طلوع الفجر الصادق )

وجملته أن وقت الصبح يدخل بطلوع الفجر الثانى إجماعا، وقد دلت عليه أخبار المواقيت، وهو البياض المستطير المنتشر فى الأفق، ويسمى الفجر الصادق؛ لأنه صدقك عن الصبح وبينه لك (المغنى لابنِ قدامة، ج ا ص ۲۷۹، كتاب الصلاة، باب المواقيت)

المستطير اى المنتشر (شرح النيل وشفاء العليل ،ج۶ص ۲۱۱، الكتاب الخامس فى الصوم)

ويستطير أى ينتشر (الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج، ج۳ ،ص ۱۹۵ ،كتاب الصيام)

والعرب تقول :استطار الصدع فى القارورة والزجاجة ، أو استطال إذا امتدّ ، ويقال :استطار الحريق إذا انتشر .وقال الفرَّاء :المستطير :المستطيل ، كأنه يريد أن مثله فى المعنى ، لأنه أبدل من اللام راء ، والفجر :فجران ، مستطيل كذنبِ السَّرحان وهو الكاذب ، ومستطير ، وهو الصادق لانتشاره فى الأفق (تفسير اللباب لابن عادل،ج۲۰ص ۱۳ ،سورة الانسان)

# صبح صادق وکاذب کے بارے میں رسومِ ناقصہ اور ان میں تطبیق

اب یہاں اس چیز کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ فقہائے کرام کی عبارات میں بیان کردہ بعض علامات کی کیا حیثیت ہے؟ مثلاً بیاضِ مستطیل ہمیشہ اور ہر جگہ نظر آتی ہے یا بعض علاقوں میں ہمیشہ اور بعض علاقوں میں سال کے مخصوص حصوں میں نظر آتی ہے، یا اس کی حالت مختلف زمانوں میں مختلف ہوتی رہتی ہے؟ اور یہ کہ یہ بیاض ظاہر ہونے کے بعد غائب ہو جاتی ہے اور پھر اس کے بعد جلد یا بدیر مستقل طور پر صبح صادق طلوع ہوتی ہے، یا پھر بیاضِ مستطیل کے نیچے افق سے صبح صادق طلوع ہوتی ہے یا یہ کہ بیاضِ مستطیل صبح صادق کی روشنی میں داخل ومدغم ہو جاتی ہے، نیز یہ کہ یہ بیاض طویل وقت تک بھی نظر آ سکتی ہے، یا مختصر وقت کے لیے اس کا ظہور ہوتا ہے، اور بیاضِ مستطیل رات کی شفقِ ابیض کے متصل ومنفصل بھی نظر آ سکتی ہے یا نہیں؟

تو ملحوظ رہے کہ اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے مذکورہ تمام اقوال ہی پائے جاتے ہیں، اور فقہائے کرام کا مذکورہ اختلاف اس مسئلہ کے مجتہد فیہ بلکہ بیاضِ مستطیل کی حالت کے مختلف زمانوں وعلاقوں کے اعتبار سے مختلف کیفیات وحالات میں ہونے اور ان امور کے حدِ تام کے بجائے رسمِ ناقص میں داخل ہونے کی علامت ہے۔

اگرچہ اس قسم کے اقوال میں بعض حضرات نے تو ترجیح کی صورت کو اختیار کیا ہے، مگر بعض حضرات نے تطبیق کی صورت کو اختیار فرمایا ہے۔

اور ہم اس سلسلہ میں تطبیق کے اصول کو ہی حقائق ودلائل کے زیادہ قریب سمجھتے ہیں، جس کی جدید تحقیق سے بھی تائید ہوتی ہے، اور متعدد فقہاء وعلماء نے اس کو ہی اختیار فرمایا ہے۔

پس جن حضرات نے صادق سے پہلے منفصلاً بیاضِ مستطیل کے وجود کا قول کیا، اور جن حضرات نے اس کے صادق سے متصل ہونے کا قول کیا، یہ مختلف زمانوں پر محمول ہوگا، اسی

طرح جن حضرات نے جملہ ازمنہ میں اس کے موجود ہونے کا دعویٰ کیا اور جن حضرات نے اس کا انکار کیا یہ اختلاف مختلف امکنہ پر محمول ہوگا۔

الغرض یہ سب اختلاف، ازمنہ وامکنہ کا اختلاف قرار دیا جائے گا۔

اور رات کو بیاضِ مستطیل کے شفقِ ابیض کے متصل ومنفصل نظر آنے نہ آنے کے بارے میں بھی مذکورہ تفصیل جاری ہوگی۔ [1]

اب تطبیق کا راستہ اختیار کرنے کی صورت میں اس مشکل کا حل بھی نکل آتا ہے، جو بعض حضرات کو اس صورت میں پیش آتی ہے کہ مختلف فقہائے کرام کی صبح کاذب کے ضمن میں بیان کردہ بعض علامات کو جملہ ازمنہ وامکنہ میں جب صادق آتا ہوا نہیں دیکھتے تو اپنے زعم میں یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ صبح کاذب نہیں۔

پس تفصیلِ مذکور کے مطابق یہ بات ممکن ہے کہ بلادِ معتدلہ میں بعض زمانوں میں بیاضِ مستطیل کا ظہور، بیاضِ معترض وشفقِ ابیض سے متصلاً ہو اور بعض اوقات منفصلاً ہو، اور بعض جگہوں میں اس کے پورے سال نظر آنے کا امکان ہو، یا مخصوص وبعض موسموں میں زیادہ واضح اور بعض میں کم واضح نظر آنے کا امکان ہو۔

مختلف ازمنہ وامکنہ میں جن حضرات نے جیسا مشاہدہ کیا، اُس کے مطابق انہوں نے رسومِ ناقصہ کے درجے میں علامات بیان کردیں، ورنہ درحقیقت نہ ان حضرات کے اقوال میں ٹکراؤ

---

[1] باقی یہ الگ بات ہے کہ اس وقت کی بیاضِ مستطیل کو شرعی اصطلاح کے اعتبار سے صبح کاذب کا نام نہ دیا جائے، جیسا کہ صبح کی بیاضِ معترض کو شرعی اصطلاح میں صبح صادق اور اس کے مقابلہ میں شام کی بیاضِ معترض کو شفقِ ابیض کا نام دیا جاتا ہے، اور دونوں کو ایک نام نہیں دیا جاتا، لیکن اگر خالص فلکی فن کے اعتبار سے طرفین کی بیاضِ مستطیل کو ایک نام اور طرفین کی بیاضِ معترض کو ایک نام سے موسوم کیا جائے تو اس سے شرعی اصطلاح کا کوئی حکم متاثر نہیں ہوتا۔
چنانچہ جدید فلکی زبان میں طرفین کی مستطیل بیاض کو بروجی روشنی (زوڈیکل لائٹ) اور طرفین کی معترض بیاض کو فلکی فلق (اسٹرانومیکل ٹیولائٹ) کا نام دیا جاتا ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

ہے، اور نہ ہی ان کے مشاہدات غلط ہیں۔ [1]

اس سلسلہ میں مختلف اہلِ علم کی عبارات ذکر کی جاتی ہیں، جن سے ہمارے مذکور مدعا کی تائید ہوتی ہے۔

شمسُ الائمہ سرخسی فرماتے ہیں:

( وَقْتُ صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ حِينَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ الْمُعْتَرِضُ فِي الْأُفُقِ إلٰى طُلُوْعِ الشَّمْسِ ) وَالْفَجْرُ فَجْرَانِ كَاذِبٌ تُسَمِّيهِ الْعَرَبُ ذَنَبَ السَّرْحَانِ وَهُوَ الْبَيَاضُ الَّذِى يَبْدُوْ فِي السَّمَآءِ طُوْلًا وَيَعْقُبُهُ ظَلَامٌ ، وَالْفَجْرُ الصَّادِقُ وَهُوَ الْبَيَاضُ الْمُنْتَشِرُ فِي الْأُفُقِ فَبِطُلُوْعِ الْفَجْرِ الْكَاذِبِ لَا يَدْخُلُ وَقْتُ الصَّلَاةِ وَلَا يَحْرُمُ الْأَكْلُ عَلَى الصَّائِمِ مَا لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ الصَّادِقُ (المبسوط للسرخسی) [2]

ترجمہ: نمازِ فجر کا وقت اُفق میں فجرِ معترض کے طلوع سے شروع ہو کر طلوعِ شمس تک ہے، اور فجر دو ہیں، ایک کاذب، جس کا عرب ذنبِ سرحان نام رکھتے ہیں، اور وہ ایسی بیاض ہے جو کہ آسمان میں طولاً ظاہر ہوتی ہے، اور اس کے بعد اندھیرا پیدا ہو جاتا ہے، اور فجرِ صادق ایسی بیاض ہے، جو افق میں منتشر ہوتی ہے، پس فجرِ کاذب کے طلوع پر نہ تو نماز کا وقت داخل ہوتا، اور نہ روزے دار کو کھانا پینا حرام ہوتا، جب تک کہ فجرِ صادق طلوع نہ ہو جائے (مبسوط)

قاضی القضاۃ محمود اوزجندی المعروف قاضی خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] فلکیات کے فنی قواعد کی رو سے بھی یہ بات قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے کہ فجرِ معترض سے پہلے اور شفقِ معترض ابیض کے بعد متصلاً ہمیشہ فجرِ مستطیل وشفقِ مستطیل کو لازم قرار نہ دیا جائے، کیونکہ صبح صادق یعنی فجرِ معترض کے طلوع سے پہلے اور شفقِ ابیض کے غروب کے بعد سورج مختلف ایام میں مختلف مقامات پر ہوتا ہے، جس کی وجہ سے بعض اوقات اس کی مستطیل روشنی افق پر سیدھی ہونے کے بجائے غیر معمولی دائیں بائیں مائل اور حدِ نظر سے دور اور اُفق کی دھندلی پٹی کی اوٹ میں ہونے کے باعث نظر یا واضح نظر نہیں آ سکتی۔

[2] ج ۱ ص ۱۴۱، کتاب الصلاۃ، باب مواقیت الصلاۃ.

سَمَّى الْعَرَبُ الْأَوَّلَ كَاذِبًا وَهُوَ الْبَيَاضُ الَّذِیْ يَبْدُوْ كَذَنَبِ السَّرْحَانِ وَيَعْقُبُهٗ ظَلَامٌ لَا يَخْرُجُ بِهٖ وَقْتُ الْعِشَاءِ وَلَا يَثْبُتُ بِهٖ شَیْءٌ مِّنْ أَحْكَامِ النَّهَارِ وَالثَّانِیْ هُوَ الْبَيَاضُ الَّذِیْ يَسْتَطِيْرُ وَيَعْتَرِضُ فِی الْأُفُقِ لَا يَزَالُ يَزْدَادُ حَتّٰی يَنْتَشِرَ سُمِّیَ مُسْتَطِيْرًا لِذٰلِكَ يَثْبُتُ بِهٖ أَحْكَامُ النَّهَارِ مِنْ حُرْمَةِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ لِلصَّائِمِ وَجَوَازِ أَدَاءِ الْفَجْرِ (فتاوی قاضیخان، ج ۱ ص ۷۲، کتاب الصلاۃ)

ترجمہ: اہلِ عرب نے اول کا نام کاذب رکھا ہے، اور وہ ایسی بیاض ہے جو کہ آسمان میں ذنبِ سرحان کی طرح ظاہر ہوتی ہے، اور اس کے بعد اندھیرا پیدا ہوجاتا ہے، اور اس سے عشاء کا وقت ختم نہیں ہوتا، اور اس کے ذریعہ نہارِ شرعی کے احکام ثابت نہیں ہوتے، اور دوسری وہ بیاض ہے، جو کہ افق میں مستطیر و معترض ہوتی ہے، اور وہ زیادہ ہی ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ خوب منتشر ہوجاتی ہے، اور اسی وجہ سے اس کا نام مستطیر رکھا گیا ہے، اسی کے ذریعہ سے نہارِ شرعی کے احکام مثلاً روزے دار کو کھانے پینے کا حرام ہونا اور فجر کی نماز کی ادائیگی کا جائز ہونا ثابت ہوتے ہیں (قاضی خان)

فقہ حنفی کی دیگر متعدد کتب میں بھی یہی تفصیل ذکر کی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح صادق کی روشنی مشرقی افق میں دائیں بائیں معترض ہونے کے ساتھ منتشر ہوتی اور ترقی کرتی ہے اور اس کے مقابلہ میں کاذب آسمان میں (خواہ عمودی ہو یا دائیں بائیں مائل) مستطیل ذنب سرحان نما ہوتی ہے اور صبح کاذب کے بعد عموماً اندھیرا پیدا ہوتا ہے، لیکن وہ اندھیرا کتنی دیر رہتا ہے، اس کا کوئی درجہ متعین نہیں فرمایا گیا، اور دیگر فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق وہ اندھیرا مختلف ازمنہ وامکنہ میں مختلف ہوتا ہے، جیسا کہ آگے اس کی تصریح آتی ہے۔ [1]

---

[1] ولا معتبر بالفجر الكاذب وهو البياض الذی يبدو طولا ثم يعقبه الظلام (الهداية فی شرح بداية المبتدی، ج ۱ ص ۴۰، كتاب الصلاة، باب المواقيت) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورفقہاء نے کاذب کی وجہ تسمیہ اس کی روشنی کے ختم ہوجانے اوراس کے بعد اندھیرا چھا جانے کو بتلایا ہے، اوراس کے مقابلہ میں صبح صادق کی وجہ تسمیہ اس کی روشنی کا ختم نہ ہونا اور منتشر ہونا بتلایا ہے، جس سے صبح کاذب وصادق میں فرق بھی واضح ہوجاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأول وقتها إذا طلع الفجر الثانی :أی الفجر الصادق وهو البیاض المعترض فی الأفق ، واحترز به عن الفجر الكاذب وهو البیاض الذی یبدو فی السماء ، ویعقبه ظلام وتسمیه العرب ذنب السرحان (العنایة شرح الهدایة، ج ا ص۲۱۷، کتاب الصلاة، باب المواقیت)

وبزق أی بزغ وهو أول طلوعه وقید بالصادق احترازا عن الكاذب فإنه من اللیل وهو المستطیل الذی یبدو كذنب الذئب، ثم یعقبه الظلام والأول المستطیر وهو الذی ینتشر ضوءه فی الأفق وهی أطراف السماء (البحرالرائق، ج ا ص۲۵۷، کتاب الصلاة، وقت صلاة الفجر)

( وهو البیاض المعترض ) أی المنتشر ( فی الأفق ) یمنة ویسرة وهو المستضیء المسمى بالصبح الصادق ؛ لأنه أصدق ظهورا واحترز به عن المستطیل ، وهو الذی یبدو فی ناحیة من السماء كذنب السرطان طولا ثم ینكتم فسمی فجرا كاذبا ؛ لأنه یبدو نوره ثم یخفی ویعقبه الظلام(مجمع الانهر، ج ا ص ۶۹، کتاب الصلاة، وقت الفجر)

والتقیید بالفجر الثانی لأن الفجر الأول هو البیاض المستطیل یبدو فی ناحیة من السماء -وهو المسمى ذنب السرحان عند العرب -ثم ینكتم ، ولهذا یسمى فجرا كاذبا ؛ لأنه یبدو نوره ثم یخلف ویعقبه الظلام ، وهذا الفجر لا یحرم به الطعام والشراب على الصائمین ، ولا یخرج به وقت العشاء ، ولا یدخل به وقت صلاة الفجر ، والفجر الثانی وهو المستطیر المعترض فی الأفق لا یزال یزداد نوره حتى تطلع الشمس ، ویسمى هذا فجرا صادقا ؛ لأنه إذا بدأ نوره ینتشر فی الأفق ولا یخلف ، وهذا الفجر یحرم به الطعام والشراب على الصائم ، ویخرج به وقت العشاء ، ویدخل به وقت الفجر(بدائع الصنائع، ج ا ص ۱۲۲ ، کتاب الصلاة، فصل شرائط ارکان الصلاة)

(أول وقت صلاة الفجر إذا طلع الفجرالثانی وهو ) أی الفجر الثانی (البیاض ) أی النور ( المستطیر) أی المنتشر ( فی الأفق ) أی فی نواحی السماء وأطرافها ( فبطلوع الفجر الأول ) المسمى بالفجرالكاذب ( وهو البیاض المستطیل ) أی الذی یبدو طولا ممتدا إلى جهة الفوق غیر آخذ فی عرض الأفق ثم تعقبه الظلمة الخ(منیة المصلی، ج ا ص ۱۳۶ ، کتاب الصلاة)

من "ابتداء "طلوع الفجر "لإمامة جبریل حین طلع الفجر "الصادق "وهو الذی یطلع عرضا منتشرا والكاذب یظهر طولا ثم یغیب (مراقی الفلاح شرح نورالایضاح، ص۷۲،کتاب الصلاة، احکام الصلاة )

[1] وهو الذی یبدو فی ناحیة من السماء كذنب السرحان طولا ثم ینكتم سمی فجرا كاذبا لأنه یبدو نوره ثم یخلف ویعقبه الظلام وهذا الفجر مما لا یحرم به الطعام والشراب على الصائمین ولا یخرج به وقت العشاء ولا یدخل وقت صلاة الفجر.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابو ریحان البیرونی فرماتے ہیں:

مَا الْفَجْرُ وَمَا الشَّفَقُ :اَللَّيْلُ بِالْحَقِيْقَةِ هُوَ كَوْنُنَا فِيْ ظَلَامِ ظِلِّ الْاَرْضِ فَاِذَا قَرُبَتِ الشَّمْسُ مِنَّافِيْ حَالِ غَيْبَتِهَا اَحْسَسْنَا بِضِيَائِهَا الْمُحِيْطِ بِالظِّلِّ وَهُوَ الْفَجْرُ فِي الْمَشْرِقِ طَلِيْعَةَ اَمَامِ الشَّمْسِ وَالشَّفَقُ فِى الْمَغْرِبِ سَاقَةَ شُعَاعِهَا مِنْ خَلْفٍ فَاَمَّا فِي الْمَشْرِقِ فَيَطْلُعُ بَعْدَ السَّحْرِ بَيَاضٌ مُسْتَطِيْلٌ مُسْتَدِقٌّ الْاَعْلٰى يُسَمَّى الصُّبْحَ الْكَاذِبَ اِذْ لَاحُكْمَ لَهٗ فِي الشَّرِيْعَةِ وَيُشْبَهُ بِذَنَبِ السِّرْحَانِ مِنْ جِهَةِالْاِسْتِطَالَةِ وَالدِّقَّةِ وَالْاِنْتِصَابِ وَيَبْقٰى مُدَّةً ثُمَّ يَتْلُوْهُ الْفَجْرُ الصَّادِقُ مُعْتَرِضًا عَلَيْهِ مُنْبَسِطًا عَلَى الْاُفُقِ وَحُكْمُ الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ مَنُوْطٌ بِهٖ وَبَعْدَهٗ يَحِيْدُ الْاُفُقَ لِاِقْتِرَابِ الشَّمْسِ وَسَطُوْعِ ضِيَائِهَا عَلَى الْكُدُوْرَاتِ الْقَرِيْبَةِ مِنَ الْاَرْضِ وَيَتْبَعُهُ الطُّلُوْعُ وَالْحَالُ عِنْدَ غُرُوْبِهَا كَذٰلِكَ بِعَكْسِ هٰذَاالتَّرْتِيْبِ وَهُوَ اَنَّ الْاُفُقَ يَبْقٰى مُحْمَرًّا بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ ، ثُمَّ تَزُوْلُ الْحُمْرَةُ وَيَبْقٰى الْبَيَاضُ الَّذِىْ هُوَ نَظِيْرُ الْفَجْرِ وَبِهٖ وَبِالْحُمْرَةِ حُكْمُ وَقْتِ الصَّلَاةِ اَىْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فَاِذَا غَابَ هٰذَا الْبَيَاضُ الْمُعْتَرِضُ بَقِيَ الْمُسْتَطِيْلُ الْمُنْتَصِبُ نَظِيْرَ

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما الفجر الثانى فهو المعترض فى الأفق لا يزال نوره حتى تطلع الشمس سمى فجرا صادقا لأنه إذا بـدا نـوره ينتشـر فى الأفق ولم يخلف (تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ا ص ۹۹،كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

ملحوظ رہے کہ بعض فقہائے کرام کی فجر اول اور فجر ثانی کی تقسیم سے مقصود یہ ہے کہ فی الجملہ فجر کی دو اقسام ہیں، جن میں سے ایک اصل ہے اور اس کے ساتھ فجر کی نماز وروزے کا تعلق ہے اور دوسری کاذب ہے، اور ترتیب کے اعتبار سے پہلے کاذب کا ظہور ہوتا ہے، بعد میں صادق کا، اور کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ پہلے صادق ظاہر ہو اور اس کے بعد کاذب، اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ دونوں لازم وملزوم اور اس سے بڑھ کر خاص درجہ پر متصل ہیں، اس کی فقہ میں بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

الصُّبحِ الْكَاذِبِ مُدَّةً مِّنَ اللَّيْلِ (التفهيم) [1]

ترجمہ: فجر اور شفق کیا ہے؟ رات حقیقت میں ہمارے زمین کے سائے کے اندھیرے میں ہونے کا نام ہے، پس جب سورج ہم سے غائب رہنے کی حالت میں قریب ہوتا ہے، تو ہم اس کی اس روشنی کو محسوس کر لیتے ہیں، جو ظلِ ارض کو محیط ہوتی ہے، اور وہ مشرق میں فجر ہے، سورج طلوع ہونے سے پہلے، اور مغرب میں شفق ہے سورج کے غروب کے بعد اس کی شعاع پیچھے رہ جانے میں، پس مشرق میں سحر کے بعد بیاضِ مستطیل جس کا اوپر والا حصہ دقیق ہوتا ہے، طلوع ہوتی ہے، اس کا نام صبح کاذب ہے، کیونکہ اس کے لئے شریعت میں کوئی حکم نہیں، اور یہ ذنبِ سرحان کے مشابہ ہوتی ہے لمبائی اور دِقّت اور کھڑے ہونے کی وجہ سے، اور یہ ایک مدت تک باقی رہتی ہے، پھر اس کے بعد فجرِ صادق جو اُفق پر معترض اور منبسط (پھیلی) ہوتی ہے، طلوع ہوتی ہے، اور صوم وصلاۃ کا حکم اسی کے ساتھ وابستہ ہے، اور اس کے بعد اُفق کو گھیر لیتی ہے، کیونکہ سورج قریب ہوجاتا ہے، اور اس کی روشنی زمین کے قریب تر بخارات میں چڑھ جاتی ہے، اور اس کے بعد سورج طلوع ہوجاتا ہے، اور سورج کے غروب ہونے کی حالت اس ترتیب کے عکس کے ساتھ اسی طرح ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ افق سورج غروب ہونے کے بعد سرخ ہوتا ہے، پھر سرخی زائل اور سفیدی باقی رہ جاتی ہے، جو کہ فجر کی نظیر ہے، اور اس بیاضِ معترض اور حمرۃ کے ساتھ (باختلافِ فقہاء) عشاء کی نماز کے وقت کا حکم وابستہ ہے، پس جب یہ بیاضِ معترض غائب ہوجاتی ہے تو مستطیل اور کھڑی روشنی جو صبح کاذب کی نظیر ہے، باقی رہ جاتی ہے، جو رات کی ایک مدت

---

[1] ما الفجر وما الشفق، كذافي ايضاح القول الحق في مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسي اصلا الفاسي المراكشي ص۸.

تک رہتی ہے (التفہیم، بحوالہ ایضاحُ الحق)

اس سے معلوم ہوا کہ صبح کاذب سحر کے بعد طلوع ہوتی ہے، اور ایک مدت تک باقی رہتی ہے، پھر اس کے بعد صبح صادق طلوع ہوتی ہے، اور اسی طرح شفقِ ابیض کے بعد بھی بیاضِ مستطیل رات کی ایک مدت تک موجود رہتی ہے۔

البیرونی نے بھی مدت کو مطلق ہی بتلایا ہے، اس کے بقاء کی حد بندی نہیں بتلائی۔

اور دیگر فقہائے کرام نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ سحر سدسِ لیل میں ہوتا ہے، اور کاذب سبعِ لیل میں ظاہر ہوتی ہے، لہٰذا البیرونی کے ''بَعْدَ السِّحْرِ'' فرمانے کا مطلب بھی یہی ہے کہ عموماً سبعِ لیل میں اس کا ظہور ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ علامہ ابنِ حجر ہیتمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**والمندوب ( فمن نصف الليل ) كالدفع من مزدلفة ولأن العرب تقول حينئذ انعم صباحا وصحيح الرافعي أنه في الشتاء حين يبقى سبع وفي الصيف حين يبقى نصف سبع لخبر فيه رده المصنف بأن الحديث باطل واختير تحديده بالسحر وهو السدس الأخير (تحفة المحتاج في شرح المنهاج ،ج ا ص ۴۷۶، ۴۷۷،كتاب الصلاة، فصل في الآذان والاقامة)**

اور علامہ بجیرمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**(وعند السحر ) هو سدس الليل الأخير ق ل على المحلي .وقال الشوبري :هو ما بين الفجرين (تحفة الحبيب على شرح الخطيب ،ج ا ص ۴۳۲، كتاب الصلاة ،فصل فيمن تجب عليه الصلاة وفي بيان النوافل)**

اور حاشیۃ الدسوقی میں ہے:

**(تنبيه) يحرم الأذان للصبح قبل سدس الليل الأخير كما ذكره عج في حاشيته على الرسالة ويعتبر الليل من الغروب وقول البدر القرافي السدس ساعتان مبني على أن الليل اثنتا عشرة ساعة دائما وأن الساعة تصغر وتكبر(حاشية الدسوقي على الشرح الكبير،ج ا ص ۱۹۵ ،باب في بيان أوقات الصلاة وما يتعلق بذلك من الأحكام،فصل في الأذان والإقامة وما يتعلق بهما)**

اور علامہ شہاب الدین احمد القلیوبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**ويخرج على الاصح بطلوع الفجر الثاني المسمى بالفجر الصادق لصدقه بوجود النهار اذ لاتعقبه ظلمة وهو ضوء حاجب الشمس الاعلى عند ارادة طلوعها وهو يطلع**

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نصیر الدین محقق طوسی (المتوفیٰ ۶۷۲ھ) اپنی کتاب زبدۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

**وَهٰذَا النُّوْرُ يُسَمَّى الصُّبْحَ الْاَوَّلَ وَلِعَدَمِ اِتِّصَالِهٖ بِالْاُفُقِ فَاِنَّ الْاُفُقَ حِيْنَئِذٍ يُرَى مُظْلَمًا وَيُسَمّٰى بِالصُّبْحِ الْكَاذِبِ اَيْضًا يَعْنِيْ اَنَّهٗ لَوْكَانَ صَادِقٌ فِيْ اَنَّهٗ مِنْ نُوْرِ الشَّمْسِ لَكَانَ مِنْ جِهَةِ الشَّمْسِ مُتَّصِلًا بِالْاُفُقِ اِلٰى لُحُوْقِ الشَّمْسِ بِالْاُفُقِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ** (الزبدۃ) [1]

ترجمہ: اور یہ (طولانی) روشنی اول صبح کہلائی جاتی ہے، اور یہ اُفق کے ساتھ متصل نہیں ہوتی (بلکہ افق سے دور ہوتی ہے، اور اس کے سامنے افق کی دھندلی پٹی بھی حائل ہوتی ہے) کیونکہ اس وقت میں افق پر اندھیرا نظر آتا ہے، اور اس کا نام صبح کاذب بھی ہے، کیونکہ اگر یہ اس بات میں صادق ہوتی کہ یہ سورج کی روشنی سے ہے تو سورج کی طرف سے افق کے ساتھ متصل بھی ہوتی، سورج کے افق پر آنے (یعنی طلوعِ شمس) تک، حالانکہ واقعہ اس طرح نہیں (زبدہ بحوالہ ایضاح)

اس سے معلوم ہوا کہ کاذب کی روشنی افق سے متصل نہیں ہوتی، بلکہ اس سے دور ہوتی ہے، اور افق کی دھندلی پٹی بھی اس کے سامنے حائل ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے طلوعِ شمس تک یہ افق کے ساتھ متصل نہیں ہو پاتی، اور یہ سورج کی اصل روشنی بھی نہیں ہوتی (بلکہ انعکاسی روشنی ہوتی ہے)

شرح چغمینی میں ہے:

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مستطیلا ای منتشرا معترضا بنواحی الافق بخلاف الکاذب لکذبه فی وجود النهار اذ یعقبه ظلمة وهو یطلع علی نحوسبع اللیل مستطیلا الیٰ جهة العلو مستدقا کذنب السرحان ای الذئب ثم یذهب ویعقبه ظلمة کما مر (الهدایة من الضلالة فی معرفة الوقت والقبلة من غیر آلة ص ۱۰، مکتبة جامعة الریاض، رقم المخطوطة ۷۹۴)

[1] الباب الرابع والعشرین، کذافی ایضاح القول الحق فی مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسی اصلا الفاسی المراکشی ص ۹.

فَالْبَيَاضُ الْمُسْتَطِيْلُ الْمُسْتَدِقُّ الظَّاهِرُ فَوْقَ الْاَرْضِ اَوَّلًا يُسَمّٰى بِالصُّبْحِ الْكَاذِبِ كَانَ لَوْنُ الْاُفُقِ بَعْدَهٗ مُظْلَمًا يَكْذِبُ كَوْنَهٗ نُوْرَالشَّمْسِ وَالْمُسْتَطِيْرُ الْمُنْبَسِطُ فِي الْاُفُقِ بَعْدَهٗ بِزَمَانٍ يُسَمّٰى بِالصُّبْحِ الصَّادِقِ لِكَوْنِهٖ اَصْدَقَ ظُهُوْرًا مِنَ الْاَوَّلِ (شرح چغمینی) [1]

ترجمہ: پس بیاضِ مستطیل جو زمین کے اوپر اولاً دِقّت سے ظاہر ہوتی ہے، اس کا نام صبح کاذب ہے، اس کے بعد اُفق کی ظلمت اس کے سورج کی روشنی ہونے کی تکذیب کردیتی ہے، اور اس کے کچھ زمانے کے بعد مستطیر اُفق میں پھیلنے والی (طلوع) ہوتی ہے، جس کا نام صبح صادق ہے، کیونکہ یہ اول (یعنی مستطیل) کے مقابلہ میں ظہور کے اعتبار سے زیادہ صادق ہوتی ہے (شرح چغمینی)

اس عبارت میں کاذب کی روشنی کے افق پر نہ ہونے کی وجہ سے اس کے سورج کی روشنی ہونے کی نفی کی گئی ہے، کیونکہ فنی اصولوں سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ روشنی سورج کی براہِ راست نہیں ہوتی، بلکہ فضائی ذرات کی انعکاسی روشنی ہوتی ہے، اور اسی کے ساتھ کاذب کے ظہور کے بعد بھی افق پر ظلمت کا حکم لگایا گیا ہے، جس کی وجہ پیچھے گزر چکی ہے۔

اور صبح کاذب کے بارے میں "بَعْدَهٗ بِزَمَانٍ" کے الفاظ اس بارے میں صریح ہیں کہ صبح کاذب وصادق کے درمیان ایک زمانہ اندھیرے کا ہوتا ہے، اور وہ زمانہ مختصر بھی ہوسکتا ہے، اور طویل بھی۔

جیسا کہ دیگر فقہائے کرام کی آگے آنے والی عبارات میں اس کی صاف طور پر تصریح موجود ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

فَالْمُعْتَبَرُ اَلْفَجْرُ الصَّادِقُ وَهُوَ الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيْرُ فِي الْأُفُقِ :أَيْ

[1] الباب الثالث من المقالة الثانية فی أشياء منفردة، صفحه ۱۲۲، مكتبة امدادية، ملتان، پاكستان.

الَّذِیْ یَنْتَشِرُ ضَوْءُ ہٗ فِیْ أَطْرَافِ السَّمَاءِ لَا الْکَاذِبُ وَھُوَ الْمُسْتَطِیْلُ الَّذِیْ یَبْدُوْ طَوِیْلًا فِی السَّمَاءِ کَذَنَبِ السِّرْحَانِ أَیْ الذِّئْبِ ثُمَّ یَعْقُبُہٗ ظُلْمَۃٌ (ردالمحتار، ج ۱ ص ۳۵۹، کتاب الصلاۃ)

ترجمہ: اور اعتبار فجرِ صادق کا ہے، اور وہ افق میں فجرِ مستطیر ہے، جس کی روشنی آسمان کے اطراف میں منتشر ہوتی ہے، کاذب کا اعتبار نہیں، جو کہ مستطیل ہوتی ہے، اور وہ آسمان میں لمبائی میں ذنبِ سرحان یعنی بھیڑیے کی دُم کی طرح ظاہر ہوتی ہے، پھر اس کے بعد اندھیرا طاری ہوجاتا ہے (ردالمحتار)

فائدہ: اس عبارت سے بھی صادق وکاذب کے درمیان واضح فرق معلوم ہوا، اور یہ بھی کہ کاذب کے بعد اندھیرا ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] بعض حضرات نے جمہور فقہاء اور خود علامہ شامی رحمہ اللہ کے اپنے کلام سے ذہول کرتے ہوئے علامہ شامی رحمہ اللہ کی مندرجہ بالا عبارت سے آگے کی ایک اور محتمل المعنیٰ عبارت کے ذریعے سے جوانہوں نے علامہ مرحوم شیخ خلیل کاملی سے نقل فرمائی ہے، استدلال کرتے ہوئے یہ قرار دیا ہے کہ ہمیشہ اور ہر مقام پر صبح کاذب وصادق کے درمیان تین درجہ کا تفاوت ہوتا ہے (ملاحظہ ہو، رسالہ صبح صادق، مشمولہ احسن الفتاویٰ جلد۲ صفحہ۱۶۲)

پھر یہ حضرات ساتھ ساتھ اس کے بھی قائل ہیں کہ صبح کاذب وصادق کے درمیان کوئی فصل نہیں، چنانچہ احسن الفتاویٰ میں ہے کہ:

صبح صادق وکاذب کے درمیان کوئی فصل نہیں، بلکہ دونوں آپس میں متصل ہیں (احسن الفتاویٰ ج۲ ص۱۸۱)

علامہ شامی کی وہ عبارت یہ ہے:

(فائدۃ) ذکر العلامۃ المرحوم الشیخ خلیل الکاملی فی حاشیتہ علی رسالۃ الأسطرلاب لشیخ مشایخنا العلامۃ المحقق علی أفندی الداغستانی أن التفاوت بین الفجرین وکذا بین الشفقین الأحمر والأبیض إنما ھو بثلاث درج .اھـ.(ردالمحتار، ج ۱ ص ۳۵۹، کتاب الصلاۃ)

شیخ کاملی کا مذکورہ رسالہ باوجود تلاش کے تاحال دستیاب نہیں ہوسکا، کہ اس کی مکمل عبارت کے سیاق وسباق کا جائزہ لیا جاتا، اس لئے جب تک ان کا مکمل کلام سامنے نہ ہو، اس وقت تک مرحوم شیخ خلیل کاملی کی عبارت کے اندر مختلف احتمالات کا امکان ہے، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اولاً توھیت کی اصطلاح میں بعض اوقات فجر کی تین انواع ذکر کی جاتی ہیں (جیسا کہ البیرونی کے حوالہ سے آگے آتا ہے) اس لئے رسالہ اسطرلاب کی عبارت ''الفجرین'' میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ فجر کاذب وصادق مراد ہو۔ اس احتمال کی بنیاد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

**اور بعض فقہاء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس بیاضِ مستطیل کا مکہ مکرمہ اور مصر کے بلند مقام منارِ اسکندریہ سے رات کے مختلف حصوں میں متفرق ہوتے رہنے کا مشاہدہ کیا ہے۔ [1]**

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

پر مطلب یہ ہوگا کہ صبح کاذب وصبح صادق کے درمیان تین درجات کا تفاوت ہوتا ہے، اور اس صورت میں ممکن ہے کہ یہ تفاوت صبح کاذب کے اختتام سے صبح صادق کی ابتدا کے درمیان ہو، اس کی سیاقِ عبارت سے تائید ہوتی ہے، کیونکہ اس سے پہلے علامہ شامی رحمہ اللہ نے صبح کاذب کے ختم ہونے کے بعد ظلمت پیدا ہونے کا ذکر کیا ہے اور اس کے فوراً بعد یہ فائدہ ذکر فرمایا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تفاوت صبح کاذب کی ابتداء سے صبح صادق کی ابتداء کے درمیان ہو۔

اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ فجرین سے مراد فجرِ ابیض اور فجرِ احمر ہو (کیونکہ ہیئت کی اصطلاح میں ان دونوں کو بھی فجرین کہہ دیا جاتا ہے، اور مذکورہ رسالہ فلکیات کے فن سے متعلق ہے، نہ کہ فقہ کے فن سے) اور اس احتمال کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ غروب کے بعد شفقین سے مراد یقیناً احمر وابیض ہے، جس کی اس عبارت میں تصریح ہے، فی قولہ ''**بین الشفقین الاحمر والابیض**'' اور طوالع وغوارب کا فلکی اُصول عکساً ایک ہی ہے، لہٰذا غوارب میں جونسی شفقین مراد ہوں گی، طوالع میں بھی عکساً اُن کے مدِّ مقابل فجرین مراد ہونی چاہئیں۔

ان میں سے کون سا احتمال راجح ہے، اس میں اہلِ علم کی آراء مختلف ہوسکتی ہیں، اور فلکی وفقہی اعتبار سے امکان کے درجے میں ہر ایک احتمال موجود ہے۔

اور ثانیاً جو کچھ بھی مراد ہو، یہ تفاوت صبح کاذب وصادق کی حدِّ تام میں داخل نہیں، بلکہ زیادہ سے زیادہ رسمِ ناقص ہے، اور بے شمار فقہی وفنی عبارات کی رو سے مختلف زمانوں اور مقاموں کے لحاظ سے کاذب وصادق کے مابین تفاوت مختلف ہوتا ہے، علامہ ابنِ حجر نے تو اتصال کے قائل حضرات کو قاصر تک فرمادیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے، اور بعض مقامات پر صادق سے پہلے کاذب کا ظہور ہی نہیں ہوتا، لہٰذا کاذب وصادق کے درمیان یہ تفاوت کسی خاص مقام وزمان کے اعتبار سے تو درست ہوسکتا ہے، ہر مقام وزمان کے لحاظ سے اس کی تعیین کرنا فنی وفقہی لحاظ سے راجح معلوم نہیں ہوتا، اور یہی وجہ ہے کہ فقہائے اربعہ کی عبارات میں صبح کاذب کے بعد ظلمت وتاریکی کا تو ذکر ہے، مگر اس کو کسی خاص وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا۔

پس مرحوم شیخ خلیل کاملی کی عبارت میں متعدد احتمالات کے ہوتے ہوئے (جن میں سے بعض کا ذکر اوپر کیا گیا) کاذب وصادق اور اس کا بھی کسی خاص صورت کے درمیان علی العموم تفاوت کا حدِ تام کے درجہ میں ثبوت نہیں ہوسکا۔

**لانہٗ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال. وقد ذکرنا التفصیل فی کشف الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء.**

[1] چنانچہ المبسوط للسرخسی میں ہے:

**(وقال) الخلیل بن أحمد راعیت البیاض بمکۃ فما ذھب إلا بعد نصف اللیل، وقیل: لا یذھب البیاض فی لیالی الصیف أصلا بل یتفرق فی الأفق ثم یجتمع عند الصبح**

**(المبسوط للسرخسی، ج ۱ ص ۱۴۵، کتاب الصلاۃ، باب مواقیت الصلاۃ)**

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ہمارے نزدیک یہ بیاضِ مستطیل ہی ہے جو بعض ازمنہ وامکنہ میں رات کو شفقِ ابیض سے متصلاً ومنفصلاً اور صبح صادق سے متصلاً ومنفصلاً طویل وقت تک مشاہدہ کی جاسکتی ہے (مزید تفصیل آگے آتی ہے)

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور تفسیر قرطبی میں ہے:

**وزعم الحكماء أن البياض لا يغيب أصلا .وقال الخليل :صعدت منارة الاسكندرية فرمقت البياض، فرأيته يتردد من أفق إلى أفق ولم أره يغيب .وقال ابن أبى اويس :رأيته يتمادى إلى طلوع الفجر (تفسير القرطبى، ج ۱۹ ص ۲۷۵، سورة الانشقاق)**

اگرچہ خلیل بن احمد کا یہ کلام بعض فقہاء نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے عشاء کے وقت میں شفقِ ابیض کا اعتبار ہونے کے رد میں پیش کیا ہے، اور اس وجہ سے بعض مشائخِ احناف نے خلیل کے اس قول کی تردید فرمائی ہے، جیسا کہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں:

**وحكى ابن قتيبة عن الخليل بن أحمد قال :راعيت البياض فرأيته لا يغيب ألبتة وإنما يستدير حتى يرجع إلى مطلع الفجر .قال أبو بكر :وهذا غلط ؛ والمحنة بيننا وبينهم ؛ وقد راعيته فى البوادى فى ليالى الصيف والجو نقى والسماء مصحية فإذا هو يغيب قبل أن يمضى من الليل ربعه بالتقريب ، ومن أراد أن يعرف ذلك فليجرب حتى يتبين له غلط هذا القول (احكام القرآن جصاص، ج۳ص ۲۶۳، سورة النسآء ،وقت المغرب، باب مواقيت الصلاة)**

لیکن اگر غور کیا جائے تو خلیل کا یہ کلام امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی تردید نہیں بنتا، کیونکہ خلیل جس بیاض کے مشاہدہ کا فرما رہے ہیں، اس کا افق پر موجود بیاضِ معترض سے تعلق نہیں، بلکہ وہ درحقیقت شفقِ ابیض کے بعد اور صبح صادق سے قبل ذنب سرحان کے مثل مستطیلاً ظاہر ہوتی ہے۔

جس کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب سے کوئی تعارض لازم نہیں آتا۔

چنانچہ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

**قال العلامة الزيلعى وما روى عن الخليل أنه قال راعيت البياض بمكة كرمها الله ليلة فما ذهب إلا بعد نصف الليل محمول على بياض الجو وذلك يغيب آخر الليل وأما بياض الشفق وهو رقيق الحمرة فلا يتأخر عنها إلا قليلا قدر ما يتأخر طلوع الحمرة عن البياض فى الفجر (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص۱۷۷، كتاب الصلاة)**

اور تبیین الحقائق میں ہے:

**وما روى عن الخليل أنه قال راعيت البياض بمكة شرفها الله تعالى ليلة فما ذهب إلا بعد نصف الليل محمول على بياض الجو وذلك يغيب آخر الليل ، وأما بياض الشفق**

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مکہ مکرمہ اور منارِ اسکندریہ (جو مصر میں واقع ہے) جیسے مقامات پر رات کو شفقِ ابیض کے ساتھ متصلاً ومنفصلاً اور صبح کی شفقِ ابیض کے ساتھ متصلاً ومنفصلاً اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ کوئی مانع مثلاً تیز چاند کی روشنی یا کوئی مصنوعی روشنی یا ابر وآلودگی وغیرہ مشاہدہ میں حائل نہ ہو۔ [1]

علامہ آلوسی رحمہ اللہ قرآن مجید کی آیت "وَالصُّبحِ اِذَا تَنَفَّسَ" کے ذیل میں فرماتے ہیں:

وَالظَّاهِرُ أَنَّ التَّنَفُّسَ فِي الْآيَةِ إِشَارَةٌ إِلَى الْفَجْرِ الثَّانِي الصَّادِقِ وَهُوَ الْمُنْتَشِرُ ضَوْءُهُ مُعْتَرِضًا بِالْأُفُقِ بِخِلَافِ الْأَوَّلِ الْكَاذِبُ وَهُوَ مَايَبْدُوْ مُسْتَطِيْلًا وَأَعْلَاهُ أَضْوَأُ مِنْ بَاقِيْهِ ثُمَّ يَعْدِمُ وَتَعْقُبُهُ ظَلَمَةٌ أَوْ يَتَنَاقَصُ حَتّٰى يَنْغَمِرَ فِي الثَّانِي عَلٰى زَعْمِ بَعْضِ أَهْلِ الْهَيْئَةِ أَوْ يَخْتَلِفَ حَالُهُ فِيْ ذٰلِكَ تَارَةً وَتَارَةً بِحَسْبِ الْأَزْمِنَةِ وَالْعُرُوْضِ عَلٰى مَاقِيْلَ (روح المعانی للآلوسی، ج۱۵ ص۲۶۳، سورۃ التکویر تحت رقم الآیۃ ۱۸)

ترجمہ: اور ظاہر وراجح یہ ہے کہ آیت میں تنفس سے فجرِ ثانی صادق کی طرف اشارہ ہے، اور صادق وہ ہے کہ جس کی روشنی افق پر معترضاً منتشر ہوتی ہے، بخلاف اول یعنی صبح کاذب کے، اور کاذب وہ ہے جو کہ مستطیلاً ظاہر ہوتی ہے،

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهو رقيق الحمرة فلا يتأخر عنها إلا قليلا قدر ما يتأخر طلوع الحمرة عن البياض فى الفجر (تبيين الحقائق، ج ا ص ۸۱، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

حاشیۃ الشرنبلالی علیٰ درر الحکام شرح غرر الاحکام میں ہے:

لكن حمل الزيلعى ما روى عن الخليل على بياض الجو وذلك يغيب آخر الليل وأما بياض الشفق وهو رقيق الحمرة فلا يتأخر عنها إلا قليلا قدر ما يتأخر طلوع الحمرة عن البياض فى الفجرا هـ (حاشية الشرنبلالى علىٰ درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج ا ص ۵۱، كتاب الصلاة، وقت المغرب)

[1] کیونکہ یہ علاقے ان مقامات پر واقع ہیں، جہاں پورے سال بعد الغروب وقبل الطلوع دائرۃ البروج عمودی یا قریب بعمود ہوتا ہے، جن میں پورے سال اس کا شفقِ ابیض اور صبح صادق کے ساتھ متصلاً ومنفصلاً نظر آنا ممکن ہے۔

اوراس کا بالائی حصہ باقی حصہ کے مقابلہ میں زیادہ روشن ہوتا ہے، پھر وہ ختم ہوجاتی ہے، اوراس کی جگہ اندھیرا آ جاتا ہے، یا وہ کم ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ صادق میں غائب (اور صادق سے مغلوب) ہوجاتی ہے، جیسا کہ بعض اہلِ ھیئت کا گمان ہے، یا پھراس کا حال اس سلسلہ میں مختلف ہوتا رہتا ہے، کبھی کسی طرح اور کبھی کسی طرح حسبِ ازمنہ وعروض (یعنی امکنہ) جیسا کہ کہا گیا ہے (روح المعانی)

اس سے معلوم ہوا کہ صبح صادق کی روشنی افق پر معترض ومنتشر ہوتی ہے اور صبح کاذب کی روشنی یا تو بالکلیہ منعدم ہوجاتی ہے، اوراس کے بعد اندھیرا چھاجاتا ہے، یا طلوعِ صادق کے ساتھ متصل ہونے کی وجہ سے کاذب کی روشنی اس سے مغلوب ہوجاتی ہے، یا مختلف ازمنہ وامکنہ میں اس کی حالت مختلف ہوتی رہتی ہے، اس کے متعلق یہ سب اقوال ہیں۔

اور ہمارے نزدیک ان سب اقوال کے درمیان مختلف ازمنہ وامکنہ کے اعتبار سے تطبیق ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

فَيُرٰى الضَّوْءُ أَوَّلًا مُرْتَفِعًا عَنِ الْأُفُقِ عِنْدَ مَوْقَعِ الْعُمُوْدِ مُسْتَطِيْلًا كَخَطٍّ مُّسْتَقِيْمٍ وَمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْأُفُقِ يُرٰى مُظْلَمًا لِبُعْدِهٖ وَإِنْ كَانَ مُسْتَنِيْرًا فِي الْوَاقِعِ وَلِكَثَافَةِ الْهَوَاءِ عِنْدَ الْأُفُقِ مَدْخَلٌ فِيْ ذٰلِكَ وَهُوَ الصُّبْحُ الْكَاذِبُ ثُمَّ إِذَا قَرُبَتْ مِنَ الْأُفُقِ الشَّرْقِيِّ رُؤِيَ الضُّوْءُ مُعْتَرِضًا مُنْبَسِطًا يَزْدَادُ لَحْظَةً فَلَحْظَةً وَيَنْمَحِي الْأَوَّلُ بِهٰذَا الضِّيَاءِ الْقَوِيِّ كَمَا يَنْمَحِيْ ضِيَاءُ الْمَشَاعِلِ وَالْكَوَاكِبِ فِيْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فَيُخَيَّلُ أَنَّ الْاَوَّلَ قَدْ عَدِمَ وَهُوَ الصُّبْحُ الصَّادِقُ (روح المعانی، ج۴ص ۲۱۶، تحت رقم الآیۃ ۹۶، من سورۃ الانعام)

ترجمہ: پس اول افق سے اوپر عمود کے موقع وسمت میں (یعنی جب اس مستطیل

روشنی کا زاویہ عمودی ہوتا ہے ) سیدھے خط کی طرح مستطیل روشنی نظر آتی ہے، اوراس کے اور افق کے درمیان اندھیرا نظر آتا ہے، کیونکہ یہ افق سے دور ہوتی ہے، اگرچہ واقع میں وہ روشن ہوتی ہے، اورافق پر فضا کی کثافت (یعنی افق کی دھندلی پٹی) کواس (کے نظر نہ آنے ) میں دخل ہے، اور یہ صبح کاذب ہے، پھر جب سورج مشرقی اُفق کے قریب ہوتا ہے، تو معترض، منبسط روشنی نظر آتی ہے، جولمحہ بہ لمحہ بڑھتی جاتی ہے، اور پہلی (یعنی کاذب کی ) روشنی اس (صادق کی ) قوی روشنی کے ذریعہ سے مغلوب ہوجاتی ہے، جیسا کہ چراغوں اور ستاروں کی روشنی سورج کی روشنی سے مغلوب ہوجاتی ہے، پس ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اول یعنی کاذب ختم ہوچکی ہے، اور یہی صبح صادق ہے (روح المعانی)

پیچھے علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے بعض اوقات کاذب کے نظر نہ آنے اور منفصل ومتصل ہونے کی تفصیل ذکر کردی ہے، اوراس عبارت میں کاذب کی فنی وجہ کے ساتھ ان دونوں کے باہم متصل ہونے کی وضاحت بھی بہتر طریقہ سے فرمادی ہے۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صبح کاذب کی روشنی عمودی یا قریب بعمود ہونے کے وقت ہی سیدھے خط کی طرح نظر آتی ہے، اور یہ افق سے اوپر نظر آتی ہے، اورافق پر اس لئے نظر نہیں آتی کہ وہ ایک تو افق سے دور ہوتی ہے، اور دوسرے افق کی کثیف ہوا (جس کو جدید اہلِ فن دھندلی پٹی کہتے ہیں) اس کے نظر آنے میں مانع ہوتی ہے، اور پھر جب صبح صادق کی روشنی اس پر غالب آتی ہے، تو کاذب کی روشنی مغلوب ہونے کی وجہ سے نظر آنا بند ہوجاتی ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ طلوعِ صادق کی روشنی ابتداءً ہلکی اور مدہم ہوتی ہے، اس وجہ سے اس کے کاذب پر غالب آنے اوراس کو مغلوب کرنے میں کچھ وقت درکار ہوتا ہے، جس طرح کہ تمام ستاروں کی روشنی عین طلوعِ صبح کے وقت ہی نظر آنا بند نہیں ہوجاتی۔

اس لئے طلوعِ صبح صادق کے ابتدائی لمحہ کے کچھ بعد تک کاذب کی روشنی کے نظر آنے کا

امکان ہوتا ہے، جو فنی اعتبار سے بھی درست ہے (ملاحظہ ہو'' اے ہینڈ بک آف اسٹرانومی ص ۴۱۹) [1]

محدثِ کبیر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّ الصُّبْحَ الْكَاذِبَ لَيْسَ بِمُقَدَّرٍ بِتَقْدِيرٍ وَقْتٍ مُّعَيَّنٍ بَلْ قَدْ يَزِيْدُ وَقَدْ يَنْقُصُ كَمَا صَرَّحَ الْفُقَهَاءُ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ بَلْ رُبَمَا لَايَكُوْنُ مُبْصَرًا (العرف الشذی للکشمیری) [2]

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ صبح کاذب کا کوئی وقتِ معین مقرر نہیں ہے، بلکہ وہ کبھی لمبا ہوتا ہے، اور کبھی کم، جیسا کہ یکے بعد دیگرے فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے، بلکہ بسا اوقات کاذب سِرے سے نظر ہی نہیں آتی (العرف الشذی)

فائدہ: علامہ کشمیری رحمہ اللہ کتنی صراحت ووضاحت کے ساتھ فرما رہے ہیں کہ صبح کاذب کا کوئی وقت مقرر نہیں، بلکہ اس کا وقت کبھی لمبا اور کبھی کم ہوتا رہتا ہے، جس کی یکے بعد دیگرے متعدد فقہاء نے تصریح فرمائی ہے، اور بعض اوقات سِرے سے کاذب نظر ہی نہیں آتی۔

ظاہر ہے کہ صبح کاذب کے وقت کا یہ تفاوت اور اس کا نظر آنا نہ آنا مختلف ازمنہ وامکنہ پر ہی محمول کیا جاسکتا ہے۔ کما مرّ.

علامہ کشمیری رحمہ اللہ کا یہ کلام درحقیقت فقہائے کرام کے مختلف اقوال کا خلاصہ اور ان کے درمیان عمدہ تطبیق ہے۔

اور علامہ کشمیری رحمہ اللہ ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

اَقُوْلُ: اِنَّ الْغَوَارِبَ اَرْبَعَةٌ مِثْلُ الطَّوَالِعِ فَاِنَّهَا اَيْضًا اَرْبَعَةٌ ، اَمَّا الطَّوَالِعُ: فَالصُّبْحُ الْاَوَّلُ، وَالثَّانِيُ الْاَبْيَضُ، ثُمَّ الْاَحْمَرُ، ثُمَّ طُلُوْعُ

---

[1] مگر بہت سے اہلِ علم اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ کاذب، طلوعِ صادق کے بعد ہرگز نظر نہیں آسکتی، اور میں بھی ایک مدت تک اسی غلط فہمی کا شکار رہا، لیکن بعد میں فقہی وفنی تحقیق کے نتیجہ میں مندرجہ بالا موقف پر اطمینان ہوا، تفصیل کے لئے ہماری دوسری تالیف ''کشف الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء'' ملاحظہ ہو۔

[2] ج ۱ ص ۴۳۹، ابواب الوتر، باب ما جاء فی مبادرة الصبح بالوتر.

الشَّمْسِ، فَكَذٰلِكَ يَكُوْنُ فِي الْغَوَارِبِ، غُرُوْبُ الشَّمْسِ، ثُمَّ الْحُمْرَةُ ثُمَّ الْبَيَاضُ وَشَيْءٌ آخَرُ بَدْلَ الصُّبْحِ الْكَاذِبِ وَالْمُتَمَادِي إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَنِصْفِهَا هُوَ هٰذَا الشَّيْءُ، وَاخْتَلَطَ الْأَمْرُ عَلَى الْخَلِيْلِ فَإِنَّهُ لَيْسَ هُوَ الْبَيَاضُ الَّذِيْ يَبْقٰى فِيْهِ وَقْتُ الْمَغْرِبِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ (العرف الشذی للکشمیری)[1]

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ غوارب چار ہیں، مثل طوالع کے، کیونکہ وہ بھی چار ہی ہیں، جہاں تک طوالع کا معاملہ ہے تو وہ ایک تو اول صبح (یعنی کاذب مستطیل) ہے، اور دوسرے ابیض ہے، اور پھر احمر ہے، اور پھر طلوعِ شمس ہے، پس اسی طرح غوارب کا بھی معاملہ ہے، پہلے غروبِ شمس، پھر حمرۃ، پھر بیاض، اور ایک دوسری چیز صبح کاذب کے بدلے میں، جو کہ ممتد ہوتی ہے ثلثِ لیل اور نصف لیل تک، یہ وہی چیز (یعنی کاذب کے مقابلہ میں مستطیل) ہے، اور خلیل پر اس کا معاملہ مختلط ہو گیا، اس لئے کہ یہ (ثلثِ لیل ونصفِ لیل تک باقی رہنے والی) وہ بیاض (معترض) نہیں ہے، جس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے (العرف الشذی)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مستطیل روشنی صبح کے علاوہ شام کو بھی ہوتی ہے (جسے بعض مسلم ماہرینِ فلکیات نے شفقِ مستطیل یا شفقِ کاذب کا نام دیا ہے) اور جس طرح کاذب کی روشنی کی حالت مختلف ازمنہ وامکنہ میں مختلف ہوتی ہے (جس کی وضاحت علامہ کشمیری رحمہ اللہ اوپر خود بھی فرما چکے ہیں) اسی طرح شام کی مستطیل روشنی کا بھی حال ہے (مزید تفصیل سوال نمبر 5 کے جواب میں آتی ہے)

حنفیہ کے علاوہ حنابلہ کی کتب میں بھی کاذب وصادق کے بارہ میں اسی قسم کی تفصیل

---

[1] ج ۱ ص ۱۷۲، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی مواقیت الصلاۃ عن النبی -صلّی اللہ علیہ وسلّم.

مذکور ہے۔ [1]

---

[1] قوله" :ثم الفجر :"قال الجوهری :الفجر فی آخر اللیل کالشفق فی أوله،وقد أفجرنا کما تقول أصبحا من الصبح، وقال الأزهری :سمی الفجر فجرا لانفجار الصبح وهما فجران:
فالأول :مستطیل فی السماء یشبه بذنب السرحان، وهو الذئب؛ لأنه مستدق صاعد غیر معترض فی الأفق وهو الفجر الکاذب الذی لا یحل أداء صلاة الصبح ولا یحرم الأکل علی الصائم.
-وأما الفجر الثانی فهو المستطیر الصادق، سمی مستطیرا لانتشاره فی الأفق (المطلع علی الفاظ المقنع،لأبی عبدالله محمد بن أبی الفتح بن أبی الفضل البعلی،ص۷۷، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة)

*اس عبارت میں کاذب کو مستطیل کذنب السرحان اور غیر معترض فرما کر صادق کو اس کے مقابلہ میں مستطیر فرمایا اور پھر اس کے مستطیر ہونے کی وجہ تسمیہ ''لانتشاره فی الافق'' بتلائی۔*

وقت الصبح یدخل بطلوع الفجر الثانی إجماعا ، وقد دلت علیه أخبار المواقیت ، وهو البیاض المستطیر المنتشر فی الأفق ، ویسمی الفجر الصادق ؛ لأنه صدقک عن الصبح وبینه لک ، والصبح ما جمع بیاضا وحمرة ، ومنه سمی الرجل الذی فی لونه بیاض وحمرة أصبح ، وأما الفجر الأول ، فهو البیاض المستدق صعدا من غیر اعتراض ، فلا یتعلق به حکم ، ویسمی الفجر الکاذب (المغنی لابنِ قدامة، ج ا ص ۲۷۹ ، کتاب الصلاة،باب المواقیت )

*اس عبارت میں صبح صادق کو بیاضِ مستطیر منتشر فی الافق فرمایا، اور پھر صادق کی وجہ تسمیہ یہ بیان فرمائی کہ وہ صبح کو واضح کر دیتی ہے، یعنی اس کی روشنی افق پر پھیل جاتی ہے اور پھر اس کی روشنی کو بیاض وحمرہ کا مجموعہ قرار دیا (ہم نے اس کی تفصیل الگ عنوان کے تحت کردی ہے) اور پھر کاذب کو دقیق، مصعد اور غیر معترض فرمایا۔*

خرجت الصبح بدلیل فبقی علی مقتضاه فی غیرها وخرج بالصادق الکاذب،والصادق هو المنتشر ضوءه معترضا بنواحی السماء بخلاف الکاذب فإنه یطلع مستطیلا یعلوه ضوء کذنب السرحان وهو بکسر السین کما قاله ابن الحاجب الذئب ثم تعقبه ظلمة وشبه بذنب السرحان لطوله(الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع للخطیب الشربینی الشافعی، ج ا ص ۱۱۱ ، کتاب الصلاة)

قال البیهقی :وروینا عن عائشة قالت :أعتم رسول الله -صلی الله علیه وسلم -حتی ذهبت عامة اللیل .اهـ.

والفجر الثانی هو البیاض الذی یبدو من قبل المشرق فینتشر، ولا ظلمة بعده، ویسمی :الفجر الصادق ؛ لأنه صدق عن الصبح وبینه، والمستطیر ؛ لأنه طار فی الأفق وانتشر فیه، والفجر الأول هو الفجر المستطیل، الذی یبدو معترضا کذنب السرحان، ثم تعقبه الظلمة، ومن ثم سمی الفجر الکاذب والفجر الثانی هو الذی تتعلق به الأحکام(شرح الزرکشی علی مختصر الخرقی، ج ا ص ۴۸۰، کتاب الصلاة، باب المواقیت)

طلوع الفجر الثانی المستطیر، وهو البیاض المعترض فی المشرق لا ظلمة بعده "و "والفجر الذی قبله الکاذب المستطیل بلا اعتراض، أزرق، له شعاع، ثم یظلم، ولدقته یسمی ذنب السرحان وهو الذئب(الفروع لابن مفلح، ج ا ص ۴۳۲، ۴۳۳کتاب الصلاة، باب المواقیت)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حنفیہ وحنابلہ کے علاوہ شوافع کی کتب میں بھی صادق وکاذب کے بارے میں اسی طرح کی تفصیل ذکر کی گئی ہے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(وهو) أى الفجر الثانى المستطيل (البياض المعترض بالمشرق ولا ظلمة بعده) ويقال له :الفجر الصادق (و) الفجر (الأول) ويقال له :الكاذب (مستطيل) بلا اعتراض (أزرق له شعاع ثم يظلم) ولدقته يسمى ذنب السرحان، وهو الذئب(شرح منتهى الارادات، ج ۱ ص ۱۴۳، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة)

(وهو) أى الفجر الثانى :(البياض المعترض فى المشرق، ولا ظلمة بعده) ويقال له :الفجر الصادق، والفجر الأول يقال له :الفجر الكاذب وهو مستطيل بلا اعتراض، أزرق، له شعاع ثم يظلم، ولدقته يسمى :ذنب السرحان (كشاف القناع عن متن الاقناع، ج ۱ ص ۲۵۵،كتاب الصلاة،باب شروط الصلاة)

(وهو) ، أى :الفجر الثانى :المستطيل (البياض المعترض بالمشرق، ولا ظلمة بعده) ، ويقال له : الفجر الصادق، (و) الفجر (الأول) - ويقال له :الكاذب -(مستطيل) بلا اعتراض (أزرق له شعاع، ثم يظلم) ، ولدقته يسمى :ذنب السرحان، وهو :الذئب(مطالب أولى النهى، ج ۱ ص ۳۱۳، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة)

وهما فجران فالأول المستدق المستطيل فى طول السماء كذنب السرحان وهو الذئب ويسمى الفجر الأول ولا عبرة به فى شىء من الأحكام ثم يسود الأفق بعده ثم يطلع الفجر الصادق بعده معترضا فى الأفق منتشرا لا ظلمة بعده (شرح العمدة لابنِ تيمية"كتاب الصلاة"،ص ۱۸۳ ،باب شروط الصلاة، الشرط الثانى:الوقت)

*حنابلہ کی ان عبارات میں صبح صادق کو معترض، ومنتشر فرمایا گیا اور اس کے برعکس صبح کاذب کو مستطیل کذنب السرحان فرما کر اس کے بعد اندھیرا پیدا ہونے کا ذکر کیا گیا، اور بعض عبارات میں ذنبِ سرحان کی وجہ تسمیہ "لدقتہٖ" کے الفاظ کے ساتھ بیان فرمائی گئی۔*

*اور اس کے دقیق ہونے کے باعث ہی غالباً چاندنی وروشنی میں اس کے مشاہدہ کئے جانے میں دقّت پیش آتی ہے۔*

*اور ان میں سے کسی عبارت میں بھی صبح کاذب کے بعد ظلام واندھیرا قائم رہنے کے وقت کو کسی خاص مقدار ودرجہ کے ساتھ محدود ومتعین نہیں کیا گیا۔*

[1] وخرج بالصادق الكاذب وهو ما يطلع مستطيلا بأعلاه ضوء كذنب السرحان وهو الذئب ثم يذهب وتعقبه ظلمة ثم يطلع الفجر الصادق مستطيرا بالراء أى منتشرا وسمى الأول كاذبا لأنه يضىء ثم يسود ويذهب والثانى صادقا لأنه يصدق عن الصبح ويبينه(أسنى المطالب فى شرح روضة الطالب،ج ۱ ص ۱۱۷، كتاب الصلاة، الباب الاول فى مواقيت الصلاة)

وخرج بالأحمر ما بعده من الأصفر ثم الأبيض وبالصادق الكاذب وهو ما يطلع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور شوافع نے یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ صادق سے قبل کاذب ایک ساعت کے لئے غائب

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مستطيلا بأعلاه ضوء كذنب السرحان وهو الذئب ثم يذهب، ويعقبه ظلمة ثم يطلع الفجر الصادق مستطيرا بالراء أى منتشرا وهو ما عبر عنه من زيادته بقوله :معترض إلى آخره وسمى الأول كاذبا؛ لأنه يضىء ثم يسود ويذهب، والثانى صادقا؛ لأنه يصدق عن الصبح ويبينه(الغرر البهية فى شرح البهجة الوردية، ج ا ص ۲۴۵،باب الصلاة)

فدل هذان الحديثان على افتراق حكم الفجرين وتعليق الحكم فى الصلاة والصيام بالثانى منهما دون الأول، والعرب تسمى الأول الفجر الكذاب، لأنه يزول ولا يثبت، وتسمى الفجر الثانى الفجر الصادق، لأنه صدقك عن الصبح(الحاوى الكبير فى فقه الشافعي للماوردى ،ج۲ص ۲۹، كتاب الصلاة، باب وقت الصلاة والأذان والعذر فيه)

(والصبح) يدخل وقتها (بالفجر الصادق، وهو المنتشر ضوء ه معترضا بالأفق) أى نواحى السماء بخلاف الكاذب، وهو يطلع قبل الصادق مستطيلا، ثم يذهب ويعقبه ظلمة(شرح العلامة جلال الدين المحلى على منهاج الطالبين للنووى،متن"حاشيتا قليوبى وعميرة" ج ا ص ۱۳۱، كتاب الصلاة)

ان عبارات میں صبح کاذب کو مستطیل کذنب السرحان فرمایا اور اس کے ختم ہونے اور اس کے بعد اندھیرا ہونے کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا: "ثُمَّ يَذْهَبُ وَتَعْقُبُهُ ظُلْمَةٌ"

پھر لفظِ "ثُمَّ" کے ساتھ فجرِ صادق کے مستقل طور پر طلوع ہونے کا ذکر کیا گیا، اور ظلمت وتاریکی کے زمانہ اور اس کے اور فجرِ صادق کے درمیان کسی خاص زمانے کے تفاوت کو بیان نہیں کیا گیا، لانه يختلف باختلاف الازمنة والامكنة۔

اور اسنی المطالب کی عبارت میں صبح کاذب کی وجہِ تسمیہ بیان کرتے ہوئے اس کے سیاہ ہوجانے اور چلے جانے وختم ہوجانے کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا کہ: "ثُمَّ يَسْوَدُّ وَيَذْهَبُ"

اور اس کے مقابلہ میں صبح صادق کو افق میں معترض ومستطیر فرمایا گیا اور مستطیر کی تفسیر منتشر کے ساتھ کی گئی۔

واعلم أن الفجر فجران :كاذب وصادق، فالكاذب :يطلع أولا مستطيلا كذنب السرحان ويصعد إلى السماء ، فبطلوعه لا يخرج الليل ولا يحرم الطعام والشراب على الصائم، ثم يغيب فيطلع بعده الفجر الصادق مستطيرا ينتشر سريعا فى الأفق، فبطلوعه يدخل النهار ويحرم الطعام والشراب على الصائم(تفسير البغوى ،ج ا ص ۲۳۱،سورة البقرة،رقم الآية ۱۸۷)

اس عبارت سے صبح کاذب کا ذنبِ سرحان کی طرح مستطیل ہونا، اور پھر اس کا غائب ہوجانا، اور اس کے بعد بغیر کسی وقت کی تحدید کے صبح صادق کا طلوع ہونا، اور صادق کی روشنی کا مستطیر اور افق میں تیزی سے منتشر ہونا معلوم ہوا۔

اس عبارت سے بعض اہلِ علم حضرات کا منتشر ہونے کے لیے کسی خاص رفتار یا درجے کی تعیین کرنا راجح معلوم نہیں ہوسکا، کیونکہ مختلف موسموں اور مختلف علاقوں میں سورج کا مدار مختلف حالتوں پر ہوتا ہے، اس لیے سورج کو متعین درجات کو طے کرنے میں مختلف زمانہ درکار ہوتا ہے (کمافی احسن الفتاویٰ جلد۲ صفحہ۱۸۹)

ہو جاتی ہے۔ [1]

علامہ ابنِ حجر ہیتمی شافعی نے تحفۃ المحتاج میں ساعت کی وضاحت بھی عمدہ طریقہ پر فرما دی ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

حَتّٰی تَعْقُبَهٗ ظُلْمَةٌ كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْأَئِمَّةُ وَقَدَّرُوْهَا بِسَاعَةٍ ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ مُرَادَهُمْ مُطْلَقُ الزَّمَنِ ؛ لِأَنَّهَا تَطُوْلُ تَارَةً وَتَقْصُرُ أُخْرٰى (تحفة المحتاج فی شرح المنهاج، ج ا ص ۴۲۶، کتاب الصلاة)

ترجمہ: یہاں تک کہ کاذب کے بعد ظلمت واندھیرا آجاتا ہے، جیسا کہ ائمہ کرام نے تصریح فرمائی ہے۔ اور انہوں نے اس کی مقدار ساعۃ کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔ اور ظاہر بات یہ ہے کہ ائمہ کرام کی ساعۃ سے مراد مطلق زمانہ ہے، کیونکہ وہ زمانہ کبھی لمبا ہوتا ہے، اور کبھی مختصر (تحفۃ المحتاج)

اس سے معلوم ہوا کہ کاذب اور صادق کے درمیان جو اندھیرے کا زمانہ ہے، وہ تھوڑے اور زیادہ وقت سب کو شامل ہے، کیونکہ یہ کبھی زیادہ ہوتا ہے، اور کبھی کم۔

اور کچھ آگے چل کر علامہ ابنِ حجر ہیتمی فرماتے ہیں:

وَاخْتِلَافُ زَمَنِهٖ وَانْعِدَامُهٗ بِالْكُلِّيَّةِ الْمُوَافِقُ لِلْحِسِّ أَوْلٰى مِمَّا ذَكَرَهٗ أَهْلُ الْهَيْئَةِ الْقَاصِرِ عَنْ كُلِّ ذٰلِكَ (تحفة المحتاج فی شرح المنهاج، ج ا ص ۴۲۶، کتاب الصلاة)

---

[1] قال أصحابنا الفجر فجران أحدهما يسمى الفجر الأول والفجر الكاذب والآخر يسمى الفجر الثانى والفجر الصادق فالفجر الأول يطلع مستطيلا نحو السماء كذنب السرحان وهو الذئب ثم يغيب ذلک ساعة ثم يطلع الفجر الثانى الصادق مستطيرا بالراء أى منتشرا عرضا فى الأفق (المجموع شرح المهذب للنووى، ج۳ ص ۴۴، کتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

اس عبارت میں صبح صادق کو مستطیر اور اس کی تفسیر منتشر أعرضاًفی الافق کے ساتھ کی گئی اور اس کے مقابلہ میں کاذب کو مستطیل کذنب السرحان فرمایا گیا اور ساتھ ہی صبح کاذب کے ایک ساعت کے لیے غائب ہونے کی صراحت کی گئی۔

اور علامہ ابنِ حجر ہیتمی شافعی کے کلام میں یہ تحقیق موجود ہے کہ ساعت سے مراد مطلق زمانہ ہے، جو کہ کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

ترجمہ: اور کاذب کے زمانے کا مختلف ہونا (کہ کبھی جلد ظاہر ہو، کبھی بدیر) اور اس کا بالکلیہ منعدم ہوجانا جو حس کے موافق ہے، یہ اولیٰ ہے اس سے جس کا ذکر ان اہلِ ھیئت نے کیا ہے، جو اس کی حقیقت سے پوری طرح واقف نہیں (تحفۃ المحتاج)

اس عبارت میں کاذب کے زمانے کے مختلف ہونے اور اس کے بالکلیہ منعدم ہوجانے کو، جو کہ حس کے موافق ہے (اور اس کا ذکر علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کے حوالہ سے ہی پہلے گزرا) علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ان اہلِ ھیئت کے قول سے اولیٰ قرار دیا، جو اس کی حقیقت سے واقف نہیں۔ [1]

---

[1] آگے چل کر علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

فالحاصل أنه نور يبرزه الله من ذلك الشعاع، أو يخلقه حينئذ علامة على قرب الصبح ومخالفا له فى الشكل ليحصل التمييز وتتضح العلامة العارضة من المعلم عليه المقصود فتأمل ذلك فإنه غريب مهم(تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج ا ص ۴۲٦، كتاب الصلاة)

اس میں کاذب کی ایک حکمت کو بیان کیا گیا ہے، اور حکمت پر حکم کا دارومدار نہیں ہوتا، بخلاف علت کے۔

دوسرے ''قربِ صبح'' کے مفہوم میں نصف لیل کے بعد کا وقت، اور سبع لیل کا وقت اور اس سے بھی بعد کا وقت سب داخل ہیں۔

چنانچہ تحفۃ المحتاج میں ہے:

والمندوب ( فمن نصف الليل ) كالدفع من مزدلفة ولأن العرب تقول حينئذ انعم صباحا وصحيح الرافعى أنه فى الشتاء حين يبقى سبع وفى الصيف حين يبقى نصف سبع لخبر فيه رده المصنف بأن الحديث باطل واختير تحديده بالسحر وهو السدس الأخير (تحفة المحتاج فى شرح المنهاج ،ج ا ص ۴۷٦، ۴۷۷، كتاب الصلاة، فصل فى الآذان والاقامة)

اور اس کے حاشیہ شروانی میں ہے:

(قوله :ولأن العرب) إلى قوله واختير فى المغنى (قوله :ولأن العرب إلخ) عبارة المغنى وإنما جعل وقته فى النصف الثانى؛ لأنه أقرب إلى الصبح إذ معظم الليل قد ذهب وقرب الأذان من الوقت فهو منسوب إلى الصبح ولهذا تقول العرب بعده انعم صباحا اهـ.

(قوله :حين يبقى سبع إلخ) ويدخل سبع الليل الآخر بطلوع الفجر الأول(حاشية الشروانى علىٰ تحفة المحتاج فى شرح المنهاج ،ج ا ص ۴۷٦، ۴۷۷، كتاب الصلاة، فصل فى الآذان والاقامة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کچھ آگے چل کر علامہ ابنِ حجر نے تحفۃ المحتاج میں ابو جعفر بصری کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ:

**عِنْدَ بَقَاءِ نَحْوِ سَاعَتَيْنِ يَطْلُعُ مُسْتَطِيْلًا إِلٰى نَحْوِ رُبْعِ السَّمَاءِ كَأَنَّهٗ عَمُوْدٌ وَرُبَّمَا لَمْ يُرَ إِذَا كَانَ الْجَوُّ نَقِيًّا شِتَاءً وَأَبْيَنُ مَا يَكُوْنُ إِذَا كَانَ الْجَوُّ كَدِرًا صَيْفًا أَعْلَاهُ دَقِيْقٌ وَأَسْفَلُهٗ وَاسِعٌ** (تحفة المحتاج فی شرح المنهاج، ج ا ص ۴۲۶، کتاب الصلاة)

ترجمہ: رات کے دو گھنٹے باقی رہنے کے وقت مستطیل (کاذب) طلوع ہوتی ہے، تقریباً چوتھائی آسمان تک، گویا کہ وہ ستون ہے، اور بسا اوقات وہ نظر نہیں آتی، جبکہ فضا صاف ہو سردی کے موسم میں، اور زیادہ واضح اس وقت ہوتی ہے، جبکہ فضا مکدر ہو گرمی کے موسم میں، اس کا اوپر والا حصہ تنگ اور نیچے والا کشادہ ہوتا ہے (تحفۃ المحتاج)

اس سے معلوم ہوا کہ ابو جعفر بصری کے نزدیک رات کے دو گھنٹے کے قریب باقی رہنے کے وقت کاذب طلوع ہوتی ہے (جیسا کہ بعض نے سبعِ لیل میں ظاہر ہونا فرمایا ہے)

اور بعض موسموں اور حالتوں میں اکثر یہ نظر نہیں آتی، اور بعض میں زیادہ واضح نظر آتی ہے۔

اور ابراہیم اصبحی نے ابو جعفر بصری کے قول کو یہ کہہ کر رد کیا ہے، کہ انہوں نے پچاس سال اس کا مشاہدہ کیا، لیکن اس کو کبھی غائب ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اس عبارت میں نصف لیل کے بعد کے وقت کو اقرب الی الصبح قرار دیا جا رہا ہے، اور اوپر کی عبارت میں تو اس سے بھی کمزور ''قربِ صبح'' کے الفاظ ہیں۔ علامہ ابنِ حجر کی تحفۃ المحتاج اور اس کے حاشیہ شروانی کی عبارات سے معلوم ہوا کہ نصف لیل کے بعد کسی بھی وقت صبح کاذب کے ظہور پر یہ حکمت صادق آتی ہے۔

معلوم ہوا کہ صبح کاذب کے نصف لیل کے بعد ظاہر ہونے اور بعض اوقات صبح صادق سے متصل ہونے کی صورت میں اس حکمت کا ثبوت ان ہی حضراتِ گرامی کی عبارات سے ہو رہا ہے۔

لہٰذا نصف لیل کے بعد کسی بھی وقت صادق سے قبل کاذب کے ظہور پر یہ حکمت بہر حال صادق آتی ہے، اس کی مزید تفصیل ''کشف الغطاء عن وقت الفجر والعشاء'' میں ذکر کر دی گئی ہے۔

لہٰذا اس کے غائب ہونے اور دوبارہ لوٹ کر آنے کا گمان وہم ہے، یا پھر یہ مختلف موسموں کے لحاظ سے مختلف ہوجاتی ہے۔ [1]

اور ہمارے نزدیک ابوجعفر بصری کا مشاہدہ اپنی جگہ درست ہے، اور ابراہیم اصبحی کا اپنی جگہ درست ہے، کیونکہ ان دونوں کے یہ مشاہدات الگ الگ مقامات سے متعلق ہیں۔

چنانچہ بعض علاقوں میں اس کا ہمیشہ بہتر طریقہ پر مشاہدہ ممکن ہے، اور بعض علاقوں میں مخصوص موسموں میں ہی ممکن ہے۔

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ تفصیلی کلام کے بعد آخر میں فرماتے ہیں کہ:

أَنَّـهُ يَـخْـتَـلِفُ بِـاخْـتِلَافِ الـنَّـظَـرِ لِاخْـتِلَافِـهِ بِـاخْـتِلَافِ الْفُصُوْلِ ، وَالْـكَـيْفِيَّاتِ الْعَارِضَةِ لِمَحَلِّهِ قَدْ يَدُقُّ فِيْ بَعْضِ ذٰلِكَ حَتّٰى لَا يَكَادُ يُرٰى أَصْلًا (تحفة المحتاج فی شرح المنهاج ،ج ا ص ۴۲۷، کتاب الصلاة)

ترجمہ: کاذب کا منظر موسموں کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہوجاتا ہے، اور ان کیفیات کی وجہ سے جو کاذب کے مقام پر پیش آتی ہیں، بعض اوقات کاذب کے بعض اجزاء اتنے دقیق ہوجاتے ہیں کہ وہ بالکل نظر ہی نہیں آتی (تحفۃ المحتاج)

ملحوظ رہے کہ اسی عبارت پر علامہ ابنِ حجر نے صبح کاذب کی تحقیق میں اپنے تفصیلی کلام کا اختتام فرمایا ہے۔ [2]

---

[1] ورده بأنه رصده نحو خمسين سنة فلم يره غاب وإنما ينحدر ليلتقي مع المعترض في السواد ويصيران فجرا واحدا وزعم غيبته ، ثم عوده وهم ، أو رآه يختلف باختلاف الفصول فظنه يذهب (تحفة المحتاج فی شرح المنهاج ،ج ا ص ۴۲۷، کتاب الصلاة)

[2] علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ نے معارف السنن جلد۲ صفحہ ۲۸ پر حضرت علامہ انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ کے حوالے سے صبح کا وقت مختلف ہونا بیان کیا ہے، اور اس کی نسبت علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی طرف فرمائی ہے، اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ سے بھی علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کے قول کا نقل ہونا ذکر فرمایا ہے۔

مگر احسن الفتاویٰ جلد۲ صفحہ ۱۸۸و۱۸۹؛ پر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے اس کی مختلف طریقوں سے تردید فرمائی ہے، جس میں روح المعانی میں علامہ ہیثمی کے قول کا دستیاب نہ ہونا بھی ذکر فرمایا ہے، اور تحفۃ المحتاج کی عبارت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز فقہائے شافعیہ نے یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ کاذب وصادق کے درمیان مطلق وقفے اور زمانے کا معاملہ (جو کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتا ہے) اس وقت ہے، جبکہ کاذب صادق سے منفصل ہو، ورنہ بعض اوقات یہ صادق سے متصل بھی ہو جاتی ہے۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کا ایک حصہ تحریر فرما کر اس میں بھی تاویل فرمائی ہے۔

مگر ہمیں غور کرنے سے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی اس تردید وتاویل سے اتفاق نہیں ہوسکا، کیونکہ علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی یہ تمام بحث کاذب کے بارہ میں ہے، اوران کے مذکورہ بالا کلام سے صبح کاذب کا وقت اور درمیان کے وقفہ کا مختلف ہونا بصراحت معلوم ہو چکا، فی قولہٖ ''حَتَّى تَعْقُبَهُ ظُلْمَةٌ كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْأَئِمَّةُ وَقَدَّرُوهَا بِسَاعَةٍ ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ مُرَادَهُمْ مُطْلَقُ الزَّمَنِ ؛ لِأَنَّهَا تَطُولُ تَارَةً وَتَقْصُرُ أُخْرَى ''وفی قولہٖ ''واختلاف زمنه الخ''

اورعلامہ آلوسی رحمہ اللہ نے بھی روح المعانی میں علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کا یہ کلام نقل فرمایا ہے، جس میں امام قرافی مالکی کا قول بھی مذکور ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

> وذكر أفضل المتأخرين العلامة أحمد بن حجر الهيثمى أن لأهل الهيئة فى تحقيق الصبح الكاذب كلاما طويلا مبنيا على الحدس المبنى على قاعدة الحكماء الباطلة كمنع الخرق والالتئام على أنه لا يفى ببيان سبب كون أعلاه أضوأ مع أنه أبعد من أسفله عن مستمده وهو الشمس ولا ببيان سبب انعدامه بالكلية حتى تعقبه ظلمة كما صرح به الأئمة وقدروها بساعة.
>
> والظاهر أن مرادهم مطلق الزمن لأنها تطول تارة وتقصر أخرى وهذا شأن الساعات الزمانية المسماة بالمعوجة ويقابلونها بالساعات المستوية المقدر كل منها دائما بخمس عشرة درجة .وزعم بعض أهل الهيئة عدم انعدامه وإنما يتناقص حتى ينغمر فى الصادق وقد تقدم لک ذلک فيما نقلناه لک عنهم ولعله بحسب التقدير لا الحس، وفى خبر مسلم لا يغرنكم أذان بلال ولا هذا العارض لعمود الصبح حتى يستطير أى ينتشر ذلک العمود فى نواحى الأفق ويؤخذ من تسميته عارضا للثانى شيئان، أحدهما أنه يعرض للشعاع الناشىء عنه الصبح، الثانى انحباس قرب ظهوره كما يشعر به التنفس فى قوله سبحانه :والصبح إذا تنفس ،فعند ذلک الانحباس يتنفس منه شىء من شبه كوة، والمشاهد فى المنحبس إذا خرج بعضه دفعة أن يكون أوله أكثر من آخره، وهذا لكون كلام الصادق قد يدل عليه ولإنبائه عن سبب طوله وإضاء ة أعلاه واختلاف زمنه وانعدامه بالكلية الموافق للحس أولى مما ذكره أهل الهيئة القاصر عن كل ذلک(تفسير روح المعانى، ج۴ص۲۱۸، تحت آيت ۹۶، سورة الانعام)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے علامہ ابنِ حجر کے قول کو صادق قرار دیا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ تحفۃ المحتاج کے حاشیہ شروانی میں ہے:

( قَوۡلُهُ:ثُمَّ تَعۡقُبُهُ ظُلۡمَةٌ ) أَیۡ غَالِبًا وَقَدۡ يَتَّصِلُ بِالصَّادِقِ (حاشية الشروانی علیٰ تحفة المحتاج شرح المنهاج، ج ا ص ۴۲۵، کتاب الصلاة)

ترجمہ: ماتن کا قول کہ پھر کاذب کے بعد ظلمت پیدا ہوتی ہے، یعنی غالب درجے میں ایسا ہوتا ہے، اور بعض اوقات کاذب صادق کے ساتھ متصل بھی ہوجاتی ہے (حاشیۃ الشروانی)

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قوله :(حين يطلع الفجر اهـ) قال علماء الرياضى :إن طلوع الفجر الكاذب على ثمانية عشر درجة، وطلوع الفجر الصادق خمسة عشر، ورد عليهم ابن حجر المكى الشافعى فى تحفة المحتاج بأن الصبح قد يتقدم وقد يتأخر وكذلک قال الفقهاء، وذكر الشيخ فى تفسيره روح المعانى قطعة تحفة المحتاج، أقول :إن قول ابن حجر صادق، وقال أرباب الرياضى الجديد ربما نشاهد قرص الشمس بالأعين مع أنها غير طالعة، وذكروا له مثال(العرف الشذى، ج ا ص ۱۸۱، ابواب الصلاة، باب ما جاء فى مواقيت الصلاة عن النبى صلى الله عليه وسلم)

اور حضرت بنوری رحمہ اللہ نے حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں:

والحق ماقاله ابن حجر (معارف السنن ج ۲ ص ۲۸، تحقيق الصبح الصادق والكاذب، ابواب الصلاة)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی ایک عبارت پیچھے گزر چکی ہے، جس میں انہوں نے کاذب کے بارے میں مختلف اقوال ذکر فرمائے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ ابنِ حجر اور صاحبِ روح المعانی رحمہما اللہ کی یہ تمام بحث دراصل صبح کاذب کے بارے میں ہے، اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی ''العرف الشذی، جزء۲صفحہ۲۹'' میں مذکور صریح عبارت سے بھی صبح کاذب کے بارے میں یہ بحث مؤثر معلوم ہوتی ہے، یہ عبارت بھی پہلے گزر چکی ہے۔

جہاں تک صبح صادق کا معاملہ ہے تو اس کے متعلق علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے خود 18 درجے زیرِ افق کی تصریح فرمائی ہے، اور آگے مستقل عنوان کے تحت ہم نے علامہ آلوسی رحمہ اللہ کا کلام ذکر کردیا ہے، جس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

ثم الظاهر ان تنفس الصبح وضيائه بواسطة قرب الشمس الى الافق الشرق بمقدار معين وهو فى المشهور ثمانية عشر جزء ا (روح المعانى، ج۵ ا ص ۲۶۳، سورة التكوير)

جس سے معلوم ہوا کہ یہ حضرات صبح کاذب کے وقت اور وقفہ کے کسی خاص درجہ پر متعین ہونے کے اور خاص کر علامہ کشمیری رحمہ اللہ بعض ازمنہ وامکنہ میں سرے سے کاذب کے ظاہر ہونے کے ہی قائل نہیں۔

علامہ بجیرمی شافعی فرماتے ہیں:

**قَوْلُهُ ( ثُمَّ تَعْقُبُهُ ) أَيْ فِي بَعْضِ الْأَوْقَاتِ وَقَدْ يَتَّصِلُ بِالصَّادِقِ( وَبَعْدَ اَسْطُرٍ)قَالَ الشَّيْخُ جَلَالُ الدِّيْنِ إِمَامُ الْفَاضِلِيَّةِ :وَهُوَ يَطْلُعُ إِذَا بَقِيَ مِنَ اللَّيْلِ السُّبُعُ** (تحفة الحبيب على شرح الخطيب) [1]

ترجمہ: ماتن کا قول کہ کاذب کے بعد اندھیرا پیدا ہوتا ہے، یعنی بعض اوقات ایسا ہوتا ہے، اور کبھی کاذب صادق کے ساتھ متصل بھی ہوجاتی ہے (اور چند سطور کے بعد ہے) شیخ جلال الدین امامُ الفاضلیہ نے فرمایا کہ کاذب اس وقت طلوع ہوتی ہے، جب رات کا ساتواں حصہ باقی رہ جاتا ہے (تحفۃ الحبیب)

اس عبارت میں صراحت ہے کہ صبح کاذب کے بعد بعض اوقات اندھیرا پیدا ہوتا ہے، اور کبھی صادق کے ساتھ متصل بھی ہوجاتی ہے، جبکہ امام الفاضلیہ شیخ جلال الدین کے بقول سبع لیل باقی رہنے کے وقت میں یہ طلوع ہوتی ہے۔

اور بھی متعدد فقہاء نے صبح کاذب کے سبع اللیل میں نظر آنے کی تصریح فرمائی ہے۔ [2]

---

[1] ج ۱ ص ۳۹۴، کتاب الصلاۃ، وقت العشاء.

[2] چنانچہ تحفۃ المحتاج کے حاشیہ شروانی میں ہے:

(قوله :حين يبقى سبع إلخ) ويدخل سبع الليل الآخر بطلوع الفجر الأول(حاشية الشرواني علىٰ تحفة المحتاج فى شرح المنهاج ،ج ا ص ۴۲۶، ۴۲۷،كتاب الصلاة، فصل فى الآذان والاقامة)

اور علامہ شہاب الدین احمد القلیوبی فرماتے ہیں:

ويخرج على الاصح بطلوع الفجر الثانى المسمى بالفجر الصادق لصدقه بوجود النهار اذ لاتعقبه ظلمة وهو ضوء حاجب الشمس الاعلى عند ارادة طلوعها وهو يطلع مستطيلا اى منتشرا معترضا بنواحى الافق بخلاف الكاذب لكذبه فى وجود النهار اذ يعقبه ظلمة وهو يطلع على نحوسبع الليل مستطيلا الىٰ جهة العلو مستدقا كذنب السرحان اى الذئب ثم يذهب ويعقبه ظلمة كما مر (الهداية من الضلالة فى معرفة الوقت والقبلة من غير آلة ص ۱۰ ، مكتبة جامعة الرياض ، رقم المخطوطة ۷۹۴)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات بیاضِ مستطیل (یعنی صبح کاذب) کا طلوع سبع لیل آخر میں ہوتا ہے، اگر رات بارہ گھنٹے کی ہو، تو سبعِ لیل صبح صادق سے تقریباً پونے دو گھنٹے پہلے، اور اگر آٹھ گھنٹے کی ہو تو ایک گھنٹہ اور نو منٹ کے لگ بھگ بنتی ہے۔

اور پیچھے صاحبِ روح المعانی اور علامہ کشمیری رحمہ اللہ وغیرہ کے حوالہ سے بھی متصل و منفصل ہونے کے بارے میں اسی قسم کی تفصیل ذکر کی جا چکی ہے، اور متصل ہونے کی وضاحت بھی پیچھے گزر چکی ہے۔

معلوم ہوا کہ صبح کاذب کا وقت مختلف ہوسکتا ہے۔ اور یہ عموماً بالکلیہ منعدم ہوجاتی ہے، اور اس کے انعدام کا زمانہ مختلف اور کم وبیش ہوتا ہے جو کہ بہت طویل بھی ہوسکتا ہے اور قصیر بھی، اور یہ بعض اوقات صادق سے متصل بھی ہوسکتی ہے۔

جس سے بیاضِ مستطیل کے طلوع کے زمانے کا بھی مختلف ہونا معلوم ہوا۔

اور بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق بعض ازمنہ وامکنہ میں اس کو دیکھا جانا ممکن نہیں ہوتا۔

(علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے حوالہ سے یہ جامع تحقیق پہلے گزر چکی ہے)

اور یہ پہلے عرض کیا جاچکا کہ جن حضرات نے اس کا ہمیشہ مشاہدہ فرمایا، وہ اختلافِ مکان کی وجہ سے ہے۔

اور مالکیہ سے بھی اسی قسم کی تفصیل منقول ہے۔ [1]

---

[1] المسألة الأولى الفجر :هو أول أوقات النهار الذى هو أحد قسمى الزمان ؛ وهو كما قدمنا فجران :أحدهما البياض الذى يبدو أولا ثم يخفى ؛ وهو الذى تسميه العرب ذنب السرحان لطرآنه ثم إقلاعه .والثانى :هو البادى متماديا ؛ ويسمى الأول المستطيل ؛ لأنه يبدو كالحبل المعلق من الأفق أو الرمح القائم فيه ؛ ويسمى الثانى المستطير ؛ لأنه ينتشر عرضا فى الأفق ، ويسمى الأول الكاذب ؛ وليس يتعلق به حكم .ويسمى الثانى الصادق لثبوته ؛ وبه تتعلق الأحكام كما تقدم (احکام القرآن لابن العربی ، ج۴ص۳۸۵،سورۃ الفجر،آیت ۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ فجر کاذب جس کا نام ذنب سرحان ہے، اور وہ مستطیل ہوتی ہے، وہ ظاہر ہونے کے بعد ختم اور مخفی ہوجاتی ہے، اور اس کے ختم ومخفی ہونے کے بعد صبح صادق طلوع ہوتی ہے، اور صبح صادق افق پر منتشر ہوتی ہے، اور وہ ختم نہیں ہوتی۔

والحاصل أن الفجر معناه البياض ويتنوع إلى كاذب وصادق وكلاهما من نور الشمس إلا أن الكاذب لا ينتشر لدقته وينقطع بالكلية إذا قرب زمن الصادق والصادق ينتشر لقربها ويعم الأفق(الفواكه الدواني علىٰ رسالة ابن ابی زيد القيروانی،ج ۱ ص۱۶۵ ، باب فى أوقات الصلاة وأسمائها)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بلکہ متعدد مالکیہ نے کاذب کے صرف بعضِ شتاء میں ہی نظر آنے کا حکم لگایا ہے۔

چنانچہ شہاب الدین احمد بن ادریس القرافی مالکی فرماتے ہیں:

**وَأَوَّلُ وَقْتِهَا طُلُوْعُ الْفَجْرِ الْمُسْتَطِيْرِ الصَّادِقِ وَهُوَ الثَّانِيُ وَلَا يُعْتَبَرُ الْأَوَّلُ اَلْكَاذِبُ وَهُوَ الَّذِيْ لَا يَمْتَدُّ مَعَ الْأُفُقِ بَلْ يَطْلُبُ وَسْطَ السَّمَاءِ وَكَثِيْرٌ مِنَ الْفُقَهَاءِ لَا يَعْرِفُ حَقِيْقَتَهٗ وَيَعْتَقِدُ أَنَّهٗ عَامُ الْوُجُوْدِ فِيْ سَائِرِ الْأَزْمِنَةِ وَهُوَ خَاصٌّ بِبَعْضِ الشِّتَاءِ وَسَبَبُ ذٰلِكَ أَنَّهُ الْمُجَرَّةُ فَمَتٰى كَانَ الْفَجْرُ بِالْبَلَدَةِ وَنَحْوِهَا طَلَعَتِ الْمُجَرَّةُ قَبْلَ الْفَجْرِ وَهِيَ بَيْضَاءُ فَيَعْتَقِدُ أَنَّهَا الْفَجْرُ فَإِذَا بَايَنَتِ الْأُفُقَ ظَهَرَ مِنْ تَحْتِهَا الظَّلَامُ ثُمَّ يَطْلُعُ الْفَجْرُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمَّا غَيْرَ الشِّتَاءِ فَيَطْلُعُ أَوَّلَ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفَهٗ فَلَا يَطْلُعُ آخِرَهٗ إِلَّا الْفَجْرُ الْحَقِيْقِيُّ** (الذخيرة للقرافي) [1]

ترجمہ: اور صبح کا اول وقت فجرِ مستطیر صادق ہے، اور یہ دوسری فجر ہے، اور پہلی کاذب کا کوئی اعتبار نہیں، اور کاذب وہ ہے جو اُفق کے ساتھ چوڑائی میں ممتد نہیں ہوتی، بلکہ آسمان کے درمیان لمبائی میں ہوتی ہے، اور فقہاء میں سے بہت سے اس کی حقیقت سے واقف نہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام زمانوں میں بالعموم موجود ہوتی ہے، حالانکہ یہ بعض سردیوں کے موسم کے ساتھ خاص ہے، اور کاذب کا سبب مجرۃ ہے، پس جب اونچے عرض البلد یا اس کے لگ بھگ مقام پر فجر ہوتی

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اس عبارت میں فجرین کو سورج کی روشنی کا اثر بتلایا گیا ہے۔

وہ الگ بات ہے کہ صادق کا اثر افق پر براہِ راست ہو اور کاذب کا براہِ راست نہ ہو۔ کما سیجیئ۔

اور فجرِ کاذب کے بارے میں یہ تصریح فرمائی کہ ”لا ینتشر لدقته وینقطع بالکلیة“ اور اس کے مقابلے میں صبح صادق کے بارے میں ”ینتشر“ اور پھر ”ویعم الافق“ کی تصریح فرمائی۔

[1] ج ۲ ص ۱۹، کتاب الصلاۃ، الفصل السادس فی وقت الصبح۔

ہے، تو مجرۃ فجر سے پہلے طلوع ہوتی ہے، اور وہ سفید ہوتی ہے، پس اس کے بارے میں فجر ہونے کا گمان ہو جاتا ہے، پس جب یہ افق سے ممتاز ہوتی ہے، تو اس کے نیچے سے اندھیرا ظاہر ہوتا ہے، پھر اس کے بعد (اُفق سے) حقیقی فجر طلوع ہوتی ہے، اور غیرِ شتاء میں رات کی ابتداء یا نصف حصے کے قریب ہی یہ کاذب طلوع ہوتی ہے، اور رات کے آخر میں صرف فجرِ حقیقی ہی طلوع ہوتی ہے (الذخیرہ)

فائدہ: امام قرافی (جن کا علمی وفنی مقام مسلّم ہے) صبح صادق کو مستطیر فرما کر اور اس کے مقابلہ میں کاذب کو لمبی بتلا کر کتنی وضاحت وصراحت کے ساتھ یہ فرما رہے ہیں کہ:

"وَ کَثِیْرٌ مِّنَ الْفُقَھَاءِ لَایَعْرِفُ حَقِیْقَتَہٗ وَیَعْتَقِدُ اَنَّہٗ عَامُ الْوُجُوْدِ فِیْ سَائِرِ الْاَزْمِنَۃِ" الخ

اس سے معلوم ہوا کہ بعض علاقوں بالخصوص اونچے عرض البلد میں بیاضِ مستطیل صرف مخصوص زمانے میں ہی نظر آتی ہے، اور بعض زمانوں میں یہ اولِ لیل میں یا نصفِ لیل میں طلوع ہوتی ہے۔

اور یہ بات پہلے ہی ذکر کی جا چکی ہے کہ جن فقہاء نے اس کے ہمیشہ مشاہدہ کرنے کا ذکر فرمایا، وہ دوسرے علاقوں (یعنی کم عرض البلد) کے اعتبار سے ہے، فَلَا تَعَارُضَ بَیْنَھُمَا۔ [1]

اور امام قرافی نے بعضِ شتاء کو صیف کے مقابلہ میں استعمال فرمایا ہے (جیسا کہ "غیر الشتاء" کے تقابل سے واضح ہے) اور موسمِ خزاں ابتدائے شتاء ہے، اس لئے وہ بعضِ شتاء میں داخل ہے، اور فنی لحاظ سے آج بھی یہ بات درست ہے۔ [2]

---

[1] اور اسی وجہ سے دوسروں کے مشاہدہ سے امام قرافی کے مشاہدہ کی تردید نہیں ہوتی۔

[2] البتہ امام قرافی نے اس کا سبب "مجرۃ" کو قرار دیا ہے، لہٰذا امام قرافی رحمہ اللہ کے کلام کے دو حصے ہیں، ایک کاذب کا بعضِ شتاء میں نظر آنا، اور دوسرے صبح کاذب کا سبب "مجرۃ" ہونا، اور ان دونوں چیزوں میں اختلاف موجود ہے،، اب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور مالکیہ کی بعض دوسری کتب میں بھی کاذب کے بعضِ شتاء میں نظر آنے کے قول کو اختیار کیا گیا ہے۔

چنانچہ محمد بن عبداللہ حرشی مالکی فرماتے ہیں:

**یَکُوْنُ فِیْ فَصْلِ الشِّتَاءِ ثُمَّ یَغِیْبُ وَیَطْلُعُ الْفَجْرُ الصَّادِقُ بَعْدَہٗ** (منح الجلیل شرح مختصر خلیل، ج ا ص ۱۸۲، باب فی بیان أوقات الصلوات الخمس)

ترجمہ: کاذب فصلِ شتاء (یعنی سردی کے موسم) میں ہوتی ہے، پھر غائب ہوجاتی ہے، اور اس کے بعد صادق طلوع ہوتی ہے (منح الجلیل)

مالکیہ کی شرحُ الکبیر کتاب میں ہے:

**وَھُوَ الْمُسْتَطِیْرُ أَیِ الْمُنْتَشِرُ ضِیَاؤُہٗ حَتّٰی یَعُمَّ الْأُفُقَ اِحْتِرَازًا مِّنَ الْکَاذِبِ وَھُوَ الْمَسْتَطِیْلُ بِاللَّامِ وَھُوَ الَّذِیْ لَایَنْتَشِرُ بَلْ یَطْلُبُ وَسْطَ السَّمَاءِ دَقِیْقًا یَشْبَہُ ذَنَبَ السِّرْحَانِ، وَلَایَکُوْنُ فِیْ جَمِیْعِ الْاَزْمَانِ بَلْ فِی الشِّتَاءِ** (الشرح الکبیر، ج ا ص ۱۷۸، ۱۷۹، الجزء الاول، بیان اوقات الصلاۃ)

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اگر صبح کاذب کا سبب کوئی اور تسلیم کرلیا جائے، تو اس سے امام قرافی رحمہ اللہ کے کلام کے پہلے حصے کی نفی لازم نہیں آتی، کیونکہ اس کا تعلق مشاہدہ سے ہے۔

اور اہلِ ھیئت نے اس کا جو سبب بیان کیا ہے (جس پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اطمینان کا اظہار فرمایا ہے) اس کی موجودہ دور میں مزید تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ واقعتاً بعض علاقوں میں یہ بعض فصول میں نظر نہیں آتی۔

پھر اگر امام قرافی رحمہ اللہ کے کلام میں استعمال شدہ لفظ ''مجرۃ'' سے کہکشاں مراد لی جائے، جو ستاروں کے جھمگٹوں کے سبب نظر آتی ہے، اور اس کو آج کل کی سائنس کی زبان میں ''Galaxy'' کہا جاتا ہے۔

تو فنی اعتبار سے یہ بعضِ شتاء اور وہ بھی صبح صادق سے قبل کے ساتھ خاص نہیں، البتہ ماہرین کے بقول بروجی روشنی کی چمک بہترین حالت پر ملکی وے (Milky way) کی روشنی کے برابر یا قریب ترین ہوسکتی ہے، نیز اس سے بعض اوقات بروجی روشنی کا دھوکا ہوسکتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

لہٰذا فنی تحقیق سے اگر امام قرافی کے بیان کردہ سبب کے علاوہ کسی اور سبب کا ہونا راجح معلوم ہو، تو اس سے امام قرافی کے کلام کا پہلا حصہ ہرگز متاثر نہیں ہوگا، کیونکہ وہ مشاہدہ پر مبنی ہے (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''کشف الغطاء عن وقت الفجر والعشاء'')

ترجمہ: صبح صادق وہ ہے جو کہ مستطیر یعنی اس کی روشنی منتشر (یعنی پھیلنے والی) ہوتی ہے، یہاں تک کہ پورے افق کو گھیر لیتی ہے۔

اس (منتشر) لفظ سے کاذب سے احتراز ہوگیا، کیونکہ وہ مستطیل ہوتی ہے باللام، اور وہ منتشر نہیں ہوتی، بلکہ آسمان کے درمیان میں لمبی اور دقیق ہوتی ہے، جو ذنبِ سرحان کے مشابہ ہوتی ہے، اور یہ (مستطیل) تمام زمانوں میں نہیں ہوتی، بلکہ سردیوں کے موسم میں ہوتی ہے (الشرح الکبیر)

فائدہ: شتاء کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

مالکیہ کے متعدد حوالوں کے بعد اس قول کو مالکیہ کا مشہور قول قرار دیا جانا ممکن ہے، ورنہ کم از کم فنی حقائق کے قریب ہونے میں تردد نہیں ہونا چاہیے۔

کیونکہ جدید ترین عالمی رصد گاہوں کے مشاہدات سے یہ بات پہچان لی گئی ہے کہ سورج کی یہ مستطیل روشنی بعض علاقوں میں سال کے مخصوص ایام وماہ میں ہی مشاہدہ کی جاسکتی ہے۔

علامہ ابنِ حجر اور علامہ آلوسی وکشمیری رحمہم اللہ وغیرہ بھی کاذب وصادق کے درمیان وقفہ کے مختلف ہوتے رہنے اور انفصال کے علاوہ بعض اوقات اتصال اور بعض اوقات بالکلیہ انعدام کا فرما چکے ہیں۔ کمامر۔ اس لئے اس موقف میں مالکیہ تنہا نہیں ہیں۔ [1]

---

[1] اور تفسیر نیشاپوری میں ہے:

فيكون أول الفجر الكاذب إن كان الضوء مرتفعاً عن الأفق بعد ، وأول الفجر الصادق إذا قرب من الأفق جداً وانبسط النور (تفسير النيسابوري ج ا ص ۴۵۵، سورة البقرة)

اس عبارت میں کاذب کی روشنی کے افق سے دُور مرتفع ہونے اور صادق کے افق سے قریب ہونے اور اس کی روشنی کے منبسط ہونے کی شرط مذکور ہے، کیونکہ کاذب کی روشنی صبح صادق کی روشنی کی طرح افق پر نہیں ہوتی، بلکہ اس سے فاصلے پر ہوتی ہے، اور اگر یہ روشنی اوپر کی طرف مرتفع نہیں ہوگی بلکہ دائیں بائیں افق کی دھندلی پٹی کے پیچھے ہوگی تو پھر ظاہر نہیں ہوگی۔

اور جدید تحقیق سے بھی یہی معلوم ہوا کہ مستطیل ذنب سرحان کے مثل یہ بروجی روشنی ہے جو افق سے دور ہوتی ہے اور اگر اس کا دائرۃ البروج عمودی نہ ہو، بلکہ دائیں بائیں غیر معمولی مائل ہو، تو بوجہ بعد اور افق کی دھندلی پٹی کے یہ نظر نہیں آپاتی، فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ عَلَیْہِ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

گزشتہ تفصیلات کے پیشِ نظر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ طلوعِ صبح صادق کی روشنی سے نہارِ شرعی کا آغاز ہوتا ہے اور وہ طلوعِ شمس ونہارِ عرفی کا مقدمہ ہوتی ہے، اور وہ افق میں معترض ومنتشر یعنی پھیلنے والی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اس کی روشنی میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا رہتا ہے، اور معتدل علاقوں میں یہ ہمیشہ ظاہر ہوتی ہے، وہ الگ بات ہے کہ کسی وقت عارض کی وجہ سے اس کی ابتدائی روشنی نظر نہ آئے۔ جیسا کہ آگے آتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علامہ ابنِ حزم فرماتے ہیں:

**مسألة :الشفق، والفجر.قال على :-الفجر :فجران -والشفق :شفقان .والفجر الأول: هو المستطيل المستدق صاعدا فى الفلك كذنب السرحان،وتحدث بعده ظلمة فى الأفق :-لا يحرم الأكل ولا الشرب على الصائم؛ ولا يدخل به وقت صلاة الصبح :- هذا لا خلاف فيه من أحد من الأمة كلها .والآخر :هو البياض الذى يأخذ فى عرض السماء فى أفق المشرق فى موضع طلوع الشمس فى كل زمان، ينتقل بانتقالها، وهو مقدمة ضوئها، ويزداد بياضه؛ وربما كان فيه توريد بحمرة بديعة(المحلى بالآثار ج٢ص ٢٢٣، ٢٢٤، كتاب الصلاة، اوقات الصلاة، مسألة فى بيان الشفق والفجر وتعريفهما وبيان أنواعهما)**

اس سے معلوم ہوا کہ کاذب مستطیل اور دقیق ذنب سرحان کے مثل ہوتی ہے اور اس کے بعد افق پر ظلمت وتاریکی پیدا ہوتی ہے، اور صادق سورج کے طلوع کا مقدمہ ہوتی ہے، جو معترض ہوتی ہے اور اس کے بعد روشنی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، اور بعض اوقات صادق کے ساتھ سرخی کی جھلک بھی ہوسکتی ہے، جس کا ہم نے اپنے مقام پر تفصیلاً ذکر کردیا ہے۔

اور محمد بن صالح عثیمین فرماتے ہیں:

**والفرق بين الفجر الصادق والكاذب من ثلاثة وجوه: الوجه الأول :الفجر الكاذب يكون مستطيلاً فى السماء ليس عرضاً ولكنه طولاً، وأما الفجر الصادق يكون عرضاً يمتد من الشمال إلى الجنوب .الفرق الثانى :أن الفجر الصادق لا ظلمة بعده، بل يزداد الضياء حتى تطلع الشمس، وأما الفجر الكاذب فإنه يحدث بعده ظلمة بعد أن يكون هذا الضياء ، ولهذا سمى كاذباً؛ لأنه يضمحل ويزول.**

**الفرق الثالث :أن الفجر الصادق متصل بالأفق، أما الفجر الكاذب فبينه وبين الأفق ظلمة، هذه ثلاثة فروق آفاقية حسية يعرفها الناس إذا كانوا فى البر، أما فى المدن فلا يعرفون ذلك، لأن الأنوار تحجب هذه العلامات (تفسير العثيمين جزء عم،ص ١٨٦، ١٨٧، تفسير سوة الفجر)**

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن کاذب کی روشنی اوّلاً تو نہارِ شرعی کا مبدء یا جز اور طلوعِ شمس و نہارِ عرفی کا مقدمہ نہیں ہوتی، اور وہ ذنبِ سرحان کی طرح اُفق سے اوپر آسمان میں مستطیل ہوتی ہے، اور اس کی روشنی میں اضافہ نہیں ہوتا، بلکہ عام طور پر ختم ہو جاتی ہے، اور اس کے بعد اندھیرا چھا جاتا ہے، اور کبھی اس کا صادق سے اتصالِ زمانی اور صادق کا اس سے اتصالِ مکانی بھی ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے طلوعِ صادق کے ابتدائی لمحات میں بھی اس کے نظر آنے کا امکان ہوتا ہے ( کیونکہ طلوعِ صبح صادق کے کچھ بعد تک رات کی ظلمت کے آثار باقی ہوتے ہیں، جو لمحہ بہ لمحہ ختم ہوتے ہیں، اس لئے کچھ بعد تک کاذب اور ستاروں وغیرہ کی روشنیاں نظر آتی رہتی ہیں) لہٰذا صبح صادق سے پہلے متصلاً و دواماً کاذب کی روشنی کا مشاہدہ ضروری نہیں۔

دوسرے اس کا ہر جگہ ہمیشہ ظاہر ہونا اور اس کا صبح صادق کے ساتھ ہمیشہ اور ہر جگہ متصل یا منفصل یا کسی خاص درجہ پہلے ظاہر یا ختم ہونا ضروری نہیں کہ جس کو صبح صادق کی حدِ تام کا حصہ بنایا جائے۔

اور شفقِ ابیض کے ساتھ بھی متصلاً و منفصلاً مذکورہ تفصیل کے مطابق مستطیل روشنی ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ طوالع و غوارب کا اصول عکساً ایک ہی ہے، اور سابق مسلم ماہرینِ فلکیات نے اس وقت کی روشنی کو شفقِ مستطیل اور بعض نے شفقِ کاذب کے نام سے ذکر فرمایا ہے۔

اور آگے مفصلاً آتا ہے کہ جمہور متقدمین و متاخرین کے نزدیک صبح صادق و فجر 18 درجہ زیرِ افق ہے، اور اسی 18 درجہ پر ظاہر ہونے والی روشنی کو جدید ماہرین نے اسٹرانومیکل ڈان

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

هذه الفروق ثلاثة فروق طبيعية تشاهد لكننا بواسطة الأنوار ما نشاهد ذلك ، إنما لو كنت في بر وليس حولك أنوار عرفت الفرق (مجموع فتاوى ورسائل ابن عثيمين، ج٧ص ٢٣٨، باب المتابعة وقبول العمل)

اس سے صبح کاذب وصادق کے درمیان تین فروق معلوم ہوئے، ایک یہ کہ کاذب مستطیل ہوتی ہے، اور صادق معترض؛ دوسرے یہ کہ کاذب کے بعد ظلمت و تاریکی ہوتی ہے، اور اس کے برعکس صادق کے بعد روشنی میں اضافہ ہوتا ہے؛ تیسرے یہ کہ کاذب اور افق کے درمیان اندھیرا ہوتا ہے، بخلاف صادق کے کہ اس کے اور اُفق کے درمیان اندھیرا نہیں ہوتا، بلکہ وہ افق سے متصل ہوتی ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ ان فروق کی پہچان کرنے میں روشنی وغیرہ حائل بن جاتی ہے۔

’’Astronomical Dawn‘‘ کا نام دیا ہے۔
جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کاذب کی یہ بیاضِ مستطیل کذنب السرحان روشنی صبح صادق کے 18 درجہ زیرِ افق سے پہلے ظاہر ہوتی ہے، اور ایسی روشنی کا سوائے بروجی روشنی کے وجود نہیں ہے۔

# طلوعِ صبح صادق کی تعبیراتِ مختلفہ

گزشتہ عبارات واقوالِ فقہاء سے صبح صادق کی روشنی کی حدِ تام بھی معلوم ہوگئی کہ یہ وہ روشنی ہے جو افق میں معترض ہوتی ہے اور صفتِ انتشار کی حامل ہوتی ہے، اور اس کی تعبیر بھی مختلف عنوانات کے ساتھ کی گئی ہے۔
لیکن سب تعبیرات میں اس کی حدِ تام پائی جاتی ہے۔
چنانچہ قرآن مجید میں تو اللہ تعالیٰ نے طلوعِ صبح صادق کو خیطِ ابیض سے تعبیر فرمایا ہے۔
اور احادیث وآثار میں طلوعِ صبح صادق کی روشنی کو افق میں (یعنی زمین کے ساتھ متصل آسمان کے کنارے میں جنوباً وشمالاً) معترض ومستطیر فرمایا گیا ہے۔
اور متعدد مفسرین، محدثین اور فقہائے کرام نے مستطیر کی تفسیر منتشر ہونے کے ساتھ کی ہے۔
جبکہ اہلِ ہیئت وماہرینِ فلکیات نے صبح صادق کی روشنی کو اپنی خاص زبان کے مطابق افق میں نصف دائرہ یا قوس کی شکل میں ظاہر ہونا بتلایا ہے (بوجہ اس کے کہ سورج گول ہے، جس طرح زمین گول ہے، اس لئے طلوعِ صبح صادق کے وقت سورج کی جو روشنی اُفق پر ظاہر ہوتی ہے وہ نصف دائرہ یا قوس یعنی کمان کی طرح ظاہر ہوتی ہے)
ان سب میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ یہ سب ایک ہی معنون کے مختلف عنوانات اور ایک ہی مقصود کی مختلف تعبیرات ہیں۔
اور ان سب عنوانات وتعبیرات سے اصل مقصود کاذب کے مقابلے میں صبح صادق کی روشنی کے افق میں عرض کو طول سے زیادہ اور اس کی صفتِ انتشار کو بیان کرنا ہے، جو کہ خطؔ، مستطیرؔ،

معترض، نصف دائرہ اور قوس سب میں قدرِ مشترک کے طور پر پایا جاتا ہے۔
خط، مستطیر اور معترض میں تو یہ بات بالکل ظاہر ہے، جہاں تک نصف دائرہ اور قوس کا تعلق ہے، تو قوس کی چوڑائی بھی اس کی اونچائی سے زیادہ ہوتی ہے، اور اسی طرح نصف دائرہ کی حالت بھی ہوتی ہے۔
اور اس سے غرض بھی یہ ہے کہ اس کی چوڑائی اور دائیں بائیں افق پر پھیلاؤ اس کی بلندی اور طول سے زیادہ ہو، خواہ وہ پھیلاؤ نصف دائرہ وقوس کی شکل میں ہو یا اس کے بھی بعض حصہ کی شکل میں۔
کیونکہ صبح صادق میں اولِ طلوع کا اعتبار ہے، جس کے لئے صبح صادق کی روشنی کے ادنیٰ درجہ کا ظہور کافی ہے، خواہ وہ دقیق اور دھندلی سی شکل میں ہی کیوں نہ ہو۔
جس کی تفصیل ہم نے آگے مستقل عنوان کے تحت ذکر کر دی ہے۔
اور ابتدائے طلوعِ صادق کے وقت منتشر ہونے کی صفت سے مراد بھی ایسا انتشار ہے، جس کا عرض اس کے طول سے زیادہ ہو، جیسا کہ نصف دائرہ وقوس میں بھی اسی طرح انتشار ہوتا ہے، مگر فقہاء نے فلکی وفنی اصطلاح کے بجائے اس کو عام فہم زبان میں معترض ومنتشر ہونے سے تعبیر فرمایا، كَمَا هُوَ دَأْبُ الْفُقَهَاءِ۔
اور یہ تمام تعبیرات وعنوانات صبح کاذب کی آسمان کے ایک حصے میں (نہ کہ شمالاً وجنوباً مشرقی افق میں) ذنبِ سرحان نما مستطیل روشنی کی تعبیر یا اس کی حدِ تام سے بالکل مختلف ہیں۔
بہرحال صبح کو جو روشنی بھی افق میں معترضاً ومنتشراً ظاہر ہوگی، قوس یا نصف دائرہ یا اس کی تقریبی شکل میں وہ صبح صادق کی ابتدائی روشنی ہوگی، اور اس کو خیط سے تعبیر کرنا درست ہوگا۔
پھر صادق کی مذکور الصفت روشنی خواہ ابتداءً ظاہر ہو، یا ذنبِ سرحان کے مثل مستطیل روشنی کے بعد منفصلاً یا متصلاً ظاہر ہو، بہرحال اس پر صبح صادق کی حدِ تام صادق آتی ہے۔ [1]

[1] احادیث میں صبح صادق کی روشنی کے افق پر ہونے کی صاف تصریح موجود ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیاضِ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# صبح کاذب، بروجی روشنی ہے

گزشتہ تفصیل کے بعد اس میں کوئی شبہ نہ رہا کہ آج کل کی جدید اصطلاح میں شفقِ ابیض وبیاضِ معترض کے ساتھ متصلاً ومنفصلاً نظر آنے والی مستطیل ذنبِ سرحان کے مثل روشنی کو بروجی روشنی (زوڈیکل لائیٹ) کہا جاتا ہے، جس پر صبح کاذب ہی کی حدِ تام صادق آتی ہے، جس سے صبح کا دھوکہ ہوسکتا ہے، اور اسی وجہ سے اسے بہت سے حضرات نے False dawn یا False Morning کا نام دیا ہے، جو کہ درست ہے۔ [1]

ملحوظ رہے کہ یہ سورج کی روشنی ہوتی ہے، لیکن براہ راست نہیں، بلکہ سورج کی روشنی بین السیاراتی ذرات سے منعکس ہوکر افق سے اوپر آسمان کے ایک حصے میں ظاہر ہوتی ہے (اس سے بھی اس کے شرعی اصطلاحی صبح کاذب ہونے اور حقانیتِ شریعت کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ اور اس کے علاوہ کسی اور ایسی روشنی کا وجود نہیں، جس پر صبح کاذب کی حدِ تام صادق آسکے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

معترض ومستطیر کا افق پر ظہور کافی ہے، جبکہ کاذب کے بارے میں ایسی تصریح موجود نہیں، بلکہ فقہائے کرام نے افق کے بجائے اسے "في ناحية من السماء" سے اور اصحابِ فلکیین نے عدمِ اتصال بالافق سے تعبیر کیا ہے۔

پس تفصیلِ مذکور کے مطابق صبح صادق وکاذب میں مندرجہ بالا واضح فروق سے اس شبہ کا جواب بھی ہوگیا کہ:

شعاعِ شمس کے صرف فلک پر ظہور کو شریعت نے دن کا حکم نہیں دیا، ورنہ صبح کاذب بھی دن میں شمار ہوتی (احسن الفتاویٰ ج۲ ص۱۸۰، رسالہ "صبح صادق")

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ شریعت نے افق پر معترض ومستطیر روشنی کے ظہور کو مبدءِ نہار کا حکم دیا ہے، اور کاذب اس اعتراض اور استطار وانتشار کی صفت سے محروم ہے، اور وہ افق سے فاصلہ پر ہوتی ہے، اس سے متصل نہیں ہوتی، نیز وہ ظہور کے بعد عام طور پر غائب ہوجاتی ہے، بخلاف صادق کے۔

[1] اس پر بعض حضرات کا یہ اعتراض کرنا کوئی اہمیت کا حامل نہیں کہ یہ نام تو بعض لوگوں کا خود سے تجویز کیا ہوا ہے، شریعت نے اس کا یہ نام تجویز نہیں کیا۔

کیونکہ شریعت نے تو اس کے مقابلے میں کسی اور روشنی کا نام بھی صبح کاذب تجویز نہیں کیا، بلکہ شریعت نے اس کی معرفت وکیفیت بتلائی ہے، اور شریعت کی طرف سے بیان کردہ وہ کیفیت جس روشنی پر حدِ تام کے درجے میں صادق آرہی ہو، اس کو صبح کاذب اور False dawn کا نام دیا جانا شریعت کے مخالف نہیں، بلکہ شریعت کے تقاضے کے مطابق ہے۔

اس کی مزید تفصیل اور شبہات کے جوابات "کشف الغطاء عن وقت الفجر والعشاء" میں ملاحظہ فرمائے جاسکتے ہیں۔

اگر یہ روشنی براہِ راست افق پر ہوتی تو اسے نہارِ شرعی کا مبدء وطلوعِ شمس کا مقدمہ قرار دیا جاتا)

سورج کے گرد جو بین السیاراتی ذرات ہیں ان کا ارتکاز دائرۃ البروج (بروجی پٹی) کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے، اس لئے اس سے منعکس شدہ روشنی اسی دائرۃ البروج کے ساتھ ساتھ ہوگی، اوراس کو بروجی پٹی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ آسمان پر منطقۃُ البروج یا دائرۃُ البروج سے گزرتی ہے۔

اورعرض البلد جتنا کم ہوگا، اتنا ہی دائرۃ البروج عمودی اوراس کا میلان ناظر کی طرف ہوگا، اوراس وجہ سے بروجی روشنی کا مشاہدہ آسان ہوگا، اور جتنا عرض البلد زیادہ ہوتا جائے گا، اسی اعتبار سے دائرۃ البروج بھی عمود سے دائیں بائیں افق کی دھندلی پٹی کی طرف مائل، اور ناظر سے دور ہوتا جائے گا، جس کی وجہ سے مشاہدہ کی آسانی کم ہوتی جائے گی۔

چنانچہ خطِ استواء کا عرض البلد صفر درجہ اور دونوں طرف کے مناطقۂ حارہ (طرفین سے 5، 5 درجے عرض البلد تک) کا عرض البلد خطِ استواء کے قریب ہونے کی وجہ سے بعد الغروب وقبل الطلوع دائرۃ البروج ہمیشہ عمودی ہوتا ہے، تو اس کا پورے سال مشاہدہ آسان ترین ہوتا ہے، یہاں تک کہ ٹراپیکل (Tropical) یعنی خطِ جدی (خطِ استواء سے جنوب کی طرف ساڑھے تیئس درجے عرض البلد) اور خطِ سرطان (خطِ استواء سے شمال کی طرف ساڑھے تیئس درجے عرض البلد، جس کے اندر مکہ مکرمہ واقع ہے، اوراس کا عرض البلد 21 درجہ ہے) بلکہ ان دونوں کے اقرب علاقے (مثلاً 24 درجے عرض البلد شمالی میں واقع مدینہ منورہ اور 25 درجے عرض البلد شمالی میں واقع کراچی) خطِ استواء سے قریب ہیں، لہٰذا یہاں پورے سال بعد الغروب وقبل الطلوع دائرۃ البروج درجہ بدرجہ قریب بعمود ہوگا، اس لئے ان علاقوں میں اس کا مشاہدہ سال بھر ممکن ہوگا، کبھی زیادہ واضح اور نمایاں اور کبھی کم، حسبِ دائرۃ البروج۔

عمودی یا قریب بہ عمود ہونے کی صورت میں بروجی روشنی افق سے اوپر کچھ فاصلہ پر نظر آتی

ہے، اور افق پر اس لئے نظر نہیں آتی، کہ وہ افق سے دور اور افق کی دھندلی پٹی سے چھپی ہوئی ہوتی ہے، جس کی تصریح مسلمان اصحابِ فلکیین کے علاوہ جدید ماہرین نے بھی کی ہے۔[1]

پھر اوسط شمالی وجنوبی (تقریباً 45 درجے اور اس کے لگ بھگ) عرض البلد پر پہنچ کر بعد الغروب وقبل الطلوع دائرۃ البروج عمود سے دور اور غیر معمولی شمالاً وجنوباً افق کی دھندلی پٹی کی طرف مائل اور حدِ نظر سے دور ہوتا جاتا ہے، اس لئے ان علاقوں میں انہی موسموں میں مشاہدہ زیادہ نمایاں اور واضح وسہل ہوگا، جن میں بعد الغروب وقبل الطلوع یا ان میں سے کسی ایک کا دائرۃ البروج عمودی یا قریب بعمود ہوگا، جو کہ مخصوص موسموں میں ہی ہوتا ہے، اور عرض البلد بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کے بہتر مشاہدہ کا موسم بھی حسبِ دائرۃ البروج قدرے مختلف ہوتا رہتا ہے، کسی مقام پر صبح وشام کے فرق کے ساتھ موسمِ بہار وخزاں میں اور کسی میں اس کے قبل وبعد دوسرے موسموں میں۔

کیونکہ ان علاقوں میں مخصوص موسموں کے علاوہ دیگر موسموں میں دائرۃ البروج جنوباً یا شمالاً افق کی دھندلی پٹی کی طرف اور حدِ نظر سے دور ہونے کی وجہ سے بروجی روشنی کے نظر آنے کے امکانات کم ہوجاتے ہیں (یعنی عمودی وغیر عمودی ہونے کی دونوں صورتوں میں افق پر اس کے مخفی رہنے کا سبب اور فنی وجہ ایک ہی ہے، اور اس میں کوئی شبہ واعتراض والی بات نہیں)[2]

اور ماہرین عموماً اوسط کی قید لگائے بغیر شمالی وجنوبی مشاہدہ کاروں کے لئے مخصوص مہینوں کا ذکر اس لئے کرتے ہیں کہ ان مخصوص علاقوں میں مخصوص موسموں میں ہی اس کا بہتر مشاہدہ

---

[1] مسلمان اصحابِ فلکیین کی عبارات تو پہلے گزر چکی ہیں، اور جدید ماہرین کی بے شمار عبارات متعلقہ فنون کی کتب میں موجود ہیں، جن کے بعض حوالہ جات ہم نے اپنی دوسری تالیف ''کشف الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء'' میں ذکر کردیئے ہیں

[2] بلکہ اگر غیر معمولی عمودی ہونے کی صورت میں بھی یہ روشنی نظر آتی، تو پھر مستطیل کے بجائے کسی قدر معترض شکل میں نظر آتی، اور اس سے احادیث میں صبح صادق کے معترض ہونے کی صفت سے اشتباہ پیدا ہوتا، اس صورت میں اس کے مِنْ جَانِبِ اللہ مخفی رکھنے میں یہ حکمت بھی ہے۔

ہو پاتا ہے، اگرچہ دوسرے موسموں میں بھی مشاہدہ ممکن ہوتا ہے، لیکن وہ ان مخصوص موسموں کے مقابلہ میں بہتر نہیں ہوتا۔

پس ماہرین نے جو شمالی یا جنوبی عرض البلد میں دو تین ماہ بروجی روشنی کے مشاہدہ کا ذکر کیا ہے، اس سے بوجہ دائرۃ البروج کے عمودی یا قریب بعمود ہونے کا صاف اور بہترین مشاہدہ مراد ہے۔

اور جو اوسط شمالی اور جنوبی علاقوں میں ماہرین نے مختلف موسموں اور مہینوں کا تذکرہ کیا ہے (کہ کسی نے ستمبر و اکتوبر و نومبر، فروری و مارچ میں اور کسی نے اگست و ستمبر، اپریل اور مئی میں) وہ عرض البلد کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔

اور ان علاقوں کے علاوہ دیگر علاقوں میں کیونکہ دیگر موسموں میں بھی مشاہدہ آسان ہوتا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ان علاقوں میں بعد الغروب وقبل الطلوع دائرۃ البروج عمودی یا قریب بعمود ہوتا ہے، اس لئے ان علاقوں کے ذکر کی عموماً ماہرین ضرورت نہیں سمجھتے۔

لہٰذا بعض لوگوں کا اس سے یہ سمجھ لینا کہ یہ بروجی روشنی تمام زمانوں و علاقوں میں صرف چند ماہ اور وہ بھی دو ماہ نظر آتی ہے، یہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔

اور آگے آتا ہے کہ جمہور متقدمین و متاخرین کے نزدیک صبح صادق وطلوعِ فجر 18 درجہ زیرِ افق ہے۔

18 درجہ سے پہلے بیاضِ مستطیل کذنب السرحان روشنی کا سوائے بروجی روشنی (Zodiacal light) کے وجود نہیں ہے، اور اسٹرانومیکل ٹیولائٹ (Astronomical twilight) کو اس لئے کاذب کہنا درست نہیں کہ وہ خود 18 درجہ پر ظاہر ہوتی ہے، اور یہ ظاہر ہونے کے بعد منتشر ہوتی اور پھیلتی رہتی ہے۔

لہٰذا یہ خود ہی جمہور کے نزدیک صبح صادق ہے، پس بروجی روشنی کے صبح کاذب ہونے کا انکار کرنے کی صورت میں ضروری ہوگا، کہ کسی تیسری روشنی پر صبح کاذب کی حدِ تام ثابت کی

جائے۔ واذ لا فلا۔

**ہم فقہائے کرام کی طرف سے بیان کردہ بروجی روشنی پر صبح کاذب کی حدِ تام صادق آنے کے قائل ہیں۔ ؎**

---

؎ لیکن اس کے برعکس بعض حضرات زوڈیکل لائیٹ کو صبح کاذب ماننے سے انکار کرتے ہیں، اور اٹھارہ درجہ زیرِ افق پر ظاہر ہونے والی اسٹرانومیکل ٹیولائیٹ کو صبح کاذب قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ احسن الفتاویٰ میں ہے:

ایک روشنی زوڈیکل لائٹ کہلاتی ہے، اس سے متعلق جارج ایبل نے لکھا ہے کہ ''اسے بعض اوقات صبح کاذب بھی کہا جاتا ہے'' مگر بوجوہِ ذیل اس روشنی کو اصطلاحِ شرع میں صبح کاذب کہنا صحیح نہیں (1) یہ صبح صادق تک باقی نہیں رہتی (3) یہ روشنی صبح صادق سے تین درجہ پہلے ظاہر ہونے کی بجائے بہت پہلے شروع ہوتی بلکہ تین درجہ سے بہت پہلے ختم بھی ہوجاتی ہے (3) یہ روشنی سال بھر میں صرف دو ماہ تک نمودار ہوتی ہے (احسن الفتاویٰ ج۲ص۱۶۰)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ پیچھے دلائل سے واضح کیا جاچکا کہ صبح کاذب کی روشنی کا صبح صادق تک باقی رہنا اور صبح صادق سے متصل ہونا ضروری نہیں، جیسا کہ چاروں سلسلہ کے فقہائے کرام کی گزشتہ عبارات سے وضاحت وصراحت کے ساتھ معلوم ہوا، اور نہ ہی تین درجہ سے پہلے ظاہر ہونا اور بہت پہلے ختم ہوجانا مضر ہے، کیونکہ اس کا ہر جگہ اور ہر زمانے کے لیے کوئی ایک قاعدہ وقانون مقرر نہیں۔

ممکن ہے کہ کسی خاص زمان یا مقام میں تین درجہ پہلے ظاہر یا غائب شروع یا ختم ہوجائے اور کسی میں اس کے بعد۔

فقہائے کرام کی اس سلسلہ میں مفصل عبارات پہلے گزر چکیں۔ اور اسی طرح یہ کہنا کہ یہ روشنی سال بھر میں صرف دو ماہ تک نظر آتی ہے، یہ بات بھی ماہرینِ فن کی تصریح کے مطابق معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ اس کی کیفیت اور نظر آنے کی صلاحیت مختلف عرض البلد کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اور مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ سمیت بے شمار (خطِ استواء، جدی وسرطان اور ان کے اقرب) علاقوں میں یہ بروجی روشنی حسبِ دائرۃ البروج سال بھر نظر آتی ہے۔ وہ الگ بات ہے کہ آج کل گرد وغبار، فضاء کی آلودگی اور مصنوعی روشنیوں کی بہتات کے باعث کسی مقام پر نظر نہ آئے ''لـدقتـه'' البتہ شمال وجنوب کے مخصوص علاقوں میں اس کا چند ماہ بہترین نظارہ ہوتا ہے، اور دوسرے مہینوں میں کمزور، اور یہ ہمارے مقصود میں مخل نہیں۔ اور اسٹرانومیکل ٹیولائیٹ کے بارے میں جدید تحقیق سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یہ دن کی ابتدائی روشنی ہے، جو ظاہر ہونے کے بعد ختم یا کم نہیں ہوتی، بلکہ تدریجاً حسبِ رفتارِ شمس بڑھتی ہی رہتی ہے، اور یہ شان صبح صادق کی ہے، نہ کہ صبح کاذب کی۔ اس لیے اس پر صبح کاذب کا اطلاق کرنا راجح معلوم نہیں ہوتا (مزید تفصیل کے لئے ''کشف الغطاء عن وقت الفجر والعشاء'' ملاحظہ فرمائیں)

# صبح صادق وکاذب پر ایک جامع کلام

یہاں تک پہنچنے کے بعد غور کرنے سے اللہ تعالیٰ نے بندہ کے ذہن میں صبح کاذب وصادق میں فرق اور قرآن وسنت اور مختلف فقہی وفنی عبارات سب کے درمیان تحقیق وتطبیق کی بھی ایک تقریر ڈالی، جس سے بحمد اللہ تعالیٰ بندہ کے تمام اشکالات مرتفع ہوگئے اور بندہ کا ذہن مطمئن ہوگیا، اور ساتھ ہی حقانیتِ شریعت وصنّاعیتِ الٰہی کا استحضار بھی ہوا۔

اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ:

سورج کے طلوع ہونے سے قبل ایک روشنی تو وہ ہے جس کو شریعت صبح صادق یا فجرِ حقیقی سے تعبیر کرتی ہے۔

یہ قرآن مجید کی نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے۔

دوسری روشنی وہ ہے جس کو شریعت صبح کاذب یا فجرِ غیر حقیقی سے تعبیر کرتی ہے۔

اور یہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔[1]

یہ دونوں روشنیاں حکم، صورت اور حقیقت تینوں اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف وجدا ہیں، جیسا کہ شریعت کے ایک کا نام صادق وحقیقی اور دوسری کا نام کاذب وغیر حقیقی رکھنے سے معلوم ہوتا ہے، اور اس طرح کی قسیمین کا ایک دوسرے کے معارض ہونا بالکل ظاہر وباہر ہے۔

(1)...... ان دونوں روشنیوں کا حکم کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف وجدا ہونا تو اس طریقے سے ظاہر ہے کہ شریعت نے صبح صادق کو نہارِ شرعی میں داخل کیا ہے اور اس کے ساتھ

---

[1] اور جدید سائنس میں ایک کو فلکی فلق یعنی اسٹرانومیکل ٹیولائٹ اور دوسری کو بروجی روشنی یعنی زوڈیکل لائٹ کہا جاتا ہے، اور فلکی فلق کے بعد جو مزید درجات بیان کیے گئے ہیں، مثلاً 12 درجات پر بحری فلق اور 6 درجات پر قانونی فلق تو وہ مستقل اقسام نہیں ہیں، بلکہ ٹیولائٹ کی ہی مختلف انواع یا افراد ہیں، جیسا کہ طلوعِ فجر کے بعد پہلا درجہ بیاضِ معترض کا اور دوسرا درجہ طلوعِ احمر کا یا غلس واسفار کا ہے، جس طرح یہ درجات ایک دوسرے کے خلاف نہیں، اسی طرح وہ بھی خلاف نہیں (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو دوسری تالیف ''کشف الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء'')

نہاری احکام وابستہ ومتعلق فرمائے ہیں اور اس کے برعکس کاذب کے ساتھ کوئی بھی حکم وابستہ ومتعلق نہیں فرمایا۔

بلکہ اس کو کاذب کے ساتھ ملقب کر کے اور اس کے ساتھ کاذب کی قید لگا کر اس کے اصل وحقیقی صبح وفجر ہونے کا ہی انکار فرمادیا ہے۔

اور اگر یہ لوگوں کو صادق کا دھوکہ نہ دیتی تو اس کو صبح وفجر کی کوئی بھی قسم قرار دینے کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ اس سے فجر وصبح کا کوئی بھی حکم وابستہ نہیں۔

(2)...... ان دونوں روشنیوں کا صورت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہونا

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ صبح صادق کی روشنی صورتاً مشرقی اُفق میں معترض ہوتی ہے، اور کاذب کی روشنی افق کے بجائے آسمان کے ایک حصے میں ذنبِ سرحان کے مثل مستطیل ہوتی ہے، اور صورت کا یہ فرق بالکل واضح اور نمایاں ہے۔

(3)...... حکم کے مختلف ہونے سے حقیقت کا مختلف ہونا بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ متضاد حکم ہونے کی وجہ سے ان کی حقیقت بھی مختلف ہوگی۔

حقیقت کے اعتبار سے ان دونوں روشنیوں کے ایک دوسرے سے مختلف ہونے کی تقریر یہ ہے کہ طلوعِ صبح صادق یا فجرِ حقیقی دراصل سورج کی افق پر پڑنے والی اس ابتدائی روشنی اور پہلے اثر کا نام ہے، جو نہارِ شرعی کا مبدء ہے۔

نہار شرعی کا مبدء ہونے کی وجہ سے اس روشنی کے لئے یہ صفت ضروری ولازمی ہے کہ منقطع ہوئے بغیر طلوعِ شمس ونہارِ عرفی کا مقدمہ بنے۔

شریعت نے حقیقت پر اطلاع کے متعذر ہونے کی وجہ سے اس کی لازمی صفت استطار وانتشار کو ہی حقیقت کے مختلف ہونے کے قائم مقام قرار دے دیا ہے۔

جبکہ صبح کاذب کی روشنی کی حقیقت کا اس سے مختلف ہونا ضروری ہے، ورنہ تو اسے کاذب کہنے کے کوئی معنیٰ نہیں رہ جاتے۔

پس جب صبح صادق کی روشنی کی حقیقت معلوم ہوگئی تو اس سے صبح کاذب کی روشنی کی حقیقت بھی خود بخود معلوم ہوجاتی ہے:

لِاَنَّ الْاَشْیَاءَ تُعْرَفُ بِاَضْدَادِھَا.

یعنی یہ روشنی نہ تو نہارِ شرعی کا مبدء ہوگی، اور نہ ہی طلوعِ شمس ونہارِ عرفی کا مقدمہ ہوگی، جس کی وجہ سے اس کی روشنی میں مستطیر ومنتشر ہونے کی صفت نہ ہوگی۔

اور جدید انکشافات سے جو حقیقت واضح ہوئی، وہ یہ ہے کہ مذکورہ تفصیل کے مطابق حقیقت وصورت کے اعتبار سے پہلی قسم کی روشنی ابتدائے فلکی فلق یعنی اسٹرانومیکل ٹیولائٹ ہے، لہٰذا اس کو صبح صادق کا حکم حاصل ہوگا۔

اور اس کے برعکس حقیقت وصورت کے لحاظ سے دوسری قسم کی روشنی، بروجی روشنی یعنی زوڈیکل لائٹ ہے، لہٰذا اس کو صبح کاذب کا حکم حاصل ہوگا۔

چنانچہ فلکی فلق ابتداءِ نہار کا مبدء (The first light of day) ہوتی ہے، اور یہی روشنی سورج کے طلوع ونہارِ عرفی کا مقدمہ ہوتی ہے، اور اسی روشنی میں صفتِ انتشار پائی جاتی ہے۔

جبکہ بروجی روشنی نہ تو نہار کا مبدء ہوتی اور نہ ہی سورج کے طلوع ونہارِ عرفی کا مقدمہ ہوتی، کیونکہ اس میں مذکورہ صفت نہیں پائی جاتی۔

اور یہ روشنی افق پر نہیں ہوتی بلکہ اولاً تو افق سے دور ہوتی ہے۔

دوسرے یہ سورج کی براہِ راست روشنی نہیں ہوتی، اور اگر یہ روشنی براہِ راست افق پر پڑتی تو پھر یہ منتشر ہوتی، منعدم نہ ہوتی اور اس کو نہار کا مبدء قرار دیا جاتا، اور اس کے صبح وفجر ہونے کی نفی کرنے کے کوئی معنیٰ نہیں تھے۔ وَاِذْ لَا فَلَا.

جب یہ معلوم ہوچکا کہ صبح صادق کی روشنی دراصل نہار کا مبدء اور سورج کے طلوع ونہارِ عرفی کا مقدمہ ہوتی ہے، تو طلوعِ شمس سے پہلے اس کا وجود اور اس کے طلوع کے وقت سورج کا کسی

خاص درجے زیرِ افق ہونا ضروری ہوگا۔ [1]

جبکہ صبح کاذب نہ تو نہار کا مبدء ہوتی اور نہ ہی سورج کے طلوع ونہارِ عرفی کا مقدمہ ہوتی، تو طلوعِ شمس سے پہلے دائماً اس کا وجود بھی ضروری نہ ہوگا۔

البتہ احادیث میں اس کا ذکر ہونے کے باعث خارج میں فی الجملہ اس کا وجود ضروری ہوگا، مگر اس کے ظہور کے وقت سورج کا کسی خاص درجے زیرِ افق ہونا ضروری نہ ہوگا (جیسا کہ متعدد فقہاء نے ان امور کی تصریح فرمائی ہے)

اور اس کے ظہور کے بعد بھی اس کا صبح صادق سے اتصال ضروری نہ ہوگا (جیسا کہ متعدد فقہاء نے اس کی بھی تصریح فرمائی ہے)

وہ الگ بات ہے کہ کبھی اس کا صبح صادق سے اتصال ہو جائے (جیسا کہ بعض فقہاء وفلکیین نے اس کی تصریح فرمائی ہے)

اتنے واضح فروق کو نظر انداز کر کے بعض اہلِ علم حضرات کا کسی ایک خاص روشنی کے کاذب وصادق ہونے میں نزاع وتردّد کرنا کتنا تعجب خیز امر ہے۔ [2]

## خلاصہ

خلاصہ یہ کہ ہمارے نزدیک صبح صادق یعنی بیاضِ معترض ومستطیر کا طلوع فلکی فلق کا آغاز

---

[1] اور وہ جمہور کے نزدیک اٹھارہ درجہ زیرِ افق ہے جیسا کہ آگے سوال نمبر 6 کے تحت آتا ہے۔

[2] حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حاصل (من الاحقر) یہ ہے کہ صبح صادق کا معلوم ہونا مشکل نہیں، اسی طرح غرب کے بعد کی سفید روشنی شفق کی معلوم ہونا مشکل نہیں، کیونکہ اس کی خاص پہچان یہ ہے، یعنی رات کی تاریکی تو ممتاز چیز ہے، تو جو روشنی مشرق یا مغرب میں اس کے خلاف ہوگی، وہ بھی ممتاز ہے، سو یہ روشنی جب تک مغرب کی جانب رہے، وہ غروب کا وقت ہے، اور جب یہ غائب ہو جائے وہ عشاء کا وقت ہے، اور ایسی ہی روشنی جب تک مشرق میں نمودار نہ ہو، وہ رات ہے، اور جب مشرق میں نمودار ہو جاوے، وہ صبح صادق ہوگئی، نماز کا وقت ہوگیا (امداد الفتاویٰ، جلد ۱، صفحہ ۱۱۶، کتاب الصلاۃ)

ہے، جسے فلکی زبان میں ''Astronomical Dawn'' کہا جاتا ہے، نیز فلکی قانون میں اس کو ''Dawn'' یعنی دن کی ابتدائی روشنی '' The first light of day'' قرار دیا گیا ہے، اور ابتدائی روشنی ہی درحقیقت صبح صادق کا طلوع یا مطلعِ فجر ہے۔

ہمارے نزدیک اس کے مقابلہ میں بروجی روشنی (Zodiacal light) صبح کاذب ہے۔

ان دونوں پر بالترتیب صبح صادق وکاذب کی حدِ تام صادق آتی ہے، اوران کو صبح صادق وکاذب ماننے میں کوئی شرعی قباحت لازم نہیں آتی، بلکہ شریعتِ حقہ کی صداقت کی تائید ہوتی ہے۔

اس کی مزید تفصیل سوال نمبر 5و6 کے جواب میں آتی ہے۔

وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

**(3)**

# صبح صادق میں اولِ طلوع کا اعتبار ہے

گزشتہ قرآن وسنت اور فقہ کے دلائل سے ضمناً یہ بات بھی واضح ہوچکی کہ روزے اور نمازِ فجر کے وقت کا آغاز طلوعِ صبح صادق وطلوعِ فجر پر ہوجاتا ہے، اور یہی نہارِ شرعی کا مبدء ہے۔

قرآن مجید میں لفظِ حتّٰی اور خیطِ ابیض وغیرہ بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔ [1]

---

[1] وكلوا واشربوا الليل كله حتى يتبين أى يظهر لكم الخيط الأبيض وهو أول ما يبدو من الفجر الصادق المعترض فى الأفق قبل انتشاره، وحمله على الفجر الكاذب المستطيل الممتد كذنب السرحان وهم من الخيط الأسود وهو ما يمتد مع بياض الفجر من ظلمة آخر الليل من الفجر بيان لأول الخيطين -ومنه يتبين الثانى -وخصه بالبيان لأنه المقصود(روح المعانى، ج ١ ص ٤٦٢، سورة البقرة)

ولم يقل حتى يتبين لكم الفجر دلالة على حرمة الاكل عند ظهور خيطه يعنى أول جزء منه(التفسير المظهرى ،الجزء الاول ،ص ٢٠٤، سورة البقرة)

ولا شك أن حتى لانتهاء الغاية فدلت الآية على أن حل المباشرة والأكل والشرب ينتهى عند طلوع الصبح (تفسير النيسا بورى، ج ١ ص ٥١٥،سورة البقرة)

الخيط الأبيض هو أول ما يبدو من الفجر الصادق وهو المستطير :أى المنتشر المعترض فى الأفق كالخيط الممدود (العناية شرح الهداية، ج ٢ ص ٣٢٦، كتاب الصوم، فصل فى رؤية الهلال )

الفجر أول طلوع الصبح لانفجار ظلمة الليل عن نور الصباح حينئذ ولذلك سمى الفجر فجرا (روح المعانى، ج٨ص ١٣٠، سورة الاسراء )

الخيط الأبيض من الفجر يتبين عند ابتداء طلوع أوائل الفجر، وقد جعل الله تعالى ذكره ذلك حدًّا لمن لزَمه الصوم فى الوقت الذى أباح إليه الأكل والشرب والمباشرة............والنهار عندهم أوَّله طلوع الفجر، وذلك هو ضوء الشمس وابتداء ُطلوعها دون أن يتتامَّ طلوعها، كما أن آخر النهار ابتداء ُغروبها دون أن يتتامَّ غروبها(تفسير الطبرى ،ج٣ص ٥٣١،سورة البقرة ،رقم الآية ١٨٧)

فإن قيل :فكيف يشبه الصبح الصادق بالخيط ، مع أن الصبح الصادق ليس بمستطيل والخيط مستطيل .وجوابه :أن القدر من البياض الذى يحرم هو أول الصبح الصادق ، وأول الصبح الصادق لا يكون منتشراً بل يكون صغيراً دقيقاً .بل الفرق بينه وبين الصبح الكاذب أن الصبح الكاذب يطلع دقيقاً ، والصادق يبدو دقيقاً ، ويرتفع مستطيلاً فزال السؤال ، فأما ما حكى عن عدى بن حاتم فبعيد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور احادیث بھی صبح صادق میں اولِ طلوع کے معتبر ہونے کے بارے میں صریح پائی جاتی ہیں۔ ؎

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لأنه يبعد أن يخفى على مثله هذه الإستعارة مع قوله تعالى :( مِنَ الفجر ). المسألة الثانية :لا شك أن كلمة ( حتى ) لانتهاء الغاية ، فدلت هذه الآية على أن حل المباشرة والأكل والشرب ينتهي عند طلوع الصبح (تفسير الكبير للرازى، ج۵ص ۲۷۳، سورة البقرة)

یہ بات مفصلاً پیچھے گزر چکی ہے کہ مستطیر سے منتشر ہونا مراد ہے، لہٰذا جو اوپر تفسیر رازی کی عبارت میں اولِ صبح صادق کے وقت منتشر ہونے کی نفی کی گئی ہے، اس سے دراصل اس انتشار کی نفی مراد ہے، جو اس کی ابتداء کے بعد ہوتا ہے، نہ کہ مطلقاً انتشار کی نفی؛ کیونکہ یہ صبح صادق کی روشنی کی صفت ہے، جو ابتداءِ طلوعِ صبح صادق ہی کے وقت سے اس کے ساتھ ہوتی ہے اور امام رازی دراصل اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں، جو بعض حضرات کو ہوگئی ہے کہ صبح صادق معتبر ہونے کے لیے انہوں نے منتشر سے اولِ طلوع کے بعد مزید منتشر ہوجانا اور روشنی کا خوب ظاہر و تیز ہوجانا سمجھ لیا ہے، حالانکہ اولِ طلوع کے وقت اس کی روشنی زیادہ تیز نہیں ہوتی بلکہ ہلکی ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی فرماتے ہیں:

> اور لفظِ خیط کے لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ فجر کا اگر ادنیٰ حصہ مثل تاگے کے بھی ظاہر ہوجائے تو کھانا اور پینا حرام ہوجاتا ہے (معارف القرآن ادریسی، جلد ا صفحہ ۳۷۶)

؎ عن عبد الله بن عمرو، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال :..........ووقت صلاة الصبح من طلوع الفجر ما لم تطلع الشمس، فإذا طلعت الشمس فأمسك عن الصلاة، فإنها تطلع بين قرني شيطان(مسلم ، رقم الحديث ۶۱۲ "۱۷۳")

مالك، عن زيد بن أسلم، عن عطاء بن يسار، أنه قال :جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فسأله عن وقت صلاة الصبح، قال :فسكت عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم .حتى إذا كان من الغد صلى الصبح حين طلع الفجر .ثم صلى الصبح من الغد بعد أن أسفر .ثم قال :أين السائل عن وقت الصلاة ؟(موطأ مالك،رقم الحديث ۶"۳")

وفى هذا الحديث أيضا أن أول وقت صلاة الصبح طلوع الفجر وإن وقتها ممدود إلى آخر الإسفار حتى تطلع الشمس فأما أول وقتها، فلا خلاف بين علماء المسلمين أنه طلوع الفجر على ما فى هذا الحديث وغيره وهو إجماع فسقط الكلام فيه والفجر هو أول بياض النهار الظاهر المستطير فى الأفق المستنير المنتشر تسميه العرب الخيط الأبيض قال الله عز وجل :(حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر)يريد بياض النهار من سواد الليل (التمهيد لما فى الموطأ، ج۴ص ۳۳۴،۳۳۵، الحديث السادس والعشرون، باب الزاء، زيد بن اسلم)

فأما ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى هذه الآثار فى صلاة الفجر ,فلم يختلفوا عنه فيه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فقہائے کرام سے بھی مطلقاً یہی بات منقول ہے، بلکہ جمہور فقہائے کرام کا اول طلوعِ صبح صادق کے معتبر ہونے پر اجماع واتفاق ہے۔ [1]

البتہ بعد کے بعض مشائخ کا اس بارے میں اختلاف پیدا ہوا کہ آیا اولِ طلوعِ فجر کا اعتبار ہے، یا اس کے مستطیر یا منتشر ہوجانے کا، اور پھر ان میں سے کون سا قول اوسع ہے، اور کون سا احوط؟

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أنه صلاها فی الیوم الأول ,حین طلع الفجر ,وهو أول وقتها ,وصلاها فی الیوم التالی حین کادت الشمس أن تطلع وهذا اتفاق المسلمین أن أول وقت الفجر حین یطلع الفجر وآخر وقتها حین تطلع الشمس(شرح معانی الآثار، ج ا ص ۱۴۸ ،تحت رقم الحدیث ۹۰۶، کتاب الصلاة، باب مواقیت الصلاة)

وقت "صلاة "الصبح "الوقت مقدار من الزمن مفروض من "ابتداء "طلوع الفجر "لإمامة جبریل حین طلع الفجر (مراقی الفلاح شرح نورالایضاح، صفحه ۷۲، کتاب الصلاة، احکام الصلاة)

[1] وشبه بالخيط وذلک بأول حاله، لأنه يبدو دقيقا ثم يرتفع مستطيرا، فبطلوع أوله فی الأفق يجب الإمساک .هذا مذهب الجمهور، وبه أخذ الناس ومضت عليه الأعصار والأمصار، وهو مقتضى حديث ابن مسعود، وسمرة بن جندب (تفسير البحرالمحيط ،ج۲ ص ۲۱۶، سورة البقرة)

ذكر الشمنی أن المعتبر أول طلوع الصبح عند جمهور العلماء (مرقاة المفاتيح، ج۴ ص ۱۳۸۴، كتاب الصوم، باب فی مسائل متفرقة)

أجمع العلماء على أن وقت صلاة الصبح طلوع الفجر، وهو البياض المعترض فی الافق الشرقی (شرح صحيح البخاری لابنِ بطال، ۲ص ۲۰۰ ، كتاب مواقيت الصلاة ووقتها، باب وقت الفجر)

قول الله -تعالى : -( حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر ) وقد ظهر تحريم الأكل بطلوع الفجر عند الخاص والعام وفی كل عصر ومصر(مواهب الجليل فی شرح مختصر الشيخ خليل، ج ا ص ۳۹۸، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

يثبت كونه من النهار بقوله تعالى (فكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الاسود من الفجر) وبإجماع أهل الأعصار على تحريم الطعام والشراب بطلوع الفجر وثبت فی حديث جبريل عليه السلام إن النبی صلى الله عليه وسلم قال (ثم صلى الفجر حين برق الفجر وحرم الطعام على الصائم "وهو حديث صحيح كما سبق وثبتت الأحاديث الأربعة فی الفرع الذی قبل هذا وفی الصحيحين أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال (إن بلالا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم) والليل لا يصح الصوم فيه بإجماع المسلمين (المجموع شرح المهذب، ج۳ ص ۴۵، ۴۶، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة )

لیکن متعدد فقہائے کرام نے اولِ طلوع کا اعتبار فرماتے ہوئے اس کے مقابلے میں بعض مشائخ کی طرف سے پیش کیے گئے دوسرے اقوال کی سختی کے ساتھ تردید فرمائی ہے، کیونکہ صبح صادق کی ابتدائی روشنی آسمان کے کناروں میں شمالاً وجنوباً معترض ہوتی ہے، اور مستطیر ہونا صبح صادق کی روشنی کی صفت ہے، جس سے مراد منتشر ہونا ہی ہے۔

یہ صفت ابتدائے طلوعِ صادق سے ہی اس کے ساتھ ہوتی ہے؛ لہٰذا جن حضرات نے مستطیر ومنتشر ہونے کو ایک دوسرے سے یا ان میں سے کسی ایک کو ابتدائے طلوعِ فجر سے جدا چیز سمجھا، وہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔ [1]

---

[1] اول وقت الفجر من حين يطلع الفجر الثانى، وهو الفجر المستطير المنتشر فى الافق ، فاذا طلع الفجر الثانى خرج وقت العشاء ، ودخل وقت الفجر ، هذا هو المنقول عن اصحابنا رحمهم اللّٰہ تعالىٰ، ولم ينقل عنهم ، ان العبرة لاول طلوع الفجر الثانى، او لاستطارته وانتشاره ، وقد اختلف المشائخ رحمهم اللّٰہ تعالىٰ فيه (المحيط البرهانى ج٢ ص٥، كتاب الصلاة، الفصل الاول فى المواقيت)

قال اصحابنا: وقت الصوم من (حين) يطلع الفجر الثانى، وهو المستطير المنتشر فى الافق ، الى وقت غروب الشمس، فاذا غربت الشمس خرج وقت الصوم، ولم ينقل عنهم ان العبرة لاول طلوع الفجر الثانى، اولاستطارته، وانتشاره. وقداختلف المشائخ فيه، بعضهم قالوا: العبرة للاول ، وبعضهم قالوا: العبرة للاستطارة، قال شيخ الاسلام شمس الائمة الحلوانى: القول الاول احوط، والثانى اوسع، واذا شك فى الفجر، قال فى الاصل :احب الىّ ان يدع الاكل والشرب (المحيط البرهانى ج٣ ص٣٣٤، كتاب الصلاة، الفصل الاول فى المواقيت)

قال فى الحلية :نعم فى كون العبرة بأول طلوعه أو استطارته أو انتشاره اختلاف المشايخ كما فى شرح الزاهدى عن المحيط .وفى خزانة الفتاوى عن شرح السرخسى على الكافى وذكر فيها أن الأول أحوط والثانى أوسع .ا هـ .قال فى البحر :والظاهر الأخير لتعريفهم الفجر الصادق به كما يأتى .ورده فى النهر بأن الظاهر الأول ، لما فى حديث جبريل الذى هو أصل الباب (رد المحتار ج ١ ص٣٥٧، كتاب الصلاة)

( قوله :والظاهر الأخير ) قال فى النهر أقول :بل هو الأول ويدل عليه ما فى حديث جبريل الذى هو أصل الباب ( ثم صلى بى الفجر يعنى فى اليوم الأول حين برق وحرم الطعام على الصائم )(منحة الخالق على هامش البحر الرائق ج ١ ص٢٥٧، كتاب الصلاة ، وقت صلاة الفجر)

قلت والذى يظهر لى أن العبرة بمجرد طلوعه ولا ينافيه التعريف لأن من شأنه الانتشار فلا يتوقف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر قرآن وسنت کے دلائل اور جمہور کے قول کے خلاف کسی کو ابتدائے طلوعِ فجر کے علاوہ بعض مشائخ کی طرف سے اوسع وغیرہ قرار دیے ہوئے قول پر ہی اصرار ہو تو اس کو یہ بات ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ روزہ کے معاملہ میں احوط ہی پر عمل کرنا واجب ہے، البتہ نمازِ فجر کے معاملہ میں اوسع قول کا لحاظ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علی انتشاره لأنه لا يكون بعد مضى جانب منه ، يؤيده لفظ الحديث ( ثم صلى الفجر حين بزغ الفجر وحرم الطعام على الصائم )(حاشية الشرنبلالى علىٰ دررالحكام شرح غررالاحكام ، ج ۱ ص ۵۱، كتاب الصلاة، وقت الفجر)

العبرة لاول طلوع الفجر الثانى لا لاستطارته وانتشاره خلافا لما رجحته فى الاعلاء من الاعتبار بالانتشار تبعا لما مال اليه اكثر العلماء، لكون النص قد علق الحكم على التبين ولايكون الا بالانتشار وهٰذا انما كان يصح لوكان النص علق الحكم على تبين الفجر وأما اذا علقهٗ على تبين خط الفجر من خط الليل فلا. فان تبين هٰذا الخط من ذاك إنما يكون فى اول طلوع الفجر وعند الانتشار ينمحى خط الليل كما هو مشاهد فافهم. وعمل سيدى حكيم الامة على تقديم الإمساك عن مخطورات الصوم إذا قرب الفجر وهو الأحوط، بل لايجوز خلافه، لما فيه من خشية الوقوع فى المحظور. والله تعالىٰ أعلم (احكام القرآن للتهانوى، جلد ۱ صفحه ۲۴۷)

؎ والأحوط فى الصوم والعشاء اعتبار الأول وفى الفجر اعتبار الثانى .كذا فى شرح النقاية للشيخ أبى المكارم(الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ، كتاب الصلاة، الفصل الاول فى اوقات الصلاة)

فيفسد صومه بأكله بعد الفجر .سواء تبين أو لا ،أقول :ولا يمكن الفصل فيه، لأنه من باب تعيين المراتب مع العمل باللفظ قلت :والذى ينبغى العمل به هو نفس التبين .نعم إن أكل أحد بعد الفجر، ولم يسفر الفجر بعد، لا أقول :إنه يكفر، بل يقضى فقط(فيض البارى شرح البخارى، ج۳ص ۳۳، كتاب الصوم،باب قول الله تعالى :وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض الخ)

ثم ينظر :إن كان شاكا فى طلوع الفجر :إنه طلع أم لا، ينبغى أن يدع التسحر، لانه ربما طلع الفجر، فيفسد صومه .فأما إذا كان متيقنا أن الفجر لم يطلع، فالمستحب أن يتسحر .وإن كان أكثر رأيه أن الفجر لم يطلع، ينبغى أن يدع الاكل أيضا(تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ۱ ص ۳۶۵، كتاب الصوم)

وعمل سيدى حكيم الامة على تقديم الإمساك عن مخطورات الصوم إذا قرب الفجر وهو الأحوط، بل لايجوز خلافه، لما فيه من خشية الوقوع فى المحظور. والله تعالىٰ أعلم (احكام القرآن للتهانوى، جلد ۱ صفحه ۲۴۷)

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تفسیر معارفُ القرآن میں حضرت بلال وابنِ ام مکتوم رضی اللہ عنہما کی اذان والی حدیث درج کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# اگر طلوعِ فجر کا مشاہدہ نہ ہوسکے تو تحقیق وحساب پر عمل کا حکم؟

اب تک کی بحث سے یہ معلوم ہو چکا کہ صبح صادق وفجرِ حقیقی میں اولِ طلوع کا اعتبار ہے، جو کہ نہارِ شرعی کا مبدء ہے۔

لیکن یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ابتدائے طلوع کے وقت تو صبح صادق کی یہ ابتدائی روشنی، دھندلی اور دقیق ہوتی ہے، جیسا کہ گزشتہ متعدد عبارات سے معلوم ہوتا ہے، کیونکہ یہ سورج کی افق پر بالکل ابتدائی روشنی ہوتی ہے، اور سورج کے درجات طے کرنے اور سورج کے افق سے قریب ہونے کے ساتھ ساتھ حسبِ رفتارِ شمس ہی اس روشنی کی خفت ودقت ختم اور روشنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ [1]

اب جو صبح صادق کی حقیقت سے پوری طرح واقفیت رکھنے والا شخص خود سے ابتدائے صبح

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اس حدیث کے نا تمام نقل کرنے سے بعض معاصرین کو یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی کہ اذان فجر کے بعد بھی کچھ دیر کھایا پیا جائے تو مضائقہ نہیں، اور جس شخص کی آنکھ دیر میں کھلی کہ صبح کی اذان ہورہی تھی اس کے لئے جائز کردیا کہ وہ جلدی جلدی کچھ کھالے، حالانکہ اسی حدیث میں واضح طور پر بتلادیا گیا ہے کہ اذان ابنِ امِ مکتوم رضی اللہ عنہ جو ٹھیک طلوعِ فجر کے ساتھ ہوتی تھی اس پر کھانے سے رک جانا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کریم نے خود جو حد بندی فرمادی ہے وہ طلوعِ صبح کا تیقن ہے، اس کے بعد ایک منٹ کے لئے بھی کھانے پینے کی اجازت دینا نصِ قرآن کی خلاف ورزی ہے۔

صحابۂ کرام اور اسلافِ امت سے جو افطار وسحر میں مساہلت کی روایات منقول ہیں، ان سب کا محمل نصِ قرآن کے مطابق یہی ہوسکتا ہے کہ تیقن صبح صادق سے پہلے پہلے زیادہ احتیاطی تنگی اختیار نہ کی جائے، امام ابنِ کثیر نے بھی ان روایات کو اسی بات پر محمول فرمایا ہے، ورنہ نصِ قرآنی کی صریح مخالفت کو کون مسلمان برداشت کرسکتا ہے، اور صحابۂ کرام سے تو اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، خصوصاً جب کہ قرآن کریم نے اسی آیت کے اخیر میں "تلک حدود اللہ" کے ساتھ "فلاتقربوھا" فرما کر خاص احتیاط کی تاکید بھی فرمادی ہے (تفسیر معارف القرآن عثمانی ج ۱ ص ۴۵۵، سورہ بقرہ)

[1] اور 18 درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی کے بارے میں ماہرین نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ یہ دن کی ابتدائی دھندلی سی روشنی ہوتی ہے، اور ابتدائی لمحات میں ہر ایک کو اس کا مشاہدہ ہونا مشکل امر ہے، کماسیجیئ بالتفصیل۔

صادق کا صحیح طرح مشاہدہ کر لیتا ہے، تب تو کوئی شبہ والی بات نہیں۔

لیکن جو شخص (کسی مانع کے باعث) خود سے صحیح طرح مشاہدہ نہیں کر سکتا (جیسا کہ آج کل گنجان آبادی اور فضاء واُفق میں آبی بخارات، بادل، کُہر، دھند، خاکی ذرات، گرد وغبار اور دھوئیں وغیرہ کی کثرت اور آلودگی کے باعث مشاہدہ عموماً مشکل ہوتا ہے) تو ایسے حالات میں اولِ طلوعِ صبحِ صادق کا اعتبار کرنے کی کیا صورت ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے شخص کو شک کی صورت میں احتیاطی پہلو کا بہر کیف لحاظ کرنا چاہیے (جو کہ روزے میں تقدم اور نمازِ فجر میں تاخر کی صورت میں ہے) [1]

البتہ اگر کوئی معتبر تحقیق اور رصد گاہوں کے مشاہدات وارصادات اور علمائے موثقین کے بیان

---

[1] وهـذه التغيية إنما هي حيث يمكن التبين من طريق المشاهدة، فلو كانت مقمرة أو مغيمة، أو كان في موضع لا يشاهد مطلع الفجر، فإنه مأمور بالاحتياط في دخول الفجر، إذ لا سبيل لـه إلى العلم بحال الطلوع، فيجب عليه الإمساك إلى التيقن بدخول وقت الطلوع استبراء لدينه(تفسير البحر المحيط، ج۲ص ۲۱۷، سورة البقرة)

أن الـله تعالى لما أحل الجماع والأكل والشرب إلى غاية تبين الصبح، وجب أن يعرف أن تبين الصبح ما هو؟ فنقول :الـطريق إلى معرفة تبين الصبح إما أن يكون قطعياً أو ظنياً، أمـا القطعي فبأن يرى طلوع الصبح أو يتيقن أنه مضى من الزمان ما يجب طلوع الصبح عـنـده وأمـا الظني فنقول :إمـا أن يـحـصـل ظن أن الصبح طلع فيحرم الأكل والشرب (تفسير الكبير للرازي، ج۵ص ۲۷۴، سورة البقرة، رقم الآية ۱۸۷)

وقـال تعالى :( حتى يتبيـن لـكـم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر) فأباح الأكـل إلـى أن يتبيـن، والتبيـن إنـمـا هو حصول العلم الحقيقي، ومعلوم أن ذلـك إنما أمـروا بـه في حال يمكنهم فيها الوصول إلى العلم الحقيقي بطلوعه .وأما إذا كانت ليلة مـقـمـرة أو ليلة غيم أو في موضع لا يشاهد مطلع الفجر، فإنه مأمور بالاحتياط للصوم؛ إذ لا سبيـل لـه إلـى الـعـلـم بـحـال الـطـلـوع، فـالـواجـب عليـه الإمسـاك استبـراء لدينه(......وبعد اسطر......)فمن شك فلا سبيل له إلى تبين طلوع الفجر في أول ما يطلع حتـى يكون مستبرئا لدينه وعرضه مجتنبا للريبة غير مواقع لحمى الله تعالى، فاستعملنا قوله ( حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر ) فيمن يمكنه معرفة طـلـوعـه فـي أول أحـوالـه؛ فهـذا مذهب أصحابنا وحجاجه فيما ذكرنا (أحكام القرآن للجصاص، ج۱ ص۲۸۶، ۲۸۷، سورة البقرة، باب الاكل والشرب)

کردہ اصول اور اوقات پر عمل کرنا چاہے، تو وہ بلاشبہ جائز ہے۔ [1]

مثلاً آج کل ہر شخص کو طلوع وغروب وغیرہ کا مشاہدہ کرنا مشکل ہے، تو جس طرح طلوع وغروب بلکہ زوال اور مثلِ اول ومثلِ ثانی وغیرہ کے معاملے میں تحقیق وحساب پر عمل کو گوارا کیا جاتا، بلکہ عمل کو کافی سمجھا جاتا ہے، اور شاید معاشرے میں ایسے لوگ گنے چنے ہی ملیں، جو باوجودیکہ پختہ نمازی اور دیندار ہیں، مگر خود سے نماز، روزے کے ابتدائی وانتہائی اوقات کی حقیقت کو مشاہدہ کرنے کی زندگی بھر ضرورت محسوس کرتے ہوں، اور نہ ہی اس کا خیال آتا ہے۔

اسی طریقے سے طلوعِ صبح صادق اور غروبِ شفق کا معاملہ بھی ہونا چاہیے، بلکہ طلوعِ صبح صادق وغروبِ شفق (یعنی ابتدائے فجر وابتدائے عشاء) کا مشاہدہ باقی نمازوں کے اوقات کے مشاہدے کے مقابلے میں مشکل بھی ہے، کیونکہ دیگر نمازوں کے اوقات کا تعلق تو عین سورج اور دن کی روشنی کے ساتھ ہے، اور صبح صادق وغروبِ شفق کا تعلق سورج کے آثار کے ساتھ ہے، جن کا مشاہدہ دیگر نمازوں کے اوقات کے مشاہدے کے مقابلے میں دِقّت طلب ہے۔ [2]

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اوقاتِ صلاۃ کی تعیین میں غلبۂ ظن کافی ہے، اور علمائے ثقات نے تقویموں (جنتریوں وغیرہ) میں جو نمازوں کے اوقات کو ذکر فرمایا ہے، یا اوقاتِ صلاۃ کی تخریج کے لئے جو آلات (مثلاً ربع، اسطرلاب) وضع فرمائے ہیں، اُن سے غلبۂ

---

[1] رصد گاہوں کے تجربہ اور فلکی قانون اور بیشتر سابقین ومتاخرین علمائے موقتین سے طلوعِ صبح صادق کا اٹھارہ درجہ زیرِ افق ہونا معلوم ہوتا ہے (جیسا کہ سوال نمبر 6 کے جواب میں آرہا ہے)

[2] جیسا کہ علامہ کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أن صلاتين تؤديان فی أثر الشمس وهما المغرب مع الفجر ، وصلاتين تؤديان فی وضح النهار وهما الظهر والعصر ، فيجب أن يؤدى صلاتين فی غسق الليل بحيث لم يبق أثر من آثار الشمس وهما العشاء والوتر ، وبعد غيبوبة البياض لا يبقى أثر للشمس (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۱۲۴، كتاب الصلاة، فصل شرائط اركان الصلاة)

ظن کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ [1]

یہاں اگر یہ شبہ کیا جائے کہ رؤیتِ ہلال میں تو رؤیت کو ضروری قرار دیا گیا ہے، تو اوقاتِ نماز کے سلسلے میں رؤیت کو کیوں شرط قرار نہیں دیا گیا، اور اس میں غلبۂ ظن پر عمل کو کیوں کافی یا معتبر سمجھا گیا۔

تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اوقاتِ نماز کی تعیین کا مدار عینی رؤیت پر نہیں، بلکہ اس میں ایسی تحقیق وحساب پر عمل کافی ہے، جس سے غلبۂ ظن کا فائدہ حاصل ہوتا ہو۔ کما مر۔ [2]

---

[1] چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وأفاد فی النهر أن دلائل النجوم معتبرة عند قوم وعند آخرين ليست بمعتبرة قال : وعليه إطلاق عامة المتون .ا هـ .

أقول :لم أر فی المتون ما يدل على عدم اعتبارها ، ولنا تعلم ما نهتدى به على القبلة من النجوم .

وقال تعالى ( لكم النجوم لتهتدوا بها ) - على أن محاريب الدنيا كلها نصبت بالتحرى حتى منى كما نقله فی البحر ، ولا يخفى أن أقوى الأدلة النجوم .

والظاهر أن الخلاف فی عدم اعتبارها إنما هو عند وجود المحاريب القديمة ، إذ لا يجوز التحرى معها كما قدمناه ، لئلا يلزم تخطئة السلف الصالح وجماهير المسلمين ، بخلاف ما إذا كان فی المفازة فينبغی وجوب اعتبار النجوم ونحوها فی المفازة لتصريح علمائنا وغيرهم بكونها علامة معتبرة ، فينبغی الاعتماد فی أوقات الصلاة وفی القبلة ، على ما ذكره العلماء الثقات فی كتب المواقيت ، وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والأسطرلاب فإنها إن لم تفد اليقين تفد غلبة الظن للعالم بها ، وغلبة الظن كافية فی ذلک (رد المحتار، ج ا ص ۴۳۰، ۴۳۱، کتاب الصلاة،باب شروط الصلاة)

[2] ولا يرد على ذلک ما صرح به علماؤنا من عدم الاعتماد على قول أهل النجوم فی دخول رمضان لأن ذاک مبنی على أن وجوب الصوم معلق برؤية الهلال ، لحديث " ( صوموا لرؤيته ) " وتوليد الهلال ليس مبنيا على الرؤية بل على قواعد فلكية ، وهی وإن كانت صحيحة فی نفسها ، لكن إذا كانت ولادته فی ليلة كذا فقد يرى فيها الهلال وقد لا يرى ؛ والشارع علق الوجوب على الرؤية بالقبلة لا على الولادة ، هذا ما ظهر لی ، والله أعلم(رد المحتار، ج ا ص ۴۳۱، کتاب الصلاة،باب شروط الصلاة)

الشرع اناط الحكم فی الاوقات بوجودها قال تعالىٰ "اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ" وقال: "وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ" وفصلت السنة ذالک واناطت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی طرح اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ حساب کے ذریعے سے صبح صادق وغیرہ کا وقت معلوم کرنے میں تو ان احادیث کی مخالفت لازم آتی ہے جن میں علمِ نجوم سے منع کیا گیا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت نماز کے اوقات اور قبلے کی جہت وسمت وغیرہ کا حساب جاننے کو شامل نہیں۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وجوب صوم رمضان برؤية الهلال ولم تعلق الحكم في شيء من ذالک على حساب المنازل، وانما العبرة بدليل الحكم (أبحاث هيئة كبار العلماء بالمملكة العربية السعودية، جلد۳، صفحه ۴۱، المطبوعة: دارالقاسم الرياض)

فاشترط في سببية أوقات الصلوات التحقيق دون الرؤية وفي سببية الهلال الرؤية دون مجرد التحقيق(تهذيب الفروق والقواعد السنية في الأسرار الفقهية للشيخ محمد بن علي بن حسين مفتي المالكي بمكة المكرمة، على هامش انوارالبروق ج۲ص۱۸۵،الفرق بين قاعدة اوقات الصلاة يجوز اثباتها بالحساب والألات وبين قاعدة الاهلة في الرمضانات لايجوز اثباتها )

[1] (لكن ) اعترض بعض محشي الاشباه الاستدلال هنا بالحديث المذكور بانه لا يبعد ان يقال ان المراد منه النهي عن تصديق الكاهن ونحوه فيما يخبربه عن الحوادث والكوائن التي زعموا ان الاجتماعات والاتصالات العلوية تدل عليها وهو المسمى علم الاحكام وحكمها لا يصح وان ادعوا الجزم بها كفروا اما مجرد الحساب مثل ظهور الهلال في اليوم الفلاني ووقوع الخسوف في ليلة كذا فلا تدخل في النهي بدليل انه يجوز ان يتعلم ما يعلم به مواقيت الصلاة والقبلة انتهى (مجموعة رسائل ابنِ عابدين جلد ۱ صفحه ۲۴۵ )

وأما الخوض في علم النجوم لتحصيل ما يعرف به أوقات الصلوات وجهة القبلة وكم مضى من الليل أو النهار وكم بقي وأوائل الشهور الشمسية ونحو ذلک ومنه فيما أرى ما يعرف به وقت الكسوف والخسوف فغير منهي عنه بل العلم المؤدى لبعض ما ذكر من فروض الكفاية (روح المعاني للألوسي،ج۱۲ص۱۶ ،سورة الصافات ، رقم الآية ۸۹)

فأما ما يدرک من طريق المشاهدة من علم النجوم الذي يعرف به الزوال وجهة القبلة، فإنه غير داخل فيما نهى عنه .قال الله تعالى :(وهو الذي جعل لكم النجوم لتهتدوا بها في ظلمات البر والبحر)وقال تعالى :(وبالنجم هم يهتدون)فأخبر الله تعالى أن النجوم طرق لمعرفة الأوقات والمسالک، ولولاها لم يهتد الناس إلى استقبال الكعبة .روى عن عمر -رضي الله تعالى عنه -أنه قال :تعلموا من النجوم ما تعرفون به القبلة والطريق، ثم أمسكوا(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،ج۷ص۲۹۰۷، كتاب الطب والرقى،باب الكهانة)

# خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ صبح صادق میں اولِ طلوع کا اعتبار ہے، اور اولِ طلوع کے بعد سحری کھانا ممنوع اور فجر کی نماز پڑھنا جائز ہو جاتا ہے۔

قرآن وسنت کے دلائل اسی کے متقاضی ہیں، اور جمہورِ امت بھی اسی کے قائل ہیں، اور اس کے مقابلے میں بعض مشائخ کے جو دوسرے اقوال ہیں وہ دلائل کی رو سے راجح نہیں ہیں، بالخصوص ان پر روزہ جیسے فریضہ کے آغاز وابتداء کا مدار نہیں رکھا جا سکتا، اور طلوعِ صبح صادق وغروبِ شفق میں علمائے موثقین کی بیان کردہ تحقیق وحساب پر عمل کرنا درست ہے۔

اور اس کے لئے ہر شخص کو خود سے مشاہدہ کرنا ضروری نہیں۔

وَاللّٰہُ سُبُحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحُکَمُ.

**(4)**

# صبحِ صادق کی ابتدائی روشنی بنیادی طور پر سفید ہوتی ہے

گزشتہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ صبحِ کاذب اور صادق کی ابتدائی روشنی کے درمیان اصل حدِّ فاصل مستطیل کذنب السرحان اور معترض ومستطیر ہونا ہے، نہ کہ ان کی روشنیوں کے رنگ کا مختلف ہونا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صبحِ صادق کو خیطِ ابیض سے تعبیر فرمایا ہے، جو صبحِ صادق کی روشنی کے بنیادی طور پر سفید رنگ ہونے کے بارے میں صریح ہے۔

اور فلکی اعتبار سے یہ قاعدہ بھی طے شدہ ہے کہ صبحِ صادق کی روشنی غروب کے بعد شفقِ ابیض کے مقابلہ میں آتی ہے، اور شفقِ ابیض شفقِ احمر کے بعد آتی ہے، اسی طرح صبحِ صادق کے بعد احمر آتی ہے (اس قاعدہ کی تفصیل سوال نمبر 5 کے جواب میں آرہی ہے)

اس قاعدہ کا تقاضا بھی یہ ہے کہ صبحِ صادق کی ابتدائی روشنی بنیادی طور پر سفید ہو۔

اس کے علاوہ فقہائے کرام نے بھی صبحِ صادق کو صبحِ کاذب کے مقابلہ میں ''بیاضِ معترض ومستطیر یا منتشر'' سے تعبیر فرمایا ہے۔ [1]

جس سے معلوم ہوا کہ عموماً صبحِ صادق کی ابتدائی روشنی کا رنگ سفید نظر آیا کرتا ہے۔

---

[1] کچھ عبارات پہلے گزر چکی ہیں اور مزید عبارات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

أول وقت الفجر إذا طلع الفجر الثانی وهو البیاض المعترض فی الأفق (الهدایة فی شرح بدایة المبتدی، ج ۱ ص ۴۰، کتاب الصلاة، باب المواقیت)

ولاخلاف بین المسلمین أن الفجر الابیض المعترض فی الافق قبل ظهور الحمرة یحرم به الطعام والشراب علی الصائم؛ وقال علیه السلام لعدی بن حاتم "إنما هو بیاض النهار وسواد اللیل" ولم یذکر الحمرة (احکام القرآن للجصاص، جزء ۲ صفحه ۶۹، سورة البقرة، باب الاکل والشرب والجماع لیلة الصیام)

وهو البیاض المنتشر المستطیر لاالمستطیل (الدرالمختار مع ردالمحتار، ج ۱ ص ۳۵۹، کتاب الصلاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# ایک حدیث سے صبح صادق کی روشنی کے سرخ ہونے کا جواب

ایک حدیث میں صبح صادق کی روشنی کو احمر کہا گیا ہے، اور احمر سرخ رنگ کو کہتے ہیں، اِس سے بعض حضرات کو صبح صادق کی ابتدائی روشنی کے سرخ ہونے کی غلط فہمی ہوگئی ہے، وہ حدیث درجِ ذیل ہے:

حضرت قیس بن طلق اپنے والد حضرت طلق بن علی سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

**قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا يَهِيْدَنَّكُمُ السَّاطِعُ الْمُصْعِدُ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَعْتَرِضَ لَكُمُ الْأَحْمَرُ** (سنن ابوداؤد) [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

طلوع الفجر، وهو البياض المعترض فى الافق الشرقى (شرح صحيح البخارى لابنِ بطال، ج٢ ص ٢٠٠، كتاب مواقيت الصلاة وفضلها، باب وقت الفجر)

قال مالك فى رواية ابن القاسم، وأشهب عنه :الفجر أمره بين، وهو البياض المعترض فى الأفق (احكام القرآن لابن العربى، ج٤ ص ٣٨٥،سورة الفجر)

طلوع الفجر الثانى المستطير ،وهو البياض المعترض فى المشرق (الفروع لابن الفروع، ج ا ص ٤٣٣، كتاب الصلاة،باب المواقيت)

والمراد بالفجر الصادق ,وهو البياض المعترض ,فيحرم الأكل وغيره بطلوعه(الفروع لابن المفلح، ج٥ص ٣٢، كتاب الصيام ، باب مايفسد الصوم ويوجب الكفارة ،فصل تعجيل الافطار وتاخير السحور)

أن وقت الصبح يدخل بطلوع الفجر الثانى إجماعا، وقد دلت عليه أخبار المواقيت، وهو البياض المستطير المنتشر فى الأفق، ويسمى الفجر الصادق(المغنى لابنِ قدامة، ج ا ص ٢٧٩، كتاب الصلاة، باب المواقيت، مسألة وقت الصبح)

*اس قسم کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح صادق کی ابتدائی روشنی بنیادی طور پر سفید نظر آیا کرتی ہے۔*

[1] رقم الحديث ٢٣٤٨، كتاب الصيام ،وقت السحور،سنن الترمذى رقم الحديث ٧٠٥،سنن الدارقطنى، رقم الحديث ٢١٨٨.

قال أبو داود :هذا مما تفرد به أهلُ اليمامة(سنن ابى داؤد، حواله بالا)

وقال الترمذى:وفى الباب عن عدى بن حاتم، وأبى ذر، وسمرة:حديث طلق بن على حديث حسن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سحری کھاتے پیتے رہو، اور تمہیں لمبائی کی طرف چڑھنے والی روشنی دھوکے میں نہ ڈال دے، پس تم کھاؤ پیو، یہاں تک کہ تمہارے لیے چوڑی سرخ روشنی ظاہر نہ ہو جائے (ابوداؤد، ترمذی، دارقطنی)

مگر اس حدیث کے بارے میں محدثین نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیاضِ معترض، حمرۃ کے ابتدائی لمحات کو اپنے اندر چھپائے ہوئے ہوتی ہے، جس کا ظہور تدریجاً ہوتا ہے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

غریب من هذا الوجه، "والعمل على هذا عند أهل العلم أنه :لا يحرم على الصائم الأكل والشرب حتى يكون الفجر الأحمر المعترض، وبه يقول عامة أهل العلم "(سنن الترمذی، حواله بالا)

وقال الدارقطنی: قيس بن طلق ليس بالقوی(سنن الدارقطنی، حواله بالا)

وقال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن .قيس بن طلق صدوق حسن الحديث، وباقی رجاله ثقات (حاشية سنن ابی داوٗد)

[1] چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ومعنى الأحمر ههنا أن يستبطن البياض المعترض أوائل حمرة(عمدة القاری،ج۱۰ ص ۲۹۷، کتاب الصوم، باب قول النبی صلى الله عليه وسلم لا يمنعنكم من سحوركم آذان بلال)

اور "یستبطن" کے معنیٰ ظاہر ہونے کے نہیں، کیونکہ یہ بطن کی ضد ہے۔

چنانچہ اس کی مزید وضاحت بذل المجهود شرح ابی داوٗد میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے اس طرح فرمائی ہے:

قال فی الدرجات ای يستبطن البياض المعترض اوائل حمرة لان البياض اذا تتام طلوعه ظهرت اوائل الحمرة والعرب تشبه الصبح بالبلق فی الخيل لما به من بياض وحمرة قلت لايصح كونه احمر الا قبل نزول قوله تعالیٰ حتی يتبين لكم الخيط الابيض الأية لانه معنی الأخر هو النهار الا ان الشمس لم تطلع وكلاهما يعارض الأية وهذا كله على ظاهره والا فان الاحمر يطلق على الابيض ايضاً فان اطلق عليه وافق الأية فتنبه له ان كنت فائق السجية (بذل المجهود، جلد۴، صفحہ ۱۳۹، كتاب الصوم)

اس عبارت میں بیاضِ معترض کے اوائلِ حمرۃ کو بطن میں لینے کی دلیل بھی مذکور ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب بیاض کا طلوع تام ہو جاتا ہے، تو حمرۃ کے ابتدائی لمحات (اس کے بطن سے) ظاہر ہو جاتے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ نہارِ شرعی کا آغاز اولِ طلوعِ فجر پر ہو جاتا ہے، نہ کہ اس کے اتمامِ طلوع پر۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض حضرات نے جو صبح صادق کی روشنی کو سفیدی اور سرخی کا مجموعہ قرار دیا ہے، اس کا مطلب فقہائے کرام نے یہ بیان فرمایا ہے کہ صبح صادق بیاض سے شروع ہو کر حمرۃ تک ممتد ہوتی ہے، اس لئے وہ بیاض وحمرۃ کا مجموعہ ہوتی ہے، اور اس کی وجہ فقہائے کرام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ:

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یہ بھی ملحوظ رہے کہ بذل کا کلام مندرجہ بالا حدیث ''حتی یعترض لکم الاحمر'' کی تشریح پر مشتمل ہے، لہٰذا اس موقع پر یہ کہنا کہ یہ مطلب تو حدیث کے خلاف ہے، یہ خود صاحبِ بذل اور دیگر شراحِ حدیث پر اعتراض ہے۔

**الخيط الأبيض من الفجر يتبين عند ابتداء طلوع أوائل الفجر، وقد جعل الله تعالى ذكره ذلك حدًّا لمن لزَمه الصوم فى الوقت الذى أباح إليه الأكل والشرب والمباشرة............والنهار عندهم أوَّله طلوع الفجر، وذلك هو ضوء الشمس وابتداء ُطلوعها دون أن يتتامَّ طلوعها، كما أن آخر النهار ابتداء ُغروبها دون أن يتتامَّ غروبها(تفسير الطبرى ،ج٣ص ٥٣١،سورة البقرة ،رقم الآية ١٨٧)**

بیاض کا طلوع تام ہونے کے بعد اوائلِ حمرۃ کے ظہور سے واضح ہے کہ ابتدائے طلوع میں اوائلِ حمرۃ کا ظہور نہیں ہوتا۔

ملحوظ رہے کہ جدید اہلِ فن نے جو سورج طلوع ہونے سے پہلے سورج کی روشنیوں کی مختلف انواع بیان کرتے ہوئے اسٹرانومیکل ٹیولائٹ کے بارے میں سرخی کا ذکر کیا ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اسٹرانومیکل ٹیولائٹ کا اطلاق 18 ڈگری سے 12 ڈگری تک کے درمیان کی ساری روشنی پر ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ 12 ڈگری تک اس میں حمرۃ کی غیر معمولی شمولیت ہو جاتی ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری تالیف ''کشف الغطاء عن وقت الفجر والعشاء'')

پھر صاحبِ بذل نے فرمایا کہ اگر اس حدیث میں کوئی تاویل نہ کی جائے، اور احمر مراد لیا جائے، تو پھر یہ حدیث ''حتی یتبین لکم الخیط الابیض'' کے معارض ہونے کے باعث اس کے نزول سے قبل کی قرار دی جائے گی۔

جبکہ بعض حضرات نے اس حدیث کو جمہور کے خلاف متروک قرار دیا ہے۔

**الاول: الجواز الى الصبح الاحمر ودليله حديث الباب وهٰذا قول متروك عند الجمهور بل جعله الطحاوى وابوبكر الرازى وابن قدامة والنووى مخالفا للاجماع، وان اعترضه الحافظ وجعله ابن رشد قولاً شاذاً. والثانى: الجواز الى الصبح الصادق الابيض واليه ذهب الجمهور (معارف السنن جلد ٥ صفحه ٣٦٤، باب ماجاء فى بيان الفجر، ابواب الصوم)**

**كلوا واشربوا ولا يهيدنكم الساطع المصعد ,كلوا واشربوا حتى يعترض لكم الأحمر وأشار بيده وأعرضها فلا يجب ترك آية من كتاب الله تعالى نصا ,وأحاديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم متواترة قد قبلتها الأمة ,وعملت بها من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى اليوم، إلى حديث قد يجوز أن يكون منسوخا بما ذكرناه فى هذا الباب وهذا قول أبى حنيفة ,وأبى يوسف , ومحمد ,رحمهم الله تعالى(شرح معانى الآثار،ج٢ص ٥٤، تحت رقم الحديث ٣١٧٠، كتاب الصيام، باب الوقت الذى يحرم فيه الطعام على الصيام)**

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

**لِأَنَّ الْفَجْرَ إِنَّمَا يَجْمَعُ ذٰلِکَ بَعْدَ مُضِيّ زَمَنٍ کَثِيرٍ مِّنْ وَقْتِهَا**

**یعنی فجر میں سرخی صبح صادق کا کافی وقت گزرنے کے بعد جمع ہوتی ہے۔** [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور یہ تفصیل تو اس وقت تھی جبکہ اس حدیث کو اپنے ظاہری معنیٰ پر رکھا جائے، ورنہ تو احمر کا اطلاق ابیض پر بھی آتا ہے، لہٰذا اس سے ابیض مراد لینے پر کوئی اشکال نہیں ہوتا۔

عون المعبود شرح ابی داؤد میں ہے:

**(حتى يعترض لكم الأحمر) قال الخطابى معنى الأحمر ها هنا أن يستبطن البياض المعترض أوائل حمرة وذلک أن البياض إذا تتام طلوعه ظهرت أوائل الحمرة والعرب تشبه الصبح بالبلق من الخيل لما فيه من بياض وحمرة انتهى.**

**قلت وقد يطلق الأحمر على الأبيض**

**قال فى تاج العروس الأحمر ما لونه الحمرة ومن المجاز الأحمر من لا سلاح معه فى الحرب والأحمر تمر للونه والأحمر الأبيض ضد وبه فسر بعض الحديث بعثت إلى الأحمر والأسود والعرب تقول امرأة حمراء أى بيضاء انتهى**

**فمعنى قوله صلى الله عليه وسلم حتى يعترض لكم الأحمر أى الأبيض وهو بياض النهار من سواد الليل يعنى الصبح الصادق قال المنذرى والحديث أخرجه الترمذى وقال حسن غريب من هذا الوجه هذا آخر كلامه**

**وقيس هذا قد تكلم فيه غير واحد من الأئمة(عون المعبود، ج٦ ص ٣٣٩، كتاب الصيام، باب وقت السحور)**

[1] چنانچہ حاشیۃ البجیرمی علی الخطیب میں ہے:

**قوله :( يجمع بياضا وحمرة ) أما البياض فهو الفجر الصادق ، وأما الحمرة فمن شعاع الشمس قبل طلوعها ، ومعلوم أن الفجر يمتد إلى طلوع الشمس فصح قوله الذى يجمع بياضا وحمرة م د .**

**قال بعضهم :إن قول الشارح يجمع بياضا وحمرة فيه نظر ؛ لأن الفجر إنما يجمع ذلک بعد مضى زمن كثير من وقتها فيقتضى أنها تؤخر لذلک عن أول وقتها وليس كذلک ، وإنما تفعل فى أول الوقت والفجر حينئذ بياض لا حمرة فيه ، فلو قال ؛ لأنها تفعل عقب الفجر والفجر فيه بياض حينئذ والشىء الذى فيه بياض يقال له صبح كان أولى .(حاشية البجيرمى على الخطيب، ج ا ص٣٩٧، كتاب الصلاة، وقت الفجر)**

اور ایضاح القول الحق میں ہے کہ:

**وعلى كل حال فمن قال بان الفجر الصادق الذى يحل الصلاة ويحرم الاكل والشرب على الصائم هو حمرة الشمس فى سواد الليل او هو البياض والحمرة فقد اخطأ الصواب لما ذكرناه ( ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسى اصلا الفاسى المراكشى ص٧)**

اور صبح صادق کی ابتدائی روشنی میں بعض اوقات سرخی کی کچھ جھلک محسوس ہوسکتی ہے۔

جیسا کہ علامہ ابنِ حزم فرماتے ہیں:

وَرُبَمَا كَانَ فِيهِ تَوْرِيدٌ بِحُمْرَةٍ بَدِيعَةٍ (المحلى بالآثار، ج ۲ ص ۲۲۴، كتاب الصلاة، اوقات الصلاة، مسألة فى بيان الشفق والفجر وتعريفهما وبيان أنواعهما)

اس قسم کی اور بھی عبارات ہیں، جن میں صبح صادق کے رنگ میں ''حمرۃ'' کی آمیزش یا صبح صادق کو ''بیاض وحمرۃ'' کا مجموعہ قرار دیا گیا ہے، اس قسم کی عبارات میں طلوعِ صبح یا طلوعِ فجر یا طلوعِ صادق کے الفاظ یا اس طرح کی قید مذکور نہیں، بلکہ صبح صادق یا صبح کے مطلق الفاظ کے ساتھ یہ بات مذکور ہے، جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حکم طلوعِ صبح صادق کے اول وہلہ سے متعلق ہو، بلکہ غالب اور ظاہر یہی ہے کہ یہ حکم مطلق صبح صادق سے متعلق ہے، اور اس قید سے صبح کاذب کو خارج کرنا مقصود ہے، نیز یہ بتانا مقصود ہے کہ مغرب کے بعد کی شفق کی طرح فجر میں بھی بالترتیب وبالتعقیب احمر وابیض دونوں جمع ہوتے ہیں۔

بہرحال صبح صادق کی ابتدائی روشنی کے لئے سرخی کی جھلک ضروری نہیں، یعنی صبح صادق کا وجود اس پر موقوف نہیں، کیونکہ موسم اور آب وہوا وغیرہ کے تغیرات اس میں اثر انداز ہوسکتے ہیں۔ [1]

---

[1] اس لئے بعض حضرات کا صبح صادق کی ابتدائی روشنی میں سرخی کی جھلک کو ضروری قرار دینا راجح معلوم نہیں ہوتا، جیسا کہ احسن الفتاویٰ میں ہے۔

صبح صادق کی ابتداء میں قدرے سرخی کی آمیزش ہوتی ہے (احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۶۰)

اصطلاحِ شریعت میں ابتداءِ صبح میں افق سے کافی بلندی پر نمودار ہونے والی مستطیل روشنی کو صبح کاذب کہا جاتا ہے، پھر یہی روشنی جب نیچے اتر کر عرضاً پھیلتی ہے، اور طول سے عرض زیادہ ہوجاتا ہے، اور اس میں کچھ سرخی کی جھلک آجاتی ہے، تو اسے صبح صادق کہا جاتا ہے (احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۷۹)

اور ایک مقام پر ہے:

یہ امر علمائے ھیئت کی تصریحات کے علاوہ مشاہدات سے بھی ثابت ہوچکا ہے کہ 18 زیرِ افق پر مستطیل روشنی ظاہر ہوتی ہے، جس میں سرخی کی ذرا بھی آمیزش نہیں ہوتی (ایضاً ص ۱۸۰)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# خلاصہ

خلاصہ یہ کہ صبح صادق کی ابتدائی روشنی بنیادی طور پر سفید نظر آتی ہے، اور سرخی والی روشنی کے نظر آنے کا درجہ ابتدائی لمحات گزرنے کے بعد آتا ہے، اور جمہور کے نزدیک صبح صادق کے طلوع کا حکم اس کی ابتدائی روشنی سے متعلق ہے۔

البتہ بعض اوقات صبح صادق کی ابتدائی سفید روشنی میں سرخی کی کچھ جھلک محسوس ہو سکتی ہے، لیکن بایں ہمہ صبح صادق کی ابتدائی روشنی کے لیے سرخی کی جھلک ضروری نہیں، اور اس پر طلوعِ صبح صادق کے وجود کو موقوف رکھنا یا سرخی کی جھلک کو صبح صادق کی ابتدائی روشنی کی حدِ تام کا حصہ بنانا راجح معلوم نہیں ہوتا۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ صبح صادق کی جو اصطلاحِ شریعت کے اعتبار سے تعریف کی گئی ہے، یہ ہمیں کسی مستند حوالہ سے دستیاب نہ ہو سکی، اور کاذب کی روشنی کے نیچے اتر کر عرضاً پھیلنے کی صورت میں صادق ہونے پر کلام، کاذب وصادق سے متعلق احادیث کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

رہا علمائے ہیئت کی ایسی تصریحات ومشاہدات کا معاملہ جن کی رو سے 18 درجہ پر ظاہر ہونے والی روشنی کا مستطیل اور اس میں سرخی کی آمیزش نہ ہونا، تو یہ بھی قابلِ تامل ہے، کیونکہ ہم نے آگے باحوالہ جمہور اہلِ ہیئت اور اہلِ علم متقدمین ومتاخرین کی ایسی تصریحات ذکر کر دی ہیں، جن میں انہوں نے 18، بلکہ بعض نے 19 درجہ پر صبح صادق کا حکم لگایا ہے، اور ظاہر ہے کہ صبح صادق معترض ومنتشر روشنی کا نام ہے، نہ کہ مستطیل کا، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

پھر اگر صبح صادق کی روشنی میں سرخی کی آمیزش نہ ہو مگر اس کی حدِ تام یعنی اس کا معترض ومنتشر ہونا صادق آ رہا ہو تو وہ کافی ہے، اور 18 درجہ پر ظاہر ہونے والی روشنی کو بلاشبہ یہ مقام حاصل ہے۔

اور درحقیقت روشنی کے مذکورہ رنگ کے مسئلہ کا تعلق فلکیات سے زیادہ طبعیات سے ہے، اور طبعیات کے فن میں اس کی وضاحت ہے کہ یہ سفید روشنی درحقیقت سات مختلف رنگوں کا مجموعہ ہے، جس میں آب وہوا وغیرہ کے تغیر سے دوسرے جز کی جھلک پیدا ہو سکتی ہے، لیکن ابتداءً عام حالات میں غلبہ بیاض ہی کو ہوتا ہے۔

اور قرآن مجید میں الخیط الابیض کی تعبیر سے بھی اس روشنی کے سفید ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

**(5)**

# فجر اور مغرب کا وقت برابر ہونے اور وقتِ عشاء کی تحقیق

فجر کا وقت بالاتفاق صبح صادق پر شروع اور طلوعِ شمس پر ختم ہوجاتا ہے، اور اس کے برعکس مغرب کا وقت بالاتفاق غروبِ شمس پر شروع ہوجاتا ہے۔

اور سورج مشرق میں طلوع ہوتا ہے، اور مغرب میں غروب ہوتا ہے، لہٰذا طلوع وغروب کی جہات شرقاً وغرباً ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

لیکن مغرب کا وقت ختم ہونے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شفقِ ابیض کے غروب ہونے پر مغرب کا وقت ختم اور عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے، اور صاحبین ودیگر فقہاء کے نزدیک شفقِ احمر کے غروب پر مغرب کا وقت ختم اور عشاء کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ [1]

---

[1] وقال أبو حنيفة رحمه الله تعالى هو البياض الذى يلى الحمرة حتى لو صلى العشاء بعد ما غابت الحمرة ولم يغب البياض المعترض الذى يكون بعد الحمرة لا تجوز عنده (فتاویٰ قاضی خان، ج ۱ ص ۷۳، کتاب الصلاة)

وقال ابو حنيفة رضى الله عنه الشفق البياض وكان ابو حنيفة يقول لا يفوت المغرب حتى يغيب الشفق ( الابيض ) ولكنه كان يكره تأخيرها اذا غاب الشفق ( الاحمر ) ويقول وقتها حتى يغيب الشفق ( الابيض ) (الحجة على اهل المدينة، ج ۱ ص ۸، اختلاف اهل الكوفة واهل المدينة فى الصلوات والمواقيت)

واختلفوا فى تفسير الشفق ، فعند أبى حنيفة هو البياض ، وهو مذهب أبى بكر وعمر ومعاذ وعائشة رضى الله عنهم ، وعند أبى يوسف ومحمد والشافعى هو الحمرة ، وهو قول عبد الله بن عباس وعبد الله بن عمر رضى الله عنهم وهو رواية أسد بن عمرو عن أبى حنيفة (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۱۲۴ ، كتاب الصلاة، فصل شرائط اركان الصلاة)

يبدأ وقت العشاء حين يغيب الشفق بلا خلاف بين أبى حنيفة وصاحبيه، إلا أنهم اختلفوا فى معنى الشفق، فذهب أبو حنيفة إلى أن الشفق هو البياض الذى يظهر فى جو السماء بعد ذهاب الحمرة التى تعقب غروب الشمس، وذهب الصاحبان إلى أن الشفق هو الحمرة، وهو مذهب جمهور الفقهاء ، والفرق بين الشفقين يقدر بثلاث درجات(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷، ص ۱۷۵ ،مادة ”أوقات الصلاة“)

جس طرح سورج طلوع ہونے سے پہلے بلادِ معتدلہ میں ہمیشہ صبح صادق کے وقت مشرقی اُفق میں پہلے سفیدی ظاہر ہوتی ہے، جو کہ شمالاً وجنوباً معترض ومستطیر ہوتی ہے (جسے صبح صادق کہا جاتا ہے) اس کے بعد سرخی آتی ہے، اور پھر سورج طلوع ہوتا ہے، اس کے برعکس شام کے وقت سورج غروب ہونے کے بعد مغربی اُفق میں پہلے سرخی اور اس کے بعد سفیدی آتی ہے، اور یہ سفیدی شمالاً وجنوباً معترض ہوتی ہے، اور غروب کے بعد کی سرخی اور اس کے بعد کی سفیدی دونوں کو شفق کہا جاتا ہے۔

اور ان دونوں کے اشتراکِ مراحل کے باعث فلکی قواعد کے مطابق بلادِ معتدلہ میں ابتدائے صبح صادق سے طلوعِ آفتاب تک جتنا وقت ہوتا ہے، اتنا ہی اس دن غروبِ آفتاب سے شفقِ ابیض کے غروب تک ہوتا ہے کیونکہ طوالع وغوارب کا قاعدہ عکس کے ساتھ ایک ہی ہے۔

آگے ان امور کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

## امام ابوحنیفہ کے نزدیک عشاء میں شفقِ ابیض کا غروب معتبر ہے

بعض مشائخ سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کرلیا تھا، جبکہ بعض مشائخ نے صاحبین کے قول کو مفتیٰ بہ قرار دیا ہے؛ لیکن بعض اصحابِ ترجیح فقہاء نے امام صاحب کے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کی نسبت کی سخت تردید فرمائی ہے اور امام صاحب کے قول کو مفتیٰ بہ قرار دیا ہے ''لِاَنَّہٗ مِنْ بَابِ الْعِبَادَاتِ''

اور احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق شفقِ ابیض کے غروب سے پہلے عشاء کی نماز ادا نہ کی جائے، البتہ شفقِ احمر کے غروب سے پہلے پہلے مغرب ادا کرلی جائے، ''لِلِاجْتِنَابِ عَنِ الِاخْتِلَافِ'' [1]

---

[1] ومن المشايخ من اختار الفتوى على رواية أسد بن عمرو عن أبي حنيفة رحمه الله كقولهما ولا تساعده رواية ولا دراية ، أما الأول فلأنه خلاف الرواية الظاهرة عنه ، وأما الثاني فلما قدمنا في

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اگر کوئی ضرورت یا عذر ہو تو صاحبین اور دیگر جمہور فقہائے کرام کے قول پر عمل کرتے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حديث ابن فضيل وأن آخر وقتها حين يغيب الأفق ، وغيبوبته بسقوط البياض الذى يعقب الحمرة وإلا كان باديا (فتح القدير، ج ا ص ۲۲۲، ۲۲۳، كتاب الصلاة، باب المواقيت)

(قوله :وهو البياض) أى الشفق هو البياض عند الإمام وهو مذهب أبى بكر الصديق وعمر ومعاذ وعائشة -رضى الله عنهم -وعندهما وهو رواية عنه هو الحمرة وهو قول ابن عباس وابن عمر وصرح فى المجمع بأن عليها الفتوى ورده المحقق فى فتح القدير بأنه لا يساعده رواية ولا دراية، أما الأول فلأنه خلاف الرواية الظاهرة عنه، وأما الثانى فلما فى حديث ابن فضيل وإن أخر وقتها حين يغيب الأفق وغيبوبته بسقوط البياض الذى يعقب الحمرة وإلا كان باديا ويجىء ما تقدم يعنى إذا تعارضت الأخبار لم ينقض الوقت بالشك ورجحه أيضا تلميذه قاسم فى تصحيح القدورى وقال فى آخره فثبت أن قول الإمام هو الأصح .اهـ.

وبهذا ظهر أنه لا يفتى ويعمل إلا بقول الإمام الأعظم ولا يعدل عنه إلى قولهما أو قول أحدهما أو غيرهما إلا لضرورة من ضعف دليل أو تعامل بخلافه كالمزارعة وإن صرح المشايخ بأن الفتوى على قولهما كما فى هذه المسألة وفى السراج الوهاج فقولهما أوسع للناس وقول أبى حنيفة أحوط (البحرالرائق ج ا ص ۲۵۸ ۲۵۹، كتاب الصلاة، وقت صلاة العشاء)

قال الامام ابو المفاخر السديدى فى شرح المنظومة وقد جاء عن ابى حنيفة فى جمع التفاريق وغيره انه رجع الىٰ قولهما وقال انه الحمرة لما ثبت عنده من حمل عامة الصحابة رضى الله عنهم الشفق على الحمرة وعليه الفتوىٰ ، وتبعه المحبوبى وصدر الشريعة .قلت: ماذكر من الرجوع فشاذ لم يثبت ، لما نقله الكافة عن الكافة من لدن الأئمة الثلاثة والى الآن من حكاية القولين ، ودعوى حمل عامة الصحابة خلاف المنقول .قال فى الاختيار :الشفق البياض ، وهو مذهب ابى بكر الصديق ومعاذ بن جبل وعائشة رضى الله عنهم .قلت :ورواه عبد الرزاق عن أبى هريرة وعن عمر بن عبد العزيز ، ولم يرو البيهقى الشفق الحمرة إلا عن ابن عمر ، واما اختياره للفتوىٰ فبناء على ظن ضعيف وذلک انه قال الشفق الحمرة ، وعليه الفتوىٰ لان فى جعله اسما للبياض لكونه اشفق اثبات اللغة بالقياس ،وانه لايجوز ، فظن ان هذا هو حجة الامام وليس كذلک ، انما حجته الحديث الصحيح مع تفسير الصحابة مع موافقة اصول النظر على ما سنذكر ان شاء الله تعالىٰ ، فكان اختياراً مخالفا لماهو الاصح رواية ودراية ،اما الاول فلان رواية الشفق البياض راوية الاصل ، وهى ظاهر المذهب عنه ، ورواية انه الحمرة ، رواية اسد بن عمرو ، وهى خلاف ظاهر الرواية عنه ، واما الثانى وهو ماوعدناه ،فروى الترمذى عن ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال :وان اول وقت العشاء حين يغيب الافق ، وغيبوبته بسقوط البياض الذى يعقب الحمرة ، والا كان باديا، واما اقوال الصحابة الموافقة لهذا الحديث فما قدمناه ، واما موافقة اصول النظر فانه وان روى عن ابن عمر وغيره الشفق الحمرة فقد روى ما قدمناه عن غيرهم ، واذا تعارضت الآثار لا يخرج الوقت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہوئے مغرب شفقِ ابیض کے غروب سے پہلے اور عشاء شفقِ احمر کے غروب کے بعد ادا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالشک کما قاله فی الهداية وغيرها .فثبت أن قول الإمام هو الأصح ،كما اختاره النسفی رحمه الله (التصحيح والترجيح على مختصر القدوری، للقطلوبغا ،ص ١٥٥ تا ١٥٧، كتاب الصلاة، مطبوعة:دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان)

رہا بعض حضرات کا حمرۃ پر عمل، تو وہ اسی فتویٰ کی بناء پر تھا، جو امام صاحب کے قول کی دلیل کے ضعف کے دعویٰ پر مبنی تھا، اور جب اس کا ضعف درست نہ ہوا، تو فتویٰ بھی راجح نہ ہوا، لہٰذا علامہ شامی کا اس عمل کی بنیاد پر فتوے کا رجحان قابلِ تأمل ہے۔

ثم رأيت فی آخر شرح المنية ناقلا عن بعض الفتاوى أنه لو كان إمام محلته يصلى العشاء قبل غياب الشفق الأبيض فالأفضل أن يصليها وحده بعد البياض(ردالمحتار ج ١ ص ٣٥٩، كتاب الصلاة)

وفی المبسوط قول الإمام أحوط وقولهما أوسع أى أرفق للناس قيل وبه يفتى قال ابن النجيم إن الصحيح المفتى به قول صاحب المذهب لا قول صاحبيه واستفيد منه أنه لا يفتى ولا يعمل إلا بقول الإمام ولا يعدل عنه إلى قولهما إلا لموجب من ضعف أو ضرورة تعامل واستفيد منه أيضا أن بعض المشايخ وإن قال الفتوى على قولهما وكان دليل الإمام واضحا ومذهبه ثابتا لا يلتفت إلى فتواه فإذا ظهر لنا مذهب الإمام فی هذين الوقتين أى وقت العصر والعشاء وظهر أيضا دليله وصحته وأنه أقوى من دليلهما وجب علينا اتباعه والعمل به وهذا بحث طويل فليطلب من رسالته (مجمع الانهر، ج ١ ص ٧٠، كتاب الصلاة، وقت المغرب)

وقيل هو البياض الذى بعد الحمرة وهو قول الصديق والصديقة وأنس ومعاذ وأبى هريرة ورواية عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهم أجمعين وبه قال عمر بن عبد العزيز والأوزاعى وداود الظاهرى وغيرهم واختاره من أهل اللغة المبرد وثعلب وصحح كل من القولين وأفتى به ورجح فی البحر قول الإمام قال ولا يعدل عنه إلى قولهما ولو بموجب من ضعف أو ضرورة تعامل لأنه صاحب المذهب فيجب إتباعه والعمل بمذهبه حيث كان دليله واضحا ومذهبه ثابتا ولا يلتفت إلى جعل بعض المشايخ الفتوى على قولهما اهـ وقوى الكمال قول الإمام أيضا بما حاصله أن الشفق يطلق على البياض والحمرة وأقرب الأمر أنه إذا تردد فی أن الحمرة أو البياض لا ينقضى الوقت بالشک ولا صحة لصلاة قبل وقتها فالاحتياط فی التأخير وقال العلامة الزيلعى وما روى عن الخليل أنه قال راعيت البياض بمكة كرمها الله ليلة فما ذهب إلا بعد نصف الليل محمول على بياض الجو وذلک يغيب آخر الليل وأما بياض الشفق وهو رقيق الحمرة فلا يتأخر عنها إلا قليلا قدر ما يتأخر طلوع الحمرة عن البياض فی الفجر قوله" :وهو مروى عن أكابر الصحابة "قد علمت أن مذهب الإمام مروى عن أكبر الصحابة أجمعين نساء ورجالا قوله" :وعليه اطباق أهل اللسان "قد علمت ما اختاره المبرد وثعلب وهما من أكبر أهله قوله " :ونقل رجوع الإمام "هذه الصيغة للضعف فلا جزم بها (حاشية الطحطاوى على المراقى، ص١٧٧، ١٧٨، كتاب الصلاة)

ورواه أسد بن عمرو عن الإمام أيضا لكنه خلاف ظاهر الرواية عنه والصحيح المفتى به ما جاء فی ظاهر الرواية وقد نص على ذلک المحقق ابن الهمام والعلامة قاسم وابن نجيم وغيرهما وما قاله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ [۱]

اس لئے ہم یہی سمجھتے ہیں کہ صاحبین کے قول کی طرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے رجوع کی نسبت کی تصدیق نہ کی جائے، اور اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے نقلی وعقلی اعتبار سے مدلل ہونے کے باعث ممکنہ حد تک اسی پر فتویٰ کا قول کیا جائے۔ واللہ اعلم۔

## طوالع وغوارب اربعہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی تقویت

جب یہ معلوم ہو چکا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شفقِ ابیض کے غروب پر مغرب کا وقت ختم اور عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے، تو اب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے قرآن وسنت اور فقہی دلائل ونظائر اور عقل وقیاس سمیت فلکی قواعد وتحقیقات سے بھی مبرہن ہونے کی ایک جھلک ملاحظہ فرمانے کے لئے تمہیداً طوالع وغوارب کی بحث ملاحظہ فرمائیں۔ [۲]

بلادِ معتدلہ میں فی الجملہ چار طوالع اور چار غوارب ہیں، جن میں سے ہر ایک دوسرے کی نظیر ہونے کے ساتھ دوسرے کے مقابلہ میں بھی آتا ہے۔ [۳]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإمام أبو المفاخر من أن الإمام رجع إلى قولهما وقال إن الحمرة لما ثبت عنده من حمل عامة الصحابة إياه على ذلک وعليه الفتوى وتبعه المحبوبى وصدر الشريعة ليس بشيء لأن الرجوع لم يثبت ودون اثباته مع نقل الكافة عن الكافة خلافه خرط القتاد وكذا دعوى حمل عامة الصحابة خلاف المنقول (روح المعانی، سورة اسراء درذیل آیت نمبر ۷۹)

ومن المشايخ من أفتى برواية أسد بن عمرو الموافقة لقولهما قال ابن الهمام ولا تساعده رواية ولا دراية وتمام هذا في الشرح أيضا(منية المصلى ج ۱ ص ۱۳۷، كتاب الصلاة)

[۱] أقول :لم يرجع أبو حنيفة إلا أن وقت الاختيار للمغرب إلى الشفق الأحمر، ووقت الضرورة إلى الشفق الأبيض (العرف الشذى للكشميرى، ج ۱ ص ۱۴۹، ابواب الطهارة، باب ما جاء في المستحاضة أنها تجمع بين الصلاتين بغسل واحد)

[۲] ان ناموں کی اصطلاحات ہماری اپنی مقرر کردہ ہیں۔

[۳] فالطوالع إذن أربعة: الفجر الكاذب والفجر الصادق، والاحمر، والشمس، وكذالک يجب أن تكون الغوارب (بداية المجتهد، ج ۱ ص ۱۰۴، كتاب الصلاة، الجملة الثانية، الفصل الاول، القسم الاول)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

**(1)...... بیاضِ مستطیل کا طلوع:** (جو حسبِ دائرۃُ البروج بعض ازمنہ وامکنہ میں بیاضِ معترض کے متصل یا منفصل مشرق کی طرف نمایاں ہوکر جلد یا بدیر ختم ہوجاتا ہے، اور کسی بھی جہت سے اس کا مبدأ ومنتہائے نہار بلکہ باتفاقِ فقہاء کسی نماز کے وقت کے مبدأ و منتہیٰ سے تعلق نہیں، اوراسی وجہ سے شریعت نے صبح کاذب کا نام دے کراس کے حقیقی و سچی صبح وفجر قرار دینے کی تکذیب کی ہے، نیز اس کے نظر آنے کے لئے فلکی قواعد اور فقہی دلائل کی رو سے جملہ ازمنہ وامکنہ میں سورج کا کوئی زیرِ افق درجہ متعین کرنا مشکل ہے، اور جدید اصطلاح میں یہ بروجی روشنی کی ایک جہت ہے) [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اقول: ان الغوارب اربعة مثل الطوالع فانها ايضا اربعة ، اما الطوالع: فالصبح الاول، والثانی الابيض، ثم الاحمر، ثم طلوع الشمس، فكذالک يكون فی الغوارب، غروب الشمس، ثم الحمرة ثم البياض وشیء آخر بدل الصبح الكاذب والمتمادی إلى ثلث الليل ، ونصفها هو هذا الشيئ ، واختلط الأمر على الخليل فإنه ليس هو البياض الذی يبقى فيه وقت المغرب عند أبی حنيفة (العرف الشذی للكشميری ،ج ا ص ۱۷۲ ، ابواب الصلاة، باب ما جاء فی مواقيت الصلاة عن النبی -صلى الله عليه وسلم-)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صبح کاذب کی بیاضِ مستطیل کے مقابلے میں شفقِ ابیض کے غروب کے بعد بھی ثلث اور نصف لیل تک بیاضِ مستطیل قائم رہتی ہے، اور طوالع وغوارب کا قاعدہ فنی اعتبار سے ایک ہونے کی وجہ سے غروبِ شمس کے بعد شفقِ ابیض کے متصل و منفصل نظر آنے نہ آنے کے اعتبار سے اس میں کاذب کے مطابق تفصیل جاری ہوگی، مگر یاد رہے کہ بیاضِ مستطیل کے ظہور وغیوبت اور رؤیت وعدمِ رؤیت کو طلوع وغروب سے مجازاً تعبیر کیا جاتا ہے۔

[1] دکتور عبداللہ عبدالرحمٰن المسند (استاذ: قسم الجغرافیہ) اور الدکتور عبداللہ حمد السکاکر (استاذ: قسم الفقہ: جامعۃ القصیم ، القصیم ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ) فجرِ کاذب کی تفصیل ''زوڈیکل لائٹ''(Zodaical Light) کے ساتھ بیان کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:

وجاء فی كثير من الدراسات والتقارير التی تُعنى بشأن وقت دخول الفجر، أن الفجر الكاذب يقع عندما تكون الشمس تحت الأفق ب 18درجة، وهو ما يسمى بالشفق الفلكی Astronomical Twilightوفی الواقع ومن خلال الرصد الميدانی تبين لنا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(2)...... بیاضِ مستطیل کا غروب: (جسے بعض مسلم ماہرینِ فلکیات نے شفقِ مستطیل وشفقِ کاذب کا نام دیا ہے۔ [1]

اور یہ بعض ازمنہ وامکنہ میں شفقِ ابیض کے متصل یا منفصل مغرب کی طرف نمایاں ہوکر جلد یا بدیر ختم ہوتا ہے، اور یہ بیاضِ مستطیل کے طلوع کے مقابلہ میں آتا ہے، اور کسی جہت سے اس کا مبدأ ومنتہائے نہار بلکہ باتفاقِ فقہاء کسی نماز کے وقت کے مبدأ ومنتہیٰ سے تعلق نہیں، اور اسی وجہ سے اس کے لئے فلکی قواعد اور فقہی دلائل کی رو سے جملہ ازمنہ وامکنہ میں سورج کا کوئی زیرِ افق درجہ متعین کرنا مشکل ہے، اور جدید اصطلاح میں یہ بروجی روشنی کی ایک جہت ہے، کمامر) [2]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أن الفجر الكاذب الذى هو كذنب السرحان يختلف وقت ظهوره من فصل لآخر بل من شهر لآخر ولا نستطيع أن نضبطه بدرجة قوسية فلكية معينة(تحديد وقت دخول صلاة الفجر عملياً بمنطقة القصيم،تعريف الفجر الكاذب،The Zodaical Light)

ترجمہ: بعض مقالات وتقاریر میں فجر کے وقت کے داخل ہونے کے متعلق یہ بات کثرت سے سامنے لائی جاتی ہے کہ سورج کے افق سے 18 درجے نیچے ہونے پر فجرِ کاذب ہوتی ہے جس کو شفقِ فلکی Astronomical Twilight کہا جاتا ہے۔

حالانکہ واقع میں اور میدانی علاقوں میں رصد کے بعد ہمارے سامنے یہ بات واضح ہوئی کہ فجرِ کاذب بھیڑیئے کی دُم کی طرح ہوتی ہے، جس کے ظہور کا وقت موسموں اور مہینوں کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، اور ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے کہ اس کے کسی خاص فلکی درجہ کی تعیین کرسکیں (ترجمہ مکمل)

[1] فالذى يرى مساء يقال له الشفق والذى يرى صباحا يقال له الفجر وكل منهما ينقسم الى صادق وكاذب ( ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسى اصلا الفاسى المراكشي ص7)

[2] ملحوظ رہے کہ طرفین کی بیاضِ مستطیل سے مراد موجودہ سائنسی زبان میں بروجی روشنی (Zodiacal light) ہے۔

A luminous tract in the sky; a reflection of sunlight from cosmic dust in the plane of the ecliptic; visible just before sunrise and just after sunset (wordweb dictionary,ver 1.62)

اور جس طرح طلوعِ صبح سے قبل کی بیاضِ مستطیل کے ظہور اور غیوب کا ضابطہ تمام ازمنہ وامکنہ کے لیے ایک نہیں، اسی طرح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(3)......عینِ شمس کا طلوع: جسے انگریزی زبان میں "Rising of the sun" کہا جاتا ہے(جو مشرقی افق سے قرصِ شمس کے ظاہر ہونے کا نام ہے، اور یہ نہارِ عرفی کا مبدء اور شریعت کی نظر میں نمازِ فجر کے وقت کا منتہیٰ ہے)

(4)......عینِ شمس کا غروب: جسے انگریزی زبان میں "setting fo the sun" کہا جاتا ہے(جو مغربی افق میں قرصِ شمس کے غائب ہونے کا نام ہے، اور یہ عینِ شمس کے طلوع کے مقابلہ میں آتا ہے، اور یہ شرعاً روزہ کا منتہا اور وقتِ مغرب اور لیلِ شرعی کا مبدء ہے)

(5)...... بیاضِ معترض ومستطیر کا طلوع: جسے انگریزی زبان میں "Astronomical Dawn" کہا جاتا ہے (جو کہ مشرقی اُفق پر نہارِ شرعی کا ابتدائی اثر اور عینِ طلوعِ شمس کا مقدمہ واولُ الجیش ہے، اور اسی وجہ سے اس کو شریعت نے حقیقی صبح وفجر اور وقتِ صلاۃِ فجر ونہار کا مبدء اور مطلعِ فجر قرار دیا ہے، اور فلکی قانون میں بھی اس کو "Dawn" یعنی دن کی ابتدائی روشنی "The first light of day" قرار دیا گیا ہے، اور ابتدائی روشنی ہی درحقیقت صبح صادق کا طلوع یا مطلعِ فجر ہے)

(6)......شفقِ ابیض کا غروب: جسے انگریزی زبان میں

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

غروب کے بعد کی مستطیل کا بھی حال ہے کہ بعض مقامات پر اس کا ظہور سال بھر ہوتا ہے اور بعض مقامات پر بعض موسموں میں ہوتا ہے اور شفقِ ابیض کے غروب کے ساتھ اس کا اتصال وانفصال اور انفصال کا وقفہ بھی مختلف ہوتا رہتا ہے۔

جس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح طلوع سے قبل بیاضِ مستطیل طلوعِ شمس کا مقدمہ اور نہارِ شرعی کا مبدء نہیں، اسی طرح غروب کے بعد بھی اس کا منتہیٰ اور کسی بھی اعتبار سے نہار کا اثر نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ بیاضِ مستطیل درحقیقت طوالع یا غوارب کا لازمی یا قریبی اثر یا طوالع وغوارب کی تقسیم وتنویع میں حقیقتاً شامل نہیں، بلکہ مجازاً شامل ہے، اور اپنی حقیقت کے اعتبار سے نفسِ ظہور وغیوب ہے، اسی وجہ سے اس کے غائب یا ظاہر ہونے کا وقت مختلف ازمنہ وامکنہ کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، اور بعض اوقات سِرے سے اس کا ظہور ہی نہیں ہوتا، جس پر پہلے بحث کی جاچکی ہے۔

"Astronomical dusk" کہا جاتا ہے (جو کہ بیاضِ معترض و مستطیر کے طلوع کے مقابلہ میں آتا ہے، اور یہ مغربی اُفق پر شمس کا آخری اثر و مؤخرۃُ الجیش ہے، جس طرح سے کہ اس کے مقابل بیاضِ معترض کا طلوع افق پر نہار کا ابتدائی اثر اور عینِ طلوعِ شمس کا مقدمہ ہے، اور فلکی قانون میں بھی اس کو "Dusk" یعنی دن کی انتہائی روشنی "The time of day immediately following sunset" قرار دیا گیا ہے)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بھی شفقِ ابیض کو افق پر شمس کا آخری اثر قرار دیا ہے، اور اس کے غروب کو کامل لیل اور افق پر مکمل اندھیرے کا مبدء فرمایا ہے، کما سیجیئ۔

(7)...... بیاضِ احمر کا طلوع: (جو بیاضِ معترض کے بعد اور طلوعِ شمس سے قبل آتا ہے، اور یہ شمس کا مشرقی افق پر دوسرا اثر یا طلوعِ شمس کا مقدمۂ ثانیہ ہے، اس سے شریعت کا کوئی مستقل حکم وابستہ نہیں، اور یہ باتفاقِ فقہاء نمازِ فجر کے وقت کا جزو حصہ ہے)

(8)...... شفقِ احمر کا غروب: (جو کہ درحقیقت غروبِ شمس کے بعد اس کا مغربی افق پر پہلا اثر ہے، اور یہ شفقِ ابیض کے ظہور سے قبل اور بیاضِ احمر کے ظہور کے مقابلہ میں آتا ہے، اور یہ غروب ہونے سے قبل شرعاً نمازِ مغرب کے وقت کا جز وحصہ ہے، جس طرح سے کہ اس کا مقابل طلوع کی صورت میں فجر کی نماز کے وقت کا جزو حصہ ہے، البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر فقہاء شفقِ احمر کے غروب کو وقتِ مغرب کا منتہیٰ قرار دیتے ہیں)

گزشتہ تفصیل سے یہ بات معلوم ہوچکی کہ مذکورہ طوالع وغوارب میں سے بیاضِ مستطیل کا طلوع وغروب تو کسی نماز کے وقت کا مبدء ومنتہاء نہیں۔

اور جہاں تک سورج کے طلوع وغروب کا تعلق ہے تو سورج کا طلوع بالاتفاق وقتِ فجر کا منتہاء اور سورج کا غروب، وقتِ مغرب کا مبدء ہے۔

اب رہ گیا دو طوالع اور دو غوارب کا معاملہ تو ان میں سے دو طوالع میں بھی جمہور فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں، یعنی بیاضِ معترض کا طلوع، نمازِ فجر کا مبدء اور بیاضِ احمر کا طلوع اسی وقتِ مغرب کا جزو حصہ ہے، اور یہ بذاتِ خود کسی نماز کا مبدء ومنتہاء نہیں۔

البتہ باقی ماندہ دو غوارب یعنی شفقِ احمر اور شفقِ ابیض کے غروب کا معاملہ اختلافی ہے، صاحبین اور ائمۂ ثلاثہ ان میں سے احمر کے غروب کو وقتِ مغرب کا منتہاء اور ابیض کے ظہور کو وقتِ عشاء کا مبدء قرار دیتے ہیں۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ احمر کے غروب اور ابیض کے ظہور دونوں کو وقتِ مغرب کا حصہ اور ابیض کے غروب کو وقتِ مغرب کا منتہاء اور وقتِ عشاء کا مبدء قرار دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مستحکم ومضبوط دلائل کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

(1)...... نمازِ عشاء ووتر کے بارے میں قرآن وسنت سے کامل لیل اور مکمل تاریکی و اندھیرے کے وقت کی نماز ہونا معلوم ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 78 میں "غسق اللیل" سے وقتِ عشاء مراد ہے، جس کے معنیٰ رات کی تاریکی مکمل ہونے کے ہیں، اور ظاہر ہے کہ رات کی مکمل تاریکی افق پر ابیض وسفیدی کے ختم ہونے سے ہی ہوتی ہے (ملاحظہ ہو: معارف القرآن ج۵ ص۵۱۴، ۵۱۵)

اور احادیث میں بھی وقتِ عشاء کے لئے "ادلام اللیل" اور "اسوادالافق" وغیرہ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

ویصلی المغرب حین تسقط الشمس ویصلی العشاء حین یسود الأفق (ابوداوٗد ،رقم الحدیث ۳۹۴، سنن الدارقطنی ،رقم الحدیث ۹۸۶، صحیح ابنِ حبان رقم الحدیث ۱۴۴۹، عن ابی مسعود الانصاری)

قال شعیب الارنؤوط:إسناده حسن من أجل أسامة بن زید -وهو اللیثی المدنی -وباقی رجاله ثقات (حاشیة سنن ابی داوٗد)

وقال ایضاً:إسناده قوی .أسامة بن زید :هو اللیثی المدنی(حاشیة ابنِ حبان)

قوله " :ویُصلی العشاء حین یَسوَدُّ الأفق "والمعنی :حین یغیب الشفق،لأن الشفق إذا غاب اسود

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس کی وجہ سے وقتِ عشاء کے مبدء کے لئے لیل کا ناقص فرد مراد لینا درست نہ ہوگا، بلکہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأفق(شرح ابو داوٗد للعینی، ج۲ص۲۴۵، کتاب الصلاۃ ،باب المواقیت)

عن عروۃ ؛ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی العشاء حین یسود الأفق ، وربما أخرھا حتی یجتمع الناس(مصنف ابنِ ابی شیبۃ ، رقم الحدیث ۳۳۵۶، کتاب الصلاۃ، باب فی العشاء الآخرۃ تعجل ، أو تؤخر ؟)

قولہ :حین یَسوَدُّ الأفق الخ قلت ھذاالحدیث ایضا یدل علی ماذھب الیہ الامام الاعظم من کون الشفق البیاض فان اسودادالافق لایکون الا بعد زوالہ وسیاق الکلام مشعر بانہ اول وقت العشاء . وھذاالحدیث قال فیہ الشوکانی:"رجالہ فی سنن ابی داوٗد رجال الصحیح" ثم قال "ولم یذکر رؤیتہ لصلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ابوداوٗد" وقال المنذری:"وھذہ الزیادۃ فی قصۃ الاسفار رواتھا عن آخرھم ثقات ،والزیادۃ من الثقۃ مقبولۃ "انتھیٰ.وقال الخطابی:"ھو صحیح الاسناد "وقال ابن سید الناس:"اسنادہٗ حسن" "کذافی التعلیق الحسن "(اعلاء السنن ج۲ص۱۶ ،باب المواقیت)

وعن ابی ھریرۃ فی حدیث طویل: وصل العشاء إذا ذھب الشفق وادلأم اللیل من ھا ھنا وأشار إلی المشرق فیما بینک وبین ثلث اللیل وما عجلت بعد ذھاب بیاض الأفق فھو أفضل (مصنف عبدالرزاق،رقم الحدیث ۲۰۴۰)

عن ابن لبیبۃ ، قال :قال لی أبو ھریرۃ :صل العشاء إذا ذھب الشفق وادلام اللیل ما بینک وبین ثلث اللیل ، وما عجلت بعد ذھاب بیاض الأفق فھو أفضل (مصنف ابنِ ابی شیبۃ ، رقم الحدیث ۳۳۵۷)

عن ابن لبیبۃ ، قال :قال لی أبو ھریرۃ :صل العشاء إذا ذھب الشفق وادلام اللیل ما بینک وبین ثلث اللیل ، وما عجلت بعد ذھاب بیاض الأفق فھو أفضل(مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث ۸۸۹۸)

عن عبد اللہ بن عمرو، أن نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال:............فإذا صلیتم المغرب فإنہ وقت إلی أن یسقط الشفق، فإذا صلیتم العشاء فإنہ وقت إلی نصف اللیل (مسلم ، رقم الحدیث ۶۱۲"۱۷۱")

ووقت صلاۃ المغرب إذا غابت الشمس، ما لم یسقط الشفق(مسلم ، رقم الحدیث ۶۱۲"۱۷۴"عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص )

ووقت المغرب ما لم یسقط فور الشفق(سنن ابی داوٗد، رقم الحدیث ۳۹۶،عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص)

قال شعیب الارنؤوط: اسنادہ صحیح(حاشیۃ سنن ابی داوٗد)

ووقت صلاۃ المغرب، ما لم یسقط نور الشفق(مسند احمد ، رقم الحدیث ۶۹۹۳،عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کامل فرد مراد لیا جائے گا، اور شفقِ احمر وابیض دونوں بالترتیب شمس ونہار کا اثر یعنی ناقص لیل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال شعيب الارنؤوط: اسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

ووقت المغرب ما لم يسقط ثور الشفق(سنن النسائى ، رقم الحديث ٥٢٢)

ثور کے معنیٰ انتشار کے آتے ہیں، جس سے مراد وہی ابیض ہے، جو طلوعِ فجر کی بیاضِ منتشر ومستطیر کے مقابلہ میں آتی ہے، اور ''یسقط'' سے مراد چلے جانا وختم ہوجانا ہے، جس میں بیاض بھی شامل ہے، اور فور کے معنیٰ ابلنے اور جوش میں آنے کے ہیں، جو منتشر کے قریب ہیں، بہرحال دیگر روایات کے پیشِ نظر اس سے مراد بھی عندنا ابیض ہی ہے۔

( ثور الشفق) يعنى أنتشاره، يقال :ثار يثور ثورا وثورانا إذا انتشر فى الافق (قرطبى،ج ا ص ۴۴٦، سورة البقرة)

فأقام العشاء حين غاب الشفق، ثم أمره فأقام الفجر حين طلع الفجر(مسلم ، رقم الحديث ٦١٣''١٧٦''عن بريدة)

وصلى بى العشاء حين غاب الشفق(سنن ابى داؤد ، رقم الحديث ٣٩٣، عن ابنِ عباس)

قال شعيب الارنؤوط: اسناده حسن(حاشية سنن ابى داؤد)

ويصلى المغرب إذا غربت الشمس، ويصلى العشاء إذا غاب الشفق(سنن النسائى ، رقم الحديث ٥٥٢، عن انس بن مالک )

عن نافع بن جبير ، قال :كتب عمر إلى أبى موسى :أن صل الظهر إذا زالت الشمس ، وصل العصر والشمس بيضاء حية ، وصل المغرب إذا اختلط الليل والنهار ، وصل العشاء أى الليل شئت ، وصل الفجر إذا نور النور(مصنف ابنِ ابى شيبة، حديث نمبر ٣٢٥٠، كتاب الصلاة، باب فى جميع مواقيت الصلاة)

حتى إذا كان فى آخر الشفق نزل فصلى المغرب، ثم أقام العشاء وقد توارى الشفق فصلى بنا، ثم أقبل علينا فقال :إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا عجل به السير صنع هكذا(سنن النسائى، رقم الحديث ٥٩٥، عن عبدالله بن عمر)

وسار حتى كاد الشفق أن يغيب، ثم نزل فصلى، وغاب الشفق فصلى العشاء .ثم أقبل علينا فقال :هكذا كنا نصنع مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا جد به السير (سنن النسائى، رقم الحديث ٥٩٦، عن عبدالله بن عمر)

حدثنا ابن علية ، عن ابن أبى نجيح ، عن مجاهد ، قال :الشفق النهار(مصنف ابن ابى شيبة، رقم الحديث ٨٨٩٦)

عن جعفر بن برقان ، قال :كتب إلينا عمر بن عبد العزيز :صلوا المغرب حين فطر الصائم ، ثم ذكر لى :أن أناسا يعجلون صلاة العشاء قبل أن يذهب بياض الأفق من المغرب ، فلا تصليها حتى يذهب بياض الأفق من المغرب ، وتغشى ظلمة الليل ، وما عجلت بعد ذهاب بياض الأفق من المغرب ، فإنه أحسن وأصوب ، واعلم أن من تمامها وإصابة وقتها ما ذكرت لک فى كتابى هذا من ذهاب بياض الأفق ، فإنه بقية من بقية النهار(مصنف ابن ابى شيبة، رقم الحديث٨٨٩٧)

ہیں، پس جب تک احمر کے بعد ابیض غروب ہو کر شمس ونہار کا اثر بالکلیہ ختم نہ ہوگا، اس وقت تک کامل لیل واندھیرے کا آغاز نہ ہوگا۔

لہٰذا اس سے قبل کامل صلاۃُ اللیل (جس سے عشاء اور وتر مراد ہیں) کا وقت بھی شروع نہ ہوگا۔ [1]

---

[1] گویا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے شفقِ ابیض کے غروب کے لحہ کو کامل رات ومکمل تاریکی کی ابتداء قرار دیا ہے۔

اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سینکڑوں سالہ قبل کی اس دلیل کا اعتراف آج کی فلکیاتی تحقیق کی ترقی یافتہ دنیا بھی کر رہی ہے کہ جس طرح وہ دن کا آغاز 18 درجہ زیرِ افق پر مانتی ہے، اسی طرح رات کی ابتداء کو بھی 18 درجہ زیرِ افق پر تسلیم کرتی ہے ایک طرف فلکی فلق (اسٹرونومیکل ٹیولائٹ) کی ابتداء کو دن کی ابتداء تسلیم کرتی ہے،، تو دوسری طرف فلکی فلق کے اختتام یا بالفاظِ دیگر فلکی شفق کو رات کی ابتداء قرار دیتی ہے۔

فللّٰہ در ابی حنیفۃ

رہا یہ شبہ کہ روزہ وغیرہ کی جہت سے تو غروبِ شمس کے بعد کے وقت کو شریعت نے لیل میں داخل کیا ہے، تو پھر شفقِ ابیض کے غروب سے قبل کے اس وقت کو لیل سے خارج قرار دینا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

جواب یہ ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے اس وقت کو مطلقِ لیل سے خارج نہیں کیا، البتہ کامل لیل میں داخل نہیں کیا، کیونکہ یہ غروبِ شمس کے اثر کا وقت ہے، اور جس طرح طلوع سے قبل بیاضِ معترض کے طلوع کے بعد کے وقت کو شریعت نے نہار میں داخل کیا ہے، اور اس کو نہار کا مبدء قرار دیا ہے، اس پر قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ غروب کے بعد شفقِ ابیض کے غروب سے قبل کے وقت کو بھی نہار میں داخل کیا جائے، اور اس کو نہار کا منتہیٰ قرار دیا جائے، کیونکہ یہ دونوں اوقات شمس ونہار کا اثر ہیں، ابتداءً یا انتہاءً، اور اسی وجہ سے متعدد احادیث میں مغرب کو وتر النہار اور اس کے مقابلہ میں حقیقی وتروں کو وتر اللیل فرمایا گیا ہے۔ اور وتر وعشاء کا وقت ایک ہی ہے، ابتداءً وانتہاءً، وتروں کے عشاء کے تابع ہونے کے فرق کے ساتھ؛ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل وتروں کا وقت اثرِ نہار سے جدا اور اس کا غیر ہونا چاہئے، اور وتروں کی طرح عشاء کو بھی وقتِ مغرب سے (جو کہ اثرِ نہار کا وقت ہے) ممتاز ہونا چاہیے، تاکہ اس پر وتروں کی طرح کامل صلاۃ اللیل کا پوری طرح اطلاق کیا جاسکے۔

اور وہ وقت شفقِ ابیض کے غروب کے بعد ہی کا ہوسکتا ہے، کیونکہ اس کے بغیر غیریت وجدائیت کا پوری طرح تحقق ہونا مشکل ہے، اور فجر میں احمر وابیض دونوں کو ایک ہی وقت قرار دیا گیا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ مغرب میں بھی احمر وابیض ایک ہی نماز کا وقت ہوں، اور ایک دوسرے کا غیر نہ ہوں۔

اور شریعت نے ایک طرف کے (یعنی ابتدائی) اثرِ نہار کو دن میں اور دوسری طرف کے (یعنی انتہائی) اثرِ نہار کو رات میں جو داخل کیا ہے، اس کی دیگر وجوہات ہیں، مثلاً روزہ کے اعتبار سے تیسیرِ ناس، اور لیل ونہار کے اوقات میں مساوات کا لحاظ، اگر طرفین سے اثرِ نہار کو نہار میں داخل کردیا جاتا، تو لیل کا وقت چھوٹا ہوجاتا، اور اگر لیل میں داخل کردیا جاتا تو نہار کا وقت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(2)...... وقتِ عشاء وفجر عکساً ایک دوسرے کی نظیر ہیں، متعدد احادیث میں وقتِ عشاء کے متعلق غروبِ شفق، غیوبِ شفق اور ذہابِ شفق وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں، اور شفق کا اطلاق احمر وابیض دونوں پر آتا ہے، اور ذہابِ شفق، غروبِ شفق اور غیوبِ شفق سے ابیض کا غروب وغیوب اور ذہاب مراد لینا راجح ہے۔

جس طریقہ سے اس کے مقابلہ میں اس کی نظیر ''فجر'' میں وارد مطلعِ فجر وغیرہ کے الفاظ سے وقتِ فجر کے مبدء میں بیاضِ معترض کا طلوع مراد لیا گیا ہے۔

اور بعض روایات سے عشاء کی نماز کا وقت شروع ہونے کے لئے صراحتاً شفقِ ابیض کا غروب ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

چھوٹا ہو جاتا، اس سے ایک طرف تو لیل ونہار دونوں میں کسی قدر مساوات کا لحاظ ہو گیا، اور دوسری طرف بندوں کے لئے تیسیر کا بھی تحقق ہو گیا۔ فللّٰہ الحمد والشکر۔

عن ابن عمر، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال " :صلاة المغرب وتر النهار، فأوتروا صلاة الليل "(مسند احمد، رقم الحديث ۴۸۴۷)

قال شعيب الارنؤوط:رجاله ثقات رجال الشيخين(حاشية مسند احمد)

وفي جعل المغرب وتر النهار توسع لقربه إليه (مرقاة المفاتيح ،ج۳ص ۱۰۰۳ ،كتاب الصلاة،باب صلاة السفر)

[1] ومما يستدل به على أن المراد بالشفق البياض ، أنا وجدنا قبل طلوع الشمس حمرة وبياضا قبلها وكانا جميعا من وقت صلاة واحدة ؛ إذ كانا جميعا من ضياء الشمس دون ظهور جرمها ؛ كذلك يجب أن تكون الحمرة والبياض جميعا بعد غروبها من وقت صلاة واحدة ، للعلة التي ذكرناها(احكام القرآن جصاص، ج۳ص ۶۳، سورة النساء ،ذكر القول في الشفق والاحتجاج له)

وفسر الغسق باجتماع الظلمة وشدتها كان ذلك مؤيدا لما في ظاهر الرواية عن الامام أبي حنيفة رضي الله تعالى عنه من أول وقت العشاء حتى يغيب الشفق بمعنى البياض الذي يعقب الحمرة في الأفق الغربي لأن الظلمة لا تجتمع ولا تشتد ما لم يغب ولا يأبى ذلك أن الأحاديث الصحيحة صريحة في أن أول وقتها حين يغيب الشفق وهو اللغة الحمرة المعلومة لأن تفسيره بالبياض قد جاء أيضا وروى ذلك عن أبي بكر الصديق وعمر ومعاذ بن جبل وعائشة رضي الله تعالى عنهم أجمعين ورواه عبدالرزاق عن أبي هريرة وعن عمر بن عبد العزيز وبه قال الأوزاعي والمزني وابن المنذر والخطابي واختاره المبرد وثعلب وما رواه الترمذي عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(3)...... جس طرح وقتِ فجر بیاضِ معترض کے طلوع سے سورج کے طلوع تک ممتد ہے، یعنی بیاضِ معترض کا طلوع فجر کا مبدء اور سورج کا طلوع اس کا منتہا ہے، اسی طریقہ سے مغرب بھی (جو کہ بیاضِ معترض کے مقابلہ میں ہے) غروب تک ممتد ہونا چاہیے، اور اس

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أنه قال :أول وقت العشاء حين يغيب الأفق ظاهر فی کون الشفق البياض إذ لا غيبوبة للأفق إلا بسقوطه نعم ذهب صاحباه إلى أنه الحمرة وهو قول ابن عباس وابن عمر رضى الله تعالى عنهم(روح المعانی للآلوسی، ج۸ص ۱۲۹، تحت رقم الآية ۷۷ من سورة الاسراء)

تحقيقه أن الطوالع أربعة :الفجر الأول، والثاني، والحمرة، والشمس .وكذلك الغوارب أربعة : البياض الآخر، والبياض الذى يليه، الحمرة، الشفق.

وقال أبو حنيفة :كما يتعلق الحكم فی الصلاة والصوم بالطالع الثانی من الأول فی الطوالع، كذلك ينبغی أن يتعلق الحكم بالغارب من الآخر، وهو البياض.

وقال علماؤهم المحققون :وكما قال (حتى مطلع الفجر)فكان الحكم متعلقا بالفجر الثانی، كذلك إذا قال حتى يغيب الشفق بتعلق الحكم بالشفق الثانی؛ وهذه تحقيقات قوية علينا(احكام القرآن لابن العربی ، ج۴ص ۳۶۹،سورة الانشقاق،قوله تعالى :فلا أقسم بالشفق)

قال أبو بكر :والواجب فی النظر إذا لم يثبت عن النبی صلى الله عليه وسلم أن الشفق هو الحمرة وثبت عن النبی صلى الله عليه وسلم أن أول وقت العشاء إذا غاب الشفق أن لا يصلى العشاء حتى يذهب بياض الأفق ؛ لأن ما يكون معدوما فهو معدوم ، حتى يعلم كونه بيقين ، فما لم يعلم بيقين أن وقت الصلاة قد دخل ، لم تجب الصلاة ، ولم يجز أن يؤدى الفرض إلا بعد يقين أن الفرض قد وجب ، فإذا غابت الحمرة والبياض قائم لم يغب ، فدخول وقت صلاة العشاء شك لا يقين ؛ لأن العلماء قد اختلفوا فی الشفق قال بعضهم :الحمرة ، وقال بعضهم :البياض ، ولم يثبت علميا عن النبی صلى الله عليه وسلم أن الشفق الحمرة ، وما لم يثبت عن النبی صلى الله عليه وسلم ولم يتفق المسلمون عليه ، فغير واجب فرض الصلاة إلا أن يوجبه الله أو رسوله أو المسلمون فی وقت ، فإذا كان البياض قائما فی الأفق ، وقد اختلف العلماء بإيجاب فرض صلاة العشاء ، ولم يثبت عن النبی صلى الله عليه وسلم خبر بإيجاب فرض الصلاة فی ذلك الوقت ، فإذا ذهب البياض واسود فقد اتفق العلماء على إيجاب فرض صلاة العشاء فجائز فی ذلك الوقت أداء فرض تلك الصلاة والله أعلم (صحيح ابن خزيمة، تحت رقم الحديث ۳۵۵، كتاب الصلاة، باب كراهة تسمية صلاة العشاء عتمة)

ورأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى العشاء حين يسود الأفق ، وربما أخرها حتى يجتمع الناس قال :وإنما يسود الأفق إذا ذهبت الحمرة والبياض جميعا ، وقال قائل :قد أجمع أهل العلم على دخول وقت العشاء إذا غاب البياض وهم قبل ذلك مختلفون فی دخول وقت العشاء ، فلا يجب فرض العشاء إلا بإجماع منهم ، ولو لم يجمعوا قط على ذلك إلا بعد ذهاب البياض(الاوسط لابن المنذر، تحت رقم الحديث ۹۷۰، كتاب المواقيت)

میں بھی ابیض کا غروب اس کا منتہا ہونا چاہئے۔ [1]

(4)...... ہر نماز کے وقت کا مبدء ومنتہا سورج کی حالت کی مخصوص تبدیلی سے وجود میں آتا اور ختم ہوتا ہے۔

اس اصول وقاعدہ کے پیشِ نظر جس طرح طلوعِ شمس سے پہلے بیاض اور حمرۃ دونوں روشنیاں ایک نماز یعنی فجر کا وقت ہیں۔

اور احمر وابیض سے وقتِ فجر میں تبدیلی نہیں آتی، اسی طرح غروبِ شمس کے بعد بھی احمر اور ابیض دونوں روشنیاں ایک نماز یعنی مغرب کے وقت ہونی چاہئیں، اور اس سلسلہ میں دونوں نمازوں کا وقت سواءً بسواءٍ یعنی برابر سرابر ہونا چاہئے۔ [2]

---

[1] فهؤلاء أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يختلفوا فى أن أول وقت المغرب ,حين تغرب الشمس .وهذا هو النظر أيضا لأنا قد رأينا دخول النهار وقتا لصلاة الصبح ,فكذلك دخول الليل وقت لصلاة المغرب وهو قول أبى حنيفة رحمه الله وأبى يوسف ,ومحمد رحمهما الله , وعامة الفقهاء واختلف الناس فى خروج وقت المغرب فقال قوم " :إذا غابت الشفق، وهو الحمرة، خرج وقتها ,وممن قال :ذلك :أبو يوسف ,ومحمد رحمه الله .وقال آخرون :إذا غاب الشفق وهو البياض الذى بعد الحمرة ,خرج وقتها وممن قال ذلك أبو حنيفة رحمه الله .وكان النظر فى ذلك عندنا أنهم قد أجمعوا أن الحمرة التى قبل البياض من وقتها وإنما اختلافهم فى البياض الذى بعده .فقال بعضهم :حكمه حكم الحمرة وقال بعضهم :حكمه خلاف حكم الحمرة. (ص156:) فنظرنا فى ذلك فرأينا الفجر يكون قبله حمرة ثم يتلوها بياض الفجر فكانت الحمرة والبياض فى ذلك وقتا لصلاة واحدة ,وهو الفجر فإذا خرجا ,خرج وقتها .فالنظر على ذلك أن يكون البياض والحمرة فى المغرب أيضا وقتا لصلاة واحدة وحكمهما حكم واحد إذا خرجا , خرج وقتا الصلاة اللذان هما وقت لها .وأما العشاء الآخرة فإن تلك الآثار كلها فيها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاها فى أول يوم ,بعدما غاب الشفق ,إلا جابر بن عبد الله ,فإنه ذكر أنه صلاها قبل أن يغيب الشفق .فيحتمل ذلك عندنا والله أعلم أن يكون جابر عنى الشفق الذى هو البياض ,وعنى الآخرون الشفق الذى هو الحمرة ,فيكون قد صلاها بعد غيبوبة الحمرة ,وقبل غيبوبة البياض ,حتى تصح هذه الآثار ولا تتضاد .وفى ثبوت ما ذكرنا ما يدل على ما قال بعضهم : إن بعد غيبوبة الحمرة وقت المغرب إلى أن يغيب البياض(شرح معانى الآثار للطحاوى، ج ١ ص ١٥٥، تحت رقم الحديث ٩٤٠،باب مواقيت الصلاة)

[2] اور ان دونوں انواع کے ایک دوسرے کی عکساً نظیر ہونے کے باعث ہی ان دونوں کا زیرِ افق ایک ہی درجہ ہے، چنانچہ جس درجہ زیرِ افق پر بیاض معترض کا طلوع ہوتا ہے، اسی درجہ زیرِ افق پر بیاضِ معترض کا غروب ہوتا ہے، جو کہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(5)......نمازوں کے اوقات کا تعلق سورج کے ساتھ وابستہ ہے، کچھ کا سورج کے عین وجود کے ساتھ، کچھ کا سورج کے اثر کے وجود کے ساتھ، اور کچھ کا سورج کے وجود واثر دونوں کے بالکلیہ غیوب کے ساتھ، اوراس طرح دن رات کی کل نمازیں دن ورات کے ان مذکورہ اوقاتِ ثلاثہ پر تقسیم ہوکر دن ورات کا گویا کہ وظیفہ ہیں، چنانچہ وتروں سمیت چھ نمازوں میں سے دو نمازیں تو سورج کے افق پر اثر کے وقت میں ادا کی جاتی ہیں، یعنی وہ اس وقت کا وظیفہ ہیں۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اٹھارہ درجہ زیرِ افق ہے، جس کو اصطلاحِ جدید میں فلکی فلق کی ابتداء یا شفقی فلق کی انتہاء (اسٹرانیومیکل ٹیولائٹ ڈان وڈسک) سے تعبیر کیا جاتا ہے، اوراشتراکِ مراحلِ شمس کے باعث جتنا وقت کسی دن فجر کا ہوتا ہے، اتنا وقت ہی مغربِ حنفی کا بھی ہوتا ہے، کما سیجیئ۔ اورسواءً بسواءٍ سے یہی مراد ہے۔

ولأبي حنيفة النص والاستدلال .( أما ) النص فقوله تعالى :( أقم الصلاة لدلوك الشمس إلى غسق الليل ) ، جعل الغسق غاية لوقت المغرب ، ولا غسق ما بقي النور المعترض .وروى عن عمرو بن العاص رضى الله عنه أنه قال :آخر وقت المغرب ما لم يسقط نور الشفق وبياضه ، والمعترض نوره وفي حديث أبي هريرة رضى الله عنه وإن آخر وقت المغرب حين يسود الأفق ، وإنما يسود بإخفائها بالظلام .( وأما ) الاستدلال فمن وجهين :لغوى ، وفقهى ، أما اللغوى فهو أن الشفق اسم لما رق ، يقال :ثوب شفيق أى رقيق ، إما من رقة النسج وإما لحدوث رقة فيه من طول اللبس ، ومنه الشفقة وهي رقة القلب من الخوف أو المحبة ، ورقة نور الشمس باقية ما بقي البياض وقيل الشفق اسم لرديء الشيء وباقيه ، والبياض باقى آثار الشمس وأما الفقهى فهو أن صلاتين تؤديان في أثر الشمس وهما المغرب مع الفجر ، وصلاتين تؤديان في وضح النهار وهما الظهر والعصر ، فيجب أن يؤدى صلاتين في غسق الليل بحيث لم يبق أثر من آثار الشمس وهما العشاء والوتر ، وبعد غيبوبة البياض لا يبقى أثر للشمس ، ولا حجة لهم في الحديث ؛ لأن البياض يغيب قبل مضى ثلث الليل غالبا.

وأما آخر وقت العشاء فحين يطلع الفجر الصادق عندنا ، وعند الشافعي قولان :في قول حين يمضى ثلث الليل ؛ لأن جبريل عليه السلام صلى في المرة الثانية بعد مضى ثلث الليل ، وكان ذلك بيانا لآخر الوقت ، وفي قول يؤخر إلى آخر نصف الليل بعذر السفر ؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم أخر ليلة إلى النصف ثم قال :هو لنا بعذر السفر ( ولنا ) ما روى أبو هريرة وأول وقت العشاء حين يغيب الشفق ، وآخره حين يطلع الفجر .وروى عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال : ( لا يدخل وقت صلاة حتى يخرج وقت أخرى ) وقت عدم دخول وقت الصلاة إلى غاية خروج وقت صلاة أخرى ، فلو لم يثبت الدخول عند الخروج لم يتوقف ؛ ولأن الوتر من توابع العشاء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ان میں سے ایک تو فجر ہے، جو سورج کی آمد کے اثر پرادا کی جاتی ہے، اور دوسری مغرب ہے، جو سورج کی روانگی کے اثر پرادا کی جاتی ہے۔

اور دو نمازیں سورج کی عین موجودگی میں ادا کی جاتی ہیں، جو کہ اس وقت کا وظیفہ ہیں، ان میں سے ایک ظہر ہے، اور دوسری عصر ہے۔

تو اب ضروری ہوا کہ دو نمازیں ایسے وقت پرادا کی جائیں، اور وہ ایسے وقت کا وظیفہ ہوں ،جبکہ سورج اور اس کا افق پر اثر دونوں ہی مکمل طریقہ پر ختم ہو گئے ہوں، اور وہ دو نمازیں، عشاء اور وتر ہیں، اور سورج کا افق پر مکمل اثر شفقِ ابیض (جو انوارِ شمس کا گویا کہ مؤخرۃ الجیش ہے) کے غروب پر ہی ختم ہوتا ہے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ویؤدی فی وقتها ، وأفضل وقتها السحر دل أن السحر آخر وقت العشاء ؛ ولأن أثر السفر فی قصر الصلاة لا فی زیادة الوقت ، وإمامة جبریل علیه السلام كان تعلیما لآخر الوقت المستحب ، ونحن نقول :إن ذلک ثلث اللیل .(بدائع الصنائع، ج ا ص ۱۲۴ ، كتاب الصلاة، فصل شرائط ارکان الصلاة)

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے بیاض کے ثلثِ لیل کے وقت غائب ہونے کا ایک اور عمدہ جواب دیا ہے، جس کا ایک اقتباس درجِ ذیل ہے:

> قلت هذا كله بناء الفاسد علی الفاسد فقوله" ان البیاض لایغیب الا عند ثلث اللیل الاول" غلط جدا ،لایقبله كل من له علم بالهیئة وذالک لان الحمرة والبیاض البادیین فی الافق بعد غروب الشمس کلاهما نظیران للبیاض والحمرة البادیین قبل طلوع الشمس، لكون كلیهما من آثار اشعتهما (اعلاء السنن ج۲ ص ۱۵ ، كتاب الصلاة،باب المواقیت)

[1] اور جب یہ افق پر شمس کا آخری اثر ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے بعد کی شفقِ مستطیل یا بیاضِ مستطیل افق پر شمس کے کسی اثر کی حیثیت نہیں رکھتی، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اولاً تو وہ روشنی افق پر نہیں ہوتی، بلکہ افق سے دور ہوتی ہے، دوسرے اس کا مرکز ومحرک اگرچہ سورج ہوتا ہے، مگر سورج کی براہِ راست روشنی کے بجائے فضا میں موجود ذرات سے منعکس ہو کر ظاہر ہونے والی روشنی ہوتی ہے، كما مر بالتفصیل فی جواب سوال الثانی۔

وأبو حنیفة رحمه الله تعالی قال الحمرة أثر الشمس والبیاض أثر النهار فما لم یذهب كل ذلک لا یصیر إلی اللیل مطلقا وصلاة العشاء صلاة اللیل كیف وقد جاء فی الحدیث وقت العشاء إذا ملأ الظلام الظراب وفی روایة إذا ادلهم اللیل أی استوی الأفق فی الظلام وذلک لا یكون إلا بعد ذهاب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس طرح سے اس کے مقابلہ میں سورج کا اثر بیاضِ معترض ومقدمۃ الجیش پر شروع ہوتا ہے۔

فلہٰذا عشاء ووتر کا وقت شفقِ ابیض کے غروب سے قبل شروع نہ ہوگا، اوراس سے قبل عشاء ووتر ادا کرنے کی صورت میں غسق اللیل اور مذکورہ اوقات میں سے مخصوص تیسرے وقت کا وظیفہ ادا نہ ہوگا۔ [1]

معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دلائل انتہائی قوی اور مستحکم ہیں۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾البیاض فبذهابه يخرج وقت المغرب (المبسوط للسرخسی، ج ا ص ۱۴۵، کتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

ولان العشاء تقع بمحض الليل فلا تدخل ما دام البياض باقيا، لانه من اثر النهار ولهذا يخرج بطلوع البياض المعترض من الفجر (تبيين الحقائق، ج ا ص ۸۱، كتاب الصلاة، مواقيت الصلاة)

[1] (إلى غسق اليل) إلى اجتماع ظلمته وهو وقت صلاة العِشاء (تفسير ابی السعود، ج۵ ص ۱۸۹، سورة الاسراء، رقم الآية ۷۸)

وغسق الليل اجتماع الليل وظلمته. وقال أبو عبيدة: الغسق سواد الليل. قال ابن قيس الرقيات: إن هذا الليل قد غسقا *واشتكيت الهم والارقا (تفسير القرطبی، ج۱۰ ص ۳۰۴، سورة الاسراء)

(إلى غَسقِ الليل) هو الظلمة وهو وقت صلاة العشاء (تفسير النسفی، ج۲ ص ۲۷۲، سورة الاسراء)

و (غسق الليل) ظلمته فالإشارة إلى العتمة (تفسير ابنِ عطية، ج۳ ص ۴۷۷، سورة الاسراء، رقم الآية ۷۸)

(إلى غسق الليل) إلى ظلمته وهو وقت صلاة العشاء الأخيرة (تفسير البيضاوی، ج۳ ص ۲۶۴، سورة الاسراء، رقم الآية ۷۸)

(ومن شر غاسق) ليل عظيم ظلامه من قوله: (إلى غسق الليل) وأصله الامتلاء يقال غسقت العين إذا امتلأت دمعاً. وقيل السيلان و (غسق الليل) انصباب ظلامه وغسق العين سيلان دمعه. (إذا وقب) دخل ظلامه فی كل شیء، وتخصيصه لأن المضار فيه تكثر ويعسر الدفع، ولذلك قيل الليل أخفى للويل. وقيل المراد به القمر فإنه يكسف فيغسق ووقوبه دخوله فی الكسوف (تفسير البيضاوی، ج۵ ص ۳۴۸، سورة الفلق رقم الآية ۳)

(إلى غسق الليل) أى ظلمته. قال الكسائی: غسق الليل غسوقاً أى أظلم، والاسم الغسق بفتح السين والتركيب يدور على السيلان ومنه يقال: غسقت العين إذا هملت وكأن الظلام انهمل على الدنيا وتراكم. وهذا عند سيبويه الشفق الأبيض، فاستدل به بعض الشافعية على أن أول وقت العشاء الآخرة يدخل بغروب الشفق الأحمر لأن المحدود إلى غاية يكون مشروعاً قبل حصول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# بلادِ معتدلہ میں فجر ومغربِ حنفی کا وقت برابر اور مساوی ہوتا ہے

طوالع وغوارب کی اقسام اور ان کے مذکورہ قاعدہ کے پیشِ نظر علماء وماہرینِ فلکیات کا کہنا یہ ہے کہ بلادِ معتدلہ میں فجر اور مغربِ حنفی کا وقت برابر ہوتا ہے، یعنی جتنا وقت صبح صادق کی ابتداء سے سورج طلوع ہونے تک ہوتا ہے، اس دن اتنا وقت ہی غروب ہونے سے لے کر شفقِ ابیض کے غروب یعنی مغربِ حنفی کے وقت کی انتہاء وعشاءِ حنفی کے وقت کے آغاز تک ہوتا ہے۔

اہلِ علم وفن حضرات نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تلک الغایة .وهذا الاستدلال مبنی علی أن الغایة لا تدخل فی ذی الغایة ، وعلی أن الآیة یجب أن تشمل جمیع الصلوات (تفسیر النیسابوری، ج۴ص ۳۷۶، سورة الاسراء، رقم الآیة ۷۸)

والغاسق :اللیل إذا اعتکر ظلامه من قوله تعالی :( إلی غسق اللیل )ومنه :غسقت العین امتلأت دمعاً ، وغسقت الجراحة :امتلأت دماً .ووقوبه :دخول ظلامه فی کل شیء ، ویقال :وقبت الشمس إذا غابت (تفسیر الکشاف، ج۴ص ۸۲۰، ۸۲۱، سورة الفلق ،رقم الآیة ۳)

عن عبد الله، (إلی غسق اللیل)قال :العشاء الآخرة(المعجم الکبیر للطبرانی ،رقم الحدیث ۹۰۴۰ ورقم الحدیث ۹۰۴۱ )

قال الهیثمی:وفیه جابر بن یزید الجعفی وهو ضعیف، وقد وثقه شعبة وسفیان(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۷۴۲ )

[1] چنانچہ العرف الشذی میں ہے:

ولیعلم أن الوقت بعد طلوع الفجر الصادق إلی الطلوع ، مثل الوقت بعد الغروب إلی غیبوبة الشفق الأبیض لذلک الیوم (العرف الشذی للکشمیری ،ج ۱ ص ۱۵۱، ابواب الصلاة، باب ما جاء فی مواقیت الصلاة عن النبی -صلی الله علیه وسلم -)

فیض الباری شرح بخاری میں ہے:

واعلم أن الوقت فی الیوم الواحد من انبلاج الصبح الصادق إلی طلوع الشمس، یکون کما بین غروبها وغروب الشفق الأبیض فی ذلک الیوم کذا حققه الریاضیون(فیض الباری للکشمیر، ج۲ص ۱۷۲، کتاب مواقیت الصلاة، باب النوم قبل العشاء لمن غلب)

اعلاءُ السنن میں ہے:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ امداد الفتاویٰ میں ہے:

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ صبح صادق سے طلوعِ شمس تک جتنا فصل ہوتا ہے، اتنا ہی غروب سے وقتِ عشاء تک، سو اگر پہلا فصل معلوم ہو سکے تو اتنا ہی دوسرا سمجھا جاوے (امداد الفتاویٰ ج ۱ صفحہ ۱۱۵، کتاب الصلاۃ، باب الاذان والاقامۃ، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی)

بوادر النوادر میں ہے:

جتنا تفاوت صبح صادق اور طلوعِ شمس میں ہوتا ہے، اتنا ہی غروبِ شمس و غروبِ شفقِ ابیض میں ہوتا ہے (بوادر النوادر ص ۴۳۰، سینتالیسواں نادرۃ، نقشہ مظہرہ اوقات صبح صادق وطلوع وغروبِ شمس ومثلین بتواریخ مختلفہ)

امداد الاحکام میں ہے:

غروبِ آفتاب وشفقِ ابیض کے درمیان اتنا وقت ہوتا ہے، جتنا کہ طلوعِ فجر صادق وطلوعِ آفتاب میں (امداد الاحکام ج ۱ ص ۴۱۳، کتاب الصلاۃ، فصل فی المواقیت، وص ۴۱۰)

امداد المفتین میں ہے:

ہر موسم اور ہر جگہ میں وقتِ صبح، وقتِ مغرب کے مساوی ہوتا ہے؛ لیکن یہ مساوات اسی وقت درست ہو سکتی ہے، جبکہ وقتِ مغرب میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو اختیار کر کے منتہاء، وقتِ مغرب کے شفقِ ابیض کے غروب کو قرار دیں؛ شفقِ احمر کے غروب تک کا وقت صبح کے وقت تک کے مساوی کسی طرح نہیں

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قلت هذا كله بناء الفاسد على الفاسد فقوله" ان البياض لايغيب الا عند ثلث الليل الاول" غلط جدا ،لايقبله كل من له علم بالهيئة وذالک لان الحمرة والبياض الباديين في الافق بعد غروب الشمس كلاهما نظيرا للبياض والحمرة الباديين قبل طلوع الشمس، لكون كليهما من آثار اشعتهما ، فمدة مابين غروب الشمس الى غيبوبة بياض الشفق هي المدة مابين ظهور بياض الفجر الى طلوع الشمس سواء بسواء، كما صرح به اصحاب الرياض والهيئة (اعلاء السنن ج ۲ ص ۱۵ ، كتاب الصلاة،باب المواقيت)

ہوسکتا (امداد المفتین ص ۳۰۵، کتاب الصلاۃ، فصل فی مواقیت الصلاۃ، مطبوعہ: دار الاشاعت کراچی)

**نوادرُ الفقہ میں ہے:**

**فنِ ہیئت کے ماہرین کے اقوال سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جتنا وقفہ صبح صادق اور طلوعِ آفتاب کے درمیان ہوتا ہے، اتنا ہی وقفہ غروبِ آفتاب اور غروبِ شفقِ ابیض کے مابین ہوتا ہے** (نوادرُ الفقہ، جلد ا، صفحہ ۲۱۹، ۲۲۰، بعنوان: لیسٹر (برطانیہ) میں وقتِ عشاء کا مسئلہ، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی)

**فتاویٰ محمودیہ میں ہے:**

**فجر کا وقت اور مغرب کا وقت تقریباً برابر ہے** (فتاویٰ محمودیہ مبوب، ج ۵، ص ۳۴۴، باب المواقیت) [1]

---

[1] مشہور مہندس، فلکی اور جغرافیہ دان ڈاکٹر حسین کمال الدین صاحب (المتوفیٰ 1407ھ) ''عضو مكتب الإرشاد والهيئة التأسيسية لجماعة الإخوان المسلمين'' اپنے مضمون ''تعيين مواقيت الصلاة فى أى زمان ومكان على سطح الأرض'' میں لکھتے ہیں:

ويبقى بعد ذلك تمييز وقت العشاء ووقت الفجر ، وللوصول إلى ذلك ، نلاحظ أن كلاهما يرتبط بانتشار الضوء الأبيض فى ظلام الليل أو اختفائه كلية ، نتيجة انعكاس ضوء الشمس الغير مباشر مع طبقات الغلاف الجوى المحيط بالكرة الأرضية ، ولقد وجد بالاستقراء أن وقت الشفق ووقت الفجر يتساويان فى المكان الواحد تقريبا ، وأنهما يرتبطان بحركة الشمس تحت الأفق ، وأن ضوء الشمس الغير مباشر والمنعكس على الغلاف الهوائى الأرضى ينتهى أو يبدأ عندما تصل درجة ميل الشمس تحت الأفق 18 كما هو مبين بالشكل رقم ( 1 ) ، ويظهر من الشكل أن الشعاع الضوئى عندما يقابل الغلاف الجوى الأرضى بزاوية أكبر من هـ ، وهى الزاوية الحرجة فإنه يسير إلى الفضاء الخارجى ولا يصل إلى سطح الأرض ويستمر هكذا حتى تصل هذه الزاوية إلى المقدار هـ 18 =، عند ذلك ينعكس الشعاع الشمسى على الطبقة الهوائية ويتجه إلى سطح الأرض حيث يبدأ ظهور الفجر الصادق ، ومثل ذلك يحدث عند انتهاء وقت الشفق ، أى أنه من الممكن اعتبار وجود الشمس تحت الأفق الشرقى بمقدار 18 بداية لوقت الفجر ، كما يمكن كذلك اعتبار وجود الشمس تحت الأفق الغربى بمقدار 18 هو نهاية وقت الشفق الأبيض ، وعلى ذلك يمكن الربط بين وقتى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پروفیسر جناب عبداللطیف صاحب (سابق صدر: شعبہ جغرافیہ، گورنمنٹ کالج، ناظم آباد، کراچی) لکھتے ہیں:

گویا فجر اور عشاء کے وقت میں سورج کا زاویۂ زیرِ اُفق تو ایک ہی ہے (یعنی 18 درجے زیرِ اُفق) البتہ فجر میں یہ طلوعِ آفتاب سے پہلے کا زاویہ ہے جبکہ عشاء میں غروبِ آفتاب کے بعد کا (تسہیل الفلکیات ص۹۰، اشاعت: رمضان ۱۴۲۷ھ، اکتوبر 2006ء، ناشر: مکتبہ خالد وعابد، ناظم آباد، کراچی) [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الفجر والعشاء وبين حركة الشمس الظاهرية ، أى أن مواقيت الصلاة بالنسبة إلى دوران الشمس حول الأرض تكون كالآتى :

بداية الفجر =وجود الشمس تحت الأفق الشرقي بمقدار . 18

نهاية الفجر =وصول الحافة العليا للشمس إلى الأفق الشرقي .

بداية الظهر =عبور مركز الشمس لمستوى الزوال .

بداية العصر =وجود الشمس على ارتفاع يسمح بوجود ظل للجسم الرأسي يساوى ارتفاعه بعد استبعاد الظل الزوالي له .

بداية المغرب =وصول الحافة العليا للشمس إلى الأفق الغربى .

بداية العشاء =وجود الشمس تحت الأفق الغربى بمقدار . 18(مجلة البحوث الاسلاميه ،المجلد الاول ، العدد الثالث ،دخنة اسكوائر ،رياض، سعودى عربيه ، المطابق الاهلية للاوفست ،شارع عمر بن خطاب ،رياض ١٣٩٨ ، صفحة ٣٠٩ الىٰ ٣١١)

[1] پروفیسر صاحب مذکور اپنی ایک دوسری تصنیف میں فرماتے ہیں:

جس طرح ابتدائے وقت فلکی فلق (صبح) یعنی اسٹرانومیکل ٹیولائٹ کے اوقات صبح صادق کے اوقات ہیں، اسی طرح بعد غروبِ آفتاب فلکی فلق کا اختتامی وقت ابتدائے وقتِ صلاۃِ عشاء ہے۔ عام فہم زبان میں یوں سمجھ لیجئے، کہ جتنا وقت صبح صادق اور طلوعِ آفتاب کے درمیان کسی دن ہوتا ہے، اس دن کے لئے وقتِ عشاء بعد غروبِ آفتاب اتنی ہی دیر میں شروع ہوتا ہے، مثلاً اگر کسی دن صبح صادق اور طلوعِ آفتاب کے درمیان ایک گھنٹہ 25 منٹ کا فاصلہ ہے تو بعد غروبِ آفتاب عشاء کی نماز کا وقت بھی ایک گھنٹہ 25 منٹ کے بعد شروع ہوگا۔ امام شافعی رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ عشاء کی نماز کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جبکہ شفقِ احمر کی سرخی (یا سرخ جھلک) غائب ہوجاتی ہے، لیکن حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سفیدی کی جھلک پر اعتبار کرتے ہیں، یہ بات دیگر ہے کہ ان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# نمازِ مغرب کو اشتباکِ نجوم تک مؤخر کرنے کی کراہت

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

**سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: لَا يَزَالُ أُمَّتِيْ بِخَيْرٍ أَوْ عَلَى الْفِطْرَةِ مَا لَمْ يُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَشْتَبِكَ النُّجُوْمُ**

(مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ میری اُمت خیر یا فطرت پر قائم رہے گی، جب تک کہ مغرب میں اتنی تاخیر نہ کرے کہ ستارے چمک جائیں (حاکم، مسند احمد)

اسی قسم کی حدیث حضرت عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ ''اشتباکِ نجوم'' ہونے سے پہلے مغرب کی نماز ادا کرلینا خیر اور فطرت پر رہنے کی علامت ہے۔

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کے شاگرد حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد الشیبانی رحمہ اللہ اس بات میں دوسرے مذاہب سے متفق ہیں (صبح صادق وصبح کاذب، جلد اول صفحہ ۴۶، اشاعتِ اول: ربیع الاول ۱۴۰۲ھ جنوری 1982ء، مطبوعہ: المخزن پرنٹرز، مکتبہ رشیدیہ، قاری منزل، پاکستان چوک، کراچی)

[1] رقم الحديث ۶۸۵، ج ۱ ص ۳۰۳، كتاب الصلاة، باب فى مواقيت الصلاة؛ ابوداؤد، رقم الحديث ۴۱۸، باب فى وقت المغرب، مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۵۳۴.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه وله شاهد صحيح الاسناد.

وقال الذهبى: على شرط مسلم وله شاهد صحيح.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد وحاشية سنن ابى داؤد)

[2] عن العباس بن عبد المطلب، عن النبى صلى الله عليه وسلم، قال: لا يزال أمر أمتى على الفطرة ما لم يؤخروا المغرب حتى يشتبك النجوم (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۶۸۶؛ ابنِ ماجه، رقم الحديث ۶۸۹)

كَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ :أَنْ لَا تَكُونُوا مِنَ الْمَسْبُوقِينَ بِفِطْرِكُمْ، وَلَا الْمُنْتَظِرِينَ بِصَلَاتِكُمُ اشْتِبَاكَ النُّجُومِ

(مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ٢٠٩٣،كتاب الصلاة، باب وقت المغرب)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (سلطنتِ اسلامیہ کی تمام) ولایتوں کی طرف یہ لکھ کر بھیجا کہ تم اپنے افطار میں دیر (اور تاخیر) کرنے والے نہ ہوجانا، اور نہ اپنی نماز میں اتنا انتظار کرنے والے ہوجانا، جس میں تارے چمک جائیں (عبدالرزاق)

بعض روایات میں افطار کو ٹالنے والے نہ ہوجانے کے الفاظ ہیں۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ بلاعذر روزہ افطار کرنے اور مغرب کی نماز ادا کرنے میں اتنی تاخیر کرنا مناسب نہیں کہ جس میں اشتباکِ نجوم ہوجائے، اور اشتباکِ نجوم تک مغرب کی نماز کو مؤخر کرنا، بعض حضرات کے نزدیک مکروہ تحریمی اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ [2]

---

[1] عن ابن المسيب قال :كتب عمر بن الخطاب إلى أمراء الأمصار :أن لا تكونوا من المسوفين بفطركم، ولا المنتظرين بصلاتكم اشتباك النجوم(مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ٧٥٩٠)

[2] علامہ ابنِ عابدین شامی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اشتباکِ نجوم تک کی تاخیر کے بارے میں ایک قول تحریمی ہونے کا ہے، لیکن راجح تنزیہی ہونا ہے، اور ایک غیر اصح قول کے مطابق شفقِ احمر کے غروب تک کراہت نہیں ہے۔

(و) أخر (المغرب إلى اشتباك النجوم) أى كثرتها (كره)أى التأخير لا الفعل لأنه مأمور به (تحريما) إلا بعذر كسفر، وكونه على أكل(الدرالمختار مع ردالمحتار)

(قوله :إلى اشتباك النجوم) هو الأصح .وفي رواية لا يكره ما لم يغب الشفق بحر أى الشفق الأحمر؛ لأنه وقت مختلف فيه فيقع الشك .وفي الحلية بعد كلام :والظاهر أن السنة فعل المغرب فورا وبعده مباح إلى اشتباك النجوم فيكره بلا عذر اهـ قلت أى يكره تحريما، والظاهر أنه أراد المباح ما لا يمنع فلا ينافى كراهة التنزيه ويأتى تمامه قريبا .(قوله :أى كثرتها) قال فى الحلية :واشتباكها أن يظهر صغارها وكبارها حتى لا يخفى منها شىء، فهو عبارة عن كثرتها وانضمام بعضها إلى بعض .اهـ.(قوله :كره) يرجع إلى المسائل الثلاثة قبله ط .قوله :أى التأخير لا الفعل) فيه كلام يأتى.(قوله :تحريما) كذا فى البحر عن القنية، لكن فى الحلية أن كلام الطحاوى يشير إلى أن الكراهة فى تأخير العشاء تنزيهيا وهو الأظهر .اهـ.(قوله :إلا بعذر إلخ) ظاهره رجوعه إلى الثلاثة أيضا لكن ذكر فى الإمداد فى تأخير العصر إلى الاصفرار عن المعراج أنه لا يباح التأخير لمرض أو سفر اهـ ومثله فى الحلية واقتصر فى الإمداد وغيره على ذكره الاستثناء فى المغرب،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر فقہائے کرام کے نزدیک اشتباکِ نجوم سے مراد یہ ہے کہ تمام چھوٹے بڑے ستارے کثرت سے نظر آنے لگیں، نہ یہ کہ صرف بعض اور تیز ستارے نظر آنے لگیں، اور کثرت سے چھوٹے بڑے ستارے ظاہر ہونے کی وجہ سے ستارے ایک دوسرے میں خلط ملط اور گڈ مڈ ہوجائیں۔

اور ظاہر ہے کہ اشتباکِ نجوم کی یہ کیفیت اسی وقت ہوتی ہے، جب غیر معمولی اندھیرا چھا جاتا ہے، کیونکہ روشنی کی موجودگی میں تمام چھوٹے بڑے ستاروں کا نظر آنا ممکن نہیں ہوتا۔

محدثین وفقہائے کرام نے اشتباکِ نجوم کے بارے میں یہی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

چنانچہ مرقاۃ شرح مشکاۃ میں ہے کہ:

(مَا لَمْ يُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ إِلَى أَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُومُ) : أَيْ :تَصِيرَ مُشْتَبِكَةً كَالشَّبَكَةِ قَالَهُ ابْنُ الْمَلَكِ .أَيْ :يَظْهَرُ جَمِيعُهَا وَيَخْتَلِطُ بَعْضُهَا بِبَعْضٍ، وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنْ لَا كَرَاهَةَ بِمُجَرَّدِ الطُّلُوعِ، وَقَالَ الطِّيبِيُّ :أَيْ تَخْتَلِطَ لِكَثْرَةِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا (مرقاة المفاتيح، ج ۲ ص ۵۳۴، كتاب الصلاة، باب تعجيل الصلوات)

ترجمہ: جب تک مغرب کو اشتباکِ نجوم ہونے تک مؤخر نہیں کریں گے، یعنی ستارے انگلیوں میں انگلیاں داخل ہونے کی طرح نہ ہوجائیں، ابنِ ملک نے یہ بات فرمائی ہے، یعنی تمام ستارے ظاہر ہوجائیں، اور بعض ستارے بعض کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وعبارته إلا من عذر كسفر ومرض وحضور مائدة أو غيم .اهـ.قلت وينبغي عدم الكراهة في تأخير العشاء لمن هو في ركب الحجاج، ثم إن للمسافر والمريض تأخير المغرب للجمع بينها وبين العشاء فعلا كما في الحلية وغيرها :أي بأن تصلي في آخر وقتها والعشاء في أول وقتها، وهو محمل ما روى من جمعه -صلى الله عليه وسلم -بينهما سفرا كما سيأتي.(قوله :وكونه على أكل) أي لكراهة الصلاة مع حضور طعام تميل إليه نفسه ولحديث إذا أقيمت الصلاة وحضر العشاء فابدء وا بالعشاء ) رواه الشيخان(ردالمحتار، ج ۱، ص ۳۶۸، ۳۶۹، كتاب الصلاة)

ساتھ مختلط ہوجائیں، اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ستاروں کے محض طلوع ہوجانے پر کراہت نہیں ہے، اور طیبی نے فرمایا کہ (اشتباکِ نجوم ہوجانے کا مطلب یہ ہے کہ) ستارے مختلط ہوجائیں کثرت سے ظاہر ہونے کی وجہ سے (مرقاۃ)

مشکاۃ کی شرح مرعاۃ میں ہے کہ:

**(إلى أن تشتبك النجوم) أي تظهر جميعا، ويختلط بعضها ببعض لكثرة ما ظهر منها، وهو كناية عن الظلام** (مرعاة المفاتيح للمباركفوري، ج۲ص۳۱۸، كتاب الصلاة، باب تعجيل الصلاة)

ترجمہ: اشتباکِ نجوم کا مطلب یہ ہے کہ تمام ستارے ظاہر ہوجائیں، اور کثرت سے ظاہر ہونے کی وجہ سے بعض ستارے بعض کے ساتھ مختلط ہوجائیں، جو کہ اندھیرا چھاجانے سے کنایہ ہے (مرعاۃ)

فیض القدیر للمناوی میں ہے کہ:

**(إلى اشتباك النجوم) أي انضمام بعضها إلى بعض وظهورها كلها بحيث يختلط إنارة بعضها ببعض ويظهر صغارها من كبارها حتى لا يخفى منها شيئ** (فيض القدير للمناوى تحت رقم الحديث ۹۷۷۲)

ترجمہ: اشتباکِ نجوم کا مطلب یہ ہے کہ ستارے ایک دوسرے میں ضَم ہوجائیں (یعنی ایک دوسرے سے مل جائیں) اور تمام ستارے ظاہر ہوجائیں، اس طور پر کہ ان کی روشنی ایک دوسرے سے مختلط ہوجائے، اور چھوٹے بڑے ستارے ایک دوسرے کے مقابلہ میں ظاہر ہوجائیں، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ستارہ بھی مخفی نہ رہے (فیض القدیر)

ابوداؤد کی شرح للعینی میں ہے:

**قال ابن الأثير " :اشتبكت النجوم أي :ظهرت جميعها واختلط**

**بعضها ببعض لكثرة ما ظهر منها** (شرح ابی داؤد للعینی، ج۲، ص۲۸۵، کتاب الصلاۃ، بَاب :فِي وَقتِ المَغرب)

ترجمہ: ابنِ اثیر نے فرمایا کہ اشتباکِ نجوم کا مطلب یہ ہے کہ تمام ستارے ظاہر ہوجائیں، اور کثرت سے ظاہر ہونے کی وجہ سے بعض ستارے بعض کے ساتھ مختلط ہوجائیں (شرح ابی داؤد)

ابنِ ماجہ کی شرح انجاح الحاجہ میں ہے کہ:

**حتى تشتبک النجوم أى تظهر جميعها وتختلط بعضها ببعض وهذا يدل على ان لا كراهة بمجرد الطلوع** (إنجاح الحاجة،شرح سنن ابن ماجه،ص ۵۰،باب اتباع السنة)

ترجمہ: اشتباکِ نجوم کا مطلب یہ ہے کہ تمام ستارے ظاہر ہوجائیں، اور ایک دوسرے کے ساتھ مختلط ہوجائیں، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کراہت صرف ستاروں کے طلوع کی وجہ سے نہیں ہوتی (مرعاۃ)

التحبیر میں ہے کہ:

**وَاشْتِبَاکُ النُّجُومِ :"ظهور صغارها بين كبارها حتى لا يخفى منها شيء** (التحبير لايضاح معاني التيسير للصنعاني، ج۵ص۱۰۴، کتاب الصاد،القسم الاول،الباب الثاني في المواقيت، وقت المغرب)

ترجمہ: اشتباکِ نجوم کا مطلب بڑے اور چھوٹے ستاروں کا ظاہر ہوجانا ہے، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ستارہ مخفی نہ رہے (التحبیر)

ردالمحتار میں ہے کہ:

**قال في الحلية :واشتباكها أن يظهر صغارها وكبارها حتى لا يخفى منها شيء ، فهو عبارة عن كثرتها وانضمام بعضها إلى**

**بعض .اھـ**(ردالمحتار، ج ۱، ص ۳۶۸، کتاب الصلاۃ)

ترجمہ: حلیہ میں فرمایا کہ اشتباکِ نجوم یہ ہے کہ چھوٹے بڑے ستارے ظاہر ہوجائیں، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ستارہ بھی مخفی نہ رہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ستارے کثرت سے ظاہر ہوجائیں، اور بعض بعض کے ساتھ مل جائیں (ردالمحتار)

ہدایہ کی شرح البنایہ میں ہے کہ:

**یقال اشتبک النجوم إذا ظهرت جميعها واختلط بعضها ببعض لكثرة ما ظهر منها** (البناية شرح الهداية، ج ۲، ص ۴۵، باب تعجيل المغرب)

ترجمہ: اشتباکِ نجوم ہونا اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ تمام ستارے ظاہر ہوجائیں، اور بعض بعض کے ساتھ مختلط ہوجائیں، ستاروں کے کثرت سے ظاہر ہونے کی وجہ سے (البنایہ)

المغرب میں ہے کہ:

**( اشْتِبَاكُ ) النُّجُومِ كَثْرَتُهَا وَدُخُولُ بَعْضِهَا فِي بَعْضٍ**(المغرب، ج۳، ص ۱۲۹، باب الشين، الشين مع الباء الموحدة، مادة ش ب ك)

ترجمہ: اشتباکِ نجوم کے معنیٰ ستاروں کا کثرت سے ہونا، اور بعض کا بعض میں داخل ہونا ہے (المغرب)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ اشتباکِ نجوم کا مطلب یہ ہے کہ چھوٹے بڑے تمام یا کم از کم اکثر ستارے ظاہر ہوجائیں، جس کی علامت یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے میں داخل اور ایک دوسرے کے ساتھ مختلط اور منضم ہوجائیں، اور یہ صورتِ حال غیر معمولی اندھیرا ہونے پر ہوتی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ اشتباکِ نجوم کی مذکورہ کیفیت سورج کے کتنے درجہ افق سے نیچے جانے پر

پیدا ہوتی ہے، تو اس کیفیت کو سمجھنے کے لیے فلکی اعتبار سے سورج غروب ہونے کے بعد کے احوال کو جاننا ضروری ہے۔

اور فلکی اعتبار سے سورج غروب ہونے کے بعد اس کے افق سے 6 ڈگری نیچے چلے جانے تک کی روشنی کو سول ٹیولائٹ (Civil Twilight) کہا جاتا ہے، اس روشنی میں شہری ماحول اور آبادی میں اشیاء کی تمیز کرنا، بلکہ تحریر اور اخبار کو پڑھنا ممکن ہوتا ہے (جس کا مطلب یہ ہے کہ سورج کے 6 ڈگری افق سے نیچے چلے جانے تک زمین پر غیر معمولی اندھیرا نہیں ہوتا)

اور سورج کے افق سے 6 ڈگری نیچے چلے جانے کے بعد سے لے کر 12 ڈگری نیچے جانے تک کی روشنی کو ناٹیکل ٹیولائٹ (Nautical Twilight) کہا جاتا ہے، اس وقت میں سمندری راستوں پر سفر کرنے والوں کو معروف اور واضح ستارے نظر آنے لگتے ہیں (اور سمندری راستوں کی قید سے مصنوعی روشنیوں اور آبادی کی آلودگیوں سے احتراز ہے، کیونکہ فضا کی آلودگی اور مصنوعی روشنیاں ستاروں کے نظر آنے میں مانع ہوتی ہیں)

اور سورج کے افق سے 12 ڈگری نیچے چلے جانے سے لے کر 18 ڈگری تک کی روشنی کو آسٹرونومیکل ٹیولائٹ (Astronomical Twilight) کہا جاتا ہے، جس کے بعد رات کا اندھیرا اتنا گہرا ہو جاتا ہے، کہ اب مزید گہرا نہیں ہو سکتا (اور ہماری تحقیق کے مطابق امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسی وقت سے عشاء کے وقت کا آغاز ہوتا ہے، اور اس سے پہلے پہلے مغرب کا ادا وقت ہوتا ہے) [1]

اس تفصیل کے پیشِ نظر اشتباکِ نجوم اور چھوٹے بڑے ستارے خوب نظر آنے کی کیفیت 12 ڈگری تک تو ہرگز نہیں ہوسکتی، کیونکہ اس وقت تک صرف مخصوص ومعروف ستارے ہی نظر آتے ہیں، اور وہ بھی سمندری راستوں پر، اشتباکِ نجوم کی وہ کیفیت نہیں پائی جاتی، جس

[1] ان اقسام کی مزید تفصیل ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

کی تفصیل محدثین وفقہائے کرام نے بیان فرمائی ہے، البتہ اشتباکِ نجوم کی وہ کیفیت 12 ڈگری سے 18 ڈگری کے درمیان ہوتی ہے، کیونکہ 12 ڈگری تک تو اگر کوئی مانع نہ ہو، تو صرف تیز چمکنے والے ستارے ہی واضح نظر آتے ہیں، پھر اس کے بعد آہستہ آہستہ دوسرے ستاروں کے نظر آنے کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے، یعنی جوں جوں یہ روشنی آسمان کے وسط سے سکڑ کر مغربی افق کے قریب پہنچتی ہے، اسی کے ساتھ یہ سلسلہ ترقی کرتا ہے، اور فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق اشتباکِ نجوم چھوٹے اور بڑے ستاروں کے واضح نظر آنے کا وقت ہے، لہٰذا اگر سورج غروب ہونے سے لے کر 18 ڈگری کے مطابق درمیانی وقت کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے، تو دو تہائی حصہ گزرنے کے کچھ وقت بعد بلکہ ہمارے نزدیک پندرہ درجہ زیرِ افق کے قریب اشتباکِ نجوم کی مذکورہ کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور 15 ڈگری زیرِ افق کے بعد مغرب کا ابھی اداء وقت موجود ہوتا ہے، البتہ مکروہ ہو جاتا ہے، پس ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ مغرب کا اداوقت پندرہ ڈگری کے بعد موجود ہونا ضروری ہے، جو کہ 17 یا 18 ڈگری پر شفق (ابیض یا احمر کے غروب ہونے کی وجہ سے) ختم ہونے کی صورت میں بآسانی ممکن ہے، 15 ڈگری یا اس سے پہلے ختم ہونے کی صورت میں بآسانی ممکن نہیں۔ جمہور علماء واصحابِ فلکیین اسی کے قائل ہیں، جدید تحقیقات سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ سورج کی روشنی کی جو کیفیت سورج غروب ہونے کے بعد پیدا ہوتی ہے، وہی کیفیت اس کے برعکس سورج طلوع ہونے سے پہلے بھی ہوتی ہے۔

اس لیے مذکورہ تفصیل کے پیشِ نظر صبح کے وقت سورج طلوع ہونے سے پہلے 6 درجہ زیرِ افق کا وقت واضح ''اسفار'' کا وقت شمار ہوتا ہے، اور 6 درجہ سے پہلے 12 درجہ تک کا وقت ''غلس'' اور ''اسفار'' کے بین بین کا وقت شمار ہوتا ہے، اور 12 درجہ سے پہلے 18 درجہ تک کا وقت مکمل ''غلس'' کا وقت شمار ہوتا ہے، جس کو پیشِ نظر رکھ کر فقہائے کرام کے مابین مشہور

اختلاف یعنی فجر کی نماز کے غلس یا اسفار میں افضل ہونے کی فلکی تعیین بھی ممکن ہے۔

## خلاصہ

مذکورہ عبارات وحوالہ جات کی روشنی میں خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شفقِ ابیض کے غروب پر مغرب کا وقت ختم اور عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول فقہی وعقلی اور فنی دلائل سے راجح اور احوط ہے، اگرچہ شفقِ احمر کے غروب پر مغرب کا وقت ختم اور عشاء کا وقت شروع ہونے کا قول بھی متعدد فقہائے کرام کا ہونے کی وجہ سے عمل کی گنجائش رکھتا ہے، اور بلادِ معتدلہ میں جتنا وقفہ کسی دن صبح صادق سے سورج طلوع ہونے تک ہوتا ہے، اتنا ہی وقفہ اس دن سورج غروب ہونے سے شفقِ ابیض کے غروب ہونے تک ہوتا ہے، الغرض یومیہ فجر اور مغربِ حنفی کا وقت برابر ہوتا ہے۔

اس کی فنی وجہ یہ ہے کہ دونوں کا مدار معترض سفیدی پر ہے، فجر کا اس کے مشرق میں طلوع پر اور مغرب کا اس کے مغرب میں غروب پر، اور طلوعِ شمس سے بیاضِ معترض کے طلوع کے مابین سورج جن مراحل سے گزرتا ہے، انہی مراحل سے غروبِ شمس سے شفقِ ابیض کے غروب کے مابین بھی گزرتا ہے، لہٰذا شفقِ ابیض کے غروب اور اس کے مقابلہ میں بیاضِ معترض کے طلوع دونوں کا ایک ہی زیرِ افق درجہ ہے۔

البتہ بعض جنتریوں میں تھوڑا بہت فرق احتیاطات کے شامل کرنے نہ کرنے کے باعث ہوجاتا ہے۔فَلَا یَضُرُّ۔

اشتباکِ نجوم تک نمازِ مغرب کو مؤخر کرنا مکروہ ہوتا ہے، جس کی تفصیل ماقبل میں ذکر کردی گئی ہے۔

وَاللّٰہُ سُبُحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(6)

# صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب

## کتنے درجہ زیرِ اُفق ہے؟

پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ عام حالات میں فجر اور مغربِ حنفی کا وقت مساوی اور برابر ہوتا ہے۔

اور جس طرح طلوع ہونے سے پہلے سورج مشرقی اُفق سے نیچے ہوتا ہے، اسی طرح غروب کے بعد بھی مغربی اُفق سے نیچے چلا جاتا ہے، اور اُفق سے نیچے کسی خاص درجہ پر ہونے کی حالت میں اُفق میں اس کی بیاضِ معترض کے طلوع یا غروب ہونے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، جس کے طلوع سے (جسے صبح صادق کہا جاتا ہے) فجر کی نماز، سحری کی بندش اور غروب سے (جسے شفقِ ابیض کہا جاتا ہے) عشائے حنفی کا تعلق ہے، جس سے معلوم ہوا کہ صبح کی بیاضِ معترض (یعنی صبح صادق) کے طلوع اور شام کی بیاضِ معترض (یعنی شفقِ ابیض) کے غروب ہونے کا ایک ہی مخصوص درجہ زیرِ اُفق ہے۔

اگرچہ شفقِ احمر کا درجہ شفقِ ابیض کے غروب سے پہلے ہے۔

تو اس غرض سے علمائے کرام اور ماہرینِ فلکیات خصوصاً مسلمان ماہرینِ فلکیات کو یہ جستجو کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ طلوعِ فجر وغروبِ شفق کے وقت سورج اُفق کے نیچے کس درجے پر ہوتا ہے؟ [1]

---

[1] ملحوظ رہے کہ دن رات میں کل چوبیس ساعات ہوتی ہیں، اور ایک ساعت پندرہ درجوں پر اور ایک درجہ چار منٹ پر مشتمل ہوتا ہے، اور فقہائے کرام نے درجہ کو اسی مقدار کے لئے استعمال فرمایا ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تو اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے اس درجہ کی تعیین اور نشاندہی فرمائی۔

اورطلوعِ فجر اور غروبِ شفق کے بارے میں اگرچہ مختلف اقوال ہیں، جن میں سے ایک قول 20 درجے زیرِ افق کا ہے، جو کہ شاذ قول ہے، اور دوسرا قول 19 درجے کا ہے، جو بعض متاخرین علماء کا قول ہے، اور بظاہر احتیاط پر مبنی ہے، لیکن جمہور متقدمین ومتاخرین ماہرین فلکیات واہلِ علم کا قول 18 درجے زیرِ افق کا ہے (اوراسی کے مطابق عام طور پر قدیمی نقشے معروف ومروج ہیں ) اور جدید تجربات ورصدگاہوں کے مشاہدات سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، اورایک قول 15 درجے زیرِ افق کا ہے، یہ بھی ہماری نظر میں دلائل کی رُو سے مرجوح قول ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

إن ساعات الليل والنهار أربع وعشرون ساعة(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج٦ص ١٣١ ، كتاب الاذان، باب الذكر بعد الصلاة)

وجملة الليل والنهار عندهم أربع وعشرون ساعة أبدا سواء كانت الساعة مستوية أو معوجة إلا أن كلا من الليل والنهار لا يزيد عى اثنتى عشرة ساعة معوجة أبدا(روح المعانى -للألوسى، ج۴ ص ۳ ص ۳۵۳، تحت رقم الآية ۳۳ من سورة الاعراف )

جعلوا الساعة ستين دقيقة تسهيلا للحساب والساعة عبارة عن خمسة عشر درجة فلكية(تفسير روح المعانى للآلوسى، ج٨ص ١٠ ،تحت رقم الآية ١ من سورة الاسراء)

الساعة الزمانية...... وهى خمسة عشر درجة على ما عُرف(شرح سنن أبى داودلبدرالدين العينى،ج۴ص٣٦٧، كتاب الصلاة، باب :الإجابة أية ساعة هى فى يوم الجمعة؟)

اورفلکی اعتبار سے اس سلسلہ میں قانون یہ ہے کہ ایک طول البلد سے دوسرے طول البلد تک سورج کو فی درجہ طے کرنے میں 4 منٹ خرچ ہوتے ہیں، اور اسی طرح ایک عرض البلد سے دوسرے عرض البلد تک بھی سمت الرأس میں عمودی سفر طے کرنے کی صورت میں فی درجہ 4 منٹ کا عرصہ لگتا ہے، اور اگر ایک عرض البلد سے دوسرے عرض البلد تک سورج کا یہ سفر عمودی کے بجائے ترچھا ہوگا تو پھر فی درجہ طے کرنے میں ترچھا سفر ہونے کے تناسب سے ہی وقت خرچ ہوگا، جس کی مقدار چار منٹ سے زیادہ بلکہ کئی گھنٹوں پر بھی مشتمل ہوسکتی ہے، چنانچہ 90 درجے شمالی یا جنوبی عرضِ بلد پر فی درجہ کا فاصلہ کئی کئی گھنٹوں پر مشتمل ہوتا ہے۔خلاصہ یہ کہ مختلف موسموں اور مختلف علاقوں میں آفتاب کا مدار مختلف حالات پر ہوتا ہے، اس لیے آفتاب کو دائرۃ الارتفاع کے متعین درجات طے کرنے میں مختلف زمانہ درکار ہوتا ہے۔

# 19 درجے پر طلوعِ فجر اور 17 درجے پر غروبِ شفقِ احمر کے قائلین

19 درجے زیرِ افق پر طلوعِ فجر کے قائلین اور اس سے کم مثلاً 17 درجہ زیرِ افق پر شفقِ احمر کے غروب اور اس کے نتیجہ میں وقتِ عشاء شروع ہونے کے قائلین کی چند عبارات مندرجہ ذیل ہیں۔

## (1)......امام سبط المارديني کا حوالہ

محمد بن محمد بن احمد سبط المارديني شافعی (المتوفیٰ 907ھ) فرماتے ہیں:

اَلْبَابُ الثَّانِیُ عَشَرَ فِیْ مَعْرِفَةِ وَقْتِ الْمَغْرِبِ وَوَقْتِ الصُّبْحِ وَمِقْدَارِ حِصَّتَیِ الشَّفَقِ وَالْفَجْرِ ، اَمَّا الْمَغْرِبُ فَيَدْخُلُ وَقْتُهَا بِغُرُوْبِ الشَّمْسِ مِنَ الْاُفُقِ الْمَرْئِیِّ بِالْاِجْمَاعِ ، وَاَمَّا الْعِشَاءُ فَيَدْخُلُ بِغَيْبِ الشَّفَقِ الْاَحْمَرِ وَمَا بَيْنَهُمَا هُوَ حِصَّةُ الشَّفَقِ ،وَاَمَّا الصُّبْحُ فَيَدْخُلُ وَقْتُهٗ بِطُلُوْعِ الْفَجْرِ الصَّادِقِ وَهُوَ الْبَيَاضُ الْمُعْتَرِضُ فِی الْمَشْرِقِ (......وَبَعْدَ اَسْطُرٍ......) وَاِنْ شِئْتَ فَضَعْ نَظِيْرَ دَرَجَةِ الشَّمْسِ عَلٰى سَبْعَةَ عَشَرَ مِنَ الْمُقَنْطَرَاتِ اِذَا اَرَدْتَّ حِصَّةَ الشَّفَقِ وَعَلٰى تِسْعَةَ عَشَرَ اِنْ اَرَدْتَّ حِصَّةَ الْفَجْرِ (اظهار السر المودوع فی العمل بالربع المقطوع لمحمد بن محمد ،المعروف بالسبط المارديني "المتوفیٰ ۹۰۷ھ" مكتبة جامعة الرياض، قسم المخطوطات، رقم المخطوطة، ۱۰۰۹ ،الاعلام ۷: ۲۸۲، الظاهرية، "علم الهيئة"، : ۱۵۹)

ترجمہ: بارہواں باب مغرب کے وقت اور صبح کے وقت اور شفق اور فجر کی مقدار کی پہچان میں ہے، جہاں تک مغرب کا معاملہ ہے، تو اس کا وقت بالاجماع افقِ مرئی سے سورج کے غروب ہونے پر داخل ہوتا ہے، اور عشاء کا وقت شفقِ احمر کے غائب ہونے پر داخل ہوتا ہے، اور ان دونوں کے درمیان شفق کا حصہ ہوتا ہے، اور صبح کا

وقت فجرِ صادق کے طلوع پر داخل ہوتا ہے، اور فجرِ صادق وہ سفیدی ہے، جو مشرق میں معترض ہوتی ہے (چند سطروں کے بعد ہے) اور اگر آپ شفق (احمر) کا حصہ معلوم کرنا چاہیں تو سورج کے درجے کی نظیر کو مقنطرات میں سے 17 درجے پر رکھیں، اور جب فجر کا حصہ معلوم کرنا چاہیں، تو 19 درجے پر رکھیں (اظہار السر)

اس عبارت میں مغرب اور فجر اور شفق کے وقت اور اس کی مقدار کا بیان کیا گیا ہے، اور فجرِ صادق کے طلوع کو 19 درجہ پر اور شفقِ احمر کے غروب کو 17 درجہ پر ہونا بیان کیا گیا ہے۔

اور امام ماردینی نے اپنے رسالہ ''لُبُّ الْمُخْتَصَرَاتِ عَلٰی رُبُعِ الْمُقَنْطَرَاتِ'' میں بھی شفقِ احمر اور فجرِ صادق کے یہی درجات بیان فرمائے ہیں۔ [1]

## (2)......شہاب الدین ابنِ مجدی کا حوالہ

شہاب الدین احمد بن رجب المعروف بابن المجدی، الفرضی المیقاتی (المتوفٰی 850ھ) فرماتے ہیں:

**نقلت الیٰ مقنطرة یط(یعنی 19) للفجر او یز(یعنی 17) للشفق**

(رسالة العمل بالربع المرسوم بالمقنطرات، الفصل السابع فی معرفة ارتفاع العصر وحصتی الفجر والشفق، المخطوطة ۲۲۵۸، صفحة ۲، موجود فی جامعة الملک سعود "King Saud University" الریاض، السعودیة)

ترجمہ: منتقل کردیں آپ 19 درجات پر فجر کے لیے یا 17 درجات شفق کے لیے (رسالۃ العمل بالربع المرسوم)

---

[1] چنانچہ فرماتے ہیں:

فعلم علی نظیر الدرجة وانقل المری بالخیط المقنطرة ۱۷ ان اردت حصة الشفق والمقنطرة 19 ان اردت حصة الفجر (لب المحتضرات علی ربع المقنطرات، لمحمد بن محمد بن احمد الشافعی المعروف بسبط الماردینی "المتوفیٰ ۹۰۷ھ"، الباب التاسع فی معرفة استخراج الاوقات، ص ۱۱۹)

علامہ موصوف نے مذکورہ حکم فجر اور عشاء کی نماز سے متعلق بیان فرمایا ہے، اسی وجہ سے یہ حکم نمازوں کے اوقات سے متعلق فصل قائم کر کے ذکر فرمایا ہے۔

## (3)......اسماعیل بن مصطفیٰ الکلنبوی کا حوالہ

اسماعیل بن مصطفیٰ الکلنبوی حنفی رحمہ اللہ (المتوفی 1205ھ) فرماتے ہیں:

**اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ فِیْ حِصَّتَیِ الْفَجْرِ وَالشَّفَقِ الْاَحْمَرِ قَدْ وَقَعَ بَیْنَ الْقَوْمِ اِخْتِلَافٌ کَثِیْرٌ فِیْ وَقْتِ طُلُوْعِ الْفَجْرِ الصَّادِقِ وَمُغِیْبِ الْاَحْمَرِ وَالْمُعْتَمَدُ عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ اَنَّ الْاَوَّلَ عِنْدَ اِنْحِطَاطِ الشَّمْسِ عَنْ اُفُقِ الْمَشْرِقِ "یط" ای تِسْعَةَ عَشَرَ دَرَجَةً ، وَالثَّانِیَ عِنْدَ اِنْحِطَاطِهَا عَنْ اُفُقِ الْمَغْرِبِ " یز" ای سَبْعَةَ عَشَرَ دَرَجَةً** (رسالة فی العمل الربع المجیب لاسماعیل بن مصطفیٰ الکلنبوی المخطوطة ۴۶۷۱، صفحة ۱۳، موجود فی جامعة الملک سعود"King Saud University"الریاض، السعودیة)

ترجمہ: دوسری فصل فجر اور شفقِ احمر کے حصوں کے بارے میں ہے، قوم کے درمیان بہت زیادہ اختلاف ہوا ہے، فجرِ صادق کے طلوع کے اور احمر کے غیوب کے وقت میں، اور محققین کے نزدیک معتمد یہ ہے کہ اول (یعنی فجرِ صادق کا طلوع) سورج کے مشرقی افق کی طرف سے انحطاط کے وقت 19 درجے پر، اور دوسرا (یعنی شفق احمر کا غروب) سورج کے مغربی افق کی طرف سے انحطاط کے وقت 17 درجے پر ہوتا ہے (رسالۃ فی العمل الربع المجیب)

علامہ کلنبوی حنفی علماء میں سے تھے، اور ''کیی'' شہر میں قاضی کے منصب پر مامور تھے، انہوں نے علمِ ہیئت اور ہندسہ میں کئی تصانیف فرمائی ہیں۔ [1]

---

[1] الکلنبوی :إسماعیل بن مصطفی الکلنبوی الرومی الحنفی تولی القضاء ببلدة کیی شهر توفی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ کلنبوی کی عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک مختلف اقوال میں سے معتمد قول یہ ہے کہ فجرِ صادق کا طلوع 19 درجے پر اور شفقِ احمر کا غروب 17 درجے پر ہوتا ہے۔

اور اس عبارت میں فجرِ صادق اور شفقِ احمر کی تصریح ہے، اس لیے فجر اور شفق سے بیاضِ مستطیل مراد لینے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔

لہٰذا جو حضرات یہ خیال کرتے ہیں علماء و ماہرینِ فن جو اٹھارہ یا انیس درجہ پر صبح یا فجر کو ہونا بیان کرتے ہیں، اس سے مراد صبح وفجرِ کاذب ہے، نہ کہ صادق، اور صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب 15 درجہ پر ہوتا ہے، ان کا یہ خیال درست وراجح معلوم نہیں ہوا، اور بلا دلیل ہونے کے علاوہ خلافِ دلیل ہے۔

کیونکہ اولاً تو اس عبارت میں فجرِ صادق اور شفقِ احمر کی تصریح ہے، اور یہ بات ناممکنات بلکہ قلبِ موضوع میں سے ہے کہ صبح کاذب کا ظہور، صادق کے طلوع ہونے کے بعد ہو اور شفقِ ابیض کا غروب، شفقِ احمر کے غروب ہونے سے پہلے ہو جائے، دوسرے فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق کاذب کے ظہور کا درجہ متعین نہیں، وہ کبھی مقدم اور کبھی مؤخر ہوتا ہے، اور عموماً اس کا ظہور سبعِ لیل میں ہوتا ہے۔ ل

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سنة 1205 خمس ومائتين وألف له من التصانيف أضلاع مثلثات فى الهندسة .البرهان فى علم الميزان أعنى ميزان المنطق .حاشية على تهذيب المنطق .حاشية على شرح جلال .حاشية على قاضى مير والكفوى .رسالة الآداب فى المناظرة .رسالة الإمكان .شرح جداول الأنساب .كتاب المراصد لتبيين الحال فى المبادء والمقاصد(هدية العارفين للبابانى، ج ا ص ۲۲۲، باب الالف)

ل وجاء فى كثير من الدراسات والتقارير التى تُعنى بشأن وقت دخول الفجر، أن الفجر الكاذب يقع عندما تكون الشمس تحت الأفق ب 18درجة، وهو ما يسمى بالشفق الفلكى Astronomical Twilightوفى الواقع ومن خلال الرصد الميدانى تبين لنا أن الفجر الكاذب الذى هو كذنب السرحان يختلف وقت ظهوره من فصل لآخر بل من شهر لآخر ولا نستطيع أن نضبطه بدرجة قوسية فلكية معينة(تحديد وقت دخول صلاة الفجر عملياً بمنطقة القصيم،تعريف الفجر الكاذب،The Zodaical Light)

## (4)......یحییٰ بن محمد الحطاب کا حوالہ

یحییٰ بن محمد الحطاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**فَصُلٌ فِیُ مَعُرِفَةِ حِصَّةِ الُفَجُرِ وَهِیَ الُمُدَّةُ الَّتِیُ مِنُ طُلُوُعِ الُفَجُرِ الصَّادِقِ اِلٰی طُلُوُعِ الشَّمُسِ وَطَرِیُقُ تَحُصِیُلِهَا اَنُ تَسُتَخُرِجَ الدَّائِرَ لِاِرُتِفَاعِ تِسُعَةَ عَشَرَ** (وسیلة الطلاب لمعرفة اعمال اللیل والنهار بطریق الحساب، لیحییٰ بن محمد الحطاب ،الباب السادس فی معرفة الظل المبسوط والظل المنکوس وظل الزوال الخ، ص۲۸، مکتبة جامعة الریاض، قسم المخطوطات، رقم المخطوطة، ۴۵۶۷ف ۱/۹۰۱)

ترجمہ: یہ فصل ہے فجر کے حصہ کی پہچان کے بارے میں، اور وہ فجرِ صادق کے طلوع ہونے سے لے کر سورج طلوع ہونے تک کی مدت ہے، اور اس کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ دائرہ ارتفاع کی 19 درجے پر تخریج کریں (وسیلۃ الطلاب)

اس عبارت میں بھی فجرِ صادق کے 19 درجہ پر طلوع ہونے کی تصریح ہے۔

لہٰذا یہ خیال کرنا کہ علماء و ماہرینِ فن 19 یا اٹھارہ درجہ پر جس صبح و فجر کا حکم بیان کرتے ہیں، وہ درحقیقت کاذب کا ہے، یہ خیال درست نہیں، جیسا کہ پیچھے گزرا۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ متعدد محقق علماء طلوعِ فجر صادق کے 19 درجہ پر اور غروبِ شفقِ احمر کے 17 درجہ پر ہونے کے قائل ہیں۔

اور یہ بات ناممکن ہے کہ شفقِ احمر تو 17 درجہ پر غروب ہو، اور شفقِ ابیض اس سے بھی پہلے (مثلاً 15 درجہ پر) غروب ہوجائے، جیسا کہ اس دور کے بعض لوگ قائل ہیں۔

15 درجہ پر تو دراصل صبح صادق کا پوری طرح تبین ہوجاتا ہے، جبکہ جمہور کے نزدیک تبین کے بجائے اولِ طلوع کا اعتبار ہے۔

اور ہمارے نزدیک اگرچہ 18 درجہ پر طلوعِ فجر کا قول راجح ہے، جو کہ جمہور فلکیین کا بھی قول ہے، اور 19 درجہ پر کا قول احتیاط پر مبنی ہے، اور روزہ وغیرہ کے معاملہ میں اس احتیاط پر عمل کرنے میں حرج نہیں، بلکہ روزہ میں احتیاط شرعاً مطلوب ہے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا۔

رہا یہ شبہ کہ 19 درجہ والے قول کو اگر احتیاط پر مبنی قرار دیا جائے، اور اصل طلوعِ فجر کو 18 درجہ پر قرار دیا جائے، تو 19 درجہ کے مطابق تیار شدہ نقشوں میں درج شدہ اول وقت کے اندر فجر کی اذان دینا جائز اور معتبر نہیں ہوگا، کیونکہ وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دینا جائز نہیں، اگرچہ احتیاط کی صورت میں روزہ درست ہوجائے گا۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ فقہائے کرام کے نزدیک اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ عام نمازوں میں سے کسی نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے اس نماز کے لیے اذان دینا جائز نہیں۔ [1]

البتہ فجر کی اذان کے طلوعِ فجر سے پہلے جائز ہونے نہ ہونے کے بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

حنفیہ میں سے طرفین (یعنی امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ) کے نزدیک فجر کی اذان طلوعِ فجر سے پہلے دینا جائز نہیں، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک فجر کی اذان کا طلوعِ فجر

---

[1] دخول وقت الصلاة المفروضة شرط للأذان، فلا يصح الأذان قبل دخول الوقت -إلا في الأذان لصلاة الفجر على ما سيأتي -لأن الأذان شرع للإعلام بدخول الوقت، فإذا قدم على الوقت لم يكن له فائدة، وإذا أذن المؤذن قبل الوقت أعاد الأذان بعد دخول الوقت، إلا إذا صلى الناس في الوقت وكان الأذان قبله فلا يعاد .وقد روي أن بلالا أذن قبل طلوع الفجر فأمره النبي صلى الله عليه وسلم أن يرجع فينادي :ألا إن العبد قد نام، فرجع فنادى :ألا إن العبد قد نام.

والمستحب إذا دخل الوقت أن يؤذن في أوله، ليعلم الناس فيأخذوا أهبتهم للصلاة، وكان بلال لا يؤخر الأذان عن أول الوقت(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲، ص ۳۶۳، مادة "أذان")

دخول الوقت :فلا يصح الأذان ويحرم باتفاق الفقهاء قبل دخول وقت الصلاة، فإن فعل أعاد في الوقت؛ لأن الأذان للإعلام، وهو قبل دخول الوقت تجهيل .ولذا يحرم الأذان قبل الوقت لما فيه من التلبيس والكذب بالإعلام بدخول الوقت، كما يحرم تكرير الأذان عند الشافعية، وليس منه أذان المؤذنين المعروف في كل مسجد(الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ للزحيلي، ج ۱، ص ۶۹۸، القسم الأول :العبادات، الباب الثاني، الفصل الثالث، شروط الأذان)

سے پہلے دینا جائز ہے۔

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام رحمہم اللہ کے نزدیک بھی فجر کی اذان طلوعِ فجر سے پہلے دینا جائز اور معتبر ہے۔

پس اگر لوگ اذان ہونے سے پہلے روزہ کی سحری بند کرنے سے باز نہ آتے ہوں (جیسا کہ آج کل بہت سے علاقوں میں اکثر لوگوں کی یہی عادت ہے) تو اس صورتِ حال میں اذان میں قدرے احتیاط ان فقہائے کرام کے قول پر مبنی ہوگی، جو طلوعِ فجر سے پہلے فجر کی اذان کے جواز کے قائل ہیں، تاکہ لوگوں کے روزہ کی فرضیت میں خلل واقع نہ ہو۔ [1]

---

[1] أما بالنسبة للفجر فذهب مالك والشافعي وأحمد وأبو يوسف من الحنفية إلى أنه يجوز الأذان للفجر قبل الوقت، في النصف الأخير من الليل عند الشافعية والحنابلة وأبي يوسف، وفي السدس الأخير عند المالكية .ويسن الأذان ثانيا عند دخول الوقت لقول النبي صلى الله عليه وسلم :إن بلالا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم.

وعند الحنفية -غير أبي يوسف -لا يجوز الأذان لصلاة الفجر إلا عند دخول الوقت، ولا فرق بينها وبين غيرها من الصلوات؛ لما روى شداد مولى عياض بن عامر أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لبلال :لا تؤذن حتى يستبين لك الفجر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢،ص٣٦٣،مادة "أذان")

لكن أجاز الجمهور غير الحنفية، وأبو يوسف :الأذان للصبح بعد نصف الليل، ويندب بالسحر وهو سدس الليل الأخير، ثم يعاد استنانا عند طلوع الفجر الصادق (الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ للزحيلي، ج١،ص٦٩٨،القسم الأول :العبادات،الباب الثاني،الفصل الثالث،شروط الأذان)

وأما الصبح فقد ذكرنا أن مذهبنا جوازه قبل الفجر وبعده وبه قال مالك والأوزاعي وأبو يوسف وأبو ثور وأحمد وإسحاق وداود وقال الثوري وأبو حنيفة ومحمد لا يجوز قبل الفجر وحكى ابن المنذر عن طائفة أنه يجوز أن يؤذن قبل الفجر إن كان يؤذن بعده(المجموع شرح المهذب، ج٣،ص٨٩،كتاب الصلاة،باب الاذان)

يشرع الأذان للفجر قبل وقتها .وهو قول مالك، والأوزاعي، والشافعي، وإسحاق .ومنعه الثوري، وأبو حنيفة، ومحمد بن الحسن(المغني لابن قدامة، ج١،ص٢٩٧،كتاب الصلاة،باب الأذان،فصل الأذان للفجر قبل وقتها)

وأما وقت الأذان :فاتفق الجميع على أنه لا يؤذن للصلاة قبل وقتها، ما عدا الصبح فإنهم اختلفوا فيها، فذهب مالك والشافعي إلى أنه يجوز أن يؤذن لها قبل الفجر، ومنع ذلك أبو حنيفة، وقال قوم :لا بد للصبح إذا أذن لها قبل الفجر من أذان بعد الفجر ;لأن الواجب عندهم هو الأذان بعد الفجر، وقال أبو محمد بن حزم :لا بد لها من أذان بعد الوقت، وإن أذن قبل الوقت جاز إذا كان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# 18 درجے پر طلوعِ فجر وغروبِ شفقِ ابیض کے قائلین

جمہور متقدمین ومتاخرین کا قول وعمل صبح صادق کے طلوع وشفقِ ابیض کے غروب کے وقت سورج کے 18 درجے زیرِ افق ہونے پر ہے، ان میں سے چند حضرات کی عبارات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

## (1)......ابوعبداللہ محمد بن جابر بن سنان بتانی کا حوالہ

ابوعبداللہ محمد بن جابر بن سنان بتانی (المتوفیٰ 317ھ) کی کتاب ''زیج'' کے حوالہ سے محمد بن عبدالوہاب بن عبدالرزاق اندلسی لکھتے ہیں:

وَإِذَا اَرَدْتَّ وَضْعَ مُقَنْطَرَاتِ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَمُغِيْبِ الشَّفَقِ فَتَضَعُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بينهما زمان يسير قدر ما يهبط الأول ويصعد الثانى.

والسبب فى اختلافهم أنه ورد فى ذلك حديثان متعارضان :أحدهما :الحديث المشهور الثابت، وهو قوله -عليه الصلاة والسلام :-إن بلالا ينادى بليل، فكلوا واشربوا حتى ينادى ابن أم مكتوم ، وكان ابن أم مكتوم رجلا أعمى لا ينادى حتى يقال له :أصبحت أصبحت.

والثانى :ما روى عن ابن عمر -رضى الله عنهما :-أن بلالا أذن قبل طلوع الفجر، فأمره النبى -صلى الله عليه وسلم -أن يرجع فينادى :ألا إن العبد قد نام وحديث الحجازيين أثبت، وحديث الكوفيين أيضا خرجه أبو داود، وصححه كثير من أهل العلم، فذهب الناس فى هذين الحديثين إما مذهب الجمع، وإما مذهب الترجيح.

فأما من ذهب مذهب الترجيح فالحجازيون، فإنهم قالوا :حديث بلال أثبت والمصير إليه أوجب.

وأما من ذهب مذهب الجمع فالكوفيون، وذلك أنهم قالوا :يحتمل أن يكون نداء بلال فى وقت يشك فيه فى طلوع الفجر ;لأنه كان فى بصره ضعف، ويكون نداء ابن أم مكتوم فى وقت يتيقن فيه طلوع الفجر، ويدل على ذلك ما روى عن عائشة أنها قالت " :لم يكن بين أذانيهما إلا بقدر ما يهبط هذا ويصعد هذا "وأما من قال إنه يجمع بينهما :أعنى أن يؤذن قبل الفجر وبعده) فعلى ظاهر ما روى من ذلك فى صلاة الصبح خاصة، أعنى أنه كان يؤذن لها فى عهد رسول الله -صلى الله عليه وسلم -مؤذنان بلال وابن أم مكتوم(بداية المجتهد ،ج ١ ،ص ١١٥ ،كتاب الصلاة،الباب الثانى،القسم الثالث من الفصل الأول وقت الأذان)

رَأْسَ الْجَدِيِّ عَلٰى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ فِي الْمُقَنْطَرَاتِ (الزيج) [1]

ترجمہ: اور جب طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق کے مقنطرات کو رکھنا چاہیں، تو رأسِ جدی کو مقنطرات میں 18 درجے پر رکھیں (الزیج)

اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن جابر بتانی کے نزدیک طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق 18 درجے زیرِ افق ہے۔

محمد بن جابر بتانی علمِ فلکیات اور ارصاد میں معتبر اور مستند شخصیت شمار کی جاتی ہیں، انہوں نے تیسری صدی میں طویل ارصادات قائم کئے ہیں، اور ان کی یہ تحقیق طویل ارصادات پر ہی مبنی ہے۔ [2]

---

[1] الثانی عشر فی صناعة عمل الاسطرلاب، کذافی ایضاح القول الحق فی مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسی اصلا الفاسی المراکشی ص ۱۳.

[2] البتانی *صاحب الزيج المشهور، أبو عبد الله، محمد بن جابر بن سنان الحرانی البتانی، الحاسب المنجم، له أعمال وأرصاد وبراعة فی فنه، وكان صابئا ضالا، فكأنه أسلم وتسمى بمحمد، وله تصانيف فی علم الهيئة......توفی البتانی سنة سبع عشرة وثلاث مئة.(سیراعلام النبلاء ج۱۴ ص۵۱۸)

محمد بن جابر بن سنان الحرانی البتانی .أبو عبد الله المنجم الحاسب .صاحب الزيج، الصابیء . له أعمال عجيبة .وابتدأ بالرصد من سنة أربعٍ وستين ومائتين إلى سنة ست وثلاثمائة .وكان بارعاً فی فنه .وشرح مقالات بطليموس .وبتان :من أعمال حران.(تاریخ الاسلام للامام الذهبی ج۲۳ ص۵۴۶)

ولم يعلم أحد فی الاسلام بلغ مبلغ ابن جابر فی تصحيح أرصاد الكواكب وامتحان حركاتها.

وكان يرصد فی الرقة على الضفة اليسرى من الفرات(الاعلام للزرکلی ج۶ ص۶۸، تحت ترجمة محمد بن جابر)

محمد بن جابر الحرانی البتانی هو محمد بن جابر بن سنان بن ثابت بن قرة الحرانی صاحب الرصد المشهور بعد أيام المأمون وكان حكيماً عارفاً بتفاصيل أجزاء علوم الحكمة وقد أنفق أموالاً فی الرصد وبتان قرية فی حدود حران، وإليها ينسب محمد بن جابر .(تتمة صوان الحكمة لابنِ فندمة، ص۳ ،تحت ترجمة محمد بن جابر الحرانی البتانی)

ابن جابر الحرانی المنجم محمد بن جابر بن سنان الحرانی البتانی بالياء الموحدة المفتوحة والتاء ثالث الحروف وبعد الألف نون الحاسب المشهور الصابیء، له الأعمال العجيبة والأرصاد المتقنة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان مسلمان اصحابِ فلکیین نے رصدگاہوں کے ذریعہ سے جو 18 درجے کا وقت معلوم کیا، وہ صبحِ صادق وفجرِ حقیقی سے متعلق تھا، نہ یہ کہ رصدگاہیں قائم کرنے کے باوجود یہ حضرات کاذب کا وقت تو معلوم کرتے رہے، جس سے کہ نہ کوئی شرعی حکم وابستہ ہے، اور نہ دنیوی۔

اور صادق کا درجہ معلوم کرنے اور اس کی تصریح کرنے سے غافل وقاصر رہے، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔

## (2)......ابوالحسن عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد بن سہل الصوفی کا حوالہ

اسلام کی ابتدائی صدیوں کے مشہور صاحبِ فلکیات علامہ ابوالحسن عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد بن سہل الصوفی رحمہ اللہ (المتوفی 376ھ) اپنی تصنیف ''کتاب العمل بالاسطرلاب'' میں خاص ''طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق'' کا باب قائم کرکے فرماتے ہیں:

فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِي الْاُسْطُرْلَابِ هَاتَانِ الْقَوْسَانِ مَخْطُوْطَيْنِ فَضَعْ نَظِيْرَ جُزْءِ الشَّمْسِ عَلٰى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ جُزْءًا مِنْ اَجْزَاءِ الْاِرْتِفَاعِ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَغْرِبِ اِنْ اَرَدْتَّ الطُّلُوْعَ لِلْفَجْرِ اَوْ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَشْرِقِ اِنْ اَرَدْتَّ مُغِيْبَ الشَّفَقِ، وَانْظُرْ رَأْسَ اَيِّ كَوْكَبٍ شِئْتَ عَلٰى كَمْ وَقَعَ مِنْ اَجْزَاءِ الْاِرْتِفَاعِ فَارْصُدْ ذٰلِكَ الْكَوْكَبَ حَتّٰى يَصِيْرَ اِرْتِفَاعُهُ ذٰلِكَ

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأول ما ابتدأ بالارصاد فى سنة أربع وستين وماتين إلى سنة ست وثلث ماية واثبت الكواكب الثابتة فى زيجه لسنة تسع وتسعين وماتين وكان أوحد عصره فى فنه وأعماله تدل على غزارة علمه، له من التصانيف :الزيج وهى نسختان أولى وثانية وهى أجود، وكتاب معرفة مطالع البروج فيما بين أرباع الفلك، ورسالة فى مقدار الاتصالات، وكتاب شرح فيه أربعة أرباع الفلك، ورسالة فى تحقيق أقدار الاتصالات، وشرح أربع مقالات لبطلميوس وغير ذلك، توفى سنة سبع عشرة وثلث ماية عند رجوعه من بغداد بقصر الحضر(الوافى بالوفيات للصفدى، ج۲ ص ۲۰۹، تحت ترجمة ابنِ جابر)

**الْمِقْدَارَ وَهُوَ وَقْتُ الْفَجْرِ اَوْ مُغِيْبِ الشَّفَقِ اَيًّا عَمِلْتَ لَهُ** (كتاب العمل بالاسطرلاب،الباب الخامس والستون والمائة فى معرفة طلوع الفجر ومغيب الشفق ، كذافى ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسی اصلا الفاسی المراكشی ص ١٢)

ترجمہ: پھر اگر اسطرلاب میں یہ قوسیں مخطوط نہ ہوں، تو (طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ) آپ سورج کے جزء کی نظیر کو 18 درجے پر رکھیں مغرب کی طرف کے ارتفاع کے اجزاء کے مقابلہ میں، جبکہ آپ طلوعِ فجر کا وقت معلوم کرنا چاہتے ہوں، یا مشرق کی طرف رکھیں، جبکہ آپ غیوبِ شفق کا وقت معلوم کرنا چاہتے ہوں، اور دیکھیں کہ جس کوکب کے سِرے کا آپ نے ارادہ کیا ہے وہ اجزائے ارتفاع میں سے کتنی مقدار پر واقع ہوا ہے۔ پھر آپ اس کوکب پر نظر رکھیں، یہاں تک کہ اس کا ارتفاع اس (18 درجے کی) مقدار کا ہوجائے، تو یہی فجر کا وقت یا غیوبِ شفق کا وقت ہے، جس کے لئے بھی آپ نے عمل کیا ہے (کتاب العمل بالاسطرلاب)

اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں کے مشہور ومعروف مہندس وموقت ابوالحسن صوفی رحمہ اللہ کے نزدیک طلوعِ فجر وصبح صادق 18 درجے پر ہوتی ہے، اور فجر کا وقت اسی درجے سے شروع ہوتا ہے۔

ابوالحسن عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد بن سہل الصوفی رحمہ اللہ فلکیات کے مشہور علماء میں شمار کئے جاتے ہیں، اور انہوں نے اس موضوع پر متعدد تالیفات فرمائی ہیں۔ [1]

---

[1] أبو الحسن عبد الرحمن بن عمر بن محمد بن سهل الصوفي، أحد أشهر فلكي القرن الثالث الهجري / التاسع الميلادي .ولد بالري بالقرب من طهران عاصمة إيران حاليا .هاجر الصوفي إلى بغداد ونال تقدير ولاة الأمر فيها، فكان صديقا للملك عضد الدولة أحد ملوك بني بويه، ولقي عنده التقدير الحار .وكان عضد الدولة يفخر بمعلميه مثل أستاذه في النحو أبي علي الفارسي

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

## (3)......ابوحیان التوحیدی کا حوالہ

ابوحیان التوحیدی (المتوفیٰ 400ھ) لکھتے ہیں:

**اَلْقَوْسُ آخَرُ اِنْحِطَاطِهَا فِیْ ثَمَانِیَ عَشَرَةَ دَرَجَةً مِّنْهُ** (البصائر والذخائر، ج۳ص۲۸)

**ترجمہ: سورج کے آخری انحطاط کا قوس اس کے 18 درجے میں ہوتا ہے** (البصائر)

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأستاذه فی حل الزيج الشريف ابن الأعلم، وأستاذه فی صور الكواكب وأماكنها وسيرها عبد الرحمن الصوفی .وكان الصوفی يمتاز بالنبل والذكاء ودقة رصده للنجوم، وقد نال بذلک شهرة كبيرة، باعتباره واحدا من أعظم علماء الفلک فی الإسلام .وتعود شهرة الصوفی الحقيقية إلى تصحيحه لأرصاد بطليموس فقد أعاد الصوفی رصد النجوم جميعا نجما نجما، وعين أماكنها وأقدارها بدقة فائقة، وقام بإصلاحها بالنسبة إلى مبادرة الاعتدالين .وذكر أن بطليموس وأسلافه راقبوا حركة دائرة البروج فوجدوها درجة كل( 100) سنة .أما هو فوجدها درجة كل( 66) سنة.وهی الآن درجة كل ( 71) سنة ونصف سنة .وعلل استخدام منجمی العرب لمنازل القمر باعتمادهم على الشهر القمری، وقال إن كثيرين يحسبون عدد النجوم الثابتة ( 1025) نجما. والحقيقة أن عدد النجوم الظاهرة أكثر من ذلک، والنجوم الخفية أكثر من أن تحصى، وعد(1022) نجما، منها( 360) نجما فی الصور الشمالية، و( 346) نجما فی دائرة البروج، و(316) فی الصور الجنوبية .ومما امتازت به أرصاد الصوفی أنه لم يذكر لون نجم الشعرى العبوری مع أن بطليموس وإبرخس قالا إن لونها ضارب إلى الحمرة، فكأن احمرارها كان قد زال فی أيامه، وصار لونها كما هو الآن .كان اهتمام الصوفی بعلم الفلک يعود إلى إلمامه العميق بالدين الحنيف لما فی النجوم ومداراتها، والشمس وعظمتها، والقمر وسيره، لبراهين ساطعة على عظمة الله عز وجل .ولقد لعبت النجوم دورا كبيرا فی حياة العرب منذ أن كانوا رحلا فی الصحراء يعتبرون السماء خيمتهم البراقة، ويكثرون التأمل فيها، لتألقها وجمالها .وقد دفع هذا الصوفی إلى صنع كرة سماوية أوضح فيها أسماء النجوم، واستدرک على العلماء السابقين عددا منها، وضبط كثيرا من مقاديرها ثم جمع أسماء ها العربية المعروفة عند البدو .واستعمل فيها الرسوم الملونة كوسيلة للإيضاح .وقد أودع الصوفی العديد من الصور الملونة للنجوم وشرح أشكالها وبين خصائصها فی كتابه الشهير صور الكواكب الثمانية والأربعين .

أما مؤلفات الصوفی الأخرى فهی: كتاب الأرجوزة فی الكواكب الثابتة ،كتاب التذكرة، كتاب مطارح الشعاعات، كتاب العمل بالأسطرلاب (علماء فلک العرب ، http://www.yabeyrouth.com/pages/index987.htm)

آخری انحطاط کے قوس کا مطلب یہ ہے کہ سورج کی افق پر آخری قوس نما روشنی سورج کے 18 درجہ زیرِ افق ہونے پر ہوتی ہے، اور سورج کی اسی آخری روشنی کو موجودہ سائنس میں فلکی فلق کہا جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں ہی سورج کی روشنی کا آخری انحطاط (یعنی طلوعِ صبح صادق وغروبِ شفقِ ابیض، جس کو فقہائے کرام نے سورج کا آخری اثر قرار دیا ہے، کمامر) 18 درجے پر ہونا معلوم کیا جا چکا تھا۔

## (4)......ابوریحان البیرونی کا حوالہ

ابوریحان البیرونی (المتوفیٰ 440ھ) فرماتے ہیں:

اَلْفَجْرُ وَهُوَ ثَلَاثَةُ اَنْوَاعٍ :اَوَّلُهَا مُسْتَدِقٌّ مُسْتَطِيْلٌ مُنْتَصِبٌ يُعْرَفُ بِالصُّبْحِ الْكَاذِبِ وَ يُلَقَّبُ بِذَنَبِ السَّرْحَانِ وَ لَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ شَيْئٌ مِّنَ الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَ لَا مِنَ الْعَادَاتِ الرَّسْمِيَّةِ.وَالنَّوْعُ الثَّانِيْ مُنْبَسِطٌ فِيْ عَرْضِ الْاُفُقِ مُسْتَدِيْرٌ كَنِصْفِ دَائِرَةٍ يَضِيْئُ بِهِ الْعَالَمُ فَيَنْتَشِرُ لَهُ الْحَيْوَانَاتُ وَالنَّاسُ لِلْعَادَاتِ وَتَنْعَقِدُ بِهٖ شُرُوْطُ الْعِبَادَاتِ.وَالنَّوْعُ الثَّالِثُ حُمْرَةٌ تَتْبَعُهَا وَ تَسْبِقُ الشَّمْسَ وَ هُوَ كَالْاَوَّلِ فِيْ بَابِ الشَّرْعِ وَ عَلٰى مِثْلِهٖ حَالُ الشَّفَقِ فَاِنَّ سَبَبَهُمَا وَاحِدٌ وَكَوْنَهُمَا وَاحِدٌ . وَ هُوَ اَيْضًا ثَلَاثَةُ اَنْوَاعٍ مُخَالَفَةَ التَّرْتِيْبِ لِمَا ذَكَرْنَا ، وَ ذٰلِكَ اَنَّ الْحُمْرَةَ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ اَوَّلُ اَنْوَاعِهٖ ، وَ الْبَيَاضَ الْمُنْتَشِرَ ثَانِيْهَا ، وَ اِخْتِلَافُ الْاَئِمَّةِ فِيْ اِسْمِ الشَّفَقِ عَلٰى اَيِّهِمَايَقَعُ اَوْجَبَ اَنْ يُّتَنَبَّهَ لَهُمَا مَعًا . وَالثَّالِثُ اَلْمُسْتَطِيْلُ الْمُنْتَصِبُ الْمُوَازِيُّ لِلذَّنَبِ السَّرْحَانِ ، وَ اِنَّمَا لَا يَتَنَبَّهُ النَّاسُ لَهُ لِاَنَّ وَقْتَهُ عِنْدَ اِخْتِتَامِ الْاَعْمَالِ وَ

اِشْتِغَالِهِمْ بِالْإِكْتِنَانِ، وَامَّا وَقْتُ الصُّبْحِ فَالْعَادَةُ فِيْهِ جَارِيَةٌ بِاسْتِكْمَالِ الرَّاحَةِ وَ التَّهَيُّئِ لِلتَّصَرُّفِ فَهُمْ فِيْهِ مُنْتَظِرُوْنَ طَلِيْعَةَ النَّهَارِ لِيَأْخُذُوْا فِي الْإِنْتِشَارِ فَلِذَالِكَ ظَهَرَ لَهُمْ هٰذَا وَ خَفِيَ ذَالِكَ ، وَ بِحَسْبِ الْحَاجَةِ اِلَى الْفَجْرِ وَ الشَّفَقِ رَصَدَ اَصْحَابُ هٰذِهِ الصَّنَاعَةِ اَمْرَهُ فَحَصَلُوْا مِنْ قَوَانِيْنِ وَقْتِهٖ اَنَّ اِنْحِطَاطَ الشَّمْسِ تَحْتَ الْاُفُقِ مَتٰى كَانَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ جُزْءًا كَانَ ذَالِكَ الْوَقْتُ طُلُوْعَ الْفَجْرِ فِي الْمَشْرِقِ وَ وَقْتَ مُغِيْبِ الشَّفَقِ فِي الْمَغْرِبِ وَ لَمَّا لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مُعَيَّنًا بَلْ بِالْاَوَّلِ مُخْتَلِطًا اُخْتُلِفَ فِيْ هٰذَا الْقَانُوْنِ فَرَاٰهُ بَعْضُهُمْ سَبْعَ عَشَرَ جُزْءًا (القانون المسعودی) [1]

ترجمہ: فجر جس کی تین انواع ہیں: [2]

پہلی نوع وہ ہے جو باریک، لمبی اور کھڑی ہوتی ہے، جو صبح کاذب کے نام سے معروف ہے، اوراس کو ذنبُ السرحان (یعنی بھیڑیے کی دُم) کا لقب بھی دیا جاتا ہے، اوراس کے ساتھ شرعی احکام اور رسمی عادات میں سے کسی چیز کا تعلق

---

[1] جلد دوم، اول المقالة الثامنة، الباب الثالث عشر: فی اوقات طلوع الفجر ومغیب الشمس ص۳۳۷و ص۳۳۸، مطبوعة: دار الکتب العلمية، بیروت لبنان.

[2] یہ تقسیم صرف احادیث کو سامنے رکھ کر مسلمان اصحابِ فلکیین نے کی ہے ورنہ طلوع سے قبل کی بیاضِ مستطیل کیونکہ کسی بھی جہت سے امرِ خارج میں صبح نہیں، اس لئے اس پر مطلق صبح کا اطلاق نہیں آتا، جہاں تک شریعت کی طرف سے طلوع سے قبل کی بیاضِ مستطیل کو صبح کہنے کا تعلق ہے، تو شریعت نے بھی کاذب کے لقب سے ملقب کرکے اور کاذب سے مقید کرکے اس کے صبح ہونے کی تکذیب کی ہے، اوراسی نام سے البیرونی نے بھی اس کو معروف قرار دیا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ یہ درحقیقت صبح ہے ہی نہیں اور شریعت نے اس کو صبح سمجھنے وقرار دینے سے بھی منع کردیا ہے، اوراسی کاذب کی حیثیت سے وہ فجر کی قسم ہے۔

اور غروب کے بعد کی بیاضِ مستطیل کا بھی یہی حال ہے کہ شریعت نے اس کو شفق قرار نہیں دیا، بلکہ احادیث میں مطلق شفق کے نام سے وارد الفاظ سے بھی فقہاء نے مستطیل شفق نہیں سمجھا، اوراسی لئے انہوں نے اپنے اجتہاد کا دائرہ احمر وابیض تک محدود رکھا، لیکن طلوع سے قبل کی انواع کے مقابلہ اوراس سے پہلے کی شفقین کی مناسبت کی وجہ سے اس کو بعض فلکیین نے شفق کہہ دیا ہے۔

نہیں ہے۔

اور دوسری نوع وہ ہے جو اُفق کی چوڑائی میں نصف گول دائرے (یعنی قوس) کی شکل میں پھیلی ہوئی (یعنی معترض) ہوتی ہے، جس سے عالَم روشن ہوجاتا ہے، پھر اُس روشنی سے حیوانات اور انسان اپنی عادت کے مطابق اُٹھ جاتے ہیں، اور عبادات کی شرائط (مثلاً فجر کی نماز کی صحت اور روزے کی ابتداء) اسی کے ساتھ وابستہ ہیں۔

اور تیسری نوع وہ ہے جو سُرخ رنگ کی ہوتی ہے، اور یہ دوسری نوع کے بعد اور سورج طلوع ہونے سے پہلے آتی ہے، اور یہ بھی شریعت کے باب میں پہلی نوع کی طرح ہے (کہ اس سے بھی شرعی احکام کا تعلق نہیں) اور اسی طرح (سورج غروب ہونے کے بعد) شفق کا بھی معاملہ ہے، اس لیے کہ دونوں (یعنی طلوع سے پہلے اور غروب کے بعد کی روشنی) کا سبب اور تلوّن ایک ہے، جس کی ترتیب فجر کی مذکورہ تفصیل سے اُلٹی ہے، اور وہ اس طرح کہ سورج غروب ہونے کے بعد سُرخی پہلی نوع ہے، اور منتشر سفیدی دوسری نوع ہے، اور ائمہ کے اس اختلاف نے کہ شفق کا نام ان دونوں میں سے کس پر واقع ہوگا؟ ضروری ہوا کہ ایک ساتھ دونوں سے آگاہ ہوا جائے، اور تیسری نوع لمبی اور کھڑی ہوتی ہے، جو ذنبِ سرحان (یعنی بھیڑیے کی دُم) کے مثل ہوتی ہے، اور لوگ (شفق کی اس تیسری) نوع سے اس لیے آگاہ نہیں ہوتے، کہ اس کا وقت لوگوں کے معمولات ختم ہونے اور سَر چھپانے (یعنی نیند) کا وقت ہوتا ہے، اور چونکہ صبح کے وقت لوگ اپنی عادت کے مطابق رات کو آرام کرکے نہار (شرعی) کے طلوع ہونے کا انتظار کرتے ہیں، تاکہ وہ اپنے اپنے معمولات کی طرف نکلیں، پس اس وجہ سے لوگوں پر یہ (صبح کاذب کی روشنی) ظاہر ہوگئی، اور وہ (شفقِ ابیض کے بعد کی

بیاضِ مستطیل) مخفی رہ گئی۔ [1]

اور فجر اور شفق کی ضرورت (دینی ضرورت مثلاً روزے اور فجر وعشاء کی نماز کے اوقات اور دنیوی ضرورت، مثلاً استراحت کے آغاز واختتام اور معاش اور کام کاج کے لئے نکلنے) کی وجہ سے اس فن کے لوگوں نے اس معاملے کی جستجو کی اور اس وقت کے قوانین سے یہ بات حاصل کی کہ:

جب سورج اُفق سے اٹھارہ درجے نیچے ہوتا ہے، تو یہ وقت مشرق میں فجر کے طلوع ہونے اور مغرب میں شفق کے غائب ہونے کا ہوتا ہے، اور جبکہ یہ معین چیز نہیں تھی، بلکہ اول (یعنی مستطیل) کے ساتھ مختلط تھی، تو اس قانون میں اختلاف ہو گیا، پس بعضوں نے اس کو سترہ درجے پر خیال کیا (القانون المسعودی)

ابوریحان البیرونی مسلمان اہلِ فلکیات میں معتبر ومستند شخصیت شمار کئے گئے ہیں، انہوں نے بھی بذاتِ خود طویل ارصادات قائم کیے ہیں، اور اہلِ مغرب نے ان کی فلکی معارف سے بہت استفادہ کیا ہے۔ [2]

---

[1] غور کرنے سے معلوم ہوا کہ البیرونی کی اس عبارت میں ظاہر ہونے والی چیز سے صبح صادق سے قبل کاذب مستطیل اور مخفی رہنے والی چیز سے شفقِ ابیض کے بعد بیاضِ مستطیل مراد ہے، کیونکہ جب صبح کو لوگ طلوعِ نہارِ شرعی کا انتظار کرتے ہیں، تاکہ وہ اپنے دینی ودنیاوی معاملات پورے کریں، تو انہوں نے اس انتظار کی وجہ سے کاذب کا مشاہدہ کرلیا، اس لئے وہ ظاہر ہوگئی، اور شفقِ ابیض کے بعد کی بیاضِ مستطیل کے وقت کسی ضرورت کے نہ ہونے اور معمولات ختم ہونے اور سر چھپانے کی وجہ سے (جیسا کہ البیرونی خود ہی پیچھے فرما چکے ہیں) وہ مخفی رہ گئی۔

اور یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ یہ صرف لوگوں پر ظاہر اور مخفی ہونے کا معاملہ ہے، نہ کہ درجات کی تعیین کا، کیونکہ اس سے لوگوں کی کوئی دینی ودنیوی ضرورت وابستہ نہیں، لہٰذا اس کے درجات کی تعیین کی بھی ضرورت نہیں، برخلاف اصل فجر کے۔

[2] البيروني :محمد بن أحمد أبو الريحان البيروني "بيرون بالباء الموحدة والياء المثناة مدينة بالسند "ولد سنة 362بخوارزم دار البلاد ثم رجع إلى بلده ومات بها في رجب من سنة 440 أربعين وأربعمائة .له من الكتب الآثار الباقية عن القرون الخالية في التاريخ والجغرافية ألفه لشمس المعالي قابوس .أخبار المبيضة والقارمطة .اختصار كتاب البطليموس القلوذي .الاستشهاد. باختلاف الأرصاد .استيعاب في تسطيح الكرة .تجريد الشعاعات والأنوار .تعليل باجالة الوهم في معاني النظم .التفهيم لأوائل صناعة التنجيم .التنبيه على صناعة التمويه .تحديد نهايات الأماكن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البیرونی نے ''اَوْقَاتُ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَمَغِیْبِ الشَّمْسِ'' کا باب قائم کر کے جو اٹھارہ درجہ پر مشرق میں طلوعِ فجر اور مغرب میں غیوبِ شفق کا حکم بیان کیا ہے، وہ طلوع سے قبل صبح صادق اور غروب کے بعد شفقِ ابیض کے غروب کا وقت ہے، نہ کہ کاذب اور بیاضِ مستطیل کے ظہور و غیوب کا۔

کیونکہ اولاً تو اس موقع پر البیرونی کا مقصود نہارِ شرعی کے آغاز واختتام اور روزے اور نماز وغیرہ کے اوقات کو بیان کرنا ہے۔

اور کاذب کے ظہور اور شفقِ ابیض کے بعد بیاضِ مستطیل کے غیوب پر نہ تو دن کی ابتداء ہوتی ہے، اور نہ ہی رات کی انتہاء ہوتی، اور نہ ہی نماز روزے کا کوئی وقت شروع ہوتا۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لتصحیح مسافات المساکن .تهذیب الأقوال .الجماهر فی الجواهر .دلائل القبلة .الزیج المسعودی .شرح دیوان أبی تمام .الشموس الشافیة للنفوس .عجائب الطبیعة وعرائب الصناعیة. قانون المسعودی فی الهیئة .کتاب الأرقام .کتاب المقالات والآراء والدیانات .مطرح الشعاع تابعا علی تغیر البقاع .مفتاح علم الهند .مقالید الهیئة .مختار الأشعار والآثار .تلافی عوارض الزلة فی کتاب دلائل القبلة .تمهید المستقر لتحقیق معنی الممر .إبطال الهتان بإیراد البرهان .تحدید المعمورة لتصحیحها فی الصورة .تنویر المنهاج إلی تحلیل الازیاج .الأجوبة والأسئلة لتصحیح سمت القبلة .تحصیل الآن من الزمان .تهذیب شروط العمل لتصحیح سموت القبل .اختلاف الأقاویل لاستخراج التحاویل .تحصیل الشعأعات بأبعد لطرق عن الساعات .تهذیب فصول الفرغانی .الإرشاد إلی ما یدرک ولا ینال من الأبعاد .التحلیل والتقطیع للتعدیل .جلاء الذهان فی زیج البتان .استخراج الکعاب والأضلاع ما وراء من مراتب الحساب .تسطیح الصور وتبطیح الکور .جمع الطرق السائرة فی معرفة أوتار الدائرة .الاستیعاب لوجوه الممکنة فی صنعة الإسطرلاب .تسهیل التصحیح الإسطرلابی والعمل بمرکباته من الشمالی والجنوبی .أفراد المقال فی أمر الظلال .تصحیح التواریخ .جوامع الموجود فی خواطر الهنود .الأمر الممتحن وتبصیر ابن کیسوم المفتتن .تصحیح الطول والعرض لمساکن المعمور من الأرض .خیال الکسوفین عند الهند .الانبعاث لتصحیح القبلة کاث .تصحیف المنقول من العرض والطول .طالع قبة الأرض وحالات الثوابت ذوات العرض .تصور أمر الفجر والشفق فی جهتی الشرق والغرب من الأفق. الکتابة فی المکاییل والموازین وشرائط الطیارة والشواهین .إیضاح الأدلة علی کیفیة سمت القبلة .تعبیر المیزان لتقدیر الأزمان .المسائل المفیدة والجوابات السدیدة .تکمیل زیج حبش بالعلل وتهذیب أعماله من الزلل .المضیات الجو الحادثة فی العلو .ریاض المنجمین .(هدیة العارفین للبابانی، ج۲ص۶۶، تحت ترجمة "البیرونی")

پھر ان اہم شرعی وفنی ضروریات پر مبنی چیز کو چھوڑ کر ایسی چیز کے ابتداء کے درجہ کو بیان کرنے کے کیا معنیٰ کہ جس پر شریعت وفن کی کسی ضرورت کا مدار ہی نہیں؟

اور دوسرے البیرونی نے فجر کی تین انواع بیان کرتے ہوئے پہلی (یعنی کاذب ملقب بذنب السرحان) کے بارے میں فرمایا کہ:

وَ لَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ شَيْئٌ مِّنَ الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَ لَا مِنَ الْعَادَاتِ الرَّسْمِيَّةِ

جس سے معلوم ہوا کہ اس سے نہ حکمِ شرعی متعلق ہے، اور نہ لوگوں کی عادات وضروریات۔

اور پھر فجرِ ثانی کے بارے میں (جس سے صبح صادق مراد ہے) یہ فرمایا:

فَيَنْتَشِرُ لَهُ الْحَيْوَانَاتُ وَالنَّاسُ لِلْعَادَاتِ وَتَنْعَقِدُ بِهٖ شُرُوْطُ الْعِبَادَاتِ.

جس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی دینی ودنیوی عادات وحاجات اسی فجر سے متعلق ہیں، اور حیوانات اسی پر اٹھتے ہیں، جو کہ مشاہدہ کے بھی مطابق ہے۔

پھر البیرونی نے یہ فرمایا کہ:

”وَاَمَّا وَقْتُ الصُّبْحِ فَالْعَادَةُ فِيْهِ جَارِيَةٌ بِاسْتِكْمَالِ الرَّاحَةِ وَ التَّهَيُّئُ لِلتَّصَرُّفِ فَهُمْ فِيْهِ مُنْتَظِرُوْنَ طَلِيْعَةَ النَّهَارِ لِيَأْخُذُوْا فِى الْاِنْتِشَارِ“

جس سے صاف ظاہر ہے کہ پیچھے جو صبح صادق کے بارے میں لوگوں کی عادات اور حیوانات کے انتشار کا ذکر فرمایا، یہاں اسی صبح کو ”فَالْعَادَةُ“ اور ”اَلْاِنْتِشَارُ“ کے الفاظ سے بیان فرما رہے ہیں۔

پھر اس کے بعد البیرونی نے مکرر فرمایا کہ:

وَ بِحَسْبِ الْحَاجَةِ اِلَى الْفَجْرِ وَ الشَّفَقِ

اس حاجت سے ظاہر ہے کہ وہی عبادت وحاجت اور انتشارِ حیوانات مراد ہے۔

اور اس کے بعد فرمایا کہ:

”مَتٰى كَانَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ جُزْءًا كَانَ ذَالِكَ الْوَقْتُ طُلُوْعَ الْفَجْرِ فِى الْمَشْرِقِ وَ وَقْتَ مُغِيْبِ الشَّفَقِ فِى الْمَغْرِبِ“

اس عبارت میں ”طلوع الفجر فی المشرق “اور”مغیب الشفق فی المغرب “ کے صاف الفاظ ہیں۔

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ البیرونی فجر اور شفق کے لئے جو 18 درجات بیان فرمارہے ہیں، وہ فجرِ ثانی اور شفقِ ثانی ہی کے ہیں، کیونکہ انہی دونوں کے لوگ دینی ودنیوی اعتبار سے محتاج ہیں، بخلاف فجرِ اول وشفقِ آخر کے، کہ ان کے ساتھ کوئی دینی ودنیوی حاجت وابستہ نہیں۔

جیسا کہ البیرونی نے فجر کی پہلی نوع کے بارے میں فرمایا:

”وَلَایَتَعَلَّقُ بِهٖ شَيْئٌ مِّنَ الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَلَامِنَ الْعَادَاتِ الرَّسْمِيَّةِ “

اور شفق کی تیسری نوع کے بارے میں فرمایا:

” لِأَنَّ وَقْتَهٗ عِنْدَ اِخْتِتَامِ الْاَعْمَالِ وَ اِشْتِغَالِهِمْ بِالْاِكْتِنَانِ“

اور آخر میں جو البیرونی نے اس کو بعض کے سترہ درجہ پر خیال کرنے کی یہ حکمت بیان فرمائی کہ:

”بَلْ بِالْاَوَّلِ مُخْتَلِطًا“

اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اس سے پہلے جو اٹھارہ درجہ پر ہونے کا قانون بیان کیا ہے، وہ بیاضِ معترض کے بارے میں ہے نہ کہ بیاضِ مستطیل کے بارے میں۔

کیونکہ بیاضِ مستطیل مراد لینے کی صورت میں اس سے پہلے مختلط ہونے والی کوئی نوع نہیں رہتی، اور اٹھارہ درجہ پر بیاضِ مستطیل کے ظہور وغیوب کو مراد لینا نہ تو فلکی قواعد کی رو سے درست بنتا اور نہ ہی فقہی وشرعی اعتبار سے۔ [1]

---

[1] اس کے بعد بحمداللہ تعالیٰ اردن کے مشہور مہندس شیخ محمد شوکت عودہ زید فضلہٗ سے بھی بندہ کے مندرجہ بالا موقف کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ ابوریحان البیرونی کی مذکورہ عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وھذہ الجملة الأخیرة غایة فی الأھمیة” ولما لم یکن شیئا معینا بل بالأول مختلطا اختلف فی ھذا القانون فرآہ بعضھم سبع عشر جزئا“ وھو یعنی بما أن الفجر الصادق

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علاوہ ازیں متعدد اہلِ علم حضرات کی ایسی صریح عبارات پیچھے گزر چکی ہیں، جن میں انہوں نے کاذب کا وقت متعین نہ ہونا اور کاذب کا سبعِ لیل وغیرہ میں ظاہر ہونا اور 19 درجے پر صبح صادق کا طلوع اور 17 درجے پر شفقِ احمر کا غروب ہونا قرار دیا ہے۔

لہٰذا 18 درجے پر صبح کاذب کا طلوع اور بیاضِ مستطیل کا غروب اور 15 درجے پر صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب قرار دینا، اور شفقِ احمر کا غروب 15 درجے سے بھی قبل (یعنی 12 درجہ پر) قرار دینا کسی طرح درست نہیں بنتا۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(النوع الثانی) لیس شیئا واضحا ومحددا بل هو متداخل من الفجر الکاذب (النوع الاول) کما بینا سابقا، فان بعض الراصدین اختلط علیهم ولم یتأکدوا من رؤیته الا عند ما کان انخفاض الشمس تحت الأفق الشرقی بمقدار 17درجة بدلا من 18. وهذا ان دل علی شیء فانما یدل أولا علی أن الراصدین کانوا یفرقون جیدا بین الفجر الکاذب والصادق، وأن الزاویة 18هی بکل تأکید متعلقة بالفجر الصادق، کما أنها تؤکد ما أوردناه سابقا بأنه لا توجد ظلمة تتبع الفجر الکاذب بل علی العکس، وهو یزداد ضیاء الی أن یطلع الفجر الصادق ویتداخل معه(اشکالیات فلکیة وفقهیة حول تحدید مواقیت الصلاة، صفحة ۱۹، ثالثاً: اول وقت صلاة الفجر فلکیا، مطبوعة: المشروع الاسلامی لرصد الاهلة، ابوظهبی، الامارات)

[1] مگر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے البیرونی کی اس عبارت سے اٹھارہ درجہ پر صبح صادق کے بجائے صبح کاذب کا ہونا مراد لیا ہے، اور البیرونی کی اس عبارت سے صبح صادق مراد لینے کو باطل قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بعض کو وہم ہوا ہے کہ بیرونی نے 18/زیر افق کا جو معیار بنایا ہے، وہ فجرِ صادق سے متعلق ہے، اس کے بطلان پر شواہد ذیل ہیں:

1۔ بیرونی نے پہلے فجر کی تعریف کی، پھر اس کی تین انواع بیان کیں، پھر ابتداءِ فجر کا معیار بتایا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ فجر کی نوعِ اول یعنی فجرِ کاذب کا وقت ہے، یہ امر سیاقِ عبارت سے ظاہر ہونے کے علاوہ دوسرے فلکیین کے طرزِ تحریر کے بھی مطابق ہے، کیونکہ وہ 18/زیر افق کو مطلق فجر سے تعبیر کر کے فجرِ کاذب مراد لیتے ہیں، فجرِ صادق کے بیان میں بیرونی کے قول **وتنعقد به شروط العبادات** سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تینوں انواع کا بیان ختم کرنے کے بعد جو ابتداءِ فجر کا معیار بیان کیا ہے، وہ فجرِ صادق کا ہے، اگر شروط العبادات کے پیشِ نظر معیار کا بیان مقصود ہوتا تو غروبِ شفقِ احمر کے درجات بھی بیان کرتے، بالخصوص جبکہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# (5)......ابواسحاق ابراہیم بن یحیٰ تجیبی کا حوالہ

## ابواسحاق ابراہیم بن یحیٰ تجیبی رحمہ اللہ (المتوفی 493ھ) طلوعِ فجر اور شفق کی معرفت کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

**واختلاف الأئمة فی اسم الشفق علی ایهما یقع اوجب ان یتنبه لهما معاً** سے اس کے علم کی اہمیت بھی بیان کر چکے ہیں۔

2۔ بیرونی نے فجر صادق کی تعریف یوں کی ہے:

**منبسط فی عرض الافق مستدیر کنصف دائرة.**

18/ زیرِ افق کے وقت نصف دائرہ کی شکل ہرگز نظر نہیں آ سکتی، جب چاہیں جہاں چاہیں مشاہدہ کر کے فیصلہ کریں، تمام فلکیین اس وقت ظاہر ہونے والی روشنی کو مستطیل بتاتے ہیں، اور گیارہ علماء کے تین روز تک مشاہدات میں بھی یہ روشنی مستطیل ہی نظر آئی ہے، جیسا کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خود نوشتہ روئیداد میں تحریر ہے۔

3۔ بیرونی کی عبارت **وبحسب الحاجة الی الفجر والشفق رصد اصحاب هٰذه الصناعة امرهٗ فحصلوا من قوانین وقته (الی قوله) اختلف فی هٰذا القانون فراٰه بعضهم سبعة عشر جزءًا** ، سے ثابت ہوا کہ وہ اپنا ذاتی مشاہدہ اور اس کی بناء پر خود کوئی فیصلہ نہیں لکھ رہے، بلکہ دوسرے فلکیین کے مشاہدات اور ان کے مختلف اقوال نقل کر رہے ہیں، اور یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ دوسرے تمام فلکیین اس کو فجرِ کاذب قرار دیتے ہیں۔

4۔ علامہ برجندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیرونی سے 17/ زیرِ افق پر صبح کاذب کا قول نقل فرمایا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ انہوں نے بھی بیرونی کی اس عبارت کو صبح کاذب سے متعلق قرار دیا ہے، برجندی کی پوری عبارت صفحہ ۱۶۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔

5۔ بیرونی کی عبارت مذکورہ سے ظاہراً اور ان کی کتاب ''تفہیم'' کی عبارت ''**ثم یتلوه (الصبح الکاذب) الفجر الصادق معترضاً علیه منبسطاً فی الافق**'' میں ''**معترضاً علیه**'' سے صراحۃً ثابت ہوا کہ بیرونی کے نزدیک بھی صبح صادق سے قبل متصلاً صبح کاذب کا وجود ضروری ہے، حالانکہ 18/ زیرِ افق سے قبل متصلاً باجماعِ فلکیاتِ قدیمہ وجدیدہ کوئی روشنی نہیں ہوتی، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی سرکردگی میں گیارہ علماء کے مشاہدات میں بھی اس سے قبل کوئی روشنی نظر نہیں آئی۔

(حاشیہ احسن الفتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴، صفحہ ۲۲۶ و صفحہ ۲۳۴)

بار بار غور کرنے کے باوجود حضرت رحمہ اللہ کے مذکورہ شواہد سے اتفاق نہیں ہوا، کیونکہ سیاقِ عبارت سے فجرِ صادق کا ہونا معلوم ہوتا ہے، نہ کہ کاذب کا، جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے؛ دوسرے فلکیین کے طرزِ تحریر کے مطلق فجر سے فجرِ کاذب کی تعبیر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

## طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کرنے سے بھی اتفاق نہیں ہے، کیونکہ نہ تو انہوں نے یہ دعویٰ کیا بلکہ متعدد نے صادق کی صاف تصریح فرمائی ہے، اور نہ ہی امت کا تعامل کاذب کا مؤید ہے، بلکہ صادق کا مؤید ہے، اور نہ ہی کاذب کا کسی خاص درجہ پر متعین کرنا فقہائے کرام کی تصریحات کے موافق ہے، اور نہ ہی مطلق فجر سے فجرِ کاذب کی تعبیر لینا درست ہے، بلکہ مطلق فجر سے صادق کی تعبیر ہی درست ہوتی ہے، بھلا مطلق فجر سے ایسی فجر مراد لینا جس کی شریعت نے تکذیب کر دی ہو، کیسے درست ہوسکتا ہے؟ **کما مر مراراً۔**

اور رہا یہ فرمانا کہ بیرونی کا ''اگر شروط العبادات کے پیشِ نظر معیار کا بیان مقصود ہوتا تو غروبِ شفقِ احمر کے درجات بھی بیان کرتے'' الخ۔

تو یہ بھی اس بات کی دلیل نہیں کہ اٹھارہ درجے پر صبح صادق کا بیان مقصود نہیں، کیونکہ جب فجر کی اُس نوع کا درجہ معلوم ہوگا، جس سے شروط العبادات کا تعلق ہے، تو اُس کے مقابلے میں جو شفق آتی ہے، اُس کا درجہ اور حکم بھی خود بخود واضح ہو جائے گا، اور وہ شفقِ ابیض کا غروب ہے۔

جہاں تک حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی نمبر 2 میں درج اس بات کا تعلق ہے کہ اٹھارہ زیرِ افق کے وقت نصف دائرہ کی شکل ہرگز نظر نہیں آسکتی، یہ بات بھی اصحابِ فلکیین کے مطابق نہیں، کیونکہ اوّلاً تو بے شمار اہلِ فن نے 18 درجہ پر قوسِ فجر صادق کی تصریح فرمائی ہے۔

دوسرے اٹھارہ درجے پر صبح صادق یعنی معترض روشنی نظر آنے کے مشاہدات قرنہا قرن سے چلے آرہے اور بہت سے موجود و مطبوع ہیں، اسی کے ساتھ جدید ترین عالمی رصد گاہوں اور اہلِ علم وفن کے مشاہدوں سے بھی اس کا ثبوت ہو چکا ہے، لہٰذا اٹھارہ درجے پر تمام فلکیین کا نظر آنے والی روشنی کو مستطیل بتانے کے دعوے سے اتفاق نہیں۔

اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا نمبر 3 میں یہ فرمانا کہ بیرونی کی عبارت سے ثابت ہوا کہ وہ اپنا ذاتی مشاہدہ اور خود کوئی فیصلہ نہیں لکھ رہے، الخ۔

تو اس بارے میں عرض ہے کہ جب بیرونی نے فلکیات کے فن دانوں کے قوانین کی طرف نسبت کر کے یہ حکم بیان کیا ہے تو اس کے بعد ذاتی مشاہدہ کی ضرورت نہیں، کیونکہ قاعدہ وقانون کسی کے انفرادی مشاہدے سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوا کرتا ہے، جو بارہا کے مشاہدات وتجربات کے نتیجے میں مقرر کیا جاتا ہے۔

ورنہ تو دیگر فلکیین کے بارے میں بھی یہی کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے ذاتی مشاہدے کی تصریح نہیں فرمائی، اور وہ بھی ''قَدْ عُلِمَ'' و ''قَدْ عُرِفَ'' مجہول صیغوں کے ساتھ اس مسئلہ کو بیان فرمارہے ہیں، **کما سیجیئ**، یقیناً بیرونی کی یہ تعبیر کہ ''**فحصلوا من قوانین وقته الخ**'' مذکورہ مجہول صیغوں سے زیادہ قوی حیثیت رکھتی ہے۔

اس کے علاوہ البیرونی کے اپنے مشاہدات ومراصدات کا بھی مورخین نے اعتراف ذکر کیا ہے۔

اور نمبر 4 کے متعلق عرض ہے کہ علامہ برجندی رحمہ اللہ کی طرف جو بات منسوب کی گئی ہے، اُس کی سند علامہ برجندی رحمہ اللہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

**ثُمَّ اَبْعِدِ الْمُعْتَرِضَةَ عَنْ مَرْكَزِ الصَّفِيْحَةِ اِلٰى نَاحِيَةِ الْعَلَامَةِ ثَمَانَ عَشَرَةَ دَرَجَةً** (العمل بالصفيحة الزيجية) [1]

**ترجمہ: پھر رکھے ہوئے عضادۃ و صفیحہ کے مرکز سے علامت کی طرف 18 درجے دُور کریں (یہی وقت طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق کا ہوگا)** (العمل بالصفیحۃ الزیجیۃ)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق 18 درجے پر ہوتی ہے۔

ابو اسحاق ابراہیم بن یحییٰ التجیبی رحمہ اللہ کی اندلس میں مشہور رصدگاہیں تھیں، اور ان کو فن کے اندر ماہر اور مستند شخصیت قرار دیا گیا ہے، علامہ ذہبی اور علامہ صفدی اور امام قضاعی وغیرہ نے ان کی توصیف فرمائی ہے۔ [2]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تک ثابت ہو یا ان کی اپنی تصریح موجود ہو، تب اس پر کچھ عرض کیا جا سکتا ہے۔ وسيجيئ بقية الكلام۔

اور نمبر 5 کے متعلق ہم نے پہلے مفصل بحث کر دی ہے، جس کے پیشِ نظر "بالاول مختلطاً" اور "ثم يتلوه" الگ الگ ازمنہ وامکنہ پر محمول ہیں، جیسا کہ ایک جگہ لفظِ "اختلاط" اور دوسری جگہ لفظِ "ثم" کا تقاضا ہے۔ البیرونی کی تفہیم کی عبارت پہلے گزر چکی ہے۔

اور بالکل اتصال واختلاط کے تو خود حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ بھی قائل نہیں، تین درجات کا فصل وہ بھی مانتے ہیں، کما مر۔

لہٰذا 18 زیرِ افق سے قبل متصلاً کسی روشنی کے نظر نہ آنے سے صبح صادق کے طلوع پر کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ فنی وفقہی اعتبار سے صبح صادق اپنے طلوع کے لئے کاذب کے متصلاً بلکہ مطلقاً ظہور کی محتاج نہیں ہے، جس پر بحث گزر چکی ہے۔

پھر صبح کاذب (جس سے مراد ہمارے نزدیک بروجی روشنی ہے) یہ 18 درجہ سے متصل ومنفصل دونوں طرح نظر آ سکتی ہے، اور اس کے صدیوں سے متواتر سینکڑوں مشاہدات موجود ہیں، لہٰذا باجماعِ فلکیاتِ قدیمہ وجدیدہ 18 درجہ پر مستطیل روشنی کے ہونے کا دعویٰ بلا دلیل بلکہ خلافِ دلیل ہوا۔

[1] الباب التاسع والاربعون فی معرفة الشفق وطلوع الفجر، كذافی ايضاح القول الحق فی مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسی اصلا الفاسی المراكشی ص ١٢ .

[2] إبراهيم بن يحيى أبو إسحاق التجيبی الطليطلی النقاش المعروف بابن الزرقالة، كان أوحد عصره فی علم العدد والرصد وعمل الأزياج وله بقرطبة رصد، وتوفی رحمه الله سنة ثلاث وتسعين وأربع مائة(الوافی بالوفيات للصفدی ج٦ ص١٠٧، تحت ترجمة ابن الزرقالة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

## (6,7)......شیخ ابوالطیب اور ابن البناء مراکشی کا حوالہ

شیخ ابوالطیب بن ولید بن اسماعیل بن احمد قرطبی نے یحییٰ تجیبی کی اتباع میں اور ابن البناء مراکشی (المتوفیٰ 721ھ) نے بھی 18 درجے پر صبح صادق کا قول کیا ہے:

**وَقَدْ تَبِعَهُ عَلٰی ذٰلِکَ الشَّیْخُ اَبُوالطَّیِّبِ بْنُ الْوَلِیْدِ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ**

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إبراهيم بن يحيى التجيبي النقاش، أبو إسحاق المعروف بابن الزرقالة :فلكى أندلسى، من أهل طليطلة .قال ابن الأبار :(كان واحد عصره في علم العدد والرصد وعلل الازياج، ولم تأت الأندلس بمثله من حين فتحها المسلمون إلى وقتنا هذا) وكان أكثر رصده، في طليطلة، أيام المأمون بن ذى النون .وانتقل منها إلى قرطبة فاستوطنها وتوفى بها .آخر أرصاده فيها سنة ٤٨٠ قال القفطى :أبصر أهل زمانه بأرصاد الكواكب وهيئة الافلاك واستنباط الآلات النجومية .من كتبه (العمل بالصفيحة الزيجية -خ) و (التدبير -خ) فى الفلك، و (المدخل إلى علم النجوم -خ) و (رسالة فى طريقة استخدام الصفيحة المشتركة لجميع العروض -خ) فلك (الاعلام للزركلى ج ١ ص ٧٩، تحت ترجمة ابن الزرقالة)

إبراهيم بن يحيى :أبوإسحاق التجيبى الطليطلى، النقاش .المعروف بابن الزرقالة .كان واحد عصره فى علم العدد و الرصد، وعلل الأزياج .لمن تخرج الأندلس أحداً مثله، مع ثقوب الذهن والبراعة فى عمل الات النجومية .وله رصد بقرطبة .وتوفى فى ذى الحجة(تاريخ الاسلام للامام الذهبى ج١٠ ص٧٣٥، تحت ترجمة ابراهيم بن يحيىٰ ابواسحاق التجيبى )

ابراهيم بن يحيى التجيبى النقاش من أهل طليطلة يعرف بابن الزرقالة ويكنى أبا إسحاق كان واحد عصره فى علم العدد والرصد وعلل الأزياج ولم تأت الأندلس بمثله من حين فتحها المسلمون إلى وقتنا هذا مع ثقوب الذهن وإحكام ما يتناول ويستنبط من الآلات النجومية وآخر أرصاده بقرطبة فى آخر سنة ثمانين وأربعمائة وكان أكثر رصده قبل ذلك بطليطلة فى أيام المأمون بن ذى النون صدر دولة القادر ابن ابنه يحيى بن اسماعيل بن المأمون ومنها انتقل إلى قرطبة وإياها استوطن إلى أن توفى بها فى الساعة الثامنة من يوم الجمعة الثامن لذى حجة وهو يوم التروية سنة ثلاث وتسعين وأربعمائة(التكملة لكتاب الصلة للقضاعى ج ١ ص ١٢٠ ، تحت رقم الترجمة ٣٥٨)

وأبو اسحاق ابراهيم بن يحيى التجيبى، النقاش المعروف بولد الزرقيال، وكان بصيرا بعلم الفلك .وفيه يقول سانشذ بيريذ " :إنه يعتبر من أعظم أهل الفلك من العرب، وهو من طبقة أكابر علماء هذا الفن فى العصور القديمة، بسبب طول ممارسته له واستقامة منهجه، فيما يديه من ملاحظات استخرجها من تجاربه المباشرة "وقال فيه ابن الأبار " :ولم تأت الأندلس بمثله، آخر أرصاده بقرطبة، وكان أكثر رصده قبل ذلك بطليطلة فى أيام المأمون "(تاريخ الأدب الأندلسى عصر الطوائف والمرابطين ص ٦٠،الدراسات العلمية والفلسفية)

اَحْمَدَ الْقُرْطَبِیُّ کَمَا فِی الرَّابِع عَشَرَ مِنْ رِسَالَتِہٖ عَلَی الزَّرْقَالَۃِ اَلْمُشْتَمِلَۃِ عَلٰی سِتِّیْنَ بَابًا .

وَکَذٰلِکَ اِبْنُ الْبَنَّاءِ فِی الْبَابِ الرَّابِع عَشَرَ مِنْ رِسَالَتِہٖ عَلَی الزَّرْقَالَۃِ اَلْمُشْتَمِلَۃِ عَلٰی اَرْبَعَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ بَابًا (کذافی ایضاح القول الحق فی مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوھاب بن عبدالرزاق الاندلسی اصلا الفاسی المراکشی ص ۱۴)

ترجمہ: اور علامہ تجیبی کی 18 درجے پر (صبح صادق ہونے کی) اتباع کی ہے شیخ ابوالطیب بن ولید بن اسماعیل بن احمد قرطبی نے، جیسا کہ ''زرقالہ'' پر ان کے رسالہ کے چودھویں باب میں ہے، جو کہ ساٹھ بابوں پر مشتمل ہے۔

اور اسی طرح (18 درجے پر صبح صادق ہونے کی) ابن البناء نے اتباع کی ہے ''زرقالہ'' پر اپنے رسالہ کے چودھویں باب میں جو چوبیس بابوں پر مشتمل ہے (ایضاح القول الحق)

ابن البناء مراکشی فلکیات اور زیچ کے عالم تھے۔ [1]

## (8)......محقق طوسی کی ''زبدۃ'' کا حوالہ

نصیرالدین محقق طوسی (المتوفیٰ 672ھ) اپنی کتاب زبدۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] ابن البناء المراكشی :أحمد بن محمد بن عثمان شهاب الدين أبو العباس الأزدی المعروف بابن البناء المراكشی كان عالماً بالنجوم والأزياج ولد سنة 656وتوفی سنة 721إحدى وعشرين وسبعمائة له من التصانيف أصول الحبر والمقابلة .بداية التعريف .البادر الخفيف فی حل بداية التعريف .التقريب فی أصول الدين .تلخيص أعمال الحساب لخص كتاب الحساب الصغير .تنبيه الألباب على مسائل الحساب .تنبيه المفهوم فی مدارك العلوم .رفع الحجاب فی علم البديع. الزائرجة .عنوان الدليل فی مرسوم خط التنزيل .الكليات فی العربية .الكليات فی المنطق .مراسم الطريقة فی علم الحقيقة .منتهى السول فی علم الأصول .منهاج الطالب فی تعداد الكواكب المنهاج الملخص من الأرياج .كتاب المسيارة فی تقويم الكواكب السيارة.(هدية العارفين للباباني ج ا ص ۱۰۴، ۱۰۵، باب الالف، تحت ترجمة ابن البناء المراكشی)

وَهٰذَا النُّوْرُ يُسَمَّى الصُّبْحَ الْاَوَّلَ وَلِعَدَمِ اِتِّصَالِهٖ بِالْاُفُقِ فَاِنَّ الْاُفُقَ حِيْنَئِذٍ يُرٰى مُظْلَمًا وَيُسَمّٰى بِالصُّبْحِ الْكَاذِبِ اَيْضًا يَعْنِيْ اَنَّهٗ لَوْ كَانَ صَادِقٌ فِيْ اَنَّهٗ مِنْ نُوْرِ الشَّمْسِ لَكَانَ مِنْ جِهَةِ الشَّمْسِ مُتَّصِلًا بِالْاُفُقِ اِلٰى لُحُوْقِ الشَّمْسِ بِالْاُفُقِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ وَاِذَ ازْدَادَ مَيْلًا الْمَخْرُوْطِ نَحْوَ الْمَغْرِبِ وَقَرُبَ مِنْهُ السَّطْحُ الشَّرْقِيُّ مِنَ الْمَخْرُوْطِ جِدًّا بِحَيْثُ يُمْكِنُ اِبْصَارُ الْاَنْوَارِ الْخَارِجَةِ عِنْدَ اِسْتِنَارِ الْاُفُقِ وَانْبَسَطَتِ الْاَضْوَاءُ فِيْهِ ، وَقِيْلَ لِذٰلِكَ الصُّبْحُ الثَّانِيُّ وَالصَّادِقُ اَيْضًا ، وَاِذَا قَرُبَتِ الشَّمْسُ جِدًّا مِنَ الْاُفُقِ وَتَرَاكَمَتِ الْاَشْعَةُ هُنَاكَ ظَهَرَتِ الْحُمْرَةُ وَحَالُ الشَّفَقِ بِعَكْسِ حَالِ الصُّبْحِ فَاِنَّ الْحُمْرَةَ تَظْهَرُ اَوَّلًا ثُمَّ النُّوْرُ الْمُنْبَسِطُ ثُمَّ الْبَيَاضُ الْمُسْتَطِيْلُ كَمِثْلِ مَاتَقَدَّمَ ، وَقَدْ عُلِمَ بِالرَّصْدِ اَوَّلُ الْفَجْرِ وَآخَرُ الشَّفَقِ يَكُوْنُ وَقْتَ اِنْحِطَاطِ الشَّمْسِ عَنِ الْاُفُقِ ثَمَانَ عَشَرَةَ دَرَجَةً مِنْ دَائِرَةِ اِرْتِفَاعِهَا

(الزبدة) [1]

ترجمہ: اور یہ (طولانی) روشنی اول صبح کہلائی جاتی ہے، اور یہ اُفق کے ساتھ متصل نہیں ہوتی، کیونکہ اس وقت میں اُفق پر اندھیرا نظر آتا ہے، اور اس کا نام صبح کاذب بھی ہے، کیونکہ اگر یہ اس بات میں صادق ہوتی کہ یہ سورج کی روشنی سے ہے تو سورج کی طرف سے افق کے ساتھ متصل بھی ہوتی، سورج کے افق پر آنے تک، حالانکہ واقعہ اس طرح نہیں (یعنی یہ افق سے متصل نہیں ہوتی) اور جب مخروط کا میلان مغرب کی طرف زیادہ ہوجاتا ہے، اور مغرب کے مقابلہ میں

---

[1] الباب الرابع والعشرين ، كذافى ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ،لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسى اصلا الفاسى المراكشى ص ۹.

مخروط سے شرقی سطح اتنی زیادہ قریب ہوجاتی ہے کہ افق کے روشن ہونے کے وقت اس سے خارج ہونے والی روشنی کا دیکھنا ممکن ہوجاتا ہے، اور وہ روشنی افق میں پھیل جاتی ہے، تو اس کو صبحِ ثانی اور صادق بھی کہا جاتا ہے، اور جب سورج کے مزید قریب ہوجاتا ہے اور وہاں سورج کی شعاعیں مزید گہری ہوجاتی ہیں، تو سرخی ظاہر ہوتی ہے، اور شفق کا حال صبح کے حال کے عکس کی طرح ہے، اس لئے کہ یہاں سرخی پہلے ظاہر ہوتی ہے، پھر منبسط روشنی ہوتی ہے، پھر بیاضِ مستطیل، اسی کی طرح جس کی تفصیل پہلے ذکر کی جاچکی (کہ یہ بھی افق سے متصل نہیں ہوتی، وغیرہ) اور رصد کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ فجر کی ابتداء اور شفق کی انتہاء کے وقت سورج افق سے 18 درجے نیچے ہوتا ہے، اس کے دائرۂ ارتفاع سے (الزبدۃ)

محقق طوسی نے بیاضِ مستطیل کو تو صبحِ اول اور صبح کاذب نام دیا، اور اس کے مقابلہ میں بیاضِ معترض ومنبسط کو صبح ثانی وصادق نام دیا، اور اس کے بعد فجر کی ابتداء وشفق کی انتہاء (جس سے مراد شفقِ ابیض کا غروب ہے) 18 درجے پر ہونا بیان کیا۔

جس سے معلوم ہوا کہ طلوعِ فجر کی ابتداء اور صبح صادق 18 درجے پر طلوع ہوتی ہے۔

اور بعض حضرات کا یہ خیال کرنا کہ یہاں فجر سے بیاضِ مستطیل مراد ہے، یہ قطعاً درست نہیں، بلکہ جمہور اصحابِ فلکیین اور فقہائے کرام کی تصریحات کے خلاف ہے۔

(مزید تفصیل کے لئے ہماری تالیف ''کشف الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء'' ملاحظہ فرمائیں)

## (9)......محقق طوسی کی ''التبصرۃ'' کا حوالہ

نصیر الدین محقق طوسی (المتوفیٰ 672ھ) اپنی کتاب ''التبصرۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

**وَقَدْ عُرِفَ بِالتَّجْرِبَةِ اَنَّ اِنْحِطَاطَ الشَّمْسِ عِنْدَ اَوَّلِ طُلُوْعِ الْفَجْرِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ جُزْءً. فَفِي الْبِلَادِ الَّتِيْ يَكُوْنُ عَرْضُهَا ثَمَانِيَةً وَّاَرْبَعِيْنَ وَنِصْفًا يَتَّصِلُ الصُّبْحُ بِالشَّفَقِ اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ فِي الْمُنْقَلِبِ**

الصَّيْفِ، وَفِيْمَا جَاوَزَتْ عُرُوْضُهَا ذٰلِكَ الْمِقْدَارَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ فِيْ زَمَانٍ اَكْثَرَ بِحَسْبِ تَنَاقُصِ اِنْحِطَاطِ الشَّمْسِ عَنِ بِالْاُفُقِ بِالْقَدْرِ الْمَذْكُوْرِ(التبصرة) [1]

ترجمہ: اور تجربہ سے یہ بات پہچان لی گئی ہے کہ طلوعِ فجر کی ابتداء کے وقت سورج 18 درجے زیرِ اُفق ہوتا ہے، پس اُن علاقوں میں جن کا عرض البلد ساڑھے اڑتالیس درجے ہے، صبح شفق کے ساتھ مل جاتی ہے، جبکہ سورج منقلبِ صیفی (جون) میں ہو، اور وہ علاقے جن کا عرض البلد مذکورہ مقدار سے زیادہ ہو، تو اُن میں یہ اتصال کا عمل زیادہ مدت کا ہوگا، سورج کے اُفق سے مذکورہ مقدار سے انحطاط کے کم ہونے کے اعتبار سے (التبصرۃ)

آگے فقہائے کرام کے ''اہلِ بلغار'' کے متعلق بعض راتوں میں شفق غروب نہ ہونے اور اس کے غروب سے قبل صبح صادق ہوجانے کی صورت میں وقتِ عشاء نہ پائے جانے کی وجہ سے عشاء کی نماز فرض ہونے نہ ہونے کے جزئیہ میں یہ بحث آتی ہے کہ ساڑھے اڑتالیس درجے عرض البلد سے شفق کے بعض راتوں میں غروب نہ ہونے کا آغاز ہوتا ہے، اور ساڑے 48 درجے عرض البلد سے صبح کی 18 درجہ کی روشنی کے ساتھ عشاء کی 18 درجہ کی روشنی کا اتصال موجودہ دور میں تواتر کے ساتھ مشاہدہ کیا جاتا ہے، بلکہ ان راتوں میں بہت سے لوگ باہر کھلی جگہوں میں آ کر اس منظر کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں، محقق طوسی کی مذکورہ تحقیق کی آج سینکڑوں سالوں کے بعد بھی صداقت ظاہر ہورہی ہے۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ طلوعِ فجر کی ابتداء 18 درجے پر ہوتی ہے۔

---

[1] الفصل التاسع، الباب الثالث؛ كذافى ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ،لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسى اصلا الفاسى المراكشى ص ١٠.

## (10)......محقق طوسی کی ''بیست باب'' کا حوالہ

نصیرالدین محقق طوسی (المتوفیٰ 672ھ) اپنی کتاب بیست باب کے نویں باب میں جو انہوں نے صبح اور شفق کی معرفت کے بارے میں قائم کیا ہے، فرماتے ہیں:

واگر نظیر شرقی بود کمتر از ہژدہ درجہ باشد ہنوز شفق فرونشدہ باشد، واگر ہژدہ درجہ بود انتہاء غروب شفق واگر بیشتر بود شفق فروشدہ باشد، واگر نظیر درجہ غربی بود پیشتر از ہژدہ درجہ ہنوز صبح برنیامدہ باشد واگر کمتر از ہژدہ باشد صبح برآمدہ باشد واگر ہژدہ درجہ بود اول وقت طلوعِ صبح ہست (بیست باب ص۱۶، باب نہم: درمعرفت صبح وشفق، ناشر: مکتبہ دارالاحسان، کانسی روڈ، کوئٹہ)

ترجمہ: اور اگر سورج کی مشرقی نظیر 18 درجے سے کم ہو، تو ابھی شفق غروب نہیں ہوئی، اور اگر 18 درجے ہے، تو شفق کے غروب کی انتہاء ہے، اور اگر 18 درجے سے زیادہ ہے، تو شفق غروب ہوچکی ہے، اور اگر سورج کی مغربی نظیر 18 درجے سے پہلے ہے، تو صبح طلوع نہیں ہوئی، اور اگر 18 درجے سے کم ہے، تو صبح برآمد ہوچکی ہے، اور اگر 18 درجے پر ہے، تو طلوعِ صبح کے آغاز کا وقت ہے (بیست باب)

محقق طوسی نے شروع باب سے آخر تک صبح اور شفق کی انواع کا ذکر کئے بغیر پہلے تو طلوعِ صبح وطلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب وغروبِ شفق کے درمیان کے وقت کے حساب کا طریقہ بتلایا۔[1]

---

[1] چنانچہ مندرجہ بالا عبارت سے پہلے کے پورے باب کی عبارت اس طرح ہے:

باب نهم: درمعرفت صبح وشفق ـ نظیر درجۂ آفتاب رابر مقنطره هلی دهم درجه غربی نهیم ومری نشان کنیم پس برافق مغرب نهم ومری نشان کنیم ومیان هر دو نشان بشمریم وبرپانلی ده قسمت کنیم آنچه بیروں آید ساعات مستوی باشد میانِ طلوعِ صبح وطلوعِ آفتاب وهمچنیں نظیر درجه آفتاب را برافق شرقی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس کے بعد طلوعِ صبح اور غروبِ شفق کے واضح الفاظ سے 18 درجے پر ہونا بتلایا، اور طلوعِ صبح کے اطلاق سے طلوعِ صبح صادق ہی مراد ہوا کرتا ہے، نہ کہ کاذب، اور شفق کے اطلاق سے بھی احمر یا ابیض ہی مراد ہوا کرتا ہے، بالخصوص جبکہ اصحابِ فن نے صادق کی تصریح بھی کی ہے۔

بعض احادیث میں مطلق شفق کے الفاظ سے بھی فقہاء کا ان دونوں کے مابین ہی اختلاف محدود رہا، مستطیل کا قول کسی نے بھی نہیں کیا۔

اور فلکی قانون میں بھی ابیض کا مراد ہونا راجح ہے کیونکہ وہی صبح صادق کے مقابلہ میں ہے، اور انہی دونوں کا زیرِ افق ایک درجہ متعین ہے۔

اس لیے طلوعِ صبح وشفق کو بیاضِ مستطیل یا احمر پر محمول کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ [1]

جس سے ظاہر ہوا کہ صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب 18 درجے زیرِ اُفق ہوتا ہے۔

18 درجہ پر بیاضِ مستطیل کے طلوع وغروب کا بطلان پہلے ثابت کیا جاچکا۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نهيم ومرى نشان كنيم پس بر مقنطره هلى دهم درجه شرقى نهيم ومرى نشان كنيم وميان هردونشان بشمريم ، وبر پانلى ده قسمت كنيم ،آنچه بيرون آئد ساعات بود ميان غروب آفتاب وغروب شفق واگر از كوكب ارتفاع گرفته باشيم آن ارتفاع را يعنى شنطيه كوكب را در آں ارتفاع بر مقنطرۀ او نهيم ، پس نگاه كنيم تانظير درجه آفتاب بركدام مقنطره هست ، از مقنطرات ارتفاع چند آنچه بود سر مخروط ظل زمين بود۔

[1] یہاں اس بات کی یاددھیانی ضروری ہے کہ صبح کاذب یا فجرِ کاذب سے کوئی شرعی حکم وابستہ نہیں، اوراس لئے اس کے درجے کو معلوم کرنے کی شرعی نقطۂ نظر سے کوئی ضرورت نہیں، اسی طرح بیاضِ مستطیل کے دائماً ظہور وعدمِ ظہور اور درمیان کے وقفہ کے بارے میں فقہاء وماہرین کا تفصیلی کلام بھی اس کا متقاضی ہے کہ درجے کی یہ تعیین ونشاندہی بیاضِ معترض یعنی صبح صادق اوراس کے مقابلہ میں شفقِ ابیض کے غروب سے متعلق ہونی چاہئے نہ کہ بیاضِ مستطیل سے متعلق۔

## (11)......عضد الدین عبدالرحمٰن بن احمد الایجی کا حوالہ

عضد الدین عبدالرحمٰن بن احمد الایجی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 756ھ) فرماتے ہیں:

**اَلْمَقْصَدُ الثَّامِنُ سَبَبُ الصُّبْحِ كُرَّةُ الْبُخَارِ تَتَكَيَّفُ بِالضَّوْءِ لِأَنَّهَا تَقْبَلُ نُوْرَ الشَّمْسِ كَمَا تَقَدَّمَ فِيْ آخِرِ مَبَاحِثِ الْمُبْصَرَاتِ فَإِذَا قَرُبَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْأُفُقِ فِيْ جَانِبِ الشَّرْقِ وَلَمْ يَبْقَ مِنْ قَوْسِ انْحِطَاطِهَا إِلَّا مِقْدَارَ ثَمَانِيَ عَشَرَةَ دَرَجَةً عَلٰى مَا عُرِفَ بِالتَّجْرِبَةِ اِسْتَنَارَ بِضَوْئِهَا الْبُخَارُ الْكَثِيْفُ الْوَاقِعُ فِيْ ذٰلِكَ الْجَانِبِ فَيُرٰى ذٰلِكَ النُّوْرُ الْمُتَزَايِدُ بِزِيَادَةِ قُرْبِ الشَّمْسِ وَهُوَ الصُّبْحُ وَالشَّفَقُ مِثْلُهٗ لٰكِنَّهٗ عَكْسُهٗ فِيْ أَنَّ أَوَّلَهٗ كَآخِرِ الصُّبْحِ وَآخِرَهٗ كَأَوَّلِهٖ** (المواقف، القسم الثالث فی العناصر، ج۲ص۴۹۳، المقصدالثامن) [1]

ترجمہ: آٹھواں مقصد: صبح کا سبب کرۂ بخارات (گردوغبار) ہے، جو روشنی سے متکیف ہوتے ہیں، اس لئے کہ وہ سورج کی روشنی کو قبول کرلیتے ہیں، جیسا کہ مبصرات کی مباحث کے آخر میں گزر چکا ہے، پس جب سورج مشرقی جانب میں اُفق کے قریب ہوجاتا ہے، اور اس کے انحطاط کے قوس سے صرف 18 درجے کی مقدار باقی رہ جاتی ہے، جیسا کہ تجربہ سے یہ بات پہچان لی گئی ہے، تو سورج

---

[1] اور آگے اولِ شفق اور آخرِ شفق میں حمرۃ کی وجہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

هذا ما يليق بالكتاب وأما تصويرهما على ما ينبغي فليطلب من موضع آخر والحمرة التي توجد في أول الشفق وآخر الصبح إنما هي لتكاثف الأبخرة في الأفق وزيادة سمكها بالنسبة إلى الباصرة لأنها أي تلك الزيادة في غلظ الأبخرة بقدر ربع دور الأرض كما يظهر بالتخيل الصادق وتنقص تلك الزيادة في غيرها أي غير دائرة الأفق شيئا فشيئا حتى يكون تكاثف الأبخرة بقدر غلظ البخار كما بالنسبة إلى سمت الرأس وقد ذكر أنه اعتبرها أي كرة البخار المهندسون فوجدوها أي غلظها ستة عشر فرسخا أو سبعة عشر (المواقف، القسم الثالث في العناصر، ج۲ص۴۹۳ المقصدالثامن)

کی روشنی سے اس جانب میں واقع کثیف بخارات روشن ہوجاتے ہیں، پس وہ روشنی سورج کے قریب ہونے کی زیادتی کے ساتھ ساتھ (لحہ بہ لحہ) زیادہ ہوتی جاتی ہے، اوراس کا نام صبح ہے، اور شفق بھی اسی کی طرح ہے، لیکن اس کے عکس کے ساتھ کہ اس (شفق) کا اول صبح کے آخر کی طرح اور شفق کا آخر صبح کے اول کی طرح ہوتا ہے (المواقف)

علامہ الایجی کا شمار مستند شخصیات میں ہوتا ہے، اور آپ اپنے دور میں حنفی المسلک قاضی تھے۔ [1]

آپ کی ''المواقف'' کتاب انتہائی معتبر و مستند شمار کی گئی ہے، اوراس کی متعدد و مستند اہلِ علم حضرات نے شروحات لکھی ہیں، صاحبِ کشف الظنون نے ان شروحات کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ [2]

علامہ الایجی رحمہ اللہ کے کلام سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ صبح صادق سورج کے 18 درجے

---

[1] الأيجى :عبد الرحمن بن ركن الدين أحمد بن عبد الغفار البكرى القاضى عضد الدين الأيجى "أيج بلدة من نواحى شيراز "الحنفى كان قاضياً بممالك الإتقان ولد سنة 700وتوفى سنة 756.له آداب عضد الدين .أخلاق عضد الدين .اشراق التواريخ .بهجة التوحيد .تحقيق التفسير فى تكثير التنوير فى تفسير القرآن .جواهر الكلام فى مختصر المواقف له .الرسالة العضدية فى الوضع .زبدة التاريخ فى ترجمة إشراق التواريخ .شرح المقالة المفردة فى صفة الكلام .شرح منتهى السول والأمل لابن الحاجب .عقائد العضدية مشهور .عيون الجواهر .الفوائد الغياثية فى المعانى والبيان .الكواشف فى شرح المواقف .المواقف السلطانية فى علم الكلام .وغير ذلك(هدية العارفين للبابانى، ج ا ص۵۲۷،باب العين، تحت ترجمة الايجى)

[2] چنانچہ صاحبِ کشف الظنون کے تفصیلی کلام کا ابتدائی اقتباس درجِ ذیل ہے:

المواقف فى :علم الكلام للعلامة عضد الدين :عبد الرحمن بن أحمد الإيجى القاضى المتوفى :سنة 756ألفه :لغياث الدين وزيرخدابنده وهو :كتاب جليل القدر رفيع الشأن اعتنى به الفضلاء فشرحه السيد الشريف :على بن محمد الجرجانى المتوفى :سنة 816، ستة عشرة وثمانمائة ، وهو :أدون شروحه ، فرغ منه :فى أوائل شوال 807، سبع وثمانمائة بسمرقند كذا نقل من خطه (كشف الظنون ج٢ص١٨٩٣، باب الميم)

زیرِ اُفق رہ جانے پر ہوتی ہے، کیونکہ آپ نے 18 درجے کی روشنی کی صفت اس کا زیادہ ہونا بیان فرمائی ہے، اور یہ صفت صبح صادق کی ہے۔

## (12)......شرح چغمینی کا حوالہ

صلاح الدین قاضی زادہ رومی (المتوفٰی 899ھ) شرح چغمینی میں فرماتے ہیں:

**وَقَدْ عُرِفَ بِالتَّجْرِبَةِ أَنَّ أَوَّلَ الصُّبحِ وَآخِرَ الشَّفَقِ إِنَّما يَكُوْنُ إِذَا كَانَ اِنْحِطَاطُ الشَّمْسِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ جُزْءًا** (شرح چغمینی) [1]

ترجمہ: تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ صبح کی ابتداء اور شفق کی انتہاء اس وقت ہوتی ہے جبکہ آفتاب اُفق سے اٹھارہ درجہ نیچے ہوتا ہے (شرح چغمینی)

اس عبارت میں اولِ صبح سے صبح صادق کی ابتداء اور آخرِ شفق سے شفقِ ابیض کی انتہاء مراد ہے۔

کیونکہ اس سے شارحِ چغمینی نہار ولیل اور فجر وعشاء کا وقت بتانا چاہتے ہیں، اور شریعت کی نظر بلکہ فلکی قانون میں بھی نہار کا آغاز صبح صادق سے ہوتا ہے، نہ کہ کاذب سے۔ [2]

اسی وجہ سے شارح چغمینی نے اولِ صبح وآخرِ شفق کے 18 درجہ پر مسئلہ کو بیان کرنے سے پہلے نہ تو بعض دوسرے اصحابِ فلکیین کی طرح صبح کی انواعِ ثلاثہ کا ذکر فرمایا، اور نہ ہی شفق کی تقسیم فرمائی، اور سورج کے غروب ہونے کے بعد جس درجے پر رات کے وقت شفقِ ابیض کی انتہاء ہوتی ہے، اسی درجے پر سورج کے طلوع ہونے سے پہلے صبح صادق کی ابتداء ہوتی

---

[1] الباب الثالث من المقالة الثانية فی أشياء منفردة، صفحه ١٢٢، مكتبة امدادية، ملتان، پاكستان.

[2] چنانچہ شرح چغمینی میں اس بحث کا آغاز مندرجہ ذیل عبارت کے ساتھ ہوا ہے:

ومن جملة تلک الاشياء المنفردة الكلام فی معرفة الليل والنهار وما يتعلق بهما كالصبح والشفق هما يتركب منهما كاليوم بليلة الحقيقی والوسطیٰ الخ (ايضاًصفحه ١٢١)

اور نہار خواہ شرعی ہو یا عرفی، اس کی ابتداء کاذب پر ہرگز نہیں ہوتی۔

ہے؛ اور اسی قاعدے پر مغربِ حنفی اور فجر کا وقت برابر ہوتا ہے۔

لہٰذا صبح اور شفق دونوں وہی مراد ہوں گے، جو کہ ایک متعین درجے پر ہوتے ہیں، اور وہ صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب ہے، جس پر بحث پہلے مستقل عنوان کے تحت گزر چکی ہے، اور اس سے کسی محشی وغیرہ کا بیاضِ مستطیل واحمر مراد لینا درست نہیں، جس کی وجوہات پیچھے گزر چکی ہیں۔ [1]

## (13)......ابوزید عبدالرحمٰن بن عمر سوسی کا حوالہ

مراکش کے مشہور مُوَقِّت ابوزید عبدالرحمٰن بن عمر السوسی (المتوفیٰ 1020ھ) فرماتے ہیں:

**اِعْلَمْ اَنَّ مُغِيْبَ الشَّفَقِ كَطُلُوْعِ الْفَجْرِ وَذٰلِكَ عِنْدَ مَا يَكُوْنُ اِنْخِفَاضُ الشَّمْسِ تَحْتَ الْاُفُقِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَةَ دَرَجَةً ..فَلَزِمَ عَلٰى هٰذَا اَنْ تَكُوْنَ مُدَّةُ الشَّفَقِ مُسَاوِيَةً لِمُدَّةَ الْفَجْرِ وَهِيَ دَائِرَةٌ مِّنَ الْفَلَكِ مِنَ الْغُرُوْبِ اِلٰى حِيْنَ كَوْنِ الْاِنْخِفَاضِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ اَوْ مِنْ حِيْنَ كَوْنِ الْاِنْخِفَاضِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ اِلٰى حِيْنَ الشُّرُوْقِ وَهٰذَا عَلٰى اَنَّ**

---

[1] امداد الاحکام میں بھی شرح چغمینی کی اس عبارت سے صبح صادق ہی کو مراد لیا گیا ہے، چنانچہ شرح چغمینی وغیرہ کی عبارات لکھنے کے بعد فرمایا:

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ صبح صادق طلوعِ آفتاب سے اٹھارہ درجہ پہلے ہوتی ہے (امداد الاحکام، جلد ا، ص ۴۰۱، کتاب الصلاۃ، فصل فی المواقیت)

علاوہ ازیں البیرونی، شارحِ چغمینی اور دیگر حضرات اس درجہ کا مدار قانون، تجربہ اور رصدگاہوں سے معلوم ہونے پر رکھ رہے ہیں، نہ کہ کسی نص پر؛ اور موجودہ جدید ترین رصدگاہوں اور فلکی قانون و تجربہ سے اٹھارہ درجہ پر صبح صادق ہونا معلوم ہو چکا۔ اور فقہائے کرام کی عبارات و فلکی قانون سے بیاضِ مستطیل و صبح کاذب کے ظہور و غیوب کے عمل اور وقت کا مختلف ہونا محقق و ثابت ہو چکا ہے۔ تو کیا بڑے بڑے مسلم ماہرینِ فلکیات کی عبارات کو گھما پھرا کر کاذب پر محمول کرنا ان کی نا اہلی کے اظہار کا باعث نہ ہوگا کہ وہ فقہ اور فن دونوں سے ہی ناواقف رہے۔ فیا للعجب۔

لہٰذا شرح چغمینی و بیست باب کے بعض حاشیہ نگار حضرات نے متون کی عبارات کو جو کاذب پر محمول کیا ہے، وہ دلائل کے لحاظ سے درست نہیں، چند حاشیہ نگار حضرات کی خطاء کی وجہ سے متقدمین و متاخرین بڑے بڑے مسلم ماہرینِ فلکیات کے متون، مراصدات و مشاہدات، فقہی تصریحات و فنی قواعد بلکہ عملی توارث کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اِنْخِفَاضَ الشَّمْسِ لِلْوَقْتَيْنِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَ لِلشَّفَقِ سَبْعَةَ عَشَرَ، وَلِلْفَجْرِ تِسْعَةَ عَشَرَ فَتَكُوْنُ عَلٰى هٰذَا مُدَّةُ الْفَجْرِ اَوْسَعَ مِنْ مُدَّةِ الشَّفَقِ وَذٰلِكَ اَنَّ الشَّفَقَ هُوَ الْحُمْرَةُ كَمَا عَلِمْتَ، وَالْحُمْرَةُ قَبْلَ الشُّرُوْقِ كَالْحُمْرَةِ بَعْدَ الْغُرُوْبِ، وَلِلْفَجْرِ ضِيَاءٌ يَبْدُوْ قَبْلَ الْحُمْرَةِ فَكَانَتِ الْمُدَّةُ اَوْسَعَ مِنَ الْمُدَّةِ وَلٰكِنَّ الْاِحْتِيَاطَ لِدُخُوْلِ الْوَقْتِ وَتَبَيُّنِهٖ هُوَ عَلٰى رَأْيِ مَنْ جَعَلَ لَهُمَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ وَهُوَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْعَمَلُ كَثِيْرًا وَلَا يَخْفٰى كَوْنُ ذٰلِكَ اِحْتِيَاطًا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

(شرح روضۃ الازھار)[1]

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہئے کہ شفق کا غروب فجر کے طلوع کی طرح ہے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ سورج کا انخفاض افق کے نیچے 18 درجے ہو... تو لازم ہوا کہ شفق کی مدت برابر ہو فجر کی مدت کے، اور مدتِ شفق فلک کا دائرہ ہے، غروب سے لے کر سورج کا انخفاض 18 درجے ہونے تک، یا سورج کے 18 درجے انخفاض کے وقت سے طلوع ہونے تک، اور یہ اس بناء پر ہے کہ سورج کا انخفاض دونوں وقتوں کے لئے 18 درجے ہے، اور بعض نے شفق کے لئے 17 درجے اور فجر کے لئے 19 درجے قرار دیئے ہیں، اس قول پر فجر کی مدت شفق کی مدت سے زیادہ وسیع ہوگی، کیونکہ یہاں شفق سے حمرۃ مراد ہے، جیسا کہ آپ جان چکے ہیں، اور حمرۃ طلوع سے قبل اسی طرح ہے، جس طرح غروب کے بعد، اور فجر

---

[1] ساعات مغیب الشفق وطلوع الفجر وما فی مدتیهما من ادراج، كذافی ایضاح القول الحق فی مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسی اصلا الفاسی المراكشی ص ۱۵۔

السوسی: عبد الرحمن بن ...السوسی ابو زيد الجزولی البو عقيلی الموقت بمراكش توفی سنة 1020عشرين وألف .له شرح روضة الأزهار للجادری فی التوقيت .(هدية العارفين ج ۱ ص ۵۴۷، باب العين)

کی روشنی حمرۃ سے پہلے ظاہر ہوتی ہے، پس اس لئے فجر کی مدت وسیع ہوگی شفق کی مدت سے، لیکن وقت داخل ہونے اور اس کے تبین کے لئے احتیاط انہی حضرات کے قول پر ہے، جنہوں نے دونوں کے لئے 18 درجے مقرر کئے ہیں، اور اسی پر اکثر حضرات کا عمل ہے، اور اس (18 درجے پر مغیبِ شفق) میں احتیاط کا ہونا مخفی نہیں ہے، واللہ اعلم (شرح روضۃ الازہار)

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب 18 درجے پر ہوتا ہے، اور اسی پر اکثر حضرات کا عمل رہا ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض کے نزدیک طلوعِ فجر 19 درجے پر اور غیوبِ شفقِ احمر 17 درجے پر ہے۔

اور بعض اہلِ علم حضرات کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ 19 درجے کا قول بعض متاخرین کا ہے، کیونکہ انہوں نے جب بعض کی تحقیق 20 درجے پر ملاحظہ کی، تو ان اہلِ علم حضرات نے متقدمین کی 18 درجے اور 20 درجے کی تحقیق کے درمیان 19 درجے کا قول کر کے متوسط راستے کو اختیار کیا۔ [1]

## (14)......محمد بن حسین الحارثی العاملی کا حوالہ

بہاءالدین محمد بن حسین بن عبدالصمد الحارثی العاملی الہمذانی (المتوفی 1031ھ) فرماتے ہیں:

---

[1] وعمل المتقدمين من اهل هذه الصناعة على تباين بلادهم فى المشرق والمغرب على ان ارتفاع النظير مشرقا عند مغيب الشفق ثمانية عشر ومثل ذلك ارتفاعه مغربا عند طلوع الفجر عملا منهم ، على ان الشفق هو البياض ولم يزل علمهم على ذلك الى ان زعم ابوعلى المراكشى انه رصده وقت مغيب الحمرة فوجد ارتفاع النظير ستة عشر ورصده وقت طلوع الفجر فوجد ارتفاع النظير عشرين فتوسط بعض المتاخرين بين القولين وعملوا على ان الارتفاع للشفق سبعة عشر وللفجر تسعة عشر ، على ذلك اقتصر جمال الدين الماردينى فى رسالته (ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسى اصلا الفاسى المراكشى ص١٨)

فَإِنْ كَانَ شَرْقِيًّا أَقَلَّ مِنْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ لَمْ يَغْرِبِ الشَّفَقُ بَعْدُ،أَوْ أَكْثَرَ فَقَدْ غَرُبَ، أَوْ مُسَاوِياً فَابْتِدَاءُ غُرُوْبِهِ وَإِنْ كَانَ غَرْبِيًّا أَقَلَّ فَقَدْ طَلَعَ الْفَجْرُ، أَوْ أَكْثَرَ لَمْ يَطْلُعْ بَعْدُ، أَوْ مُسَاوِياً فَابْتِدَاءُ طُلُوْعِهِ (الكشكول ،ج ۲ ص ۲۳ ،مسألة فلكية)

ترجمہ: پس اگر (غروب کے بعد) اٹھارہ درجہ سے کم (مقدار) مشرقی ہے، تو شفق (ابیض) ابھی تک غروب نہیں ہوئی، اور اٹھارہ درجہ سے زیادہ ہے تو شفق غروب ہوچکی ہے، اور اگر اٹھارہ درجہ کے بالکل برابر ہے تو شفق (ابیض) کے غروب ہونے کی ابتداء ہے۔

اور اگر (طلوع سے پہلے) اٹھارہ درجہ سے کم (مقدار) مغربی ہے تو فجر طلوع ہوچکی ہے، اور اٹھارہ درجہ سے زیادہ (مقدار) ہے تو فجر ابھی تک طلوع نہیں ہوئی، اور اگر اٹھارہ درجہ کے بالکل برابر ہے، تو طلوعِ فجر کی ابتداء ہے (الکشکول)

اس سے معلوم ہوا کہ صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب ٹھیک سورج کے اٹھارہ درجے زیرِ افق پر ہوتا ہے، نہ اس سے قبل اور نہ اس کے بعد۔

بہاء الدین محمد بن حسین الحارثی عاملی متعدد فنون کے ماہر شمار ہوتے ہیں۔ [1]

---

[1] چنانچہ ان کے بارے میں امام زرکلی فرماتے ہیں:

محمد بن حسين بن عبد الصمد الحارثي العاملي الهمذاني، بهاء الدين :عالم أديب إمامي، من الشعراء .ولد ببعلبك، وانتقل به أبوه إلى إيران .ورحل رحلة واسعة، ونزل بأصفهان فولاه سلطانها (شاه عباس) رياسة العلماء ، فأقام مدة ثم تحول إلى مصر .وزار القدس ودمشق وحلب وعاد إلى أصفهان، فتوفي فيها، ودفن بطوس .أشهر كتبه (الكشكول -ط) و (المخلاة -ط) وهما من كتب الأدب المرسلة، لا أبواب ولا فصول .وله (العروةالوثقى) في التفسير، و (الفوائد الصمدية في علم العربية -خ) و (الحبل المتين -خ) في الحديث، طبع بعضه، و (أسرار البلاغة -ط) و (الزبدة) في الاصول، و (خلاصة في الحساب -ط) و (تشريح الافلاك -ط) و (استفادة أنوار الكواكب من الشمس -خ) مقالة.وله رسائل، وشعر كثير .وبالفارسية (نان وحلوى)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

## (15)......احمد بن محمد مقری تلمسانی کا حوالہ

احمد بن محمد مقری تلمسانی (المتوفیٰ 1041ھ) لکھتے ہیں:

**اِبْنُ النَّجَّارُ یَقُوْلُ مَرَّ عَمَلُ الْمُوَقِّتِیْنَ عَلٰی تَسَاوِیْ فَضْلَتَیْ مَا بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالْفَجْرِ وَالشَّمْسِ فَیُؤَذِّنُوْنَ بِالْعِشَاءِ لِذِهَابِ ثَمَانِیَ عَشْرَةَ دَرَجَةً وَبِالْفَجْرِ لِبَقَائِهَا** (نفح الطیب من غصن الأندلس الرطیب ج۵ص۲۳۷، القسم الثانی، الباب الثالث)

ترجمہ: ابنِ نجار (ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن علی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موقتین کا عمل جاری ہے، مغرب اور عشاء اور فجر اور طلوعِ شمس تک کا فاصلہ برابر ہونے پر، پس وہ عشاء کی اذان سورج کے 18 درجے نیچے جانے پر، اور فجر کی اذان سورج کے 18 درجے باقی رہ جانے پر دیتے ہیں (نفح الطیب)

اس سے معلوم ہوا کہ 18 درجے پر صبح صادق ہونے اور اسی درجے پر عشاء وفجر کی اذان ہونے کا مسئلہ متقدمین موقتین ومؤذنین کے دور سے چلا آ رہا ہے۔

اور متقدمین موقتین نے یہ درجہ ظاہر ہے کہ طویل مراصدات ومشاہدات کے بعد ہی متعین فرمایا ہے۔

## (16)......ابن کمال الدین حسین طبأ طبأ کا حوالہ

امامِ کبیر ابن کمال الدین حسین الطبا طبا عطاء اللہ الحکیم فرماتے ہیں:

**فَصْلٌ :اَلصُّبُحُ اِسْتِنَارَةٌ فِی الْبُخَارِ نَحوَالْمَشْرِقِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ**

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أی خبز وحلوی، وهو نظم فی التصوف، و (شیر وشکر) أی لبن وسکر، ونظم فی التصوف أیضا(اعلام زرکلی ج۶ص ۱۰۱،۱۰۲، تحت ترجمة محمد بن حسین العاملی)

وَالشَّفَقُ نَحوَ الْمَغرِبِ بَعْدَ غُرُوبِهَا ، وَيَتَشَابَهَانِ شَكْلًا وَيَتَقَابَلَانِ وَضْعًا وَانْحِطَاطُهَا عِندَاَوَّلِ الْاَوَّلِ وَآخَرِ الْآخَرِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ جُزْءًا

(السبع الشداد ص ٣٦، مطبوعه: اشاعتِ اسلام کتب خانه، پشاور)

ترجمہ: فصل: صبح مشرق کی طرف سورج طلوع ہونے سے پہلے فضائی بخارات میں روشنی کا ہونا اور شفق مغرب کی طرف سورج غروب ہونے کے بعد فضائی بخارات میں روشنی کا ہونا ہے، اور یہ دونوں شکل میں ایک دوسرے کے مشابہ اور وضع میں ایک دوسرے کے مقابل ہیں (کہ ایک طلوعِ شمس سے قبل ہے، اور دوسرا غروبِ شمس کے بعد ہے، اور ایک میں شعاعِ شمس کی ابتداء ہے، اور دوسرے میں انتہاء ہے، وقس علیٰ ھٰذا) اور پہلی (یعنی صبح) کی ابتداء کے وقت اور دوسری (یعنی شفق) کی انتہاء کے وقت سورج (اُفق سے) اٹھارہ درجے نیچے ہوتا ہے (السبع)

فائدہ: امامِ کبیر ابن کمال الدین حسین الطبا طبا عطاء اللہ الحکیم کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صبح کی ابتداء اور شفق کی انتہاء اٹھارہ درجہ پر ہوتی ہے، اور صبح کی ابتداء سے مراد نہارِ شرعی کی ابتداء ہے، نہ کہ کچھ اور، جس طرح سے شفق کی انتہاء سے مراد شفقِ ابیض کی انتہا ہے، کیونکہ شفق، ابیض اور احمر دونوں کے مجموعہ کو شامل ہے، اور انتہاء کا مطلب یہی ہے کہ جب شفق مکمل ختم ہو، جس کا اختتام ابیض پر ہوتا ہے، اسی طرح اس کے مقابل صبح کی ابتداء بھی ابیض سے ہوگی۔

اور امام موصوف کا صبح اور شفق کے درجے کو بیان کرنے سے مقصود نہارِ شرعی کا آغاز اور اس کے احکام اور عشائے حنفی کے وقت کو بتلانا ہے۔

لہٰذا بعض لوگوں کا دور دراز کی تاویلات کر کے اس قسم کی عبارات میں صبح سے کاذب اور شفق سے مستطیل مراد لینا درست نہیں۔

کیونکہ طرفین سے بیاضِ مستطیل نہ دن کا مبدأ ہے، اور نہ منتہیٰ، اور نہ ہی اس سے کوئی شرعی حکم

وابستہ ہے۔ [1]

## (17)......سلیمان بن احمد فشتالی کا حوالہ

ابوالربیع سلیمان بن احمد فشتالی (المتوفیٰ 1208ھ) فرماتے ہیں:

**اَلْمَسْئَلَةُ الثَّالِثَةُ فِیْ مَعْرِفَةِ اِرْتِفَاعَاتِ الْکَوَاکِبِ لِمَغِیْبِ الشَّفَقِ وَلِطُلُوْعِ الْفَجْرِ اِذَا اَرَدْتَّ ذٰلِکَ فَضَعْ نَظِیْرَ الشَّمْسِ عَلٰی مَحَلِّ اِرْتِفَاعِهٖ فِی الْمَشْرِقِ لِمَغِیْبِ الشَّفَقِ وَذٰلِکَ عَلٰی اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ فِی الْمَدَارَاتِ ثَمَانَ عَشَرَةَ بِمَا تَقَدَّمَ فِی الْمَسْئَلَةِ الثَّالِثَةِ مِنَ الْفَصْلِ الثَّالِثِ (اِلٰی قَوْلِهٖ) وَکَذٰلِکَ تَفْعَلُ فِی الْفَجْرِ اِلَّا اَنَّکَ تَضَعِ النَّظِیْرَ عَلٰی مَحَلِّ اِرْتِفَاعِهٖ لِلْوَقْتِ الْمَذْکُوْرِفِیْ نَاحِیَةِ الْمَغْرِبِ** (النبذة اللامعة فیما یتعلق بالصفیحة الجامعة ، المسألة الثالثة من الفصل الخامس، کذافی ایضاح القول الحق فی مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسی اصلا الفاسی المراکشی ص ۱۴)

ترجمہ: تیسرا مسئلہ غیوبِ شفق اور طلوعِ فجر کے وقت کواکب کا ارتفاع جاننے کے متعلق ہے، جب آپ اس کا وقت جاننا چاہیں تو سورج کی نظیر کو غیوبِ شفق کے وقت مشرق میں اس کے محلِ ارتفاع پر رکھیں، اور یہ اس قاعدہ پر مبنی ہوگا کہ مدارات میں اس کے 18 درجے ہوں، جیسا کہ تیسری فصل کے دوسرے مسئلہ میں گزر چکا ہے۔

اور اسی طرح فجر میں کریں، سوائے اس کے کہ وہاں سورج کی نظیر کو اس کے محلِ

---

[1] چنانچہ علامہ شاہ رفیع الدین دہلوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ ۱۲۳۳ھ) السبع الشداد کی تعلیقات میں فرماتے ہیں:
**قوله اول الاول ای الصبح ، قوله وآخر الآخر ای الشفق**(تعلیقات علی السبع الشداد ص ۵۵، مخطوطه، مکتبه ملک عبدالله بن عبدالعزیز ،جامعة الملک سعود بالریاض ، مخطوطه نمبر ۲۰۴۴۴)

ارتفاع پر مذکورہ وقت کے لئے مغرب کی جانب رکھیں (النبذۃ)

ابو الربیع سلیمان بن احمد فشتالی مراکش میں فقہ مالکی کے فقیہ تھے، اور علمِ توقیت اور فلکیات میں ماہر تھے۔ [1]

## (18)......علامہ آلوسی کا حوالہ

عمدۃ المدققین، مرجعِ اہلِ عراق اور مفتیِ بغداد امام آلوسی رحمہ اللہ (المتوفی 1270ھ) سورۂ شمس کی آیت ’’والصبح اذا تنفس‘‘ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

وَالظَّاهِرُ اَنَّ التَّنَفُّسَ فِي الْآيَةِ اِشَارَةٌ اِلَى الْفَجْرِ الثَّانِي اَلصَّادِقِ وَهُوَ الْمُنْتَشِرُ ضُوءُهُ مُعْتَرِضًا بِالْاُفُقِ بِخِلَافِ الْاَوَّلِ الْكَاذِبِ وَهُوَ مَا يَبْدُو مُسْتَطِيْلًا وَاَعْلَاهُ اَضْوَأُ مِنْ بَاقِيْهِ ثُمَّ يَعْدِمُ وَتَعْقُبُهُ ظَلْمَةٌ اَوْ يَتَنَاقَصُ حَتّٰى يَنْغَمِرَ فِي الثَّانِي عَلٰى زَعْمِ بَعْضِ اَهْلِ الْهَيْئَةِ اَوْ يَخْتَلِفَ حَالُهُ فِيْ ذَالِكَ تَارَةً وَتَارَةً بِحَسْبِ الْاَزْمِنَةِ وَالْعُرُوْضِ عَلٰى مَاقِيْلَ(......وَبَعْدَ اَسْطُرٍ......) [2]

---

[1] (الفشتالی(۱۲۰۸ھـ 1794ء) سلیمان بن أحمد الفشتالی، أبو الربیع: فقیه مالکی مغربی، له علم بالتوقیت والفلک. من کتبه (شرح سلک اللآلی فی مثلث الغزالی) و (شرح علی عویص رسالة المارديني -ط) علی الحجر بفاس. فی الربع المجیب (الاعلام للزرکلی، ج۳ص ۱۲۱)

[2] درمیان کی عبارت یہ ہے:

وسمی هذا الکاذب عارضا ففی خبر مسلم لا یغرنکم أذان بلال ولا هذا العارض لعمود الصبح حتی یستطیر أی ینتشر ذلک العموم فی نواحی الأفق.

وکلام بعض الأجلة یشعر بأنه فیها إشارة إلی الکاذب حیث قال یؤخذ من تسمیة الفجر الأول عارضا للثانی أنه یعرض للشعاع الناشیء عنه الفجر الثانی انحباس قرب ظهوره کما یشعر به التنفس فی قوله تعالی والصبح إذا تنفس فعند ذلک الانحباس یتنفس منه شیء من شبه کوة والمشاهد فی المنحبس إذا خرج بعضه دفعة أن یکون أوله أکثر من آخره ویعلم من ذلک سبب طول العمود وإضاءة أعلاه إلی آخر ماقال وفیه بحث.

اس عبارت میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے جن الفاظ کے ساتھ مسلم کے حوالہ سے خبر ذکر کی ہے، ہمیں تلاش کے باوجود یہ الفاظ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

**ثُمَّ الظَّاهِرُ اَنَّ تَنَفُّسَ الصُّبْحِ وَضِيَائَهُ بِوَاسِطَةِ قُرْبِ الشَّمْسِ اِلَى الْاُفُقِ الشَّرْقِ بِمِقْدَارٍ مُعَيَّنٍ وَهُوَ فِي الْمَشْهُوْرِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ جُزْءًا**

(روح المعانی، ج۱۵ ص ۲۶۳، سورۃ التکویر)

ترجمہ: ’’اور ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں فجرِ ثانی یعنی صبح صادق کی طرف اشارہ ہے، اور صبح صادق وہ ہے، جس کی روشنی منتشر اور اُفق کی چوڑائی میں ہوتی ہے بخلاف صبح کاذب کے، اور صبح کاذب وہ ہے جس کی روشنی لمبی ہوتی ہے، اور اس کا اوپر والا حصہ باقی حصہ سے زیادہ روشن ہوتا ہے، پھر وہ روشنی ختم ہوکر اندھیرا ہوجاتا ہے، یا بعض ہیئت دانوں کے گمان کے مطابق اس کی روشنی کم ہوتے ہوتے صبح صادق میں مدغم ہوجاتی ہے، یا پھر اس کی حالت مختلف زمانوں اور علاقوں کے اعتبار سے مختلف ہوتی رہتی ہے، جیسا کہ کہا گیا (...... چند سطور کے بعد فرماتے ہیں......) پھر ظاہر یہ ہے کہ صبح کا تنفس (جس سے مراد صبح صادق ہے) اور اس کی روشنی ایک مقرر مقدار سے سورج کے مشرقی افق کے قریب ہونے کے واسطہ سے ہوتی ہے، اور وہ مقدار مشہور یہ ہے کہ اٹھارہ درجہ ہے (روح المعانی)

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

حدیث میں نہیں ملے، اور اس کے بعد علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے بعض حضرات کے ایک قول کو ذکر کیا ہے، کہ ’’والصبح اذا تنفس‘‘ میں کاذب کی طرف اشارہ ہے۔

مگر علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ قول مرجوح ہے، اور راجح یہی ہے کہ اس آیت میں صبح سے مراد صادق ہے، جیسا کہ ابتدائے کلام کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔

**والظاهر ان التنفس فی الآية اشارة الى الفجر الثانی الصادق .**

اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ اسی عبارت سے چند سطور پہلے فرماتے ہیں کہ:

**والصبح إذا تنفس فإنه أول النهار** (روح المعانی، سورۃ التکویر)

اور سورہ فجر کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

**والفجر أقسم سبحانه بالفجر كما أقسم عز و جل بالصبح فی قوله تعالى والصبح إذا تنفس فالمراد به الفجر المعروف كما روى عن علی كرم الله تعالى وجهه وابن عباس وابن الزبير وغيرهم رضی الله تعالى عنهم** (روح المعانی، سورۃ الفجر)

فائدہ: علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے پہلے تو ''والصبح اذا تنفس '' سے صبح صادق مراد ہونے کو ترجیح دی، اور اس کی حقیقت بیان فرما کر پھر صبح کاذب کا تذکرہ کرتے ہوئے اس روشنی کے ختم ہونے اور اس کے بعد اندھیرا چھا جانے یا اس کی روشنی صبح صادق میں مدغم وتحلیل ہوجانے، یا پھر اس کی حالت مختلف زمانوں اور علاقوں میں مختلف ہوتے رہنے کے اقوال ذکر فرمائے، لیکن اس کی کسی مقدارِ معین کو بیان نہیں فرمایا (بلکہ وہ صبح کاذب کے کسی خاص درجہ پر متعین ہونے کے قائل بھی نہیں ہیں، جیسا کہ پہلے گزرا) البتہ صبح صادق کی معین مقدار ہونے کو ترجیح دی اور اس مقدار کا اٹھارہ درجہ پر مشہور ہونا بیان فرمایا۔

پس بعض لوگوں کا اس موقع پر یہ احتمال پیدا کرنا کہ ممکن ہے کہ اٹھارہ درجے پر جس چیز کی مقدار کو بیان کیا، اس سے مراد کاذب ہو نہ کہ صادق۔

یہ کسی طرح بھی درست نہیں۔

علاوہ ازیں صادق جیسی اہم چیز کو چھوڑ کر (جس پر کئی شرعی احکام کا مدار ہے) کاذب کے درجے کو بیان کرتے رہنے کا کیا فائدہ، جس سے کوئی شرعی حکم ہی متعلق نہیں۔

## (19)......امام سائحانی اور علامہ شامی کا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے روزے کی نیت کے صحیح ہونے کے بارے میں مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ المشائخ سائحانی رحمہ اللہ سے جو کچھ نقل فرمایا ہے، اس سے بھی صبح صادق کا اٹھارہ درجات زیرِ اُفق ہونا معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

( تَنۡبِیۡهٌ ) : اِعۡلَمۡ أَنَّ كُلَّ قُطۡرٍ [1] نِصۡفُ نَهَارِهٖ قَبۡلَ زَوَالِهٖ بِقَدۡرِ نِصۡفِ حِصَّةِ فَجۡرِهٖ فَمَتٰى كَانَ الۡبَاقِیَ لِلزَّوَالِ أَكۡثَرَ مِنۡ هٰذَا النِّصۡفِ صَحَّ

---

[1] قطر الدائرة: الخط المستقيم الواصل من جانب الدائرة إلى الجانب الآخر بحيث يكون وسطه واقعاً على المركز. (التعريفات للجرجانی ص۱۷۸، باب القاف)

**وَإِلَّا فَـلَا فَفِـيُ مِصُرَ وَالشَّامِ تَصِحُّ النِّيَّةُ قَبُلَ الزَّوَالِ بِخَمُسَ عَشُرَةَ دَرَجَةً لِوُجُوُدِ النِّيَّةِ فِيُ أَكُثَرِ النَّهَارِ ؛ لِأَنَّ نِصُفَ حِصَّةِ الُفَجُرِ لَا تَزِيُدُ عَـلٰى ثَـلَاثَ عَشُرَةَ دَرَجَةً فِيُ مِصُرَ وَأَرُبَعَ عَشُرَةَ وَنِصُفٍ فِي الشَّامِ فَإِذَا كَـانَ الُبَـاقِـيَ إِلَـى الـزَّوَالِ أَكُثَـرَ مِنُ نِصُفِ هٰذِهِ الُحِصَّةِ ، وَلَوُ بِنِـصُفِ دَرَجَةٍ صَـحَّ الـصَّـوُمُ كَـذَا حَـرَّرَهُ شَيُـخُ مَشَايِخِنَا إِبُرَاهِيُمُ السَّائِحَانِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى** (منحة الخالق على البحر الرائق) [1]

ترجمہ: تنبیہ: یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کسی بھی دن زوال سے پہلے نصف حصے کا ہر قطر اسی دن کی فجر (صادق، نہ کہ کاذب) کے (وقت کے) نصف حصے کے برابر ہوتا ہے، پس جب زوال میں اس نصفِ فجر سے زیادہ باقی ہو تو روزے کی نیت صحیح ہے، ورنہ صحیح نہیں، پس مصر اور شام میں زوال سے 15 درجے پہلے (جس کی کل مقدار ایک گھنٹہ بنتی ہے، اور ایک درجہ سے چار منٹ مراد ہیں) روزے کی نیت صحیح ہے۔

کیونکہ اس صورت میں اکثرِ نہار میں روزے کی نیت پائی جائے گی، کیونکہ فجر کا نصف حصہ مصر میں 13 درجے (یعنی 52 منٹ) سے اور شام میں ساڑھے 14 درجے (یعنی 58 منٹ) سے زیادہ نہیں ہوتا۔

پس جب زوال میں فجر کے اس مذکورہ نصف حصے سے زیادہ باقی ہو، اگرچہ وہ نصف درجہ (یعنی 2 منٹ) ہی زیادہ کیوں نہ ہو، تو اس میں نیت کرنے سے روزہ درست ہو جائے گا، اسی طرح یہ مسئلہ ہمارے شیخ المشائخ حضرت ابراہیم سائحانی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے (منحة الخالق)

علامہ شامی رحمہ اللہ ''ردُّ المحتار'' میں فرماتے ہیں:

---

[1] ج ۲ ص ۲۸۰، کتاب الصوم، اقسام الصوم.

( تَنْبِيْهٌ ) قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ النَّهَارَ الشَّرْعِيَّ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ إِلَى الْغُرُوْبِ وَاعْلَمْ أَنَّ كُلَّ قُطْرٍ نِصْفُ نَهَارِهِ قَبْلَ زَوَالِهِ بِنِصْفِ حِصَّةِ فَجْرِهِ فَمَتٰى كَانَ الْبَاقِي لِلزَّوَالِ أَكْثَرَ مِنْ هَذَا النِّصْفِ صَحَّ وَإِلَّا فَلَا تَصِحُّ النِّيَّةُ فِيْ مِصْرَ وَالشَّامِ قَبْلَ الزَّوَالِ بِخَمْسَ عَشَرَةَ دَرَجَةً لِوُجُوْدِ النِّيَّةِ فِيْ أَكْثَرِ النَّهَارِ ؛ لِأَنَّ نِصْفَ حِصَّةِ الْفَجْرِ لَا تَزِيْدُ عَلٰى ثَـلَاثَ عَشْرَةَ دَرَجَةً فِيْ مِصْرَ وَأَرْبَعَ عَشَرَةَ وَنِصْفٍ فِي الشَّامِ فَإِذَا كَانَ الْبَاقِيَ إِلَى الزَّوَالِ أَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ هٰذِهِ الْحِصَّةِ وَلَوْ بِنِصْفِ دَرَجَةٍ صَحَّ الصَّوْمُ كَذَا حَرَّرَهُ شَيْخُ مَشَايِخِنَا السَّائِحَانِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى (رد المحتار، ج ۲ ص ۳۷۷، كتاب الصوم ،سبب صوم رمضان)

ترجمہ: تنبیہ: آپ یہ بات جان چکے ہیں کہ نہارِ شرعی، طلوعِ فجر (صادق، نہ کہ کاذب) سے غروب تک ہوتا ہے۔

اور یہ بات جان لینی چاہئے کہ ہر قطر کا نصفِ نہار اس کے زوال سے پہلے اس کی فجر کے نصف حصے کے بقدر ہوتا ہے، پس جب زوال میں اس نصفِ فجر سے زیادہ باقی ہو، تو روزے کی نیت صحیح ہے، ورنہ صحیح نہیں۔

پس مصر اور شام میں روزے کی نیت کرنا صحیح ہے، زوال سے 15 درجے پہلے (جس کی کل مقدار ایک گھنٹہ بنتی ہے، اس لیے کہ یہاں ایک درجہ سے چار منٹ مراد ہیں) کیونکہ اس صورت میں اکثرِ نہار میں روزے کی نیت پائی جائے گی، کیونکہ فجر کا نصف حصہ مصر میں 13 درجے (یعنی 52 منٹ) سے اور شام میں ساڑھے 14 درجے (یعنی 58 منٹ) سے زیادہ نہیں ہوتا۔ [1]

[1] یعنی مصر کے اطولِ ایام میں زیادہ سے زیادہ عرض البلد کے مطابق مذکورہ وقت سے زیادہ نہیں ہوتا۔
ملحوظ رہے کہ سال میں دومرتبہ دائرۃ البروج اور سماوی دائرۂ استوا آپس میں ملتے ہیں، ایک کو اعتدالِ ربیعی کہتے ہیں، جو کہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس جب زوال میں فجر کے اس مذکور نصف حصے سے زیادہ باقی ہو۔

اگر چہ وہ نصف درجہ (یعنی 2 منٹ) ہی زیادہ کیوں نہ ہو، تو اس میں نیت کرنے سے روزہ درست ہو جائے گا، اسی طرح یہ مسئلہ ہمارے شیخ المشائخ سائحانی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے (ردُّ المحتار)

فائدہ: ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ نہارِ شرعی صبح صادق سے لے کر غروب تک ہوتا ہے، اور صبح صادق اور طلوع کے درمیان جتنا وقت ہوتا ہے، جب زوال ہونے میں اس کے نصف مقدار سے زیادہ باقی ہو (خواہ نصف درجہ یعنی تقریباً دو منٹ ہی کیوں نہ زیادہ ہو) اس وقت تک حنفیہ کے قواعد کے مطابق روزے کی نیت کرنا درست ہے، اور اگر مذکورہ مقدار سے کم باقی ہو (خواہ نصف درجہ ہی کیوں نہ ہو) تو روزہ کی نیت کرنا درست نہیں۔

پھر آگے مصر وشام کے بارے میں جو تفصیل بیان فرمائی، اس کے مطابق فجر کے وقت کا نصف مصر میں 13 درجے یعنی تقریباً 52 منٹ سے اور شام میں ساڑھے چودہ درجے یعنی تقریباً 58 منٹ سے زیادہ نہیں ہوتا۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ ملکِ مصر میں فجر کا زیادہ سے زیادہ عرضِ بلد کے اعتبار سے وقت ایک گھنٹہ اور تقریباً چوالیس منٹ اور ملکِ شام میں زیادہ سے زیادہ عرضِ بلد کے اعتبار سے ایک گھنٹہ تقریباً چھپن منٹ ہوتا ہے۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تقریباً 21 مارچ کو واقع ہوتا ہے، اور دوسرے کو اعتدالِ خریفی کہتے ہیں جو کہ تقریباً 23 ستمبر کو واقع ہوتا ہے۔
اوران دونوں کے مجموعہ کو اعتدالین (Equinoxes) کہا جاتا ہے۔
اور سال میں دو دفعہ سورج اپنی سمتِ انحراف کو تبدیل کرتا ہے، مثلاً گرمیوں میں سورج شمالی نصف کرہ میں شمال کی طرف رواں دواں ہوتا ہے، لیکن تقریباً 21 جون کو واپس ہو کر مائل بہ جنوب ہو جاتا ہے، اس کو انقلاب الشّمس صیفی کہتے ہیں، اسی طرح روز بروز پھر جنوب کی طرف بڑھتے بڑھتے اعتدالِ خریفی پر آ جاتا ہے، اور اس سے آگے پھر مزید جنوب میں جا کر تقریباً 22 دسمبر کو دوبارہ شمال کی سمت میں واپس آنا شروع کرتا ہے، اس کو انقلاب الشّمس شتوی کہتے ہیں،
اوران دونوں کے مجموعہ کو انقلاب الشّمس (Solstice) کہا جاتا ہے (ملاحظہ ہو: فہم الفلکیات ص ۳۷، مصنفہ: سید شبیر احمد کاکاخیل صاحب)

**اور مذکورہ وقت کا یہ حساب 18 درجے زیرِ اُفق پر صادق آتا ہے، نہ کہ 15 درجے زیرِ اُفق پر۔ ؎**

---

؎ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ جو کہ خود 15 درجہ زیرِ افق پر صبح صادق کے قائل ہیں، وہ بھی علامہ شامی رحمہ اللہ کی مندرجہ بالا عبارت سے مصر اور شام کے مذکور اوقات 18 درجے زیرِ اُفق کے مطابق ہونے کو تسلیم فرماتے ہیں، چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

> اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں صبح صادق کا زیادہ سے زیادہ وقت ایک گھنٹہ 44 منٹ اور شام میں زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ 56 منٹ ہے، حالانکہ یہ حساب 15 زیرِ افق کے بجائے 18 زیرِ افق پر منطبق ہوتا ہے، موجودہ نقشوں میں شام کا منتہی العرض تقریباً 37 درجہ ہے، اس کے مطابق وقتِ مذکور صحیح ہے، مگر عرضِ مصر کا منتہا موجودہ نقشوں میں تقریباً 31 ہے، اور وقتِ مذکور 33 عرض البلد کا ہے، ممکن ہے کہ اس زمانے میں مصر کی وسعت 33 عرض تک ہو، یا وقت کی تخریج کرنے والے نے مصر کا منتہی العرض 33 سمجھا ہو (احسن الفتاویٰ جلد۲ صفحہ ۱۸۵)

مگر جب ہم نے اس پر غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ ملکِ مصر کا انتہائی شمالی عرض البلد کا علاقہ ''الخشو'' (Al Khushu) ہے، جس کا عرض البلد 31.36 اور طول البلد 31.01 درجہ شمالی ہے، اس مقام پر اطولِ ایام یعنی 21 جون کو 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق صبح صادق تین بجکر بارہ منٹ (3:12AM) پر اور طلوعِ آفتاب چار بجکر باون منٹ (4:52AM) پر ہے، اور یہ فاصلہ ایک گھنٹہ چالیس منٹ بنتا ہے، جو کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کے بیان کردہ درجات کے حساب سے کوئی قابلِ ذکر تفاوت نہیں، کیونکہ علامہ شامی کی فی درجہ سے مراد 4 منٹ ہے، اور جب متعدد درجات کا ذکر ہو تو درمیان میں منٹوں کے کسور کے تفاوت کی رعایت نہیں ہوتی، اور پہلے دور میں کمپیوٹر اور دوسرے جدید ذرائع نہ ہونے کی وجہ سے چند منٹوں کا تفاوت کوئی قابلِ ذکر و قابلِ شبہ چیز نہیں، نیز صبح صادق اور زوال میں ایک دو منٹ کی احتیاط شامل کرنے اور عرصۂ دراز کے بعد چند منٹوں کا فرق فنی لحاظ سے ممکن ہے، لہٰذا یہاں احسن الفتاویٰ میں مذکور تاویل کی بھی ضرورت نہیں۔

''الخشو'' (Al Khushu) کے 21 جون کی تاریخ میں 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق اوقات کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

| Isha | S.Set | Asr | Asr shafi | Zawal | S.R | Fajr | Date |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| 8:44PM | 7:04PM | 4:54PM | 03:37PM | 11:58AM | 4:52AM | 3:12AM | 21 |

اور ملکِ شام کا انتہائی شمالی عرض البلد کا علاقہ ''القمشلی'' (Al qamishli) ہے، جس کا عرض البلد 37.03 اور طول البلد 41.14 درجہ شمالی ہے، اس مقام پر اطولِ ایام یعنی 21 جون کو 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق صبح صادق دو بجکر تین منٹ (2:03AM) پر اور طلوعِ آفتاب تین بجکر چھپن منٹ (3:56AM) پر ہے، اور یہ فاصلہ ایک گھنٹہ ترپن منٹ بنتا ہے، جس میں صرف 3 منٹ کا فرق ہے، جو کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کے بیان کردہ درجات کے حساب سے کوئی قابلِ ذکر تفاوت نہیں، جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی۔

''القمشلی'' (Al qamishli) کے 21 جون کی تاریخ میں 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق اوقات کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

**پس اس سے ظاہر ہوا کہ شیخ المشائخ حضرت ابراہیم سائحانی اور علامہ شامی رحمہما اللہ کے نزدیک صبح صادق 18 درجے کے مطابق ہے۔**

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

| Isha | S.Set | Asr | Asr shafi | Zawal | S.R | Fajr | Date |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| 8:31pm | 6:38pm | 4:24pm | 3:09pm | 11:17am | 3:56am | 2:03am | 21 |

لیکن حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ نے اس میں یہ تاویل کی ہے کہ:

بہرکیف اشکال یہ ہے کہ اس عبارت میں 18 /زیرِ اُفق کو صبح صادق قرار دیا گیا ہے، اس اشکال کا جواب بھی مندرج بالا تفصیل سے حاصل ہو جاتا ہے، یعنی ماہرینِ فلکیات کا دستور یہ رہا ہے کہ وہ صبح کاذب کو مطلق صبح سے تعبیر کرتے ہیں، اس سے بعض حضرات کو اشتباہ ہو گیا اور وہ اسے صبح صادق سمجھنے لگے، نیز انتہاءِ سحر کے باب میں احتیاط کے پیشِ نظر عمداً بھی صبح کاذب کے اوقات لکھنے کا دستور رہا ہے، ہم گزشتہ مضمون میں اس کی چند مثالیں بھی پیش کر چکے ہیں، بہرکیف مصروشام کے مذکورہ اوقات صبح صادق کے نہیں، بلکہ صبح کاذب کے ہیں، جب علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ خود کتاب الصلوٰۃ میں دو جگہ اس کی تصریح نقل کر چکے ہیں کہ صبح کاذب وصادق میں تین درجات کا فرق ہے تو یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ یہاں اس کے خلاف نقل لا کر وجہِ تطبیق یا ترجیح ذکر نہ کریں (احسن الفتاویٰ، جلد۲ صفحہ ۱۸۵)

مگر ہمیں اس تاویل سے کسی طرح اتفاق نہیں ہوسکا، کیونکہ اوّلاً تو خود ان اوقات کے بیان کرنے والوں نے صبح کاذب کا دعویٰ نہیں کیا، بلکہ متعدد حضرات نے صبح صادق کا دعویٰ کیا ہے اور خود انتہائے سحر وفجر کے الفاظ بھی صبح صادق پر دلالت کرتے ہیں، نہ کہ کاذب پر، کیونکہ کاذب کے ظہور وغروب پر کوئی بھی مسلمان سحری کے اختتام یا روزہ کے آغاز کا قائل نہیں اگر اس سے احتیاط پیشِ نظر ہوتی، تو اس کا مسئلہ علیحدہ بتایا جاتا، پھر اگر روزے کو جلدی بند کرنے میں احتیاط ہے، تو نمازِ فجر کو صبح صادق سے پہلے پڑھنے میں ذرا بھی احتیاط نہیں، اس کا تقاضا یہ تھا کہ صبح صادق کے تیقن سے پہلے اس کا حکم نہ لگایا جائے، اور نقشے صرف سحری کے ہی نہیں بنائے گئے، بلکہ نمازِ فجر کے عنوان سے بھی بنائے گئے ہیں، خصوصاً جبکہ فرض روزوں کی سحری کا تعلق ایک مہینے کے ساتھ ہے، اور اس کے مقابلے میں فرض نماز کا تعلق پورے سال اور ہر دن کے ساتھ ہے۔

دوسرے اصل صبح جس سے احکام وابستہ ہیں وہ صادق ہی ہے، کاذب سے کوئی حکم وابستہ نہیں، بلکہ شریعت اور حقیقت دونوں کی نظر میں وہ درحقیقت صبح ہی نہیں، اور اس کو اس وجہ سے صبح کاذب کہا جاتا ہے، تاکہ صادق سے اشتباہ نہ ہو، اور اسی وجہ سے اس کو کاذب کی قید کے ساتھ ہی بولا جاتا ہے۔ اور جب کوئی چیز بغیر قید کے مطلق بولی جاتی ہے تو اس سے اصل صادق اور حقیقی فرد ہی مراد ہوا کرتا ہے، نہ کہ غیر اصل اور غیر حقیقی، یہاں تک کہ کاذب (**لان المطلق اذا یطلق ینصرف الی الکامل**)

لہٰذا مطلق صبح یا فجر کے لفظ سے صبح صادق ہی مراد لی جائے گی، اور مسلمان ماہرینِ فلکیات سے یہ بات بعید ہے کہ وہ ایک ایسی چیز کے درجات بیان کرنے پر اکتفاء کریں، جس کا وقت بھی ان کے نزدیک متعین نہیں، اور اس سے کوئی حکمِ شرعی بھی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

## (20)......علامہ شامی کا ایک اور حوالہ

**علامہ شامی رحمہ اللہ ایک مقام پر سفر کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**

**ثُمَّ إِنَّ مِنَ الْفَجْرِ إِلَى الزَّوَالِ فِي أَقْصَرِ أَيَّامِ السَّنَةِ فِي مِصْرَ وَمَا**

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وابستہ نہیں، اور جس سے حکمِ شرعی وابستہ ہے اس کو یکسر نظر انداز کر دیں، جبکہ اسلامی نقطۂ نظر سے علمِ فلکیات کا اہم مقصد شرعی احکام کا معلوم کرنا ہی ہے۔ پھر اوپر سے فقہاء وعلماء کو اشتباہ میں مبتلا قرار دینا بھی راجح معلوم نہیں ہو سکا، کیونکہ اگر بالفرض ماہرینِ فلکیات باوجود مسلمان ہونے کے صبح صادق کے درجات کی تعیین سے غافل رہے تو فقہائے کرام کا منصب تو حکمِ شرعی بیان کرنا ہوا کرتا ہے، ان سے ایک ایسی چیز کے بارے میں جس کا مشاہدے سے پتہ چلایا جا سکتا ہے، یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ بھی ماہرینِ فلکیات کی بات سمجھنے سے قاصر رہے، یا اگر خود سمجھ گئے تھے تو دوسروں کو اصل حقیقت سے آگاہ کرنے سے غفلت برتی، جبکہ ان کی بے شمار ان تصنیفات میں جو نمازوں کے اوقات سے متعلق ہیں، 18 درجے پر صبح صادق کے طلوع ہونے کا صراحتاً ذکر ہے، پھر جمہور متقدمین ومتاخرین کی تمام کتب کاذب کے درجات کی تعیین سے خاموش ہیں۔

علاوہ ازیں پہلے دور کے مشاہدات کئی جہات سے موجودہ دور کے مشاہدات سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اور اس سے بڑھ کر یہ کہ علامہ شامی رحمہ اللہ مسئلہ مجوث فیہ عبارات میں لفظِ فجر اور زوال بول کر روزہ کے درست ہونے نہ ہونے کے ایک حکمِ شرعی کو بیان کر رہے ہیں، جس میں آدھے درجہ تک کے حکم کو بھی نظر انداز نہیں فرما رہے بلکہ اس کو بھی بیان کر رہے ہیں ''بقوله " صَحَّ وَإِلَّا فَلَا "وبقوله" ولو بنصف درجة صح الصوم ''تو یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ نصف درجہ تک کا تو حکم بیان کر دیں اور دوسری طرف تین درجات کو نظر انداز کر کے روزے جیسے فریضہ کا حکم بیان نہ کریں۔ رہا علامہ شامی کا علامہ شیخ خلیل کاملی سے فجرین کے درمیان تین درجات کے تفاوت کا نقل فرمانا تو اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صبح صادق پندرہ درجات پر ہوتی ہے، کیونکہ صوم کا مندرجہ بالا مسئلہ اٹھارہ درجات کے مطابق سامنے رکھتے ہوئے اگر اس میں تین درجات شامل کئے جائیں تو اکیس درجات پر صبح کاذب کا ہونا لازم آتا ہے۔ اگر علامہ شامی رحمہ اللہ 15 درجہ زیرِ افق پر صبح صادق کے قائل تھے، تو یہاں اس کا تذکرہ کیوں نہیں فرمایا؟

پھر سفر کے مسئلہ میں بھی علامہ شامی رحمہ اللہ نے جو تفصیل بیان فرمائی ہے، اس سے بھی صاف طور پر 18 درجے زیرِ افق پر صبح صادق ہونے کی تائید ہوتی ہے (جیسا کہ آگے آتا ہے) بعض حضرات کی جانب سے علامہ شامی رحمہ اللہ کی طرف سے متعدد مقامات پر اٹھارہ درجہ کے مطابق اوقاتِ فجر کی تصریحات کو نظر انداز کر کے ان میں تو تاویلاتِ بعیدہ کی جاتی ہیں، اور فجرین کے درمیان شیخ خلیل کاملی کی محتمل المعانی نقل کردہ عبارت کو منصوص کا درجہ دیا جاتا ہے۔ جبکہ اس عبارت سے پندرہ درجہ زیرِ اُفق صبح صادق ہونے پر استدلال ہی درست نہیں (جس کی تفصیل ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں) اور اگر کوئی پھر بھی اصرار کرے تو خود علامہ شامی رحمہ اللہ کے اپنے نقل کردہ 18 درجہ پر طلوعِ صادق کے مسئلہ کے خلاف عمل کرنے کا کیا جواز ہے؟

سَاوَاهَا فِي الْعَرْضِ سَبْعُ سَاعَاتٍ إِلَّا رُبُعًا فَمَجْمُوْعُ الثَّلَاثَةِ الْأَيَّامِ عِشْرُوْنَ سَاعَةً وَرُبُعٌ ......وَيَخْتَلِفُ بِحَسَبِ اِخْتِلَافِ الْبُلْدَانِ فِي الْعَرْضِ (ردالمحتار، ج۲ ص ۱۲۳، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر)

ترجمہ: پھر فجر سے زوال تک سال کے چھوٹے دنوں میں مصر اور اس کے برابر عرضِ بلد والے علاقوں میں پونے سات گھنٹے ہوتے ہیں (پھر آگے فرماتے ہیں) اور یہ اوقات عرضُ البلد کے اختلاف کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں (ردُّ المحتار)

فائدہ: مصر جس کا کم از کم عرضِ بلد 22 درجے ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ کی بیان کردہ (صبح صادق سے زوال تک پونے سات گھنٹے کی) تفصیل کے مطابق 22 درجہ عرض البلد کے اعتبار سے اقصرِ ایام یعنی 22 دسمبر کی تاریخ میں مذکورہ وقفہ بھی 15 درجے زیرِ افق کے بجائے 18 درجے زیرِ افق کے مطابق درست بنتا ہے۔ [1]

اس سے بھی ظاہر ہوا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ 15 درجے کے بجائے 18 درجے پر صبح صادق کے قائل ہیں۔

---

[1] مصر کا کم از کم عرض البلد والا علاقہ ''الوادی'' ہے، جس کا عرض البلد 22 اور طول البلد 31 درجہ ہے، اس علاقہ میں اقصرِ ایام کی تاریخ یعنی 22 دسمبر کو 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق صبح صادق پانچ بجکر گیارہ (5:11am) منٹ پر اور زوال گیارہ بجکر پچپن منٹ (11:55am) پر ہے، اور صبح صادق سے زوال تک کا یہ وقفہ 6 گھنٹہ چوالیس منٹ بنتا ہے، جو کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی پونے سات گھنٹے کی تصریح کے مطابق بالکل درست بنتا ہے۔

جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کے نزدیک صبح صادق اٹھارہ درجے زیرِ افق کے مطابق ہوتی ہے۔

''الوادی'' کے 22 دسمبر کی تاریخ میں 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق اوقات کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

| Isha | S.Set | Asr | Asr shafi | Zawal | S.R | Fajr | Date |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| 6:38pm | 5:18pm | 3:43pm | 2:58pm | 11:55am | 6:31am | 5:11am | 22 |

مندرجہ بالا اوقات کی تخریج میں جناب مولانا مفتی سید حسین احمد صاحب زید مجدہٗ (دارالافتاء: دارالعلوم کورنگی، کراچی، پاکستان) نے معاونت فرمائی ہے، جن کا بندہ ممنون ہے۔ محمد رضوان۔

## (21)......صاحبِ حاشیۃُ الطحطاوی اور تحفۃُ الاخیار کا حوالہ

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی میں ہے:

**ثُمَّ إِنَّ مِنَ الْفَجْرِ إِلَى الزَّوَالِ فِيْ أَقْصَرِ أَيَّامِ السَّنَةِ فِيْ مِصْرَ وَمَا سَاوَاهَا فِى الْعَرْضِ سَبْعُ سَاعَاتٍ إِلَّا رُبْعًا......ذَكَرَهُ صَاحِبُ تُحْفَةِ الْأَخْيَارِ** (حاشية الطحطاوى على المراقى، ص ۴۲۱، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر)

ترجمہ: پھر فجر سے زوال تک سال کے چھوٹے دنوں میں مصر اور اس کے برابر عرضِ بلد والے علاقوں میں پونے سات گھنٹے ہوتے ہیں...........اسی طریقہ سے صاحبِ تحفۃُ الاخیار نے یہ مسئلہ ذکر فرمایا ہے (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی طرح صاحبُ حاشیۃِ الطحطاوی اور صاحبُ تحفۃ الاخیار بھی 18 درجے پر صبح صادق کے قائل ہیں۔

(تفصیل پیچھے علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارات کے ذیل میں گزر چکی ہے)

## (22)......علامہ شامی کا ایک اور حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

**قُلْتُ :وَمَجْمُوْعُ الثَّلَاثَةِ الْأَيَّامِ فِيْ دِمَشْقَ عِشْرُوْنَ سَاعَةً إِلَّا ثُلُثَ سَاعَةٍ تَقْرِيْبًا لِأَنَّ مِنَ الْفَجْرِ إِلَى الزَّوَالِ فِيْ أَقْصَرِ الْأَيَّامِ عِنْدَنَا سِتُّ سَاعَاتٍ وَثُلُثَا سَاعَةٍ إِلَّا دَرَجَةً وَنِصْفًا ، وَإِنْ اعْتَبَرْتَ ذٰلِكَ بِالْأَيَّامِ الْمُعْتَدِلَةِ كَانَ مَجْمُوْعُ الثَّلَاثَةِ أَيَّامٍ اِثْنَيْنِ وَعِشْرِيْنَ سَاعَةً وَنِصْفَ سَاعَةٍ تَقْرِيْبًا لِأَنَّ مِنَ الْفَجْرِ إِلَى الزَّوَالِ سَبْعُ سَاعَاتٍ وَنِصْفًا تَقْرِيْبًا**

(ردالمحتار، ج۲ ص ۱۲۳، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ دمشق میں تین دنوں کا مجموعہ تقریباً پونے بیس گھنٹے بنتے

ہیں، کیونکہ فجر سے زوال تک اقصرِ ایام میں ہمارے نزدیک 6 گھنٹے اور ایک گھنٹے کے دو تہائی (یعنی چالیس منٹ) میں سے ڈیڑھ درجہ (یعنی تقریباً 6 منٹ) کم (یعنی کل مجموعہ 6 گھنٹے تقریباً 34 منٹ، اور الغرض تقریباً ساڑھے چھ گھنٹے) ہوتے ہیں، اور اگر معتدل ایام میں حساب لگایا جائے تو تین دنوں کا مجموعہ تقریباً ساڑھے بائیس گھنٹے بنتے ہیں، کیونکہ (معتدل ایام میں) فجر سے زوال تک تقریباً ساڑھے سات گھنٹے بنتے ہیں (ردُّ المحتار)

**فائدہ:** دمشق جس کا موجودہ دور میں عرضِ بلد 33.31 شمالی اور طولِ بلد 36.18 مشرقی ہے، دمشق کے اقصرِ ایام میں یعنی 22 دسمبر کو فجر یعنی صبح صادق سے زوال تک کا مذکورہ تقریباً ساڑھے چھ گھنٹے کا وقفہ 18 درجے زیرِ افق کے مطابق درست بنتا ہے۔ [1]

اور معتدل ایام میں یعنی 21 مارچ اور 23 ستمبر کی تاریخ میں فجر یعنی صبح صادق سے زوال تک کا مذکورہ تقریباً ساڑھے سات گھنٹے کا وقفہ بھی 18 درجے زیرِ افق کے مطابق درست بنتا ہے۔ [2]

---

[1] شام کے دارالحکومت دمشق کے 18 ڈگری کے مطابق اقصرِ ایام کی 22 دسمبر کی تاریخ کے اوقات کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

| Isha | S.Set | Asr | Asr shafi | Zawal | S.R | Fajr | Date |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| 6:00pm | 4:32pm | 2:53pm | 2:13pm | 11:33am | 6:35am | 5:06am | 22 |

مندرجہ بالا نقشہ میں صبح صادق سے زوال تک کا وقفہ 6 گھنٹے 27 منٹ بنتا ہے، جس میں علامہ شامی رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق صرف چند منٹوں کا فرق ہے، جس کی وجوہات پہلے ذکر کی جاچکیں، جبکہ معتدل ایام میں یہ فرق بھی نہیں بنتا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

[2] شام کے دارالحکومت دمشق کے 18 ڈگری کے مطابق معتدل ایام کی 21 مارچ کی تاریخ کے اوقات کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

| Isha | S.Set | Asr | Asr shafi | Zawal | S.R | Fajr | Date |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| 7:10pm | 5:47pm | 4:03pm | 3:10pm | 11:42am | 5:36am | 4:13am | 21 |

مندرجہ بالا نقشہ میں صبح صادق سے زوال تک کا وقفہ 7 گھنٹے 29 منٹ بنتا ہے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے ساڑھے سات گھنٹے بتلایا ہے، جو کہ بالکل درست ہے۔

اور پہلے علامہ شامی رحمہ اللہ کے حوالہ سے ہی گزر چکا کہ علمائے موقتین کے بیان کردہ اوقات پر اعتماد و عمل درست ہے۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ 15 درجے کے بجائے 18 درجے پر صبح صادق کے قائل ہیں۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کی طرف مختلف تاویلات کر کے صبح صادق پندرہ درجہ زیرِ افق پر ہونے کی نسبت کرنے والے حضرات کے لیے مذکورہ مسائل انتہائی قابلِ توجہ ہیں۔

## (23)......اہلِ بلغار کے متعلق فقہاء کے ایک جزئیہ کا حوالہ

18 درجے پر صبح صادق کے طلوع اور شفقِ ابیض کے غروب کی تائید فقہائے کرام کے اس جزئیہ سے بھی ہوتی ہے، جس میں انہوں نے ''اہلِ بلغار'' کے متعلق بعض راتوں میں شفق غروب نہ ہونے اور اس کے غروب سے قبل صبح صادق ہوجانے کی صورت میں وقتِ عشاء نہ پائے جانے کی وجہ سے عشاء کی نماز فرض ہونے نہ ہونے اور اس کی ادائیگی کے طریقے کی بحث کی ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

( قوله : كبلغار ) بضم الباء الموحدة فسكون اللام وألف بين الغين المعجمة والراء ، لكن ضبطه فى القاموس بلا ألف .وقال :والعامة تقول بلغار :وهى مدينة الصقالبة ضاربة فى الشمال شديدة البرد ا هـ .( قوله :فإن فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق ) مقتضاه أنه فقد وقت العشاء والوتر فقط وليس كذلك ، بل فقد وقت الفجر أيضا ؛ لأن ابتداء وقت الصبح طلوع الفجر ، وطلوع الفجر يستدعى سبق الظلام ولا ظلام مع بقاء الشفق أفاده ح .أقول :الخلاف المنقول بين مشايخ المذهب إنما هو فى وجوب العشاء والوتر فقط ، ولم نر أحدا منهم تعرض لقضاء الفجر فى هذه الصورة ، وإنما الواقع فى كلامهم تسميته فجرا ؛ لأن الفجر عندهم اسم للبياض المنتشر فى الأفق موافقا للحديث الصحيح كما مر بلا تقييد بسبق ظلام .على أنا لا نسلم عدم الظلام هنا ، ثم رأيت ط ذكر نحوه .( قوله :فى أربعينية الشتاء ) صوابه فى أربعينية الصيف كما فى الباقانى .وعبارة البحر وغيره :فى أقصر ليالى السنة وتمامه فى ح .وقول النهر :فى أقصر أيام السنة سبق قلم ، وهو الذى أوقع الشارح .( قوله :فيقدر لهما ) هذا موجود فى نسخ المتن المجردة ساقط من المنح ، ولم أر من سبقه إليه سوى صاحب الفيض ، حيث قال :ولو كانوا فى بلدة يطلع فيها الفجر قبل غيبوبة الشفق لا يجب عليهم صلاة العشاء لعدم السبب ، وقيل يجب ويقدر الوقت ا هـ .(ردالمحتار، ج ا ص ٣٦٢، كتاب الصلاة، مطلب فى فاقد وقت العشاء كأهل بلغار)

بلغار کا عرض البلد ساڑھے 48 درجے سے زیادہ ہے، بعض نے 50، بعض نے 55 درجے شمالی عرض البلد بیان کیا ہے۔ ۱؎

---

۱؎ ومدينة بلغار كانت على خمس وخمسين درجة من العرض الشمالي وعرض قزان اكثر منه بخمس واربعين دقيقة وطولها فى ست وستين درجة وست واربعين دقيقة من الجزائر الخالدات ، وطول بلغار اكثر منه بشيئ نحوست عشر دقيقة (ناظورة الحق فى فرضية العشاء وان لم يغب الشفق،صفحة ۱۵۸ ، تاليف: الشيخ الامام هارون بن بهاؤالدين المرجانى )

واما موقعها من القطعة المذكورة فانها كانت فى اواسط الاقليم السابع بحسب تقسيم القدماء للربع المسكون من الكرة الارضيةوفى نهاية قطعة اوروبا الشرقية واوآخر المنطقة المعتدلة الشماليه باعتبار تقسيم المتاخرين واقعة فى جهة الشرق الشمالى من نهرادل المشهور الآن عند الروسية ومن يشاكلها بنهر وولغا على بعد نصف فرسخ منه بعيد ملتقى قطعتيه الكبيرتين اعنى وولغا وقاما وباسم آخر جولمان حيث العرض الشمالى خمس وخمسون درجة الاشياء يسيرا والطول الشرق ست وستون درجة وخمسون دقيقه على مايظهر من خرائط الروسية كافة( تلفيق الاخبار وتلقيح الآثار، لمحمود الرمزى، صفحة ۲۶۳، وكذافى بلادالتتار والبلغار ، صفحة ۹۶، لمحمد بن ناصر العبودى )

ولأحمد بن فضلان رسالة كتب فيها ما شاهده فى سفره إلى بلغار ومدينة بلغار كانت على خمس وخمسين درجة من العرض الشمالي وعرض قزان أكثر منه بخمس وأربعين دقيقة وطولها فى ست وستين درجة وست وأربعين دقيقة من جزائر الخالدات وطول بلغار أكثر منه بشىء نحو ست عشرة دقيقة(لقطة العجلان مما تمس إلى معرفته حاجة الإنسان للملک محمد صديق حسن خان، ص ۲۱۰،ذكر حكم الصلاة والصوم بأرض البلغار )

قال فى الأطوال وطولها ثمانون درجة، والعرض خمسون درجة وثلاثون دقيقة(صبح الأعشى فى صناعة الانشاء لأحمد بن على بن أحمد الفزارى القلقشندى ثم القاهرى ،ج۴ص ۴۶۰،تتمة المقالة الثانية، الباب الرابع،الفصل الاول، المقصد الثانى، القسم الثانى، الجملة الثانية، الإقليم السابع بلاد البلغار)

اوپر ''صبح الاعشیٰ'' کی عبارت میں ''خمس'' کا لفظ رہ گیا ہے، چنانچہ ''تقویم البلدان'' سے جو نقل کیا گیا ہے ''تلفیق الاخبار'' میں وہ 55 درجہ ہے (ملاحظہ ہو،ص ۲۶۳) اور بہاؤ الدین نے بھی یہی نقل کیا ہے۔

لیکن اب کی مرتبہ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ بلغار کا اطلاق مجازاً خاص بلغار شہر کے علاوہ اس کے قرب وجوار والے مختلف علاقوں پر بھی ہوتا رہا ہے۔

اعلم ان لفظ بلغار كما انه كان علما لبلدة مخصوصة كذلک كان يطلق عليه سكنة تلک البلدة ونواحيها وما يجرى فيه حكمها كما يجرى الاطلاق الاخير فى سائر اسامى البلدان الكبار مثل بخارى وخوقند والروم كما قال بعض السياحين بلغار اسم الجبل والامة واسم الناحية والمملكة واسم المدينة فلذلک ترى من تصدى لبيان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراصحابِ فلکیین نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ طلوعِ فجر کے وقت سورج 18 درجے زیرِ افق ہوتا ہے، اور ساڑھے 48 درجے عرض البلد پر انقلابِ صیفی (اولِ صیف) میں صبح کی روشنی (بغیر فصل کے) شفق کے ساتھ مل جاتی ہے، جیسا کہ محقق طوسی کے حوالہ سے بھی پہلے گزرا، اور بلغار میں گرمیوں کی بعض راتوں میں شفق اسی لئے غائب نہیں ہوتی کہ اس کا عرض البلد ساڑھے 48 درجے سے زیادہ ہے، جبکہ ساڑھے 48 درجہ عرض البلد سے عدمِ غیبوبتِ شفق کا آغاز ہوجاتا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ ساڑھے 48 درجے پر عدمِ غیبوبتِ شفق کے آغاز سے مراد ابیض ہے، البتہ اس سے اونچے عرض البلد کا معاملہ الگ ہے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

احوالها يطلق تارة لفظ بلغار ويريد به بلدة مخصوصة ويطلقه اخرى ويريد به مملكة وناحية ويطلقه ويريدبه قوما مخصوصين كما ستقف عليه ان شاء الله تعالىٰ (تلفيق الاخبار وتلقيح الآثار، لمحمود الرمزى، صفحة ٢٦١)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''صبح صادق'' میں بلغار کا عرض البلد تقریباً 63 درجے تحریر فرمایا ہے (ملاحظہ ہو: احسن الفتاویٰ ج۲ ص۱۸۶)

مگر ہمیں بلغار کے بارے میں 50 اور 55 درجے عرض البلد کی تصریحات ملی ہیں، البتہ اگر بلغار بول کر مجازاً کوئی اونچا عرض البلد مراد لیا جائے، تو وہ الگ بات ہے۔

[1] وقد عرف بالتجربة ان انحطاط الشمس عند اول طلوعِ الفجر ثمانية عشر جزء. ففى البلاد التى يكون عرضها ثمانية واربعين ونصفا يتصل الصبح بالشفق اذا كانت الشمس فى المنقلب الصيف، وفيما جاوزت عروضها ذلك المقدار يكون ذلك فى زمانٍ اكثر بحسب تناقص انحطاط الشمس عن الافق القدر المذكور(التبصرة، الفصل التاسع، الباب الثالث؛ كذافى ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ،لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسى اصلا الفاسى المراكشى ص ١٠)

قال السلطان عماد الدين صاحب حماة :وقد حكى لى بعض أهلها أن فى أول الصيف لا يغيب الشفق عنها ويكون ليلها فى غاية القصر .ثم قال :وهذا الذى حكاه صحيح موافقٌ لما يظهر بالأعمال الفلكية، لأن من عرض ثمانية وأربعين ونصف يبتدىء عدم غيبوبة الشفق فى أول فصل الصيف، وعرضها أكثر من ذلك، فصح ما تقدم على كل تقدير .قال فى مسالك الأبصار :وحكى لى الحسن الإربلى أن أقصر ليلها أربع ساعات ونصف، وهو غاية نقصان الليل .قال حسن الرومى: وسألت مسعوداً المؤقت بها عن هذا فقال :جربناه بالآلات الرصدية فوجدناه كذلك تحريراً .قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فنی لحاظ سے یہ ظاہر ہے کہ ساڑھے 48 درجے عرض البلد کے علاقے میں گرمیوں کی بعض راتوں میں سورج 18 درجے سے زیادہ نیچے نہیں جاتا، 18 درجے پر پہنچنے کے بعد دوبارہ عود کرآتا ہے، اور صبح صادق ہوجاتی ہے، اور ان راتوں کو ''سفید راتوں'' کا نام دیا جاتا ہے۔

گویا کہ ساڑھے 48 درجہ سے زیادہ عرض البلد والے علاقوں میں بعض راتوں میں سورج 18 درجے سے زیادہ نیچے نہیں جاتا، مغرب سے 18 درجے زیرِ افق پر پہنچنے کے بعد مشرق سے نکل آتا ہے، اور ان راتوں کو ''سفید راتوں'' کا نام دیا جاتا ہے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی مسالک الأبصار :وقد ذکر المسعودی فی مروج الذهب أنه کان فی السرب والبلغار من قدیمٍ دار إسلام ومستقر إیمان .فأما الآن فقد تبدلت بإیمانها کفراً(صبح الأعشی فی صناعة الانشاء لأحمد بن علی بن أحمد الفزاری القلقشندی ثم القاهری ، ج۴ص ۴۶۰،تتمة المقالة الثانیة، الباب الرابع،الفصل الاول، المقصد الثانی، القسم الثانی، الجملة الثانیة، الإقلیم السابع بلاد البلغار)

قال المؤید صاحب حماة :وحکی لی بعض أهلها أن فی أول فصل الصیف لا یغیب الشفق عنها ویکون لیلها فی غایة القصر .ثم قال :وهذا الذی حکاه صحیحٌ موافق لما یظهر بالأعمال الفلکیة، لأن من عرض ثمانیة وأربعین ونصفٍ یبتدیء عدم غیبوبة الشفق فی أول فصل الصیف، وعرضها أکثر من ذلک، فصح ذلک علی کل تقدیر (صبح الأعشی فی صناعة الانشاء لأحمد بن علی بن أحمد الفزاری القلقشندی ثم القاهری ، ج۵ص ۳۹۴،۳۹۵،تتمة المقالة الثانیة، الفصل الرابع، القسم الثانی، الضرب الثانی،الجهة الثانیةما شمالی مدینة القسطنطینیة وبحر نیطش إلی نهایة المعمور فی الشمال ویشتمل علی عدة ممالک وبلاد)

[1] چنانچہ ''A Handbook of Astronomy'' میں ہے:

At the altitude of +49o the zone so-called "white nights" begins, in which there is at the time of summer solstice an astronomical twilight lasting throughout the whole night, since the Sun is never lower than -18o. The more northerly the site of observation, the longer this period. It lasts: From 11 June to 3 July at +49o latitude

From 21 May to 23 July at +52o latitude

From 9 May to 5 August at +55o latitude

From 29 April to 15 August at +58o latitude

The transition to the latitude zone of the white summer nights is

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس سے معلوم ہوا کہ صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب 18 درجے پر ہے۔ [1]
اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، ہماری دوسری تالیف "کشف الغطاء عن وقت الفجر والعشاء"

## (24)......ابوالقاسم زبیر بن احمد ثقفی کا حوالہ

قاضی ابوالقاسم زبیر بن احمد بن ابراہیم بن زبیر ثقفی [2] فرماتے ہیں:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

so sharp that at +48o (Munich and Vienna) practically nothing of midnight twilight can be seen. In some years or nights the situation can deviate from the mean conditions according to the dust contents of the atmosphere. (A Handbook of Astronomy By Gunter Dietmar Roth P.160 (1975) Springer-Verlag New York Inc).

ترجمہ: عرض بلد 49+ درجے پر "سفید راتوں" کا علاقہ شروع ہوتا ہے جن میں گرمیوں کے رأس السرطان پر آسٹرونومیکل ٹیولائٹ ساری رات باقی رہتی ہے چونکہ سورج کبھی بھی 18- درجے سے نیچے نہیں جاتا مشاہدہ کار شمال کے مزید قریب ہو تو یہ دورانیہ مزید بڑھ جاتا ہے (سفید راتوں کے دورانیے کی تفصیل کچھ یوں ہے)

11 جون سے 3 جولائی تک 49+ درجے عرض بلد پر
21 مئی سے 23 جولائی تک 52+ درجے عرض بلد پر
9 مئی سے 5 اگست تک 55+ درجے عرض بلد پر
29 اپریل سے 15 اگست تک 58+ درجے عرض بلد پر

گرمیوں کی سفید راتوں کے عرض بلد حصوں میں منتقلی اتنی واضح ہوتی ہے کہ 48+ درجے (میونخ اور ویانا) پر عملی طور پر نصف رات کی روشنی دیکھی ہی نہیں جاسکتی (لیکن صرف) کچھ سالوں یا راتوں میں یہ حالت فضا میں موجود گرد کے اعتبار سے اپنی اصلی کیفیت سے ہٹ سکتی ہے (ترجمہ ختم)

۴۹ درجے میں غالبًا کسر کو حذف کیا گیا ہے، ورنہ ساڑھے ۴۸ درجے عرض البلد پر سفید راتوں کے علاقے کا آغاز ہوجاتا ہے۔

[1] بلغار کے مسئلہ سے استدلال کے طریقہ میں اس مرتبہ ترمیم کی گئی ہے۔

[2] الثقفی :أبو القاسم الزبير بن احمد بن إبراهيم بن الزبير الثقفی القاضی توفی سنة ...له تذكرة أولی الألباب فی استيفاء العمل بالإسطرلاب(هدية العارفين ج ا ص ۳۷۳، باب الزای)

**وَاِنْ اَرَدْتَّ اِرْتِفَاعَ الْكَوْكَبِ لِطُلُوْعِ الْفَجْرِ فَضَعِ النَّظِيْرَ عَلٰى مُقَنْطَرَةِ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ فِيْ جِهَةِ الْمَغْرِبِ** (تذكرة أولى الألباب فى استيفاء العمل بالإسطرلاب) [1]

ترجمہ: اور اگر آپ کوکب کا ارتفاع فجر کے طلوع کے لئے معلوم کرنا چاہیں، تو سورج کی نظیر کو مغرب کی جہت میں 18 درجے مقنطرہ پر رکھیں (تذکرہ)

مذکورہ عبارت میں طلوعِ فجر 18 درجہ زیرِ افق پر ہونے کی تصریح ہے۔

## (25)......شیخ حسن آفندی کا حوالہ

شیخ حسن آفندی فرماتے ہیں:

**وَتَكُوْنُ الشَّمْسُ وَقْتَئِذٍ عَلٰى بُعْدِ قَدْرِهٖ ۱۸ وَتَحْصُلُ الظَّاهِرَةُ صَبَاحًا فِيْ جِهَةٍ عَكْسِيَّةٍ فَيَبْتَدِئُ الْفَجْرُ حِيْنَ مَاتَكُوْنُ الشَّمْسُ تَحْتَ الْاُفُقِ بِقَدْرِ ۱۸ ثُمَّ تَرْتَفِعُ الطَّبْقَةُ الْفَجْرِيَّةُ شَيْئًا فَشَيْئًا وَيَعْقُبُ النَّهَارُ اللَّيْلَ** (الاصول الوافية فى علم القسموغرافية ص ۷۹) [2]

ترجمہ: اور سورج اس (غروبِ شفق کے) وقت 18 درجے کے بقدر دوری پر ہوتا ہے، اور صبح اس کے عکس کی جہت میں (اسی مقدار پر) ظاہر ہوتی ہے، پس فجر کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے، جب سورج افق کے نیچے 18 درجے کے بقدر فاصلہ پر ہوتا ہے، پھر فجر کا طبقہ شیئا وشیئا بلند ہوتا رہتا ہے، اور دن (کی روشنی)

---

[1] الباب التاسع عشر فى كيفية معرفة ارتفاعات الكواكب لمغيب الشفق ولطلوع الفجر ، كذافى ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ،لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسى اصلا الفاسى المراكشى ص۱۳.

[2] الباب الثالث فى الشمس والارض،الفصل السادس الليل والنهار،الطبعة الاولیٰ:المطبعة الكبریٰ الاميرية ببولاق، مصر.سن الطباعة 1890ء.

رات (کے اندھیرے) کو پیچھے کرتی رہتی ہے (الاصول الوافیۃ)

حسن آفندی مصر کے مشہور صاحبِ فن اور قاضی اور ریاضی وہندسہ کے فنون کے ماہر استاد گزرے ہیں۔ [1]

## (26)......ابوعلی حسن بن عیسیٰ بن مجاصی کا حوالہ

ابوعلی حسن بن عیسیٰ بن مجاصی لکھتے ہیں:

**فَصْلٌ فِیْ تَخْطِیْطِ اَوْقَاتِ الصَّلَاةِ: اَمَّا الْفَجْرُ وَالشَّفَقُ فَاِنَّ خَطَّیْهِمَا هُوَ مُقَنْطَرَةُ ثَمَانِیَةَ عَشَرَ فِیْ کُلِّ عَرْضٍ وَفِیْ کُلِّ زَمَانٍ** (تذکرة اولی الالباب فی عمل صناعة الاسطرلاب) [2]

ترجمہ: یہ فصل ہے نماز کے اوقات کی تفصیل کے بارے میں: فجر اور شفق کا خط ہر مکان اور زمان میں 18 درجے ہے (تذکرہ اولی الالباب)

اس عبارت میں فصل ہی نماز کے اوقات کے متعلق قائم کی گئی ہے، اور اس کے بعد فجر اور شفق کو ہر زمان اور مکان میں 18 درجے پر بتلایا گیا ہے۔

## (27)......ابوالحسن علی بن جعفر کا حوالہ

غرناطہ کے شیخ اور علمِ اوقات کے ماہر ابوالحسن علی بن جعفر بن احمد بن یوسف اسلمی لکھتے ہیں:

**اَلْبَابُ التَّاسِعُ فِیْ مَعْرِفَةِ اِرْتِفَاعِ الْکَوْکَبِ لِطُلُوْعِ الْفَجْرِ وَمُغِیْبِ**

---

[1] (حسن افندی) حسنی القاضی بمحکمة الزقازیق الاهلیة وأحد مدرسی فنون الریاضة بمدرسة المهندسخانة سابقا (بمصر)الاصول الوافیة فی علم القسموغرافیة وهو سفر جلیل فی فنه کامل افادة مطالعیه مع استیفائه الاشکال والرسوم المتقنة(معجم المطبوعات ج ا ص ۷۵۹ لیوسف الیان سرکیس)

[2] کذافی ایضاح القول الحق فی مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسی اصلا الفاسی المراکشی ص ۱۴ .

الشَّفَقِ عُلِمَ عَلٰی مَدَارِ ۱۸ مِنْ جِهَةِ الْمَشْرِقِ لِلشَّفَقِ وَمِنْ جِهَةِ الْمَغْرِبِ لِلْفَجْرِ (كذافى ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسى اصلا الفاسى المراكشى ص ۱۴)

ترجمہ: نواں باب کوکب کی بلندی پہچاننے میں ہے طلوعِ فجر اور مغیب الشفق کے لئے، مشرق کی جہت سے شفق کے لئے اور مغرب کی جہت سے فجر کے لئے 18 درجے جانی گئی ہے (ایضاح القول الحق)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ طلوعِ فجر اور غروبِ شفق کا لمحہ 18 درجہ زیرِ افق ہے۔

## (28)......محمد بن عبدالوہاب بن عبدالرزاق اندلسی مراکشی کا حوالہ

محمد بن عبدالوہاب بن عبدالرزاق اندلسی مراکشی لکھتے ہیں:

عَمِلَ طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُتَقَدِّمِيْنَ مِنْ فَلَكِيِّ الْإِسْلَامِ عَلٰى اَنَّ حِصَّتَيِ الْفَجْرِ وَالشَّفَقِ مُتَسَاوِيَانِ وَاَنَّ اِبْتِدَاءَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَانْتِهَاءَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ يَكُوْنَانِ عِنْدَ اِنْحِطَاطِ الشَّمْسِ عَنِ الْاُفُقِ ۱۸ دَرَجَةً وَتَسَاوِى الْحِصَّتَيْنِ اِنَّمَا يَصِحُّ اِذَا اُعْتُبِرَ مُغِيْبُ الشَّفَقِ الْاَبْيَضِ اَمَّا اِذَا اُعْتُبِرَ مُغِيْبُ الشَّفَقِ الْاَحْمَرِ فَلَايَصِحُّ التَّسَاوِىْ لِاَنَّ حِصَّةَ مُغِيْبِ الشَّفَقِ الْاَحْمَرِ اَقْصَرُ مِنْ حِصَّةِ الْفَجْرِ كَمَا سَيَأْتِىْ (ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسى اصلا الفاسى المراكشى ص ۱۶)

ترجمہ: متقدمین فلکیینِ اسلام کی ایک جماعت کا عمل اس بات پر ہے کہ فجر اور شفق کے حصے برابر ہوتے ہیں، اور طلوعِ فجر کی ابتداء اور غروبِ شفق کی انتہاء

سورج کے افق سے 18 درجے انحطاط کے وقت ہوتی ہے، اور فجر اور شفق کے حصوں کا برابر ہونا اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے، جبکہ شفقِ ابیض کے غروب کا اعتبار کیا جائے، شفقِ احمر کے غیوب کا اعتبار کرنے کی صورت میں یہ برابری صحیح نہیں ہوگی، کیونکہ شفقِ احمر کے غیوب کا حصہ فجر کے حصہ سے کم ہوتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے (ایضاح القول الحق)

شیخ محمد بن عبدالوہاب اندلسی فاسی موصوف نے یہ مضمون ان لوگوں کی تردید میں تحریر فرمایا ہے، جو 18 درجہ زیرِ افق سے کم پر صبح صادق کے طلوع کا دعویٰ کررہے تھے، اور 18 درجہ زیرِ افق پر طلوعِ فجر کو غیر صحیح قرار دے رہے تھے۔

## (29)......احمد رامی محمودی کا حوالہ

احمد رامی محمودی، ریاض، سعودی عرب اپنے ایک مضمون ''الفجر الحقیقی والفجر الکاذب'' میں لکھتے ہیں:

وَلَقَدْ تَحَدَّدَ مَوْعِدُ بَدْءِ الْإِضَاءَةِ عِنْدَ الْفَجْرِ عِنْدَمَا يُصْبِحُ مَرْكَزُ قُرْصِ الشَّمْسِ تَحْتَ الْأُفُقِ الشَّرِقِيِّ بِمِقْدَارِ 18 دَرَجَةً قَوْسِيَّةً. كَمَا لُوْحِظَ اَنَّ اِضَاءَةَ شَفَقِ الْغُرُوْبِ تَتَلَاشٰى عِنْدَمَا يُصْبِحُ قُرْصُ الشَّمْسِ تَحْتَ الْأُفُقِ الْغَرْبِيِّ بِمِقْدَارِ 18 دَرَجَةً قَوْسِيَّةً اَيْضًا .وَلَمْ تَغَيَّرِ الْقِيَاسَاتُ الْحَدِيْثَةُ الْعِلْمِيَّةَ وَالْفَلَكِيَّةَ هٰذَا الْمِقْدَارَ حَتّٰى وَقْتِنَا الْحَاضِرِ .وَقَدْ قَامَتِ الْيَابَانُ بِاخْتِرَاعِ جِهَازٍ حَسَّاسٍ لِقِيَاسِ الضُّوْءِ، وَمَعَ اِسْتِخْدَامِ الْحِسَابَاتِ الْفَلَكِيَّةِ لِحَرَكَةِ الشَّمْسِ الظَّاهِرِيَّةِ فَقَدْ وَجَدَ اَنَّ اَوَّلَ ضُوْءٍ يَحْدِثُ حِيْنَمَا تَكُوْنُ الشَّمْسُ الظَّاهِرِيَّةُ اَسْفَلَ الْأُفُقِ الْمَرْئِيِّ بِمِقْدَارِ 18 دَرَجَةً قَوْسِيَّةً .وَلَقَدْ اُعْتُبِرَ هٰذَا الْمِقْدَارُ

عِلْمِيًّا وَشَرْعِيًّا مِنْ قِبَلِ الْعُلَمَاءِ فِيْ مُعَظَّمِ الْبُلْدَانِ الْإِسْلَامِيَّةِ وَنُظِمَتِ التَّقَاوِيْمُ عَلٰى اَسَاسِ ذٰلِکَ .وَلٰكِنْ بَعْضَ الدُّوَلِ الْإِسْلَامِيَّةِ مَا زَالَتْ تَعْتَمِدُ بَدْءَ الْفَجْرِ فِي اللَّحْظَةِ الَّتِيْ يَشْكُلُ فِيْهَا مَرْكَزُ قُرْصِ الشَّمْسِ مَعَ اَعْلَى الْاُفُقِ الشَّرقِيِّ زَاوِيَةَ 19دَرَجَةً قَوْسِيَّةً وَبَدْءَ الْعِشَاءِ فِي اللَّحْظَةِ الَّتِيْ يُصْبِحُ فِيْهَا مَرْكَزُ قُرْصِ الشَّمْسِ تَحْتَ الْاُفُقِ الْغَرْبِيِّ بِمِقْدَارِ 17دَرَجَةً قَوْسِيَّةً مُعْتَمِدِيْنَ فِيْ ذٰلِکَ عَلٰى اَقْوَالِ بَعْضِ الْمَذَاهِبِ الْإِسْلَامِيَّةِ(الجزيرة،الجمعة 10 شعبان, 1422،Friday 26th October,2001،،الطبعةالاولى ،العدد10620)

ترجمہ: اور اوقات کے فن دان حضرات نے فجر کے وقت روشنی کی ابتداء کی حد بیان کی ہے کہ یہ( ابتداءِ فجر کی روشنی ) اس وقت ہوتی ہے، جبکہ سورج کی ٹکیہ مشرقی افق سے نیچے اٹھارہ درجہ قوس کی بقدر ہو، جس طرح سے کہ یہ بھی ملاحظہ کیا گیا کہ شفق کے غروب کی روشنی کو اس وقت تلاش کیا گیا ہے، جبکہ سورج کی ٹکیہ مغربی افق سے نیچے اٹھارہ درجہ قوس کے بقدر ہو۔

اور جدید علمی اور فلکی اندازے ہمارے موجودہ دور تک اس مقدار سے مختلف ثابت نہیں ہوئے ، اور جاپان نے اس روشنی کو جانچنے کے لئے حساس آلات تیار کئے اور سورج کی ظاہری حرکت ورفتار کے لئے فلکی حسابات سے مدد حاصل کی، تو وہ بھی اس نتیجہ پر پہنچے کہ روشنی کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے، جبکہ سورج کا ظاہر افقِ مرئی سے اٹھارہ درجہ قوس کی مقدار ہوتا ہے۔

اور اس مقدار کا علمی اور شرعی اعتبار سے علماء (ان جدید تحقیقات سے ) بہت پہلے سے اپنے بڑے بڑے ملکوں اور شہروں میں اعتبار کرتے رہے ہیں، اور اسی بنیاد پر جنتریاں ترتیب دی جاتی رہی ہیں، لیکن بعض اسلامی ملکوں میں ابتدائے فجر کے

متعلق اس پر اعتماد کیا جاتا رہا کہ جب وہ لمحہ ہوتا ہے، کہ سورج کی ٹکیہ کا مرکز افقِ شرقی کے اوپری کنارہ سے 19 درجہ قوس کے زاویہ میں ہوتا ہے۔

اور عشاء کی ابتدا اس لمحہ ہوتی ہے، جبکہ سورج کی ٹکیہ کا مرکز مغربی افق سے نیچے 17 درجے قوس کی مقدار ہوتا ہے، اور انہوں نے اس سلسلہ میں بعض مذاہبِ اسلامی کے اقوال پر اعتماد کیا ہے (الجزیرۃ)

## (30)......شیخ جبر بن صالح بن جمعۃ الدوسری کا حوالہ

شیخ جبر بن صالح بن جمعہ الدوسری فرماتے ہیں:

ثُمَّ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ وَهِيَ مَعْرُوفَةٌ وَيُضَافُ إِلَيْهَا سَاعَةٌ وَنِصْفُ السَّاعَةِ لِتَحْدِيْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ أَوْ عِنْدَمَا تَكُوْنُ الشَّمْسُ بَعْدَ الْغُرُوْبِ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ دَرَجَةً تَحْتَ الْأُفُقِ .أَلَمْ تُوْضَعْ هٰذِهِ الْأَوْقَاتُ جَمِيْعُهَا فِيْ مُعَادَلَاتٍ فَلَكِيَّةٍ رِيَاضِيَّةٍ وَلَا سِيَّمَا طُلُوْعَ الْفَجْرِ الصَّادِقِ عِنْدَمَا تَكُوْنُ الشَّمْسُ قَبْلَ الشُّرُوْقِ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ دَرَجَةً تَحْتَ الْأُفُقِ (الحساب اولا لاالمراصد والاقمار، مشموله: مقالات حول الحساب الفلكی، ج۲ ص۳)

(http://www.islamtoday.net/bohooth/services/saveart-13-6057.htm)

ترجمہ: پھر مغرب کی نماز (کا وقت) اور وہ معروف ومشہور ہے، جو کہ عشاء کی نماز کی ابتدائی تحدید کے لئے ڈیڑھ گھنٹہ ہے، یا اس وقت ہے جبکہ غروب کے بعد سورج اٹھارہ درجہ زیرِ افق ہو، کیا فلکی ریاضی قوانین میں ان تمام اوقات کی تعیین نہیں کردی گئی، خاص طور پر صبح صادق کے طلوع کی کہ وہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب سورج طلوع ہونے سے پہلے افق سے 18 درجے نیچے ہوتا ہے (الحساب)

شیخ موصوف کا تعلق سعودی عرب سے ہے، اور موصوف فلکیات کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ [1]

## (31)......ڈاکٹر حسین کمالُ الدین کا حوالہ

مشہور مہندس، فلکی اور جغرافیہ دان ڈاکٹر حسین کمالُ الدین صاحب (المتوفیٰ 1407ھ) ''عضو مکتب الإرشاد والهيئة التأسيسية لجماعة الإخوان المسلمين'' اپنے مضمون ''تعيين مواقيت الصلاة في أي زمان ومكان على سطح الأرض'' میں لکھتے ہیں:

''اور تحقیق وتتبع سے یہ بات پائی گئی ہے کہ شفق اور فجر کا وقت مکانِ واحد میں تقریباً مساوی ہوتا ہے، اور یہ دونوں (یعنی شفق اور فجر) اُفق کے نیچے سورج کی حرکت کے ساتھ باہم مرتبط ہوتے ہیں، اور سورج کی روشنی دھوپ کے بغیر ہوتی ہے، اور زمین کی فضا اور ہوا میں اس کی انتہاء اور ابتداء اس وقت ہوتی ہے،

---

[1] الأستاذ جبر بن صالح بن جمعة الدوسری (2008 -1938) كان فلكياًسعودياًولد فی مدينة الخبر وفيها نشأ ودرس. حصل على بكالوريوس علوم إدارة الأعمال بدرجة امتياز فائق من جامعة ينغستاون بولاية أوهايو ومن جامعة واشنطن بمدينة سياتل حصل على الماجستير بامتياز فی إدارة الأعمال. حاز على جائزة أحسن طالب فی المحاسبة آنذاک وجائزة أحسن طالب مبتعث طيلة أعوام دراسته.دون اسمه فی سجل الطلبة المتميزين فی الجامعات الأمريكية واختير لعضوية العديد من جمعيات الشرف بأمريكا. أجاد اللغة الفارسية على المستوى الأدبی إلى جانب اللغة الإنجليزية, كما أجاد اللغتين الأندونسية والفلبينية, وله أشعار كثيرة متنوعة الأغراض باللغة العربية وباللغة الإنجليزية, وكانت له اهتمامات بعلم المقامات العربية وعلم النغمات وعازف محترف على آلة الكمان والعود. أحب الفلک منذ سن مبكرة, وعشق القمر, وكان لوالدته الفضل الأكبر فی ترسيخ هذه الهواية لديه.

درس بصورة مركزة وموسعة علم الفلک على مدى سنوات عديدة واهتم بصورة خاصه بالجانب الرياضی والتحليلی. كان عضواً فی عدد من الجمعيات الفلكية المرموقة فی أمريكا وكندا.

نشرت له الصحف السعودية والعربية على مدى الأعوام الماضية الكثير من المقالات والأخبار الفلكية والمقابلات وتناقلتها أجهزة الإعلام المحلية والعربية والعالمية.

توفی فی عام 2008م بنوبة قلبية، بعد معاناة طويلة مع المرض امتدت ثلاث سنوات.

(https://ar.wikipedia.org/wiki/جبر_بن_صالح_الدوسری)

جب سورج اُفق کے نیچے 18 درجے پہنچ جاتا ہے، جیسا کہ شکل نمبر 1 میں ظاہر کیا گیا ہے، اور سورج کی روشنی زمین کی سطح کی طرف (بجانبِ مشرق) اس وقت متوجہ ہوتی ہے، جب فجرِ صادق کے ظہور کی ابتدا ہوتی ہے، جو کہ سورج کے 18 درجے زیرِ افق کا وقت ہے، اور اسی طریقہ سے اس کے برعکس سورج کی روشنی زمین کی سطح سے (بجانبِ مغرب) اس وقت ختم ہوتی ہے، جب شفق کی انتہاء ہوتی ہے، جو کہ سورج کے 18 درجے زیرِ افق کا وقت ہے، پس افقِ شرقی میں سورج کے 18 درجے کی مقدار میں نیچے رہ جانے پر فجر کے وقت کی ابتداء ہوجاتی ہے، اور افقِ غربی میں سورج کے 18 درجے کی مقدار میں نیچے ہوجانے پر شفقِ ابیض کی انتہاء ہوجاتی ہے (جو کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عشاء کے وقت کی ابتداء ہے) پس اس بناء پر فجر اور عشاء کے اوقات کا ربط ممکن ہے۔

خلاصہ یہ کہ فجر کی ابتداء سورج کے اُفقِ شرقی کے 18 درجے نیچے رہ جانے پر ہوتی ہے"۔ [1]

---

[1] ولقد وجد بالاستقراء أن وقت الشفق ووقت الفجر يتساويان فى المكان الواحد تقريبا ، وأنهما يرتبطان بحركة الشمس تحت الأفق ، وأن ضوء الشمس الغير مباشر والمنعكس على الغلاف الهوائى الأرضى ينتهى أو يبدأ عندما تصل درجة ميل الشمس تحت الأفق 18 كما هو مبين بالشكل رقم ( 1 ) ، ويظهر من الشكل أن الشعاع الضوئى عندما يقابل الغلاف الجوى الأرضى بزاوية أكبر من هـ ، وهى الزاوية الحرجة فإنه يسير إلى الفضاء الخارجى ولا يصل إلى سطح الأرض ويستمر هكذا حتى تصل هذه الزاوية إلى المقدار هـ 18 =، عند ذلك ينعكس الشعاع الشمسى على الطبقة الهوائية ويتجه إلى سطح الأرض حيث يبدأ ظهور الفجر الصادق ، ومثل ذلك يحدث عند انتهاء وقت الشفق ، أى أنه من الممكن اعتبار وجود الشمس تحت الأفق الشرقى بمقدار 18 بداية لوقت الفجر ، كما يمكن كذلك اعتبار وجود الشمس تحت الأفق الغربى بمقدار 18هو نهاية وقت الشفق الأبيض ، وعلى ذلك يمكن الربط بين وقتى الفجر والعشاء وبين حركة الشمس الظاهرية ، أى أن مواقيت الصلاة بالنسبة إلى دوران الشمس حول الأرض تكون كالآتى : بداية الفجر =وجود الشمس تحت الأفق الشرقى بمقدار . 18 (مجلة البحوث الاسلاميه،المجلد الاول ، العدد الثالث ،دخنة اسكوائر ،رياض، سعودى عربيه ، المطابق الاهلية للاوفست ، شارع عمر بن خطاب ،رياض ١٣٩٨، صفحة ١٠٩ الىٰ ١١٣)

موصوف اپنے اسی مضمون میں آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

**عَلِمْنَا اَنَّ بِدَايَةَ وَقْتِ الْفَجْرِ ، وَهُوَ صَلَاةُ الصُّبْحِ ، يَبْدَأُ عِنْدَ مَاتَكُوْنُ الشَّـمْسُ تَحْتَ الْاُفُقِ الشَّرْقِيِّ بِمِقْدَارِ 18، وَاَنَّ وَقْتَ الْعِشَاءِ عِنْدَ مَـاتَـصِيْـرُ الشَّـمْسُ تَحْتَ الْاُفُقِ الْغَرْبِيِّ بِمِقْدَارِ 18 كَذَالِكَ** (مجلة البحوث الاسلاميه) [1]

ترجمہ: ہم یہ بات جان چکے ہیں کہ فجر کے وقت کی ابتداء جس سے مراد صبح کی نماز کا وقت ہے، اُس وقت ہوتی ہے جبکہ سورج مشرقی اُفق میں اٹھارہ درجات کی مقدار نیچے ہوتا ہے، اور اسی طرح عشاء کے وقت کی ابتداء بھی اُس وقت ہوتی ہے، جبکہ سورج مغربی اُفق میں اٹھارہ درجات کی مقدار نیچے ہوتا ہے (مجلۃ البحوث)

دکتور حسین کمال الدین صاحب فلکیات اور علمِ ہندسہ کے انتہائی ماہر اصحابِ علم میں شمار ہوتے ہیں، اور اس سلسلہ میں عالمی سطح پر ان کی خدمات بڑی وسیع ہیں، اور ان کا درجِ بالا مضمون اہلِ علم کے لیے افادیت کا حامل ہے۔ [2]

---

[1] المجلد الاول ، العدد الثالث ،دخنة اسكوائر ،رياض، سعودی عربيه ، المطابق الاهلية للاوفست ، شارع عمر بن خطاب ،رياض ١٣٩٨ ، صفحة ٣٢٢.

[2] الدكتور حسين كمال الدين.

البيانات الخاصة:الاسم :حسين كمال الدين أحمد إبراهيم.

المولد :القاهرة 1913م.الديانة :مسلم.

الجنسية :مصرى.

البيانات العلمية:

أولا :المؤهلات:

1۔ بكالوريوس فى الهندسة المدنية مع مرتبة الشرف من جامعة القاهرة عام 1938م.

2۔ ماجستير فى المساحة التصويرية عام 1943م.

3۔ دكتوراه فى المساحة التصويرية عام 1950م.

ثانيا :الخبرة فى التدريس:

1۔ معيد بكلية الهندسة بجامعة القاهرة من 1944 - 1938م.

2۔ مدرس بكلية الهندسة بجامعة القاهرة من 1953 - 1944م.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

## (32)......مجموع الفتاویٰ الشرعیۃ کا حوالہ

مجموعُ الفتاویٰ الشرعیۃ میں لجنۃ کا ایک فتویٰ درجِ ذیل ہے:

**طُلُوْعُ الْفَجْرِ الصَّادِقِ يَتَحَقَّقُ عِنْدَ مَا يَصِلُ قُرْصُ الشَّمْسِ تَحْتَ الْأُفُقِ الشَّرْقِيّ بِقَدْرِ ١٨ دَرَجَةً وَهُوَ الْمُعَبَّرُ عَنْهُ بِالشَّفَقِ الْفَلْكِيّ وَهُوَ الْمُسْتَعْمَلُ فِيْ دُخُوْلِ وَقْتِ الْفَجْرِ فِيْ دَوْلَةِ الْكُوَيْتِ، اَمَّا الشَّفَقَانِ الْآخَرَانِ: اَلْمَلَاحِيُّ بِدَرَجَةِ ١٢ فَهُوَ يَأْتِيْ فِي الْإِسْفَارِ، وَالْمَدَنِيُّ بِدَرَجَةِ ٦ يَأْتِيْ فِي الْإِصْبَاحِ الْمَدَنِيّ، وَلَا اَثَرَ لَهُمَا فِيْمَا**

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

3۔أستاذ مساعد بكلية الهندسة بجامعة القاهرة من 1961 - 1953م.

4۔أستاذ كرسى المساحة والجيوديسية بجامعة أسيوط 1971 - 1961م.

٥۔أستاذ المساحة بكلية الهندسة بجامعة الرياض 1975 - 1971م (عقد شخصى.)

6۔أستاذ بكلية الهندسة بجامعة بغداد -عن طريق الإعارة 1946 - 1944م.

7۔أستاذ منتدب بالمعهد العالى للمساحة بالقاهرة -وجامعة الزهر -وجامعة القاهرة.

ثالثا :المواد المساحية التى قام بتدريسها:

1۔ المساحة المستوية . 2۔ المساحة الطبوغرافية . 3۔ المساحة الجيوديسية . 4۔ مساحة المناجم . 5۔ المساحة التصويرية . 6۔ الجيولوجيا التصويرية . 7۔ نظرية الأخطاء . 8۔ الفلك الكروى رابعا :الأعمال الإدارية:

1۔رئيس قسم الهندسة المدنية بجامعة أسيوط كلية الهندسة عام 1969 - 1963م.

2۔وكيل كلية الهندسة بجامعة أسيوط عام 1968 - 1964م.

3۔رئيس قسم الهندسة المدنية بكلية الهندسة بجامعة الرياض عام 1973 - 1971م.

خامسا :اللجان العلمية:

1۔عضو لجنة المساحة التصويرية المصرية ممثلا للجامعات المصرية.

2۔عضو لجنة إنشاء كلية الهندسة بالجامعة الأزهرية، ووضع المناهج الخاصة بها عام 1961م.

3۔ عضو لجنة إنشاء المعهد العالى للمساحة بمصر، ورعاية المناهج الخاصة به 1971 - 1963 م.

4۔ عضو لجنة الترقيات العلمية لدرجة الأستاذية بالجامعات المصرية(مجلة البحوث الاسلامية، ج٢ص ٣٣٥، ٣٣٦)

**يَتَعَلَّقُ بِصَلَاةِ الصُّبحِ، وَإِذَا عَلِمْنَا بِأَنَّ بَعْضَ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ يَرَوْنَ أَنَّ دَرَجَةَ الشَّفَقِ نَحوَ ١٩ فَالْاَحْوَطُ اَنْ لَّايُؤَخَّرَ وَقْتُ الْفَجْرِ اِلٰى اَدْنٰى مِنْ ١٨ دَرَجَةً، وَاَهَمِيَّةُ ذَالِكَ تَمَكُّنُ بِتَعَلُّقِهٖ بِمَوْعَدِ الْاِمْسَاكِ فِي الصَّوْمِ ،وَاللّٰهُ اَعْلَمُ** (مجموعة الفتاویٰ الشرعية،الصادرة عن قطاع الافتاء والبحوث الشرعية،مشمولة:فتاوى قطاع الإفتاء بالكويت،اوقات صلاة الفجر، ١/١١٩/٨٠"٥٩"إجابة السيد الدكتور صالح العجيرى)

ترجمہ:فجرِ صادق کا طلوع اس وقت ہوتا ہے کہ جب سورج کی ٹکیہ مشرقی افق کے 18 درجے نیچے پہنچ جاتی ہے،اور اس کو شفقِ فلکی سے تعبیر کیا جاتا ہے،اور مملکتِ کویت میں فجر کا وقت داخل ہونے کے لیے اسی شفقِ فلکی کا استعمال کیا جاتا ہے (جو کہ 18 درجے زیرِ افق ہوتی ہے) جہاں تک دوسری دو شفقوں کا تعلق ہے، ایک شفقِ ملاحی جو 12 درجے پر ہوتی ہے،تو یہ اسفار میں آتی ہے،اور دوسری شفقِ مدنی جو 6 درجے پر ہوتی ہے،یہ صبح مدنی میں آتی ہے،اور ان دونوں کا صبح کی نماز کے متعلق احکام کے ساتھ کوئی اثر نہیں ہے،اور جب ہمیں یہ بات معلوم ہے کہ بعض علمائے مسلمین کا خیال یہ ہے کہ، شفقِ فلکی 19 درجے زیرِ افق ہوتی ہے،تو زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ فجر کے وقت کو 18 درجے سے کم تک مؤخر نہ کیا جائے،اور اس کی اہمیت روزے میں کھانے پینے سے رکنے کے حکم کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ وابستہ ہے (مجموعۃ الفتاویٰ الشرعیۃ)

لجنۃ کے اس فتوے سے معلوم ہوا کہ صبح صادق اٹھارہ درجہ زیرِ اُفق پر ہوتی ہے۔

## (33)......رابطہ عالمِ اسلامی کی مجمع الفقہ الاسلامی کی قرارداد کا حوالہ

رابطہ عالمِ اسلامی کی مجمع الفقہ الاسلامی نے سن 1406ھ میں 18 درجے زیرِ اُفق کے مطابق

ایک قرارداد منظور کی، جس کا مضمون درجِ ذیل ہے:

**أَمَّا بَعْدُ :فَإِنَّ مَجْلِسَ الْمَجْمَعِ الْفِقْهِيِّ الْإِسْلَامِيِّ فِيْ دَوْرَتِهِ التَّاسِعَةِ الْمُنْعَقِدَةِ بِمَبْنٰى رَابِطَةِ الْعَالَمِ الْإِسْلَامِيِّ فِيْ مَكَّةَ الْمُكَرَّمَةِ فِي الْفَتْرَةِ مِنْ يَّوْمِ السَّبْتِ ١٢ رَجَبَ ١٤٠٦هـ إِلٰى يَوْمِ السَّبْتِ ١٩ رَجَبَ ١٤٠٦ هـ قَدْ نَظَرَ فِيْ مَوْضُوْعِ "أَوْقَاتِ الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ لِسُكَّانِ الْمَنَاطِقِ ذَاتِ الدَّرَجَاتِ الْعَالِيَّةِ."**

**وَمُرَاعَاةً لِرُوْحِ الشَّرِيْعَةِ الْمَبْنِيَّةِ عَلَى التَّيْسِيْرِ وَرَفْعِ الْحَرَجِ وَبِنَاءً عَلٰى مَا أَفَادَتْ بِهِ لُجْنَةُ الْخُبَرَاءِ الْفَلَكِيِّيْنَ، قَرَّرَ الْمَجْلِسُ فِيْ هٰذَا الْمَوْضُوْعِ مَا يَلِيْ:**

**أَوَّلًا .دَفْعًا لِلِاضْطِرَابَاتِ النَّاتِجَةِ عَنْ تَعَدُّدِ طُرُقِ الْحِسَابِ، يُحَدَّدُ لِكُلِّ وَقْتٍ مِّنْ أَوْقَاتِ الصَّلَاةِ اَلْعَلَامَاتُ الْفَلْكِيَّةُ الَّتِيْ تَتَّفِقُ مَعَ مَا أَشَارَتِ الشَّرِيْعَةُ إِلَيْهِ، وَمَعَ مَا أَوْضَحَهُ عُلَمَاءُ الْمِيْقَاتِ الشَّرْعِيِّ فِيْ تَحْوِيْلِ هٰذِهِ الْعَلَامَاتِ إِلٰى حِسَابَاتٍ فَلْكِيَّةٍ مُتَّصِلَةٍ بِمَوْقَعِ الشَّمْسِ فَوْقَ الْأُفُقِ أَوْ تَحْتَهُ، كَمَا يَلِيْ:**

**(1) اَلْفَجْرُ :وَيُوَافِقُ بُزُوْغُ أَوَّلِ خَيْطٍ مِّنَ النُّوْرِ الْأَبْيَضِ وَانْتِشَارِهٖ عَرْضًا فِي الْأُفُقِ "اَلْفَجْرُ الصَّادِقُ "وَيُوَافِقُ الزَّاوِيَةَ١٨ تَحْتَ الْأُفُقِ الشَّرْقِيِّ** (قرارات المجمع الفقهی الإسلامی بمكة المكرمة) [1]

ترجمہ: اما بعد! مجمع الفقہ الاسلامی کی مجلس نے اپنے نویں سیمینار میں جو رابطہ عالمِ اسلامی کی طرف سے مکہ مکرمہ میں مورخہ 12 / رجب 1406ھ بروز ہفتہ سے

---

[1] صفحہ ۲۰۰، الطبعة الثانية، مطبوعة: رابطة العالم الاسلامی، مكة المكرمة، الخلاصة فی فقه الأقليات، ج۳ص۴۵، الباب الثالث صناعة الفتوىٰ وفقه الاقليات، جمع وإعداد: الباحث فی القرآن والسنة، علی بن نايف الشحود.

19/ رجب 1406ھ بروز ہفتہ تک جاری رہا، جس میں اونچے درجات کے علاقوں میں رہنے والوں کے نماز روزے کے اوقات کے موضوع پر غور فکر کیا گیا۔ شریعت کی آسانی پر مبنی روح کی رعایت اور رفعِ حرج کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور ماہرینِ فلکیات کی جماعت سے استفادہ کرتے ہوئے مجلس نے اس موضوع پر درجِ ذیل قرارداد منظور کی۔

حساب کے مختلف طریقوں کے نتائج سے پیدا ہونے والے اضطرابات کو دور کرنے کے لئے نمازوں کے اوقات میں سے ہر وقت کی تحدید متفقہ فلکی علامات کے ذریعہ سے کردی جائے، جن کی طرف شریعت نے بھی اشارہ کیا ہے، اور شرعی اوقات کے ماہر علماء نے فلکی حسابات میں جن علامات کو واضح کیا ہے، جو کہ سورج کے افق کے اوپر یا نیچے کسی خاص مقام پر متصل ہونے کے بارے میں ہیں، اور وہ یہ ہیں:

فجر جو سفید روشنی کے خطِ اول کے ظاہر ہونے اور اس کے افق پر عرضاً منتشر ہونے کے ساتھ متعلق ہے، جس کو فجرِ صادق کہا جاتا ہے، اس وقت سورج کا زاویہ مشرقی افق میں 18 درجے نیچے ہوتا ہے (قرارات مجمع الفقہ الاسلامی)

## (34)......المعاییر الفلکیة لجمعیة الفلک بالقطیف، کا حوالہ

المعاییر الفلکیة لجمعیة الفلک بالقطیف ( Qatif Astronomy Society ) کی طرف سے نماز کے اوقات سے متعلق جو معیارات مقرر کیے گئے، ان میں فجر کی نماز سے متعلق یہ تحریر کیا گیا کہ:

" صلاة الفجر :ویدخل وقتها عند حدوث الفجر الصادق من جهة الشرق .ویحدث ذلک عندما تکون زاویة الشمس 18 درجة تحت الأفق"

ترجمہ: فجر کی نماز کا وقت مشرق کی طرف سے فجرِ صادق کے طلوع کے وقت داخل ہوتا ہے، اور یہ اس وقت شروع ہوتا ہے، جبکہ سورج کا زاویہ افق سے 18 درجے نیچے ہوتا ہے (المعاییر) [1]

## (35)...... حکیم الامت حضرت تھانوی کا حوالہ

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ نے اپنا آخری رسالہ جو اس موضوع پر بنام ''الساعات

---

[1] معايير أوقات الصلوات ومنتصف الليل:قال تعالى :( أقمُ الصلاةَ لدلوكِ الشّمسِ إلى غسقِ الليلِ وقرآنَ الفجرِ إنّ قرآنَ الفجرِ كانَ مشهوداً)فرض الله على المسلمين خمس صلوات تؤدى أداءً في وقت محدد البداية والنهاية .وبعض أوقات هذه الصلوات قد اختلف المسلمون في تحديدها كل حسب اجتهاده .ويمكن تحديد أوقات الصلوات بزاوية الميقات (الشمس) وهي عبارة عن الزاوية بين خط الزوال الأساسي (meridian) والخط السماوي الذي يمر في مركز الشمس .والصلوات الخمس حسب هذه الزاوية هي:

1) صلاة الفجر :ويدخل وقتها عند حدوث الفجر الصادق من جهة الشرق .ويحدث ذلك عندما تكون زاوية الشمس 18درجة تحت الأفق (ـ 108)

2) شروق الشمس :عندما تبدأ الحافة العلوية للشمس بالشروق .وإذا أخذنا انكسار الضوء بعين الاعتبار فإن ذلك يحدث ذلك عندما تكون زاوية مركز الشمس (90.8-درجة)

3) صلاة الظهريين (الظهر والعصر) :ويدخل وقتها عند وصول مركز الشمس لخط الزوال السماوي أي عندما تكون زاوية الشمس تساوي صفر.

4) صلاة العصر :حسب تقويم أم القرى على رأي المذهب الحنبلي.

5) غروب الشمس :عندما تغرب الحافة العلوية للشمس .وإذا أخذنا انكسار الضوء بعين الاعتبار فإن ذلك يحدث ذلك عندما تكون زاوية مركز الشمس(90.8-درجة)

6) صلاة العشاء ين (المغرب والعشاء ) :عندما تميل الحمرة المشرقية عن خط الزوال السماوي ويحدث ذلك عندما تنخفض الشمس عن الأفق الغربي بزاوية 4درجات أي عندما تكون زاوية الشمس ( 94درجة).

7) صلاة العشاء :حسب تقويم أم القرى على رأي المذهب الحنبلي.

8) منتصف الليل :وهو منتصف الفترة بين غروب الشمس وصلاة الفجر .أي عندما تكون زاوية الشمس ( 126 درجة)

ملاحظة:هذه المعايير لا تنطبق بدقة للمناطق التي تقع على دوائر عرض أعلى من (48.5) درجة شمالاً أو أقل من (48.5-) درجة جنوباً وخصوصاً لأوقات صلاة الفجر والعشاء .إن شاء الله نُوفَق قريباً لوضع معيار مناسب لهذه المناطق(المعايير الفلكية لجمعية الفلك بالقطيف)

(http://www.qasweb.org/pages/?p=210)

للطاعات" تحریر فرمایا، اس میں حضرت فرماتے ہیں:

صبح صادق اور طلوعِ شمس میں فرق کم سے کم بماہِ فروری و مارچ وستمبر واکتوبر ایک گھنٹہ 20 منٹ، اور زیادہ سے زیادہ بماہِ جون وشروع جولائی ایک گھنٹہ 37 منٹ ہوتا ہے (بوادر النوادر ص ۴۲۹، سینتالیسواں نادرۃ، وامداد المفتین صفحہ ۳۰۵، کتاب الصلاۃ، فصل فی مواقیت الصلاۃ)

مذکورہ وقت کی مقدار 18 درجہ زیرِ افق پر طلوعِ فجر ماننے کی صورت میں صادق آتی ہے، نہ کہ 15 درجہ زیرِ افق پر۔

## (36)......کفایتُ المفتی اور عمدۃُ الفقہ کا حوالہ

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ کی "کفایتُ المفتی" میں ہے:

سوال: غروبِ آفتاب کے بعد کتنی دیر تک شفق باقی رہتی ہے، یعنی کب غائب ہو کر عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے؟

جواب: یہ وقفہ ہمیشہ یکساں نہیں رہتا، ماہ بماہ یعنی تھوڑے تھوڑے دن میں اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، مگر یہ وقفہ ایک گھنٹہ 38 منٹ سے کبھی زائد نہیں ہوتا، اور ایک گھنٹہ 21 منٹ سے کبھی کم نہیں ہوتا، جون کے مہینے میں وہ سب سے زائد یعنی ایک گھنٹہ 38 منٹ کا ہوتا ہے، اور ستمبر میں سب سے کم یعنی ایک گھنٹہ 21 منٹ کا ہوتا ہے (کفایتُ المفتی، جلد سوم، صفحہ ۲۷، کتاب الصلاۃ، دوسرا باب اوقاتِ نماز، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، طباعت: جولائی 2001ء)

کفایتُ المفتی میں ہی ایک اور مقام پر ہے:

مغرب کا وقت غروبِ آفتاب سے ایک گھنٹہ 20 منٹ سے ایک گھنٹہ 35 منٹ تک مختلف موسموں کے لحاظ سے رہتا ہے، ایک گھنٹہ 20 منٹ سے کم نہیں

ہے، اور ایک گھنٹہ 35 منٹ سے زیادہ نہیں ہے (کفایت المفتی، جلد سوم، صفحہ ۲۸، کتاب الصلاۃ، دوسرا باب اوقاتِ نماز، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، طباعت: جولائی 2001ء)

عمدۃُ الفقہ میں مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی طلوعِ صبح صادق سے طلوعِ آفتاب تک کا درمیانی وقفہ مذکورہ تفصیل کے مطابق بیان کیا ہے (ملاحظہ ہو: عمدۃُ الفقہ، حصہ دوم، صفحہ ۲۶، کتاب الصلاۃ)

مذکورہ اوقات بھی 18 درجہ زیرِ افق پر طلوعِ فجر قرار دینے پر صادق آتے ہیں، اور یہ قاعدہ مسلم ہے کہ ہر دن کے طلوعِ فجر و طلوعِ شمس اور غروبِ شمس اور غروبِ شفقِ ابیض کا وقفہ برابر ہوا کرتا ہے۔

رہا ایک دو منٹ کا فرق، تو وہ مختلف جنتریوں میں احتیاط کے شامل ہونے نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے، اس کو درجات کے فرق پر محمول نہیں کرنا چاہیے۔

## (37)......فتاویٰ دارُ العلوم دیوبند کا حوالہ

فتاویٰ دارُ العلوم دیوبند میں ہے:

شفقِ ابیض، غروبِ آفتاب سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد غائب ہوتا ہے، اور اس میں صیفاً وشتاءً چند منٹ کا تفاوت ہوتا ہے، چنانچہ جنتری طلوع وغروب آفتاب سے جس میں وقتِ عصر ووقتِ عشاء حسبِ مذہبِ امام اعظم رحمہ اللہ درج ہے، واضح ہوتا ہے کہ یکم اگست 1921ء کو غروبِ آفتاب 7 بجکر 17 منٹ پر ہے، اور وقتِ عشاء موافقِ مذہبِ امام اعظم 8 بجکر 47 منٹ ہے، اس سے واضح ہوا کہ تفاوت مابین مغرب وعشاء ایک گھنٹہ 30 منٹ ہے، اور 31 اگست 1921ء کو غروبِ آفتاب 6 بجکر 48 منٹ پر ہے، اور وقتِ عشاء 8 بجکر 13 منٹ پر ہے، اس وقت تفاوت مابین مغرب وعشاء ایک گھنٹہ پچیس منٹ ہے (فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل،

ج۲ص۴۶، کتاب الصلاۃ، الباب الاول فی المواقیت وما یتصل بہا، فصل اول اوقات الصلاۃ، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، طبع اول: مئی 1986ء)

مذکورہ وقفہ بھی 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق صحیح بنتا ہے۔

## (38)......امدادُ الاحکام کا حوالہ

امدادُ الاحکام میں ہے:

**اور طلوعین (یعنی طلوعِ صبح صادق وطلوعِ آفتاب، ناقل) میں کم از کم فاصلہ ایک گھنٹہ 20 منٹ ہوتا ہے، اور زائد سے زائد ایک گھنٹہ 35 منٹ (فتویٰ محررہ ۱۸/شوال ۱۳۵۱ھ)**

(امداد الاحکام ج۱ص۴۱۱، کتاب الصلاۃ، فصل فی المواقیت) [1]

یہ فاصلہ جب اٹھارہ درجہ کے مطابق کمپیوٹرائزڈ نقشے میں ملا کر دیکھا گیا تو اس کے مطابق صحیح پایا گیا، چنانچہ سال کا سب سے چھوٹا دن 22 / دسمبر اور سال کا سب سے بڑا دن 21 / جون شمار کیا جاتا ہے، اس کے حساب سے اٹھارہ درجے کے مطابق تیار شُدہ نقشوں میں یہ تفاوت اور فاصلہ درست بنتا ہے۔

اور پندرہ درجہ یا کسی اور کے مطابق یہ فاصلہ درست نہیں بنتا۔ [2]

---

[1] ملحوظ رہے کہ امداد الاحکام حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے دو معتمدِ خاص اور ذی وقار جید مفتی اور فقیہ حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی اور حضرت مفتی عبد الکریم گمتھلوی صاحب رحمہما اللہ کے فتاویٰ پر مشتمل ہے، جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی زیرِ نگرانی فتویٰ کی خدمت سرانجام دیا کرتے تھے۔

[2] چنانچہ قصبہ تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر، یو-پی، انڈیا) جس کا عرض البلد 29.35، اور طول البلد 77.24 ہے، اس کے 22 دسمبر کا 18 ڈگری کے مطابق کمپیوٹرائزڈ نقشہ درجِ ذیل ہے۔

| Isha | S.Set | Asr | Asr shafi | Zawal | S.R | Fajr | Date |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| 6:51pm | 5:27pm | 3:49pm | 3:08pm | 12:19pm | 7:11am | 5:47am | 22 |

اور تھانہ بھون کے 21 جون کا 18 ڈگری کے مطابق کمپیوٹرائزڈ نقشہ درجِ ذیل ہے۔

| Isha | S.Set | Asr | Asr shafi | Zawal | S.R | Fajr | Date |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| 8:59pm | 7:23pm | 5:14pm | 3:56pm | 12:22pm | 5:21am | 3:45am | 21 |

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اور صاحبِ امداد الاحکام اور مفتی کفایت اللہ صاحب ودیگر مشائخِ دیوبند کے نزدیک بھی صبح صادق وعشائے حنفی اٹھارہ درجہ زیرِ اُفق پر ہوتی ہے۔

## (39)......امدادُ الاحکام اور حضرت تھانوی کا ایک اور حوالہ

امدادُ الاحکام میں ایک سائل نے تفصیلی سوال کیا تھا، جس میں سائل نے یہ تحریر کیا تھا کہ:

مشکل یہ پیش آئی کہ اہلِ ہندسہ نے ابیض واحمر کی تفریق نہیں کی، صرف 18 درجے انعکاسِ سورج رکھے ہیں، میں نے اس سے پہلے بھی چار سال ہوئے کوشش کی تھی، اور اب پھر کوشش کی۔ مجھے خیال یہ آیا کہ اہلِ ہندسہ نے مشاہدات کر کے اُصول بنائے ہیں، میں خود کیوں نہ تجربہ کروں ومشاہدہ کروں اور ٹھیک پتہ لگاؤں۔

چنانچہ ببرکتِ آں قبلہ میں نے مولوی شمشیر علی، ممتاز علی، حافظ بشیر احمد خان صاحبان کو ساتھ لے کر روزانہ غروب سے 8 بجے تک بیٹھنا اور مشاہدہ کرنا شروع کیا، اور نظر سے جو فرق پیدا ہوسکتا تھا، اس کا حساب کیا (اپنا تفصیلی مشاہدہ لکھنے کے بعد سائل اپنے سوال میں لکھتے ہیں)

اور وہ سفیدی جو طول میں مقامِ غروب سے شمالاً وجنوباً پھیلی تھی، دھیرے دھیرے غائب ہوجاتی ہے، اور صرف محراب جو ایک لمبی ستون کی طرح ہوتی ہے، باقی رہ جاتی ہے۔

یہی وہ وقت ہے جس کو ہندسہ والے غروبِ شفق بتاتے ہیں، اور اس کے اختتام پر کُل حضرات نے اپنی اپنی جنتریوں میں غروبِ شفقِ ابیض بتایا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ طولاً از شمال تا جنوب شفق نہ ابیض رہا نہ احمر، مگر یہ محرابی ستون

اس ابیض کے سمٹنے سے ہی تو پیدا ہوتا ہے، اس کو کیوں چھوڑ دیا جائے، یہ اگر شفقِ ابیض کا حصہ نہیں تو کیا ہے؟ الخ (امدادالاحکام ج۱صفحہ۴۱۴، ۴۱۵، کتاب الصلاۃ،فصل فی المواقیت)

اس کا جو جواب حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی مشارکت ومشاورت سے 2/ذی الحجہ 1351ھ کو تحریر فرمایا گیا۔

اس میں لکھا گیا کہ:

غروبِ آفتاب اورغروبِ شفقِ ابیض میں اتنا ہی تفاوت ہوتا ہے، جتنا کہ صبح کاذب اورطلوعِ آفتاب میں ہوتا ہے یعنی اٹھارہ درجے۔ [1]

(چندسطور کے بعد فرماتے ہیں)

بیاضِ مستطیر کے غروب پر شفق کا غروب مانا گیا ہے، اور وہ سفیدی جو بشکلِ ستون اٹھارہ درجے کے بعد آپ نے مشاہدہ کی ہے، نظر انداز کرنے کے قابل ہے، جیسا کہ سب جنتریوں میں کی گئی ہے (فتویٰ محررہ ۲/ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ) (امدادالاحکام ج۱صفحہ۴۱۵، ۴۱۶، کتاب الصلاۃ،فصل فی المواقیت)

**فائدہ: امدادالاحکام کے سوال وجواب کی مندرجہ بالاعبارت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:**

---

[1] امدادالاحکام کی مندرجہ بالاعبارت میں صبح کاذب سے یاتو صادق کی ابتداء مراد ہے اورکاذب کتابت کی غلطی ہے، یا پھر کاذب کی انتہاء ہوکر صادق کی ابتداء مراد ہے، اور اس کے بجائے دوسری مراد درست نہیں بنتی، کیونکہ شروع میں غروبِ آفتاب اورغروبِ شفق ابیض میں فرق کو ذکر کیا گیا ہے، نیز آگے آپ نے فرمایا ہے کہ:

''وہ سفیدی جو بشکلِ ستون اٹھارہ درجہ کے بعدالخ''

اس سے بیاضِ مستطیل مراد ہے، اور 18 درجہ کے بعد یہ وقت عشائے حنفی میں داخل ہے، اور 18 درجہ سے پہلے وقتِ مغرب ہے، اسی طرح اس کے برعکس طلوع سے پہلے بھی اٹھارہ درجے سے پہلے کا وقت عشاء میں داخل ہے، اوراس کے بعد فجر میں داخل ہے (کیونکہ دونوں کے اوقات میں تفاوت مساوی ہوتا ہے، کمامرّ)

علاوہ ازیں امدادالفتاویٰ اورامدادالاحکام کے اس سے پچھلے حوالوں سے بھی یہی معلوم ہورہا ہے کہ غروب کے بعد اٹھارہ درجہ پرعشاء کا اورطلوع سے قبل اٹھارہ درجہ پر فجر کا وقت داخل ہوتا ہے، اور یہ قاعدہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر مسلّم ہے کہ مغرب وفجر کا وقت برابر ہوا کرتا ہے، اورصبح کاذب مراد لینے میں اس قاعدہ سے تعارض لازم آتا ہے، کیونکہ کاذب وصادق کے درمیان تفاوت مختلف زمانوں وعلاقوں میں مختلف ہوتا ہے، کمامر بالتفصیل۔

**(الف)**......مشاہدہ سے پتہ چلا کہ اہلِ ہندسہ نے جو اٹھارہ درجے پر شفق کو مانا ہے، اس سے شفقِ ابیض و بیاضِ معترض مراد ہے۔

**(ب)**......مشاہدہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سب حضرات نے اپنی اپنی جنتریوں میں جو غروبِ شفقِ ابیض بتایا ہے وہ اٹھارہ درجے کے مطابق ہے، اور وہ بالکل درست ہے۔

**(ج)**......مغربِ حنفی اور فجر کا وقت برابر ہوتا ہے، اور غروب سے جتنے درجے سورج کے زیرِ اُفق پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے، اور شفقِ ابیض غروب ہوتا ہے، جو کہ اٹھارہ درجات ہیں۔

اسی طرح طلوع سے اتنے درجے پہلے ہی فجر کا آغاز یعنی صبح صادق ہوتی ہے۔

**(د)**......اٹھارہ درجے کے بعد نظر آنے والی ستون کی شکل کی سفیدی سے کوئی حکم وابستہ نہیں، اور سب جنتریوں میں اس کو نظر انداز کیا گیا ہے، کیونکہ وہ بیاضِ مستطیل ہے۔ [1]

## (40)......مشائخِ ہندوستان کا حوالہ

پیچھے متعدد مشائخِ دیوبند کے حوالہ سے جنتریوں کے اوقات 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق گزر چکے ہیں۔

بعض تحریرات میں 18 درجہ زیرِ افق پر طلوعِ فجر و غروبِ شفق کی تصریح بھی ہے، جس پر اکابرِ دیوبند کی تصدیقات ہیں۔

---

[1] اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صبح صادق سے قبل کاذب کی طرح شفقِ ابیض کے غروب کے بعد بھی مستطیل ذنبِ سرحان نما روشنی نظر آسکتی ہے، اور اس سے پہلے اس سلسلے میں فقہاء و فلکیین کے حوالے جات بھی گزر چکے ہیں۔

مندرجہ بالا کئی روز تک شفقِ ابیض کا 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق غروب کا مشاہدہ، ان لوگوں کے لئے توجہ کا حامل ہے، جو اس درجہ پر شفقِ ابیض کے بجائے بیاضِ مستطیل کے غروب کے قائل ہیں۔

چنانچہ فتاویٰ دارالعلوم زکریا میں ہے:

آج سے تقریباً سو سال پہلے ۱۳۱۴ھ مطابق 1896ء صبح صادق کے بارے میں ایک رسالہ بنام ''**حل الدقائق فی تحقیق الصبح الصادق**'' عالمِ ربانی حضرت مولانا محمد لطف اللہ صاحب، مفتی: ریاست رام پور، نے تالیف فرمایا تھا، جس میں وہ صبح صادق کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''الغرض زمانہ مابین طلوعِ صبح صادق وطلوعِ آفتاب کا برابر ومساوی ہے، زمانہ مابین غروبِ آفتاب وغروبِ شفق کے، ان دونوں وقتوں کے برابر ہونے کی وجہ ظاہر علاوہ وجوہاتِ نقلیہ کے یہ ہے کہ جب آفتاب زمین کے نیچے سے طلوع ہونے کے واسطے چلتا ہے، یہاں تک کہ اس کو افق سے 18 درجہ طے کرنے باقی رہ جاتا ہے، تو اس وقت سے ایک روشنی افق میں عرضاً ظاہر ہوتی ہے، جس کا نام صبحِ صادق ہے، اور یہ روشنی زیادہ ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ آفتاب نکل آتا ہے۔

اسی طرح جب زمین کی طرف بعد غروب کے جاتا ہے، یہاں تک کہ 18 درجہ تک زمین کی طرف پہنچ جاتا ہے، تو وہ سفیدی کہ جو بعد غروبِ آفتاب کے ہوا کرتی ہے، اور اس کا نام شفق ہوتا ہے، غائب ہوجاتی ہے۔

یہ ظاہر بات ہے کہ جب طلوع کے وقت 18 درجہ پر اس نے روشنی دے دی تھی، تو اسی طرح غروب کے وقت 18 درجہ کے بعد اس کی روشنی زائل بھی ہونی چاہیے، اور اس شفق کے غائب ہونے کے بعد نمازِ عشاء کا وقت شروع ہوجاتا ہے، اور اسی پر آج کل عام طور سے تعامل ہے'' (حل الدقائق، ص۳۲)

اسی زمانہ میں منشی محمد علی رئیس میرٹھ نے بھی ایک رسالہ بنام ''صبح صادق'' تالیف فرمایا تھا، اس میں بھی صبح صادق کو 18 درجہ آفتاب کے زیرِ افق ہونے پر لکھا گیا ہے۔

ان دونوں رسالوں کی اکابرِ علمائے دیوبند میں سے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری، صاحبِ ''بذل المجہود'' اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی، نیز حضرت مولانا حافظ احمد بن حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم دیوبند قدس اللہ اسرارہم نے تصدیق فرمائی، اور ان پر تقاریظ لکھیں (فتاویٰ دار العلوم زکریا، جلد دوم، صفحہ ۴۹، کتاب الصلاۃ، اوقاتِ نماز کا بیان، ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی، تاریخِ اشاعت: نومبر 2008ء)

## (41)......حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مظاہرِ حق کا حوالہ

مظاہرِ حق میں ایک جدول تحریر کی گئی ہے جس کے بارے میں مظاہرِ حق میں تحریر ہے کہ:

یہ جدول مرزا خیر اللہ منجم نے بحسبِ افقِ دار الخلافۃ شاہجہاں آباد کے لکھی ہے، اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے پسند کی ہے (مظاہرِ حق جلد ا صفحہ ۱۹۰، کتاب الصلاۃ، باب المواقیت، مطبع: تیج کمار لکھنؤ، پریس نول کشور لکھنؤ)

فائدہ: اس جدول میں سال بھر کے متعلق صبح صادق کے اوقات درج ہیں، اور ایک ہی خانہ میں صبح صادق وطلوعِ آفتاب اور غروب سے غیبوبتِ شفق کے درمیان ہر دن کا وقفہ بھی ساتھ ہی مذکور ہے، جو کہ اٹھارہ درجہ زیرِ افق کے مطابق ہے۔ [1]

جس سے معلوم ہوا کہ برِ صغیر کی عظیم ہستی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ بھی اٹھارہ درجہ زیرِ افق پر ہی صبح صادق ہونے کے قائل اور اسی پر عامل بلکہ اس کے داعی بھی تھے۔ [2]

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: صبح صادق وصبح کاذب، جلدِ اول، صفحہ ۲۳ و ۲۴؛ مطبوعۃ: المخزن پرنٹرز، کراچی؛ مصنفہ: پروفیسر عبد اللطیف صاحب۔

[2] اور احسن الفتاویٰ میں جو ایک جنتری کے بارے میں یہ تحریر فرمایا گیا ہے کہ اس میں مظاہرِ حق کے نقشے کو شیخ عبد الحق کی طرف منسوب کر دیا ہے، حالانکہ یہ کتاب نواب قطب الدین کی ہے، اور اس میں نقشہ منجم خیر اللہ کا ہے (احسن الفتاویٰ، جلد ۲ صفحہ ۱۶۳)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

## (42)......مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی صاحب کا حوالہ

پاکستان کے مشہور و مستند عالمِ دین اور ماہرِ فلکیات زبدۃ المحققین حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی صاحب رحمہ اللہ (المتوفیٰ 1419ھ) فرماتے ہیں:

یومِ شرعی یعنی نہار شرعاً نام ہے فجرِ صادق سے لے کر غروبِ شمس تک کے زمانے کا، یعنی اس کی ابتداء فجرِ صادق سے ہوتی ہے، اور غروبِ شمس پر وہ ختم ہوجاتا ہے، نہار بایں معنیٰ پر متفرع ہے۔

روزہ، صوم یعنی روزے کا وقت ہے، فجرِ صادق سے غروبِ شمس تک، قرآن میں ہے "ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیْلِ"

فجرِ صادق شرقی اُفق کے کنارے کنارے عریض اور پھیلی ہوئی روشنی کا نام ہے۔

اس کی ابتداء میں چونکہ روشنی نہایت مدہم ہوتی ہے، اس لئے اس کے مبدأ کا پتہ لگانا متعدد ایام تک مسلسل تجربہ و مشاہدہ کے بغیر نہایت مشکل ہے۔

فجر کی ابتداء فنِ ھیئت کے اصولوں کے پیشِ نظر اس وقت ہوتی ہے، جبکہ:

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تو اگر کسی نے ایسا کیا ہے، تو وہ اس کی غلطی ہے، لیکن اٹھارہ درجہ زیرِ افق کے مطابق صبح صادق کے نقشے کی تصدیق حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی طرف سے مظاہرِ حق کی عبارت سے ثابت ہے، اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا برِ صغیر میں جو مقام ہے، وہ بالکل واضح ہے۔ ملحوظ رہے کہ مظاہرِ حق جدید، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی میں یہ جدول شامل نہیں، معلوم نہیں کہ اتنی اہم چیز کو موجودہ اشاعت میں بعض حضرات نے کیوں شامل نہیں کیا، جبکہ اصل اور قدیمی طباعت میں یہ جدول موجود و شامل تھی۔ اور قدیمی نسخہ بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے پاس موجود ہے۔

رہا بعض حضرات کا یہ شبہ کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے نماز کے بعض اوقات ملاحظہ فرما کر یا مرتب پر اعتماد کر کے، اس کی پسندیدگی کا اظہار فرمایا ہو، اور صبح صادق کے وقت میں غلطی کی طرف توجہ نہ کی ہو۔

تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنے دور کے انتہائی مقتداء اور اہلِ علم حضرات میں سے تھے، اور آپ خود بھی صبح صادق وغیرہ اوقات کا مشاہدہ فرما سکتے تھے، اور اس زمانہ میں دوسرے عام مسلمان بھی، مگر جب انہوں نے اس پر نکیر نہیں کی اور اس کو بلا نکیر قبول کیا، اور اس پر عمل کیا، تو یہ اس پر تعامل ہوگیا، جو کہ سند کی حیثیت رکھتا ہے، خواہ اس کو تاویل کر کے کچھ بھی نام دیا جائے، اس سے فرق نہیں پڑتا۔

(۱)......آفتاب کا فاصلہ اُفقِ شرقی سے نیچے کی طرف 18 درجے ہو، عند بعض العلماء، اور یہ قول زیادہ محقق ہے۔

(۲)......یا 17 درجے ہو، جیسا کہ بعض ماہرین کی رائے ہے۔

(۳)......یا 19 درجے ہو، جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے۔ [۱]

(۴)......یا 15 درجے ہو، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے (الھیئۃ الکبریٰ مع شرحہا سماء الفکریٰ، الجزء الاول، ص۱۳۲، ناشر: ادارہ تصنیف وادب، جامعہ اشرفیہ، لاہور، طبع ثانی: ۱۴۲۵ھ، مطابق 2004ء)

حضرت مولانا روحانی بازی رحمہ اللہ کی مذکورہ تحقیق انتہائی اہم ہے، جوانہوں نے اس فن میں مہارت اور ایک اختلاف کے قضیہ کے بعد ارشاد فرمائی ہے (جس کی تفصیل آگے آتی ہے) اوران کی تحقیق کے مطابق صبح صادق کے 18 درجہ زیرِ افق ہونے کا قول زیادہ محقق ہے، اگر چہ اس سلسلہ میں اور بھی اقوال ہیں، مگر وہ اس درجہ کے محقق نہیں ہیں، ہم بھی حضرت موصوف رحمہ اللہ کی مذکورہ تحقیق سے اتفاق رکھتے ہیں۔

## (43)......جناب فاضل احمد رضا خان صاحب بریلوی کا حوالہ

جناب فاضل احمد رضا خان صاحب بریلوی نے بھی 18 ڈگری پر صبح صادق کا اپنا بارہا کا مشاہدہ ذکر کیا ہے، اور 18 ڈگری پر کاذب کے ہونے کو غلط قرار دیا ہے۔

چنانچہ وہ اپنے رسالہ ''درء القبح عن درک وقت الصبح'' میں جو 1301ھ میں تحریر کیا، لکھتے ہیں:

صبحِ کاذب شرقاً غرباً مستطیل ہوتی ہے۔ اور صبحِ صادق جنوباً شمالاً مستطیر۔ اور ہم اوپر کہہ آئے کہ مقدار انحطاط جاننے کی طرف کسی بُرھانِ عقلی کو راہ نہیں۔ صرف

---

[۱] اور متعدد قدیم علماء بھی اس کے قائل ہیں، جیسا کہ با حوالہ گزرا۔

مدار رؤیت پر ہے۔ اور رؤیت شاہدِ عدل ہے۔ کہ صبح کاذب کے وقت سترہ یا اٹھارہ یا اُنیس درجے اور صادق کے وقت 15 درجے انحطاط ہونا اور صادق و کاذب میں صرف تین درجے کا تفاوت ہونا سب محض باطل ہے۔ بلکہ 18 درجہ انحطاط پر صُبح صادق ہو جاتی ہے۔ اور اس سے بہت درجے پہلے صبح کاذب کا فقیر نے بچشمِ خود مُشاہدہ کیا۔ کہ محاسبات علمِ ھیئت سے آفتاب ہنوز 33 درجے اُفق سے نیچا تھا۔ اور صبح کاذب خُوب روشن تھی۔ صبح صادق کے لئے سالہا سال سے فقیر کا ذاتی تجربہ ہے کہ اُس کی ابتداء کے وقت ہمیشہ ہر موسم میں آفتاب 18 ہی درجے زیرِ اُفق پایا ہے۔

اور صبح کاذب کے لئے جس سے کوئی حکمِ شرعی متعلق نہ تھا۔ اب تک اہتمام کا موقع نہ ملا۔ ہاں اتنا اپنے مشاہدہ سے یقیناً معلوم ہوا کہ اُس میں، اور صبح صادق میں 15 درجے سے بھی زائد فاصلہ ہے۔ نہ کہ 3 درجہ۔

لا جرم برہان شرح مواہب الرحمٰن پھر شرنبلالیہ علی الدرر پھر ابوالسعود علی الکنز وغیرہا میں ہے:

''اَلْبَیَاضُ لَا یَذْھَبُ اِلَّا قَرِیْباً مِّنْ ثُلُثِ اللَّیْلِ '' یہ وہی سپیدی مُستطیل ہے جسے وہ اپنے ملک میں ہمیشہ تہائی رات کے قریب تک رہتی فرماتے ہیں کَمَا دَلَّ عَلَیْہِ الْحصْرُ ۔ اور ظاہر ہے کہ اُن بلاد میں رات ۱۴ گھنٹے اور اس سے بھی کُچھ زائد تک پہنچتی ہے جس کی تہائی تقریباً پونے پانچ گھنٹے۔ اور بحکم مقابلہ قطعاً معلوم ہے کہ اِدھر جتنے حصۂ شب تک یہ سپیدی رہے گی۔ اُدھر اُتنا ہی حصہ شب کا باقی رہے۔ طلوع کر آئے گی۔ تو اس بیان پر لیالیِ شتاء میں صبح کاذب کی مقدار وہاں پونے پانچ گھنٹے ہوئی۔ اور معلوم ہے کہ وہاں صبح صادق کی مقدار پونے دو گھنٹے سے زائد نہیں تو صبح صادق و کاذب میں تین گھنٹے تک کا فاصلہ ثابت ہوا۔ نہ کہ

صرف تین ہی درجے۔ مگر امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا:

**رُوِیَ عَنِ الْخَلِیْلِ اَنَّہٗ قَالَ رَاَعَیْتُ الْبَیَاضَ بِمَکَّۃَ شَرَّفَھَا اللّٰہُ تَعَالٰی لَیْلَۃً فَمَا ذَھَبَ اِلَّا بَعْدَ نِصْفِ اللَّیْلِ۔**

ظاہر ہے کہ مکہ معظّمہ میں وہ سپیدی کہ آدھی رات تک رہی۔ اگر ہوسکتی ہے تو یہی سرطان کی بیاض دراز۔ اور مکہ معظّمہ میں اس کی صبح وشفق مستطیر ڈیڑھ گھنٹہ بھی نہیں تو خلیل بن احمد عروضی کی رؤیت وروایت اگر صحیح ہے۔ تو اُس دن دونوں صبح میں تقریباً پانچ گھنٹے کا فاصلہ ہوگا۔ یہ بہت بعید ضرور ہے۔ مگر اُس قدر میں شک نہیں۔ کہ تین درجے کا قول فاسد ومہجور ہے۔ اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ بُرہان کے اس بیان یا خلیل کی اس روایت دربارۂ وقتِ مغرب مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذریعہ تضعیف جاننا **کَمَا وَقَعَ عَنِ الطَّرَابَلَسِیُ فِی الْبُرْھَانِ فَعَدَلَ عَنْ اِتِّبَاعَ الْحَقِّ اِبْنُ الْھَمَامِ مَعَ شِدَّۃِ تَاسِیُسِہٖ بِہٖ** محض خطاء ہے۔ امام کے نزدیک وقتِ مغرب شفقِ ابیض مُستطیر تک ہے جو فجرِ صادق کی نظیر ہے۔ وہ کبھی ان بلاد میں تہائی کیا چوتھائی رات تک بھی نہیں رہتی۔ اور یہ جو اس قدر دیرپا ہے۔ بیاض دراز نظیرِ صُبح کاذب ہے۔ کہ اوسی کی طرح احکامِ شرعیّہ سے یکسر ساقِط والی **بعض ھذا او نحو منہ او مأ الغبیین** (درء القبح عن درک وقت الصبح صفحہ ۸تا۱۰، تاریخِ اشاعت ۱۳۲۶ھ، گلزار عالم پریس، لاہور، ناشر: نوری کتب خانہ بازار، داتا گنج بخش، لاہور)

## (44،45)......مولانا سید علی الزینبی اور مولانا محمد عبدالواسع کا حوالہ

حضرت مولانا سید علی الزینبی الامروہوی رحمہ اللہ (سابق معلم ندوۃ العلماء، وجامعہ لکھنؤ، وناظم مدرسہ عالیہ فرقانیہ، لکھنؤ) فرماتے ہیں:

**واعلم ان الھیئۃ قدیما وحدیثا قد صرحوا واتفقوا علی ان الصبح**

**الصادق يطلع حين كون الشمس على بعد ثماني درجة من الافق تحته وكذا الشفق يغيب بعد انحطاط الشمس بهذا المقدار من الافق وقد استشهدوا فيه بالتجربة الصحيحة ، فاذا اردنا استخراج وقت الصبح الصادق او العشاء عند ابى حنيفة رحمه الله فعلينا ان نفرض بعد الشمس فى هذا الوقت مائة وثماني درجة تسعين من سمت الرأس الى الافق وثمان عشرة درجة تحت الافق ونضيف اليه درجة للكسور المذكورة قبل فصارت مائة وتسع درجات** (كتاب تخريج الاوقات للصيام والصلاة، صفحه نمبر ۵، مطبوعة:سرفراز قومى پريس، لكهنؤ، انڈيا)

ترجمہ: یہ بات جان لیجئے کہ قدیم اور جدید اہلِ ھیئت نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے، اور اس بات پر ان کا اتفاق ہے کہ صبح صادق اس وقت طلوع ہوتی ہے، جبکہ سورج افق سے نیچے 18 درجے کی دُوری پر ہوتا ہے، اور اسی طریقہ سے شفق اتنی مقدار کے سورج کے افق سے نیچے چلے جانے کی دوری پر غائب ہوتی ہے، اور اہلِ ھیئت نے صحیح تجربہ کے ذریعہ سے اس کا مشاہدہ کیا ہے، پس جب ہم صبح صادق یا امام ابوحنیفہ کے نزدیک عشاء کے وقت کی تخریج کرنا چاہیں، تو ہم پر یہ ضروری ہوگا کہ ہم اس وقت میں سورج کی دوری کو اس وقت میں ایک سو آٹھ درجات کی دوری پر فرض کریں، 90 درجات سمت الرأس سے افق تک، اور 18 درجے افق سے نیچے، اور اس سے قبل اس کی طرف ایک درجہ کا مذکورہ کسور کے لئے اضافہ کریں، تو یہ کل ایک سو نو (109) درجات ہوجاتے ہیں (ترجمہ ختم)

مولانا محمد عبدالواسع پروفیسر دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکّن (انڈیا) نے تحریر فرمایا:

صبح کی ابتداء اور شفق کی انتہاء اس وقت ہوتی ہے، جب آفتاب افق سے عموداً

18 درجہ نیچے ہوتا ہے(معیار الاوقات للصیام و الصلوات:صفحہ 15)

ان عبارات سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوا کہ 18 درجہ پر صبح صادق کے طلوع اور شفقِ ابیض کے غروب ہونے پر قدیم وجدید اہلِ ھیئت کا اتفاق ہے، اور ان کی یہ تحقیق صحیح مشاہدات کے نتیجہ میں صحیح تجربہ پر مبنی ہے۔

## (46)......حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کا حوالہ

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدہٗ ایک تفصیلی سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

> ہندو پاکستان اور بنگلہ دیش میں تقسیمِ ھند سے بہت پہلے سے لےکر اب تک جن نقشوں پر عمل چلا آ رہا ہے، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اٹھارہ درجے زیرِ اُفق کے مطابق ہیں (نوادرُ الفقہ، جلد۲، صفحہ ۹۰، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم، کراچی)

اور مفتی صاحب موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں:

> تقسیمِ ہند اور قیامِ پاکستان سے پہلے متحدہ ہندوستان میں جو نقشے، اوقاتِ صلوٰۃ اور سحر وافطار کے رائج تھے، بالاتفاق انہی پر پورے برصغیر میں عمل کیا جارہا تھا، اور پاکستان بننے کے بعد بھی اب تک انہی پر تمام اکابر علماء کا عمل اور فتویٰ جاری ہے (اور چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) دار العلوم کراچی میں بھی ہمارا عمل اور فتویٰ اسی پر ہے، اور جب ان نقشوں کو فلکیات اور ریاضی کے اُصولوں پر جانچا گیا تو یہ صورت سامنے آئی کہ ان نقشوں میں جو وقت شفقِ ابیض کے غروب ہونے کا اور صبح صادق کے طلوع ہونے کا دیا گیا ہے، اس وقت آفتاب اٹھارہ درجے زیرِ افق ہوتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ برصغیر کے تمام علماءِ محققین اٹھارہ درجے زیرِ افق کے حساب سے بنائے گئے نقشوں کے مطابق عمل کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا حسابی اعتبار سے اس کو اصول کے درجے میں تسلیم کیا جاسکتا ہے (نوادرُ الفقہ، جلد۱، صفحہ ۲۲۰)

نوادرالفقہ کی مکمل عبارت آگے ''صبح صادق کے متعلق چند اکابر کے ایک اختلاف کی حقیقت'' کے ذیل میں آرہی ہے۔

(اور آگے ضمیمہ میں آتا ہے کہ دنیا بھر کے اسلامی ممالک میں قدیم ادوار کی جنتریوں میں 18 درجہ زیرِ افق سے کم پر صبح صادق کو نہیں مانا گیا)

## (47)......جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب کا حوالہ

جناب پروفیسر عبداللطیف بن عبدالعزیز صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

برِ صغیر پاکستان اور ہندوستان میں جتنے بھی اوقاتِ نماز کے نقشے اور جنتریاں موجود ہیں، ان سب میں ایک چیز مشترک ہے، اور وہ یہ ہے کہ ان تمام نقشوں میں جو اوقات صبح صادق یا ابتدائے وقتِ صلاۃِ فجر یا وقتِ منتہائے سحر درج ہیں، دراصل یہ اوقات اس مخصوص لمحہ کے ہیں ، جبکہ سورج طلوع ہونے سے قبل 18 درجات زیرِ افق ہوتا ہے (تسہیل الفلکیات ص ۱۸۴، ناشر مکتبہ خالد و عابد، ناظم آباد، کراچی)

## (48)......جناب شبیر احمد کاکاخیل صاحب کا حوالہ

جناب سید شبیر احمد کاکاخیل صاحب زید مجدہٗ تحریر فرماتے ہیں:

راقم نے تقریباً ایک مہینہ صبح صادق کے مشاہدات کئے، جس میں ہفتہ دس دن کے مشاہدات کے بعد یہ واضح ہوا کہ 18 درجے کی تحقیق صحیح ہے، اور 15 درجے کی تحقیق ایک فنی سہو کی بنیاد پر ہے......اور چونکہ صبح صادق اور شفقِ ابیض کا اصول ایک ہی ہوتا ہے، اس لئے اس پر بھی یہی بات منطبق ہوگی (فہم الفلکیات ص ۱۲۲، ۱۲۳، ناشر مکتبہ دارالعلوم کراچی، تاریخِ طباعت: جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں سے لے کر موجودہ دور تک جمہور متقدمین ومتاخرین نے صبح صادق کے اٹھارہ درجہ پر ہونے کا جو حکم بیان کیا اور اس کے

مطابق نقشے تیار کیے، وہ اُن کے صبح صادق کی ابتدائی روشنی کے متعلق انتہائی طویل، قیمتی مشاہدات، مراصدات وتجربات اور فلکیاتی حسابات پر مبنی ہیں۔

بالخصوص اُس دَور میں جبکہ موجودہ مصنوعی روشنیوں کی پیداوار و بہتات نہیں تھی اور فضا بھی گرد وغبار اور مشینی دھوئیں وغیرہ سے آلودہ نہیں تھی، اور موجودہ کثیر و رفیع عمارات کا سلسلہ نہیں تھا، اور اس وقت اپنے مقام پر رہتے ہوئے صبح کاذب وصادق کا مشاہدہ کرنا سہل تھا۔

اس وقت کے اہلِ تجربہ اور صوم وصلاۃ کے پابند علمائے موثقین کے مشاہدات پر مبنی اوقات اور مزید براں ان کو قبولیتِ عامہ حاصل ہونا اور بلانکیر ان کا رائج ہونا ان کی صحت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

اور اس کے برعکس آج کے دور میں کم علمی ولااُبالی پن کے باعث صبح کاذب وصادق کی تعریف میں غلط فہمی کے علاوہ عام مسلمانانِ عالَم کی طرف سے صوم وصلاۃ اور عبادت سے غفلت اور موجودہ مصنوعی روشنیوں کی بہتات اور فضا میں گرد وغبار ودھوئیں کی آلودگی اور موجودہ عمارات کی کثرت نے بھی طلوعِ صبح صادق کے مشاہدات میں دشواری پیدا کردی ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ رابطہ عالمِ اسلامی کی "المجمع الفقه الاسلامی" کی رؤیتِ ہلال کے مسئلہ پر 19 سے 21 ربیع الاول 1433ھ مطابق 11 سے 13 فروری 2012ء تک مکہ مکرمہ میں کانفرنس منعقد ہوئی، اس کانفرنس میں رؤیت ہلال سے متعلق مختلف موضوعات پر عالمِ اسلام کے اہلِ علم اور ماہرین فلکیات سے مقالے لکھوائے گئے تھے، اس کانفرنس میں جو قرار داد منظور ہوئی، اس میں یہ بھی تحریر کیا گیا کہ:

> اس دور میں دنیا پر محیط افقوں میں طرح طرح کے بخارات، گیسز اور دھوئیں وغیرہ نے فضائی آلودگی کو بہت بڑھا دیا ہے، جبکہ شعاعی آلودگی، ہوائی جہازوں کی کثرت اور مصنوعی سیارے جو فضاء میں تیرتے ہوئے روشنی کو منعکس کرتے ہیں عینی رؤیت پر اثر انداز ہونے میں اس کے علاوہ ہیں (ملاحظہ ہو: ماہنامہ "البلاغ" کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ، اپریل 2012ء، بعنوان "رؤیتِ ہلال پر رابطہ عالمِ اسلامی کی عالمی کانفرنس اور اس کے نتائج"، مضمون نگار: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم)

اور "البحر الرائق" میں ہے:

> **یتیقن فی الرؤیة فی الصحاری ما لم یتیقن فی الأمصار لما فیها من کثرة الغبار (البحر الرائق، ج۲ ص ۲۸۹، کتاب الصوم، باب بمایثبت شهر رمضان)**

> ترجمہ: چاند کی رؤیت کا جنگلوں میں زیادہ یقین ہوتا ہے، بنسبت شہروں میں یقین ہونے کے، کیونکہ شہروں میں گرد وغبار کی کثرت ہوتی ہے (بحر)

اور اسی وجہ سے گنجان اور شہری آبادی میں موجود اشخاص کو مشاہدہ کرنے کے لیے دُور دراز کا سفر کرنا پڑتا ہے، اور اس کے باوجود بھی افق کے گرد آلود ہونے کے باعث بہت سے حضرات کو ابتدائے صبح صادق کا مشاہدہ مشکل ہوتا ہے۔

گویا کہ عوام کے لیے پہلے جو چیز بدیہی تھی، اب وہ نظری بن گئی ہے۔

لہٰذا اٹھارہ درجہ زیرِ افق کے مطابق صبح صادق ہونے کو یقین یا کم از کم ظن کے درجے میں قبول کرنے میں کوئی تردد وتذبذب نہیں ہونا چاہیئے۔

باحوالہ گزر چکا ہے کہ علمائے موثقین کے بیان کردہ اوقات واصول پر عمل کرنا بلاشبہ جائز ہے۔

اور جمہور متقدمین ومتاخرین اہلِ علم اور مسلمان ماہرینِ فلکیات کے علاوہ تمام تر جدید تحقیقات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ افق پر دن کی یہ ابتدائی روشنی (The first light of day) سورج کے اٹھارہ درجہ زیرِ افق پر ہوتی ہے، اسی کو (Astronomical Dawn) کا نام دیا گیا ہے۔

چنانچہ پروفیسر عبداللطیف صاحب (صدر شعبہ جغرافیہ، گورنمنٹ کالج، ناظم آباد، کراچی) لکھتے ہیں:

> انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں یہ بات واضح طور سے لکھی ہوئی ہے کہ باوجود تمام کوشش وسعی ومشاہدات کے گیارہویں صدی عیسوی سے لے کر آج تک کوئی اس بات میں ردوبدل نہ کرسکا کہ اسی اٹھارہ درجات زیرِ افق کے لمحہ سے دن کی ابتدا ہوتی ہے (صبح صادق وصبح کاذب، جلدِ اول، صفحہ ۲۳و۲۴، وتسہیل الفلکیات، صفحہ ۲۳۶)

مطلب یہ ہے کہ اٹھارہ درجہ پر پیدا ہونے والی یہ روشنی نہار کا مبدء ہوتی ہے۔

اور جدید ماہرینِ فلکیات نے صبح کاذب کو جو کہ مستطیل ذنبِ سرحان نما ہوتی ہے، اس سے الگ کرکے بیان کیا ہے، جو کہ بروجی روشنی (زوڈیکل لائٹ) کہلاتی ہے، اور اس پر بحث سوال نمبر 2 کے جواب میں گزر چکی ہے۔ [1]

---

[1] حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے بھی ماہرینِ فلکیات کی اس تحقیق سے اتفاق فرمایا ہے، جیسا کہ سوال نمبر 7 کے جواب میں آرہا ہے۔

جب اٹھارہ درجے زیرِ افق سے دن کی ابتداء ہوتی ہے، تو یہ نہار کا مبدء اور طلوعِ شمس کا مقدمہ ہوئی، اور صبح صادق کی یہی حقیقت ہے، اور اس کا صبح کاذب سے کوئی تعلق نہ ہوا، کیونکہ وہ کسی طرح بھی نہار کا مبدء اور طلوعِ شمس کا مقدمہ نہیں ہوتی، اور وہ صبح صادق سے جدا چیز ہوتی ہے، اور اس کے دھوکہ سے بچنے کے لئے شریعت نے کاذب کا نام دے کر اس کے صبح ہونے کی تکذیب وانکار کردیا ہے اور غیر مسلم ماہرینِ فلکیات نے بھی اس کو صبح یا دن کی ابتدائی روشنی کا نام نہیں دیا، بلکہ اس کو بروجی روشنی یا پھر ''False dawn یا False Morning'' نام دیا ہے۔

پس جب جمہور متقدمین ومتاخرین سے صبح صادق وفجر کا 18 درجے پر ہونا معلوم ہوگیا، تو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جدید ماہرین نے 18 درجے پر اسی صبح صادق وفجر کی روشنی کا نام اسٹرانومیکل ٹیولائٹ وغیرہ رکھا ہے۔

لہٰذا جمہور کے نزدیک اس روشنی کے صبح صادق ہونے میں کوئی شک نہ رہا۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ صبح کاذب یعنی بیاضِ مستطیل، اسٹرانومیکل ٹیولائٹ کے علاوہ کوئی اور روشنی ہے، اور اس کا سوائے بروجی روشنی کے کوئی اور روشنی ہونا اس وقت تک ثابت نہیں کیا جاسکتا، جب تک کہ بروجی روشنی یعنی زوڈیکل لائٹ اور اسٹرانومیکل ٹیولائٹ کے علاوہ کسی تیسری روشنی کا بیاضِ مستطیل کذنب السرحان ہونا ثابت نہ کیا جائے۔ اور فنی لحاظ سے اس کا ثابت کیا جانا ممکن نہیں، اس سے بروجی روشنی کا کاذب ہونا بھی متعین ہوگیا۔

(مزید حوالہ جات وازالۂ شبہات کے لیے ملاحظہ ہو ''اشكاليات فلكية وفقهية حول تحديد مواقيت الصلاة'' و''كيفية التحقق من صحة مواقيت الصلاة فی التقاويم'' مؤلفہ: شیخ محمد شوکت عودہ)

## اٹھارہ درجے پر صبح کاذب کے متعلق بعض عبارات اور ان کی توجیہ

گزشتہ تفصیل کے برعکس بعض حضرات 18 درجے پر صبح کاذب اور 15 درجے پر صبح صادق

کے قائل ہیں، لیکن ہمیں اسلام کے ابتدائی ایک ہزار سالوں کے عرصہ میں کسی ماہرِ فن محقق عالم سے 18 درجے پر کاذب اور 15 درجے پر صادق کا قول نہیں مل سکا۔

البتہ بعد کے حضرات کی چند عبارات میں اس کا ذکر ہے، جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

(1)...... امام الدین بن لطف اللہ بن احمد لاہوری (المتوفی 1145ھ، یا 1103ھ) فرماتے ہیں:

**اذ قد علم بالتجربة ان انحطاط الشمس اول الصبح الكاذب وآخر الشفق ثمانية عشردرجة من دائرة ارتفاع الشمس المارة بمركزها ففى عرض محل اى ثمانية واربعون درجة وثلثون دقيقة يتصل الشفق بالصبح الكاذب اذا كانت الشمس فى المنقلب الصيفى وهذا اول عرض يتفق فيه ذالک اذ غاية انحطاطها عنه لايزيد على ثمانية عشر درجة واطلب مزيد تحقيقها من شرحى قوت الاوقات لرسالة اوقات الصلاة التى صنفها الامام العلامة المشتهر فى الارضى لاسيما فى الرياضى ابى واستاذى لطف الله المهندس غفر الله وعفا عنهما**(التصريح فى شرح التشريح ص٦٨ قبيل خاتمة ،درذيل الفصل الخامس فى الصبح والشفق ، مطبوعة:مجتبائى، دهلى )

18 درجے پر صبح صادق کے قائلین کا مذکورہ عبارت کے بارے میں کہنا یہ ہے کہ اس سے پہلے جو جمہور متقدمین ماہرینِ فلکیات کے متون کی عبارات ذکر کی گئیں، ان میں مطلق صبح یا فجر کا لفظ ہے، کاذب کا لفظ نہیں۔ [1]

اور یہ پہلے ذکر کیا جا چکا کہ مطلق صبح وفجر سے روایتاً ودرایتاً صادق مراد ہوا کرتا ہے، جبکہ متقدمین کی بہت سی عبارات میں صبحِ صادق وفجرِ صادق اور شفقِ احمر وابیض کی بھی تصریح ہے،

---

[1] چنانچہ تشریح الافلاک میں ہے:

**الظاهر ان يقول اول الصبح بدون الكاذب كما فى عبارة القوم**(صفحه ١٠٥)

جیسا کہ گزر چکا۔

اور بے شمار حضرات نے خاص نمازوں کے اوقات سے متعلق اپنے رسائل میں عشاء اور فجر کے وقت کے ذیل میں یہ تفصیل بیان کی ہے۔

اور جمہور فقہاء واکابر بھی اٹھارہ درجہ زیرِ افق پر صبح صادق کے قائل وعامل اور ساتھ ہی کاذب کے وقت کے مختلف ہوتے رہنے کے قائل رہے ہیں۔

لہٰذا تصریح میں کاذب کے لفظ کو متقدمین وسابقین ماہرینِ فلکیات کے خلاف قرار دیا جائے گا، اور یا تو اس کو مستقل قول قرار دیا جائے گا، جو کہ جمہور کے خلاف ہے اور مرجوح ہے، اور یا پھر کوئی اور تاویل کی جائے گی، مثلاً یہ کہ کتابت وغیرہ کی غلطی سے کاذب کا اضافہ ہو گیا ہو، جس کی بعد میں بعض حضرات نے اتباع کی ہو۔

(2)......تصریح کے حاشیہ میں ابوالفضل محمد حفیظ اللہ لکھتے ہیں:

**قوله: اذ قد اه ،اى قد عرف بالتجربة اى بآلات الرصدية الصالحة لمعرفة انحطاط الكوكب ان انحطاط الشمس من الافق عند اول طلوع الصبح وهو البياض المستطير [1] المسمى بالكاذب وآخر غروب الشمس وهو البياض المستدق المستطيل (الىٰ قوله)يكون ثمانية عشر جزءا من دائرة الارتفاع المارة بمركزها**

(ایضاً صفحة بالا)

18 درجے پر صبح صادق کے قائلین کا مذکورہ عبارت کے بارے میں کہنا یہ ہے کہ اس حاشیہ میں کیونکہ تصریح کے متن کی پیروی کی گئی ہے۔

لہٰذا جو کچھ تصریح کی اصل عبارت کے متعلق اوپر عرض کیا گیا، وہ اس کے مذکورہ حاشیہ کے لئے بھی کافی ہے، کہ تصریح میں کاذب کے لفظ کا اضافہ یا تو کسی غلطی پر مبنی ہے، اور یا یہ ایک

---

[1] کتاب میں اصل عبارت مستطیر ہی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ کاذب کی بیاض مستطیل ہوتی ہے، لہٰذا صحیح عبارت مستطیل ہونی چاہئے۔ واللہ اعلم۔ محمد رضوان۔

مستقل قول ہے، جو جمہور کے خلاف اور دلائل کی رو سے مرجوح ہے۔

(3)......شرح چغمینی کے حاشیہ میں مولانا محمد عبدالحلیم صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

**قوله:ثمانية عشر جزء ا ،هذا هو المشهور ووقع فى بعض كتب ابى ريحان انه سبعة عشر جزء ا وقيل انه تسعة عشر جزء ا ، وهذا فى ابتداء الصبح الكاذب ، واما فى ابتداء الصبح الصادق فقد قيل ان انحطاط الشمس حينئذ خمسة عشر جزء ا** (حاشية شرح چغميني، الباب الثالث من المقالة الثانية فى أشياء منفردة، صفحة ۱۲۲ ، مكتبة امدادية، ملتان، پاكستان)

اس سلسلہ میں 18 درجے پر صبح صادق کے قائلین کا کہنا ہے کہ اولاً تو اٹھارہ درجہ پر مشہور صبح صادق کا ہونا ہے اور اسی طرح 19 درجے کا قول بھی صبح صادق سے متعلق ہے (جیسا کہ تفصیلاً وصراحتاً پہلے گزر چکا ہے) لہٰذا اٹھارہ درجہ پر صبح کاذب کا مشہور فرمانا درست نہیں۔

دوسرے ابوریحان البیرونی کے نزدیک فلکی قانون اور حساب کی رو سے صبح صادق کا اٹھارہ درجہ پر ہونا راجح ہے، البتہ انہوں نے ایک قول سترہ درجہ کا بھی نقل کیا ہے، جس کی تفصیل پہلے گزری، لہٰذا البیرونی کی طرف یہ نسبت بھی درست نہیں۔

تیسرے آخر میں صبح صادق کی ابتداء کا پندرہ درجہ پر ہونے کا جو قول نقل کیا گیا ہے، وہ لفظِ ''قیل'' کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جو اس کے ضعیف ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور صبح صادق جیسی اہم چیز کا اس طرح کے تمریضی و تضعیفی صیغوں پر مدار نہیں رکھا جاسکتا، اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ خود شرح چغمینی کی عبارت سے اٹھارہ درجہ پر صبح صادق کا ہونا ثابت ہے، جس پر کلام پہلے گزر چکا، لہٰذا حاشیہ شرح چغمینی کی مندرجہ بالا عبارت سے اٹھارہ درجہ پر صبح کاذب اور پندرہ درجہ پر صبح صادق ہونے کا استدلال مخدوش ہے۔

(4)......مالابدمنہ کے فارسی حاشیہ میں محمد عبدالرحمٰن بن حاجی محمد روشن صاحب لکھتے ہیں:

**بدانكه صبح دو باشد يك كاذب كه هنگام انحطاط بر هيلى ده درجه**

از درجات دائرہ ارتفاع مائرۃ مرکز شمس (الیٰ قولہٖ) ودوم صبح صادق وآں روشنی درافق شرقے باشد ھنگام انحطاط آفتاب پانلیٰ دہ درجہ قالہ البرجندی (حاشیہ مالابدمنہ، کتاب الصلاۃ، ص۲۹، مطبوعہ، شیخ برکت علی اینڈ سنز تاجران کتب، بازار کشمیری، لاہور)

اس عبارت کے متعلق 18 درجے زیرِ افق پر صبح صادق کے قائلین کا کہنا ہے کہ متقدمین کے دیگر متون کی اصل عبارات میں کاذب کا لفظ نہیں ہے، اوران عبارات سے اٹھارہ درجہ پر صبح صادق ہونا بصراحت معلوم ہوتا ہے، جس پر پہلے بحث گزر چکی، اور متعدد فقہائے کرام اور امت کے تعامل سے بھی صبح صادق ہی کی تائید ہوتی ہے۔

اور علامہ برجندی کی طرف پندرہ درجہ پر صبح صادق ہونے کے قول کی نسبت کی تصدیق کرنا بھی محلِ نظر ہے، کیونکہ شرح چغمینی پر علامہ برجندی کے حاشیہ میں یہ بات دستیاب نہیں ہے، اور برسبیلِ تسلیم بھی یہ قول بوجوہ مرجوح ہے، اوراس کی تردید یا تاویل کی ضرورت ہے۔ [1]

وَلِلنَّاسِ فِيْمَا يَعْشِقُوْنَ مَذَاهِبُ

کیونکہ یہ بات اپنے مقامات پر متعدد مرتبہ گزر چکی ہے کہ بیاضِ مستطیل خواہ وہ صبح سے متعلق ہو یا شام سے وہ کسی بھی طرف سے نہار کا مبدأ ومنتہا نہیں، بلکہ اس کے ظہور وغیوب سے کسی نماز کے مبدء ومنتہیٰ سمیت شریعت کا کوئی بھی حکم وابستہ نہیں، اوراس کے ظہور وغیوب کا عمل اور وقت مختلف ازمنہ وامکنہ میں مختلف ہوتا رہتا ہے۔

لہٰذا بیاضِ مستطیل وصبح کاذب کو کسی خاص درجہ زیرِ افق پر عقلی، فنی اور فقہی لحاظ سے علی الاطلاق وعلی العموم متعین نہیں کیا جاسکتا۔ [2]

---

[1] اور کیونکہ اس مسئلہ کا تعلق فقہ سے زیادہ ایک مستقل فن سے ہے، لہٰذا اس کی تردید وتاویل کی وجہ سے کسی کی فقہی وعلمی حیثیت بلکہ عملی وقعت بھی متاثر نہیں ہوتی۔

[2] اور علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے بعض علمائے ریاضی کے اس قول کو ذکر کرکے کہ فجرِ کاذب 18 درجے پر اور صادق 15 درجے پر ہوتی ہے، علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ سے اس طرح رد فرمایا ہے کہ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ صبح صادق ایسی چیز ہے کہ وہ ہمیشہ اور بلادِ معتدلہ میں ہر مقام پر ظاہر ہوتی ہے، اور اس میں جمہور فقہاء و ماہرینِ فلکیات کا کوئی معتد بہ اختلاف بھی نہیں، اور طلوعِ صبح صادق نہارِ شرعی و نمازِ فجر کے وقت کا مبدء بھی ہے، اور نہارِ عرفی کا مقدمہ بھی، اس لئے دوسری نمازوں کے اوقات کی طرح اس کے درجہ کو سورج کے ساتھ متعین ووابستہ کرنا ممکن ہے۔

پھر اگر بیاضِ مستطیل وصبح کاذب کا درجہ متعین کر بھی دیا جائے تب بھی شرعی ضرورت پوری نہیں ہوتی، کیونکہ یہ نہ تو کسی نماز روزے کا مبدء ہے اور نہ ہی منتہا۔

لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ 18 درجے زیرِ افق پر بیاضِ مستطیل وصبح کاذب کے بجائے صبح صادق کے درجہ کو متعین قرار دیا جائے۔

اور جدید تحقیقات بھی اسی کی مؤید ہیں۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ورد عليهم ابن حجر المكى الشافعى فى تحفة المحتاج بأن الصبح قد يتقدم وقد يتأخر وكذلك قال الفقهاء، وذكر الشيخ فى تفسيره روح المعانى قطعة تحفة المحتاج، أقول :إن قول ابن حجر صادق (العرف الشذى ،ج ا ص ١٧٣، ابواب الصلاة، باب ما جاء فى مواقيت الصلاة عن النبى -صلى الله عليه وسلم-)

علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے علامہ ابنِ حجر ہیتمی رحمہ اللہ کے اس قول کو صادق قرار دیا ہے، جس میں صبح کے کبھی مقدم اور کبھی مؤخر ہونے کا ذکر ہے، اور یہی دیگر فقہاء کا قول ہونا بتلایا ہے۔

اور حضرت بنوری رحمہ اللہ نے حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں:

والحق ماقاله ابن حجر (معارف السنن ج ٢ ص ٢٨، تحقيق الصبح الصادق والكاذب، ابواب الصلاة)

اور ہم پہلے تفصیل کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں کہ علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے یہ حکم صبح کاذب کے بارے میں بیان فرمایا ہے،، نہ کہ صادق کے بارے میں، اور خود علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے مزید صراحت کے ساتھ صبح کاذب ہی کے بارے میں دوسرے مقام پر فرمایا ہے:

واعلم أن الصبح الكاذب ليس بمقدر بتقدير وقت معين بل قد يزيد وقد ينقص كما صرح الفقهاء واحداً بعد واحد بل ربما لايكون مبصراً خلاف ما قال أهل الهيأة (العرف الشذى للكشميرى، ج ا ص ٤٣٩، ابواب الوتر، باب ما جاء فى مبادرة الصبح بالوتر)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ صبح کاذب ہی ہے، جس کا کوئی وقت مقرر نہیں، اور بعض اوقات یہ نظر ہی نہیں آتی، برخلاف صبح صادق کے (ماخوذ از ''کشف الغطاء عن وقت الفجر والعشاء''، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

افسوس کہ صبح صادق وفجرِ حقیقی جوکہ نہارِ شرعی میں داخل ہے، اس کی تحقیق کرتے وقت بعض حضرات صبح کاذب جوکہ حقیقت میں صبح نہیں، اس کی بحثوں میں اُلجھ کر اصل موضوع سے ہٹ جاتے ہیں۔

اور ہماری گزشتہ تفصیلی معروضات کو بنظرِ غائر ملاحظہ کرنے کے بعد 18 درجہ زیرِ افق پر آج کے دور میں بعض اوقات صبح صادق کی روشنی کے مشاہدہ نہ کئے جانے یا اس کے بجائے کاذب کے مشاہدہ کئے جانے کے شبہات کے جوابات بھی واضح ہوچکے ہیں۔ [1]

## خلاصہ

بہرحال مذکورہ دلائل وشواہد کے پیشِ نظر جمہور کے مطابق ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ صبح صادق کا طلوع (یعنی نمازِ فجر اور روزے کے آغاز کا وقت) اور شفقِ ابیض کا غروب (یعنی وقتِ مغربِ حنفی کی انتہاء وعشائے حنفی کے وقت کا آغاز) سورج کے اٹھارہ درجہ زیرِ افق پر

---

[1] جناب فاضل احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنے رسالہ ''درء القبح عن درک وقت الصبح'' میں لکھتے ہیں:
طلوع وغروب شفق کو تو انکسار سے بھی علاقہ نہ تھا کہ اُس وقت آفتاب پیشِ نگاہ ہوتا ہی نہیں کہ بصر کی شعاعوں کا انکسار لیا جائے وہاں سرے سے عقل کو اس ادراک کی راہ نہ تھی کہ آفتاب افق سے کتنا نیچا ہوگا کہ صبح طلوع کرے گی یا کتنا نیچا جائے کہ شفق ڈوب جائے گی تو پھر رؤیت ہی کی احتیاج پڑی اور صدہا سال کے تکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ آفتاب ان دونوں وقت تقریباً اٹھارہ درجے نیچے ہوتا ہے، یہ وُہ علم ہے جو اکثر ہیأت دانوں پر مخفی رہا، رجماً بالغیب باتیں اڑا گئے، صبح کاذب کے وقت انحطاط شمس میں مختلف ہوئے، کسی نے سترہ درجہ کہا کسی نے اٹھارہ، کسی نے انیس ۱۹ بتائے، اور مشہور اٹھارہ ہے، اور اسی پر شرح چغمنی نے مشی کی، اور صبح صادق کے لیے بعض نے پندرہ درجے بتائے ہیں۔ اسے علامہ برجندی نے حاشیہ چغمنی میں بلفظ قد قیل نقل کیا اور مقرر رکھا، اور اسی نے علامہ خلیل کاملی کو دھوکا دیا کہ دونوں صبحوں میں صرف تین درجہ کا فاصلہ بتایا جسے ردالمحتار میں نقل کیا اور معتمد رکھا، حالانکہ یہ سب ہوسات بے معنی ہیں، شرع مطہر نے اس باب میں کچھ ارشاد فرمایا ہی نہیں، اس نے تو صبح کی صورتیں تعلیم فرمائی ہیں کہ صبح کاذب شرقاً غرباً مستطیل ہوتی ہے اور صبح صادق جنوباً شمالاً مستطیر، اور ہم اُوپر کہہ آئے کہ مقدار انحطاط جاننے کی طرف کسی برہان عقلی کو راہ نہیں صرف مدار رؤیت پر ہے، اور رؤیت شاہد عدل ہے کہ صبح کاذب کے وقت ۱۷ یا ۱۸ یا ۱۹ درجے اور صادق کے وقت ۱۵ درجے انحطاط ہونا اور صادق وکاذب میں صرف تین درجے کا تفاوت ہونا سب محض باطل ہے بلکہ ۱۸ درجہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہوتا ہے۔

اور اس کے مقابلے میں دوسرے اقوال مرجوح ہیں، بالخصوص صبح کاذب کو کسی خاص درجہ پر متعین کرنے کا قول شرعی وفنی لحاظ سے درست معلوم نہیں ہوتا۔

اور ہمارے ملک میں پروفیسر جناب عبداللطیف اور انجینئر سید شبیر احمد کاکاخیل صاحبان کے مرتب کردہ نقشوں میں 18 درجہ زیرِ افق پر فجر وعشائے حنفی کے آغاز کے اوقات درج کئے گئے ہیں، جو کہ درست ومعتبر اور جمہور متقدمین ومتاخرین کی تحقیقات وتصریحات کے مطابق ہیں، اور پرانا نقشہ جو رائج رہا ہے، اور اب بھی بکثرت رائج ہے، جس پر فتحپوری مسجد دہلی کی صورت بنی ہوتی ہے، وہ بھی اٹھارہ درجے کے ہی موافق ہے، اگرچہ اس میں کمپیوٹرائزڈ دور سے پہلے مرتب ہونے کے باعث کمپیوٹرائزڈ نقشوں سے چند منٹ کا تفاوت ہو۔

ان نقشوں میں بعض اوقات باہم جو چند منٹوں کا فرق ہوتا ہے، وہ مختلف علاقوں یا احتیاط کے شامل کرنے نہ کرنے کے باعث ہو جاتا ہے، جسے درجہ کا اختلاف سمجھ لینا درست نہیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

انحطاط پر صبح صادق ہو جاتی ہے اور اس سے بہت درجے پہلے صبح کاذب، فقیر نے بچشم خود مشاہدہ کیا کہ محاسبات علمِ ہیأت سے آفتاب ہنوز ۳۳ درجے اُفق سے نیچا تھا اور صبح کاذب خوب روشن تھی، صبح صادق کے سالہا سال سے فقیر کا ذاتی تجربہ ہے کہ اس کی ابتداء کے وقت ہمیشہ ہر موسم میں آفتاب ۱۸ ہی درجہ زیرِ اُفق پایا ہے، اور صبح کاذب کے لیے جس سے کوئی حکم شرعی متعلق نہ تھا اب تک اہتمام کا موقع نہ ملا، ہاں اتنا اپنے مشاہدہ سے یقیناً معلوم ہُوا کہ اس میں اور صبح صادق میں ۱۵ درجے سے بھی زائد فاصلہ ہے نہ کہ ۳ درجہ (درء القبح عن درک وقت الصبح صفحہ ۷ تا ۱۰، تاریخِ اشاعت ۱۳۲۶ھ، گلزار عالم پریس، لاہور، ناشر: نوری کتب خانہ بازار، داتا گنج بخش، لاہور)

(7)

# صبح صادق کے متعلق چند اکابر کے ایک اختلاف کی حقیقت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب وحضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب رحمہما اللہ ودیگر چند اکابر حضرات کو ایک مرتبہ صبح صادق سے متعلق رائج قدیمی جنتریوں کے متعلق (جو 18 درجے کے مطابق تھیں) کچھ تردُّد وتذبذب پیدا ہوگیا تھا، مگر بعد میں تحقیق وتفتیش کی تکمیل کے بعد ان حضرات کا یہ تردُّد وتذبذب ختم ہوگیا تھا، لیکن حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کی تحقیق یہ رہی کہ صبح صادق اور عشاءِ حنفی کا وقت پندرہ درجہ زیرِ اُفق اور غروبِ شفقِ احمر کا وقت بارہ درجے زیرِ افق ہوتا ہے۔

اس قضیہ کی پوری حقیقت معلوم نہ ہونے سے بعض حضرات مختلف شبہات میں مبتلا ہوجاتے ہیں، اس لیے اس تردُّد اور رجوع کی حقیقت پر خود ان حضراتِ اکابر کی تحریرات سے قدرے روشنی ڈالی جاتی ہے۔

(1)......حضرت مفتیِ اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

> ۱۳۶۸ھ ہجری اور ۱۹۴۸ء عیسوی میں جب احقر پاکستان کراچی میں آکر مقیم ہوا، تو یہاں کی عام مساجد وغیرہ میں اوقات کی ایک جنتری طبع کردہ حضرت حاجی وجیہ الدین صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ آویزاں دیکھی، اور بہت سے قابلِ اعتماد حضرات سے معلوم ہوا کہ اُنہوں نے اس جنتری کے طلوع وغروب کو مختلف مقامات پر مختلف زمانوں میں جانچا ہے اور صحیح پایا ہے، خود بھی جب کبھی جانچنے کا موقعہ ملا تو اس کے طلوع وغروب کو صحیح پایا، اس لیے دوسرے اوقات کے معاملہ میں بھی اس پر اعتماد کیا گیا۔ اب سے چند سال پہلے اپنے احباب میں سے بعض

اہلِ علم نے کچھ نئی تحقیق کر کے یہ قرار دیا کہ اس جنتری میں جو وقت صبح صادق کا دیا گیا ہے، درحقیقت وہ صبح کاذب کا ہے، اور اس پر جدید وقدیم کے کچھ اہلِ فن کے اقوال بھی پیش کیے۔ چونکہ یہ احتمال غالب تھا کہ نئے اہلِ فن نے صبح کاذب اور صادق میں فرق نہ کر کے کاذب ہی کو صبح کہہ دیا ہو، اس لیے مجھے بھی صبح صادق کے معاملہ میں تردُّد ہو گیا، اسی بناء پر ہر رمضان میں نقشۂ اوقات کے ساتھ یہ نوٹ شائع کرنا شروع کیا کہ سحری کا کھانا تو قدیم جنتری کے وقت پر ختم کر دیا جائے، مگر صبح کی نماز اس کے بعد پندرہ بیس منٹ انتظار کے بعد پڑھی جائے۔ سالِ رواں میں بعض اہلِ فن حضرات کے ساتھ بحث وتمحیص اور جدید فلکیات کی بعض کتابوں کی مراجعت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جدید ماہرینِ فلکیات نے خود صبح کاذب کو الگ کر کے بیان کیا ہے، اور وہ درحقیقت رات کا حصہ ہے، اس کے بعد جو صبح صادق ہوتی ہے، اسی کو انہوں نے صبح کہا ہے، اس نئی تحقیق اور بحث سے میرا تردُّد رفع ہو گیا۔ [1]

اور میں قدیم جنتری کے اوقات کو حسابی اعتبار سے صحیح سمجھتا ہوں، البتہ یہ حسابات خود یقینی نہیں ہوتے، نماز روزہ ہر معاملہ میں احتیاط ہی کا پہلو اختیار کرنا چاہیے۔

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔ بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ

(نوادرُ الفقہ، جلد ۲، صفحہ ۹۶، ۹۷، کذا فی احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۹۱)

**فائدہ:** حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی مذکورہ تحریر سے معلوم ہوا کہ حضرت حاجی وجیہ

---

[1] مطلب یہ ہے کہ جدید ماہرینِ فلکیات نے صبح کاذب یعنی بیاضِ مستطیل کو صبح صادق سے الگ کر کے بیان کیا ہے، جو کہ بروجی روشنی (زوڈیکل لائٹ) ہے، اور وہ صادق سے قبل درحقیقت رات کا حصہ ہے، اور اس کے بعد جو مستقل طور پر صبح صادق ہوتی ہے، اسی کو انہوں نے صبح کہا ہے جو کہ 18 ڈگری پر فلکی فلق (اسٹرانومیکل ٹیولائٹ) ہے، اس سے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا تردد رفع ہو گیا، اور جدید ماہرینِ فلکیات کی اس بحث کو آپ نے قبول اور اس سے اتفاق فرمایا۔

لہٰذا اب بعض حضرات کا یہ کہنا کہ جدید اہلِ فلکیات نے کاذب کو صبح کہہ دیا، یہ درست نہیں۔ محمد رضوان۔

الدین صاحب مہاجر مدنی کی طبع کردہ جنتری کے طلوع وغروب کو بہت سے قابلِ اعتماد لوگوں نے مختلف مقامات اور زمانوں میں جانچا ہے، اور خود مفتی صاحب رحمہ اللہ نے بھی جانچ کر صحیح پایا۔

اس لیے دوسرے اوقات کے بارے میں اسی پر اعتماد کیا جاتا رہا۔

اور درمیان میں بعض اہلِ علم حضرات کی طرف سے جدید وقدیم اہلِ فن کے کچھ اقوال پیش کر کے ان اہلِ علم کی اپنی نئی تحقیق کی روشنی میں یہ باور کرایا گیا کہ اس قدیم جنتری میں جو صبح صادق کا وقت دیا گیا ہے وہ درحقیقت صبح کاذب کا وقت ہے، جس کے بعد اس احتمال کی بنیاد پر کہ ممکن ہے کہ نئے اہلِ فن نے صبح کاذب وصادق میں فرق نہ کیا ہو اور کاذب ہی کو صبح صادق کہہ دیا ہو، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو صبح صادق کے معاملے میں تردُّد ہو گیا اور اس دوران احتیاطاً سحری کا کھانا قدیم جنتری کے مطابق بند کرنے اور فجر کی نماز پندرہ بیس منٹ کے بعد پڑھنے کو اختیار فرمایا۔

لیکن جب حضرت رحمہ اللہ نے بعض اہلِ فن حضرات کے ساتھ بحث وتمحیص اور جدید فلکیات کی بعض کتابوں کی طرف مراجعت فرمائی تو اس تحقیق وتمحیص کے نتیجے میں آپ کا وہ تردُّد رفع ہو گیا، اور محقق وطے ہو گیا کہ جدید ماہرینِ فلکیات نے خود صبح کاذب کو صبح صادق سے الگ کر کے بیان کیا ہے، اور وہ صبح صادق سے قبل درحقیقت رات کا حصہ ہے، اور اس کے بعد جو صبح صادق ہوتی ہے، اس کو انہوں نے صبح کہا ہے۔

اور قدیم جنتری کے اوقات کو (جو کہ اٹھارہ درجے کے مطابق تھی) حسابی اعتبار سے صحیح قرار دیا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے درمیان میں جو طرزِ عمل اختیار فرمایا تھا، وہ احتیاطی درجے میں تھا، اور آپ کا حتمی فیصلہ قدیم جنتری کے مطابق ہی تھا۔

(2)......حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

کچھ عرصہ سے کراچی اور چند اور شہروں میں نمازِ فجر اور سحری کے اوقات کے مختلف نقشے سامنے آئے، جن کی وجہ سے عوام خاصے پریشانی میں مبتلا ہوگئے کہ کس پر عمل کریں اور کس کو صحیح سمجھیں، اس وقت چونکہ پوری تحقیق کا موقعہ نہ مل سکا تھا، اس لیے احتیاطاً یہی فتویٰ دیا گیا کہ نماز کے لیے ان نقشوں پر عمل کیا جائے کہ جن میں صبح صادق کا وقت بعد تک ہے، اور انتہائے سحری کا وقت ان سے لیا جائے جن میں وقت پہلے ختم ہوتا ہے۔ لیکن بعد میں بعض مخلصین کی کوشش سے جو معلومات حاصل ہوئیں، ان سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہونچی کہ تمام نقشوں میں وہی سابق کراچی کا نقشہ جس کو مرحوم حضرت حاجی وجیہ الدین صاحب خان بہادر نے مرتب کروایا تھا اور چھاپا تھا، وہ بالکل صحیح ہے۔ ہاں جس کا جی چاہے نماز دیر سے پڑھے تاکہ اس کو بھی یقین ہوجائے کہ وقت ہوگیا ہے اور اچھا ہے۔ دین کی بات میں ضد کی حاجت نہیں۔ جو بات صحیح ہو، اس کو ماننا اور غلط بات سے رجوع کرنا یہ عین دین کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحیح سمجھ اور صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد یوسف بنوری صاحب۔ ۲ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ

(نوادرُ الفقہ، جلد۲، صفحہ۹۸، کذا فی احسن الفتاویٰ ج۲ ص۱۹۱، ۱۹۲)

فائدہ: حضرت علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ کی مذکورہ تحریر اور فتوے سے بھی معلوم ہوا کہ ابتداء میں پوری تحقیق کا موقعہ نہ ملنے کی وجہ سے قدیم نقشوں سے کچھ بعد (یعنی پندرہ درجہ زیرِ اُفق کے مطابق) نماز پڑھنے کا فتویٰ احتیاطاً دیا گیا تھا، لیکن بعد کی مکمل اور نتیجہ خیز تحقیق قدیم نقشوں کے مطابق ہی (جو کہ اٹھارہ رجہ زیرِ اُفق کے مطابق ہیں) طے پائی تھی، بہر حال حضرت بنوری رحمہ اللہ کی کامل اور حتمی تحقیق کے مطابق صبح صادق اٹھارہ درجہ کے مطابق ہی تھی۔ [1]

[1] اس سے معارف السنن کی ایک عبارت کا جواب بھی معلوم ہوگیا، جبکہ کاذب کا وقت متعین نہ ہونے کی حضرت رحمہ اللہ سے صراحت پہلے گزر چکی ہے۔

(3)......حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدہٗ ایک تفصیلی سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

ہندو پاکستان اور بنگلہ دیش میں تقسیمِ ھند سے بہت پہلے سے لے کر اب تک جن نقشوں پر عمل چلا آ رہا ہے، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اٹھارہ درجے زیرِ اُفق کے مطابق ہیں۔

ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم کی تحقیق یہ ہے کہ صبح صادق کے وقت آفتاب پندرہ درجہ زیرِ اُفق ہوتا ہے، لیکن اس تحقیق کو ہمارے بزرگوں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ سید محمد یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہما نے اور جمہور علماءِ برصغیر نے اختیار نہیں کیا، اور پُرانے نقشوں پر عمل کو برقرار رکھا، ان دونوں بزرگوں کی تحریروں کی فوٹو کاپی منسلک کی جارہی ہے، تفصیلی وجہ اس سے معلوم ہوجائے گی۔ [1]

دارالعلوم کراچی کی طرف سے جو نقشہ اوقاتِ نماز اور نقشہ اوقاتِ سحر وافطار شائع ہوتا ہے، وہ بھی انہی پُرانے نقشوں کے مطابق ہے، اور ہماری طرف سے لوگوں کو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ سحری تو وہ ان نقشوں میں دیے گئے وقت پر ختم کردیں۔ [2] لیکن اذانِ فجر دس بارہ منٹ بعد دیں، اور نماز اس کے بھی کم از کم دس منٹ بعد پڑھیں تاکہ روزے میں بھی احتیاط پر عمل ہوسکے اور نمازِ فجر میں بھی (نوادرُ الفقہ، جلد۲، صفحہ۹۰، ۹۱، مضمون: سحری کے سلسلہ میں صبح صادق وکاذب کی تحقیق)

(4)......اور ایک سوال کے جواب میں مفتی صاحب مذکور وموصوف تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] یہ تحریرات ماقبل میں گزر چکیں۔

[2] اور سحری ختم ہونے کا کسی اور طریقہ سے اعلان واطلاع کردیں، تاکہ لوگ صبح صادق ہونے کے بعد دی گئی اذان تک سحری کھانے کا سلسلہ جاری نہ رکھیں۔

اس مسئلہ میں ماہرینِ فلکیات کے درمیان اختلاف ہے، بعض کے نزدیک شفقِ ابیض کے غروب کے وقت آفتاب 18/درجے زیرِ افق ہوتا ہے، اور بعض کے نزدیک سترہ درجے پر، لیکن تقسیمِ ہند اور قیامِ پاکستان سے پہلے متحدہ ہندوستان میں جو نقشے، اوقاتِ صلوٰۃ اور سحر وافطار کے رائج تھے، بالاتفاق انہی پر پورے برصغیر میں عمل کیا جارہا تھا، اور پاکستان بننے کے بعد بھی اب تک انہی پر تمام اکابر علماء کا عمل اور فتویٰ جاری ہے۔ اگرچہ بعض متبحر اہلِ علم نے ان نقشوں سے اختلاف کیا، لیکن ہمارے بزرگوں مثلاً مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت علامہ یوسف بنوری صاحب رحمہما اللہ اور ان کے ہم عصر تمام اکابر علماء اس (18 درجے زیرِ افق کے مطابق نقشہ) پر عمل بھی کرتے رہے، اور اسی کے مطابق فتویٰ بھی دیتے رہے۔ دارالعلوم کراچی میں بھی ہمارا عمل اور فتویٰ اسی پر ہے، اور جب ان نقشوں کو فلکیات اور ریاضی کے اُصولوں پر جانچا گیا تو یہ صورت سامنے آئی کہ ان نقشوں میں جو وقت شفقِ ابیض کے غروب ہونے کا اور صبح صادق کے طلوع ہونے کا دیا گیا ہے، اس وقت آفتاب اٹھارہ درجے زیرِ افق ہوتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ برصغیر کے تمام علماءِ محققین اٹھارہ درجے زیرِ افق کے حساب سے بنائے گئے نقشوں کے مطابق عمل کرتے رہے ہیں۔ [1]

لہٰذا حسابی اعتبار سے اس کو اصول کے درجے میں تسلیم کیا جاسکتا ہے، لیکن یاد رہے کہ یہ اصول ظنی ہے، قطعی نہیں، کیونکہ علماءِ فلکیین کا اس میں اختلاف موجود ہے (نوادرُ الفقہ، جلد ۱، صفحہ ۲۱۹، ۲۲۰، مضمون: لیسٹر ''برطانیہ'' میں وقتِ عشاء کا مسئلہ)

ملحوظ رہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے اوقاتِ صلاۃ کے معاملہ میں ظن کو کافی قرار دیا ہے، جس کی تفصیل پیچھے ذکر کی جاچکی ہے۔

---

[1] اور مصر، دمشق اور شام میں بھی انہی کے مطابق عمل ہوتا رہا، اور علامہ شامی رحمہ اللہ و دیگر متعدد فقہائے کرام کا عمل بھی اس کے مطابق ہونے کی تصریح ہے، جس کی کچھ تفصیل پہلے گزری، اور کچھ تفصیل آگے ضمیمہ میں آتی ہے۔

لہٰذا مذکورہ ظنی اصول پر عمل بلاشبہ درست ہوا۔ [1]

(5)......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہٗ ایک فتوے میں تحریر فرماتے ہیں:

صبح صادق کے مسئلے پر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا بنوری صاحب قدس سرہٗ کے زمانے میں مہینوں تحقیق جاری رہی، جس میں مشاہدات بھی کیے گئے، اور حسابی تحقیق بھی کی گئی، آپ نے (سوال میں) ٹنڈو آدم کے جس مشاہدے کا ذکر فرمایا ہے، وہ متعدد مشاہدات کا ایک مرحلہ تھا، کوئی حتمی مشاہدہ نہیں تھا، اس وقت یہ بات سب پر واضح تھی کہ مطلع گردآلود ہونے کی بناء پر اس مشاہدے کو کسی حتمی فیصلے کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔ اس کے بعد بھی متعدد مشاہدات کیے گئے، کتابی تحقیق بھی ہوئی، بالآخر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا بنوری صاحب رحمہ اللہ دونوں نے حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم کی تحقیق سے اختلاف اور اس پر عدمِ اطمینان کا اعلان فرمایا۔ اس کے بعد انہی حضرات کے حکم سے خود احقر نے ایک مفصل تحریر حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم العالی کی خدمت میں بھیجی، جس میں ان بزرگوں کے فیصلے کی وجوہ عرض کی تھیں، حضرت مدظلہم کی طرف سے اس تحریر کا کوئی جواب بھی موصول نہیں ہوا، بہرصورت یہ مسئلہ مہینوں کی محنت اور تحقیق ومشاہدہ کے بعد کم از کم ہماری حد تک واضح ہوگیا۔

افسوس ہے کہ اس کے باوجود ہر موقع پر ٹنڈو آدم کے اس نا تمام مشاہدے کی بنیاد پر بزرگوں کو مطعون کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور ان حضرات کی بعد کی تحریروں، مشاہدات اور زبانی گفتگو کا کوئی حوالہ نہیں دیا جاتا۔ [2]

---

[1] اور متقدمین ومتاخرین جمہور مسلمین کے علاوہ اب جبکہ جدید ترین رصدگاہوں سے بھی یہ بات جان لی گئی ہے کہ صبح صادق 18 درجے پر طلوع ہوتی ہے، جس کو اسٹرانومیکل ٹیولائٹ کہا جاتا ہے، تو اس سے اس ظنی الحکم اصول میں مزید تقویت وطمانیت پیدا ہوگئی، محمد رضوان۔

[2] اس سے معلوم ہوا کہ بعض حضرات کا بعد کی تحریروں اور مشاہدات اور زبانی گفتگو کو نظرانداز کرنا درست نہیں۔

بہر کیف: اگر کسی صاحب کو حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم کی تحقیق پر ہی اعتماد ہے تو بے شک اس پر عمل فرمائیں۔ لیکن مذکورہ بزرگوں کے موقف کو اندھی تقلید پر مبنی قرار دینا اور اُن وفات یافتہ بزرگوں کے بارے میں زبان طعن دراز کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ [1]

والسلام۔ احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔ ۲۵/۱۱/۱۴۱۷ھ (فتویٰ نمبر ۲/۲۶۰)

(فتاویٰ عثمانی، کتاب الصلاۃ، جلدِ اول صفحہ ۳۸۷، ۳۸۸)

(6)......ایک مقام پر حضرت مفتی صاحب موصوف زید مجدہٗ فرماتے ہیں:

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کو شروع میں اوقاتِ فجر وعشاء کے بارے میں کچھ تردُّد ہو گیا تھا، لیکن آخر میں اُن کا فتویٰ یہی تھا کہ قدیم نقشے درست ہیں، چنانچہ گزشتہ رمضان میں خود اُنہوں نے جو نقشہ شائع کروایا وہ قدیم نقشوں کے مطابق تھا۔ واللہ سبحانہٗ اعلم۔

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔ ۹/۱۲/۱۳۹۷ھ (فتویٰ نمبر ۹۴۳/۲۸ ج)

(فتاویٰ عثمانی، کتاب الصلاۃ، جلدِ اول صفحہ ۳۹۴)

(7)......اپنے ایک عربی فتوے میں حضرت مفتی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں:

**قَدْ وَقَعَ تَحْقِيْقُ مَسْئَلَةِ وَقْتِ الصُّبْحِ الصَّادِقِ فِيْ زَمَنِ وَالِدِیْ اَلشَّيْخِ اَلْمُفْتِیْ مُحَمَّدْ شَفِيْعْ وَالْعَلَّامَةِ الشَّيْخِ الْبِنُّوْرِیْ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى، وَكَانَا فِیْ أَوَّلِ الْأَمْرِ قَدْ مَالَا إِلٰى رَأْیِ شَيْخِنَا اَلْمُفْتِیْ رَشِيْدْ اَحْمَدْ حَفِظَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلٰكِنْ بَعْدَ الْمُشَاهَدَاتِ الْمُتَوَالِيَّةِ وَمُرَاجَعَةِ كُتُبِ الْفِقْهِ وَالْحِسَابِ عَدَلَا عَنْ رَأْيِهٖ. اَلْمُشَاهَدَةُ الَّتِیْ ذَكَرَهَا شَيْخُنَا اَلْمُفْتِیْ رَشِيْدْ اَحْمَدْ حَفِظَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَهِیَ مُشَاهَدَةُ "ٹنڈو آدم"**

---

[1] مگر افسوس کہ ایک طبقہ اب تک زبانِ طعن دراز کرنے میں مشغول ہے، اللهم احفظنا منه۔

وَكَانَتْ إِحْدَى الْمُشَاهَدَاتِ مَابَيْنَ عِدَةِ مُشَاهَدَاتٍ وَكَانَ مَطْلِعُ الشَّرْقِ إِذْ ذَاكَ مُغْبَرًّا وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يَرٰى أَنَّ هٰذِهِ الْمُشَاهَدَةَ كَافِيَّةٌ لِلْوُصُوْلِ إِلٰى نَتِيْجَةٍ حَاسِمَةٍ فَلَا يَنْبَغِي التَّعْوِيْلُ عَلَيْهَا. وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ.

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔ ۴/۵/۱۴۰۵ھ (فتاویٰ عثمانی، جلدِ اول صفحہ ۳۹۵، کتاب الصلاۃ)

ترجمہ: وقتِ صبح صادق کے مسئلہ کی تحقیق میرے والد شیخ مفتی محمد شفیع اور علامہ شیخ بنوری رحمہما اللہ تعالیٰ کے زمانے میں ہوئی تھی، اور ابتدائی مرحلہ میں ان دونوں حضرات کا میلان ہمارے شیخ مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے کی طرف ہوگیا تھا، لیکن پے در پے مشاہدات اور کتبِ فقہ وحساب کی مراجعت کے بعد ان دونوں حضرات نے شیخ مفتی رشید احمد صاحب حفظہ اللہ کی رائے (کی طرف میلان) سے رجوع کرلیا اور جس مشاہدے کا ہمارے شیخ مفتی رشید احمد صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے، تو وہ ٹنڈو آدم کا مشاہدہ ہے، اور وہ متعدد مشاہدات میں سے ایک مشاہدہ تھا، اور اس وقت مشرقی افق غبار آلود تھا، اور (شرکاء میں سے) کسی نے بھی اس مشاہدہ کو حتمی نتیجہ تک پہنچنے کے لئے کافی قرار نہیں دیا تھا، تو اس پر اعتماد مناسب نہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم (ترجمہ ختم)

اس سے واضح ہوا کہ ٹنڈو آدم میں جو چندروزہ مشاہدہ کیا گیا (کمافی احسن الفتاویٰ ج۲ص ۱۷۵) وہ کوئی حتمی مشاہدہ نہیں تھا، بلکہ صرف ایک مرحلہ تھا، اور اس پر کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا گیا تھا۔ [1]

---

[1] یہی وجہ ہے کہ ابتداء میں مجلسِ تحقیق منعقدہ دارالعلوم کراچی ۱۳/ ذیقعدہ/۹۲ھ نے جو فیصلہ کیا تھا، اس میں یہ بھی تصریح تھی:

لیکن معلوم ہوا کہ بعض دوسرے علماء کا اس پر اطمینان نہیں ہوسکا، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ صبح صادق پندرہ درجے زیرِ افق سے پہلے ہوجاتی ہے، اس کے علاوہ ہمارے ظنِ غالب کی بنیاد بھی حسابات ہیں نہ کہ ایسے مسلسل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعد میں جب متعدد مشاہدات اور کتابی تحقیق مکمل ہوگئی، اور اس کے نتیجہ میں سابقہ 18 درجے زیرِ افق کے مطابق توارث وتعامل اور تیار شدہ جنتریوں کا درست وصحیح ہونا محقق ہوگیا، تو اسی پر حتمی فتوے وعمل کو اختیار کیا گیا۔

(8)......حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی صاحب رحمہ اللہ اور بعض دیگر اکابر نے اس سلسلہ میں جو ایک متفقہ فیصلہ صادر فرمایا، وہ مندرجہ ذیل ہے:

باسمہٖ سبحانہٗ

کچھ عرصہ سے بعض ائمہ مساجد اور دیگر احباب کی جانب سے صبح صادق کے اوقات کے بارے میں استفسارات سے اندازہ ہوا کہ بعض حلقوں میں ابھی تک حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مشاہدات جو کہ دائمی جنتریوں کی بنیاد بن سکیں، جب کہ شریعت میں اصل مدار مشاہدات پر ہے، اور حسابی جنتریوں پر اعتماد اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے، جب کہ مشاہدات سے متواتر تائید ہوگئی ہو، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نقشوں میں وقتِ فجر کے دو خانے الگ الگ لکھیں جائیں، ایک کا عنوان ہو احتیاطی منتہا سحر اور اس کے تحت قدیم معمول کے مطابق قدیم جنتریوں کے اوقات لکھے جائیں، دوسرا عنوان ہو وقتِ اذانِ فجر، اور اس میں حضرت مفتی رشید احمد صاحب کے نکالے ہوئے اوقاتِ صبح صادق لکھے جائیں، دونوں کے درمیانی وقت میں نہ سحری کھائی جائے، اور نہ نماز پڑھی جائے۔احقر محمد تقی عثمانی ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ

اس سے اتفاق ہے، اگرچہ میں حاضر مجلس نہ تھا

محمد شفیع عفا اللہ عنہ ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۹۲ ہجری دار الافتاء دار العلوم کراچی نمبر ۱۴

محمد عاشق الٰہی

رشید احمد

العبد محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

(فتاویٰ عثمانی جلد ۱ صفحہ ۳۸۶، ۳۸۷، کتاب الصلاۃ)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ سمیت مجلس تحقیق کے ارکان کے اس فیصلہ سے واضح ہوا کہ حتمی تحقیق سے پہلے سابقہ فیصلہ میں بھی 18 ڈگری کے بعد سحری کھانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔

مگر افسوس کہ مجلسِ تحقیق کے فیصلہ کے اس حصہ کی نہ تو نشر واشاعت کی جاتی، اور نہ ہی کوئی ذکر، بلکہ پیچھے سے اقتباسات لکھ کر اکابر کے نام ودستخطوں کا اظہار کیا جاتا ہے، جو دیانت داری کے اصولوں کے موافق نہیں ہے۔

رحمہم اللہ تعالیٰ کی تحریر فرمودہ وضاحتیں نہ پہونچنے کے باعث تردد باقی ہے؛ واقعہ یہ ہے کہ اس موضوع پر اِن حضرات نے دیگر علماءِ کرام اور ماہرینِ فن (بطرزِ قدیم وجدید) کو ساتھ لیا تھا۔ سیر حاصل بحث وتمحیص، مراجعتِ کتب اور مشاہدات کی بنیاد پر یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچی کہ قدیم جنتریوں کے اوقاتِ صبح صادق ہی صحیح ہیں، اور ان میں کسی تردد کی ضرورت نہیں ہے۔ مکمل اطمینان کے بعد ان حضرات نے وضاحت تحریر فرمادی تھی۔ ہم اس سے بالکل متفق ہیں اور اسی پر ہمارا عمل ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ اطمینان کے ساتھ قدیم مروجہ نقشوں پر عملدرآمد کرتے رہیں۔

ولی حسن

مفتی جامعۃ العلوم الاسلامیہ؛ کراچی۔ ۲۸/ شعبان ۱۳۹۹ھ

محمد ایوب بنوری غفرلہٗ

ممبر رویتِ ہلال کمیٹی وشیخ الحدیث دارالعلوم سرحد، پشاور

محمد اکمل غفرلہٗ

مفتی دارالافتاء جیکب لائن، کراچی

۷/۹/۹۹ھ

سمیع الحق

مدرس دارالعلوم حقانیہ، مدیر ماہنامہ الحق، اکوڑہ خٹک

احمد الرحمٰن عفی عنہ

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

۲۸/۸/۱۳۹۹ھ

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

مدیر ماہنامہ بیّنات، کراچی ۵

سلیم اللہ خان

مہتمم جامعہ فاروقیہ، کراچی نمبر ۲۵

۳/۹/۹۹ھ۔

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

مہتمم دار العلوم کراچی

۲۸/۸/۹۹ھ

(ماخوذ از: صبح صادق وصبح کاذب: جلدِ اول صفحہ نمبر ۱۰۱، از: عبدُ اللطیف بن عبد العزیز؛ ناشر: عبد الحفیظ قریشی، ''العزیز'' ۱۹/۴، V-C ناظم آباد، کراچی)

یہ وضاحتیں خود ان حضرات کی طرف سے ہیں جو حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کے ساتھ ٹنڈو آدم یا کراچی کے مشاہدہ میں یا اس کی کارگزاری مرتب کرنے والوں میں شریک تھے۔

(9)......حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب رحمہ اللہ (سابق مہتمم: جامعہ اشرفیہ، لاہور) اپنے مضمون محررہ مورخہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ میں فرماتے ہیں:

قدیم وجدید علمِ ہیئت میں یعنی ہیئتِ بطلیموسیہ وہیئتِ کوبرنیکسیہ میں مولانا روحانی بازی صاحب کی مہارتِ تامہ مسلم ہے، اس دعوے کی دلیل:

اولاً: موصوف کی فنِ ھٰذا میں کثرتِ تصانیف ہے، علمِ ہیئتِ جدیدہ وقدیمہ میں مولانا موصوف کی تالیفات تیس (30) سے زائد ہیں، کسی ایک فن میں اتنی زیادہ تصانیف لکھنا نہایت مشکل کام ہے، اس قسم کا رتبہ کل تاریخِ اسلام میں معدودے چند علماء کو حاصل ہے۔

ثانیاً: اس کی دلیل یہ ہے کہ فنونِ ہیئت میں موصوف کی مہارت نہ صرف پاکستان

میں مسلّم ہے، بلکہ بیرونِ پاکستان بھی مشہور ومسلّم ہے، پاکستان میں علمائے کرام یا دیگر دانشوروں کے مابین جب بھی علمِ ھیئت سے متعلق (مثلاً اوقاتِ صلاۃ، وقتِ فجرِ صادق، ابتداءِ فجر کاذب وصادق، انتہائے لیل وسحر، وقتِ ابتدائے صوم، مقدارِ وقتِ مغرب، یکم کے چاند کی ضروری وواجبی عمر کتنی ہے، یکم کو آفتاب سے کتنے درجے بُعد پر چاند نظر آنے کے قابل ہوتا ہے، تیسری رات کا چاند کتنی دیر تک اُفق سے بالا رہتا ہے؟ کیونکہ بعض احادیث میں اس کے غروب کے ساتھ عشاء کا وقت مربوط کیا گیا ہے، اختلافِ مطالع ومغارب کی بحث، دیارِ عرب کی عید یا قمری تاریخ پاک وہند کی عید وقمری تاریخ سے دو دن یا ایک دن مقدم ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ) کسی مسئلہ کی بحث وتحقیق مشکل اور نزاعی صورت اختیار کر لیتی ہے، تو علماء ودانشور، عوام وخواص اس مسئلہ کے حل وتحقیق کے لئے مولانا روحانی بازی صاحب کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور پھر ان کی تحقیق اور احقاقِ حق پر اعتماد واطمینان کا اظہار کرتے ہیں۔

کئی سال قبل پاکستان بھر میں مقدارِ وقت فجر وابتدائے وقتِ فجرِ صادق ومنتہائے لیل کا مسئلہ نہایت پیچیدہ ہوکر موجبِ نزاع بلکہ باعثِ جدال بن گیا تھا، قدیم علماء سلف کبار کی تحقیقات اور نقشوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فجرِ صادق سے طلوعِ شمس تک وقفہ قدرے طویل ہے (یعنی سورج کے اٹھارہ درجہ زیرِ اُفق) مگر بعض معاصر علمائے کرام کی تحقیق وتفتیش یہ ہے کہ یہ وقت درحقیقت سلف کے نقشوں میں مندرج وقت سے کم ہے (یعنی سورج کے پندرہ درجہ زیرِ افق) اس اختلاف سے کئی اہم فقہی مسائل (مثلاً رمضان شریف میں سحری کا منتہیٰ وغیرہ) میں بھی شدید اختلاف پیدا ہوا۔

اسی طرح فجرِ صادق کی ابتداء میں بھی بڑا اختلاف رونما ہوا، اور یہ تحقیق مشکل ہوئی

کہ فجرِ صادق کے وقت آفتاب کا اُفق سے انحطاط (افق سے نیچے ہونا) کتنے درجے ہوتا ہے (آیا کہ اٹھارہ درجے یا پندرہ درجے ، ناقل ) اور صبح کاذب کے وقت انحطاطِ آفتاب از افق کتنے درجے ہوتا ہے (آیا کہ 18 درجے یا اس سے قبل) کئی سال تک یہ نزاع پاکستان کے مختلف شہروں میں جاری رہا، بعض معاصرین علماءِ کبار فجرِ صادق کے وقتِ افق سے آفتاب کے انحطاط کے کم درجے بتلاتے ہیں، بالفاظِ دیگران کا دعویٰ ہے کہ فجرِ صادق سے طلوعِ شمس تک وقت بنسبت اس وقت کے جو سلف کے نقشوں اور تحقیقات سے واضح ہوتا ہے، بہت کم ہے۔ یہ اختلاف علمِ ھیئت کے اصولوں پر متفرع ہے، طرفین سے متعدد ماہرین نے اپنی تحقیقات پیش کیں، لیکن عام علماءِ کبار کے نزدیک وہ موجبِ تسلی نہ تھیں۔ اور مولانا روحانی بازی صاحب اختلافی مسائل میں دخل بہت کم دیتے تھے، علماء کے احترام واکرام کی خاطر وہ ایسے مسائل میں کنارہ کشی پسند کرتے تھے۔

مذکورہ صدر نزاعی بحث کی وجہ سے پاکستان کے دیندار عوام بالعموم اور علمائے کرام بالخصوص نہایت پریشان تھے، کیونکہ مذکورہ صدر نزاعی بحث پر یہ اختلاف متفرع ومرتب ہے کہ رمضان شریف میں سحری کا وقت کتنے بجے تک ہے؟ نیز عشاء کی نماز کتنے بجے تک صحیح اور درست ہے؟ کتنے بجے صبح صادق نمودار ہوکر صبح کی نماز پڑھنا جائز ہوسکتا ہے؟ آخر کار پاکستان کے علماءِ کبار میں سے شیخین کبیرین مفخمین مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی شفیع (رحمہ اللہ) مہتمم دار العلوم کراچی، اور مولانا سید محمد یوسف بنوری (رحمہ اللہ) مہتمم جامعہ نیوٹاؤن کراچی نے بے شمار علماء اور دانشوروں کی مسلسل درخواست پر مولانا روحانی بازی کو مراسلہ لکھ کر اور بھیج کر دونوں شیوخ نے مولانا موصوف سے اس مختلف فیہ مسئلہ وبحث میں احقاقِ حق واظہارِ صواب مطابقِ اصولِ ھیئت کی درخواست کی، اور تاکیدی فرمائش کی۔

مولانا روحانی بازی صاحب نے شیخین مکرمین مذکورین کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس مسئلہ کی تشریح وحل میں نہایت مغلق مبنی بر اصولِ ھیئت رسالہ لکھا، اور اصولِ ھیئت کی روشنی میں رفتارِ آفتاب پر بحث کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ فجر کا وقت قدرے طویل ہے، جیسا کہ ہمارے مشائخ قدماء کے قدیم نقشوں میں درج ہے۔ [1]

اس سلسلے میں موصوف نے کراچی کا سفر کیا، اور وہاں شیخین مکرمین کی خدمت میں اپنا رسالہ پیش کیا، وہاں کئی دن تک علماء اور دانشوروں کے شیخین مذکورین سمیت اس سلسلے میں کئی اجتماعات ہوئے، اور رسالہ مذکورہ میں درج تحقیقات پر غور کیا گیا، شیخین مکرمین اور دیگر تمام علماءِ کبار نے رسالہ مذکورہ میں درج نتائج کو صحیح اور تسلی بخش قرار دیا، اور مولانا روحانی بازی صاحب کو دعائیں دیں، بعدہٗ شیخین مذکورین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فوراً اخباروں میں یہ اعلان شائع کرایا۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فجرِ صادق کے بارے میں مولانا روحانی بازی صاحب کی تحقیق ہی صحیح اور برحق ہے، اور اس کے مطابق ہی عمل کرنا چاہئے۔

شیخین محترمین کے اعلان کے بعد پاک وہند میں مذکورہ صدر اختلافی مسئلہ کے بارے میں نزاع وجدال والی حالت بالکل ختم ہوئی، اور آج تک ختم ہے، وللہ الحمد۔

اگر مولانا روحانی بازی مسئلہ مذکورہ کے سلسلے میں تحقیق نہ کرتے، اور اس کا حل تحریر نہ کرتے، تو اس مسئلہ کا نزاع پاک وہند میں اور دیگر نزدیک اور قریب کے ملکوں میں بڑھتے بڑھتے سنگین صورت پیدا کرسکتا تھا (پیشِ لفظ: الھیئۃ الکبریٰ مع شرحہا سماء الفکریٰ، الجزء الاول، ص۲۴ تا ص۲۶، ناشر: ادارہ تصنیف وادب، جامعہ اشرفیہ، لاہور، طبع ثانی: ۱۴۲۵ھ، مطابق 2004ء)

---

[1] اور اس بات کی تصریح پہلے گزر چکی ہے کہ ہمارے مشائخِ قدیم کے نقشے 18 ڈگری کے مطابق ہیں۔

اس سے واضح ہے کہ شیخین مذکورین رحمہما اللہ وغیرہما نے قدیم نقشوں کے متعلق ''جو کہ 18 درجہ پر صبح صادق کے طلوع اور شفقِ ابیض کے غروب کے متعلق تھے'' صحیح اور برحق ہونے کا اعلان فرمایا تھا، وہ حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی صاحب رحمہ اللہ جیسی علمی وفنی شخصیات کے ساتھ اجتماعات کر کے اور خوب تحقیقات کر کے شرح صدر کے بعد فرمایا تھا۔ [1]

مگر آج کل بعض لوگوں کی طرف سے دوبارہ شدومد کے ساتھ 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق پرانے اور قدیمی نقشوں اور فقہاء واکابر کی آراء کو غلط قرار دینے بلکہ جمہور کے تخطئہ کی کوشش کی جارہی ہے۔

## خلاصہ

ان تمام اکابر حضرات کی وضاحتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت بنوری رحمہما اللہ وغیرہما اکابر حضرات نے جو رجوع فرمایا، وہ سابق جنتری کے متعلق تردُّد وتذبذب سے رجوع تھا، ورنہ آپ کا آخری اور حتمی فتویٰ وفیصلہ آپ کے پہلے موقف کے مطابق ہی تھا۔

اور ان حضرات کی تحقیقات ومشاہدات کے ابتدائی دور میں درمیانی رائے احتیاط پر مبنی تھی، دوسرے وہ مشاہدات وتحقیقات بھی مکمل نہیں تھیں، اور اس کی پوری حقیقت کو ان حضرات نے خود ہی بیان فرمادیا ہے۔

لہٰذا اس کے باوجود بعض حضرات کا ان حضرات کی تحریرات کو بالکل مجمل ومبہم قرار دینا اور متفقہ عینی مشاہدات سے رجوع قرار دے کر اس کو اختلاف کے بجائے خلاف بلادلیل کہنا

---

[1] حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب رحمہما اللہ نے خوب تحقیق کے بعد 18 ڈگری پر مشتمل قدیم نقشوں کی صحت کے متعلق ۱۳۹۳ھ کو تحریرات شائع فرمائیں، اور حضرت مولانا روحانی بازی صاحب رحمہ اللہ نے ۱۴۰۵ھ کی تصنیف فرمودہ اپنی اسی کتاب ''الهيئة الكبرىٰ مع شرحها سماء الفكرىٰ'' میں 18 درجے کے قول کو زیادہ محقق قرار دیا ہے۔ کمامر۔

درست معلوم نہیں ہوتا۔ [1]

اگر کسی صاحبِ علم کو اس کی مزید تفصیل مطلوب ہو، تو ہماری دوسری تالیف ''کشف الغطاء عن وقت الفجر والعشاء'' کی طرف رجوع فرمائیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] جیسا کہ احسن الفتاویٰ میں تحریر کیا گیا ہے کہ:

دونوں حضرات کی تحریر بالکل مجمل بلکہ مبہم ہے، ان میں نہ تو میری کسی دلیل کے جواب کی طرف کوئی اشارہ ہے اور نہ ہی اپنی تائید میں کوئی دلیل ہے، دونوں بزرگوں کی تحریروں میں جس جدید انکشاف کا ذکر ہے وہ وہی زوڈیکل لائٹ ہے، جس کی حقیقت میں بہت پہلے لکھ چکا تھا (احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۹۰)

ان حضرات کے بلا دلیل اختلاف سے اس متفقہ مسئلہ کو مسائلِ اختلافیہ کی فہرست میں لانے کا کوئی جواز نہیں، اس لیے کہ 18 زیرِ افق پر صبح صادق کا دنیا میں آج تک کوئی ایک فرد بھی قائل نہیں ہوا، ایسی متفق علیہ حقیقت سے انکار کو اختلاف نہیں کہا جا سکتا، بلکہ یہ خلاف بلا دلیل کہلاتا ہے (ایضاً صفحہ ۱۹۰ و ص ۱۹۱)

جواباً عرض ہے کہ ان حضرات کی تحریرات میں اجمالی طور پر پوری وضاحت موجود ہے، اور ان حضرات کا زوڈیکل لائٹ کو کاذب قرار دینا غلط نہیں ہے، زوڈیکل لائٹ کو صبح کاذب قرار نہ دیئے جانے کے دلائل پر تبصرہ پہلے گزر چکا۔

اور ہم نے اپنے اس مضمون میں 18 زیرِ افق پر صبح صادق ہونے کا جمہور قدیم وجدید ماہرینِ فلکیات اور فقہاء وعلماء سے ثبوت پیش کر دیا ہے۔ اور تعامل بھی اس کے مطابق پیش کر دیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ جس طرح اس کے قائلین کی ہمیشہ کثرت رہی ہے، اسی طرح عمومی تعامل اور تلقی بالقبول بھی اسی کو حاصل رہا ہے۔

جبکہ دوسری رائے (15 درجے زیرِ افق والی) کے قائلین وعاملین اقل قلیل رہے ہیں، جیسا کہ گزشتہ تفصیلات اس پر گواہ ہیں لہٰذا احسن الفتاویٰ میں مذکور یہ خلافِ واقعہ دعویٰ قابلِ اطمینان نہیں ہو سکا، بلکہ باعثِ تعجب ہے۔

# راولپنڈی، اسلام آباد کے

# چند علماء ومفتیانِ کرام کا ایک متفقہ فیصلہ

آخر میں راولپنڈی واسلام آباد کے چند علماء ومفتیانِ کرام کا صبح صادق اور وقتِ عشاء کے 18 درجے کے مطابق ہونے پر ایک متفقہ فیصلہ پیشِ خدمت ہے۔

**بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**

بعض حضرات کی طرف سے حال ہی میں سحری، نمازِ فجر وعشاء سے متعلق سورج کے پندرہ (15) درجہ زیرِ اُفق کے مطابق جو نئے نقشہ جات تیار کر کے نشر کیے جا رہے ہیں اور اُن میں سحری لمبی اور روزہ چھوٹا وغیرہ ہونے کے عنوان سے لوگوں کو اُن کے استعمال کی ترغیب دی جا رہی ہے۔

اس پر غور وفکر کے لیے مؤرخہ 5/شعبان 1429ھ ۔ بمطابق 8/ اگست 2008ء بروز جمعہ بعد عصر تا عشاء ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان میں ایک فقہی مجلس منعقد ہوئی، جس میں راولپنڈی، اسلام آباد کے چند مفتیانِ کرام، اربابِ دارالافتاء واہلِ علم حضرات شریک ہوئے، شرکائے مجلس نے اس معاملہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی، اور باہم مذاکرہ ہوا، غور وفکر وتحقیق کے بعد باہمی اتفاقِ رائے سے یہی قرار پایا کہ:

''صبح صادق اور عشاء کا وقت اٹھارہ (18) درجہ زیرِ اُفق ہونا ہی معتبر ہے''

اس پر تعامل، تواتر اور توارُث چلا آ رہا ہے، اور عصرِ حاضر میں مختلف مواقع پر اکابر اہلِ علم واہلِ فن کی طرف سے بارہا کیے جانے والے مشاہدات بھی اسی کے مؤید

ومؤفّق ہیں۔خصوصاً مئی 2008ء میں کراچی کے اہلِ علم کی طرف سے کیے جانے والے تازہ ترین مشاہدات بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔لہٰذا اس کے برخلاف پندرہ (15) درجہ زیرِ اُفق پر صبح صادق ہونے کا جو قول بعض اہلِ علم کا ہے، اس کی بنیاد پر بعض حضرات کا شدّ ومدّ سے جدید نقشے تیار کرنا اور پندرہ (15) درجہ پر صبح صادق ہونے پر جزم واصرار کرنا اور اس کی عامّۃُ النّاس میں تشہیر وتبلیغ کرنا غلط اور نامناسب طرزِ عمل ہے۔

جس سے ایک طرف تو اُمت میں انتشار وخلفشار اور فتنہ پیدا ہورہا ہے۔اور دوسری طرف یہ پندرہ درجے زیرِ اُفق والے جدید نقشے عامۃُ المسلمین کے روزے اور نمازِ عشاء، کی صحیح ادائیگی میں خلل وخرابی پیدا کرنے کا بھی باعث ہیں، کیونکہ ان جدید نقشوں میں سحری کا وقت تاخیر سے ختم ہونا اور عشاء کا وقت جلدی شروع ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔لہٰذا یہ مؤتمر مجلس اس طرزِ عمل اور پندرہ درجہ زیرِ اُفق والے جدید نقشوں کی بھرپور تردید کرتی ہے، اور اٹھارہ (18) درجہ زیرِ اُفق کے مطابق نقشوں کو درست اور صحیح تسلیم کرتی ہے۔

## اسمائے گرامی شرکائے مجلس

(1)......مفتی دوست محمد صاحب (مفتی لال مسجد وخطیب: واپڈا اسٹاف کالج، اسلام آباد)

(2)......مفتی شکیل احمد صاحب (مفتی جامعہ محمدیہ، چائنہ چوک؛ اسلام آباد)

(3)......مفتی محمد رضوان صاحب (مفتی ومدیر ادارہ غفران، راولپنڈی)

(4)......مفتی ریاض محمد صاحب (مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن، راجہ بازار؛ راولپنڈی)

(5)......مفتی ضیاء الرحمٰن صاحب (مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن، راجہ بازار؛ راولپنڈی)

(6)......مفتی محمد یونس صاحب (معین مفتی ادارہ غفران، راولپنڈی)

(7)......مفتی احسان الحق صاحب (مفتی لال مسجد، اسلام آباد)

(8)...... **مفتی محمد شاکر صاحب** (مفتی لال مسجد، اسلام آباد)

(9)...... **مفتی محمد عبداللہ صاحب** (خطیب: کوثر مسجد، امر پورہ، راولپنڈی)

(10)...... **مفتی محمد امجد حسین صاحب** (معین مفتی ادارہ غفران، راولپنڈی)

(11)...... **مولانا عبدالسلام آزاد صاحب** (مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیہ مدنیہ گُری روڈ صادق آباد نزد ہائی وے راولپنڈی)

(12)...... **مولانا محمد ناصر صاحب** (معین دارالافتاء، ومدرِّس ادارہ غفران، راولپنڈی)

(13)...... **مولانا امتیاز احمد صاحب** (ادارہ غفران، راولپنڈی)

(14)...... **قاری عبدالحلیم صاحب** (مدرِّس: ادارہ غفران، راولپنڈی)

(15)...... **قاری محمد طاہر صاحب** (مدرِّس: ادارہ غفران، راولپنڈی)

# خلاصۂ کلام

اب تک جو کچھ ہم نے اپنے سابقہ مضمون میں تحریر کیا اس کا نتیجہ بطورِ خلاصہ یہ ہے کہ:
شرعی احکام صبح صادق سے وابستہ ہیں، شریعت کی نظر میں اصل وحقیقی صبح وفجر یہی ہے، اور کاذب سے شریعت کا کوئی حکم وابستہ نہیں، بلکہ شریعت نے صبح کاذب سے دھوکہ کھانے سے بھی منع فرمادیا ہے، اور صبح کاذب کا تمام علاقوں کے لئے کوئی خاص درجہ اور وقت مقرر نہیں، بہت سے علاقوں میں یہ سارے سال اور بعض علاقوں میں مخصوص زمانے میں ہی بہتر طریقہ پر مشاہدہ کی جاسکتی ہے، صبح کاذب وصادق کے درمیان وقفہ کا دورانیہ مختلف ہوسکتا ہے، بعض اوقات صبح کاذب صبح صادق سے متصل بھی ہوسکتی ہے، اور صبح صادق کی روشنی کے اس پر غالب آنے سے ہی وہ مغلوب ہوتی ہے، اور اس کے مشاہدہ میں کئی امور مانع بن سکتے ہیں، آج کل کی جدید سائنسی اصطلاح میں اس کو بروجی روشنی یعنی زوڈیکل لائیٹ کہا جاتا ہے، اور صبح صادق کی روشنی ابتداء میں سفید ہوتی ہے، اور بعض اوقات کسی خاص کیفیت میں سرخی کی آمیزش بھی اس میں ہوسکتی ہے، مگر ضروری نہیں، اور صبح صادق میں اولِ طلوع کا اعتبار ہے، نیز بلادِ معتدلہ میں ہر دن کی فجر اور مغربِ حنفی کا وقت برابر ہوتا ہے، اور صبح صادق اور عشائے حنفی کا 18 درجے زیرِ افق ہونا راجح ہے، جو ابتدائے فلکی فلق یا اسٹرانومیکل ٹیولائیٹ کا وقت کہلاتا ہے، جمہور اہلِ فلکیات وفقہاء اور اکابر اسی کے قائل ہیں، اور اسی پر قدیم زمانے سے توارُث وتعامل چلا آرہا ہے، جس پر عمل بلاشبہ درست ہے، ہر شخص کو خود سے مشاہدہ کرنا ضروری نہیں۔

اس کے خلاف جو دیگر اقوال پائے جاتے ہیں، وہ دلائل وشواہد کے اعتبار سے

مرجوح ثابت ہوئے ہیں۔

پروفیسر عبداللطیف صاحب وانجینئر شبیر احمد کا کاخیل صاحب کے مرتب کردہ نقشے صبح صادق اور وقتِ عشائے حنفی کے 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق ہیں، اور وہ درست وقابلِ اعتبار اور جمہور کی تحقیقات ومشاہدات کے مطابق ہیں، اور ان نقشوں میں باہم جو دو چار منٹ کا فرق ہوتا ہے، وہ یا تو احتیاط شامل کرنے نہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے، اور یا پھر اس وجہ سے بھی ہوجاتا ہے، کہ بعض نقشے وسیع علاقے کے لئے تیار کئے جاتے ہیں، جن میں وسیع علاقے کے وقت کا لحاظ کیا جاتا ہے، اور بعض مختصر علاقے کے لئے تیار کئے جاتے ہیں جن میں اس کے لحاظ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اس کے مقابلہ میں 15 درجہ زیرِ افق کے مطابق صبح صادق ووقتِ عشاء سے متعلق تیار شدہ نقشے ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہیں، کیونکہ دلائل کی رُو سے 15 درجے پر صبح صادق کا اچھی طرح تبین ہوجاتا ہے، جبکہ جمہور کے نزدیک اعتبار ابتدائے طلوع یا تبینِ خطِ فجر کا ہے، جو کہ جمہور کے نزدیک 18 درجہ زیرِ افق ہے۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

مؤرخہ: ۲۵/ ذوالقعدۃ/ ۱۴۲۹ھ

اضافہ واصلاح: ۱۸/ ذوالحجہ/ ۱۴۲۹ھ بمطابق 17 دسمبر 2008ء بروز بدھ

اضافہ واصلاح بموقع طباعتِ دوم: ۱۱/ صفر المظفر/ ۱۴۳۱ھ 27/ جنوری/ 2010ء بروز بدھ

نظرِ ثانی بموقع طباعتِ پنجم: 11/ محرم الحرام/ 1439ھ 02/ اکتوبر/ 2017ء بروز پیر

دارالافتاء، ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

# اکابر و اہلِ علم حضرات کی آراء

''صبح صادق و صبح کاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' کے عنوان سے مذکورہ مضمون مرتب کر کے متعدد اکابر و اصحابِ علم کی رائے حاصل کرنے کے لیے ارسال کیا گیا، اس پر جن حضرات کی آراء موصول ہوئیں، ذیل میں ان کو نقل کیا جاتا ہے۔

## (1)......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہٗ

(نائب صدر، جامعہ دارالعلوم کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی قدر مکرم جناب مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

صبح کاذب اور صبح صادق کے بارے میں آپ کی تحقیق موصول ہوئی۔

سرسری طور پر جستہ جستہ ہی دیکھ سکا۔

ماشاء اللہ کافی وافی معلوم ہوئی، ٹنڈو آدم کے مشاہدے کے سلسلے میں حقیقت یہ ہے کہ جو تحریر حضرت مفتی رشید احمد صاحب قدس سرہٗ نے تحریر فرمائی تھی، وہ ہماری یادداشت کے تأثر کے بالکل برخلاف تھی، لیکن چونکہ خود ہماری یادداشت کا کوئی ریکارڈ ہمارے پاس نہیں تھا، اور حضرت رحمہ اللہ کی یہ تحریر کافی عرصہ کے بعد شائع ہوئی، جبکہ واقعات پوری طرح یاد بھی نہیں رہے تھے، اس لئے کوئی ذمہ دارانہ تردید بھی ممکن نہیں تھی۔

لیکن یہ بات واضح ہے کہ یہ کوئی فیصلہ کن مشاہدہ نہیں تھا، بلکہ یہ بات طے تھی کہ مزید مشاہدات کئے جائیں گے، اس لئے صرف اس کی بنیاد پر کوئی دائمی فیصلہ پیشِ نظر نہیں تھا،

جبکہ مطلع بھی غبار آلود تھا [1] ............

والسلام

محمد تقی، ۱۵-۱۲-۱۴۲۹ھ

---

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہٗ کی مذکورہ بالا رائے رسالہ کی اشاعت سے پہلے کی ہے، اور جب مذکورہ رسالہ اشاعت کے بعد حضرت والا کی خدمت میں ارسال کیا گیا، تو حضرت والا نے مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا۔

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم بندہ زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بندہ آپ کی یہ تحقیق پہلے ہی دیکھ چکا ہے، اور شاید اپنے تاثرات بھی عرض کئے تھے، ماشاء اللہ کافی وافی ہے۔

البتہ یاد پڑتا ہے کہ مکہ مکرمہ اور خط استواء کے بارے میں کوئی بات پہلے عرض کی تھی، امید ہے کہ اس کا خیال رکھ لیا ہوگا۔ [2]

والسلام

محمد تقی ۱۳/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

---

[1] حضرت والا نے اپنے اس مکتوب کے آخر میں مکہ مکرمہ کے عرض البلد کے بارے میں ایک اصلاح کی نشاندہی فرما کر غور کرنے کا حکم فرمایا تھا، جس پر بعد میں غور کر کے اصلاح کر لی گئی تھی۔

حضرت والا کی خدمت میں "صبح صادق وصبح کاذب اور وقت عشاء کی تحقیق" سے متعلق یہ مضمون ارسال کرنے کے بعد اس مضمون میں کچھ مفید باتوں اور دلائل کا مزید اضافہ کیا گیا، لیکن اصل موقف سابقہ ہی برقرار رکھا گیا، پھر حضرت کی خدمت میں یہ اضافہ شدہ مضمون بھی ارسال کیا گیا، جس کے جواب میں حضرت والا نے مندرجہ ذیل تحریر سے مستفید فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم بندہ زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مضمون مل گیا، جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا، اس مرتبہ دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا، دارالافتاء میں محفوظ کروادیا ہے، البتہ سابق مضمون دیکھ کر تاثر یہی تھا کہ ماشاء اللہ خوب محنت کی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں............ والسلام، محمد تقی، ۱۰-۱-۱۴۳۰ھ

[2] یہ بات پہلے ذکر کی جا چکی ہے کہ حضرت والا کی اس اصلاح کو شامل کر لیا گیا ہے۔

## (2)......جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب رحمہ اللہ

(سابق صدر شعبہ جغرافیہ، گورنمنٹ کالج، ناظم آباد، کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم ومحترم جناب حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب مدفیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

مزاجِ گرامی! جناب کا ارسال کردہ علمی وتحقیقی رسالہ بعنوان ''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' سے متعلق ملا، اللہ رب العزت آپ کو جزائے خیر دے، کہ اس ناچیز کی کاوش کو بھی آپ نے سراہا، اور اس پر بھی مکمل مضمون تحریر فرمادیا۔

امید ہے کہ اس سلسلہ کو جاری رکھیں گے، اور مزید فنی وتحقیقی باتوں کا اس میں اضافہ فرماتے رہیں گے۔ [1]

سارا مضمون ماشاء اللہ خوب مرتب فرمایا ہے، تحقیق کا حق ادا کیا ہے، اللہ ربُّ العزت اس کو نافع بنائے، اور نہ ماننے والوں کو بھی ہدایتِ کاملہ عطا فرمائے۔

آپ کی کاوش قابلِ قدر وقابلِ ستائش ہے، اللہ آپ کے قلم میں، علم میں اور ترقی وبرکت عطا فرمائے، آمین۔ میں بھی جناب کی دعاؤں کا محتاج ہوں، کارِ لائق سے یاد فرمائیں۔

جناب کے شفقت نامے کا بہت بہت شکریہ، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایتِ کاملہ عطا فرمائیں۔

جزاک اللہ فی الدارین.

فقط والسلام

احقر عبداللطیف۔15/12/2008

مکان نمبر۔5-c,19/4۔ناظم آباد، کراچی

---

[1] آنجناب کی اس خواہش کے مطابق موجودہ ایڈیشن میں مزید فنی وتحقیقی باتیں شامل ہوگئی ہیں۔محمد رضوان

جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب موصوف مرحوم کی مذکورہ رائے اس مضمون کے مسودے سے متعلق ہے، اوراس مضمون کی رسالہ کی شکل میں اشاعت کے بعد جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب مرحوم نے مندرجہ ذیل رائے ارسال فرمائی۔

**بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**

**نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہٖ الکریم**

محترم جناب حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہٗ کی کاوش قابلِ ستائش ہے۔

حضرت نے صبح صادق وصبح کاذب کے موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے، اوراچھا خاصا علمی مواد بمع دلائل کے اپنی اس کتاب میں محفوظ فرمادیا ہے۔

اللہ ربُّ العزت کی ذات سے امید ہے کہ تمام باشعور وعلمی تحقیق کی صلاحیت رکھنے والے احباب اس سے استفادہ کریں گے، اورعوامُ الناس بھی سمجھ جائیں گے کہ جب سورج زیرِ افق 18 درجات پر پہنچ جاتا ہے تو صبح صادق نمودار ہوجاتی ہے، اوراس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

نیز بروجی روشنی (زوڈیکل لائٹ) جو 18 درجہ زیرِ افق سے پہلے ظاہر ہوتی ہے، یہی صبح کاذب ہے۔

اللہ ربُّ العزت حضرت مفتی صاحب کے علم میں، عمل میں، عمر میں، جان ومال میں ترقی و برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

ایک بات کی طرف اشارہ ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض لوگ جو اپنے آپ کو ماہرین گردانتے ہیں اپنی کم فہمی اور ضد کی وجہ سے فرماتے ہیں کہ چونکہ بروجی روشنی سال میں چند ماہ نظر آتی ہے، اس لئے اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے، حالانکہ وہ بھی اس بات سے واقف ہیں کہ جس صبح کو وہ صبح صادق کہتے ہیں (یعنی ان کے خیال کے مطابق وہ روشنی جو 15 درجہ زیرِ افق پر طلوعِ آفتاب سے پہلے نظر آتی ہے) وہ بھی ہر موسم میں ہر جگہ ہمیشہ ہمیشہ نظر نہیں آتی، جس کا شریعت سے سو فیصد تعلق ہے۔

لہٰذا بروجی روشنی کو اس خود ساختہ اصول کی بناء پر نظر انداز کر دینا اگر درست ہے کہ وہ چند ماہ نظر آتی ہے؛ تو اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ وہ روشنی جو 15 درجہ زیرِ افق پر ظاہر ہوتی ہے، وہ بھی تو ہر موسم میں ہر مقام پر ہمیشہ ہمیشہ نظر نہیں آتی، لہٰذا اس کو بھی نظر انداز کر دینا چاہئے۔

جبکہ واقعہ اور اصل حقیقت یہ ہے کہ بروجی روشنی ٹراپیکل کے علاقے میں سارا سال نظر آتی ہے، خطِّ سرطان کو ٹراپیکل آف کینسر اور خطِّ جدی کو ٹراپیکل آف کیپری کارن کہا جاتا ہے، ان دونوں خطوط (یعنی خط سرطان وخط جدی) کے درمیانی علاقے میں مکہ مکرمہ کا شہر واقع ہے، جہاں اس بروجی روشنی کا مشاہدہ سارا سال ممکن بھی ہے، اور ہوتا بھی ہے۔

جبکہ اس کے برعکس ساڑھے 48 درجہ شمالی عرض البلد سے لیکر 90 درجہ قطب شمالی تک اور اسی طرح ساڑھے 48 درجہ جنوبی عرض البلد سے لے کر 90 درجہ قطب جنوبی تک کے مابین وہ مقامات اور ممالک جہاں کئی کئی ماہ تک نہ شفق احمر غائب ہوتی ہے نہ شفق ابیض، اور ان غیر معتدل ممالک میں غیر معتدل ایام میں کئی کئی ماہ تک اور بعض مقامات پر چھ چھ ماہ تک سورج نہ تو طلوع ہوتا ہے، نہ غروب، ان مقامات پر تو ظاہر ہے کہ 15 درجہ زیرِ افق پر ظاہر ہونے والی روشنی بھی نظر نہیں آتی تو اس کا شریعت سے پھر ان ہٹ دھرم اور ضدی لوگوں کے نزدیک کیسے تعلق قائم ہوگا، اس کو بھی بروجی روشنی کے زمرہ میں شمار کیا جانا چاہئے۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ اس خیال کے حامی تھے کہ جب سورج 15 درجہ زیرِ افق ہوتا ہے تو صبح صادق ہوتی ہے، لیکن ان کے ادارہ (جامعۃ الرشید احسن آباد کراچی) سے چند سال پہلے رمضان شریف کے مبارک مہینہ میں سحر و افطار کا چارٹ شائع ہوا، جس میں وہاں کے استادِ محترم نے خاص طور سے اپنے طلباء کو ہدایت کی تھی کہ وہ سحری کے اختتام میں دیر نہ کیا کریں، اور انہوں نے اختتامِ سحر کے وہ اوقات شائع فرمائے؛ جو سورج کے 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق تھے۔ حالانکہ کوئی بھی عالم دین صبح کاذب کے اوقات پر ختمِ سحری کا اعلان نہیں فرماتا، ان حضرت نے بھی گویا واضح اسی بات کی

طرف اشارہ فرمایا کہ 15 درجہ زیرِ افق تک سحری کھا کر اپنے روزہ کو خطرہ میں نہ ڈالنا، اور احتیاط اسی میں ہے کہ جب سورج 18 درجہ زیر افق ہو تو اس وقت کو (صبح صادق) اختتامِ سحر سمجھو۔

اللہ رب العزت ان حضرات کو جزائے خیر دے ان کے اس اعلان سے اُمت کا ایک طبقہ غلط فہمی سے نکل کر صحیح وقت پر سحری کا اختتام کرنے لگا۔

اللہ ربُّ العزت ہم سب کو صحیح بات سمجھنے کی، صحیح بات سمجھانے کی، صحیح بات پر عمل کرنے اور کرانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔ فقط والسلام

احقر عبداللطیف عفی عنہ [1]

۱۸/ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ مطابق 15 اپریل 2009ء

---

## (3)......مولانا مفتی ریاض محمد صاحب زید مجدہٗ

(دارالافتاء، دارالعلوم تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی)

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمی ومکرمی حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' کے عنوان سے آپ کا مفصل مقالہ ملاحظہ کیا۔

آپ نے اطمینان کی حد تک اس موضوع کے تمام اہم مسائل کی مدلل ومکمل تنقیح وتحقیق کر دی ہے اور بندہ کے خیال میں یہ فیصلہ کن تحریر ہے۔

ہمیں اس مقالہ کے تمام مندرجات سے مکمل اتفاق ہے اور یہی صحیح اور حق ہے کہ طلوعِ صبح

---

[1] نوٹ: پروفیسر صاحب موصوف، افسوس کہ اب انتقال فرما چکے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرتِ کاملہ فرمائے، اور درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

صادق اور غروبِ شفقِ ابیض دونوں سورج کے اٹھارہ درجہ زیرِ اُفق پر ہوتے ہیں۔فقط

ریاض محمد

دارالافتاء تعلیم القرآن، راولپنڈی، پاکستان

۱۴۳۰/۳/۲۳ھ

---

جناب مفتی صاحب مذکور کی مندرجہ بالا رائے اس مضمون کے مسودے سے متعلق ہے۔اوراس مضمون کی رسالہ کی شکل میں اشاعت کے بعد مفتی صاحب مذکور نے مندرجہ ذیل رائے ارسال فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمی ومکرمی حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب مدظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' کے عنوان سے ماہنامہ ''التبلیغ'' کا فقہی وتحقیقی سلسلہ نمبر 16 موصول ہوا، بندہ کو اس کے تمام مندرجات سے اتفاق ہے، اور یہی صحیح ہے کہ صبح صادق سورج کے 18 درجہ زیرِ افق پر ہوتا ہے۔

اصل مسئلہ کے ضمن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شفقِ ابیض والے قول کو جو فنی اور عقلی وجوہ کی بناء پر ترجیح دی ہے، وہ قابلِ تحسین امر و بہترین تحقیق ہے۔فقط

ریاض محمد بٹگرامی ۱۴۳۰/۵/۲۱ھ

دارالافتاء تعلیم القرآن، راولپنڈی، پاکستان

---

# (4)......جناب سید شبیر احمد کاکاخیل صاحب زیدمجدہٗ

(مدیر فنی اُمور، ادارہ تحقیقاتِ فلکیہ اسلامیہ، پاکستان)

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صبح صادق وصبح کاذب کے بارے میں ہمارے اکابر میں کوئی اختلاف نہیں تھا، البتہ حضرت

مفتی رشید صاحب کی تحقیق ہمارے اکابر کی تحقیقات سے مختلف تھی۔

ابتداء میں ہمارے کراچی کے بڑے علمائے کرام نے ان کی تحقیق کی طرف میلان ظاہر فرمایا تھا، لیکن جلد ہی چند حضرات نے خود اپنے مشاہدات کے بعد اور چند حضرات نے ان کے مشاہدات اور ماہرینِ حق کے دلائل سے متأثر ہوکر قولِ سابقہ کی طرف رجوع فرمایا۔

علمی تحقیقات میں آخری قول کا اعتبار کیا جاتا ہے، لیکن یہاں بعض حضرات اس اصول کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔

تاہم جمہور علمائے کرام نے اپنے اکابر کی تحقیقات کو کافی سمجھا، اور پرانے اصول یعنی 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق نقشے بنتے رہے، اب تک یہی چلا آرہا تھا۔

لیکن ماضی قریب میں بعض حضرات نے استفتاؤں میں دجل وفریب کے ذریعے بعض حضرات سے اپنے حق میں فتوے حاصل کئے، اوران کی بنیاد پر دوسرے حضرات سے بھی فتوے حاصل کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔

اس کے سدِ باب کے لئے احقر نے فنی بنیادوں پر ایک مقالہ تیار کیا، جو ابھی شائع نہیں ہوا، دارالعلوم کراچی کے اساتذہ اور طلباء نے جدید مشاہدات کئے، جو کہ 18 درجہ زیرِ افق کے حق میں ہیں۔

اور حضرت مفتی رضوان صاحب دامت برکاتہم نے ماشاء اللہ علمی مآخذ سے اس کے علمی دلائل جمع فرمائے، یہ رسالہ ان تحقیقات کا نچوڑ ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کے عمر وعلم میں برکت عطا فرمائے، اور جس مقصد کے لئے یہ تحریر کیا گیا، یعنی اس موضوع پر احقاقِ حق ہوجائے اس کو بہترین وسیلہ بنائے۔

آمین ثم آمین۔

شبیر احمد عفی عنہ

5 / اپریل / 2009ء، بمطابق ۸/ ربیع الثانی / ۱۴۳۰ھ

## (5)......مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب زید مجدہٗ

(مہتمم، جامعہ حقانیہ، ساہیوال، ضلع سرگودھا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادر گرامی قدر مولانا مفتی محمد رضوان صاحب تھانوی زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آنجناب کا مرسلہ رسالہ ''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' صادر ہوکر باعثِ مسرت ہوا، احقر نے عدیم الفرصتی کے باوجود حسبِ فرمائش جستہ جستہ مقامات سے استفادہ کیا۔

یہ دیکھ کر دل خوش ہوا کہ اپنے موضوع پر یہ ایک جامع مدلل اور مفید رسالہ تیار ہوگیا ہے۔

خاص طور پر صبح صادق کے حوالہ سے اپنے اکابر کے موقف کو آپ نے جس طرح مدلل انداز میں پیش کیا ہے، اسے دیکھ کر مزید مسرت ہوئی، اور آپ کے لئے دل سے دعائیں نکلیں۔

حق تعالیٰ اس سعی کو قبول فرماویں، اور آپ کو جزائے خیر عطاء فرمائیں۔ آمین۔

صبح صادق وشفقِ ابیض کے اٹھارہ درجہ زیرِ افق پر ہونے پر حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی، حضرت علامہ مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی، حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، حضرت علامہ محمد یوسف بنوری قدس سرہم وغیرہم متفق ہیں، اور اکثر حضرات اربابِ فتویٰ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے۔

15 درجہ زیرِ افق پر ہمارے حضرات کا اتفاق نہ پہلے تھا، اور نہ اب ہے، اس کی مکمل تفصیل رسالہ مذکورہ میں تحریر کردی گئی ہے، اس کے متعلق مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

احقر ناکارہ کو بخوبی علم ہے کہ اس مسئلہ میں فقیہ العصر یادگارِ سلف حضرت اقدس مفتی جمیل احمد تھانوی وحضرت اقدس والد ماجد قدس سرہما کا بھی یہی فتویٰ تھا، کہ صبح صادق 18 درجہ زیرِ

افق ہے۔

چونکہ محترم جناب حاجی وجیہ الدین صاحب، جناب شبیر احمد کاکاخیل صاحب اور محترم جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب کی تحقیق اور نقشہ ان حضرات کے مطابق ہے، اس لئے سب حضرات کو انہی کی تحقیق اور نقشوں پر عمل کرنا چاہیئے، خاص طور پر روزہ کے معاملہ میں ان نقشوں پر عمل کرنے میں جو احتیاط ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں۔ہٰذا ما عندی، واللہ اعلم

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہٗ

۳/ربیع الثانی/۱۴۳۰ھ 31/مارچ/2009ء

دارالافتاء، جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا

## (6)......مولانا مفتی رضاءُ الحق صاحب زید مجدہٗ

(استاذ الحدیث و مفتی دارالعلوم زکریا، لینیشیا، جنوبی افریقہ، المتوطن صوابی، پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب حفظکم اللہ تعالیٰ ورعاکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آنجناب کا مرسلہ رسالہ جو صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق میں لکھا گیا ہے، موصول ہوا، ماشاء اللہ تعالیٰ آپ نے مسئلہ کی خوب تحقیق فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔

زمانۂ ماضی میں کم سے کم سورج 18 درجات زیرِ افق پر اکابر ہندوپاک کا تقریباً اتفاق تھا، پھر کچھ عرصہ پہلے حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے 15 درجات زیرِ افق کا قول اختیار فرمایا، اور رمضان المبارک میں خصوصاً اور باقی مہینوں میں عموماً اختلاف واضطراب شروع ہوا، اور ہر سو بے چینی پھیلی، حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع

صاحب اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب اور مفتی ولی حسن اور دیگر اکابر حضرات نے اس مسئلہ کی دوبارہ تحقیق فرمائی، اور 18 درجات تحت الافق کم سے کم پر اتفاق فرمالیا، انہیں دنوں میں پروفیسر عبداللطیف صاحب نے جو اس لائن میں ماہر تھے، اس مسئلہ کی سرِ نو تحقیق فرمائی اور صبح صادق سورج 18 درجات تحت الافق پر رسالہ لکھا۔ [1]

بندہ فقیر اسی زمانہ میں جامعہ بنوری ٹاؤن کے دارالافتاء میں تھا، چونکہ پروفیسر عبداللطیف صاحب باقاعدہ عالم نہیں تھے، اس لئے اس کتاب میں عربی عبارات کا ترجمہ بندہ فقیر کے ذمے لگایا، پھر بعد میں پروفیسر صاحب نے پوری دنیا کے لئے نقشہ مرتب فرمایا، اور اہل تحقیق نے اس کو سراہا؛ اور صحیح پایا، اس کے بعد یہ مسئلہ دب گیا یا ماند پڑ گیا، اور سوائے چند مقامات کے ہر جگہ قدیم نقشوں پر عمل ہوتا رہا۔ لیکن سال دو سال پہلے پھر یہ مسئلہ بعض مقامات پر ابھر گیا، اور جدید نقشے مرتب ہو گئے، اور جگہ جگہ اختلافات نے سر اٹھایا، امید ہے آپ کا رسالہ باعثِ تشفی ہوگا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پرانے علماء میں امام الدین المتوفی 1145ھ، 15 درجات کے قائل ہونے میں متفرد ہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی کتاب میں صبح صادق کی جگہ کاذب چھپ گیا ہو، کیونکہ انہوں نے صبح کاذب کے ساتھ آخر الشفق کا ذکر فرمایا ہے، جبکہ آخر الشفق کے ساتھ صبح صادق کا ذکر ہونا چاہئے، کیونکہ انہی دونوں کے ساتھ احکامِ شریعت متعلق ہیں۔ بہرحال اگر التصریح میں صبح کاذب بھی ہو تو قدیم اور جدید ماہرینِ فلکیات کے مقابلہ میں ان کا قول شاذ کے درجے میں ہوگا۔

میرے خیال میں علامہ آلوسی کا حوالہ بہت ہی مضبوط ہے، کیونکہ وہ مفسر، فقیہ اور مفتی ہونے کے علاوہ فلکیات اور علمِ ھیئت میں بہت بڑے محقق ہیں، یہ بات تفسیر روح المعانی کے مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں۔

---

[1] جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب موصوف مرحوم کی رائے گرامی بھی رسالہ ھٰذا میں بحمد اللہ تعالیٰ شامل ہے۔ اور رسالہ ھٰذا کی ترتیب و تحریر کے وقت جناب پروفیسر صاحب مذکور کے مندرجہ بالا رسالے سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

بہرحال بندہ کو آپ کے رسالے کے مندرجات سے اتفاق ہے۔

رضاءُالحق عفاعنہ

واردِحال شاہ منصور، تحصیل صوابی، صوبہ سرحد

۱۱/ ربیع الآخر/۱۴۳۰ھ

## (7)......مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب زیدمجدہٗ

(جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، نوشہرہ سرحد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرمکرم حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

خدا کرے مزاج گرامی بخیروعافیت ہوں۔

’’صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق‘‘ موصول ہوا۔

بے حد ممنون اور شکرگذار ہوں، کہ آپ ہر نیا علمی وتحقیقی سلسلہ احقر کے نام بھیجتے ہیں۔

واجرکم علی اللہ

ماشاءاللہ! اس مرتبہ کا تحقیقی سلسلہ جاذبِ نظر ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے کہ ہم فقیر دیہاتی طالب علموں کی ادنیٰ سی رائے کو اس قدر اہمیت دیتے ہیں۔

مصروفیات کی وجہ سے پورا رسالہ تو نہ دیکھ سکا البتہ جستہ جستہ مقامات سے دیکھا تو اس رائے پر پہنچا کہ بفضلہٖ تعالیٰ نہایت مدلل ومبرہن اور شافی وکافی اور وافی ہے۔

موضوع کا حق ادا کردیا ہے۔ اللہ کریم مزید تعمیری کام کی توفیق ارزانی فرماوے۔

والسلام

عبدالقیوم حقانی 07/05/2009

# (8)......مولانا مفتی غلام قادر صاحب زید مجدہٗ

(دارالافتاء، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم المقام جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب مدّ فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیریت وعافیت ہونگے۔

جناب کا ارسال کردہ علمی وتحقیقی رسالہ بعنوان ''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' ملا۔

اللہ رب العزت آپ کی دینی کاوشوں کو قبول فرماویں۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا مزاج ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ متقدمین فقہاءِ احناف امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کی آراء کو لیا جائے۔

بالخصوص اس فتنہ وفساد کے دور میں اکابر علماءِ دیوبند کی تحقیقات وتدقیقات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں، اور ان کے بالمقابل جدید تحقیقات، جو عوام الناس میں انتشار وفساد کے پھیلنے کا موجب بنتی ہیں، اُن سے ہم اتفاق نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو فقہاءِ احناف اور علماءِ دیوبند کے موقف کی توضیح وتشریح پر اجرِ جزیل عطا فرمائیں۔ والسلام

(مفتی) غلام قادر نعمانی (حفظہ اللہ تعالیٰ)

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ

## (9)......مولانا مفتی شیر محمد علوی صاحب زید مجدہٗ

(دارالافتاء: جمیلی مدرسہ خدام اہل سنت تعلیم القرآن، لاہور، وسابق مفتی، جامعہ اشرفیہ، لاہور)

مبسملا ومحمدلا ومصلیا ومسلما

کتاب ''صبح صادق وکاذب'' کا بغور مطالعہ کیا، ماشاء اللہ اکابر کی تحقیق کی روشنی میں مسئلے کا خوب حل پیش فرمایا ہے۔

احقر کے استاذ ومربی مفتی اعظم حضرت مفتی جمیل احمد قدس سرہٗ بھی اٹھارہ درجہ ہی کے قائل تھے اور اسی پر فتویٰ دیتے اور فرماتے تھے کہ اپنے اکابر کو اسی پر عمل کرتے دیکھا اور یہی حق ہے۔ دوسرے قول والے غلطی پر ہیں۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہٗ شیر محمد علوی

۱۴۳۰/۲/۱۴ھ

دارالافتاء: جمیلی مدرسہ خدام اہل سنت تعلیم القرآن، کرم آباد، وحدت روڈ، لاہور

## (10)......مولانا مفتی محمد رفیق صاحب زید مجدہٗ

(دارالافتاء والتحقیق، چوبرجی پارک، لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جناب مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آنجناب کا ارسال کردہ رسالہ متعلقہ ''صبح صادق وکاذب کی تحقیق اور وقت عشاء کی تحقیق'' موصول ہوا۔

قبل ازیں اس کا مسودہ بھی موصول ہو چکا تھا کوتاہی کی بناء پر رسید وصولیابی بھی ارسال نہ کر سکا، جس پر معذرت خواہ ہوں۔

فی الحال رسالے کے متعلق بندہ کے خیال میں نفیاً یا اثباتاً کوئی قابلِ ذکر بات نہیں، اس لئے صرف شکریے کے طور پر یہ عریضہ ارسال کر رہا ہوں، آئندہ کبھی کوئی بات ذہن میں آئی تو انشاء اللہ عرض کردوں گا۔ فقط والسلام

محمد رفیق ۸ جمادی اولیٰ ۱۴۳۰ھ

## (11)......مولانا مفتی محمد زاہد صاحب زید مجدہٗ

(نائب مہتمم وشیخ الحدیث: جامعہ اسلامیہ امدادیہ، فیصل آباد)

گرامی قدر جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

صبحِ صادق کے بارے میں آپ کا رسالہ علمی وتحقیقی سلسلے میں موصول ہوا، جستہ جستہ دیکھنے سے محسوس ہوا کہ ماشاء اللہ مسئلے پر اچھی تحقیق ہوگئی ہے، جامعہ امدادیہ کا عمل اور فتویٰ بھی جمہور علماء کے مطابق یہی ہے، کہ سورج 18 درجے زیرِ افق ہو تو صبح صادق ہوجاتی ہے، یہاں سے رمضان میں سحر وافطار کا نقشہ بھی اسی قول کے مطابق شائع ہوتا ہے، جناب سید شبیر احمد کاکاخیل صاحب کی ایک (غالبًا) غیر مطبوعہ تحریر خود انہی سے حاصل ہوئی تھی، اس میں کراچی کے علماء وطلبہ کے جو حالیہ مشاہدات لکھے ہیں، ان سے 18 درجے والی بات اور زیادہ واضح ہوجاتی ہے، بلکہ پہلے میرے خیال میں دونوں قولوں میں تطبیق یہ تھی کہ 18 درجے پر طلوعِ صبح صادق ہوتا ہے، اور 15 درجے پر تبیّنِ فجر ہوتا ہے، لیکن ان تجربات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ تبیّن بھی 15 درجے سے پہلے ہی ہوجاتا ہے۔

بہرحال باوجود اس کے کہ جامعہ کے رئیس حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب مدظلہم کو حضرت

مولانا مفتی رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے شرفِ تلمّذ حاصل ہے، یہاں کا عمل اور فتویٰ بھی جمہور علماء کے عمل اور تعامل کے مطابق ہے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کچھ حضرات کو اس سے ہٹ کر کسی رائے پر شرح صدر ہے، تو انہیں اسی پر عمل کرنا چاہئے، لیکن مسئلہ چونکہ عامۃ الناس سے متعلق بھی ہے، اور مساجد وغیرہ کے بہت سے انتظامات اور اجتماعی معاملات اس سے وابستہ ہوتے ہیں، اس لئے اس مسئلہ میں پہلے سے مروج عمل جس کو بے شمار علماء کی تائید بھی حاصل ہے کے خلاف ایسا انداز اختیار نہیں کرنا چاہئے، جس سے محاذ آرائی اور عامۃ الناس کی تشویش کا خطرہ ہو۔ والسلام

محمد زاہد ۱۷/۹/۱۴۳۰ھ

جامعہ اسلامیہ، امدادیہ، فیصل آباد

## (12)......مولانا مفتی محمد معاذ صاحب زید مجدہٗ

(دار الافتاء دار العلوم حنفیہ جامعۃ الحبیب۔ چکوال)

بخدمت اقدس جناب حضرت مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آنجناب کی نئی علمی کاوش تحقیقی سلسلہ نمبر 16 بنام ''صبح صادق وکاذب اور وقت عشاء کی تحقیق'' موصول ہوئی۔ ماشاء اللہ کافی ضخیم وجامع کتاب ہے، اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطاء فرمائے (آمین)

تاہم بندہ کو فن فلکیات سے زیادہ مناسبت نہیں، اس لئے رائے دینے سے قاصر ہے۔ [1]

---

[1] زیرِ نظر مضمون میں جو ابحاث ذکر کی گئی ہیں، وہ تمام ابحاث فنِ فلکیات سے ہی متعلق نہیں، بلکہ بہت سی ابحاث فنِ تفسیر، حدیث اور فقہ سے بھی متعلق ہیں، دوسرے عالمِ دین کو فنِ فلکیات سے کم از کم اتنی واقفیت تو ہوتی ہی ہے کہ وہ نماز روزہ کے ضروری احکام کا استخراج کر سکے، بالخصوص جبکہ اس دور میں اردو زبان میں بھی فنِ فلکیات سے متعلق غیر معمولی مواد میسر ہے، اور ہمارے دینی مدارس کے نصاب میں بھی اس کا کچھ حصہ شامل ہے۔ محمد رضوان۔

البتہ ایک تجویز جو ذہن میں بار بار آئی ہے وہ یہ ہے کہ مدِ مقابل کے نظریے اور دلائل کو مستقل عنوان کے ساتھ نہیں لکھا گیا بلکہ ضمناً وتعریضاً لکھا گیا، اگر مدِ مقابل کا نظریہ اور دلائل واضح عنوانات سے لکھ کر جوابات لکھے جاتے تو خالی الذہن آدمی کے لئے بھی سمجھنا آسان ہوجاتا۔ [1]

فقط والسلام مع الاحترام

محمد معاذ

۱/شعبان/۱۴۳۰ھ

دارالافتاء: جامعۃ الحبیب چکوال

## (13)......شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ

(سابق مہتمم: جامعہ فاروقیہ، کراچی، وسابق صدر وفاق المدارس العربیہ، پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی قدر جناب مفتی محمد رضوان صاحب زیدت حسناتکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آنجناب کا ارسال کردہ ماہنامہ ''التبلیغ'' کا علمی وتحقیقی مقالہ ''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' وفاق المدارس العربیہ پاکستان وبعض دیگر گوناگوں مصروفیات اور علالتِ طبع کی وجہ سے بندہ نہ تو اسے تفصیل کے ساتھ دیکھ سکا اور نہ ہی اس سلسلے میں کچھ لکھ سکا، البتہ

[1] جناب کی تجویز کا شکریہ، مگر ہم نے اپنے مضمون کی ابحاث کے ضمن میں دیگر موقف کی بقدرِ ضرورت نشاندہی ضمناً وتعریضاً حواشی وغیرہ میں اس لئے کی ہے، تاکہ اوپر متن کے مضمون کا تسلسل برقرار رہے، اور جگہ جگہ دوسرے موقف کی ناموں کے ساتھ تصریح سے عام قارئین کو تشویش نہ ہو، اور جو اوپر تجویز دی گئی، اس سے ہمارے خیال میں خالی الذہن قاری کو تشویش پیدا ہوسکتی تھی۔
بہرحال انداز اور ترتیب ہر شخص کی دوسرے سے جدا ہوسکتی ہے۔ محمد رضوان

جستہ جستہ چند مقامات سے اس کا مطالعہ کیا تو اس کو حضراتِ اکابر کی تحقیقات اور فتاویٰ کے مطابق پایا۔

سچ ہے ''البرکۃُ مع أکابرِ کم ''حضراتِ اکابر کی تحقیقات بالخصوص جبکہ وہ جمہور فقہائے کرام کی رائے کے موافق اور دلائل سے مبرہن ہوں ان سے وابستگی میں ہی دنیوی کامیابی بھی ہے اور اخروی نجات بھی۔

آنجناب کی یہ تحقیق انشاء اللہ متفردین کے مقابلے میں طالبانِ علمِ دین وارباب فتاویٰ کیلئے ممدّ ومعاون ثابت ہوگی۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اسے قبولیت سے نوازے اور اس کا نفع عام وتام فرمائے اور ہمیں اپنے اکابر سے چمٹے رہنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

دستخط

(شیخ الحدیث حضرت مولانا) سلیم اللہ خان (صاحب)

مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی، وصدر وفاق المدارس العربیہ، پاکستان

۱۴۳۰/۱۱/۲۰ھ ۲۰۰۹/۱۱/۱۰ء

---

## (14)......مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب زید مجدہٗ

(نائب مفتی، دارالافتاء، جامعہ دارالعلوم کراچی)

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی ومحترمی جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' مطبوعہ شکل میں موصول ہوئی، احقر نے اس کا مطالعہ کیا، ماشاء اللہ اپنے موضوع پر کافی اور شافی ہے، جزاکم اللہ تعالیٰ۔

18 درجہ زیر افق صبحِ صادق ہونے کے مسئلہ پر عرصہ سے علمی اور فنّی تحقیق کی ضرورت محسوس ہوتی تھی جس میں قرآن وحدیث اور ھیئت وفقہ سے وضاحت کے ساتھ مواد جمع ہو، اور ماہرینِ فلکیات کی آراء اس میں لکھی جائیں۔

ماشاء اللہ آپ نے ان سب کو اچھے انداز میں جمع کر دیا ہے، اب اس مجموعہ کو پڑھ کر مذکورہ مسئلہ میں اطمینان ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور اہلِ علم کے لئے نافع اور مفید بنائے۔ آمین

والسلام

بندہ عبدالرؤف سکھروی ۲۷/۱۲/۱۴۳۰ھ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی نمبر۱۴

---

## (15)......مولانا مفتی محمد امجد حسین صاحب زید مجدہٗ

(دارالافتاء: ادارہ غفران، راولپنڈی)

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کا تازہ محققانہ مقالہ ’’صبح صادق وکاذب اور وقت عشاء کی تحقیق‘‘، التبلیغ کے فقہی مجلّاتی سلسلہ کے شمارہ نمبر 16 کے طور پر منظر عام پر آیا ہے۔

موضوع کی نزاکت اور مسئلہ کی اہمیت کے لحاظ سے اس میدان میں خامہ فرسائی حسی میدانوں میں دشت نوردی اور کوہ پیمائی سے بدرجہا زیادہ پُر ہول وجانگسل تھی، کیونکہ حضرت اقدس مفتی اعظم مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب علیہ الرحمہ جیسی قد آور جبل العلم وفقیہ النفس ہستی نے 18 درجے کے جاری تعامل وتوارث کے برخلاف اپنے مشاہدات کی بنیاد پر 15 درجے زیر افق پر صبح صادق ہونے کی تحقیق اور موقف جس دوٹوک طریقہ سے حتمی انداز میں پیش کیا اور اپنے نکتہ نظر کے مطابق بھرپور ومفصل استدلالی طریقہ سے اس بحث کو منقح ومنضبط

فرمایا، حتیٰ کہ ابتداءً حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت محدث العصر مولانا یوسف بنوری علیہم الرحمہ جیسے اساطینِ علم و اکابرین کو اس جدید مشاہدے و موقف کی وجہ سے سابقہ تعامل کے متعلق کچھ عرصہ تک توقف وتأمل کرنا پڑا۔[1]

اور جزوی درجے میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے بعض متوسلین اہلِ علم نے صبح صادق و کاذب کے متعلق اس تحقیق کو قبول اور عملاً اختیار بھی کیا اور بعض نے اپنے حلقہ اثر میں شائع و رائج بھی کیا۔

ایسی صورت میں اس موضوع پر سرسری و اجمالی درجہ میں لب کشائی و خامہ فرسائی 15 / درجے کے قائلین کی طرف سے تحقیق و استدلال کے مقابلہ میں شائد تحکم قرار دی جاتی، اس لئے اس باب میں مربوط ومبسوط، مدلل ومنقح انداز میں کام کرنے کی ضرورت تھی۔

بہرحال حضرت مفتی اعظم مفتی رشید احمد لدھیانوی علیہ الرحمہ نے جس چیز کو حق سمجھا اپنے وِجہ نظر کے مطابق دلائل سے اسے مبرہن کرکے امانت ودیانت کے ساتھ پیش کردیا اور باوجود مقابل موقف پر عمومی تعامل ہونے کے اس باب میں کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کی۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

علمی بنیادوں پر اور مسلّمات کے دائرے میں رہ کر اختلافِ رائے ہونا یا متفردانہ رائے قائم ہونا کوئی اچنبھے یا عیب کی بات نہیں بلکہ ایک علمی روایت اور محقق کی شان ہے۔

پھر امت کا اجتماعی ضمیر اور عمومی تلقی بالقبول کی کسوٹی کس پرکھ کر خود اس بات کا فیصلہ کردیتی ہے کہ بقائے اصلح کے فطری ضابطے کے تحت کونسی چیز بقا وثبات پانے کے قابل ہے کونسی نہیں۔

فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ

---

[1] اس عرصہ میں نماز وروزہ کے نظام الاوقات کی تقویموں میں بھی 18 و 15 درجے پر طلوع کے ان دونوں موقفوں کی رعایت ولحاظ کرتے ہوئے مبنی بر احتیاط صورت کو اختیار کرنے کا مشورہ دیتے رہے، بعد میں پھر ان اساطینِ علم اکابر کا تردد رفع ہوا اور سابقہ تعامل پر ہی طمانیت وشرح صدر ہوا۔

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ (سورة الرعد، رقم الآية ١٧) [1]

حضرت اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت فیوضہم کا زیرِ نظر مقالہ اس باب میں امت کے متوارث تعامل کی تائید وترجمانی پر مبنی ہے، مقالہ کا نمایاں ترین وصف جو شروع سے آخر تک پورے مقالے کو محیط ہے یہ ہے کہ کہیں بھی تحکم وتعنت یا تعصب کی پرچھائیں نہیں پڑنے دیں، تہذیب وشائستگی، سنجیدگی ومتانت کے ساتھ دلیل وبرہان کی روشنی میں متعلقہ سب مباحث کو شروع بھی کیا ہے اور آخر تک نبھایا بھی ہے اور استدلال کے مقابلے میں استدلال پیش کیا ہے اور استنباط وتخریج کے مقابلے میں تخریج واستنباط اور مقابل موقف سے جس جس استدلال واستنباط کا تجزیہ وتحلیل کیا گیا ہے تو پہلے اس موقف کا باحوالہ اقتباس نقل کر کے اس کی وضاحت کر کے ان اہل تحقیق کے ادب وعظمت اور علمی مقام ومرتبہ کو ملحوظ رکھ کر اس استدلال کے صحت وسقم کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اور مشاہدات کی بنیاد پر جو کچھ استدلال کیا گیا تھا اس کے جواب میں بھی مشاہدات ہی پیش کئے گئے ہیں جو ثقہ اہلِ علم وار بابِ فقہ کی زیرِ نگرانی مختلف مواقع پر ہوتے رہے اور اس میں وہ تازہ ترین مشاہدات بھی شامل ہیں جو بالکل قریبی زمانہ میں سندھ کے بعض علاقوں میں کراچی کے بعض اہلِ علم نے فرمائے ہیں۔

اس مقالہ کی ایک خاص بات جو بندہ کے ناقص خیال میں اس باب میں قولِ فیصل کی حیثیت رکھتی ہے، وہ صبح کاذب کی اصلیت وحقیقت اور منطقی پیمانے سے اس کا تجزیہ کر کے اس میں حدِ تام ورسومِ ناقصہ کی تعیین ہے، بندہ سمجھتا ہے کہ یہ القائی والہامی اندازِ تفہیم ہے، جس سے

---

[1] حضرت مفتی رشید احمد صاحب علیہ الرحمہ نے اپنا محققانہ موقف پیش کر کے گویا میدان علم وتحقیق کے شہسواروں کے لئے گیند میدان میں پھینک دی تھی اور یارانِ نکتہ داں کے لئے دادِ تحقیق دینے کی صلائے عام بزبانِ سعدی یوں دی۔

گوئے توفیق وسعادت درمیاں افگندہ اند　　کس بمیدان نمی آید سواراں راچہ شد

یا بزبانِ غالب:

کون ہوتا ہے حریفِ مےِ مردافگنِ عشق　　ہے مکرر لبِ ساقی پہ صدا میرے بعد

یہ مقالہ اسی کی تعمیل ہے۔

مسئلہ اہلِ علم کے سامنے صاف صاف واضح ہوجاتا ہے، ورنہ اس مسئلہ میں پیچیدگی اس طور پر بھی ہوتی ہے کہ فنی وشرعی چیزوں کو رَلا ملا کر اسی فنی وعلمی رنگ اور اسلوب میں بیان کردیا جاتا ہے، جس سے قاری پر یہ امر ہی واضح نہیں ہوپاتا کہ اصل کیا ہے، فرع کیا ہے، علت کیا ہے، علامت کیا ہے؟ اور یہ کہ شاخ، جڑ، تنے، پھول، پھل اور اور پتوں وکونپل کی تعیین اور ان میں حدِ فاصل کیسے کی جائے؟

حدِ تام ورسومِ ناقصہ کی بنیاد پر صبح کاذب کے متعلق اہلِ علم کی تعبیرات وتعریفات کو سامنے رکھا جائے تو یہ بحث بالکل بے غبار طریقہ سے حل ہوجاتی ہے اور امت کے اجماعی تعامل کا مطلع صبح درخشاں کی مانند نکھر جاتا ہے اور صبح کاذب کے متعلق بہت سی مباحث محض نزاعِ لفظی رہ جاتی ہیں، راولپنڈی اسلام آباد کے اربابِ فقہ وفتاویٰ کا ایک فیصلہ جس میں ماہرِ فن جناب انجینئر شبیر احمد کاکاخیل صاحب دامت فیوضہم بھی شامل تھے مقالہ کے آخر میں شامل ہے، اُس فقہی مجلس کا یہ فیصلہ ہی اس مقالے کی تیاری کا آخری محرک بنا تھا اس طرح اس مقالے کی پشت پر بھی اجتماعیت کا عنصر ہے، جس طرح خود یہ موقف وتحقیق بھی اجتماعیت وتعاملِ امت پر مبنی ہے۔

اس طرح خلاصۂ بحث کے عنوان سے حضرت مفتی صاحب نے آخر میں پورے رسالے کا حاصل ونتیجہ بھی نکال کر شامل کیا ہے، تاکہ تفصیلی استفادہ کے ساتھ ساتھ جو اجمالی استفادہ پر اکتفا کرنا چاہتے ہیں وہ کرسکیں۔

بہرکیف یہ ایک متوازن اور اپنے موضوع کے تقریباً سب قابلِ ذکر پہلوؤں کو محیط مقالہ ہے، جس میں صبح صادق کے متعلق امت کے متعامل ومتوارث عمل (18/ ڈگری زیرِ افق پر صبح صادق) کو مدلل، مبرہن ومنقح کرکے پیش کیا گیا ہے، ہم اس متوارث عمل کے قائل وعامل ہیں، اور اس حوالے سے مقالے میں پیش کی گئی تحقیق پر اطمینان واعتماد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اس مقالہ کو بھی اور حضرت مقالہ نگار کو بھی بارگاہِ صمدیت میں قبولیت و

مقبولیت سے نوازیں اور امت کے لئے یہ سب علمی خدمات باعث خیر اور باعثِ ہدایت بنائیں۔

آمین یا رب العالمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

خوشہ چین، محمد امجد حسین

۵/جمادی الاخریٰ/۱۴۳۰ھ، یوم السبت

رفیق دارالافتاء ادارہ غفران، راولپنڈی

## (16)......مولانا شوکت علی قاسمی صاحب زید مجدہٗ

(محلّہ شمسہ خیل، صوابی)

جناب محترم مفتی محمد رضوان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

جناب کی طرف سے ماہنامہ ''التبلیغ'' کا علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر (16) بدست مولانا طارق محمود صاحب 08 مئی 2009ء کوموصول ہوا تھا، جو کہ ''صبح صادق اور وقت عشاء کی تحقیق'' پر مشتمل تھا۔

ماشاء اللہ اپنے موضوع کے اثبات میں لاثانی کوشش ہے، جو کہ بہت تفصیلی مطالعے کے بعد مرتب فرمائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ جناب کو اپنے قلبی اخلاص اور مخلصانہ اس سعی کا اجرِ عظیم عطا فرمائے، اور ہم نا کارہ کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے لئے دینِ اسلام کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

آنجناب نے ساتھ منسلک مراسلے میں تحریر فرمایا تھا کہ اس تحقیقی سلسلے کے بارے میں یہ فقیر اپنی رائے کا اظہار بھی عرض کرے۔

کسی کو ہو یا نہ ہو مگر اس ناچیز کو اپنی بے علمی اور کم مائیگی کا صد بار اقرار ہے، چنانچہ اتنی بڑی تحقیقی کاوش پر کماحقہٗ غیر جانبدارانہ تبصرہ کے لئے یہ فقیر اپنے آپ کو قطعاً اہل نہیں سمجھتا تھا، مگر کچھ نہ کچھ لکھنے کے دو امر باعث ہوئے۔

اول تو محترم جناب کا ارشاد تھا؛ جس کی تعمیل ضروری تھی، دوسری چیز یہ تھی کہ راقم نے اس حوالے سے پہلے کچھ تحریرات شائع کی تھیں، جن میں صبح صادق اور کاذب کے حوالے سے مختصر انداز میں جو موقف اختیار کیا گیا تھا، زیرِ نظر تحقیقی سلسلے میں جناب محترم کی جانب سے بعض مقامات کے جوابات دیئے گئے ہیں، مگر ان جوابات سے تشفی نہیں ہوئی۔ [1]

چنانچہ اس فقیر نے انہی وجوہات کی بنا پر کتاب مذکور پر کچھ تحقیقی وتنقیدی کلام کرنا مناسب سمجھا۔

کسی کی تحریر کے ساتھ اتفاق یا اختلاف الگ چیز ہے اور لکھنے والے کے لئے حسنِ ظن پر مبنی قلبی احترام اور نیک جذبات وخیالات رکھنا ایک الگ معاملہ ہے، اختلافی مسائل میں دلائل پر مبنی موقف کو اہلِ علم کے لئے اختیار کرنا شرعاً کوئی بُری چیز نہیں، مگر شرط یہ ہے کہ یہ موقف حقیقتاً علمی بنیادوں پر استوار ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس کے اندر جان بوجھ کر کسی قسم کی ضد وعناد کی ذرہ برابر مداخلت نہ ہو، ورنہ پھر بلا غور وفکر کے محض اپنی رائے کا دفاع کرنا کوئی اسلامی خدمت نہیں ہے۔

اللہ کریم اول مجھ طالب علم کو اور پھر دیگر اہلِ علم حضرات کو اپنی رضا کی خاطر سوچ سمجھ کر اس قسم کے مسائل میں لکھنے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، اور جو کمی کوتاہیاں بے التفاتی میں سرزد

---

[1] بندہ نے اپنی تحریر میں موصوف کو ہدف بناتے ہوئے جوابات تحریر نہیں کئے تھے، اور نہ ہی کسی مقام پر موصوف کا نام مذکور تھا، بلکہ عمومی انداز میں موضوع سے متعلق کلام کیا تھا، اور کوشش کی گئی تھی کہ اپنی طرف سے کوئی نیا موقف اختیار کرنے کے بجائے فقہاء واکابر کی اتباع کی جائے۔

اور جب بندہ کا موقف فقہاء واکابر کے مطابق ہے، تو ہمارے نزدیک اس صورتِ حال میں موصوف کی تشفی ہونا ضروری نہیں۔

ہوئی ہیں؛ ان کی اصلاح کی ہمت نصیب فرمائیں۔
جناب کے تحقیقی سلسلے کی افادیت اور اس کا علمی اور تحقیقی مقام اپنی جگہ بلاشبہ بہت بلند ہے اس کی حیثیت اس ناکارہ کے اختلاف سے ہرگز متاثر نہیں ہوگی۔
مگر جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں کہ کسی موقف میں اگر کسی شخص کی تسلی نہیں ہوتی تو اسے حق ہے کہ اختلاف برائے اختلاف اور جذباتی احساسات سے ہٹ کر وہ دائرۂ اصول کے اندر رہتے ہوئے محض علمی بنیادوں پر اپنی رائے کا اظہار کرے۔
چنانچہ اسی حقیقت کو مدِ نظر رکھ کر جناب کی کتابِ مذکور پر فقیر نے کچھ تحقیق وتنقید پر مشتمل تبصرہ کرتے ہوئے ایک مجموعہ ''کشف الغشاء عن اوقات الفجر والعشاء'' کے نام سے مرتب کیا ہے۔
وقتی طور پر اس کی ایک سافٹ کاپی ای میل کے ذریعے جناب کی خدمت میں ارسال کی گئی ہے، اور انشاء اللہ تعالیٰ ہماری یہ کوشش ہوگی کہ اس کی پرنٹ کاپی کروا کر ڈاک کے ذریعے بھی ارسال کر دیں۔
امید ہے کہ آنجناب اس حقیر کاوش کا مطالعہ فرما کر قابلِ اصلاح مقامات کی نشان دہی فرمائیں گے۔ [1]

ناچیز
شوکت علی قاسمی 31 اگست 2009ء

---

[1] بندہ نے موصوف کے تفصیلی مضمون کو یکسوئی سے ملاحظہ کیا، مگر اس مضمون کو ملاحظہ کرنے کے بعد اس سے اتفاق نہ ہوا، اس لیے موصوف کی طرف سے پیش کیے گئے شبہات واعتراضات کے جوابات کا موجودہ ایڈیشن میں مناسب مقامات پر اضافہ اور جمہور کے موقف کو مزید مدلل کر دیا گیا ہے۔
نیز بندہ نے اپنے دوسرے مضمون ''کشف الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء'' میں جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ اور اکابر کے موقف کو مدلل انداز میں واضح کر دیا ہے، اور اس پر وارد ہونے والے شبہات واعتراضات کا مدلل جواب بھی ذکر کر دیا ہے۔

# صبح صادق اور وقتِ عشاء کے مشاہدہ کا طریقہ

جو حضرات صبح صادق اور وقتِ عشائے حنفی کا مشاہدہ کرنے کے عمل کو اختیار کرتے ہیں، ان میں سے بہت سے حضرات کو صبح صادق اور وقتِ عشائے حنفی کی پوری حقیقت و ماہیت سے واقفیت نہ ہونے یا پھر مشاہدہ کے وقت مختلف موانعات کے پائے جانے کی وجہ سے ان اوقات کے صحیح وقت پر مشاہدہ نہ ہونے میں متعدد مشکلات اور غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اس لئے ہم مختصر انداز میں چند اصولی باتیں ذکر کرتے ہیں، تاکہ صبح صادق اور وقتِ عشائے حنفی کا صحیح طریقہ پر مشاہدہ ہو سکے۔

(1)...... آپ نے جس مقام پر جا کر صبح صادق کا مشاہدہ کرنا ہے، وہ مقام معتدل علاقے میں واقع اور آبادی سے باہر غیر معمولی فاصلہ پر ایسی جگہ ہونا چاہئے جہاں مشرقی اُفق پر گرد و غبار اور دھواں وغیرہ نہ ہو یعنی مشرقی اُفق گرد آلود نہ ہو، بلکہ صاف ہو، نیز کوئی مصنوعی روشنی بھی نہ ہو، اور نہ ہی چاند کی روشنی موجود ہو، کیونکہ یہ بھی طلوعِ صبح صادق کے مشاہدہ میں مانع بن جایا کرتی ہے۔

(2)...... جس دن آپ صبح صادق کا مشاہدہ کر رہے ہیں، اس دن شرقی اُفق پر بادل وغیرہ نہ ہوں اور موسم صاف ہو، اَبر آلود نہ ہو۔

(3)...... آپ نے چونکہ ابتدائے صبح صادق کا مشاہدہ کرنا ہے، اس لئے آپ کو چاہئے کہ آپ اٹھارہ درجہ زیرِ اُفق کا وقت ہونے سے کچھ دیر پہلے اُفق کو دیکھنا شروع کر دیں، تاکہ آپ کی نظریں اُفق سے مانوس ہو جائیں، اور اس کے بعد اٹھارہ درجہ، یا اس کے بعد جب بھی اُفق پر روشنی نمودار ہو، مشاہدہ کر سکیں۔

(4)...... آپ کے ساتھ معیاری وقت کے مطابق گھڑی ہونی چاہئے، تاکہ آپ ابتدائے صبح صادق کے مشاہدہ کے وقت کو نوٹ کر سکیں اور رائج نقشوں سے اس وقت کو ملا سکیں۔

(5)...... آپ کی نظریں مشرقی اُفق کے بالکل نیچے والے کنارے پر مرکوز ہونی چاہئیں۔

(6)...... جب آپ کو مشرقی اُفق کے کنارے پر دائیں بائیں ایسی باریک اور مدہم روشنی بالکل ابتدائی درجہ میں اندھیرے سے نکلتی ہوئی نظر آئے، جو ظاہر ہونے کے بعد ختم نہ ہو، بلکہ دائیں بائیں اور اوپر کی طرف کو پھیلتی بھی جائے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تیز بھی ہوتی جائے، تو سمجھ لیجئے کہ اس کے ظاہر ہونے کا بالکل ابتدائی مرحلہ صبح صادق تھا، خواہ اس سے پہلے آپ کو کسی دوسری قسم کی روشنی نظر آئی ہو یا نہ آئی ہو، اور اگر وہ روشنی اُفق پر دائیں بائیں نہ ہو، بلکہ افق سے اوپر فاصلہ پر تکون نما ہو، اور ظاہر ہونے کے بعد ختم ہو جائے تو سمجھ لیجئے کہ یہ صبح صادق نہیں، بلکہ صبح کاذب ہے، اس سے آپ کو دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔

اور یہ بھی یاد رکھئے کہ بعض اوقات طلوعِ صبح صادق کے کچھ لمحات بعد تک افق سے اوپر مستطیل روشنی نظر آ سکتی ہے، لہٰذا اس کو طلوعِ صبح صادق میں مانع نہ سمجھئے۔

(7)...... یہ بات یاد رکھئے کہ شرعاً صبح صادق کے ابتداءً طلوع وظہور کا اعتبار ہے، خواہ وہ بالکل ہلکی اور باریک کیوں نہ ہو، اس لئے صبح صادق کی ابتدائی روشنی کا فوری وقت محفوظ کر لیجئے، اور اس کے خوب ظاہر ہونے کا انتظار نہ کیجئے۔

(8)...... ممکن ہے کہ آپ کو ایک مرتبہ کے مشاہدہ کرنے سے صبح صادق کا پوری طرح ادراک نہ ہو سکے، اس لئے ایک مرتبہ کے مشاہدہ پر اکتفاء نہ کیجئے، بلکہ متعدد مرتبہ مشاہدہ کیجئے، تاکہ اس عمل کے بار بار کرنے سے آپ کو پوری طرح شرح صدر ہو جائے اور اس عمل سے مانوس ہونے کے بعد آپ پر کسی قسم کا ابہام نہ رہے۔

(9)...... اگر کسی دن آپ کو فیصلہ کرنے میں تردد ہو، تو اس کو صرف اپنے اجتہاد وتحری سے فیصلہ کا درجہ نہ دیجئے، اور ایسے موقع پر اپنے لئے کوئی عمل تجویز کرنا ہو، تو احتیاط کو ملحوظ رکھئے۔

(10)...... اگر آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق عشاء کے ابتدائی وقت کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہوں تو مشرقی اُفق کے بجائے مغربی اُفق میں مشاہدہ کیجئے، اور مغربی اُفق

کے متعلق نمبر 1 تا 5 کو ملحوظ رکھئے، اور جب آپ سورج غروب ہونے کے بعد باقی رہنے والی مغربی اُفق کے کنارے پر دائیں بائیں بالکل آخری سفید ہلکی اور مدہم روشنی کو (جو کہ سرخ روشنی ختم ہونے کے بعد ہوتی ہے) غروب وغائب ہوتا ہوا، دیکھ لیں تو سمجھ لیجئے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عشاء کا وقت داخل ہو چکا ہے، اور اس مشاہدہ کے سلسلہ میں نمبر 8، 9 کو بھی ملحوظ رکھئے۔

محمد رضوان

11/صفرالمظفر/1431ھ 27/جنوری/2010ء بروز بدھ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

## (ضمیمۂ اولیٰ)

# صبح صادق کے متعلق اکابر کے ایک مشاہدہ کی تحقیق

احسن الفتاویٰ جلد ۲ میں صبح صادق سے متعلق چند اکابر بشمول حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ کے مشاہدہ سے متعلق ایک تحریر موجود ہے، جس پر متعدد اہلِ علم کو کچھ اشکالات وشبہات پیش آتے رہتے ہیں، ان اشکالات وشبہات کے جوابات بندہ محمد رضوان نے مرتب کر کے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہٗ کی خدمت میں ارسال کیے، جس پر حضرت مفتی صاحب موصوف مدظلہٗ کی طرف سے جواب موصول ہوا، یہ مکمل تحریر بطور ضمیمہ کے شامل کی جارہی ہے۔ محمد رضوان۔

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معظم ومحترم جناب حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

حضرت والا مدظلہم سے بغیر کسی تمہید کے عرض ہے کہ ہمارے یہاں گذشتہ دو سالوں کے لگ بھگ سے صبح صادق اور وقتِ عشاء کا مسئلہ دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا ہے، پنجاب اور سرحد میں اس موضوع پر بہت اختلاف وانتشار ہو رہا ہے۔

اور رمضان المبارک میں بطور خاص جو نقشے رائج کرنے کی کوشش کی جارہی ہے وہ پندرہ درجہ زیر افق کے مطابق ہیں، بندہ نے اس ضرورت کے لئے گذشتہ سال چند سوالوں کے جواب کی شکل میں ایک تحریر مرتب کی تھی، جو آنجناب اور دیگر متعدد اکابر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اس سلسلہ میں بعض اہلِ علم حضرات کی طرف سے جو بات زیادہ اہمیت اور شدت کے ساتھ ذکر کی جارہی ہے وہ حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ودیگر چند اکابر (جن میں آنجناب کا نامِ نامی بھی شامل ہے) اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کا باہمی اختلاف ہے۔

چونکہ اس اختلاف پر احسن الفتاویٰ ج ۲ میں مستقل بحث شائع ہوئی ہے، اور اس میں اکابر کے اسمائے گرامی بھی شائع ہوئے ہیں اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ اور تحریرات بھی۔

اس تحریر و اختلاف کے تناظر میں متعدد اہلِ علم حضرات کی طرف سے جو سوالات وشبہات بندہ کے مضمون ''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' کے جواب میں موصول ہوئے، بندہ نے خود اپنے طور پر غور وفکر کیا، اس سلسلہ میں بندہ کو جو کچھ سمجھ میں آیا، وہ تحریراً حضرت والا کی خدمت میں بغرضِ تنقیح وتصویب اور تحقیق ارسال ہے، کیونکہ آنجناب کا نامِ نامی بھی اس روئیداد اور قضیہ میں شامل ہے، اور جناب کے بعد پھر شاید ہی کسی سے ان امور کی تحقیق ہو سکے۔

(1)...... قائلینِ پندرہ درجہ احسن الفتاویٰ میں درج مشاہدات کی روئیداد کو اپنے استدلال میں پرزور انداز میں پیش کررہے ہیں۔

مشاہدات کی جو روئیداد احسن الفتاویٰ ج 2 ص 175 تا 177 پر ''صبح صادق'' نامی رسالہ میں شائع کی گئی ہیں، اس میں تین مشاہدات کا ذکر کیا گیا ہے، اور حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے اس روئیداد کے اقتباسات دیئے ہیں (ملاحظہ ہو: احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۷۷)

ممکن ہے کہ مکمل ومفصل تحریر میں کچھ اور امور کا بھی ذکر ہو، مگر وہ ہمارے پاس موجود نہیں۔

پہلا مشاہدہ 11 جون 1970ء کا ہے جو ٹنڈو آدم سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر کیا گیا، جس کے متعلق احسن الفتاویٰ میں درج ذیل اقتباس درج کیا گیا ہے۔

> ''پھر ایک روشنی عرضاً پھیلنے والی افق کے اوپر شروع ہوئی، روشنی کا پورا تبین جس پر سب دیکھنے والوں نے اتفاق کیا، وہ تو ۴/۱۹ پر تھا، اس روشنی کے اس سے کچھ پہلے ہونے کا بھی بعض کو شبہ رہا (احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۷۶)

اولاً تو اس مشاہدہ کے اقتباس کے آغاز میں ''پھر ایک روشنی الخ'' تحریر کیا گیا ہے، جس سے

یہ بات واضح ہے کہ اس سے متعلقہ تحریر کے بعض اہم اجزاء اقتباس میں شامل نہیں ہیں، اور اس اقتباس میں صبح کاذب کا بھی ذکر نہیں، جس پر حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کی کتابی تحقیق کی اصل بنیاد ہے، کما سیجیئ۔

یہ بھی امکان ہے کہ اس تحریر کے شروع میں موسم کے گرد آلود ہونے کا بھی ذکر ہو، جیسا کہ ان مشاہدات کے بارے میں بعض شرکاء کی طرف سے ان اوقات میں موسم کے گرد آلود ہونے کی تصریح پائی جاتی ہے (ملاحظہ ہو: فتاویٰ عثمانی ج ۱ص ۳۸۷ و ۳۹۵)

(مگر احسن الفتاویٰ کی اقتباسی روئیداد میں اس کا ذکر نہیں)

دوسرے اس اقتباس میں عرضاً پھیلنے والی روشنی کا پورا تبین جس پر سب دیکھنے والوں کا اتفاق مذکور ہے وہ چار بج کر انیس منٹ پر ہے، اور اس سے پہلے بھی بعض حضرات کی طرف سے اس روشنی کے موجود ہونے کے شبہ کا ذکر ہے۔ روشنی کے پورے تبین پر صبح صادق کا حکم بعض مشائخ کے قول پر مبنی ہے، لیکن جمہور محققین فقہاء کے نزدیک اولِ طلوع کا اعتبار ہے، اور روشنی کا پورا تبین ضروری نہیں، کیونکہ قرآن مجید میں تبینِ فجر کے بجائے تبینِ خطِ فجر کی قید ہے۔

اور خصوصاً روزہ کے معاملہ میں احتیاط واجب ہے کہ طلوعِ فجر کے شک کی صورت میں بھی اکل وشرب سے احتیاط ضروری ہے۔

اس مسئلہ کی تفصیل ہم نے اپنے مضمون ''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' میں ذکر کردی ہے، یہاں چند حوالہ جات پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

تفسیر بحرالمحیط میں ہے کہ:

**وشبه بالخيط وذلک بأول حاله، لأنه يبدو دقيقا ثم يرتفع مستطيرا، فبطلوع أوله فی الأفق يجب الإمساک .هذا مذهب الجمهور، وبه أخذ الناس ومضت عليه الأعصار والأمصار، وهو**

مقتضى حديث ابن مسعود، وسمرة بن جندب (تفسير البحر المحيط ،ج۲ص۲۱۶، سورة البقرة)

اور تفسیر المظہری میں ہے:

ولم يقل حتى يتبين لكم الفجر دلالة على حرمة الاكل عند ظهور خيطه يعنى أول جزء منه (التفسير المظهرى ،الجزء الاول ،ص۲۰۴، سورة البقرة)

اور علامہ سمرقندی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ثم ينظر :إن كان شاكا فى طلوع الفجر :إنه طلع أم لا، ينبغى أن يدع التسحر، لانه ربما طلع الفجر، فيفسد صومه.فأما إذا كان متيقنا أن الفجر لم يطلع، فالمستحب أن يتسحر.وإن كان أكثر رأيه أن الفجر لم يطلع، ينبغى أن يدع الاكل أيضا (تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ا ص ۳۶۵، كتاب الصوم)

اور مرقاۃ میں ہے:

ذكر الشمنى أن المعتبر أول طلوع الصبح عند جمهور العلماء

(مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۳۸۴ ، كتاب الصوم، باب فى مسائل متفرقة)

اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لفظِ خیط کے لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ فجر کا اگر ادنیٰ حصہ مثل دھاگے کے بھی ظاہر ہو جائے تو کھانا اور پینا حرام ہو جاتا ہے (معارف القرآن ادریسی، جلدا صفحہ ۳۷۶)

اور علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے پہلے اعلاء السنن میں روشنی کے پھیلنے کو ترجیح دی تھی، لیکن بعد میں احکام القرآن میں آپ نے اس سے رجوع فرما کر اولِ طلوعِ فجر کے اعتبار کو ترجیح دی ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

**العبرة لاول طلوع الفجر الثانی لا لاستطارته وانتشاره خلافا لما رجحته فی الاعلاء من الاعتبار بالانتشار تبعا لما مال اليه اكثر العلماء، لكون النص قد علق الحكم على التبين ولايكون الا بالانتشار وهٰذا انما كان يصح لو كان النص علق الحكم على تبين الفجر وأما اذا علقهٗ على تبين خط الفجر من خط الليل فلا. فان تبين هٰذا الخط من ذاک إنما يكون فی اول طلوع الفجر وعند الانتشار ينمحی خط الليل كما هو مشاهد فافهم. وعمل سيدی حكيم الامة على تقديم الإمساک عن مخطورات الصوم إذا قرب الفجر وهو الأحوط، بل لايجوز خلافه، لما فيه من خشية الوقوع فی المحظور. والله تعالىٰ أعلم** (احکام القرآن للتھانوی، جلد ۱ صفحه ۲۴۷)

اس لئے اگر مذکورہ اکابر نے ابتداء میں اس قول کو جس میں انتشار وتبین کا ذکر ہے، اختیار کیا ہو، اور بعد میں اس سے رجوع فرمالیا ہو، تو اس میں کوئی اشکال والی بات نہیں۔

لہٰذا 11 جون کے مذکورہ مشاہدہ کی بنیاد پر پندرہ درجے پر سحری کے اختتام کا فیصلہ مشکل ہے، اور اگر موسم کا گرد آلود ہونا بھی ثابت ہو، جیسا کہ پہلے گزرا، تو پھر بدرجہ اولیٰ اس مشاہدہ کا پندرہ درجے پر صبح صادق کی دلیل بننا مشکل ہے، کیونکہ موسم کا گرد آلود ہونا اولِ وقت پر صبح صادق کے ظہور کے لئے مانع بن سکتا ہے، اور موسم گرد آلود ہونے کی صورت میں فقہائے کرام نے احتیاط کا حکم فرمایا ہے۔

نیز جبکہ سابقہ تعامل بھی اس کے معارض ہو، تو اس مشاہدہ کی کمزوری اور بھی زیادہ واضح ہوجاتی ہے۔

اور غالباً اسی وجہ سے حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اس مشاہدہ کے بعد نمازِ فجر

میں احتیاط کا عبوری فتویٰ جاری فرمایا تھا، نہ کہ سحری کے اختتام کے بارے میں، کیونکہ نمازِ فجر کے پندرہ درجے پر پڑھنے میں کوئی بات خلافِ احتیاط نہیں پائی جاتی، برخلاف سحری کے۔

دوسرا مشاہدہ 12 جون کا ہے، اس کے متعلق روئیداد کا اقتباس احسن الفتاویٰ میں ان الفاظ میں درج ہے۔

''صبح کو تقریباً ساڑھے تین بجے میدان میں سب حضرات پہنچ گئے، اس وقت افق مشرق پر کسی قسم کی روشنی نہیں تھی، ٹھیک چار بجے افق پر مخروطی شکل کی طولانی روشنی نمودار ہوئی، جس کو سب نے دیکھ کر صبح کاذب قرار دیا (احسن الفتاویٰ ج۲ص۱۷۶)

اگر اس دن بھی موسم گرد آلود یا ابر آلود ہو تو اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ جس وقت مخروطی شکل کی طولانی روشنی دیکھی گئی وہ اس کی ابتدا تھی۔

پھر جو تحریر کیا گیا ہے کہ:

اس کے سترہ منٹ بعد یعنی ۴/ ۱۷ پر صبح صادق واضح طور پر مشاہدہ کی گئی، اس پر سب کا اتفاق رہا (احسن الفتاویٰ ج۲ص۱۷۶)

اس میں بھی واضح طور پر مشاہدہ ہونے اور اس پر سب کے اتفاق ہونے کا ذکر ہے۔

لہٰذا اس دن کے مشاہدہ کی حقیقت بھی پہلے سے مختلف نہیں ہے، کیونکہ واضح طور پر مشاہدہ جس پر سب کا اتفاق رہا، اولاً تو اس بات کی علامت ہے کہ اس سے پہلے وقت سب کا اتفاق نہ تھا، جو کہ اسی بات کی دلیل ہے کہ یہ روشنی کا پورا تبین تھا، جو گرد آلود موسم میں بھی مشاہدہ کیا گیا، لہٰذا اس سے پہلے مشاہدہ میں مذکورہ تفصیل کے پیشِ نظر اس مشاہدہ کا بھی پندرہ درجے پر حتمی صبح صادق کے طلوع کی دلیل بننا مشکل ہے۔

تیسرا مشاہدہ 13 جون کو کراچی میں کیا گیا، اس کے متعلق روئیداد کا اقتباس احسن الفتاویٰ میں ان الفاظ میں درج ہے:

''اتنا سب نے محسوس کیا کہ ۴/ ۱۱ جو وقت صبح صادق قدیم نقشوں میں آج کی تاریخ

کا لکھا ہوا ہے، اس وقت کسی قسم کی روشنی افق پر نہیں تھی، اس کے بعد وہ روشنی جس کو صبح کاذب کہا جاسکتا ہے، شروع ہوئی، پھر اس کے بعد صبح صادق کی معترضا پھیلنے والی روشنی سامنے آئی (احسن الفتاویٰ ج۲ ص۱۷۶)

اس اقتباس میں پہلے تو یہ تحریر کیا گیا ہے کہ:

''احقر نے محسوس کیا کہ ۴/۱۱ جو وقت صبح صادق قدیم نقشوں میں آج کی تاریخ کا لکھا ہوا ہے، اس وقت کسی قسم کی روشنی افق پر نہیں تھی''

اس کے متعلق عرض ہے کہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ جو پندرہ درجے پر صبح صادق کے قائل ہیں، ان کے کتابی دلائل کی بنیاد صبح کاذب کے اٹھارہ درجے پر ظاہر ہونے کی عبارات ہیں، جن کے پیشِ نظر حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ صبح کاذب کے ظہور کا زیرِ افق زاویہ اٹھارہ درجے متعین ہے، اور اس کے تین درجے بعد صبح صادق طلوع ہوتی ہے۔

جبکہ احسن الفتاویٰ کے مذکورہ اقتباس کے پیشِ نظر حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک چار بجکر گیارہ منٹ پر صبح کاذب کی روشنی ظاہر ہونی چاہئے تھی، اور اٹھارہ درجے کے قائلین کے نزدیک اس وقت صبح صادق کی روشنی ظاہر ہونی چاہئے تھی، مگر اس وقت بالاتفاق کسی قسم کی روشنی کا مشاہدہ نہیں ہوا، جو اس بات کی علامت ہے کہ دونوں قولوں کے مطابق اس وقت بھی موسم گرد یا ابر آلود تھا، جو مشاہدہ کی صحت کے لیے مانع ہے۔

نیز بعد میں جو تحریر کیا گیا ہے کہ:

''اس کے بعد وہ روشنی جس کو صبح کاذب کہا جاسکتا ہے، شروع ہوئی، پھر اس کے بعد صبح صادق کی معترضا پھیلنے والی روشنی سامنے آئی''

اس اقتباس میں بھی اولاً تو اس کو وثوق کے ساتھ صبح کاذب نہیں بتلایا گیا، بلکہ صبح کاذب کہا جا سکتا ہے، جیسے کمزور الفاظ کے ساتھ اس کو تعبیر کیا گیا ہے، دوسرے اس میں صبح صادق کی

معترضاً پھیلنے والی روشنی کا وقت مذکور نہیں۔ لہٰذا اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ پندرہ ڈگری کے اوقات سے پہلے یہ صبح صادق کی روشنی دیکھی گئی ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ پندرہ ڈگری پر دیکھی گئی ہو، لیکن موسم گرد آلود ہونے کی صورت میں یہ مشاہدہ بھی حتمی نتیجہ اخذ کرنے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ تیسرے اس میں بھی معترضاً پھیلنے والی روشنی سے وہی انتشار وتبین مراد ہوسکتا ہے، جس کا پہلے ذکر ہوا۔

بہر حال مذکورہ تینوں مشاہدات کے پسِ منظر کا گہرائی سے جمہور فقہائے کرام اور راجح قول کے مطابق جائزہ لیا جائے تو ان میں سے کوئی مشاہدہ بھی حتمی طور پر پندرہ درجے پر صبح صادق طلوع ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور دوسری وجوہات کے ساتھ اکابر کے رجوع کی مذکورہ وجوہات بھی ہیں۔

(2)...... اکابر پر دوسرا اعتراض یہ کیا جارہا ہے کہ انہوں نے مجلسِ تحقیق (منعقدہ دارالعلوم کراچی، 13 / ذیقعدہ 92ھ) میں جو فیصلہ کیا تھا، اور اس کے اقتباسات احسن الفتاویٰ ج۲ص ۱۷۸ پر مذکور ہیں۔

مجلسِ تحقیق کے مذکورہ فیصلے سے رجوع کے لئے ضرورت تھی کہ دوبارہ مشاہدات کئے جاتے، اور رجوع کے لئے باقاعدہ مجلس منعقد ہوتی، اور وہ مجلس اس سے رجوع کا فیصلہ صادر فرماتی، اور حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کے دلائل کا جواب بھی دیا جاتا، جبکہ مجلس کے انعقاد کا کوئی ذکر نہیں، اور حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تحریر میں دوبارہ مشاہدات کا بھی ذکر نہیں۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اگر مجلسِ تحقیق کا رجوع کے لئے دوبارہ اجلاس ہوا ہو، تو پھر کوئی شبہ والی بات نہیں، لیکن دیگر حضرات کو اس اجلاس کا علم نہیں۔

مگر بندہ کے خیال میں جب اس مجلس کے سرپرست اور اکثر ارکان کی طرف سے رجوع اور مذکورہ قضیہ کی وضاحت تحریری طور پر کردی گئی، تو پھر اجلاس کا دوبارہ منعقد ہونا اور دلائل پر فرداً

فرداً تبصرہ ضروری نہیں، رجوع اور وضاحت کے لئے اپنا شرح صدر اوراس کے نتیجہ سے دوسروں کوآ گاہ کرنا بھی کافی ہے۔

جہاں تک مشاہدات کا تعلق ہے،تو حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تحریر میں اگر چہ مشاہدات کا ذکر نہ ہو،مگر دیگر حضرات کی تحریرات میں مشاہدات کا ذکر موجود ہے،ایک تحریر میں اس جزء پر سکوت سے اس کی نفی لازم نہیں آتی، اور دوسری تحریرات میں ثبوت ہونے سے اس کا اثبات بھی ہوجاتا ہے۔

لہٰذا یہ اعتراضات بھی اہمیت کے حامل نہیں،اور اکابر کا رجوع سابقہ مشاہدات اور تحقیقات سب سے متعلق ہے۔

(3)......بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ آنمحترم (حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم) نے بھی متعدد مرتبہ مختلف مقامات پر صبح صادق کا اٹھارہ درجے پر مشاہدہ فرمایا ہے۔ یہ بات کس حد تک درست ہے؟اس کی بندہ کو تحقیق وتفصیل درکار ہے۔

محمد رضوان

21/ذی الحجہ/1430ھ 09/دسمبر/2009ء

ادارہ غفران،راولپنڈی، پاکستان

---

## رائے گرامی

### حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہٗ

(نائب صدر وشیخ الحدیث، جامعہ دارالعلوم کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی قدر مکرم جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

افسوس ہے کہ صبح صادق کے سلسلے میں آپ کے خط کا اس سے پہلے جواب نہ دے سکا، کیونکہ

اطمینان سے پڑھنے کا موقع نہ مل سکا، آج بفضلہٖ تعالیٰ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔

آپ نے مشاہدات کے بارے میں جو نکات لکھے ہیں، بالکل درست ہیں۔

افسوس ہے کہ وہ روداد مکمل ہمارے پاس محفوظ نہ رہ سکی، ورنہ اس سے شاید کچھ اور امور بھی ظاہر ہوتے۔

بہر حال! یہ بات طے ہے کہ یہ سب تحقیق کے مختلف مراحل تھے، جنہیں حتمی فیصلہ کی بنیاد نہیں بنایا گیا تھا۔

ایک لفظ کی تصحیح مناسب ہے، ''موسم ابر آلود'' نہیں تھا، البتہ ''گرد آلود'' تھا، یہی لفظ فتاویٰ عثمانی میں بھی لکھا ہے، یہ واضح ہے کہ ٹنڈو آدم کے مشاہدے میں ''ابر'' نہیں تھا۔ [1]

بندہ نے براہ راست تنہا کوئی مشاہدہ نہیں کیا، جب بھی کیا علماء کی جماعت کے ساتھ کیا۔

والسلام

محمد تقی

۲۱-۹-۳۱ھ

جامعہ دار العلوم کراچی، پاکستان

فتویٰ نمبر: ۳۰۲/۱۹۔ مورخہ: ۲۳/۹/۳۱ھ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی، پاکستان

---

[1] ٹنڈو آدم کے مشاہدہ میں ابر آلود کے بجائے گرد آلود کی اصلاح کر دی گئی ہے۔ محمد رضوان۔

(ضمیمۂ ثانیہ)

# قدیم عالمی جنتریوں پر شبہات کا ازالہ

ہمارے یہاں کی طرح عرب کے بعض علاقوں میں بھی 18 یا 19 ڈگری کے مطابق طلوعِ فجر پر مشتمل قدیم جنتریوں کے متعلق بعض لوگوں کی طرف سے تشویش ظاہر کی گئی، اور اس پر متعدد مضامین لکھے گئے، اور یہ دعویٰ کیا گیا کہ اسلامی ممالک میں اوقاتِ نماز سے متعلق جو جنتریاں رائج ہیں، اور ان میں 18 یا 19 درجہ زیرِ افق پر جو فجر کا وقت درج ہے، وہ درست نہیں ہے، اور ان کے اپنے مشاہدہ کے مطابق طلوعِ فجر کا وقت ان جنتریوں میں ظاہر شدہ وقت سے کافی بعد شروع ہوتا ہے، لہٰذا ان قدیم جنتریوں کے مطابق قدیم سے ادا شدہ اذانیں اور نمازیں درست نہیں۔

جس کے نتیجہ میں وہاں کچھ سادہ لوح لوگوں اور علمِ فلکیات سے ناواقف اہلِ علم میں تشویش کی لہر دوڑ گئی، لیکن اس صورتِ حال کے پیدا ہونے کے بعد جلد ہی عرب کے متعدد مستند اصحابِ فن واصحابِ علم اس میدان میں اتر پڑے، اور ان کی طرف سے اس مسئلہ پر تحقیق کی گئی، اور غور وفکر اور تحقیق وتمحیص کے بعد واضح کیا گیا کہ اسلامی ممالک میں اوقاتِ نماز اور بالخصوص فجر کے وقت سے متعلق رائج قدیمی جنتریوں میں درج شدہ اوقات درست ہیں، اور اس پر موجودہ دور کے بعض حضرات کی طرف سے شکوک وشبہات کرنا درست نہیں، کیونکہ وہ مسلمان ماہرینِ فن واصحابِ علم کے متواتر مشاہدات ومراصدات پر مبنی ہیں، اور مستند جدید مشاہدات ومراصدات سے بھی قدیم جنتریوں کی تغلیط ثابت نہیں ہوسکی۔

البتہ بعض جدید مشاہدات میں صرف چند منٹوں کا فرق ظاہر ہوا ہے، جو کہ یا تو اس پر مبنی ہے کہ پہلے نقشوں میں چند منٹوں کی احتیاط شامل کی گئی ہے، یا پھر موجودہ دور کی فضائی کثافت

وآلودگی اور مصنوعی روشنیوں وغیرہ کے موانعات پر مبنی ہے۔

جو حضرات موجودہ دور میں شہری آبادی کے قریب مصنوعی روشنیوں کی موجودگی، یا چاند کی روشنی کی موجودگی یا فضائی آلودگی یا موسم کی آلودگی کی حالت میں طلوعِ فجر کا مشاہدہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کو طلوعِ فجر کے ابتدائی لمحات کا مشاہدہ نہیں ہو پاتا، اسی طریقہ سے جن لوگوں کی نظر کمزور ہو یا وہ فجرِ کاذب وصادق کی حقیقت سے پوری طرح واقف نہ ہوں، ان کو بھی اس سلسلہ میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اور بعض لوگوں کی طرف سے موجودہ دور میں جو مشاہدات کے نتیجہ میں قدیمی جنتریوں کے اوقات کی تغلیط کی گئی، یا مختلف شبہات کیے گئے، وہ اسی قسم کی چیزوں کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

ورنہ جب تک موجودہ دور کی مصنوعی روشنیوں اور فضائی آلودگیوں کا ماحول نہیں تھا، اس وقت بآسانی صبح صادق کے طلوع کا مشاہدہ ممکن وسہل تھا، اس زمانے میں کبھی ان جنتریوں پر اعتراض نہ ہوا، اور اہلِ علم، اصحابِ فن واصحابِ تقویٰ کی طرف سے بلا نکیر ان پر عمل ہوتا رہا، جو ان جنتریوں پر عملی تواتر وتعامل بلکہ ایک طرح سے ان کی صحت پر اجماع ہونے کی دلیل ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ ہندوستان وپاکستان کی قدیم جنتریوں میں صبح صادق اور وقتِ عشاء کے جو اوقات درج ہیں، وہ بھی 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق ہیں۔

اس سلسلہ میں عرب کے چند اصحابِ فن واصحابِ علم حضرات کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے۔

(1)

## ہانی ضلیع، رکن ''اتحادِ عربی لعلومِ فضاء والفلک'' اُردن کا حوالہ

ہانی محمد ضلیع (عضو الاتحاد العربی لعلوم الفضاء والفلک، اردن) کا عربی اخبار ''الجزیرۃ'' قطر میں مورخہ 15 جون 2016ء کو فجرِ صادق، اس کی حقیقت اور اس کے

مشاہدہ کے طریقہ کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا، جس میں انہوں نے واضح کیا کہ:

''طلوعِ فجر کا مشاہدہ کرنے کے لیے مشاہدہ کی جگہ اور وقت اور مشاہدہ کاروں میں چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، اور آبادی کی مصنوعی روشنیاں فجرِ صادق اور فجرِ کاذب میں خلل واقع کرتی ہیں (بطورِ خاص فجرِ صادق کے طلوع کے وقت، اس کے روشنی کے انتہائی ہلکا اور مدہم ہونے کے باعث) اس لیے آبادی کی مصنوعی روشنیوں کی موجودگی میں فجرِ صادق کے طلوع (یعنی ابتدائی ظہور) کی رؤیت کا دعویٰ ممکن نہیں، اسی طریقہ سے چاند کی موجودگی بھی فجرِ صادق کے اولِ طلوع کے مشاہدہ میں رکاوٹ بنتی ہے، اور طلوعِ فجر کے درست مشاہدہ کے لیے نظر کا صحیح ہونا اور فجرِ صادق کے وقت کی تعیین کی شرط کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔

اور فجرِ کاذب وہ ہے، جس کو فجر بروجی (Zodiacal Light) کہا جاتا ہے، جو بعض موسموں میں زیادہ نمایاں ہوتی ہے، چنانچہ فجرِ کاذب بہار اور خزاں کے موسم میں زیادہ واضح ہوتی ہے، اور گرمی کے موسم میں جنوب کی طرف مائل ہوتی ہے، اور سردیوں کے موسم میں شمال کی طرف مائل ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ ان موسموں میں زیادہ واضح اور نمایاں نہیں ہوتی۔

جہاں تک فجرِ صادق کا تعلق ہے، تو وہ طلوعِ شمس کی جہت کے افق پر ظاہر ہوتی ہے، جو اس جہت کے افق کو محیط ہوتی ہے، اور وہ آہستہ آہستہ ترقی کرتی ہے۔

اور فجرِ کاذب دراصل فجر کا وقت داخل ہونے کی دلیل نہیں، اور نہ ہی فجرِ کاذب کی رؤیت اور ظہور کا فجرِ صادق کے لیے کوئی اعتبار ہے، اور نہ ہی اس سے کوئی شرعی حکم وابستہ ہے۔

اور فلکی فن میں شفق کی تین قسمیں ہیں، پہلی کا نام شفقِ فلکی (Astronomical Twilight) ہے، جو کہ فجر کے وقت مشرق کی

طرف ظاہر ہونے والی سورج کی ابتدائی روشنی ہے، اور عشاء کے وقت مغرب کی طرف باقی رہنے والی آخری روشنی ہے، جس کا زاویہ 18 درجہ زیرِ افق ہے، اور یہی فجرِ صادق کا وقت ہے، اسی وقت میں زمین کے بڑے حصہ میں فجر کی اذان دی جاتی ہے (اور اس لمحہ ہی کو دنیا بھر میں طلوعِ فجر قرار دیا جاتا ہے) اور اس وقت میں انتہائی مخفی ستاروں کا دیکھا جانا ممکن ہوتا ہے، اور اس وقت میں رات کا اندھیرا ہو جاتا ہے۔

اور دوسری کا نام شفقِ بحری (Nautical Twilight) ہے، جو سورج کے 12 درجہ زیرِ افق ہونے پر ہوتی ہے، اس روشنی کی وجہ سے زمین اور آسمان کی تمیز ہوتی ہے، لیکن اس وقت روشنی مکمل نہیں ہوتی، اور اس وقت بڑے اور واضح ستاروں کا دیکھنا ممکن ہوتا ہے۔

اور تیسری کا نام شفقِ مدنی (Civil Twilight) ہے، جو سورج کے 6 درجہ زیرِ افق پر ہوتی ہے، اور یہ وہ وقت ہوتا ہے، جس میں زمین کے اوپر روشنی موجود ہونے کی وجہ سے تمیز کرنا اور کچھ لکھنا پڑھنا سہل ہوتا ہے۔

اور فجر اور عشاء کے سبب کے باہم مرتبط ہونے اور شفق کے ظہور وانتہاء کی وجہ سے ہمیشہ (اس مقام پر اور اسی دن کے) فجر اور مغرب کا وقت ایک دوسرے کے برابر ہوتا ہے۔

اور فجرِ صادق کا صحیح اور باریک بینی کے ساتھ مکمل مشاہدہ کرنے کے لیے آسمان کا صاف ہونا اور افق پر مکمل اندھیرا ہونا ضروری ہے، اور اسی طریقہ سے فجرِ کاذب کی حقیقت کا جاننا بھی ضروری ہے، اسی وجہ سے مشاہدہ کار کے لیے شہری آبادی سے دور ہونا ضروری ہے (اور بعض تجربہ کاروں نے تقریباً ڈیڑھ سو کلومیٹر فاصلہ ہونے کا ذکر کیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے) جہاں مصنوعی روشنی حائل نہ ہو، کیونکہ

مصنوعی روشنی اس سلسلہ میں مخل ہو جاتی ہے۔

اسی طریقہ سے چاند کا غائب ہونا بھی ضروری ہے، اور مشاہدہ کے وقت آسمان یا افق کا بادل اور گردوغبار سے صاف ہونا بھی ضروری ہے"۔ [1]

---

[1] يعتبر تحديد وقتى الفجر الصادق وصلاة العشاء من الأمور الشائكة التى يختلف عليها المسلمون لاعتقاد البعض بعدم صحة وقتى أذان الفجر والعشاء .

ويحكم قضية تحرى وقت الفجر شروط لا بد أن تتوفر فى موقع الرصد ووقته والراصدين كى يتم تحديد هذا الوقت بشكل واضح وحقيقى .ولأن أضواء المدينة أشدّ من إضاء تى الفجر الصادق والفجر الكاذب، فإنه ليس من الممكن أن يدعى أحد رؤية الفجر الصادق من داخلها .وكذا القول بالنسبة لوجود القمر الذى سيحجب بإضاء ته القوية إضاء ة الفجر الصادق فى أول وقت طلوعه.

ولكى تتحقق لنا شرط صحة النظر وتعيين وقت الفجر الصادق، يلزمنا التعريف بالفجر الكاذب والفجر الصادق والشفق الفلكى، ثم الظروف والأدوات والعناصر التى تلزم إنجاح مثل هذه المهمة.

الفجر الكاذب:

فالفجر الكاذب أو ما يعرف فى علم الفلك بالفجر البروجى (Zodiacal Light) هو ضوء أبيض اللون يظهر فى السماء على شكل قوس أشبه بذنب الثعلب، يكون عريضا فوق الأفق ومنكمشا كلما ارتفعنا فى السماء بكشل هندسى يشبه القطع المكافىء، ولا يزيد ارتفاعه عادة عن أكثر من أربعين إلى خمسين درجة فوق الأفق الشرقى وقت الفجر أو فوق الأفق الغربى بعد العشاء.

ويمكن القول إن إضاء ة الفجر الكاذب عادة ما تميل إلى البياض، وتكون فى بعض الفصول أوضح منها فى فصول أخرى، وبسببها يمكن تمييز حد أفق الأرض من أفق السماء الملتقِيَيْن، وكأنها إضاء ـة مدينة بعيدة جدا خلف الأفق، لكن المناطق المجاورة لهذا الأفق تكون حالكة الإظلام لا يمكن تمييز أرضها من سمائها، وهى المنطقة التى يجب البحث فيها عن طلوع الفجر الصادق لتمييزه عن الفجر الكاذب.

ويرتبط الفجر الكاذب باتجاه مدار البروج فى السماء ، ففى فصلى الربيع والخريف يكون الفجر الكاذب أوضح ما يكون، إذ يكون واقفا فى السماء بشكل عمودى، أما فى فصل الصيف فيكون مائلا إلى الجنوب بسبب ميل مدار البروج جنوبا، وفى الشتاء يكون مائلاً شمالا، وهو فى هذين الفصلين أقل لمعانا .ومدار البروج هو خط سير الشمس والقمر والكواكب فى السماء .

وسبب ظهور الشفق البروجى هو تشتت أشعة الشمس فى الفضاء غير الأرضى بعيدا عن الغلاف الجوى، إذ يتشتت فى بقايا حبيبات الأتربة والأغبرة الناتجة عن مرور المذنبات وتصادم الكويكبات عبر ألوف وملايين السنين بعد تشكل المجموعة الشمسية، إضافة إلى ما يعرف بامتداد الإكليل الشمسى الذى يحمل معه الغبار والمواد الشمسية ويقذفها فى ما بين كواكب المجموعة الشمسية.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(2)

# دارالافتاء مصر کا فتویٰ

**دارالافتاء: مصر کی طرف سے سن 1402ھ بمطابق 1981ء کو قدیمی جنتریوں پر شکوک وشبہات سے متعلق سوال کے جواب میں ایک فتویٰ جاری ہوا، جس میں واضح کیا گیا کہ:**

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

**الفجر الصادق:**

أما الفجر الصادق فهو ذلک الضوء الأبيض الذى يبدأ بالظهور أفقيا ويلمع من جهة طلوع الشمس أكثر منه من الجهات المحيطة .ويبدأ ضوؤه بالظهور يمنة ويسرة، بحيث يبدأ منظر أفق الأرض بالظهور فيبدأ الراصد بالتمييز بين الأرض والسماء ويبدأ الظلام الدامس لحظتها بالانقشاع شيئاً فشيئاً حتى تبدو معالم الأرض واضحة فوق جميع الأفق الشرقى، وحينها يبدأ اللون الأبيض ثم الأحمر بالظهور فوق كل الأفق حاجبا لون الشفق البروجى (الفجر الكاذب) ومنهيا له.

ومن الضرورى أن نعلم بأن تحديد الفجر الصادق ليس أمرا حديا، فقد يختلف الراصدون فى تحديد وقته لثلاث دقائق تزيد أو تقل قليلا .كما أنه من الضرورى أن نعلم بأن الفجر الكاذب الذى يظهر قبل الفجر الصادق بأكثر من ساعة (تمتد ساعات أحيانا)، لا يختفى بمجرد ظهور الفجر الصادق مباشرة، بل يستمر بعد ظهوره إلى أن يبدأ الفجر الصادق باللمعان فتختفى إضاء ة الفجر الكاذب.

والفجر الكاذب ليس دليلا على عدم دخول الوقت، بل إن كل الفجر الكاذب غير معتمد ولا يعتد برؤيته ولا ظهوره، إنما ولأنه ظاهرة فضائية لا يمكن التخلص منها فإنه لا بد من التعرف عليه كى لا يتم الخلط بينه وبين الفجر الصادق.

**الشفق:**

ويقسم الشفق فى الفلک إلى ثلاثة أنواع أولها الشفق الفلكى، وهو أول ضوء شمسى وقت الفجر ناحية الشرق، أو آخر ضوء وقت العشاء ناحية الغرب، يتشتت فى الغلاف الجوى حين تصبح الشمس تحت الأفق بزاوية انخفاض قدرها 18درجة، وهو ما اصطلح عليه بأنه وقت الفجر الصادق ويؤذن به فى معظم أرجاء الكرة الأرضية، ويمكن عنده رؤية النجوم الخافتة جدا، كما يمكن القول بأن الليل سائد.

والثانى هو الشفق البحرى، وهو إضاء ة الغلاف الجوى حين تكون الشمس تحت الأفق بزاوية قدرها 12درجة، وبإضاء ته تبدأ الأرض بالتمايز عن السماء دون وضوح معالمها، كما يمكن رؤية النجوم اللامعة جدا.

وأخيراً الشفق المدنى، وهو إضاء ة الغلاف الجوى حين تكون الشمس تحت الأفق بزاوية قدرها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’مصر میں اوقاتِ نماز اور روزہ کا جو حساب رائج ہے، وہ شرعی اور فلکی اصولوں کے مطابق ہے، قدیم مسلمان علمائے فلک کی رائے کے مطابق ہے، جن پر علومِ فلک کے ماہرین کی انتہاء ہو چکی ہے، اور وہ نماز اور روزہ کے اوقات کے حساب سے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ست درجات، وهو الوقت الذى تبدأ عنده معالم الأرض بالظهور ويسهل عنده تمييزها.
وبسبب كون وقتى الفجر والعشاء مرتبطين بظاهرة ظهور الشفق أو انتهائه، فإن الفرق بين موعد أذان المغرب وأذان العشاء دائما يساوى الفرق بين وقت أذان الفجر وشروق الشمس .فى حين يقع أذان الظهر (زوال الشمس) فى منتصف المسافة بين وقتى الشروق والغروب.
ولكثرة الأحاديث والنصوص الفقهية الواردة فى موضوع الفجر الصادق ودخول وقت الصلاة وتحريم الأكل على الصائم، فإنه ليس من السهل تحديد نص يعرّف فيه وقت دخول الفجر الصادق، فليست مصطلحات الحمرة والبياض والغلس ولا حتى الخيط الأبيض والخيط الأسود مفهومة ولا واضحة عند الفقهاء ولا عند من تبعهم من الفلكيين الراصدين، غير أن المفهوم العام لظهور الفجر الصادق يمكن أن يتضح من خلال مجموعة أحاديث وردت عن النبى محمد صلى الله عليه وسلم يفرق فيها بين الفجر الكاذب والفجر الصادق.
ففى الحديث الصحيح الذى رواه مسلم عن سمرة بن جندب رضى الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" :لا يغرنكم من سحوركم أذان بلال ولا بياض الأفق المستطيل هكذا حتى يستطير هكذا ."وفى الحديث الذى رواه الحاكم والبيهقى من حديث جابر قول النبى صلى الله عليه وسلم "الفجر فجران :فأما الفجر الذى يكون كذنب السرحان (الثعلب) فلا يحل الصلاة ولا يحرم الطعام، وأما الفجر الذى يذهب مستطيلا فى الأفق فإنه يحل الصلاة ويحرم الطعام ."ولذا فإن على أى راصد أن يقوم بالبحث أولاً عن الفجر الكاذب.
"هناك شرطان أساسيان كى يكون رصد الفجر الصادق والعثور عليه صحيحا ودقيقا، وهما :أولا صفاء السماء وعتمتها نحو الأفق، وثانيا وجود الفجر الكاذب والتعرف عليه وتحديد حدوده"
رصد الفجر:
ويجب توفر شرطين أساسيين كى يكون رصد الفجر الصادق والعثور عليه صحيحا ودقيقا، وهما: أولا، صفاء السماء وعتمتها نحو الأفق الذى نتجه للرصد إليه كالغرب (عشاء) والشرق (فجرا)، ولذا فإنه من الضرورى عند الرصد الابتعاد عن المدينة بما فيها من تلوث ضوئى، إذ إن ضوء ها كاف أن يطمس ضوء الفجرين الكاذب والصادق لفترة طويلة، وهو المأخذ الذى يؤخذ على الراصدين للفجر من المدن الذين يؤخرون دخول وقت الفجر حتى يظهر بياض السماء جليا، فالمدن ليست مواقع معيارية لهذا النوع من الرصد، إضافة إلى ضرورة أن يكون القمر غائبا وليس فى السماء غيوم أو غبار.
وثانيا، وجود الفجر الكاذب (الشفق البروجى) والتعرف عليه وتحديد حدوده، إذ لا يظهر الشفق

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اسی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ کے اوقات کے فرق سے پوری طرح واقف و باخبر تھے، اور اسی طریقہ سے مصر میں جاری اوقاتِ نماز کا حساب ان اوقات کے موافق ہے، جن کو جبریلِ امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لے کر نازل ہوئے تھے، اور جو لوگ بغیر علم کے دین میں بات کرتے ہیں، انہیں اللہ سے ڈرنا چاہیے، اور لوگوں کو گمراہ نہیں کرنا چاہیے۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ مصر میں قدیم جنتریوں کے اوقات جو 18 یا 19 درجہ زیرِ افق پر طلوعِ فجر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

البروجی واضحا فی جمیع الفصول .وتعد رؤیة الفجر الکاذب ثم تتبع تغیر إضاء ة السماء أفقیا عن یمینه ویساره الدلیل الأوضح علی انتشار الضوء واستطارته بما یطابق تعریفه فی الحدیث الشریف، وذلک أدل الدلائل علی معیاریة الرصد، لأنه المرجعیة المعتمدة فی تعریف الفجر الصادق.

http://www.aljazeera.net/news/scienceandtechnology

الفجر-الصادق-حقیقته-وطریقة-رصده/2016/6/15

[1] الأسلوب المتبع فی حساب مواقیت الصلاة فی جمهوریة مصر العربیة یتفق من الناحیة الشرعیة والفلکیة مع رأی قدامی علماء الفلک المسلمین حسبما انتهی إلیه رأی المختصین بعلوم الفلک.

المواقیت الحسابیة للصلاة والصوم مع مراعاة فروق التوقیت من مکان إلی مکان فی مصر صحیحة، وموافقة للمواقیت الشرعیة التی نزل بها جبریل علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بالعلامات الطبیعیة الواردة فی الأحادیث الشریفة.

علی الذین یقولون فی الدین بغیر علم أن یتقوا اللہ حتی لایضلوا الناس فی دینهم(فتاوی دار الإفتاء المصریة، ج ۱، ص ۱۷، مواقیت الصلاة، المفتی، جاد الحق علی جاد الحق .25 محرم 1402 هجریة 22 -نوفمبر 1981م)

وقد أفتت دار الإفتاء المصریة بتاریخ 22 من نوفمبر سنة 1981م بما نصه :إن الحساب الفلکی لمواقیت الصلاة الذی تصدره هیئة المساحة المصریة عرض علی لجنة متخصصة من رجال الفلک والشریعة فانتهت إلی أن الأسلوب المتبع فی حساب مواقیت الصلاة فی جمهوریة مصر العربیة یتفق من الناحیة الشرعیة والفلکیة مع رأی قدامی علماء الفلک المسلمین.

واستئنافا لذلک ستشکل لجنة أخری لمتابعة البحث .وقرر المفتی الالتزام بالمواقیت المذکورة، لأنها موافقة لما جاء فی الأحادیث التی رواها أصحاب السنن مما علّمه جبریل للنبی صلی اللہ علیه وسلم .وأمر المفتی من یقولون فی الدین بغیر علم أن یتقوا اللہ حتی لا یضلوا الناس فی دینهم، وألا یلبسوا الدین بأغراض أخری یبتغونها، فالحق أحق أن یتبع "الفتاوی الإسلامیة مجلد 8 ص 2733

(فتاوی دار الإفتاء المصریة، ج۸، ص ۵۰۰، أذانان للفجر، المفتی، عطیة صقر. مایو 1997)

سے متعلق ہیں، ان پر شکوک وشبہات کرنا درست نہیں، کیونکہ ان کے اوقات شرعی اور فلکی اصولوں کے مطابق ہیں، اور ہم پہلے علامہ شامی وغیرہ کے حوالہ سے مصر میں 18 درجہ زیرِ افق پر صبح صادق یا طلوعِ فجر ہونے کی تفصیل ذکر کر چکے ہیں۔

(3)

## شیخ ابوخالد ولید بن ادریس منیسی کا حوالہ

شیخ دکتور ولید بن ادریس منیسی (امریکہ کے فقہائے شریعت اور افتاء کی جماعت کے رکن اور شمالی امریکہ میں اتحادِ ائمہ کے نائب رئیس) قدیم جنتریوں پر کیے جانے والے شبہات سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

’’میں نے سن 1406ھ میں مصر کے شہر ’’اسکندریہ‘‘ میں شیخ ابوبکر جزائری محمد بن اسماعیل اور شیخ احمد فرید اور شیخ سید غباشی اور شیخ عماد عبدالغفور وغیرہ جیسے اہلِ علم حضرات کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ ساحلِ شمالی میں صحرا کی طرف جا کر صبح کاذب اور صبح صادق کا پے در پے مشاہدہ کیا، اور یہ اس وقت کی بات ہے، جب شیخ عبدالملک کلیب کا ایک رسالہ شائع ہوا تھا، جس میں قدیم جنتری (میں درج شدہ فجر کے اوقات) کے متعلق شکوک وشبہات کا اظہار کیا گیا تھا، اور یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ اصل صبح صادق اس جنتری میں درج شدہ وقت سے تین ساعت کے بعد ہوتی ہے، پس ہم سب کو شیخ ابوبکر جزائری نے صبح صادق کا طبع شدہ جنتری کے وقت کے مطابق مشاہدہ کرایا، جس پر مصر میں عمل جاری تھا، پس ہم سب نے اپنی آنکھوں سے جنتری میں درج شدہ وقت سے صرف دو یا تین منٹ بعد فجرِ صادق کا مشاہدہ کیا، اور ہمیں شیخ ابوبکر جزائری نے خبردار کیا کہ دو منٹ تاخیر سے دیکھنے میں ہماری طرف سے کوتاہی ہے، ورنہ جنتری بالکل صحیح ہے، اور میں

دیہات وجنگل میں طویل زمانہ تک رہا ہوں، اور مجھے آنکھوں سے مشاہدہ کر کے نماز کے اوقات سے اچھی طرح واقفیت ہے، پس ہم نے جو کچھ خود اپنی آنکھوں سے دیکھا، ہم اس کی وجہ سے جنتریوں کے حساب کے درست ہونے کے اعتبار سے تکذیب نہیں کر سکتے۔

اور یہ موضوع بڑا اہم ہے، جس کی طرف میں نے سعودیہ کی ''لجنة دائمة للافتاء'' کی توجہ دلائی کہ وہ آنکھوں سے وقتِ فجر کے دیکھنے کا اہتمام کریں، اور یہ ثابت کریں کہ امُّ القریٰ کی جنتری صحیح ہے''۔ [1]

مکہ مکرمہ یا ام القریٰ کی جنتری 19 یا اس سے کچھ اوپر ڈگری کے مطابق ہے، جن ماہرینِ فن حضرات نے فلکی حدود و قیود کو ملحوظ رکھ کر مستند طریقہ پر جدید مشاہدات کیے، انہوں نے ام

---

[1] وقت صلاة الفجر فی مصر: لقد سمعت من بعض الشيوخ ان أذان الفجر يؤذن قبل وقت الصلاه الحقيقى بثلث ساعه ,فهل هذا صحيح و لما؟و هل صلاتى تكون غير صحيحه اذا صليت بعد الاذان مباشرة ؟و جزاكم الله خيرا

أختنا الكريمة :هذا الكلام غير صحيح

ولقد خرجت بنفسى مع العلامة الشيخ أبى بكر الجزائرى عندما زار الإسكندرية سنة 1406هـ فى كوكبة عظيمة من خيرة طلاب العلم بالإسكندرية منهم الشيخ محمد بن إسماعيل المقدم والشيخ أحمد فريد والشيخ السيد الغباشى والشيخ عماد عبد الغفور وغيرهم بسياراتنا إلى الصحراء فى الساحل الشمالى وتابعنا الفجر الصادق والكاذب ، لأنه فى ذلك الوقت كانت نشرت رسالة للشيخ عبد الملك الكليب فيها تشكيك فى التقويم الرسمى وادعاء أن الوقت الصحيح بعده بثلث ساعة ، فخرجنا وأرانا الشيخ أبو بكر الفجر الصادق مطابقا للتقويم الرسمى المعمول به فى مصر ورأيناه جميعا بأعيننا ربما بعد الوقت الذى فى التقويم بحوالى دقيقتين أو ثلاثة فقط ، وأخبرنا الشيخ أبو بكر أن التأخر فى الرؤية هاتين الدقيقتين منا وأن التقويم صحيح ، وأخبرنا أنه عاش فى البادية زمنا طويلا وأنه من ذوى الخبرة فى معرفة وقت الصلوات بالعين المجردة ، فلا نكذب ما رأيناه بأعيننا اعتمادا على حسابات ونظريات .

أذكر أن الموضوع أثير فى المملكة كذلك وكلفت اللجنة الدائمة للإفتاء من يتابع وقت الفجر بالرؤية بعينه وأثبتوا أن تقويم أم القرى صحيح .

ودار نقاش حول الموضوع فى الملتقى من قبل لعلكم تجدونه باستعمال محرك البحث فى الملتقى(أبو خالد وليد بن إدريس المنيسى http://almeneesey.com، ملتقى أهل الحديث )
http://www.ahlalhdeeth.com/vb/showthread.php?t=31780

القریٰ کی جنتری میں درج شدہ وقت سے دو تین منٹ بعد فجر کے وقت کا مشاہدہ کیا، اور دو تین منٹ کے فرق کی وجہ کے بارے میں بہت سے حضرات کی رائے یہ ہے کہ طلوعِ فجر کا اصل وقت 18 درجہ زیرِ افق ہے، اور 19 درجہ یا اس سے کچھ اوپر کے مطابق جو بعض علاقوں کی جنتریاں تیار کی گئیں، وہ احتیاط پر مبنی ہیں۔ واللہ اعلم۔

(4)

## مشہور مہندس شیخ محمد شوکت عودہ، اردن کا حوالہ

شیخ محمد شوکت عودہ جو کہ ایک بین الاقوامی سطح کے جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ فلکی موضوع پر گہری نظر رکھتے ہیں، آپ کا شمار مشہور و مستند مہندسین میں ہوتا ہے، اور موصوف مشہور ادارہ (Islamic Crescents' Observation Project) "ICOP" کے رئیس ہونے کے ساتھ ساتھ اردن کی جمعیۃ فلکیہ کے ("1995" سے "2009" کے دوران) رئیس رہ چکے ہیں، اور موصوف اتحادِ عربی، علومِ فضاء و فلک کے رکن، اور اردن کی نمازوں کے اوقات کے حساب کی وزارتِ اوقاف کے رکن، عرب امارات کے اوقاتِ صلاۃ کے رکن، اور رابطہ عالمِ اسلامی کی، اور وبا میں اوقاتِ صلاۃ کے حساب کی فقہی جمعیت کے رکن ہیں۔

وہ اپنے ایک تحقیقی مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

**ذکر سابقا أنه وجد فلکیا أن وقت صلاتی الفجر والعشاء یحین عندما یکون مرکز الشمس منخفضا بمقدار 18 تحت الافق، وھذا ھو المعتمد فی المراجع والکتب الفلکیة، إلا أن بعض الدول الإسلامیة تفضل استخدام زاویة أخری، فالعدید من الجھات الإسلامیة فی الولایات المتحدة الأمریکیة مثلا تفضل**

**استخدام الزاوية 15، وفي مصر على سبيل المثال فهم يعتمدون الزاوية 19.5 للفجر و 17.5 للعشاء، ولكن لا يوجد حتى الآن بحث علمي حقيقي يبين أن بداية وقت صلاتي الفجر والعشاء يحين عندما تكون قيمة الزاوية غير 18 .فالزاوية 18 قد تم الحصول عليها بعد دراسة علمية دقيقة** (حساب مواقيت الصلاة، المشروع الاسلامي لرصد الاهلة، http://www.icoproject.org/article/2001_salat.html)

ترجمہ: پہلے یہ بات ذکر کی جاچکی ہے کہ فلکی اعتبار سے یہ بات پائی گئی ہے کہ فجر اورعشاء کا وقت اس وقت ہوتا ہے، جبکہ سورج کا مرکز افق سے 18 درجہ کی مقدار میں نیچے ہوتا ہے، یہی بات مراجع اور فلکی کتب میں معتمد ہے، مگر بعض اسلامی ممالک کسی دوسرے درجہ کو ترجیح دیتے ہیں، مثلاً امریکہ کے بعض اسلامی علاقوں میں 15 درجہ پر عمل کو ترجیح دی جاتی ہے، اور مصر میں مثلاً فجر کے لیے 19.5 درجہ اورعشاء کے لیے 17.5 درجہ پر اعتماد کیا جاتا ہے، لیکن تاحال کوئی علمی حقیقی بحث ایسی نہیں پائی گئی، جس نے یہ واضح کیا ہو کہ فجر اور عشاء کے وقت کی ابتداء 18 درجہ کے علاوہ کسی اور درجہ پر ہوتی ہے، پس اس لیے 18 درجہ (یا 18 ڈگری پر عشاء اور فجر کا وقت ہونے) کا موقف باریک بینی پر مشتمل علمی تحقیقات کے بعد پایہ تکمیل تک پہنچ چکا ہے (حساب مواقیت الصلاۃ)

مشہور مہندس شیخ محمد شوکت عودہ نے اس موضوع پر چند کتب ورسائل بھی تالیف فرمائے ہیں، ان کے اس موضوع پر دوعربی رسائل اسی علمی وتحقیقی رسائل کی جلد کے آخر میں شائع کیے جارہے ہیں۔

ان کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ 18 درجہ زیرِ افق پر طلوعِ فجر ہونے کا قول ہی قدیم

وجدید تحقیقات کی رُو سے معتمد وراجح ہے، اور اس کے علاوہ دوسرے اقوال اس درجہ کے معتمد نہیں ہیں۔

(5)

## دکتور عبدالقادر عابد اُردنی کا حوالہ

دکتور عبدالقادر عابد (استاذ: Geology، الجامعۃ الاردنیہ، عمان، اردن) اپنے ایک مضمون بعنوان "**تحدید موعد حلول الفجر الصادق فی الأردن بالرصد الفلکی المباشر بالعین المجردۃ**" کے خلاصہ میں لکھتے ہیں:

"اردن کی جمعیۃ فلکیہ کے ارکان اور فقہاء وغیرہ نے فجرِ صادق کا آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کا 1430 اور 1431ھ کے ہر مہینہ میں اردن کے مختلف علاقوں میں اہتمام کیا، اس دوران مشاہدہ کار حضرات، اس نتیجہ پر پہنچے کہ فجرِ صادق کا مشاہدہ خالص اندھیرے میں ہی کیا جاسکتا ہے، کیونکہ فجرِ صادق کا آغاز بہت ہلکی حالت میں شروع ہوتا ہے، پھر وہ تدریجاً افق پر منتشر ہوتی ہے، اسی بناء پر شہروں میں اس کا مشاہدہ قبول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ وہاں مصنوعی روشنیوں وغیرہ کی وجہ سے ابتدائے صبح صادق کا مشاہدہ ممکن نہیں ہوتا۔

اور اسی وجہ سے جو حضرات (رائج جنتریوں میں درج شدہ اوقات کے مقابلہ میں) بیس، تیس منٹ بعد تک اذانِ فجر کو مؤخر کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کے دعوے کو قبول نہیں کیا جائے گا، اس لیے ہم اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ (پہلے سے رائج جنتریوں کے مطابق) جس وقت اذانِ فجر دی جاتی ہے، اسی کے مطابق عمل کو باقی اور جاری رکھا جائے، یعنی اس وقت جبکہ سورج، مشرقی افق سے 18 درجے نیچے ہو، اور اسی کے مطابق اردن کی ہاشمی مملکت میں طویل زمانے

سے عمل جاری ہے۔

اور ہم نے متعدد مرتبہ فجرِ صادق کا اذان ہونے کے چار پانچ منٹ بعد ان علاقوں میں بھی مشاہدہ کیا ہے، جو مکمل اندھیری حالت میں نہیں تھے، اور فضاء بھی آلودگی سے صاف نہیں تھی، جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ مذکورہ موانعات سے پاک صاف جگہ میں اذان کے ٹھیک ابتداء کے وقت بھی فجرِ صادق کا مشاہدہ ممکن تھا، البتہ ہم (جنتریوں میں درج شدہ وقت سے) اذان میں پانچ منٹ کی تاخیر کی احتیاط کو افضل سمجھتے ہیں، تاکہ دوسرے لوگوں کا بھی اطمینان ہوجائے''۔ [1]

معلوم ہوا کہ جدید مشاہدات سے بھی 18 درجہ زیرِ افق پر طلوعِ فجر کی تصدیق ہوتی ہے۔

(6)

## مرکز الفلک الدولی کی قرارداد

مرکز الفلک الدولی (International Astronomical Center Abu Dhabi) کے زیرِ اہتمام مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے فلکیات کے انتہائی ماہرین اور اصحابِ فن

---

[1] قامت مجموعة من أعضاء جمعية الفلک الأردنية والفقهاء وغيرهم برصد الفجر الصادق بالعين المجردة مرة كل شهر ولمدة عام كامل 1431/1430هـ وفی عدة مواقع من الأردن .وقد توصّل الراصدون إلی أن الفجر الصادق لا يُتَحَرّ ی إلا فی ظلام دامس، لأنه يبدأ خافتا ثم ينتشر أفقيا بالتدريج .وعليه لا تُقبل مراقبته من داخل المدن بسبب إضاء تها العالية التی تتغلب علی إضاء ة الفجر الصادق فی البداية .ومن ثم، تُرَدُّ دعوی القائلين بتأخير أذان الفجر والإمساک فی رمضان 30-20 دقيقة.

نوصی بأن يبقی أذان الفجر كما هو الآن أی عندما تكون الشمس علی مستوی 18 درجة تحت الأفق الشرقی.

وهو ما تعمل به المملكة الأردنية الهاشمية منذ زمن طويل .ذلک لأننا رأينا الفجر الصادق عدة مرات بعد 5-4 دقائق من بدء الأذان فی ظروف غير تامة الإظلام وغير خالية من التلوث الجوی، مما يشير إلی إمكانية رؤية الفجر الصادق مع بدء لحظة الأذان لو كانت الظروف أفضل .ونقبل تأخير الأذان 5 دقائق فقط، وهو أفضل زمن يقينی حصل عليه فريق الرصد(تحديد موعد حلول الفجر الصادق فی الأردن بالرصد الفلكی المباشربالعين المجردة،صفحه ا مشمولة:المجلة الأردنية فی الدراسات الإسلامية، مجلد ا ا "٢" 2015)

حضرات نے اتفاقِ رائے سے مورخہ 18 رمضان 1436ھ، 05 جولائی 2015ء کو فجرِ صادق کے طلوع اور اس سے متعلق پائے جانے والے خلفشار کے متعلق ایک فیصلہ فرمایا، جس میں یہ موقف اختیار کیا گیا کہ:

''اسلامی ممالک میں رائج اوقاتِ نماز سے متعلق جنتریوں میں درج فجر کے وقت کو بعض لوگوں کی طرف غیر درست کہا جا رہا ہے، اور یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ اسلامی ممالک میں جو فجر کی نماز سے متعلق جنتریاں رائج ہیں، ان میں طلوعِ فجر سے پہلے کا وقت درج ہے، اور فجر کی اذانیں حقیقی طلوعِ فجر سے پہلے دی جاتی ہیں۔

ہمارے نزدیک اس طرح کے اعتراضات اور شبہات صحیح نہیں، اور اس کے مقابلہ میں اکثر اسلامی ممالک میں رائج جنتریوں میں درج شدہ قدیمی اوقات ہی درست ہیں۔

چنانچہ سعودیہ، مصر، اردن، فلسطین، قطر، کویت، بحرین، سلطنتِ عمان، عراق، یمن، سوڈان، تیونس، الجزائر اور مغرب (بلکہ ہندوستان و پاکستان) وغیرہ میں رائج قدیمی جنتریوں میں درج شدہ اوقات کا رجح ہیں۔

اور ان اوقات میں شک پیدا کرنے والوں کی یہ دلیل کہ انہوں نے اندھیرے والے مقامات پر فجر کو تلاش کیا، مگر انہیں فجر کا وقت (قدیمی جنتریوں کے مطابق) اذان ہونے کے کچھ دیر بعد ہی ظاہر ہوا، ان حضرات کا یہ موقف خطا پر مبنی ہے، جو حسنِ نیت سے صادر ہوا ہے، کیونکہ انہوں نے طلوعِ فجر کا مشاہدہ نامناسب مقامات سے کیا ہے، یا تو اس وجہ سے کہ شہری مصنوعی روشنیاں قریب میں تھیں (یا چاند کی روشنی تھی) یا فضاء صاف نہیں تھی (یا اسی طرح کی کوئی اور وجہ تھی) ان وجوہات کی بناء پر وہ حضرات طلوعِ فجر کے ابتدائی لمحہ کا مشاہدہ نہیں کر سکے، اور اگر

وہ مکمل اندھیرے والے اور مکمل صاف فضاء والے مقام سے مشاہدہ کرتے، تو وہ طلوعِ فجر کا (قدیمی جنتریوں کے مطابق ہونے والی) اذانِ فجر کے ساتھ ہی مشاہدہ کرلیتے، یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں مناسب مقامات پر متعدد مشاہدات کیے گئے، جن میں قدیم جنتریوں کے مطابق طلوعِ فجر کے اوقات کو صحیح پایا گیا، ان موجودہ دور کے جدید مشاہدات والے مقامات میں اردن، یمن، لیبیا، سعودیہ، مصر اور ایران وغیرہ کے مشاہدات بھی شامل ہیں۔

اسی کے ساتھ قدیمی جنتریوں میں جن اوقات کو درج کیا گیا ہے، وہ بڑے بڑے مسلمان علمائے فلک کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق ہیں، جن میں صوفیؔ، بتانیؔ، البیرؔونی، خوارزمی، طوسیؔ اور ابنِ شاکر جیسے حضرات داخل ہیں، جو کہ علمائے فلک میں سے ہونے کے ساتھ ساتھ اموی دور میں اوقات کو جمع کرنے والے بھی تھے، اور یہ حضرات فلکیات کے بڑے علماء شمار ہوتے ہیں، جن سے اہلِ مغرب نے فلکیات کے بہت سے معارف لیے ہیں۔

اور موجودہ دور میں قدیم جنتریوں پر وارِد کیے جانے والے شکوک وشبہات کے جوابات دلائل کے ساتھ مختلف مضامین میں بیان کردیئے گئے ہیں، جن میں ایک مضمون ''اشکالاتِ فلکیة وفقهية حول مواقيت الصلاة'' کے نام سے اور دوسرا مضمون ''كيفية التحقق من صحة مواقيت الصلاة في التقاويم'' کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔ [1]

اس کے علاوہ مشہور عالم سید محمد بن عبدالوہاب بن عبدالرزاق اندلسی فاسی مراکشی نے بھی اپنے ایک مضمون بعنوان ''ايضاح القول الحق في مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق'' میں متعدد

[1] یہ دونوں مضامین اسی علمی وتحقیقی رسائل کی جلد کا حصہ بن کر شائع ہورہے ہیں۔ محمد رضوان۔

دلائل کے ساتھ اس قسم کے شبہات کے جوابات بیان فرما دیئے ہیں۔[1]

اور سلف میں جو اصحابِ فلک نماز کے اوقات پر عامل تھے، وہ فجرِ کاذب کو اچھے طریقہ پر پہچانتے تھے، اور انہوں نے جو یہ تاکید کی کہ فجر 18 یا 19 درجہ زیرِ افق پر طلوع ہوتی ہے، اس سے صرف فجرِ صادق ہی مراد ہے، اور اس کے مقابلہ میں فجرِ کاذب فلکی طور پر بالکل ظاہر ہے، اور وہ مسلم اور غیر مسلموں کے نزدیک معروف ومشہور ہے، جو کہ 19 درجہ زیرِ افق سے بہت پہلے ظاہر ہوتی ہے، جس کا علم متواتر اور مشہور مراصدات ومشاہدات سے ہو چکا ہے، چاہے وہ مراصدات ومشاہدات مسلمانوں کی طرف سے ہوں، یا غیر مسلموں کی طرف سے، جو کہ ظواہرِ فلکیات کا عام شکلوں میں اہتمام کرنے والے ہیں، لہٰذا بعض حضرات کا یہ وہم ڈالنا کہ فلکیین موقتین کی طرف سے 19 یا 18 درجہ زیرِ افق پر فجر کے طلوع کا حکم لگانے کی وجہ ان پر فجرِ کاذب کا التباس ہونا ہے، یہ قول درست نہیں ہے (اور ان بڑے بڑے اصحابِ علم واصحابِ فن کی طرف بے بنیاد الزام ہے)

اور اسلامی ممالک میں موجودہ دور کے اندر جو فجر کے وقت سے متعلق جنتریاں رائج ہیں، وہ 19.5 سے لے کر 18 درجہ زیرِ افق کے درمیان دائر ہیں، اور کسی اسلامی ملک میں قابلِ اعتماد ایسی جنتری نہیں پائی جاتی، جو 18 درجہ زیرِ افق سے کم پر مشتمل ہو۔

بلکہ ولایتِ متحدہ میں جمعیتِ اسناء (Islamic Society of North America I.S.N.A) کی طرف سے جو 15 درجہ زیرِ افق پر اعتماد شائع ہوا ہے، اس جمعیّت کے مدیر ''دکتور ذوالفقار شاہ'' کا فرمانا یہ ہے کہ ''اسنا'' میں نمازِ فجر کے لیے معتمد زاویہ 18 ہے۔[2]

---

[1] ہم نے اپنے مضمون میں متعدد مقامات پر اس کتاب سے بھی استفادہ کیا ہے۔ محمد رضوان۔

[2] یکثر بین الفینة والأخرى حدیث البعض عن عدم صحة موعد صلاة الفجر الموجود فی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس قرارداد اور فیصلہ میں جن حضرات نے شرکت فرمائی، ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تقاويم الدول الإسلامية، وأنه متقدم على الوقت الحقيقى، وأن الآذان يرفع قبل وقته والسماء ما زالت مظلمة .وهذا كلام غير صحيح !فموعد صلاة الفجر الموجود فى معظم تقاويم الدول الإسلامية صحيح .وعلى سبيل المثال لا الحصر، فإن موعد صلاة الفجر المبين فى تقاويم الدول التالية صحيح :السعودية ومصر والأردن وفلسطين وقطر والكويت والبحرين وسلطنة عمان والعراق واليمن والسودان وتونس والجزائر والمغرب وغيرها .وحجة المشككين أنهم رصدوا الفجر من مكان مظلم ولم يتبين لهم الفجر الصادق إلا بعد الآذان بفترة من الوقت، والخطأ الذى وقع به هؤلاء بحسن نية -أنهم رصدوا الفجر من أماكن غير مناسبة إما بسبب وجود إضاءة مدن قريبة أو بسبب الرصد من مكان غير صافى، وبالتالى لم يشاهدوا الفجر على الرغم من طلوعه، ولو رصدوا الفجر من مكان مظلم تماما وصاف تماما، لشاهدوا الفجر مع الآذان .وقد أثبتت عدة أرصاد حديثة تمت من أماكن مناسبة توافق موعد الآذان الموجود فى التقويم مع طلوع الفجر الصادق، ومن هذه الأرصاد ما تم فى الأردن واليمن وليبيا والسعودية ومصر وإيران وغيرها .كما أن الوقت المحسوب بالتقاويم هو ما نص عليه كبار علماء الفلك المسلمين، ومنهم على سبيل المثال لا الحصر :الصوفى والبتانى والبيرونى والخوارزمى والطوسى وابن الشاطر وهو كان الموقت فى الجامع الأموى فضلا عن كونه من علماء الفلک !وهؤلاء علماء فلک عظام منهم أخذ الغرب الكثير من المعارف الفلكية، وتكريما لجهودهم فقد أطلق الغرب أسماء هم على فوهات على القمر فى الوقت الذى يقلل البعض من شأنهم ويتهمهم بالخطأ وعدة المعرفة !وتوجد العديد من الأبحاث التى ناقشت هذه المسألة بالتفصيل وبينت مواطن التشكيک بالأدلة والحجة، وأوردت أقوال هؤلاء الفلكيين من كتبهم، وذكرت هذه الأبحاثُ الأرصادَ الحديثة التى تمت فى ظروف مناسبة مبينة تفاصيلها .ومن هذه الأبحاث، بحث بعنوان "إشكاليات فلكية وفقهية حول مواقيت الصلاة "ويمكن قراء ته على الرابط التالى:
http://www.icoproject.org/pdf/Salat_Problems_2010.pdf وبحث بعنوان:
"كيفية التحقق من صحة مواقيت الصلاة فى التقاويم "ويمكن قراء ته على الرابط التالى:
http://www.icoproject.org/pdf/2012_Salat_Observation.pdf
وإضافة إلى ذلک فقد كتب الشيخ عبد الملک على الكليب فى عام 1975م رسالة إلى وزاره الأوقاف الكويتية، يعترض فيها على موعد صلاة الفجر الموجود فى التقويم الكويتى، وهو ما يوافق تقاويم الدول الإسلامية الأخرى، وأن الزاوية الصحيحة لصلاة الفجر هى 16.5وليس 18، وهذا هو نفس اعتراض البعض فى وقتنا الحاضر، بل إن البعض فى وقتنا الحاضر بالغ ونادى بالزاوية 15 بدلا من 18، فقامت وزارة العدل والأوقاف والشؤون الإسلامية آنذاک بتحويل الرسالة إلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

**(1)......دکتور سلیمان محمد برکہ (حامل کرسی الیونسکو فی علوم الفلک والفضاء والفیزیاء الفلکیة فی فلسطین، ومدیر مرکز أبحاث الفلک والفضاء فی جامعة الأقصی)**

**(2)......استاذ دکتور مشہور الوردات (أستاذ فی علم الفلک، وعمید کلیة العلوم السابق فی جامعة الحسین بن طلال، الأردن)**

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأستاذ العلامة السید عبد الله کنون، رئیس رابطة علماء المغرب، وذلک لإحالته للمختصین للرد علی الرسالة، فقام هو بدورة بتحویلة إلی أحد أشهر علماء الفلک والتوقیت فی المغرب وهو العالم الشهیر السید الحاج محمد بن عبد الوهاب ابن عبد الرازق الأندلسی أصلا الفاسی المراکشی، وهو صاحب کتاب "العذب الزلال فی مباحث الهلال"، وهو یعتبر من أشهر کتب الفلک الشرعی حول الهلال ورؤیته، فقام المراکشی بالرد علی الرسالة فی کتیب بلغ عدد صفحاته 42صفحة، وقد بین بالتفصیل وبالأدلة والحجة وسرد أقوال العدید من کبار الفلکیین والموقتین، وأکد أن الفجر الصادق یطلع علی الزاویة 18بل إن قسما کبیرا منهم یری أنه یطلع علی الزاویة !19ویمکن قراءة هذا الکتیب من الرابط التالی:
http://www.icoproject.org/pdf/fajer.pdf

وتجدر الإشارة إلی أن الفلکیین العاملین فی شؤون مواقیت الصلاة یعرفون الفجر الکاذب جیدا، وأن تأکیدهم بأن الفجر یطلع ما بین الزاویة 18و 19إنما هو للفجر الصادق، فالفجر الکاذب ظاهرة فلکیة معروفة عند المسلمین وعند غیرهم وهو یظهر قبل الزاویة 19بکثیر وقد علم ذلک بالرصد المستفیض سواء من قبل المسلمین أو غیر المسلمین المهتمین بالظواهر الفلکیة بشکل عام .وبالتالی إن توهم البعض أن قول الفلکیین الموقتین بأن الفجر یطلع علی الزاویة 19أو 18 لالتباس الفجر الکاذب علیهم هو قول لا یصح.

وبالنظر إلی ما هو معمول به فی جمیع (ونرکز علی کلمة جمیع) الدول الإسلامیة فی وقتنا الحاضر، نجد أن جمیع تقاویم الدول الإسلامیة تجعل صلاة الفجر علی زاویة ما بین 19.5و 18، ولا توجد ولا دولة إسلامیة واحدة تعتمد للفجر زاویة أقل من 18، بل حتی جمعیة "إسنا "فی الولایات المتحدة التی شاع أنها تعتمد الزاویة 15، فقد تمت مخاطبتهم رسمیا وتم الاجتماع مع المدیر التنفیذی للجمعیة الدکتور ذو الفقار شاہ، والذی أکد أن المعتمد فی "إسنا "لصلاة الفجر هو الزاویة 18، إلی أن تم تعدیلها مؤخرا عام 2011م لتصبح .17.5فمصر تعتمد الزاویة 19.5، والمغرب تعتمد الزاویة 19، والسعودیة تعتمد الزاویة 18.5، فی حین تعتمد الزاویة 18 کلا من: الأردن وفلسطین والکویت وسلطنة عمان والبحرین وقطر والعراق والیمن والسودان وتونس والجزائر وترکیا وغیرها من الدول الإسلامیة(باتفاق المتخصصین :لا صحة للقول بأن موعد الفجر المبین فی التقاویم متقدم عن الوقت الحقیقی لطلوع الفجر الصادق ،مرکز الفلک الدولی،أبوظبی ،http://www.icoproject.org/fajer.html)

(3)......استاذ دکتور شرف القضاة(أستاذ الشريعة فی الجامعة الأردنية، ورئيس قسم أصول الدين السابق فی الجامعة الأردنية)

(4)......استاذ دکتور عبدالسلام غیث(أستاذ فی علم الفلك ورئيس الجمعية الفلكية الأردنية)

(5)......استاذ دکتور عبدالقادر عابد(خبير فی الفلك الشرعی، الجامعة الأردنية، الأردن)

(6)......استاذ دکتور جلال الدین خانجی(خبير فی الفلك الشرعی، والمدير السابق لجامعة إيبلا فی حلب، سوريا)

(7)......استاذ دکتور ہیمن زین العابدین متولی(أستاذ علوم الفلك والفضاء، جامعة القاهرة، مصر)

(8)......دکتور معاویہ شداد(أستاذ الفيزياء والفلك فی جامعة الخرطوم، السودان)

(9)......دکتور شرف السفیانی(المشرف العام علی مرصد السفيانی الفلكی، السعودية)

(10)......دکتور علی بن محمد الشکری(قسم الفيزياء، جامعة الملك فهد للبترول والمعادن، الظهران، المملكة العربية السعودية)

(11)......استاذ دکتور حمید نعیمی(رئيس الاتحاد العربی لعلوم الفضاء والفلك ومدير جامعة الشارقة، الإمارات)

(12)......شیخ حمد بن محمد صالح(باحث أول معد تقويم فی دائرة الشؤون الإسلامية والعمل الخيری فی دبی .أطروحة ماجيستير بعنوان "الإعلام بدخول وقت الصلاة :أحكامه، ضوابطه، ومستجداته")

(13)......مہندس محمد شوکت عودہ(مدیر مرکز الفلک الدولی، الإمارات)

(14)......دکتور مجید جراد(أستاذ الفلک فی جامعة الأنبار، والمستشار العلمی الفلکی للأوقاف، العراق)

(15)......استاذ دکتور وہیب عیسی الناصر(أستاذ الفیزیاء التطبیقیة فی جامعة البحرین ورئیس الجمعیة الفلکیة البحرینیة)

(16)......دکتور جمال میمونی(أستاذ الفلک فی جامعة قسنطینة، الجزائر)

(17)......دکتور نسیم سیغوانی(مدیر قسم علم الفلک فی مرصد، الجزائر) [1]

---

[1] الموقعون علی البیان:
الدکتور سلیمان محمد برکة، حامل کرسی الیونسکو فی علوم الفلک والفضاء والفیزیاء الفلکیة فی فلسطین، ومدیر مرکز أبحاث الفلک والفضاء فی جامعة الأقصی.
الأستاذ الدکتور مشهور الوردات، أستاذ فی علم الفلک، وعمید کلیة العلوم السابق فی جامعة الحسین بن طلال، الأردن.
الأستاذ الدکتور شرف القضاة، أستاذ الشریعة فی الجامعة الأردنیة، ورئیس قسم أصول الدین السابق فی الجامعة الأردنیة.
الأستاذ الدکتور عبد السلام غیث، أستاذ فی علم الفلک ورئیس الجمعیة الفلکیة الأردنیة.
الأستاذ الدکتور عبد القادر عابد، خبیر فی الفلک الشرعی، الجامعة الأردنیة، الأردن.
الأستاذ الدکتور جلال الدین خانجی، خبیر فی الفلک الشرعی، والمدیر السابق لجامعة إیبلا فی حلب، سوریا.
الأستاذ الدکتور هیمن زین العابدین متولی، أستاذ علوم الفلک والفضاء ، جامعة القاهرة، مصر.
الدکتور معاویة شداد، أستاذ الفیزیاء والفلک فی جامعة الخرطوم، السودان.
الدکتور شرف السفیانی، المشرف العام علی مرصد السفیانی الفلکی، السعودیة.
الدکتور علی بن محمد الشکری، قسم الفیزیاء ، جامعة الملک فهد للبترول والمعادن، الظهران، المملکة العربیة السعودیة.
الأستاذ الدکتور حمید النعیمی، رئیس الاتحاد العربی لعلوم الفضاء والفلک ومدیر جامعة الشارقة، الإمارات.
الشیخ حمد بن محمد صالح، باحث أول معد تقویم فی دائرة الشؤون الإسلامیة والعمل الخیری فی دبی .أطروحة ماجیستیر بعنوان "الإعلام بدخول وقت الصلاة :أحکامه، ضوابطه، ومستجداته."
المهندس محمد شوکت عودة، مدیر مرکز الفلک الدولی، الإمارات.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

انٹرنیشنل ادارے اور عالمی سطح کے ماہرین واہلِ علم حضرات کی طرف سے مندرجہ بالا فیصلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، جس کے مطابق 18 درجہ زیرِ افق پر طلوعِ فجر ہونے کا قول معتمد وراجح ہے، اور فجرِ کاذب کا درجہ یا زاویہ، اس سے بہت پہلے ہے۔

(7)

## دکتور شوقی علام، مفتی مصر کا حوالہ

اس سلسلہ میں مصر کے مفتی دکتور شوقی علام کا ایک بیان مورخہ 17 رمضان 1437ھ 22 جون 2016ء کو ''العربیۃ'' اخبار میں شائع ہوا، جس میں انہوں نے واضح کیا کہ:

مصر میں رائج قدیم جنتریوں کے اندر طلوعِ فجر یا اذانِ فجر کے درج شدہ اوقات درست ہیں، اور ان اوقات کے متعلق بعض حضرات کی طرف سے جو شکوک پیش کیے جارہے ہیں، اور قدیم جنتریوں میں درج شدہ وقت کو حقیقی طلوعِ فجر سے پہلے کا وقت قرار دیا جارہا ہے، اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی عرصہ دراز سے ادا شدہ نمازوں اور روزوں کی ادائیگی وغیرہ میں شکوک وشبہات پیدا کیے جارہے ہیں، وہ صحیح نہیں۔

مصر یا دیگر اسلامی ممالک میں قدیم سے جنتریوں میں طلوعِ فجر کے جو اوقات

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الدکتور مجید جراد، أستاذ الفلک فی جامعة الأنبار، والمستشار العلمی الفلکی للأوقاف، العراق.

الأستاذ الدکتور وهیب عیسی الناصر، أستاذ الفیزیاء التطبیقیة فی جامعة البحرین ورئیس الجمعیة الفلکیة البحرینیة.

الدکتور جمال میمونی، أستاذ الفلک فی جامعة قسنطینة، الجزائر.

الدکتور نسیم سیغوانی، مدیر قسم علم الفلک فی مرصد الجزائر.

(باتفاق المتخصصین :لا صحة للقول بأن موعد الفجر المبین فی التقاویم متقدم عن الوقت الحقیقی لطلوع الفجر الصادق ،مرکز الفلک الدولی،أبوظبی، http://www.icoproject.org/fajer.html)

درج ہیں، شرعاً وہ صحیح ہیں، اور اس کے مقابلہ میں ابتدائے فجر کا 15 درجہ زیرِ افق ہونے کا دعویٰ کرنا، باطل ہے، جو احادیثِ نبویہ کے تقاضے کے بھی خلاف ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنت ادا فرما کر، تھوڑی دیر کے لیے سوجایا کرتے تھے، پھر نمازِ فجر کے لیے کھڑے ہوتے تھے، جس میں طویل قرائت فرماتے تھے، اس کے باوجود خواتین نماز کے بعد نکلا کرتی تھیں، جو ''غلس'' اور اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں، اور یہ تمام باتیں مذکورہ (یعنی 15) درجہ زیرِ افق کے مطابق طلوعِ فجر کے دعوے پر منطبق نہیں ہوسکتیں (کیونکہ فلکی اعتبار سے سورج کے 12 ڈگری زیرِ افق سے لرکر 6 ڈگری زیرِ افق تک مکمل غلس بھی نہیں ہوتا) بلکہ ان چیزوں کا تصور مصر اور دیگر اسلامی ممالک میں معمول ورائج اوقات کے مطابق ہی ممکن ہے، جن میں فجر کا وقت 19.5 سے 18 درجہ زیرِ افق تک دائر ہے۔

علاوہ ازیں 15 درجہ زیرِ افق پر طلوعِ فجر کا دعویٰ خلفائے راشدین، صحابۂ کرام اور سلفِ صالحین کے آثار وتعامل کے بھی خلاف ہے، کیونکہ وہ حضرات فجر کی نماز میں لمبی سورتوں اور بہت زیادہ آیات کی قرائت کیا کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود سورج طلوع نہیں ہوتا تھا، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بعض اوقات فجر کی نماز میں سورہ بقرہ کی قرائت فرماتے تھے، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کثرت سے سورہ یوسف اور سورہ حج کی قرائت فرماتے تھے، اور بعض اوقات سورہ آلِ عمران کی قرائت فرماتے تھے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بعض اوقات سورہ انبیاء کی قرائت فرماتے تھے، اور حضرت سعید بن جبیر سورہ اسراء کی قرائت فرماتے تھے (اور 15 درجہ زیرِ افق پر طلوعِ فجر کو مقدر ماننے کی صورت میں غلس بلکہ اسفار کے اندر اتنی لمبی قرائت کا کیا جانا متوقع نہیں)

اور یہ دعویٰ کرنا کہ مصر میں فجر کی اذان کا جو وقت بیان کیا جاتا ہے، وہ خطاء پر مبنی ہے، یہ دعویٰ علمائے فلک کی تصریح کے بھی خلاف ہے، جس پر اہلِ ہیئت مسلمانوں کا قدیم اور جدید عمل ہے، کیونکہ ان کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ فجر کا وقت 18 درجہ زیرِ افق سے لے کر 19.5 کے درمیان دائر ہے، جس کی علامہ ابوالحسن صوفی (المتوفی 376ھ) اور البیرونی (المتوفیٰ 440ھ) اور نصیر الدین طوسی (المتوفی 672ھ) اور قاضی زادہ موسیٰ بن محمود رومی بتانی (المتوفیٰ 317ھ) اور مجاصی اور ابوالحسن بن شاطر دمشقی جامع اموی دمشق کے رئیس المؤذنین (المتوفی 777ھ) اور جامع ازہر کے موقت سبط ماردینی (المتوفی 806ھ) اور غرناطہ کے صاحبِ اوقات ابوالحسن بن باص اسلمی اور ابواسحاق نقاش (المتوفی 493ھ) جو کہ ابنِ زرقالہ کے لقب سے مشہور ہیں، اور ان کے رسالہ کے شراح مثلاً ابوطیب قرطبی اور ابنِ بناء وغیرہ جیسے بے شمار حضرات نے تصریح فرمائی ہے، جو کہ مسلمانوں کی نمازوں کے اوقات کو بیان اور جمع کرنے والے تھے، اور انہوں نے ابتدائی زمانوں میں اس موضوع پر کام کیا ہے، جن سے اہلِ مغرب نے علمِ فلک کے ابتدائی علوم کو اخذ کیا ہے۔

پس اس کے خلاف جو باتیں شائع کی جاتی ہیں، وہ گمراہ کن ہیں، جن پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے، اور مصر میں 19 درجہ زیرِ افق پر طلوعِ فجرِ صادق ہونے کا تعامل گزشتہ تمام زمانوں میں رہا ہے، جس کی تصریح جامع اموی دمشق کے رئیس المؤذنین علامہ فلکی علاء الدین ابوالحسن بن شاطر نے اپنی کتاب ''**النفع العام فی العمل بالربع التام**'' میں کی ہے، نیز مصر اور جامع ازہر کے موقت علامہ فلکی سبط ماردینی نے اپنی کتاب ''**الدر المنثور فی العمل بربع الدستور**'' میں بھی تصریح فرمائی ہے۔

اس کے علاوہ جامع ازہر کے علومِ ہیئت کے ماہرین اور اہلِ علم حضرات نے بھی فیصلہ کیا ہے، نیز قدیم زمانہ میں بھی مصر کے شہری اور دیہاتی علاقوں میں سے کسی صاحبِ علم اور اہلِ فتویٰ کی طرف سے اس تقویم اور جنتری پر نکیر نہیں کی گئی، باوجودیکہ وہ اپنی نماز اور روزوں کی صحت سے واقف تھے، اور وہ امت کے ائمہ اور اہلِ علم کے مقتدا تھے (اور وہ اپنے دور میں خود بھی طلوعِ فجر کا آسانی مشاہدہ کرتے تھے) جو کہ علمائے مصر اور اہلِ فلک واہلِ ہیئت کی طرف سے اذانِ فجر (یا طلوعِ فجر) کے لیے اس وقت کے درست ہونے پر واضح اجماع کی دلیل ہے۔

اس کے علاوہ 19.5 سے لے کر 18 درجہ زیرِ افق کے درمیان طلوعِ فجر دائر ہونے پر عمل کے صحیح ہونے کی تائید مرکز فلکِ دولی کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے، جو 18 رمضان 1436ھ 5 جولائی 2015ء کو جاری ہوا، جس پر متخصصین کا مضبوطی کے ساتھ اتفاق ہوا کہ یہ قول صحیح نہیں ہے کہ قدیم جنتریوں میں جو فجر کا وقت درج کیا گیا ہے، وہ طلوعِ فجرِ صادق کے حقیقی وقت سے پہلے ہے، اور تمام عالمِ اسلامی میں نمازِ فجر کا زاویہ 19.5 سے 18 درجہ زیرِ افق کے درمیان دائر ہے، اور بعض لوگ جو 15 درجہ زیرِ افق پر اعتماد کرتے ہیں، وہ مطلقاً صحیح نہیں ہے"۔ [1]

[1] (القاهرة أشرف عبد الحميد)حسم الدكتور شوقي علام:مفتي _مصر الجدل حول صحة موعد أذان الفجر المعمول به في مصر، مؤكداً أن توقيت أذان_الفجر في مصر هو التوقيت الصحيح شرعياً وفلكياً .واستنكر المفتي بشدة تلك الشائعات التي نشرها البعض للتشكيك في توقيت الأذان، والادعاء بأنه متقدم على وقته الحقيقي، وأنه مبني على تقويم وضعه عالم غير مسلم، ومن ثم التشكيك في صلاة _المسلمين وصيامهم عبر القرون المتطاولة، مؤكداً أن توقيت أذان الفجر في مصر وسائر بلدان العالم الإسلامي هو التوقيت الصحيح شرعاً.

وقال إن دعوى بدء الفجر من درجة 15أو نحوها هي دعوى باطلة مخالفة لِمَا تقتضيه الأحاديث النبوية؛ من أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم كان يصلي سُنة الفجر، ثم يغفو إغفاءة يسيرة، ثم يقوم إلى صلاة الفجر ويطيل القراءة فيها، ومع ذلك فإن النساء كن يخرجن بعد الصلاة لا يُعرَفْنَ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہم پیچھے علامہ شامی رحمہ اللہ وغیرہ کے حوالہ سے بھی مصر میں طلوعِ فجر کا وقت 18 درجہ پر ہونے کی تصریح کر چکے ہیں، اور مندرجہ بالا تحریرات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ مصر میں رائج جنتریاں بھی اسی کے مطابق ہیں، اور جو جنتریاں 18 درجہ سے کچھ اوپر ہیں، ان کے بارے میں متعدد حضرات کی رائے یہ ہے کہ وہ ایک درجہ کی احتیاط پر مبنی ہے۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من الغلس؛ وهو :ظلمة آخر الليل، ولا يكاد الرجل يعرف صاحبه؛ أى :بسبب الظلمة، وهذا كله لا يتفق بحالٍ مع هذه الدرجة المدّعاة، وإنما يتصوّر مع ما عليه العمل فى مصر وسائر البلاد الإسلامية من أن وقت الفجر بين .(18-19.5)

وأضاف أن هذه الدعوى تخالف الآثار عن الخلفاء الراشدين والصحابة والسلف الصالح، من أنهم كانوا يقرأون بالسور الطوال والآيات الكثيرة، ولا تطلع عليهم الشمس؛ فقد كان أبو بكر الصديق رضى الله عنه ربما قرأ فى الفجر بسورة البقرة، وكان عمر الفاروق رضى الله عنه يكثر من قراء ة سورتى يوسف والحج، وربما قرأ بسورة آل عمران، وكان علىّ كرم الله وجهه ربما قرأ بسورة الأنبياء ، وقرأ سعيد بن جبير بسورة الإسراء .

وشدد المفتى على أن الادعاء بأن توقيت أذان الفجر فى مصر خاطء هو أمر مخالف تمامًا لِمَا نص عليه علماء الفلك وجرى عليه عمل أهل الهيئة المسلمين قديمًا وحديثًا؛ فإن المتقرر عندهم أن وقت الفجر دائر بين درجة ( 18و19.5)، وممن نص على ذلك منهم :العلامة أبو الحسن الصوفى (ت 376هـ)، والبيرونى (ت 440هـ)، ونصير الدين الطوسى (ت 672هـ) ، وقاضى زاده موسى بن محمود الرومى، والبتانى (ت 317هـ)، والمجاصى، وأبو الحسن بن الشاطر الدمشقى (ت777هـ) رئيس المؤذنين بالجامع الأموى بدمشق، وسبط المارديني (ت 806هـ) مؤقت الجامع الأزهر، وأبو الحسن بن باص الأسلمى صاحب الأوقات بغرناطة، وأبو إسحاق النقاش الشهير بابن الزرقالة (ت 493هـ)، وشُرّاح رسالته؛ كأبى الطيب القرطبى، وابن البناء ، وغيرهم كثير وكثير ..وهؤلاء كانوا هم الموقتين لصلوات المسلمين عبر القرون فى شتى أصقاع الأرض، وعنهم أخذ الغرب كثيرًا من مباديء علم الفلك.

شائعات مضللة إلى ذلك، أكد أن ما تتضمنه هذه الشائعات المضللة من اعتماد أهل مصر على أحدالفلكيين غير المسلمين فى جعل درجة 19ميقاتًا لأذان الفجر هو كلام مجانب للصواب؛ فإن اعتماد هذه الدرجة علامة على طلوع الفجر الصادق هو عمل أهل مصر قاطبة منذ سالف الأزمان؛ كما نص عليه رئيس المؤذنين بالجامع الأموى بدمشق العلامة الفلكى علاء الدين أبو الحسن بن الشاطر، فى كتابه "النفع العام فى العمل بالربع التام"، ومؤقت الجامع الأزهر بالديار المصرية العلامة الفلكى سبط المارديني؛ فى كتابه "الدر المنثور فى العمل بربع الدستور."

وأضاف أنه إذا أضيف إلى ذلك إقرارُ هذه الدرجة من علماء مصر طيلة هذه العقود -حيث كان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دکتور شوقی علام، مفتی مصر نے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ کا نمازِ فجر میں سورہ بقرہ کی قرائت کرنا ذکر کیا ہے، متعدد محدثین نے اس کو روایت کیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علم الهيئة من العلوم المقررة فى الأزهر الشريف، ولم ينكر ذلك أحد من أهل العلم والفتوى فى مصر على مدى قرن من الزمان، مع توقف صلاتهم وصيامهم على صحة ذلك، وهم أئمة الأمة وسادة أهل العلم فيها -كان ذلك إجماعًا واضحًا من علماء مصر وفلكييها وأهل الهيئة فيها على صحة هذا التوقيت لأذان الفجر.

وأشار مفتى مصر إلى أنه بتأييد صحة العمل بهذه الدرجة (18-19.5) صدر بيان "مركز الفلك الدولى "بتاريخ 18رمضان 1436هـ، الموافق 5يوليو 2015، مؤكدًا اتفاق المتخصصين على أنه لا صحة للقول بأن موعد الفجر المبين فى التقاويم متقدم عن الوقت الحقيقى لطلوع الفجر الصادق، ومبينًا أن كل بلدان العالم الإسلامى قاطبة تجعل صلاة الفجر ما بين (18-19.5)، وأن ما يثار عن أن بعض الجمعيات الفلكية تعتمد الزاوية 15غير صحيح على الإطلاق.

وكانت قد انتشرت أقاويل لعلماء فلك ودين تؤكد أن المصريين ومنذ 100عام يصلون الفجر قبل موعده المحدد شرعا .ويرجع سبب الخطأ إلى عدم تحديد الوقت الصحيح لانخفاض الشمس تحت خط الأفق، وهو الأمر الذى يوضح وقت الفجر.

(http://www.alarabiya.net/ar/arab-and-world/egypt/2016/06/22/)

[1] عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ صَلَّى الصُّبْحَ ,فَقَرَأَ فِيهَا بِسُورَةَ الْبَقَرَةِ، فِي الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا جميعا (موطأ الإمام مالك رواية ابى مصعب الزهرى، رقم الحديث ٢٢٠، ما جاء فى قراء ة الصبح)

عن هشام بن عروة، عن أبيه، أن أبا بكر الصديق، صلى الصبح، فقرأ فيها سورة البقرة فى الركعتين كلتاهما (معرفة السنن والآثار لابى بكر البيهقى، رقم الحديث ٤٨٠٦)

عن عبد الله بن الحارث بن جزء الزبيدى ,قال :صلى بنا أبو بكر رضى الله عنه صلاة الصبح ,فقرأ بسورة البقرة فى الركعتين جميعا ,فلما انصرف قال :له عمر رضى الله عنه كادت الشمس تطلع فقال :لو طلعت لم تجدنا غافلين قال أبو جعفر فهذا أبو بكر الصديق رضى الله عنه قد دخل فيها فى وقت غير الإسفار ,ثم مد القراء ة فيها ,حتى خيف عليه طلوع الشمس .وهذا بحضرة أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم , وبقرب عهدهم من رسول الله صلى الله عليه وسلم ,وبفعله ,لا ينكر ذلك عليه منهم منكر ,فذلك دليل على متابعتهم له .ثم فعل ذلك عمر رضى الله عنه من بعده ,فلم ينكره عليه من حضره منهم .فثبت بذلك أن هكذا يفعل فى صلاة الفجر ,وأن ما علموا من فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم ,فغير مخالف لذلك (شرح معانى الآثار، رقم الحديث ١٠٨٩، باب الوقت الذى يصلى فيه الفجر أى وقت هو؟)

بعض دیگر حضرات سے بھی فجر کی نماز میں سورہ بقرہ کی قرائت کا روایات میں ذکر ملتا ہے۔ [1]

اور مدینہ منورہ میں سال کے سب سے طویل دن یعنی 21 جون کو 18 درجہ کے حساب سے طلوعِ فجر 4 بجکر 05 منٹ پر اور طلوعِ شمس 5 بجکر 33 منٹ پر ہے، جس کا درمیانی وقفہ ایک گھنٹہ 28 منٹ بنتا ہے، جس میں اذانِ فجر اور دو رکعت سنت ادا کرنے کے بعد رکوع وسجود کے ساتھ فجر کی نماز کی دو رکعتوں میں سورہ بقرہ کی قرائت کے ساتھ ادا کرنا ممکن ہے۔

جبکہ 15 درجہ کے حساب سے یہ وقفہ اتنا کم بنتا ہے کہ جس میں مذکورہ وظیفہ کا پورا کرنا بظاہر مشکل ہے۔

لہٰذا مفتی مصر دکتور شوقی علام کا مذکورہ استدلال اہمیت کا حامل ہے۔

**(8)**

## ابراہیم فواز کا حوالہ

شیخ ابراہیم فواز، اوقاتِ نماز سے متعلق رائج جنتریوں میں اختلاف کی بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

> ’’یہ بات معلوم ہے کہ گزشتہ زمانوں میں نماز کے اوقات پر آنکھوں سے دیکھ کر اعتماد کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ فجر کی نماز کے وقت اور روزہ رکھنے کے لیے بھی عرضِ افق شرقی پر فجرِ صادق کے خط کو دیکھ کر اعتماد کیا جاتا تھا۔
>
> لیکن زمین پر مصنوعی روشنیوں کی بہتات وکثرت کی وجہ سے اب شہر یا اس کے

---

[1] وقال مجاهد: كنت أرى أني أحفظ الناس للقرآن، حتى صليت خلف مسلمة بن مخلد الصبح، فقرأ سورة البقرة، فما أخطأ فيها واواً ولا ألفاً (اسد الغابة، ج٣، ص ١۴، تحت الترجمة: مسلمة بن مخلد)

ويقال: مات بالمدينة سنة اثنتين وستين. وقد قيل: إن مسلمة بن مخلد توفي في آخر خلافة معاوية. روى ابن عيينة عن إبراهيم بن ميسرة عن مجاهد، قال: كنت أرى أني أحفظ الناس للقرآن حتى صليت خلف مسلمة بن مخلد الصبح، فقرأ سورة البقرة فما أخطأ واواً ولا ألفاً (الاستيعاب في معرفة الاصحاب لابن عبد البر، ج ١، ص ۴٣٧، تحت الترجمة: مسلمة بن مخلد)

قرب وجوار میں اس کا مشاہدہ انتہائی مشکل ہوگیا، یہاں تک کہ طلوعِ فجر کی بصری رؤیت کے لیے (جملہ اطراف سے) آبادی سے تقریباً ڈیڑھ سوکلومیٹر کے فاصلہ پر ہونے کا کہا جانے لگا، اور شہری آبادیوں میں اس کا مشاہدہ مشکل ہونے کی وجہ سے لوگوں نے خود سے مشاہدہ کرنا بھی ترک کردیا، اور جنتریوں پر عمل واعتماد کرنا شروع کردیا۔

اور اب یہ بات مخفی نہیں کہ لوگوں میں جو جنتریاں پھیل گئی ہیں، ان میں باہم بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے، اور زیادہ تر یہ اختلاف فجرِ صادق کی تحدید کے متعلق ہے، جس کے پیشِ نظر حسابات کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پیش آئی، اور اس سلسلہ میں متعدد محقق علماء سے یہ منقول ہے کہ متقدمین، مثلاً نصیر الدین طوسی اور ابنِ شاطر اور ابو ریحان البیرونی اور ابوالوفاء بوزجانی وغیرہ، جو رسد اور ہیئت کے ائمہ شمار ہوتے ہیں، ان کے نزدیک مشہور قول یہ ہے کہ فجرِ صادق 18 درجہ زیرِ افق پر ہوتی ہے، اور محقق شیخ آملی نے اپنی کتاب ''دروس معرفۃ الوقت و القبلۃ'' میں متقدمین سے نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ صبح کے طلوع اور شفق کی انتہاء کے وقت سورج 18 درجہ زیرِ افق ہوتا ہے، اور فرمایا کہ اصل معتمد چیز اس سلسلہ میں وہ علم ہے، جو تجربہ سے حاصل ہو، اور اکثر تجربہ کار و ماہرین اس بات پر ہیں کہ وہ 18 درجہ پر ہے۔

اور ہمارے زمانے میں جو رسد کے ادارے ہیں، ان کے مابین طلوعِ فجرِ صادق کی تحدید کے درجہ کے مقدر ماننے میں بہت ٹکراؤ پایا جاتا ہے، لیکن میں نے یہ ملاحظہ کیا ہے کہ 18 درجہ زیرِ افق کا قول اعتماد کے اعتبار سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ مضبوط ہے، اسی بناء پر جب ہم متقدمین کے نزدیک مشہور قول کو ملاحظہ کرتے ہیں، جو کہ 18 درجہ زیرِ افق کا ہے، اور اکثر رسد کے اداروں اور جنتریوں

میں آج کے دور میں بھی زیادہ معتمد ہے، تو اس بات میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ ہمیں اس بات پر اطمینان حاصل ہوجاتا ہے کہ سورج کے 18 درجہ زیرِ افق پر طلوعِ فجرِ صادق کا قول یقین واطمینان کے زیادہ قریب ہے، خاص طور پر جبکہ متقدمین بھی اس کے قائل ہیں، جو کہ تجربہ اور علم کے اعتبار سے بہت بڑے اصحاب تھے۔

اور آج کے دور میں طلوعِ فجر کے متعلق ''مؤسسة مصلی طهران'' کا موقف 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق ہے۔

اور ''رابطہ عالمِ اسلامی'' کا موقف بھی 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق ہے۔

اور ''جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی''، موقف بھی 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق ہے۔

اور ''مؤسسۃ اللواء'' کا موقف 16 درجہ زیرِ افق کے مطابق ہے۔

اور ''مؤسسۃ امریکہ شمالیہ'' کا موقف 15 درجہ زیرِ افق کے مطابق ہے۔

اور ''مؤسسۃ جامعہ طہران'' کا موقف 19.15 درجہ زیرِ افق کے مطابق ہے۔

اور ''تقویمِ ام القریٰ'' کا موقف 19 درجہ زیرِ افق کے مطابق ہے۔

اور ''مؤسسۃ المصریۃ للمساحۃ'' کا موقف 19.5 درجہ زیرِ افق کے مطابق ہے۔

اور غور کرنے والے کے لیے واضح طور پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ صحیح وقت جو وثوق اور اعتماد کے زیادہ قریب ہے، وہ 18 درجہ زیرِ افق کا ہے، جیسا کہ سابق علماء کے نزدیک مشہور قول ہے، اور اس شعبہ کے ماہرین و تجربہ کاروں کے نزدیک بھی مشہور قول یہی ہے، اور ہمارے دور میں اکثر رسد کے ادارے اور تقویم کے ادارے بھی اسی کے قائل ہیں''۔[1]

---

[1] باسمه تعالی: حول الاختلاف فی مواقیت التقاویم المتداولة:
المعلوم أن معرفة مواقیت الصلاة سابقاً کانت تعتمد علی النظر مباشرة ,حیث أن وقت صلاة الفجر والامساک کان یعتمد فیه علی رؤیة خیط الفجر الصادق فی عرض الأفق الشرقی وقد کان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(10،9)

# سعودی عرب کے مفتی اعظم اور شیخ ابراہیم صبیحی کا حوالہ

سعودی عرب کے عالمِ دین دکتور شیخ ابراہیم بن محمد الصبیحی نے ''طلوع الفجر الصادق بین تحدید القرآن واطلاق اللغة'' کے عنوان سے ایک مستقل رسالہ تالیف کیا ہے، جس پر مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن محمد آلِ شیخ نے تقریظ وتصدیق فرمائی ہے، اور اُن نقشوں کو صحیح ثابت کیا ہے، جن پر دسیوں سال سے عمل جاری ہے۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هذا متاحاً وربما بيسر قبل إمتلاء الأرض بالأنوار الصناعية بحيث صار من المتعذر جداً ملاحظة اعتراض نور الفجر وتميزه عن الانوار المنتشره فى المدن والقرى بل قيل أنه لا بد من الإبتعاد عن البنيان ما لا يقل عن 150 كلم لإمكان ملاحظة الفجر بالبصر،أما بالنسبة لوقت صلاة الظهر وعلامته إنعدام الظل للشاخص فما زال ممكناً لكن الناس استغنوا عن هذه الوسيلة البسيطة واستأنسوا بالتقاويم الجاهزة ,وكذلک الأمر بالنسبة لوقت المغرب حيث أن أوانه بغياب قرص الشمس فى المغرب لكن حيث أن الارض كروية مليئة بالتضاريس يحتاط الشيعة وجوباً للاطمئنان بتحقق غروب القرص بالانتظار حتى غياب الحمرة المشرقية.

وهذا أيضاً ما زال فى متناول المعرفة الفردية لكن الناس بغالبهم تهاونوا ولجأوا إلى التقاويم كما أشرنا .

والآن لا يخفى على أحد أن التقاويم المنتشرة بين الناس تختلف كثيراً فيما بينها ما يجعل المكلف الملتفت فى حيرة من أمره ,ولعل أكثر ما يستحق الملاحظة والتوقف عنده هو الاختلاف والتضارب الحاصل بتحديد وقت الفجر الصادق ,حيث أنک ترى أحياناً الفرق بين تقويمين يصل إلى 20دقيقة أو أكثر ,وهذا يسبب مشكلة لا سيما فى شهر رمضان ولعل من الميسور جداً فى أيامنا معرفة لحظة شروق قرص الشمس ولحظة غيابه ,وحيث أن النظر لم يعد يفى بالغرض لمعرفة الفجر الصادق فقد صار لزاماً اللجوء إلى العمليات الحسابية فى هذا المجال وهذا الأمر قد تعرض له أصحاب الإختصاص قديماً وحديثاً وعليه كان لا بد من العودة إليهم ,وقد نقل بعض العلماء المحققين فى ذلک أن قول المشهور عند القدماء مثل نصير الدين الطوسى وابن الشاطر والمؤيد العرضى وأبو ريحان البيرونى وأبو الوفاء البوزجانى وغيرهم من أئمة الرصد والهيئة هو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس رسالہ میں شیخ موصوف نے عرب کے بعض ان علمائے عصر کا مفصل جواب تحریر فرمایا ہے، جو اپنے مشاہدات کی بنیاد پر قدیم نقشوں کی تردید کرتے ہیں، اور سعودی عرب میں 19 ڈگری کے مطابق صبح صادق والے نقشوں کے 20، 25 منٹ بعد صبح صادق طلوع ہونے کے قائل ہیں۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(كون الشمس) 18 درجة تحت الأفق ,وقال المحقق الشيخ الآملي في كتابه(دروس معرفة الوقت والقبلة) عن القدماء أن المشهور بينهم أن إنحطاط الشمس عند طلوع الصبح وآخر الشفق يكون 18درجة ,وقال :والأصل المعتمد في ذلك هو العلم الحاصل بالتجربة وأكثر الحذاق على أنه 18درجة وبالرجوع إلى أهم المؤسسات الرصدية في زماننا وجدنا تبايناً كثيراً في ما بينهم حول تقدير درجة إنحطاط الشمس عن الأفق لتحديد وقت طلوع الفجر الصادق ,لكنى لاحظت أن اعتماد الإنحطاط 18درجة كان أكثر من غيره عند المختلفين وعليه إذا أضفنا المشهور عند القدماء من اعتماد ال 18درجة إلى أكثر ما هو معتمد في مؤسسات الرصد وصناعة التقاويم في أيامنا فإنه لا شك سيتولد عندنا الإطمئنان بأن إنحطاط الشمس بمقدار 18درجة هو أقرب إلى الوثوق لا سيما وأن القدماء القائلون بذلك هم أصحاب خبرة وتجربة .

وهذا جدول بما وجدناه عند أشهر مؤسسات الرصد والتقويم في أيامنا

إسم المركز وقت الفجر

مؤسسة مصلى طهران 18 درجة تحت الأفق

رابطة العالم الاسلامي 18 درجة تحت الأفق

جامعة العلوم الاسلامية,كراتشي 18درجة تحت الأفق

مؤسسة اللواء ,قم 16درجة تحت الأفق

مؤسسة أميركا الشمالية 15درجة تحت الأفق

مؤسسة جامعة طهران 19.15درجة تحت الأفق

توقيت أم القرى 19درجة تحت الأفق

المؤسسة المصرية للمساحة 19.5درجة تحت الأفق

ولو حاولنا إجراء تجربة عملية كمثال وأخذنا مدينة بيروت مقياساً لوجدنا الآتي :

في يوم 20حزيران وفيه أطول نهارات السنة :

حسب مؤسسة مصلى طهران :الفجر الساعة - 3.43الشروق 5.27 مدة ما بين الطلوعين ساعة و 45دقيقة.

حسب مؤسسة جامعة طهران :الفجر الساعة - 3.34الشروق 5.27مدة ما بين الطلوعين ساعة 54دقيقة .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شیخ ابراہیم بن محمد الصبیحی اپنے مضمون کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

**نری ان اعتبار الفجر ابتداء من وجود الشمس تحت الافق بمقدار ١٦.٣٠ ليس سليما، نظراً لان الفجر يبدأ عند ما تكون الشمس فى المتوسط تحت الافق بمقدار ١٨، ولكن اذا اخذنا فى الاعتبار الحاجة الى بعض الوقت بين الاستيقاظ ثم الوضوء و نحوه لسماع صوت المؤذن، و من ثم البدء فى صلاة الفجر نجد انه من اللازم ان يوذن للفجر عندما تكون الشمس تحت الافق بقدار ١٩.٣٣.**

**ويمكن تطبيق نفس المبدء على صلاة العشاء، بحيث يؤذن لها عند ما تكون الشمس تحت الافق بمقدار 17.30** (طلوع الفجر الصادق بين تحديد القرآن واطلاق اللغة، صفحة ١٤٢، القسم الثالث، الطبعة الاولىٰ)

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حسب مؤسسة اللواء قم : الفجر الساعة - 3.56الشروق 5.27مدة ما بين الطلوعين ساعة 31دقيقة.

وفي يوم 1أيلول 2010وهو من أيام شهر رمضان المبارک :

حسب مؤسسة مصلی طهران :الفجر الساعة - 4.45الشروق 6.11 مدة ما بين الطلوعين ساعة و 27دقيقة.

حسب مؤسسة جامعة طهران :الفجر الساعة - 4.38الشروق 6.11مدة ما بين الطلوعين ساعة 34دقيقة.

حسب مؤسسة اللواء قم : الفجر الساعة - 4.55الشروق 6.11مدة ما بين الطلوعين ساعة 16دقيقة.

-وهكذا يلاحظ أن هذا الاختلاف يسبب إرباكاً وإشكالاً لا سيما بالنسبة إلى شهر رمضان وتوقيت الإمساک وبداية الصوم حيث يحرم لحظتها تناول أی من المفطرات.

لذا يبدو جليّاً لمن أمعن النظر أن التوقيت الأقرب إلى الوثوق هو إعتماد 18درجة تحت الأفق كما عليه مشهور العلماء السابقين وخبراء هذا المجال إضافة إلى أكثر مؤسسات الرصد والتقويم فی أيامنا .

(http://www.el-balagh.net/edara/print.php?id=121)

ترجمہ: ہماری رائے یہ ہے کہ فجر کی ابتداء سورج کے اُفق کے نیچے 16.30 درجہ کو معتبر قرار دینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ فجر کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے، جبکہ سورج متوسط میں افق کے نیچے 18 درجہ نیچے ہو، لیکن جب ہمنیند کے وقت میں ضرورت کا اعتبار کرتے ہیں، جس میں مؤذن کی آواز سن کر بیدار ہونا، پھر وضو کرنا اور پھر نماز کو شروع کرنا وغیرہ ہوتا ہے، تو ہم لازماً اس بات کو پاتے ہیں کہ فجر کی اذان اس وقت دی جائے، جب سورج افق سے 19.33 درجہ نیچے ہو اور عشاء کی نماز کی ابتداء کی تطبیق جس طرح ممکن ہے کہ عشاء کی اذان اس وقت جائے، جب سورج افق سے 17.30 درجہ کی مقدار نیچے چلا جائے (عشاء کی ابتداء شفقِ احمر کے غروب ہونے کے قول کا اعتبار کرتے ہوئے) (طلوع الفجر الصادق)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ دنیا بھر میں مسلمانوں کے ممالک میں صبح صادق یا فجرِ صادق کے ابتدائی وقت سے متعلق جو جنتریاں قدیم زمانہ سے رائج ہیں، وہ 18 درجہ زیرِ افق سے لے کر 19.5 درجہ زیرِ افق تک کے درمیان دائر ہیں، اور 18 درجہ زیرِ افق پر طلوعِ فجر کا قول جمہور علماء و فلکیین کا ہے، اور جدید سائنسی تحقیق سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، البتہ 19 درجہ زیرِ افق کا قول احتیاط پر مبنی ہے، اس لیے وہ بھی فلکی اعتبار سے غلط نہیں ہے، اور فقہی اعتبار سے طرفین کے علاوہ، امام ابو یوسف اور جمہور فقہائے کرام کے قول پر مبنی ہے، جن کے نزدیک طلوعِ فجر سے قبل، فجر کی اذان جائز ہے۔ [1]

---

[1] يشرع الأذان للفجر قبل وقتها .وهو قول مالك، والأوزاعى، والشافعى، وإسحاق .ومنعه الثورى، وأبو حنيفة، ومحمد بن الحسن(المغنى لابن قدامة، ج ا ،ص۲۹۷ ، كتاب الصلاة، باب الأذان، فصل الأذان للفجر قبل وقتها)

أما غيرها فلا يصح الأذان لها قبل وقتها بإجماع المسلمين نقل الإجماع فيه ابن جرير وغيره وأما الصبح فقد ذكرنا أن مذهبنا جوازه قبل الفجر وبعده وبه قال مالك والأوزاعى وأبو يوسف وأبو ثور وأحمد وإسحاق وداود وقال الثورى وأبو حنيفة ومحمد لا يجوز قبل الفجر وحكى ابن المنذر عن طائفة أنه يجوز أن يؤذن قبل الفجر إن كان يؤذن بعده(المجموع شرح المهذب، ج۳، ص ۸۹، كتاب الصلاة، باب الاذان)

اور اسلامی ممالک میں قدیم زمانوں میں طلوعِ فجر سے متعلق کوئی بھی جنتری 18 درجہ زیرِ افق سے کم کی رائج نہیں رہی۔

اور جب تک موجودہ مصنوعی روشنیوں اور فضائی آلودگیوں کی کثرت نہیں تھی، اس وقت تک ان جنتریوں میں درج اوقات کے مطابق طلوعِ فجر کا مشاہدہ سہل تھا، اور اس زمانے میں اہلِ علم واہلِ فن حضرات کی طرف سے ان نقشوں کی تردید ثابت نہیں، بلکہ سکوت وقبول ثابت ہے، اور آج کے دور میں بھی جب فلکی وفنی اعتبار سے مکمل شرائط کا لحاظ اور موانعات سے حفاظت کا اہتمام کرتے ہوئے طلوعِ فجر کے مراصدات ومشاہدات کیے گئے، تو ان سے قدیم جنتریوں میں درج اوقات کی تصدیق ہوئی، اور 18 یا 19 درجہ زیرِ افق کی روشنی کو صبح کاذب قرار دینا درست نہیں، کیونکہ صبح کاذب، اس روشنی سے بالکل ممتاز جدا چیز ہے، جس سے مسلم وغیر مسلم اصحابِ فلک اچھی طرح واقف وباخبر تھے، اور ہیں۔

اس لیے موجودہ دور کے بعض حضرات کی طرف سے ان جنتریوں پر اعتراضات وشبہات درست نہیں ہیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

11/محرم الحرام/1439ھ 02/اکتوبر/2017ء بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

# کشفُ الغطاء

عن وقتِ

# الفجر والعشاء

بجواب

”کشف الغشاء عن اوقاتِ الفجر والعشاء“

و”کشف الستور عن ما فی کشف الغطاء بین السطور“

”صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق“ پر وارد کیے جانے والے

شبہات واعتراضات کا تحقیقی جائزہ

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

# فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# تمہید

(من جانبِ مؤلف)

بندہ محمد رضوان نے ایک مضمون ''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' کے عنوان سے مرتب کیا تھا، جو چند سوالات کے جوابات پر مشتمل تھا، اس مضمون کی اشاعت سے قبل متعدد مستند اہلِ علم واہلِ فن حضرات کی خدمت میں یہ مضمون رائے حاصل کرنے کے لئے ارسال کیا گیا، جس کے بعد متعدد اہلِ علم واہلِ فن حضرات کی طرف سے موصول شدہ تائیدات وتصویبات سمیت اس کو شائع کیا گیا۔

اس دوران ایک معترض صاحب کی طرف سے بندہ کے مضمون پر تردید وتنقید میں لکھی ہوئی ایک طویل تحریر موصول ہوئی، جس میں موصوف معترض نے 15 ڈگری پر صبح صادق اور 18 ڈگری پر صبح کاذب کے موقف کو اختیار کیا تھا، اور اس تحریر کو انہوں نے ''کشف الغشاء عن اوقات الفجر والعشاء'' کے نام سے موسوم کیا تھا۔

مذکورہ تحریر کو ملاحظہ کرنے کے بعد محسوس ہوا کہ موصوف معترض کی یہ تحریر تو بے جا تاویلات، بلکہ متعدد تحریفات کا مجموعہ ہے۔

شروع میں تو بندہ کو اس تحریر کے جواب کا تقاضا ہی نہیں ہوا، کیونکہ جب کسی کی طرف سے طلبِ حق محسوس نہ ہو، تو اس کے سامنے جتنے بھی دلائل رکھ دیئے جائیں، اسے ہر ایک میں کمزوریاں ہی نظر آتی ہیں۔

لیکن جب بندہ کے بعض احباب کی طرف سے اس مضمون کے جواب کا تقاضا بڑھا، تو بندہ نے اس کے جواب میں ایک مضمون مرتب کیا، اور اس کو ''**کشف الغِطاء عن وقتِ الفجر والعشاء**'' کے نام سے موسوم کیا۔

پھر یہ مضمون معترض موصوف صاحب کو ارسال کیا، اور اندازہ تھا کہ شاید موصوف کو کچھ احساس ہوجائے، لیکن اس کے بجائے موصوف کی طرف سے دوبارہ ''**کشف الستور عن ما فی کشف الغطاء بین السطور**'' کے عنوان سے ایک اور تحریر موصول ہوئی۔

اس تحریر کو پڑھ کر اندازہ ہوا کہ موصوف اس سلسلہ میں ذہنی طور پر اس قدر شدید موقف رکھتے ہیں کہ ان کو اگر دس مرتبہ بھی مختلف پیراؤں سے بات سمجھانے کی کوشش کی جائے گی، تب بھی وہ اپنی اس شدت کی روش کو چھوڑنے والے نہیں، اسی لیے موصوف نے دوبارہ الفاظ تبدیل کرکے، اپنی بعد کی تحریر میں بھی ان ہی باتوں کو دہرایا ہے، اور ایک مرتبہ پھر اسی قسم کی بے اعتدالیوں کا ارتکاب کیا ہے، جس سے اندازہ ہوا کہ موصوف سے گفتگو کرنا تضییعِ اوقات سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا، اس لیے ''**کشف الستور عن ما فی کشف الغطاء بین السطور**'' کا مستقل جواب تحریر کرنے کے بجائے، جن جن مقامات سے متعلق کلام کی ضرورت سمجھی گئی، ان کا حوالہ دے کر اسی آنے والے مضمون میں کلام کردیا گیا۔

اور آنے والے مضمون میں بندہ نے موصوف کے صرف ان اعتراضات وشبہات کو ملحوظ رکھ کر کلام کیا ہے، جو کسی درجہ میں قابلِ کلام تھے، اور عموماً ذاتی، لایعنی وغیر تحقیقی نوعیت کی چیزوں کو نظر انداز کردیا ہے۔

نیز موصوف نے جو ذاتی نوعیت کے تیز تیر چلائے ہیں، اور چرب لسانی سے کام لیا ہے، اس کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھا گیا، بلکہ بندہ کی طرف سے ''**کشف الغِطاء عن وقتِ الفجر والعشاء**'' کے سابقہ ایڈیشن میں جو کسی درجہ میں ذاتی اور غیر ضروری باتوں پر کلام تھا، جن سے بے جا اظہارِ غم یا غصہ مترشح ہوتا تھا، ان کو بھی حتی الامکان بندہ نے اب نظرِ ثانی کے وقت اپنے بعض بزرگوں کی ہدایت کے پیشِ نظر حذف کردیا ہے۔

اور اب جبکہ بندہ نے ''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' نامی اپنے مضمون کی جدید اشاعت میں غیر معمولی اضافہ کیا ہے، تو بہت سے شبہات واعتراضات کے جوابات

اس تازہ ایڈیشن میں بھی آ چکے ہیں۔

نیز متعدد اہلِ عرب حضرات کی طرف سے بھی اس موضوع پر غیر معمولی کام سامنے آ چکا ہے، تو بہت سے شبہات واعتراضات کے جوابات، ان کی تحریرات میں بھی آ گئے ہیں، چنانچہ شیخ محمد شوکت عودہ کے دو رسائل ہمارے علمی و تحقیقی رسائل اسی جلد کا حصہ بن کر شائع ہو رہے ہیں، اور صبح صادق و کاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق کے ضمیمہ میں بھی بعض عبارات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

جس کے بعد یہ بات سمجھنے میں دشواری نہ رہی کہ موصوف جو مختلف قسم کے شبہات و اعتراضات کررہے ہیں، ان کے مدلل و معقول جوابات اُن متعدد مستند اہلِ عرب کی طرف سے بھی شائع ہو چکے ہیں، جو اس فن میں غیر معمولی عبور رکھتے ہیں۔

اس طرح سے اب یہ مسئلہ اور زیادہ واضح اور منقح ہو گیا ہے، جس کو بے جا عصبیت سے پاک اور خالئ الذہن ہو کر ملاحظہ کرنے کے بعد کوئی قابلِ ذکر اشکال باقی نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ اعتدال پر قائم رہنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

اور عصبیت سے محفوظ رکھ کر حق کو سمجھنے اور اس کو قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد رضوان

10/ محرم الحرام/ 1439ھ، 01/ اکتوبر/ 2017ء بروز اتوار

ادارہ غفران، راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# پندرہ یا اٹھارہ درجہ زیرِ افق پر صبح صادق کا قول

کشف الغشاء اور کشف الستور کے عنوان سے اعتراضات وشبہات جمع کرنے والے صاحب، پندرہ (15) درجہ زیرِ افق پر صبح صادق ہونے اور اس سے 3 ڈگری پہلے یعنی 18 درجہ زیرِ افق پر صبح کاذب ہونے کو ترجیح دیتے ہیں، اس لیے انہیں ہمارے مضمون سے سخت اختلاف ہے، جس میں اٹھارہ (18) درجہ زیرِ افق پر صبح صادق ہونے کو ترجیح دی گئی ہے، اور پندرہ (15) درجہ زیرِ افق پر صبح صادق کے قول کو مرجوح قرار دیا گیا ہے۔

اس لیے موصوف پندرہ (15) درجہ زیرِ افق والے قول کے ضعف کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ہمیں موصوف کی ذات سے کوئی اختلاف نہیں کہ وہ تحقیق کے نتیجہ میں پندرہ (15) درجہ زیرِ افق پر صبح صادق ہونے کو ترجیح دیتے ہیں، اور فجر کی اذان، نماز اور سحری وغیرہ کو تین درجہ مؤخر کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، تو اس کے وہ خود عنداللہ ذمہ دار ہیں، لیکن اٹھارہ (18) درجہ زیرِ افق پر صبح صادق ہونے کا جو قول جمہور امت کا ہے، اور اسی پر جمہور کا تعامل چلا آ رہا ہے، اور یہ قول اسلام کی ابتدائی صدیوں کے مراصدات و مشاہدات سے تسلسل کے ساتھ مروی ہے، ہمارے نزدیک اس پر بے جا اعتراضات وشبہات کر کے، امت میں انتشار پھیلانے کی روِش کوئی اچھا طرزِ عمل کہلائے جانے کا مستحق نہیں۔

وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

# کیا اٹھارہ درجہ زیرِ افق کا قول بے جا تاویلات پر مبنی ہے؟

معترض موصوف نے اپنی تحریر میں اٹھارہ (18) درجہ پر صبح صادق ہونے کے جمہور کے قول کے مستدلات کو دور دراز کی تاویلات کا الزام دیا ہے، جمہور کے اس قول کو، جس پر دنیا بھر کے اکثر مسلمانوں کا عمل و تعامل جاری ہے، اس طرح کا الزام دینا حقائق سے مطابقت نہیں رکھتا۔

صبح صادق و صبح کاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق نامی مضمون میں جو ہماری طرف سے کلام کیا گیا ہے، وہ شریعت، فقہ اور فن کے ٹھوس دلائل پر مبنی ہے، لیکن معترض صاحب کا مقصود چونکہ تنقید ہے، اس لئے انہیں اپنی باتیں تو بغیر کسی دلیل کے بھی ٹھوس نظر آتی ہیں، اور دوسرے کی طرف سے پیش کردہ قرآنی آیات، احادیث، محدثین کی تشریحات اور فقہائے کرام کی صریح عبارات سب میں ان کو کمزوریاں نظر آتی ہیں، اس لیے ان کو تاویلات کی ضرورت پڑتی ہے۔

## خلافِ حقیقت باتیں

معترض موصوف صاحب نے ہماری اور اکابر کی طرف متعدد نسبتیں خلافِ حقیقت کی ہیں، مثلاً معترض صاحب نے ہماری طرف صبح کے ایک ہونے کی نسبت کی ہے۔

جبکہ ہم نفسِ صبح کے ایک ہونے کے قائل نہیں، بلکہ صادق و سچی اور حقیقی واصلی اور امرِ واقع میں صبح کے ایک ہونے کے قائل ہیں، جس پر شریعت کے احکام کا دارومدار ہے۔

اور اس کے مقابلہ میں ہم کاذب کو صادق و سچی اور حقیقی واصلی صبح سے خارج سمجھتے ہیں۔

اسی طرح معترض صاحب نے ہماری طرف کامل وناقص لیل کے اختراعی ہونے کی نسبت کی ہے، حالانکہ کامل وناقص لیل کی تقسیم اور ہماری پیش کردہ تطبیق کی توجیہ بھی فقہاء وعلماء سے

ثابت ہے، کما سیجیئ۔

اوراسی طرح معترض موصوف صاحب نے ہماری طرف صبح صادق کے خالص سفید ہونے پر ابیض سے استدلال کی نسبت بھی کی ہے، حالانکہ ہم نے صبح صادق کی ابتدائی روشنی کو اصلاً سفید قرار دیا ہے،اور اصلاً کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت اس ابتدائی لمحہ میں اس کی روشنی کا اصل اور بنیادی رنگ سفید نظر آتا ہے، اسی کے ساتھ ہم نے بعض اوقات اس کی روشنی میں سرخی کے جھلک کے احساس کو بھی ممکن قرار دیا ہے، البتہ ہم نے ابتدائی لمحہ میں سرخی کے لزوم کا انکار کیا ہے۔

اسی طرح صبح صادق میں اولِ طلوع کا اعتبار ہونے پر معترض صاحب ہمیں الزام دیتے ہیں کہ یہ ہمارا اختراع ہے، حالانکہ اس پر جمہور کا اتفاق ہے، اور صبح صادق کا اندھیرے سے طلوع ہونا قرآن مجید کی آیت سے ثابت ہے، اور صبح کاذب کے درجے کا متعین نہ ہونا متعدد فقہاء کی عبارات سے ثابت ہے۔

اسی طرح معترض صاحب اٹھارہ (18) درجہ زیرِ افق پر صبح صادق کے قول کو صرف جدید تحقیق پر اور وہ بھی غیر مسلموں کی تحقیق پر مبنی ہونے اور مسلمانوں اور بزرگوں کے نماز، روزہ میں غیر مسلموں کی اتباع کرنے کا الزام عائد کرتے ہیں، حالانکہ شریعتِ مطہرہ کی جس بات کی تائید جدید تحقیق سے ہوتی ہو، تو اس کو تائیداً و استشہاداً پیش کرنا بجائے اس کے کہ اعتراض کا باعث ہو، خود شریعت کی حقانیت کی دلیل ہے۔

اور جدید ہیئت کی بہت سی تحقیقات، اسلامی احکامات و تعلیمات کی مؤید و موافق ہیں، اور بہت سی پیچیدگیوں کا حل پیش کرتی ہیں۔

رہی ہماری طرف آج کل مشاہدات کے ناممکن ہونے کی نسبت، تو یہ بھی درست نہیں، کیونکہ ہم نے اس کی نفی نہیں کی، آج بھی بے شمار حقیقت سے واقف حضرات اپنی آنکھوں سے طلوعِ صبح صادق کا مشاہدہ کرتے ہیں، شیخ محمد شوکت عودہ نے متعدد ایسے مشاہدات باحوالہ

اور تاریخ وار بیان کیے ہیں، جن سے قدیمی نقشوں کی تائید ہوتی ہے، اس سلسلہ میں ان کا ایک مضمون علمی وتحقیقی رسائل کی اسی جلد میں شاملِ اشاعت ہے۔

البتہ جو شخص خود سے مشاہدہ نہ کرسکتا ہو، خواہ اس کی وجہ کوئی بھی ہو، اس کے لئے معتبر تحقیق اور رصدگاہوں کے تجربے وفلکی قانون کے حساب پر عمل کو درست قرار دیا ہے، اور اس کی دلیل بھی ذکر کی ہے، جس کی تفصیل اگلے حصہ میں آرہی ہے۔

اسی طرح معترض صاحب جو کہ خود سے پندرہ (15) درجہ زیرِ افق پر صبح صادق ہونے کے پُر زور مدعی اور اٹھارہ (18) درجہ زیرِ افق پر صبح صادق ہونے کے سختی کے ساتھ منکر ہیں، وہ اٹھارہ (18) درجہ زیرِ افق پر صبح صادق ماننے کو ایک فنی چیز ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اور اس کو شرعی چیز قرار دینے کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ اٹھارہ درجے کا مسئلہ شریعت کے بجائے بنیادی طور پر فن سے تعلق رکھتا ہے، دوسرے جب علمائے موثقین سے نماز کے اوقات کی تعیین ثابت ہو، تو اس پر عمل کرنا شرعاً بھی جائز ہے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس کی ''**ینبغی الاعتماد**'' کے الفاظ سے صراحت فرمائی ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

اور خود علامہ شامی رحمہ اللہ نے شامی میں جو اوقات بیان فرمائے ہیں، وہ بھی اٹھارہ درجے کے مطابق ہیں، اور علامہ شامی رحمہ اللہ خود بھی علمائے موثقین میں داخل ہیں، اور جن سے انہوں نے یہ اوقات نقل کئے ہیں، وہ بھی علمائے موثقین میں سے ہیں۔

نیز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے دور سے اب تک دیوبند، سہارنپور، دہلی، اور تھانہ بھون جیسے علمائے موثقین کے علمی مراکز سے جو اوقات کے نقشے شائع ہوتے آئے ہیں، بلکہ عام طور پر اسلامی ممالک وعلاقوں میں رائج رہے ہیں، وہ بھی اٹھارہ درجے کے مطابق ہیں۔

اب معترض صاحب خواہ اسے فنی مسئلہ قرار دیں یا شرعی، اس سے مسئلہ ہٰذا پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

# فجر دراصل ''صادق'' ہی ہوتی ہے

معترض صاحب نے اپنے اعتراض وشبہات پر مشتمل تحریر میں ''فجر دراصل ''صادق'' ہی ہوتی ہے'' کا عنوان قائم کیا ہے، اور پھر اعتراض کیا ہے کہ ہم گویا کہ فجر کے ایک ہونے کے قائل ہیں، حالانکہ معترض صاحب موصوف کا یہ اعتراض حقیقت کے خلاف ہے۔

بات یہ ہے کہ کاذب سے صبح ہونے کا غلط تصور قائم ہوسکتا ہے، اس لیے شریعت نے اس تصور کی اصلاح ودرستگی کے لئے حقیقی واصلی فجر کے ساتھ صادق کی صفت لگا کر اس کی تصدیق اور غیر اصل وغیر حقیقی کے ساتھ کاذب کی صفت لگا کر اس کی تکذیب کردی، اور ساتھ ہی صادق وکاذب کی صفات کو بھی کھول کر بیان کردیا۔

اور جب شریعت کی اس ہدایت میں حقیقی اور اصلی فجر کی تصدیق اور کاذب کی تکذیب موجود ہے، تو یہی شریعت کی طرف سے اس کے فکر کا انتظام ہوا، پھر صبح کاذب سے بے فکر ہوجانے کا الزام کیسے درست ہوسکتا ہے؟

دراصل معترض صاحب یہ چاہتے ہیں کہ جو بھی روشنی صبح کے وقت میں نظر آئے، خواہ اس پر صبح کاذب کی تعریف صادق آئے یا نہ آئے، وہ صبح کاذب ہے، اور اس کو صبح صادق سمجھنا ہی، اس سے صبح کا دھوکہ کھانا ہے، اور اٹھارہ درجہ پر جو روشنی نظر آتی ہے، وہ صبح کی پہلی روشنی ہے، اس لیے اس سے لوگوں کو صبح صادق ہونے کا دھوکہ ہو رہا ہے۔

معترض صاحب اگر حقیقت اور شریعت نیز فن کو صحیح طرح سمجھتے، تو یہ اعتراض ہرگز نہ کرتے، کیونکہ شریعت نے یہ بتلایا ہے کہ اگر اس کو مستطیل روشنی نظر آئے، تو وہ اس کے حقیقی واصلی صبح وفجر ہونے کی تکذیب کرے، اور جب معترض ومستطیر روشنی ظاہر ہو، تو اس کے حقیقی واصلی صبح وفجر ہونے کی تصدیق کرے۔

لہٰذا شریعت کی اس تعلیم سے آگاہی ہوتے ہوئے پھر بھی اگر کوئی غفلت کا مرتکب ہو کر

کاذب کو صادق سمجھنے کا دھوکہ کھا تا رہے، تو اس میں شریعت کا کیا قصور ہے؟

واقعہ یہ ہے کہ جو شخص صادق اور کاذب کی اس حقیقت سے واقف ہو، غافل نہ ہو، جس کی شریعت نے تعلیم دی ہے، وہ یہ کہ کاذب ''مستطیل کذنب السرحان'' ہوتی ہے، اور صادق معترض ہوتی ہے، اور منتشر ہونا اس کی صفت ہے، اور کاذب اس صفت کی حامل نہیں، تو پھر جس روشنی پر کاذب کی حقیقت صادق آئے گی، اس کو کاذب قرار دیا جائے گا، اور جس پر صادق کی حقیقت صادق آئے گی، اس کو صادق قرار دیا جائے گا، اور یہ الگ بحث ہے کہ ہمارے نزدیک اٹھارہ درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی پر صادق کی حقیقت صادق آتی ہے، اور معترض صاحب اس پر کاذب کی حقیقت کے صادق آنے کے قائل ہیں۔

مگر معترض صاحب کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔

## صبح صادق کے ایک ہونے کو باطل قرار دینا خود بدیہی البطلان ہے

معترض صاحب نے صادق اور اصل اور حقیقی صبح کے ایک ہونے پر بڑی برہمی کا اظہار کیا ہے۔

حالانکہ صبح صادق کے ایک ہونے کا مسئلہ شرعی دلائل کے عین مطابق اور مسلمہ ہے، جس میں کسی صاحبِ علم کو کوئی شبہ ہی نہیں ہونا چاہئے، اگر صبح صادق دراصل ایک ہونے کا دعویٰ کسی کو خلافِ شریعت نظر آتا ہے، تو ضروری ہے کہ کسی قرآنی آیت یا حدیث سے صبح صادق کے ایک سے زیادہ ہونے کی دلیل دی جائے۔

اور چونکہ صبح صادق کے ایک ہونے کا مسئلہ شریعت کے بدیہی دلائل سے ثابت ہے، اس لئے اس مسئلہ کو مطلق اور فردِ کامل کے قاعدے سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ قاعدہ ایک الگ مسئلہ ہے۔

معترض صاحب آگے اعتراض کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

حالانکہ یہ بات مندرجہ ذیل وجوہ سے باطل ہے (کشف الغشاء ص۲۰، بلفظہٖ)

معترض صاحب کا اصل اعتراض ان کی زبان میں اس دعویٰ پر تھا:

''کہ صبح صادق دراصل ایک ہی ہے''

اور مطلق اور فردِ کامل کا قاعدہ الگ تھا، اس لئے معترض صاحب کا یہ کہنا کہ:

''یہ بات مندرجہ ذیل وجوہ سے باطل ہے''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے نزدیک صبح صادق دراصل ایک ہونے کا دعویٰ باطل ہے، حالانکہ صبح صادق دراصل ایک ہونے کے بطلان کی کوئی دلیل تو کیا ہوتی بلکہ معترض صاحب کا یہ دعویٰ خود ہی بدیہی البطلان ہے۔

معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

> تمام فقہائے کرام اور جملہ ماہرین فلکیات (متقدمین) نے فجر کی تفصیل شروع کرتے وقت لکھا ہے ''الفجر فجران، الفجر علیٰ نوعین، وغیرہ، اور اس کے بعد ان سب بزرگوں نے بحث کی ابتداء ''صبح کاذب'' ہی سے کی ہے۔

معترض صاحب بلاتحقیق تمام فقہائے کرام اور جملہ ماہرینِ فلکیات، متقدمین کی طرف نسبتیں کرتے ہیں۔

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ بے شمار فقہاء اور متقدمین ماہرینِ فلکیات نے ''الفجر فجران، اور الفجر علیٰ نوعین'' کی تقسیم نہیں فرمائی، اور جنہوں نے یہ تقسیم فرمائی ہے، انہوں نے بھی ایک کا صادق اور اصل ومعتبر ہونا، اور دوسرے کا کاذب اور غیر معتبر وغیر اصل ہونا ساتھ ہی بیان فرمادیا، اور ''الفجر فجران'' کا مطلب بھی یہی ہے۔

معترض صاحب اعتراض کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''مطلق فجر ''مقسم'' ہوگئی، اور آگے ''کاذب'' اور ''صادق'' اس کی قسمیں اور یہ آپس میں ایک دوسرے کے ''قسیم'' ہوگئیں، اب یہاں مسلمہ قاعدہ یہ ہے کہ نسبتِ تباین ''قسیمین'' کے درمیان ہوتی ہے نہ کہ مقسم اور اقسام کے درمیان، کیونکہ اقسام دراصل مقسم کے افراد ہوتے ہیں''

مگر واقعہ یہ ہے کہ ہم قسیمین کے درمیان ہی صریح تباین کے قائل ہیں، جس کا خلاصہ یہ

ہے کہ ہمارے نزدیک ایک سچی اور معتبر ہے، اور دوسری جھوٹی اور غیر معتبر ہے۔

اور اسی کا نام صریح تباین ہے، اور مقسم کا اطلاق دونوں پر اسی کاذب و صادق کی متباین صفات کے ساتھ ہوا۔

مگر معترض صاحب آگے لکھتے ہیں کہ:

> مقسم کا اطلاق اپنی اقسام پر برابر ہوتا ہے، لہٰذا کسی قرینہ کے بغیر اس کو ''صادق'' کے ساتھ خاص کرنا خلاف اصول ہے، البتہ ماہرینِ فن میں فجر کی ابتداء ''فجر اول'' یعنی کاذب سے اس بات کا قرینہ بطریقہ اولیٰ بن سکتا ہے کہ مطلق ''فجر'' سے مراد ''صبح کاذب'' لی جائے۔ اس کی مثالیں اس کتاب کے اگلے صفحات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

معترض صاحب کا شروع میں یہ کہنا کہ:

''مقسم کا اطلاق اپنی اقسام پر برابر ہوتا ہے''

درست نہیں، اور اس کے وہ خود بھی قائل نہیں، کیونکہ وہ آگے یہ بھی کہتے ہیں کہ:

''کسی قرینہ کے بغیر اس کو ''صادق'' کے ساتھ خاص کرنا خلافِ اصول ہے''

حالانکہ اگر یہاں مقسم کا اطلاق اپنی اقسام پر برابر ہوتا، تو پھر اس میں قرینہ کی قید لگانے کی کیا ضرورت تھی، قرینہ بھی تو خود اطلاق کے خلاف اور مقید کی علامت ہے۔

پھر معترض صاحب نے جو ماہرینِ فن کی طرف، فجر کی ابتداء فجرِ اول یعنی کاذب سے کرنے کو اس بات کا قرینہ بتلایا کہ مطلق فجر سے صبح کاذب مراد لی جائے گی۔

تو معترض صاحب کا اس کو قرینہ قرار دینا بھی درست نہیں، کیونکہ جن حضرات نے پہلے فجرِ کاذب کو بیان کیا، اور اس کے بعد فجرِ صادق کو بیان کیا، اور پھر مطلق فجر کا کوئی حکم بیان کیا، تو یہ اس بات کا قرینہ ہوگا کہ وہ صادق کا حکم بیان کرنا چاہتے ہیں، اور اس کی منجملہ وجوہات کے ایک اہم وجہ یہ ہے کہ متعدد حضرات نے خود ہی صادق کی تصریح بھی فرمادی ہے، علاوہ ازیں کاذب سے کوئی حکم وابستہ نہیں، بلکہ اس کو صبح اور فجر قرار دینے سے بھی شریعت نے منع کیا ہے، اور اسی لئے اس کے ساتھ کاذب کی قید لگائی ہے۔

چنانچہ جو فقہائے کرام فجر کی دو اقسام ذکر کر کے پھر اس کے بعد جو بھی احکام مطلق فجر کے عنوان سے ذکر فرماتے ہیں، وہ سب صادق سے متعلق ہوتے ہیں، کوئی بھی یہ مراد نہیں لیتا کہ تقسیم کی ابتداء کاذب سے ہوئی تھی، اس لئے ان میں سے کوئی حکم کاذب سے متعلق ہوگا۔

پس بعینہٖ اسی طریقہ پر ہم کہتے ہیں کہ ماہرینِ فن دو یا تین اقسام ذکر کرنے کے بعد مطلق فجر یا صبح کے آغاز کے زیرِ افق درجے کا جو حکم بیان کرتے ہیں، وہ بھی صادق سے متعلق ہوگا (اور ہم نے یہ مطلق اور فردِ کامل کی بات اپنے مضمون میں اسی ضمن میں ذکر کی ہے)

کیونکہ ان مواقع پر ان کا مقصود دن کی ابتداء یا رات کی انتہاء یا روزے اور نماز کے اوقات کو بیان کرنا ہوتا ہے، بلکہ بعض عبارات تو خاص نمازوں کے اوقات کی تعیین سے متعلق رسائل میں فجر اور عشاء کے اوقات کو بتلاتے ہوئے آئی ہیں، انہوں نے پہلے ظہر، عصر، مغرب کے اوقات بتلائے اور پھر عشاء اور فجر کے اوقات کے ضمن میں ان درجات کا ذکر فرمایا، اور بعض نے صادق کی تصریح تک بھی فرمادی، اور کاذب کی ابتداء پر کسی کے نزدیک بھی نہ تو دن کی ابتداء ہوتی، اور نہ ہی رات کی انتہاء ہوتی، اور نہ ہی نماز، روزے کا کوئی وقت شروع ہوتا۔

اور یہ تمام بحث اس وقت ہے، جبکہ کاذب وصادق کی تقسیم کے بعد مطلق فجر وصبح کا کوئی حکم بیان کیا جائے، لیکن اگر اس تقسیم کے بغیر مطلق صبح یا فجر کا کوئی حکم بیان کیا جائے، جیسا کہ متعدد حضرات کی عبارات میں یہی طرزِ عمل اختیار کیا گیا ہے، تو پھر اس سے اصل اور حقیقی صبح وفجر مراد ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں۔

چنانچہ فقہائے کرام نے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ:

**والحاصل أن المطلق ينصرف إلى الكامل ، والمكاتب عبد ناقص** (ردالمحتار، ج۳ص ۱۵۶، کتاب العتق، مطلب فی ملک ذی الرحم المحرم)

**إذ المطلق ينصرف إلى الكامل فى الماهية** (فتح القدير، ج ۱ ص ۳۳۳، کتاب الصلاۃ، فصل فی القرأۃ)

إذ المطلق ينصرف إلى الكامل (تبيين الحقائق، ج۲ ص۱۹۴، کتاب الطلاق)

بل المطلق ينصرف إلى الكامل فى الماهية (البحرالرائق، ج ۱ ص ۳۵۸، کتاب الصلاة، آداب الصلاة، فصل مايفعله من اراد الدخول فى الصلاة)

اوراس قاعدہ پرفقہائے کرام نے بہت سے مسائل متفرع فرمائے ہیں، جوکہ ہمارے زیرِ بحث مسئلہ کی تفریع سے بھی کمزور ہیں،اور ہمارا زیرِ بحث مسئلہ اس قاعدہ پر مزید قوت کے ساتھ متفرع ہوتا ہے، کیونکہ جب مطلق کو کامل کی طرف پھرایا جاتا ہے، نہ کہ ناقص کی طرف، تو جو چیز ناقص سے بڑھ کر کاذب ہو،اس کی طرف مطلق کو کیسے پھرایا جانا درست ہوسکتا ہے؟ اوراگراس حیثیت سے دیکھا جائے کہ کاذب صبح وفجر کی ماہیت میں بھی داخل ہے یا نہیں،تو بھی یہ بات واضح ہے کہ کاذب حقیقی صبح وفجر کی ماہیت میں داخل نہیں، بلکہ وہ اس سے خارج ہے، بوجہ کاذب ہونے کے، صبح صادق سے قبل کاذب لیل میں داخل ہے،اور حقیقی صبح وفجر نہار میں داخل ہے، صبح وفجر ونہار کے لغوی وشرعی معنیٰ مراد لئے جائیں،تو بھی کاذب پر یہ معنیٰ صادق نہیں آتے،اور عرف میں بھی صبح یا فجر بول کر کاذب مراد نہیں لیا جاتا۔ [1]

---

[1] وقال الفجر هكذا ومد يده عرضا لا هكذا ومد يده طولا؛ ولأن المستطيل ليل فى الحقيقة لتعقب الظلام إياه(بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، ج ۱ ص ۱۲۲، فصل شرائط ارکان الصلاة)

قال أصحابنا والاحكام كلها متعلقة بالفجر الثانى فبه يدخل وقت صلاة الصبح ويخرج وقت العشاء ويدخل فى الصوم ويحرم به الطعام والشراب على الصائم وبه ينقضى الليل ويدخل النهارولايتعلق بالفجر الاول شيئ من الاحكام باجماع المسلمين قال صاحب الشامل سمى الفجر الاول كاذبا لانه يضيئ ثم يسود ويذهب وسمى الثانى صادقا لانه صدق عن الصبح وبينه(المجموع شرح المهذب ج۳ص۴۴، کتاب الصلاة،باب مواقيت الصلاة، اول وقت الصبح طلوع الفجر الصادق )

ويسمى الكاذب لا معول عليه فى شيء من الأحكام بل وجوده كعدمه (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۵۹۷۷)

والنهار الشرعى من استطارة الضوء فى أفق المشرق إلى غروب الشمس(ردالمحتار، ج۲ص۳۷۷، کتاب الصوم)

والنهار :يتناول ما بين مطلع الفجر إلى غروب الشمس .سمى بذلک لأن الضياء ينهر فيه أى يبرز كما يبرز النهر(تفسير الوسط لطنطاوى، ج۷ص۲۸۷، سورة هود)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معترض صاحب ہماری بات کے باطل ہونے کی دوسری وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''حدیث میں جو آیا ہے''لایغرنکم......الخ''(تمہیں صبح کاذب دھوکے میں نہ ڈالے............) یہ اسی وقت صادق آسکتا ہے، کہ فجر کاذب کو حقیقی لیل نہیں بلکہ حکمی لیل قرار دے کر کاذب کی انتہاء اور صادق کی ابتداء یکے بعد دیگرے ہو جائے، تاکہ دونوں کو ایک سمجھ کر دھوکے سے بچا جا سکے''

مگر یہ اعتراض زیادہ وقعت کا حامل معلوم نہ ہوسکا، کیونکہ اولاً تو اس سے صبح صادق کے ایک ہونے کی نفی نہیں ہوتی، جس پر کلام پہلے گزر چکا ہے، دوسرے صادق سے قبل اگر کاذب کو حکمی لیل بھی قرار دیا جائے، تب بھی اس سے شریعت کا کوئی حکم متعلق ہونا لازم نہیں آتا، سوائے اس کے کہ اس کو حقیقی صبح نہ سمجھا جائے، اور''**لا یغرنکم**'' سے حضرت شارع علیہ السلام کی مراد بھی یہی ہے۔

رہا یہ کہ یہ''غرور''اسی وقت ہوسکتا ہے، جبکہ دونوں یکے بعد دیگرے اس طرح متصل ہوں کہ کاذب کی انتہاء ہونے پر صادق کی ابتداء ہو، تو حضرت شارع علیہ السلام سے اس قسم کی تقیید وتخصیص ثابت نہیں۔

بلکہ حضرت شارع علیہ الصلاۃ والسلام کا جو اصل مقصود ہے، وہ غیر حقیقی اور کاذب فجر کو دیکھ کر،

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والفجر مصدر فجرت الماء أفجره فجرا إذا جرى وانبعث، وأصله الشق، فلذلک قیل للطالع من تباشیر ضیاء الشمس من مطلعها :فجرا لانبعاث ضوئه، وهو أول بیاض النهار الظاهر المستطیر فی الأفق المنتشر، تسمیه العرب الخیط الأبیض، کما بینا(تفسیر القرطبی، ج۲ص ۳۲۰، سورة البقرة، رقم الآیة ۱۸۷)

والصبح والصباح أول النهار، وکذلک الإصباح، أی فالق الصبح کل یوم، یرید الفجر .والإصباح مصدر أصبح .والمعنى :شاق الضیاء عن الظلام وکاشفه(تفسیر القرطبی، ج۷ص۴۵، سورة الانعام)

والإصباح مصدر سمی به الصبح وقرئ بفتح الهمزة على أنه جمع صبح أی فالق عمود الفجر عن بیاض النهار وإسفاره أو فالق ظلمة الإصباح وهی الغبش الذی یلی الصبح(تفسیر ابو السعود، ج ۳ص ۱۶۴، سورة الانعام)

واللیل :ضد النهار، وظلام اللیل، وتصغیرها لییلة .ولیلة لیلاء ولیل ألیل وذو لیل :شدید الظلمة؛ واللیل :الظلمة .وجمع اللیلة :لیائل ولیال على القلب، ویجمع على اللیول أیضا(المحیط فی اللغة، ج۲ص ۴۶۵، حرف اللام)

اصل و حقیقی صبح و فجر ہونے کے غرر سے بچانا ہے، قطع نظر اس سے کہ یہ غرر دینے والی چیز متصل نظر آئے، یا منفصل۔

اور غرر اس صورت میں بھی ہوسکتا ہے، جبکہ منفصل ہو، کہ کوئی شخص مثلاً گھنٹہ آدھ گھنٹہ یا پندرہ منٹ قبل کاذب کو دیکھے، اور اس صورت میں بھی ہوسکتا ہے، کہ اتنی مقدار سے کم وقفہ پہلے دیکھے، غرر سے بچنے کا طریقہ حضرت شارع علیہ السلام نے اس کو مستطیل بتلا کر ارشاد فرمادیا۔

لہٰذا حضرت شارع علیہ السلام کے مقصود کی افادیت کو مستطیل کی قید، نظر انداز کر کے اتصالِ محض کے ساتھ مقید کردینے کے کوئی معنیٰ نہیں۔

بالخصوص جبکہ اکثر فقہائے کرام کاذب وصادق کے درمیان ظلمت اور مطلق وقفہ کے قائل ہوں ، اور کبھی اتصال کے بھی قائل ہوں، اور غیر مسلم ماہرینِ فلکیات نے اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ صدیوں تک لاکھوں افراد بروجی روشنی سے صبح کے دھوکہ میں مبتلا ہوچکے ہیں، جیسا کہ آگے باحوالہ آتا ہے، یہ غرر بروجی روشنی پر فنی اعتبار سے بھی منطبق ہو رہا ہے۔

معترض صاحب آگے ہماری بات کے باطل ہونے کی تیسری وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ”علاوہ ازیں اس کے ثبوت سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ فن کے حوالہ سے بھی مطلق فجر ”صبح صادق“ کو ہی کہا جائے الخ“

معترض صاحب کا اس سے مقصود یہ ہے کہ اگرچہ احکام کا تعلق صبح صادق کے ساتھ ہی ہے، اور کاذب کا شریعت میں اعتبار نہیں، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فن کے حوالہ سے مطلق فجر صبح صادق ہی کو کہا جائے۔

مگر اس بات کا جواب پہلے ہی ذکر کیا جاچکا ہے کہ ماہرینِ فن اقسام کا ذکر کرنے کے بعد اور بعض ذکر کئے بغیر مطلق فجر یا صبح کے آغاز کا جو حکم بیان کرتے ہیں، کہ وہ کتنے درجہ پر ہے،

تو وہ فجر وصبح صادق سے متعلق ہوتا ہے، کیونکہ ان مواقع پر ان کا مقصود دن کی ابتداء یا رات کی انتہاء یا روزے اور نماز کے اوقات کو بیان کرنا ہوتا ہے، اور کاذب کی ابتداء پر کسی کے نزدیک بھی نہ تو دن کی ابتداء ہوتی، اور نہ ہی رات کی انتہاء ہوتی، اور نہ ہی نماز روزے کا کوئی وقت شروع ہوتا۔

پھر فن کے حوالہ سے ان اہم شرعی وفنی ضروریات وحوائج کو چھوڑ کر ایسی چیز کے ابتداء کے درجہ کو بیان کرنے کے کیا معنیٰ کہ جس پر شریعت وفن کی کسی ضرورت کا مدار نہیں، اور معترض صاحب نے ان ماہرینِ فن کے کلام میں ایک دوسری مبہم عبارت سے تین درجہ کے تفاوت کی جو کوشش کی ہے، اس تفاوت کا ذکر ان ماہرینِ فن کے کلام میں نہیں پایا جاتا، جنھوں نے فجر یا صبح کے درجہ کو بیان کیا ہے۔

معترض صاحب آگے ہماری بات کے باطل ہونے کی چوتھی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ”مؤلف نے ”مطلق فجر“ کو ”صبح صادق“ قرار دینے کا ایک ایسا دعویٰ کیا ہے جو کہ آج تک کسی ماہرِ فن، فقیہ، محدث، مفسر یا کسی مجتہد نے ایسی صراحت کے ساتھ نہیں کیا ہے“

معترض صاحب جذبات میں ایسے مبالغہ آمیز اعتراضات کر بیٹھتے ہیں کہ جن کی ان کے پاس کوئی قابلِ ذکر دلیل نہیں ہوتی۔

اگر ہم قرآن مجید کی آیات، احادیث اور فقہائے کرام اور اصحابِ فن کی عبارات پر نظر ڈالیں، تو ہمیں ایسی بے شمار عبارات نظر آئیں گی، کہ جن میں بغیر کسی صادق وکاذب کی قید کے مطلق فجر وصبح سے اصل صبح وفجر مراد لیا گیا ہے، اور یہ ایک ایسا بدیہی معاملہ ہے کہ جس کے لئے الگ سے مستقل دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔

مگر معترض صاحب یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ جن الفاظ کے ساتھ کوئی بات پیش کی جارہی ہو، خاص ان الفاظ کے ساتھ اس کی دلیل ضروری ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ بعض امور عند الشرع اتنے واضح اور بدیہی ہوتے ہیں کہ ان کے لئے الگ سے کسی تصریح کی ضرورت نہیں

ہوتی، اور وہ مقصودِ شریعت کے بدیہیات سے صراحت کے ساتھ ثابت ہو رہا ہوتا ہے۔

معترض صاحب آگے ہماری بات کے باطل ہونے کی پانچویں وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"مؤلف نے یہ بات بھی لکھی ہے کہ اگر "صبح کاذب" کا ذکر آیا بھی ہے، تو شریعت نے اس کے ساتھ فوراً "کاذب" کی قید لگا کر اس کے صبح ہونے کی تکذیب فرمائی ہے۔ حالانکہ کاذب کی قید لگانے سے اس کے وجود کی نفی نہیں ہوتی"

معترض صاحب چونکہ ہماری بات کو ایسے غیر معتدل انداز سے پیش کرتے ہیں کہ جس سے اس کے ضروری مقیدات و متعلقات نظر انداز ہو جاتے ہیں، اس لئے پہلے ہم اس سلسلہ میں اپنے مضمون کی عبارت کا ایک اقتباس ذکر کرتے ہیں:

اس کو کاذب کے ساتھ ملقب و مقید کیا، یعنی کاذب کی قید لگا کر اور کاذب کے ساتھ اس کو موصوف کر کے اس کے صبح ہونے ہی کا انکار کر دیا، اور اس کا ذکر بھی صرف اس غرض سے کیا کہ حقیقی و سچی فجر و صبح جو کہ مقصود و مطلوب ہے، اس میں کسی طرح سے خلل واقع نہ ہو (صبح صادق و کاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق)

ہماری اس عبارت میں معترض صاحب کا جواب بھی صاف طور پر مذکور ہے، اس لئے کہ شریعت کی طرف سے اس کا ذکر اس کے حقیقی و سچی فجر و صبح ہونے کی نفی کے لئے ہی کیا گیا ہے، تا کہ کوئی شخص دھوکہ سے اس کو حقیقی و سچی فجر و صبح نہ سمجھ بیٹھے۔

لہٰذا معترض صاحب کا یہ کہنا کہ:

"حالانکہ کاذب کی قید لگانے سے اس کے وجود کی نفی نہیں ہوتی"

اور مزید آگے چل کر یہ کہنا کہ:

"مؤلف کی تشریح کو مدنظر رکھ کر ایک مسلمان اس خوف وغم سے بالکل بے فکر ہو جاتا ہے۔ کہ رات کے آخر میں جو روشنی افقِ غربی پر کھلے گی، وہ صبح صادق ہی کہلائے گی"

ناانصافی پر مبنی ہے، اس لئے کہ اولاً تو مبحوث فیہ کاذب روشنی مغرب کے بجائے مشرق میں

نمودار ہوتی ہے۔

دوسرے،ہم خود یہ واضح کر چکے ہیں کہ شریعت کی طرف سے اس کا ذکر دھوکہ سے بچنے کے لئے کیا گیا ہے،اور دھوکہ سے بچنے کا طریقہ بھی بتلایا گیا ہے۔

پھر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کاذب کی قید سے ایک چیز کی نفی اور دوسری چیز کا اثبات ہوتا ہے،نفی تو اس چیز کی کہ وہ حقیقی وسچی فجر وصبح نہیں ہے،اور اثبات اس چیز کا کہ وہ صادق سے قبل رات میں داخل ہے،اس لئے اس کو دیکھ کر صبح کا دھوکہ نہ کھایا جائے۔

اب جس وجود کو معترض صاحب ثابت کرنا چاہتے ہیں،اس کی حیثیت اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔

مگر معترض صاحب کی حالت پر تعجب ہے کہ وہ آگے خود ہی اس کے ایسے وجود کی نفی کو تسلیم بھی کرتے ہیں،کہ جس کے ساتھ حقیقی وسچی فجر وصبح کے احکام متعلق ہوں،لیکن معترض صاحب اسی کے ساتھ غیر متعلقہ قیود کو بھی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

”وجود اس کا برقرار رہے گا،مگر شریعت نے واضح کر دیا کہ احکام شرعیہ میں اس کو مدنظر رکھ کر نہیں، بلکہ اس کے بعد جب دوسری روشنی معترضاً نمودار ہوگی،اس کو سامنے رکھ کر شرعی احکام کا تعین کیا جائے گا“

جب احکامِ شرعیہ کے اس کے ساتھ وابستہ ہونے کے وجود کی تو شریعت نے نفی کر دی،اور اس کو دیکھ کر صبح وفجر سمجھنے کی بھی نفی کر دی،تو پھر معترض صاحب جو اس کے ایک اور وجود کو ثابت کرنا چاہتے ہیں،اور وہ یہ کہ اس کے بعد جب دوسری روشنی معترضاً نمودار ہوگی،اس کو سامنے رکھ کر شرعی احکام کا تعین کیا جائے گا،یہ معترض صاحب کے اپنے خیالات ہیں،کیونکہ شریعت نے ایک کو مستطیل اور دوسری کو معترض ومستطیر فرما کر خود ان دونوں کی تشخیص وتعیین انتہائی عمدہ طریقہ پر فرما دی ہے،اور معترض صاحب جس غیر ضروری قید کو ثابت کرنا چاہتے ہیں،اس کو شریعت نے قابلِ اعتناء نہیں سمجھا،اس لئے صبح صادق سے پہلے خواہ کاذب

نظر آئے، یا نظر نہ آئے، اور متصل نظر آئے، یا منفصل نظر آئے، ان میں سے کسی قید کو بھی شریعت نے نہ لازم قرار دیا ہے، نہ ممتنع، بلکہ اس سے سکوت اختیار کیا ہے، اس لئے ان سب امور کا امکان اپنی جگہ برقرار ہے۔

معترض صاحب نے آگے ہماری بات کے باطل ہونے کی چھٹی وجہ بیان کرتے ہوئے ہماری کتاب کے ایک اقتباس کو کانٹ چھانٹ کر کے نقل کیا ہے، اور اس کے بعد لکھا ہے کہ:

> ''اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح صادق سے قبل صبح کاذب کا تذکرہ فرما کر اس بات پر تنبیہ فرمادی کہ آپ لوگ صبح کاذب سے ہوشیار رہتے ہوئے ہی صبح صادق کا ادراک کر سکتے ہیں''

معترض صاحب نے یہاں بلاوجہ کا اعتراض کیا ہے، چنانچہ پہلے تو ہماری وہ عبارت ملاحظہ فرمائیں، جس کو معترض صاحب نے کانٹ چھانٹ کر پیش کیا ہے، ہماری اصل عبارت یہ ہے:

> مگر افسوس کہ بعض حضرات نے حقیقی اور سچی فجر وصبح کو جس کا ثبوت منصوص وقطعی ہے اور اس کے ساتھ ہی احکامِ شرعیہ ضروریہ نہاریہ متعلق ہیں، نظر انداز کر کے اپنی تحقیق کی ساری صلاحیتوں کا مرکز غیر حقیقی اور جھوٹی صبح کو بنالیا، اور حقیقی و سچی صبح کو اس کے تابع وماتحت کر دیا۔
>
> جبکہ اس کو شریعت نے مطلق فجر یا صبح کا بھی درجہ نہیں دیا، اور اس کو کاذب کے ساتھ ملقب ومقید کیا، یعنی کاذب کی قید لگا کر اور کاذب کے ساتھ اس کو موصوف کر کے اس کے صبح ہونے ہی کا انکار کر دیا، اور اس کا ذکر بھی صرف اس غرض سے کیا کہ حقیقی و سچی فجر وصبح جو کہ مقصود ومطلوب ہے، اس میں کسی طرح سے خلل واقع نہ ہو (صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق)

ملاحظہ فرمایئے کہ جب شریعت نے دھوکہ سے بچنے کا خود انتظام کر دیا ہے کہ مستطیل روشنی کو دیکھ کر حقیقی و سچی صبح وفجر ہونے کا انکار وتکذیب کی جائے، اور معترض ومستطیر روشنی کو حقیقی

وسچی صبح وفجر قرار دیا جائے، تو پھر شریعت کی قیود کو نظر انداز کر کے بس سارا زور کاذب ہی پر رکھنے کا کیا مطلب؟

معترض صاحب آگے ہماری بات کے باطل ہونے کی ساتویں وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ’’جس چیز سے بچنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے صاف اور واضح ارشادات موجود ہوں تو اس کی توضیح میں کسی کا ’’اپنی صلاحیت صرف کرنا‘‘ ہمارے خیال میں عین منشاء نبوی ہے‘‘

اس سلسلہ میں بس مختصراً اتنا عرض ہے کہ جس چیز سے بچنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف اور واضح ارشادات موجود ہیں، اس کی توضیح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف اور واضح ارشادات کے مطابق ہی اپنی صلاحیت صرف کرنا منشاءِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق کہلایا جاسکتا ہے۔

اور منشاءِ نبوی یہ ہے کہ کاذب کو حقیقی وسچی فجر وصبح نہ سمجھا جائے، اور اس کے حقیقی وسچی فجر وصبح ہونے کا انکار کیا جائے، اور کاذب کی بنیادی علامت مستطیل ہونا، اور صادق کی مستطیر ومعترض ہونا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ منشاء کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے میں کوئی عیب نہیں، اور ہم نے بھی اس حد تک اہتمام کیا ہے۔

لیکن معترض صاحب نے اصل منشاءِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر انداز کر کے اس کے برعکس اپنی تحقیق کی ساری صلاحیتوں کا مرکز غیر حقیقی اور جھوٹی صبح کو بنا لیا ہے، اور حقیقی وسچی صبح کو اس کے تابع وماتحت کر دیا ہے، یہاں تک کہ صادق کا طلوع بھی اس کے تین درجہ کے تابع کر کے رکھ دیا ہے۔

معترض صاحب آگے ہماری بات کے باطل ہونے کی آٹھویں وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ’’کسی چیز (مثلاً صبح کاذب) کا شرعی احکام میں غیر معتبر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو بالکل

ہی نظر انداز کردیا جائے، جب کہ اس سے شارع نے احتراز و اجتناب کا حکم بھی ارشاد فرمایا ہو“

معترض صاحب کی یہ بات بھی پہلی وجوہات سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے، جس پر ہم اپنا موقف پہلے واضح کرچکے ہیں، خلاصہ اس کا یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے اس کے حقیقی و سچی صبح ہونے کی حیثیت سے تو اس کو بالکل نظر انداز کرنے اور صادق سے قبل اس کو رات سمجھنے کا خود ہی حکم فرمایا ہے، اور اس کے دھوکہ سے بچاؤ کا انتظام مستطیل کے الفاظ سے خود ہی بیان فرمادیا ہے۔

معترض صاحب اس موقع پر آخر میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

”کسی کا خواہ مخواہ ایک دو کے چکروں میں پڑنا تحصیل حاصل کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا“

یہاں معترض صاحب ایک دو کے چکروں میں پڑنے کو ہی سرے سے تحصیلِ حاصل قرار دے رہے ہیں، اور پھر آگے اس کے برعکس لکھتے ہیں کہ:

”بقول مصنف جب غیر حقیقی فجر کے ساتھ کاذب کا اضافہ ہوگیا تو اس سے تو صراحت کے ساتھ ”صبح کاذب“ کا اثبات ہوگیا، تو ”صبح دراصل ایک ہی ہے“ کا کیا مطلب؟“

معترض صاحب جو یہ کہتے ہیں کہ صراحت کے ساتھ صبح کاذب کا اثبات ہوگیا، تو اس میں کیا شک ہے، یہ بات تو اس وقت کہنے کی ہے، کہ کوئی صبح کاذب کا ہی منکر ہو، باقی اثبات صرف صبح کا تو نہیں ہوا، بلکہ اس کے ساتھ کاذب کا بھی اثبات ہوا، اور کاذب ہی کی صفت اصل صبح کے مقابلے میں اس کے صبح ہونے کی نفی کرتی ہے، اور اسی لفظ سے اصل صبح کا ایک ہونا ثابت ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے ہم اصل اور حقیقی فجر و صبح کے ایک ہونے کے قائل ہیں، بلکہ اس کی خود شریعت قائل ہے۔

پھر اس اصل کی تعبیر معترض صاحب ”دراصل“ کے الفاظ سے کریں، یا کسی اور لفظ سے، بہر حال اس کا نتیجہ اصل صبح کے ایک ہونے سے مختلف نہیں ہوگا۔

اس کے بعد ”کشف الستور“ میں معترض صاحب نے اس سلسلہ میں باقی امور سے سکوت میں عافیت سمجھتے ہوئے صرف اتنا تحریر کیا ہے کہ:

''سوال یہ ہے کہ جب مؤلف سمیت پوری اسلامی دنیا امورِ شرعیہ کے اعتبار سے صبح صادق کو اصل قرار دے رہے ہیں، تو پھر مؤلف کو ''حقیقی صبح'' اور ''صبح دراصل ایک ہی ہے'' کی اصطلاحات ایجاد کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ کیا شارع کی طرف سے ''صادق'' ہی کے الفاظ سے مؤلف کا مقصد پورا نہیں ہوتا'' (صفحہ ۲۹)

معترض صاحب کے اس سوال کا سیدھا اور سادا جواب یہ ہے کہ ان اصطلاحات کو ایجاد کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی، بلکہ یہ اصل حقیقت ہے، جو صبح کی حقیقت سے عیاں ہیں، اور اس کی جو ایک نئے انداز میں تعبیر کی گئی، اس کی وجہ خود معترض صاحب ہیں کہ جو اصل اور حقیقی صبح کو نظر انداز کر کے سارا زور غیر حقیقی اور غیر اصل صبح پر لگا رہے ہیں، اور اسی کے درجات طے کر رہے ہیں، جس کے نتیجہ میں حقیقی اور اصل صبح کی حیثیت متاثر ہو رہی ہے، ورنہ ہمیں اس تشریح کی ضرورت ہرگز نہ تھی۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ

---

# کامل لیل اور ناقص لیل

معترض صاحب نے اپنے مضمون میں ''کامل لیل اور ناقص لیل'' کا عنوان قائم کر کے ہمارے مضمون پر اعتراضات کئے ہیں۔

چنانچہ معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''تنقیدی مطالعہ کرتے ہوئے کتاب مذکور میں لیل کی بھی تقسیم کی گئی ہے غروب آفتاب سے عشاء تک ناقص لیل جبکہ عشاء سے صبح تک کامل لیل قرار دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ: لیل کا حکم (چاہے کامل ہو یا ناقص) لیل کا ہی ہے، اور اس بات میں کسی کا بھی اختلاف نہیں تو پھر یہ بحث کس مقصد کے لئے چھیڑی گئی؟''

اگرچہ معترض صاحب تنقیدی مطالعہ تو خود کرتے ہیں، مگر اس کی نسبت دوسرے کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ'' تنقیدی مطالعہ کرتے ہوئے کتاب مذکور میں الخ'' پھر معترض صاحب نے آگے ہمارے مقصد کا خود سے اختراع کیا ہے، ہمارے مضمون سے ایک منصِف وحق پرست کے لئے یہ بات واضح ہے کہ اس بحث کا تعلق حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وقتِ عشاء کے شفقِ ابیض پر غروب ہونے کی دلیل سے ہے، اور اسی غرض سے ہم نے یہ بحث کی ہے، جو کہ فقہائے احناف کی عبارات سے ماخوذ ہے، جہاں تک معترض صاحب کی اس بات کا تعلق ہے کہ ہماری بحث کا مقصد یہ ہے کہ شفقِ ابیض کے بعد اور صبح صادق سے قبل افق پر اندھیرا ہونے کو ثابت کیا جائے، تو یہ بحث اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہے، اور ہم اس سلسلہ میں قرآن وسنت اور فقہائے کرام وفلکیین کی عبارات کی روشنی میں اس بات کے قائل ہیں، کہ صبح صادق سے قبل مشرقی اُفق پر اور شفقِ ابیض کے غروب کے بعد مغربی افق پر اندھیرا ہوتا ہے، اور مستطیل روشنی افقین پر نہیں ہوتی، بلکہ افقین مذکورین سے دُور اور اُوپر ہوتی ہے، اس کے دلائل اپنے مقام پر آگے آ رہے ہیں۔

افسوس کہ اتنی بدیہی باتوں کو معترض سمجھنے کے لیے تیار نہیں، اور انہوں نے اپنی دوسری تحریر ''کشف الستور'' میں پھر اس اعتراض کو دہرادیا، اور ہمیں اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے والا قرار دیا۔

اس کی مزید توضیح ہم نے اپنی ''صبح صادق و کاذب'' والی کتاب کے موجودہ ایڈیشن میں کردی ہے، اور مذکورہ مضمون میں بھی کہ صبح کاذب، خواہ صبح صادق سے متصلاً ظاہر ہو یا منفصلاً اور درمیان میں اندھیرا چھائے یا نہ چھائے، سب صورتوں کا امکان ہے، لیکن یہ بات بالکل یقینی کہ صبح کاذب مشرقی افق کے کنارہ پر عرضاً ہرگز نہیں ہوتی، بلکہ افق سے اوپر اور دور، طولاً ہوتی ہے، معترض اس شرعی وفنی اعتبار سے واضح امر پر سینکڑوں مرتبہ اعتراضات کرلیں، اس سے ایک حقیقت نفس الامری پر کیا فرق پڑسکتا ہے۔ ؎

گر نہ بیند بروز شب پرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ؟

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

# رسمِ ناقص وحدِ تام

معترض صاحب نے اپنے مضمون میں ''رسمِ ناقص وحدِ تام'' کا عنوان قائم کر کے ہمارے مضمون پر مختلف اعتراضات کئے ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

''کتاب مذکور میں صبح صادق وکاذب کے حوالہ سے ایک اور نئی اصطلاح کا اضافہ کیا گیا ہے جس پر اس باب میں کسی فقیہ سے ایک حوالہ بھی نہیں، وہ ہے صبح صادق کی ''حدتام'' اور ''رسم ناقص''

حالانکہ کسی چیز کی تعریف وتعارف اور بیانِ حقیقت کے لیے اس کی صفات واحوالِ لازمہ اور عارضہ میں فرق وتمیز کر کے اس کو واضح وبیان کرنے کا یہ ایک منطقی طریقہ ہے، جس کی چھاپ ہمارے علوم ولٹریچر کے ہر قابلِ ذکر علم وفن پر ہے، جیسے فقہ، اصولِ فقہ، معانی، بیان، بدیع، فلسفہ، صرف ونحو وغیرہ۔

تعجب ہے معترض درسِ نظامی اگر پڑھے ہوئے ہوتے، تو پھر یہ تعریفاتِ اشیاء کے سلسلے میں اس معروف ومانوس اصطلاح پر اعتراض کیسا؟

اور یہ بات واضح ہے کہ قواعد واصول جو پہلے سے وضع ومقرر کر دیئے گئے ہیں، ان پر ہر زمانے میں مسئلہ کا انطباق اور تفریع کا عمل جاری رہا ہے، خواہ اس سے پہلے کسی سے اس تفریع وانطباق کی تصریح ثابت ہو یا نہ ہو۔

لیکن کسی بھی مستند اہلِ علم نے اس کے باطل ہونے کی یہ دلیل نہیں دی کہ اس اصول وقاعدہ پر یہ انطباق وتفریع سلف سے ثابت نہیں، البتہ انہوں نے اس انطباق وتفریع کے صحیح وغلط ہونے پر ضرور نظر کی۔

پھر اگر کسی انطباق وتفریع کے خاص عنوان سے کسی کو اختلاف ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ اس عنوان کو نظر انداز کر دے، کوئی اور دل پسند عنوان اختیار کر لے، جیسا کہ کہا جاتا ہے

**"لامشاحة فی الاصطلاح "** اور **"الامور بمقاصدها "** اس سے نفسِ حقیقت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، مقصود تب بھی حاصل ہوجائے گا، جبکہ یہ گنجائش خود ہم نے اپنے مضمون میں بھی رکھی ہے، چنانچہ ہم نے عنوان اس طرح قائم کیا ہے:

"صبح صادق وکاذب کی حدِ تام ورسومِ ناقصہ وتعبیراتِ مختلفہ"

**عباراتنا شتّٰی وحسنک واحد**

**وکل الیٰ ذاک الجمال یشیر**

اور ہم نے جو فقہائے کرام کے مختلف اقوال میں حدِ تام اور رسمِ ناقص کے قاعدے کے تحت مختلف ازمنہ وامکنہ کے اعتبار سے تطبیق دی ہے، وہ خود فقہائے کرام کے اقوال سے ماخوذ ہے، اور اس کے بشرح صدر درست ہونے کے ہم اب بھی قائل ہیں۔

معترض صاحب اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

"یہ تطبیق کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اکثر روایات واقوال فقہاء میں استطار کے علاوہ دیگر علامات کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ حالانکہ تحقیق کے طور پر مصنف کو چاہیئے تھا کہ فنی طور پر ان علاقوں اور اس زمانے کا تعین کر کے وہ اسباب ووجوہات ذکر کرتے کہ صبح صادق کی روشنی میں کچھ سرخی کی آمیزش کہاں اور کیوں ہوتی ہے؟ کیونکہ مذکورہ بالا تطبیق کی دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ اول یہ کہ سرخی کی آمیزش وعدمِ آمیزش کی فنی وجوہات کچھ ایسی ضرور ہیں جو کہ کہیں پر موجود اور کہیں غیر موجود ہوں"

اولاً تو معترض صاحب پر لازم تھا کہ اگر ہماری بیان کردہ علامات کے علاوہ دیگر علامات تھیں، تو ان کا ذکر کرتے، اور ہم نے جن علامات کے درمیان تطبیق دی ہے، ان کا دلائل کی رو سے تجزیہ کرتے۔

دوسرے فقہائے کرام نے صبح صادق کی ابتدائی روشنی کو ابیض اور بیاض سے ہی تعبیر فرمایا ہے، اور اس میں سرخی کی آمیزش کو ضروری قرار نہیں دیا، ہم بھی ضروری قرار نہیں دیتے، رہا امکان! تو اس کے ہم بھی قائل ہیں، کیونکہ آب وہوا اور موسمی تغیرات سے سرخی کی جھلک ممکن ہے، جیسا کہ طبعیات کے باب میں الوان کی بحث سے ظاہر ہے۔

آگے معترض صاحب فرماتے ہیں کہ:

''فنی حقائق پیش کئے بغیر''حد تام اور رسم ناقص'' کی تقسیم کرکے''بعض از منہ اور بعض امکنہ' کی تطبیق اختیار کرنا، ان روایات سے انکار کے مترادف ہوگا جن میں صفت استطار کے علاوہ صبح صادق کی دیگر نشانیاں بھی مذکور ہیں''

مگر ہم نے جو تطبیق اختیار کی ہے، وہ بحمداللہ تعالیٰ نہ تو فنی حقائق کے خلاف ہے، اور نہ ہی روایات کے انکار کو مستلزم ہے۔کمامر۔

پھر اس کے بعد معترض نے اپنے دوسرے مضمون''کشف الستور'' میں اس موقع پر یہی بات دہرائی ہے، اور کہا ہے کہ ہم پہلا ہی تبصرہ کافی سمجھتے ہیں، جس سے معترض کی ذہنیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

# صبح صادق کے اولِ طلوع کا اعتبار

معترض صاحب نے اپنے مضمون میں ’’صبح صادق کے اولِ طلوع کا اعتبار‘‘ کا عنوان قائم کر کے ہمارے مضمون کا حوالہ دے کر مختلف اعتراضات کئے ہیں۔

چنانچہ معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

’’کتاب مذکور میں ایک اور مسلم حقیقت خواہ مخواہ چھیڑی گئی ہے۔ جس میں بنیادی طور پر کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ صبح صادق کی روشنی اول ظاہر ہوتی ہے پھر نہایت جلدی سے افق کے اوپر پھیلنا شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں جمہور فقہاء کرام اس بات پر متفق نظر آرہے ہیں کہ جب صبح صادق کی روشنی یقین کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے تو آیت کریمہ ’’حتی یتبین‘‘ صادق آ گئی‘‘

اولاً تو سوال یہ ہے کہ اگر واقعتاً اس بحث کو معترض صاحب مسلّم حقیقت سمجھتے ہیں، تو پھر اس بحث سے پریشانی لاحق ہونے اور اس پر اعتراضات کے کوئی معنیٰ نہیں؟

دوسرے پہلے خود ہی یہ لکھتے ہیں کہ ’’کسی کا اختلاف نہیں ہے‘‘ اور پھر آگے یہ بھی لکھتے ہیں کہ ’’جمہور فقہائے کرام اس بات پر متفق نظر آرہے ہیں‘‘

حالانکہ اگر کسی کا اختلاف نہیں تھا، تو جمہور کی قید لگانے کی کیا ضرورت تھی؟

واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بعض حضرات کا جمہور فقہائے کرام سے اختلاف ہے۔

تیسرے معترض صاحب نے اپنی طرف سے ایک اضافی قید کو جمہور فقہائے کرام کی طرف منسوب کیا ہے، اور وہ قید ’’نہایت جلدی سے افق کے اوپر پھیلنا‘‘ ہے۔

معترض صاحب پر لازم تھا کہ وہ اولِ طلوع کے لئے اس قید کا جو مفہوم اپنے مضمون میں بیان کرتے ہیں، جمہور فقہائے کرام سے اس کو ثابت کرتے، کیونکہ ہم اپنے مضمون میں یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ بعض حضرات اولِ طلوع کا عدمِ اعتبار کرتے ہوئے اس روشنی کے

مستطیر یا منتشر ہوجانے کا اعتبار کرتے ہیں، جو کہ مرجوح قول ہے۔

چوتھے اس سلسلہ میں راجح قول یہ ہے کہ صبح صادق کی روشنی ظاہر ہونے سے مراد اس کی ابتدائی روشنی کا ظاہر ہونا ہے، اور آیتِ کریمہ میں بھی ''حتی یتبین'' پر اکتفاء کرنے کے بجائے اس کے ساتھ ''خط'' کی قید لگائی گئی ہے، جس سے یہ بات ظاہر ہے کہ روشنی کا پورا تبین ضروری نہیں، بلکہ اس کے ابتدائی خط کا تبین کافی ہے۔

معترض صاحب آگے اعتراض کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''یہاں بھی وہی فلسفہ مضمر ہے کہ قاری کو غیر محسوس طریقے سے ذہنی طور پر بالواسطہ (یعنی ایسی تشریح کی آڑ میں) ایک دوسرے موقف کو تسلیم کرنے کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ چونکہ ۱۸ درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی خود ان کے نزدیک بھی ظاہر ہونے کے کافی دیر بعد پھیلنا شروع ہوجاتی ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا تفصیلی بحث کو مع دلائل قاری پڑھ کر یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ گویا قائلین ۱۵ والوں نے ۱۵ درجے کا قول اس مسلک کی بنا پر اختیار کیا ہے، جس میں صبح صادق کے لئے ظہور کے بعد مزید استطار و انتشار کو شرط قرار دیا گیا ہے''

اگرچہ 18 یا 15 درجے کی بحث الگ حیثیت رکھتی ہے، لیکن کیونکہ خود معترض نے اس مسئلہ کو یہاں چھیڑ دیا ہے، اور اوپر سے دوسروں کی طرف بلا دلیل خلافِ واقعہ یہ بھی منسوب کیا ہے کہ:

> ''۱۸ درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی خود ان کے نزدیک بھی ظاہر ہونے کے کافی دیر بعد پھیلنا شروع ہوجاتی ہے''

معترض صاحب کی اس خلافِ واقعہ بات کا پہلے ذکر گزر چکا ہے، جو انہوں نے جمہور فقہائے کرام کی طرف فوراً کی مخصوص قید لگا کر کی تھی، اور اب یہاں اس خلافِ واقعہ بات کا ایک نتیجہ بھی ظاہر ہوگیا کہ معترض صاحب اس خلافِ واقعہ چیز کا دعویٰ کر کے اپنے آپ کو جمہور فقہائے کرام کی فہرست میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔

حالانکہ معترض صاحب کا حال یہ ہے کہ نہ تو ''فوراً'' کی کوئی حد بندی بیان کرسکے، اور نہ ہی جمہور فقہائے کرام سے اس کا ثبوت پیش کرسکے، اور نہ ہی یہاں کافی دیر بعد کی کوئی حد بندی

بتلا سکے، اور نہ ہی 18 درجے کے قائلین سے کافی دیر بعد پھیلنا شروع ہونے کا کوئی ٹھوس حوالہ پیش کر سکے۔

اصل بات یہ ہے کہ صبح کاذب کی روشنی مستطیل ہوتی ہے، اور صبح صادق کی روشنی معترض ہوتی ہے، اور مستطیر ہونا صبح صادق کی روشنی کی صفت ہے، جس سے مراد منتشر ہونا ہی ہے، اور ظاہر ہے کہ اس صفت میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہی اضافہ ہوتا ہے، روشنی کی کمیت اور کیفیت جو ابتداء میں ہوتی ہے، وقت کے ساتھ ساتھ اس کی کمیت و کیفیت دونوں میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

اگر کسی کا خیال یہ ہو کہ معترض روشنی کے طلوع پر صبح صادق کا حکم نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ ابتدائی لمحہ سے ترقی کر کے منتشر نہ ہو جائے تو ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ جمہور کے مقابلہ میں مرجوح قول ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ 18 درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی مستطیل ہوتی ہے یا معترض؟ تو اس میں فنی اعتبار سے کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، کہ وہ مستطیل نہیں ہوتی، بلکہ معترض ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے وہ معترض روشنی ہی مستطیر و منتشر ہوتی ہے، اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں کمًا وکیفاً اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، اور کاذب کی طرح ظہور کے بعد روشنی کا انعدام وانکتام ہرگز نہیں ہوتا۔

معترض صاحب خواہ کتنا ہی زور لگالیں، وہ کبھی بھی 18 درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی کا ٹھوس فنی حوالہ سے نہ تو مستطیل ہونا ثابت کر سکتے، اور نہ اس کے معترض ہونے اور اس کے مستطیر و منتشر ہونے کا انکار کر سکتے۔

فَأْتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ

باقی تحکم وتعنت کسی تحقیقی اصول کے زمرہ میں نہیں آتا۔

معترض صاحب اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

''۱۵ درجے والوں کا کہنا یہ ہے کہ بوقت ۱۸ جو روشنی کی صورت ہوتی ہے وہ مشاہدے سے ثابت ہوا ہے کہ اپنی جگہ قائم ہوکر بصورت بیاض مستطیل ہوتی ہے اور یہ ۱۵ سے معمولی دیر پہلے غائب ہوجاتی ہے، چونکہ وہ غیوبت نہایت قلیل وقت کے لئے ہوتی ہے اسی وجہ سے عدم احتیاط کی وجہ سے ۱۸ درجے والے اس کو نوٹ ہی نہیں کر سکے''

حالانکہ عام فقہائے کرام کاذب کی روشنی کے نظروں سے غائب ہوجانے اور بعض اس جگہ بالکل اندھیرا چھا جانے، جبکہ کبھی صادق سے متصل و منغمر ہوجانے کا حکم لگا رہے ہیں، اور اس غیوب وظلمت کی کوئی حد بندی بیان نہیں فرمارہے، مگر معترض صاحب اپنی طرف سے اس غیوبت کو نہایت قلیل وقت کی قید کے ساتھ محدود کرتے ہیں۔

جہاں تک معترض صاحب کے یہ کہنے کا تعلق ہے کہ ''مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے'' تو یہ معترض صاحب کے مشاہدات ہیں، ورنہ جمہور کے صدیوں کے مشاہدات اور قدیم وجدید تحقیقات سب 18 درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی کے معترض و منتشر ہونے کا بین ثبوت ہیں۔

خود موجودہ دور میں مستند اصحابِ فن واصحابِ علم حضرات کے مشاہدات سے بھی اس کے خلاف ثابت نہ ہوسکا، جس کی تفصیل ہم نے اس مرتبہ کے صبح صادق وکاذب کے ایڈیشن کے ضمیمہ میں ذکر کردی ہے۔

معترض صاحب آگے لکھتے ہیں کہ:

''دوسری بات یہ ہے کہ قائلین ۱۸ درجے والوں کے نزدیک بھی آسٹرونومیکل ٹوئیلائٹ ۱۸ درجے پر ظاہر ہونے کے فوراً بعد نہیں پھیلتی بلکہ اچھا خاصا وقت گزرنے کے بعد بقول ان کے اس میں انتشار پیدا ہوجاتا ہے، اس رائے کے برعکس ۱۵ درجے والے کہتے ہیں کہ ۱۸ درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی ہی صبح کاذب ہے، اور دیگر دلائل کے علاوہ خود اس کا عدم انتشار بھی اس کی تائید کرتا ہے لہٰذا جب یہ روشنی ۱۵ درجے پر پہنچ کر پھیلنا شروع ہوجاتی ہے تو حقیقت میں یہی صبح صادق کے ابتدائی ظہور کا لمحہ ہوتا ہے''

معترض صاحب کی اس پوری بات کا جواب پیچھے گزر چکا ہے۔

اور اگر گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو معترض صاحب کے اس کلام سے بھی اٹھارہ درجے پر

ظاہر ہونے والی روشنی کا صبح صادق ہونا راجح اور اس کے بعد تین درجے گزر کر اس کو صبح صادق قرار دینے کا مرجوح ہونا ثابت ہوتا ہے۔

کیونکہ صبح صادق کی جو روشنی ابتداء میں طلوع ہوتی ہے، وہ مستطیر ہونے کے وصف کے ساتھ کماً و کیفاً اگلے درجوں سے قلیل مقدار میں ہی ہوتی ہے، اور وقت گزرنے کے ساتھ ہی اس میں مزید انتشار پیدا ہوتا ہے۔

لہٰذا ابتدائی لمحے کے مقابلہ میں مزید انتشار کے انتظار کا مآل وہی مرجوح قول ہے، جس کی متعدد فقہائے کرام نے تردید فرمائی ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ صاحبِ روح المعانی فرماتے ہیں:

**وکلوا واشربوا اللیل کله حتی یتبین أی یظهر لکم الخیط الأبیض وهو أول ما یبدو من الفجر الصادق المعترض فی الأفق قبل انتشاره، وحمله علی الفجر الکاذب المستطیل الممتد کذنب السرحان وهم من الخیط الأسود وهو ما یمتد مع بیاض الفجر من ظلمة آخر اللیل من الفجر بیان لأول الخیطین -ومنه یتبین الثانی -وخصه بالبیان لأنه المقصود(روح المعانی، ج ۱ ص ۴۶۲، سورة البقرة)**

اس عبارت میں انتشار سے قبل کی روشنی کو کاذب، مستطیل کذنب سرحان پر محمول کرنے کو صاحبِ روح المعانی وہم قرار دے رہے ہیں، اور اسی وہم میں معترض صاحب بھی مبتلا ہیں۔

اور قاضی القضاۃ محمود اوزجندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**سمی العرب الأول کاذباً وهو البیاض الذی یبدو کذنب السرحان ویعقبه ظلام لا یخرج به وقت العشاء ولا یثبت به شیء من أحکام النهار والثانی هو البیاض الذی یستطیر ویعترض فی الأفق لا یزال یزداد حتی ینتشر سمی مستطیراً لذلک یثبت به أحکام النهار من حرمة الطعام والشراب للصائم وجواز أداء الفجر (فتاوی قاضی خان، ج ۱ ص ۷۲، کتاب الصلاة)**

اس عبارت میں صبح صادق کی روشنی کو مستطیر فرما کر یہ بتلایا کہ وہ زیادہ ہوتے ہوتے ہی منتشر ہو جاتی ہے، اور اسی وجہ سے اس کا نام مستطیر رکھا گیا ہے۔

اور حاشیۃ شرنبلالی میں ہے کہ:

**قلت:والذی یظهر لی أن العبرة بمجرد طلوعه ولا ینافیه التعریف لأن من شأنه الانتشار فلا یتوقف علی انتشاره لأنه لا یکون بعد مضی جانب منه، یؤیده لفظ الحدیث ثم صلی الفجر حین بزغ الفجر وحرم الطعام علی الصائم (حاشیة الشرنبلالی علیٰ دررالحکام شرح غررالاحکام ،کتاب الصلاة، باب اوقات الصلوات،وقت الفجر)**

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور 18 درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی کے انتشار کی رفتار عرض البلد کے اعتبار سے ہی جلد یا بدیر ہوتی ہے، تمام عرض البلد کے لئے اس کی یکساں رفتار نہیں۔

کیونکہ عرض البلد کے اعتبار سے سورج کو درجات طے کرنے میں مختلف اوقات درکار ہوتے ہیں، کسی جگہ ایک درجے کو سورج چار منٹ میں، اور کسی جگہ اس سے زیادہ منٹ میں بلکہ گھنٹوں میں طے کرتا ہے۔

لہٰذا طلوعِ صبح صادق کے بعد اس کی روشنی کے جلد یا بدیر منتشر ہونے کی بحث کرنا اور پھر اس پر صبح صادق ہونے کا مدار رکھنا زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

ایک خالیُ الذہن عالمِ دین کے لیے مذکورہ بالا بحث کا سمجھنا بالکل سہل وآسان ہے، لیکن حیرت ہے کہ معترض کو اتنی آسان اور سہل بحث بھی سمجھ نہیں آتی۔

یہی وجہ ہے کہ معترض صاحب نے اپنی دوسری تحریر ''کشف الستور'' میں پھر غلط بیانی کا ارتکاب کیا ہے۔

معترض صاحب نے قارئین کو تاکید فرمائی ہے بلکہ ان کا فرض ہونا بتلایا ہے کہ وہ ہماری تالیف پر اندھا اعتماد کرنے کے بجائے معترض کی ابحاث کا ضرور مطالعہ فرمائیں، جبکہ ہم نہ تو جملہ قارئین کے لیے صرف اپنی تالیف کے مطالعہ کو فرض قرار دیتے ہیں، اور نہ ہی معترض کے اعتراضات ملاحظہ کرنے سے منع کرتے ہیں۔

قارئین جس کی تالیف ومضمون چاہیں، مطالعہ فرمائیں، اور جس پر چاہیں اعتماد کریں، ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ملاحظہ فرمایئے کہ صاحبِ درر الحکام نے صبح صادق کے اولِ طلوع کا اعتبار کرتے ہوئے اس کے منتشر ہونے پر موقوف نہ رہنے کو راجح قرار دیا ہے، اور حدیث میں مذکور ''بزغ الفجر'' سے استدلال فرمایا ہے کہ ان الفاظ سے طلوع کا معتبر ہونا ثابت ہوتا ہے، نہ کہ منتشر ہوجانے کا معتبر ہونا۔

اس سلسلہ میں مزید عبارات ہم نے اپنی کتاب کے سوال نمبر ۳ کے جواب میں ''صبح صادق میں اولِ طلوع کا اعتبار ہے'' کے ذیل میں درج کردی ہیں۔

# جدید تحقیق سے ثابت ہے

معترض صاحب نے اپنے مضمون میں ''جدید تحقیق سے ثابت ہے'' کا عنوان قائم کر کے ہمارے مضمون کا حوالہ دے کر اعتراضات کئے ہیں۔

چنانچہ معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''کتاب مذکور میں جگہ جگہ ''جدید تحقیق سے ثابت ہے'' اور ''فلکیات کے فنی قواعد'' وغیرہ جیسے الفاظ بکثرت دہرائے ہیں حالانکہ جس مقام پر جو بحث چل رہی ہوتی ہے وہاں اپنا نظریہ بیان کر کے صرف ان الفاظ پر اکتفاء کرنا کوئی تحقیقی بات نہیں کہلائی جاسکتی جب تک اس پر قطعی شہادت نہ پیش کی جائے۔ جدید تحقیق کے ثبوت کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہاں نا قابل انکار حقیقت سامنے لائی جائے''

معترض صاحب نے اپنے دوسرے مضمون ''کشف الستور'' میں بھی دوبارہ اس بات کو مختلف پیرایوں میں دہرایا ہے۔

معترض صاحب کے سامنے جب قدیم تحقیق کی بات کی جاتی ہے، تو وہ اس میں تاویلات کرتے ہیں، اور جب جدید تحقیق کی بات کی جاتی ہے، تو وہ اس کو بھی غیر مسلموں کی تحقیق کہہ کر رد کر دیتے ہیں، اور جب کوئی قرآنی آیت یا حدیث یا فقہائے کرام کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں، تو ان میں بھی تاویلات پیش کر دیتے ہیں، اور اس کے بعد دوسرے پر قطعی شہادت پیش نہ کرنے کا الزام عائد کرتے ہیں۔

معترض صاحب نے ہمارے مضمون پر مذکورہ فلکیات کے فنی قواعد کے الفاظ پر الزام عائد کرتے ہوئے پہلی جو مثال ہمارے مضمون کے حوالے سے دی ہے، وہ کتر بیونت کر کے پیش کی ہے۔

اس لئے ہم پہلے اپنی پوری عبارت پیش کرتے ہیں:

فلکیات کے فنی قواعد کی رو سے بھی یہ بات قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے کہ فجرِ معترض سے پہلے اورشفقِ معترض ابیض کے بعد متصلاً ہمیشہ فجرِ مستطیل وشفقِ مستطیل کولازم قرارنہ دیا جائے، کیونکہ صبح صادق یعنی فجرِ معترض کےطلوع سے پہلے اورشفقِ ابیض کےغروب کے بعدسورج مختلف ایام میں مختلف مقامات پر ہوتا ہے، جس کی وجہ سے بعض اوقات اس کی مستطیل روشنی اوپر اُفق پر سیدھی ہونے کے بجائے اُفق کے دائیں بائیں یا نیچے مائل ہونے کے باعث نظرنہیں آ سکتی (صبح صادق وکاذب اوروقتِ عشاء کی تحقیق)

اس پرمعترض صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے کہ:

''سوال یہ ہے کہ وہ کون سے فنی قواعد ہیں جن سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہو کہ بیاض معترض سے قبل اورشفق ابیض معترض کے بعد مستطیل روشنی کا وجود ممتنع ہے؟''

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم نے فلکیات کے فنی قواعد کی طرف اپنے درجِ بالا مضمون میں خود ہی اشارہ کردیا ہے، یعنی ''سورج مختلف ایام میں مختلف مقامات پر ہوتا ہے الخ'' معترض صاحب اگرفن کی اس بات سے ناواقف ہوں کہ سورج کی آمدورفت کا راستہ ومنطقہ مختلف زمانوں کے اعتبار سے مختلف ہے،تو اس کا کیا علاج ہے؟

اوردوسری بات یہ ہے کہ ہمارے مضمون سے بیاضِ معترض سے قبل اورشفقِ ابیض کے بعد مستطیل روشنی کے وجود کا ممتنع ہونا کہاں سے ثابت ہوتا ہے؟

بلکہ ہمارے مضمون سے تو ہمیشہ اور ہر جگہ کے لئے صادق کے ساتھ کاذب کے اتصال کا عدمِ لزوم ثابت ہوتا ہے، اورعدمِ لزوم کا مطلب امکان ہے، نہ کہ امتناع، لہٰذا معترض صاحب کا ہماری طرف ممتنع ہونے کا الزام عائد کرنا درست نہیں۔

معترض صاحب آگے لکھتے ہیں کہ:

''حالانکہ لفظ''بعض'' مکان وزمان کے ساتھ لگا کر اس سے کوئی فنی قائدہ نہیں بن سکتا''

حالانکہ ہم نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ''فلاں مکان اور فلاں زمان میں کاذب کے نظر آنے نہ

آنے کا یہ فنی قاعدہ ہے، اور فلاں میں یہ'' بلکہ ہم نے تو مسلّمہ فنی قواعد جن کی رو سے سورج کا مختلف زمان ومکان میں مختلف مقامات اور دائروں اور برجوں پر ہونا ثابت ہے، ان سے حسبِ دائرۃ البروج مستطیل روشنی کے نظر آنے نہ آنے کے امکان کے قرینِ قیاس ہونے کی بات کی ہے، جو کہ فنی لحاظ سے بالکل درست ہے، اور اس پر اعتراض فن سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔

پھر آگے معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''علاوہ ازیں اگر ایسی کوئی بات ہے تو عرض بلد کی نشاندہی کرنا ضروری تھا کہ یہ فنی قانون کہاں تک نافذ ہوسکتا ہے اور کون سے علاقوں پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا، تاکہ بحث ان علاقوں کے حوالے سے کرکے وہاں تک ہی محدود کی جاتی''

اولاً تو معترض صاحب کے سامنے اگر تحقیق شدہ یہ بات بھی آجاتی، تب بھی ان سے اس کے تسلیم کرنے کی توقع نہ تھی، ثانیاً ہمیں اس اُدھیڑ بن میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ ہمارے نزدیک اصل وحقیقی صبح کا اس پر دارومدار ہی نہیں۔

یہ بات تو ناانصافی پر مبنی ہے کہ معترض صاحب کو دوسروں کی تحقیق پر تو اعتبار نہ ہو، اور خود کو تحقیق کی زحمت گوارا نہ ہو، البتہ دوسروں کی تحقیق پر اعتراضات کے لئے اُدھار کھائے بیٹھے ہوں۔

ہم نے اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ:

''اس عبارت سے بعض اہلِ علم حضرات کا منتشر ہونے کے لیے کسی خاص رفتار یا درجے کی تعیین کرنا درست نہیں، کیونکہ مختلف موسموں اور مختلف علاقوں میں سورج کا مدار مختلف حالتوں پر ہوتا ہے، اس لیے سورج کو متعین درجات کو طے کرنے میں مختلف زمانہ درکار ہوتا ہے، کمافی احسن الفتاویٰ جلد۲ صفحہ ۱۸۹''

ہمارے اس مضمون پر اعتراض کرتے ہوئے معترض صاحب نے یہ بھی نہ سوچا کہ سورج کے مدار کے مختلف موسموں اور علاقوں میں مختلف حالتوں میں ہونے اور اس وجہ سے سورج کو متعین درجات کے طے کرنے میں مختلف زمانہ درکار ہونے کی بات تو احسن الفتاویٰ میں بھی

مذکور ہے، جس کے مؤلف کی طرف اس مسئلہ میں معترض صاحب کا رجحان ومیلان ہے۔

معترض صاحب آگے اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

''مذکورہ بالا عبارت ''ثم یغیب فیطلع بعدہ الفجر الصادق'' سے بداہۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ صبح صادق جب بھی طلوع ہوگی تو اس سے پہلے صبح کاذب ضرور طلوع ہوگی''

معترض صاحب اپنے مطلب کی ایک عبارت لے کر، محدثین وفقہائے کرام کی باقی عبارات کو نظر انداز کر کے اپنے مدعا کے بداہۃً ثابت ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں، جبکہ ان کا یہ مدعا اولاً تو بداہۃً ثابت نہیں، دوسرے دیگر عبارات کے پیشِ نظر اس کا مصداق ہمارے مضمون میں واضح ہے۔ [1]

پس مختلف ازمنہ وامکنہ کے اعتبار سے کاذب کی حالت کے مختلف ہونے اور بعض اوقات نظر نہ آنے کی صراحت پائے جانے کے باوجود اس کے خلاف مدعا کے بداہۃً ثابت ہونے کا دعویٰ معترض صاحب کا محض سکھا شاہی قسم کا دعویٰ ہے، اور کسی مستند دلیل کے بغیر محض تحکم پر مبنی ہے۔

معترض صاحب آگے ہمارے مضمون کی عبارت لکھ کر ہمارے مضمون پر اس طرح الزام قائم

---

[1] ہم دیگر عبارات سے قطع نظر اس وقت صرف دو عبارات پر اکتفاء کرتے ہیں:

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**ثم یعدم وتعقبہ ظلمۃ أو یتناقص حتی ینغمر فی الثانی علی زعم بعض أھل الھیئۃ أو یختلف حالہ فی ذالک تارۃ وتارۃ بحسب الأزمنۃ والعروض علی ماقیل (روح المعانی للآلوسی، ج۱۵ ص ۲۶۳، سورۃ التکویر تحت آیت نمبر ۱۸)**

عروض سے مراد امکنہ ہیں، اور ازمنہ کی صراحت موجود ہی ہے، لہٰذا جب ازمنہ اور امکنہ کے اعتبار سے کاذب کی حالت کے مختلف ہونے کا قول بھی موجود ہوا، تو معترض صاحب کا اس کو نظر انداز کرنا کیونکر درست ہوا۔

اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**واعلم أن الصبح الکاذب لیس بمقدر بتقدیر وقت معین بل قد یزید وقد ینقص کما صرح الفقھاء واحداً بعد واحد بل ربما لایکون مبصراً خلاف ما قال أھل الھیأۃ (العرف الشذی للکشمیری، ج ۱ ص ۴۳۹، ابواب الوتر، باب ما جاء فی مبادرۃ الصبح بالوتر)**

علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی اس عبارت سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوا کہ بسا اوقات کاذب نظر ہی نہیں آتی۔

کرتے ہیں:

''جب ''شفق ابیض مستطیر'' کے بعد متصل ''بیاض مستطیل'' جدید تحقیق سے ثابت ہوا تو لامحالہ اس بات کا اقرار کرنا پڑے گا کہ ''فجر مستطیر'' یعنی صبح صادق سے پہلے بھی متصلاً ''بیاض مستطیل'' (یعنی صبح کاذب کی روشنی) افق شرقی پر موجود ہونی چاہئے''

معترض صاحب نے ہماری جس عبارت پر یہ الزام قائم کرنے کی کوشش کی ہے، اس عبارت میں متصلاً کی کوئی قید نہیں ہے، اور یہ معترض صاحب کی طرف سے ہماری طرف خلافِ واقعہ نسبت ہے۔

نیز ہماری عبارت میں پورے سال مشاہدہ کئے جاسکنے کا ذکر ہے، جس کا مآل امکان ہونا ہے، اور معترض صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ ''موجود ہونی چاہئے''

چنانچہ ہماری جو عبارت معترض صاحب نے نقل کی ہے، وہ یہ ہے:

''اور جدید تحقیق سے معلوم ہوا کہ صبح صادق سے پہلے اور عشائے حنفی کا وقت داخل ہونے کے بعد خطِ استواء اور اس کے قرب وجوار میں طولانی روشنی جس کو بروجی روشنی یعنی زوڈیکل لائیٹ کہا جاتا ہے، پورے سال مشاہدہ کی جاسکتی ہے۔ اور طوالع وغوارب کا عکساً قاعدہ ایک ہونے کی وجہ سے مستطیل روشنی کا شفقِ ابیض کے بعد نظر آنا فلکی وفقہی اعتبار سے اعتراض کا باعث نہیں''

لہٰذا معترض صاحب جس بات کے لامحالہ اقرار کرانے کو ہماری طرف منسوب کرنا چاہتے ہیں، وہ انہی کو مبارک ہو، ہماری عبارت سے ہرگز یہ بات ثابت نہیں۔

پھر معترض صاحب آگے لکھتے ہیں کہ:

''اور جب یہ بات طے ہوگئی تو وہ ساری محنت جو کہ ''صبح دراصل ایک ہی ہے، صبح کاذب حقیقی لیل ہے، صبح صادق کی روشنی نہار شرعی کا مبداء، یہ روشنی رات کے اندھیرے میں پہلی کرن وغیرہ وغیرہ جیسے اصطلاحات وتفصیلات کے آڑ میں ثابت ہونے والی صبح صادق کے خیالی نقشے کو پیش کرنے کی لئے صرف کی گئی تھی، رائیگاں چلی جاتی ہے''

اولاً تو معترض صاحب جس بات کے طے ہونے کا دعویٰ فرما رہے ہیں، وہ بات ہرگز طے نہیں ہوئی۔

اور ثانیاً معترض صاحب کی اس ساری جدوجہد کے بعد بھی بات وہیں کے وہیں ہے کہ صبح کاذب کی مستطیل روشنی خواہ صبح صادق سے متصل نظر آئے یا منفصل نظر آئے، یا بالکل نظر نہ آئے، بہرصورت وہ حقیقی صبح نہیں ہے۔

اور ہم آگے ان شاء اللہ تعالیٰ واضح کریں گے کہ کاذب کی روشنی افق پر نہیں ہوتی، بلکہ وہ فضائی ذرات سے سورج کی انعکاسی روشنی ہوتی ہے، جو افق سے فاصلہ پر ہوتی ہے، اس لئے یہ روشنی رات کی ظلمت اور اندھیرے میں مانع نہیں، اور اگر کوئی بھی روشنی رات کی ظلمت میں مانع ہوا کرتی، تو اس کا تعلق کاذب کے ساتھ خاص کرنے کی کیا ضرورت تھی، ملکی وے اور کہکشاں وغیرہ کی روشنی، یہاں تک کہ مصنوعی روشنی بھی صادق کے لئے مانع ہونی چاہئے تھی، پس جس طرح سے یہ روشنیاں صبح صادق کے رات کی ظلمت سے فی نفسہٖ طلوع ہونے میں مانع نہیں، اسی طرح کاذب کی روشنی بھی مانع نہیں، اور یہ بات قرآن وسنت اور فقہ کے علاوہ فلکیات کے مضبوط حوالوں سے ثابت ہے۔

معترض صاحب آگے اپنے اس مضمون کے پہلے حصہ کا خلاصۂ کلام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> نئی اصطلاحات کی وساطت سے قاری کے ذہن میں غیر محسوس طریقے پر صبح صادق کا ایک ایسا نقشہ بٹھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ رات کا اندھیرا چھایا ہوگا اچانک آخیر رات میں صبح صادق کی سفید روشنی نمودار ہوجائے گی۔ تاکہ ۱۸ درجے پر ظاہر ہونے والی ''اسٹرونومیکل ٹویلائٹ'' اس نقشے پر صادق آسکے کیونکہ اس سے پہلے باجماعِ فلکیین افق شرقی پر اندھیرا چھایا ہوتا ہے۔

معترض صاحب کا ان امور کو نئی اصطلاحات قرار دینا، جو فقہائے کرام سے ماخوذ ہوں، انصاف پر مبنی معلوم نہیں ہوا، پھر معترض صاحب کا ہمارے مدعا کا اپنے لفظوں میں ایسا عجیب وغریب نقشہ کھینچنا کہ جیسا کہ ہم صبح صادق کے طلوع سے پہلے صبح کاذب کے ظہور کے ممنوع

ونا ممکن ہونے کے قائل ہوں، یہ خود ایک کذب وغلط بیانی ہے۔

اور ہم آگے ان شاء اللہ تعالیٰ باحوالہ ثابت کریں گے کہ بروجی روشنی فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق 18 ڈگری سے متصل اور منفصل دونوں طرح نظر آنے کا امکان ہوتا ہے۔

معترض صاحب نے ''کشف الستور'' میں اس موقع پر صبح کاذب کے درجات کی مختلف ازمنہ وامکنہ کے اعتبار سے تعیین کا مطالبہ بھی کیا ہے۔

یہ بھی خوب رہی، صبح کاذب کی جو واقعی حیثیت اور جو اصولی درجہ اور فنی مقام ہے، وہ تو ہم نے موقع بموقع صبح صادق کے تقابل سے اجمالاً بھی اور تفصیلاً بھی پیش کر دیا، اور دونوں میں جو فرق ہے، جو دونوں کی الگ الگ حیثیت ہے، اور احکامِ شرع متعلقہ لیل ونہار کے تناظر میں دونوں کا جو درجہ بنتا ہے، وہ واضح کر دیا، اب پیچھے کیا رہ گیا؟

معترض صاحب چونکہ صبح کاذب کے اندھیروں کے راہی ہیں، شاید اس اندھیرے میں ''پانی میں مدانی'' چلانے کے فضول مشغلے کے مصداق کوئی مکھن نکالنا چاہتے ہیں، تو شوق سے وہ یہ کام کریں، یہ تو اب ان کا میدان ہے، یہاں وہ سرپٹ گھوڑے دوڑائیں ''میدانِ تیہ'' کے ہفت خواں طے کریں، صبح کاذب کی کوئی جنتری وتقویم ان کو تشکیل دینا ہو، تو فالتو عقل کے ایامِ بے شغلی کے ان مشغلوں کے لیے ان کے پاس ساری زندگی پڑی ہے، یہ کام کرتے رہیں، اس کا مطالبہ ہم سے کیوں کرتے ہیں۔

قصہ مختصر یہ کہ جس بات کے معترض صاحب قائل ہیں، اس کی ضرورت اور تعیین ان ہی کے ذمہ ہے، ہم تو صبح صادق کے درجات کی تعیین اور اس کی ضرورت کے قائل ہیں، اور وہ ہم بیان کر چکے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

# صبح صادق وفجرِ حقیقی اوراس کی اہمیت

معترض صاحب نے اپنی تحریر میں ہمارے مضمون کے سوال نمبر 1 پر اعتراضات کیے ہیں۔

چنانچہ معترض صاحب لکھتے ہیں:

''اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ صبح صادق کی کتنی اہمیت ہے، یہ بات محتاج بیان نہیں کہ صبح صادق ( کی بحث وتحقیق )اتنی ہی اہمیت کی حامل ہے جتنی ایک فرض نماز۔ایک فرض نماز خصوصاً نماز فجر اپنی فرضیت واہمیت تب برقرار رکھ سکتی ہے جب اس کومقررہ وقت پر ادا کیا جائے لہٰذا نماز فجر کی فرضیت واہمیت کے پیشِ نظر یہ کہنا سوفی صد بجاہے کہ صبح صادق کی تحقیق نہایت ہی ضروری اوراہم ہے''

پھراس کے بعد اپنے دوسرے مضمون ''کشف الستور''میں بھی معترض صاحب نے اس طرح کی باتیں دوبارہ کی ہیں۔

معترض صاحب نے صبح صادق کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے عشاءاوروتر اورتہجد کی نماز کے اوقات کے اختتام اورروزے کے آغاز کا قطعاً ذکرنہیں کیا،اورصرف نمازِ فجر تک اس کی اہمیت کومحدود رکھا،جبکہ ہم نے صبح صادق سے متعلق ان تمام امور کوملحوظ رکھا ہے۔

چنانچہ ہم نے اپنے مضمون میں تحریر کیا تھا:

''اس کے ساتھ شریعت نے نماز،روزہ کے احکام وابستہ فرمائے ہیں،چنانچہ فجر کی نماز اورروزہ شروع ہونے کا وقت اسی کے طلوع کے ساتھ وابستہ ہے،اورعشاء وتر اورتہجد کا وقت بھی صبح صادق پر ختم ہوجاتا ہے۔اس لئے شریعتِ مطہرہ نے اس موضوع پر اہتمام کے ساتھ روشنی ڈالی ہے''

علاوہ ازیں حنفیہ کے نزدیک صدقۂ فطر کا وجوب اورحجاجِ کرام کے لیے یومُ النحر کے بعض اعمال کے وقت کی ابتداءبھی صبح صادق سے متعلق ہے۔

پس جن احکام کے ذکر کی معترض صاحب نے ضرورت نہیں سمجھی،ان کا معاملہ اتنا نازک ہے

کہ ان کو صبح صادق سے ایک لمحہ مؤخر یا مقدم کرنے کی بھی اجازت نہیں، اور طلوعِ صبحِ صادق کے ایک لمحہ بعد سے بھی وجوبِ اہلیت ومحلیتِ صدقۂ فطر کا تعلق نہیں۔

بلکہ روزے میں تو شک کی صورت میں بھی اکل وشرب سے پرہیز کا فقہائے کرام نے حکم فرمایا ہے۔

اور جہاں تک نمازِ فجر کا معاملہ ہے، تو شریعت نے اس کو عین صبح صادق ہونے پر پڑھنے کی تاکید اور حکم نہیں فرمایا، بلکہ عندالاحناف تو نمازِ فجر بھی ''غلس'' کے بجائے ''اسفار'' میں پڑھنا افضل ہے۔

پس اتنے اہم امور کو نظر انداز کرنا اعتدال وانصاف کے اصولوں پر مبنی کیونکر ہوگا۔

معترض صاحب آگے لکھتے ہیں کہ:

''مگر یہاں صبح صادق کی اہمیت بیان کرنے کی بجائے حوالہ جات پر حوالجات نقل کئے گئے ہیں۔ جن کا ظاہری طور پر تعلق صبح صادق اور صبح کاذب کی شرعی تعریفوں کے ساتھ ہے۔ یہاں تعریفات کا تذکرہ بجا مگر اصولاً ضروری تھا کہ عنوان کا لحاظ کر کے اہمیت کی وضاحت فرما دی جاتی''

مگر ہم نے جواب نمبرا میں ''صبح صادق وفجرِ حقیقی اور اس کی اہمیت'' کا عنوان قائم کر کے جتنی بھی آیات اس عنوان کے ذیل میں پیش کی ہیں، وہ سب بحمداللہ تعالیٰ ہمارے قائم کردہ عنوان کے عین مطابق ہیں۔

چنانچہ ہم نے اپنے مضمون میں سب سے پہلے یہ آیت ذکر کی ہے:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۱۸۷)

اس آیت میں صحیح احادیث اور مفسرین کی تصریحات کی رُو سے سفید دھاگے سے بیاضُ النہار (یعنی دن کی سفیدی جو صبح صادق سے شروع ہوتی ہے) مراد ہے، اور سیاہ دھاگے سے سوادُ اللیل (یعنی رات کی تاریکی) مراد ہے۔

اس کے ثبوت میں احادیث اور محدثین کی عبارات ہم نے اپنے مضمون میں ذکر کر دی ہیں۔

اس آیت سے صبح صادق وفجرِ حقیقی کی اہمیت معلوم ہوئی کہ اس سے روزہ شروع ہونے کا تعلق ہے، اور روزہ اسلام کا اہم رکن ہے۔

لہٰذا یہ آیت صبح صادق وفجرِ حقیقی کی اہمیت کے عنوان کے عین مطابق ہے۔

اور ہم نے اپنے مضمون میں دوسری آیت یہ ذکر کی ہے:

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ (سورة الفجر ، رقم الآيات ١، ٢)

اس آیت میں فجر سے فجرِ حقیقی ہی مراد ہے، وہ الگ بات ہے کہ کسی خاص دن کی فجر مراد ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے فجر کی قسم اٹھانے سے صبح صادق وفجرِ حقیقی کی اہمیت معلوم ہوئی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کی قسم اٹھانا، اس چیز کی اہمیت وعظمت کی دلیل ہے۔

لہٰذا یہ آیت بھی صبح صادق وفجرِ حقیقی کی اہمیت کے عنوان کے عین مطابق ہے۔

اور ہم نے اپنے مضمون میں تیسری آیت یہ ذکر کی ہے:

هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (سورة القدر، رقم الآية ٥)

اس آیت میں بھی مطلعِ فجر سے طلوعِ فجر یعنی صبح صادق کا مبدء مراد ہے۔

یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے بہتر قرار دینے کے بعد بیان فرمایا ہے، اور لیلۃ القدر یا شبِ قدر کی اس فضیلت کا اختتام طلوعِ فجر پر بتلایا ہے، جس سے صبح صادق وفجرِ حقیقی کی اہمیت معلوم ہوئی۔

لہٰذا یہ آیت بھی صبح صادق وفجرِ حقیقی کی اہمیت کے عنوان کے عین مطابق ہے۔

اور ہم نے اپنے مضمون میں چوتھی آیت یہ ذکر کی ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ. اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (سورة بنى اسرائيل ،رقم الآية ٧٨)

مفسرین کے نزدیک اس آیت میں ''قرآن الفجر'' سے فجر کی نماز مراد ہے (معارف القرآن عثمانی، ج۵ص۵۱۵)

اور فجر کی نماز کا وقت صبح صادق وفجرِ حقیقی سے شروع ہوتا ہے۔

اس آیت سے بھی صبح صادق وفجرِ حقیقی کی اہمیت معلوم ہوئی،اس آیت سے پانچ فرض نمازوں میں سے دو نمازوں فجر اور عشاء کا تعلق ہے،اور نماز اسلام کا اہم رکن ہے۔

لہٰذا یہ آیت بھی صبح صادق وفجرِ حقیقی کی اہمیت کے عنوان کے عین مطابق ہے۔

اور ہم نے اپنے مضمون میں پانچویں آیت یہ ذکر کی ہے:

**فَالِقُ الْاِصْبَاحِ. وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا. ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ** (سورۃ الانعام، رقم الآیۃ ۹۶)

جمہور کے نزدیک فالقُ الاصباح سے نہارِ شرعی کا مبدأ یعنی صبح صادق کا طلوع مراد ہے۔

اور یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ وبالغہ کو ظاہر کرنے کے لئے بیان فرمایا ہے۔

لہٰذا یہ آیت بھی صبح صادق وفجرِ حقیقی کی اہمیت کے عنوان کے عین مطابق ہے۔

اور ہم نے اپنے مضمون میں چھٹی آیت یہ ذکر کی ہے:

**قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ** (سورۃ الفلق، رقم الآیۃ ۱)

جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں فلق سے مراد بھی صبح صادق اور فجرِ حقیقی ہی ہے۔

یہ آیت بھی صبح صادق وفجرِ حقیقی کے عنوان سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی وعظمت کو بیان کررہی ہے،اور اللہ تعالیٰ سے پناہ حاصل کرنے کی تعلیم دے رہی ہے،جس سے صبح صادق وفجرِ حقیقی کی اہمیت صاف ظاہر ہے،لہٰذا یہ آیت بھی صبح صادق وفجرِ حقیقی کی اہمیت کے عنوان کے عین مطابق ہے۔

اگر کسی صاحب کو صبح صادق وفجرِ حقیقی کی اہمیت سے اتنی ہی ضد ہے،تو ان پر لازم ہے کہ ان قرآنی آیات کے مقابلہ میں کوئی ایک آیت صبح کاذب کی اہمیت کے متعلق پیش کریں۔

## صبح صادق سے پہلے لیل ہونا مسلّمہ مسئلہ ہے

معترض صاحب اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

”یہ بات بالاتفاق مسلم ہے کہ صبح صادق سے پہلے رات ہوتی ہے اور صبح صادق کے بعد دن کے

احکام جاری ہوتے ہیں۔ جب یہ بات طے شدہ ہے تو سوال یہ ہے کہ کتاب مذکور میں اس موضوع پر اتنا زور دے کر حوالے پر حوالے جمع کرنا تحصیل حاصل نہیں کہلائے گا تو اور کیا ہوگا؟ یا اس بحث کو معنوی طور پر کسی اور مقصد کے حصول کا ذریعہ قرار دینا پڑے گا؟''

معترض صاحب اتنی اہم چیز کے ذکر اور اس کے حوالے جمع کرنے کو جس کا اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے، تحصیلِ حاصل قرار دے رہے ہیں۔

اور کسی چیز کا اہم ہونا خود اس کو متقاضی ہے کہ اس کو اہمیت کے ساتھ ذکر کیا جائے، چنانچہ محدثین وفقہائے کرام بھی کسی موضوع کے آغاز میں اس کی اہمیت کا اسی لئے ذکر کرتے ہیں، تاکہ اس کا شرعی درجہ ومقام (مثلاً قطعی وظنی وغیرہ ہونا) واضح ہو، اور اس کے منکر وتارِک کا حکم معلوم ہو۔

اور قطع نظر ان تمام باتوں سے مجیب کے ذمہ سوال کا جواب ہوتا ہے، خواہ وہ سوال قطعیات سے متعلق ہو، یا ظنیات سے متعلق ہو، یا کسی اور درجہ کی چیز سے متعلق ہو۔

اور ہم نے اپنے مضمون میں سوالوں کے مطابق جوابات کا التزام کیا ہے، ان سوالوں و جوابوں کا تعلق اگر معترض صاحب کے مقصد سے نہ ہو، تو ہم پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

پھر آگے معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''صبح صادق سے پہلے رات کے لئے ''حقیقی لیل''، اور ''صبح کاذب کا حقیقی لیل میں داخل ہونا''، اور صبح صادق یا اس کے بعد وقت کے لئے ''نہار شرعی کا مبدء''، اور ''اصل وحقیقی صبح وفجر وہ ایک ہی ہے، دو نہیں ہے'' وغیرہ وغیرہ الفاظ جو بار بار استعمال کئے گئے ہیں تو اس سے قاری کے ذہن میں صبح صادق کا وہ خیالی نقشہ راسخ کرنا مقصود نظر آتا ہے، جو جدید ماہرین فن نے فنی تشریح کرتے ہوئے صبح کے حوالے سے کھینچا ہے''

واقعہ یہ ہے کہ اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ شریعت کی نظر میں صبح صادق سے پہلے کا وقت حقیقی لیل میں داخل ہے، خواہ اس سے پہلے کاذب نظر آئے یا نہ آئے، اور صادق سے قبل نظر آئے تو وہ بھی حقیقی لیل کا ہی حصہ ہے، اور صبح صادق نہارِ شرعی کا مبدأ ہے، اور اصل وحقیقی صبح وفجر

ایک ہی ہے۔ [1]

تو پھر جدید ماہرینِ فن کی تحقیق کے اس کے مطابق ہونے سے پریشانی کا کیا مطلب؟ یہ حقائق تو خود شریعت سے ثابت ہیں۔

پھر آگے معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ہمارے مہربانوں نے ان ماہرین کی تشریح کو حرف آخر سمجھ کر اس کے لئے دلائل تلاش کرنا شروع کردیئے"

اگر کوئی ایسا کرتا ہے، تو وہ بقول معترض صاحب ان کے اپنے مہربانوں کی فہرست میں شامل ہوگا، ہم نے تو جو موقف اختیار کیا ہے، وہ قرآنی آیات اور شرعی دلائل کو حرفِ آخر سمجھ کر اختیار کیا ہے، پھر اگر ماہرینِ فن کی تشریحات خود شریعت کے دلائل کے مؤیّد وتابع ہوکر سامنے آئیں، تو اس سے تو خود شرعی دلائل کی حقانیت واضح ہوتی ہے، اور جدید هیئت کے بہت سے اصول بمقابلہ هیئتِ قدیم کے اسلام کے زیادہ قریب ہیں۔

اس کے بعد معترض صاحب نے اپنے مضمون میں فضول کی بحثیں کی ہیں، جن کا مسئلہ زیرِ بحث سے زیادہ تعلق نہیں، اس لیے ان پر کلام سے کنارہ کشی اختیار کی جاتی ہے۔

معترض صاحب نے اپنے دوسرے مضمون "کشف الستور" میں پھر یہ سوال دہرایا ہے کہ ہم نے صبح صادق سے متعلق آیات کو اپنی تالیف "صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق" میں نقل کر کے قارئین کو کیا نتیجہ دیا؟

مگر ہم اس کا جواب ایک مرتبہ پھر قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں، کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ معترض صاحب نے "میں نہ مانوں" کا پہاڑا مضبوط یاد کر رکھا ہے، اس لیے ان کے ساتھ مغز زنی بے کار ہے۔

---

[1] ولکن فی غایة البیان ما هو أعم حیث قال النهار عبارة عن زمان ممتد من طلوع الفجر الصادق إلى غروب الشمس وهو قول أصحاب الفقه واللغة، ولهذا قال صاحب دیوان الأدب النهار ضد اللیل وینتهی اللیل بطلوع الصبح الصادق اهـ(حاشیة الشرنبلالی علیٰ دررالحکام شرح غررالاحکام، ج ۱ ص۱۹۷ ، کتاب الصوم،انواع الصیام)

# صبح صادق وکاذب کی حدِ تام ورسومِ ناقصہ وتعبیراتِ مختلفہ

معترض صاحب نے اپنے مضمون میں درجِ بالاعنوان قائم کرکے ہمارے مضمون کا حوالہ دے کراعتراضات کئے ہیں۔

چنانچہ معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حصہ اول میں جدید اصطلاحات کا تذکرہ کیا گیاان اصطلاحات کا استعمال تقریباً پوری کتاب میں کیا گیا ہے یہاں بھی صبح کاذب کے انکار کو مستلزم تحریرات نقل کرتے ہوئے کچھ مبہم ابحاث چھیڑی گئی ہیں۔مثلاً تحریر ہے''

یہ اعتراض کرتے وقت معترض صاحب پر لازم تھا کہ وہ ہمارے مضمون کا کوئی بھی ایسا اقتباس نقل کرتے ،جس سے صبح کاذب کی حقیقت کا انکار ثابت ہوتا۔

لیکن کیونکہ معترض صاحب اپنے مبنی بر غلو وتحکم موقف کی بنا پر صبح کاذب کو اس کی حقیقت اور درجہ پر رکھنے کے لئے تیار نہیں، اس لئے انہیں جو بات بھی اپنے اس موقف کے خلاف نظر آتی ہے، اسے وہ صبح کاذب کے انکار کو مستلزم سمجھتے ہیں، جس طرح یرقان کے مریض کو ہر چیز پیلی نظر آتی ہے۔

معترض صاحب ہمارے مضمون کا ایک اقتباس درج کرکے لکھتے ہیں کہ:

''ہم یہاں مذکورہ بالا اظہارِ افسوس پر افسوس ہی کرسکتے ہیں کہ قائلین ۱۵ والوں کی ساری محنت کو ایک ایسے گھڑے میں پھینک دی گی کہ وہ سرے سے تحقیق کے زمرے میں داخل ہیں نہیں جس پر کسی حد تک غور وفکر کی بھی ضرورت محسوس کی جائے۔ یہاں قائلین ۱۵ پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ یہ لوگ اپنا اور دوسروں کا نہ صرف وقت ضائع کرتے ہیں''

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم نے قائلین 15 درجہ سے یہاں تعرض ہی نہیں کیا، بلکہ صادق وکاذب میں بنیادی، واضح اور نمایاں فروق کو نظر انداز کرنے والوں پر افسوس کا اظہار کیا ہے، اب اگر معترض صاحب قائلینِ 15 درجہ کے بارے میں یہ نظریہ رکھتے ہیں، کہ وہ

صادق وکاذب کے مابین ان بنیادی، واضح اور نمایاں فروق کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں، تو یہ ان کے لیے مقامِ فکر ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ معترض صاحب کے ذہن میں کچھ اس طرح کے تصورات جمے اور بسے ہوئے ہیں، کہ ان کے باعث وہ شریعت کے دلائل سے خوف کھا کر تاویلات کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ’’اسی تمہید کے بعد اب آتے ہیں اصل موضوع کی طرف کہ اصل حقیقت کیا ہے؟ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: لایغرنکم بیاض مستطیل حتی یستطیر ھکذا۔ بیاض مستطیل سے دھوکہ میں نہیں پڑنا چاہئے الخ‘‘

اولاً تو معترض صاحب کی تمہید کی حقیقت پہلے واضح کی جاچکی ہے، پھر اس کے بعد معترض صاحب نے جن الفاظ کے ساتھ حدیث لکھی ہے، ان الفاظ کے ساتھ حدیث ذخیرۂ احادیث میں کسی جگہ دستیاب نہیں ہوسکی، معترض صاحب پر مکمل حوالہ لازم تھا، اور اگر معترض صاحب حوالہ کی مراجعت کرتے تو امید ہے کہ صحیح الفاظ تک پہنچ جاتے۔

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ’’لایغرنکم‘‘ کے الفاظ سے صرف بیاضِ مستطیل سے دھوکہ کھانے سے ہی منع نہیں فرمایا، بلکہ ساتھ ہی اذانِ بلال وندائے بلال سے بھی دھوکہ کھانے سے منع فرمایا ہے۔

مگر معترض صاحب نے اذانِ بلال وندائے بلال کے الفاظ کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

چنانچہ مسلم کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

**لَا يَغُرَّنَّكُمْ مِنْ سَحُورِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا بَيَاضُ الْأُفُقِ الْمُسْتَطِيلُ هٰكَذَا** (مسلم) [1]

---

[1] رقم الحدیث ۱۰۹۴ ’’۴۳‘‘ کتاب الصیام، باب بیان أن الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر.

آگے معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حدیث پر غور کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ صبح صادق کا وقت رات کے اختتام اور دن کے اثرات کا ایک ایسا لمحہ ہوتا ہے جس میں فنی اعتبار سے شاید کوئی خاص فرق نہ ہو سکے"

جس لمحے کو شریعت نے رات اور دن میں حدِ فاصل قرار دیا ہو، اس کے متعلق فنی اعتبار سے رات اور دن میں خاص فرق نہ ہو سکنے کی بات یا تو وہ شخص کر سکتا ہے، جو فن سے ناواقف ہو، اور یا پھر وہ شخص کر سکتا ہے، جو شریعت وحقیقت کے متضاد ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو۔

اور اس سلسلہ میں ہمارا موقف یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی سادہ انداز میں کاذب وصادق کے درمیان شرعی فرق کے ساتھ ساتھ فنی فرق کو بھی واضح فرما دیا ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کاذب کو مستطیل اور صادق کو معترض ومستطیر فرما کر فنی اعتبار سے یہ واضح فرما دیا کہ صادق معترض ہونے کے ساتھ ساتھ صفتِ استطار وانتشار کی حامل ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے وہ مشرقی اُفق سے عرضاً استطار وانتشار کرتے ہوئے بڑھتے بڑھتے کہیں سے کہیں یہاں تک کہ مغربی اُفق تک پہنچ جاتی ہے، اور اسی وجہ سے صادق نہارِ شرعی کا مبدأ ہوتی ہے، جبکہ کاذب اس صفت سے محروم ہے، اس لئے کاذب مستطیل سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے، اور اس کو حقیقی صبح وفجر نہیں سمجھنا چاہئے۔

اس سے زیادہ شرعی اور فنی وضاحت اور کیا ہو سکتی ہے۔

علاوہ ازیں مسلمان بلکہ مستند اہلِ علم ماہرینِ فلکیات نے بھی موجودہ دور کے ترقی یافتہ سائنسی دور سے بہت پہلے ان دونوں میں فنی اعتبار سے فرق کیا ہے۔

## حدِ تام اور رسومِ ناقصہ کی اصطلاح

معترض صاحب نے اپنی تحریر میں ایک جگہ "حدِ تام اور رسومِ ناقصہ کی اصطلاح" کا عنوان قائم کیا ہے۔

پھر وہ اس کے ذیل میں اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اس بحث کے حوالے سے ایک سوال تو یہ کیا جاسکتا ہے، کہ صبح کاذب وصادق کی ان تعریفوں کی تشکیل پر صریح دلیل کیا ہے؟ کیا فقہاء وغیرہ میں سے کسی نے صبح کی یہ تعریف کی ہے؟ اگر کی ہے تو حوالہ پیش کرنے کی ضرورت ہے اور اگر نہیں تو پھر آج ان اصطلاحات کی ایجاد کی کیا ضرورت درپیش آئی؟''

اس سوال کا بالکل سیدھا اور واضح جواب یہ ہے کہ آپ اصطلاحات میں کیوں اُلجھتے ہیں، وہ تو تعبیر کی ایک صورت ہے، جس پر کسی کو اصرار نہیں، حسبِ ذوق یا سہولت تفہیم کے لیے کوئی بھی مناسبِ حال تعبیر ہر کوئی اختیار کرسکتا ہے۔

الفاظ میں الجھتے نہیں دانا غوّاص کو مطلب ہے گہر سے یا صدف سے

اس لیے قطع نظر ان اصطلاحات کے وہ کسی دلیل سے ثابت کریں کہ صبح صادق نہارِ شرعی کا مبدأ اور طلوعِ شمس کا مقدمہ نہیں، اور اِس کے برعکس کاذب کو یہ مقام حاصل ہے، یا یہ کہ صادق کی روشنی کو صفتِ انتشار حاصل نہیں، اوراس کے برعکس کاذب کی روشنی کو صفتِ انتشار حاصل ہے، یا یہ کہ صادق کی روشنی اُفق میں معترض نہیں بلکہ مستطیل ہوتی ہے، اوراس کے برعکس کاذب کی روشنی مستطیل کے بجائے معترض ہوتی ہے، تو پھر ان باتوں میں کوئی وزن ہوسکتا ہے۔

اسی طرح رسومِ ناقصہ ان تعبیرات، تعریفات یا علامات کا عنوان ہے، جو عارض وطاری ہوتی ہیں، لازم ودائمی نہیں، تو وہ قطع نظر اصطلاح کے ان علامات کو اس کے علاوہ کوئی اور درجہ دیتے ہوں، مثلاً بہر حال لازمِ ذات کو قرار دیتے ہیں، تو اپنا موقف مدلل طور پر پیش کردیں۔

ہم اب یہاں صرف اتنی بات کہنے پر اکتفاء کرتے ہیں کہ:

مختلف اقوال میں تطبیق کا ایک قاعدہ ''حدِ تام اور رسمِ ناقص'' کا بھی ہے، اور جب کوئی قاعدہ کسی مسئلہ پر منطبق ہورہا ہو، اور کسی جزئیہ کی کسی اصول پر تفریع ہورہی ہو، تو اس انطباق وتفریع کا اس قاعدہ واصول کے عنوان سے ثبوت ضروری نہیں ہوتا۔

پس ہماری تعریف وتعبیر پر ممانعت کی کوئی معقول دلیل پیش کئے بغیر اس سے تعارض درست نہیں۔

آگے معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ان روایات میں اگرچہ کاذب کے لئے مستطیل اور صادق کے لئے بیاضِ مستطیر کا تذکرہ موجود ہے مگر اس سے حدِ تام اور رسوماتِ ناقصہ پر استدلال کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ یہ روایات زیادہ سے زیادہ مستطیل اور مستطیر کے حوالے سے ناطق جبکہ دیگر علامات کے حق میں ساکت ہوجائیں گی مگر ان سے مسکوت عنہ (یعنی مستطیل ومستطیر کے علاوہ دیگر علامات) کی نفی کے التزام کا کیا معنیٰ؟ جبکہ دیگر طریقہ سے ان کا ثبوت بھی پایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ خود صاحب کتاب بھی ان چیزوں کے مطلقاً انکار کی پوزیشن میں نہیں ہیں''

حالانکہ صبح صادق کے نہارِ شرعی اور اس سے پہلے کے وقت کے لیل میں داخل ہونے اور صبح صادق کی روشنی کے مستطیر اور کاذب کی روشنی کے مستطیل ہونے پر احادیث ناطق ہیں، جس سے صبح صادق کا نہارِ شرعی کا مبدأ اور اس کی روشنی کا منتشر ہونا بھی لازمی طور پر معلوم ہورہا ہے۔

اور ہمارے نزدیک یہی حدِ تام میں داخل ہونا ہے۔

اور معترض صاحب کے نزدیک دیگر علامات کے حق میں یہ ساکت ہیں، تو دیگر طریقہ سے ان کے ثبوت کا درجہ بھی اسی کے مطابق ہوگا، اور وہ درجہ ہمارے نزدیک رسومِ ناقصہ کا ہے۔

پھر ہماری طرف ان علامات کی نفی کے التزام کی نسبت کرنے کے کیا معنیٰ؟ جو چیز رسومِ ناقصہ کے درجے میں ہی ثابت ہو، اس کو اس درجے میں ثابت ماننا اس کی نفی نہیں کہلاتا، بلکہ ثبوت کہلاتا ہے۔

## صادق وکاذب کی روایات اور لفظ ''حتیٰ'' کی توضیح

معترض صاحب اپنی تحریر میں ''لفظ ''حتیٰ'' کی وضاحت'' کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں کہ:

''قائلین ۱۵ درجے والے حضرات کا کہنا ہے کہ صبح کاذب رات کے بالکل اخیر میں طلوع ہوکر صبح

صادق سے تھوڑی دیر پہلے غائب ہوجاتی ہے، اور پھر فوراً صبح صادق کی روشنی نمودار ہوجاتی ہے، جب کہ ۱۸ درجے پر صبح صادق کو تسلیم کرنے پر مذکورہ بالا حقیقت کی نفی لازم آتی ہے، کیونکہ اس صورت میں بروجی روشنی کو صبح کاذب ماننا پڑے گا اور وہ بقول اکثر محققین ۱۸ درجے سے کافی پہلے طلوع ہوکر غائب ہوجاتی ہے‘‘

معترض صاحب نے 15 و 18 درجے کے اقوال پر جو مذکورہ حکم لگایا ہے، وہ مبہم ہے، کیونکہ شریعت نے کاذب کے صادق سے قبل ظہور وغیوب کی مقدار کی کوئی حد بندی نہیں کی، اور فقہائے کرام نے بھی دونوں کے مابین وقفہ کو زمان وساعت کے ساتھ بیان کیا ہے، اور آگے آتا ہے کہ ساعت سے مراد مطلق زمان ہے، جس کی نہ منٹوں سے تحدید ہے اور نہ گھنٹوں سے۔

لہٰذا بیاضِ مستطیل خواہ بیاضِ مستطیر سے متصل نظر آئے یا منفصل نظر آئے، فاصلہ خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، یا بالکل بھی نہ ہو، بہر صورت مستطیل پر کاذب کا اور مستطیر پر صادق کا حکم لازم ہوگا، اور اس منصوص فرق کو نظر انداز کرکے غیر منصوص قیود کو بنیادی اور اصل حیثیت دینے کا جواز نہ ہو، نیز بروجی روشنی کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ ہمیشہ بہت پہلے ظاہر ہوکر غائب ہوجاتی ہے، درست نہیں، بلکہ وہ صادق کے ساتھ منفصل اور متصل بلکہ اس میں منغمر بھی ہوسکتی ہے، جس کی وجہ سے کاذب کے اثرات طلوعِ صادق کے ابتدائی لمحات کے بعد تک بھی نظر آ سکتے ہیں، جیسا کہ آگے حوالہ جات کے ذیل میں آتا ہے۔

البتہ اس کے واضح اور غیر واضح نظر آنے میں فرق ضرور ہوسکتا ہے، اور یہی بات فقہائے کرام سے بھی ثابت ہے۔

آگے چل کر معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

’’۱۵ درجے والے قائلین حدیث ’’لایغرنکم البیاض المستطیل حتی یستطیر الخ‘‘ سے استدلال کرتے ہیں کہ ’’حتی یستطیر‘‘ کا تقاضا یہ ہے کہ بیاض مستطیل کا آخری اثر بیاض مستطیر تک باقی رہے گا‘‘

پھر چند سطور کے بعد معترض صاحب لکھتے ہیں:

’’جواباً عرض ہے کہ اول تو یہاں لفظ ’’حتیٰ‘‘ والی روایات کو ’’بعض روایات‘‘ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے

حالانکہ کثیر التعداد روایات میں لفظ ''حتیٰ'' منقول ہے''

اولاً تو پہلے واضح کیا جا چکا کہ مذکورہ الفاظ کے ساتھ حدیث کا حوالہ درکار ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے **''لا یغرنکم''** کے الفاظ سے صرف بیاضِ مستطیل سے دھوکہ کھانے سے ہی منع نہیں فرمایا، بلکہ اذانِ بلال وندائے بلال سے بھی دھوکہ کھانے سے منع فرمایا ہے۔ [1]

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ ''حتی'' دراصل ''لا یغرنکم'' کی غایۃ بیان کرنے کے لئے ہے، جس کے بعد اذانِ بلال اور بیاضِ مستطیل کا ذکر ہے، اور بیاضِ مستطیل کا عطف اذانِ بلال پر ہے، لہٰذا دونوں کا حکم برابر ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ سحری کی ممانعت اور نمازِ فجر کے آغاز وغیرہ جیسے احکام میں نہ تم اذانِ بلال سے دھوکہ کھاؤ، کیونکہ وہ فجر سے پہلے یعنی رات میں اذان دیتے ہیں، اور نہ بیاضِ مستطیل سے دھوکہ کھاؤ، یہاں تک کہ بیاضِ مستطیر کا آغاز نہ ہو جائے، کیونکہ نہار کا مبدأ وہی ہے۔

اب اگر معترض صاحب لفظ ''حتیٰ'' کی بنیاد پر بیاضِ مستطیل کا مستطیر تک امتداد ثابت کرتے ہیں، تو اس سے اذانِ بلال کا امتداد بھی لازم آتا ہے (بوجہ معطوف، معطوف علیہ اور دونوں کا حکم ایک ہونے کے)

پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ حقیقی امتداد کے تو معترض صاحب خود بھی قائل نہیں، کیونکہ وہ بھی درمیان میں کسی قدر وقفہ کو تسلیم کرتے ہیں، پھر اگر ہم فقہائے کرام کی تصریحات کے باعث کبھی زیادہ اور کبھی کم فصل کے قائل ہوں، تو اس پر بھی ان کو اعتراض کا حق نہیں ہونا چاہئے۔

اور اصل بات وہی ہے جو ہم نے پیچھے ذکر کر دی ہے کہ رات کا حکم اس وقت تک برقرار رہے

---

[1] چنانچہ مسلم کی حدیث کے الفاظ پیچھے گزر چکے ہیں:

**عن سمرة بن جندب رضی الله عنه، قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :لا یغرنکم من سحورکم أذان بلال، ولا بیاض الأفق المستطیل هکذا، وحکاه حماد بیدیه، قال :یعنی معترضا(مسلم،رقم الحدیث ۱۰۹۴ ''۴۳'' کتاب الصیام، باب بیان أن الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر)**

گا، جب تک بیاضِ مستطیر طلوع نہ ہوجائے، اس سے پہلے خواہ اذانِ بلال واقع ہو یا غیر اذانِ بلال یا بیاضِ مستطیل یا کوئی بھی روشنی ظاہر ہو (خواہ متصلاً یا منفصلاً اور انفصالِ قلیل کے ساتھ یا کثیر کے ساتھ) اس سے لیلِ شرعی کا اختتام اور نہارِ شرعی کا آغاز نہ ہوگا ''حتی مطلع الفجر''۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت سمرہ کی مذکورہ حدیث اور دیگر متعدد احادیث میں صبح صادق و فجرِ حقیقی کے طلوع کو بیان کرنے کے لئے ''حتیٰ'' کے بعد ''یبدو الفجر'' ''ینفجر الفجر'' ''یطلع الفجر'' وغیرہ الفاظ وارد ہوئے ہیں، جن میں ''حتیٰ'' کے بعد وارد فعل کا فاعل بھی ساتھ ہی مذکور ہے۔

جبکہ متعدد روایات میں لفظِ ''حتیٰ'' کے بجائے ''لکن'' سے ''الفجر المستطیر'' اور ''الصبح المستطیر'' کا استدراک کیا گیا ہے، جن سے معترض صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

اور ہمارے مذکورہ موقف کے مطابق تمام روایات اپنی اپنی جگہ درست ہیں، کیونکہ ہم کاذب کے صادق کے ساتھ انفصال و اتصال وانفجار سب کے امکان کے قائل ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ بخاری شریف کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن عائشة رضي الله عنها، أن بلالا كان يؤذن بليل، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم، فإنه لا يؤذن حتى يطلع الفجر، قال القاسم: ولم يكن بين أذانهما إلا أن يرقى ذا وينزل ذا (بخاری، رقم الحديث ۱۹۱۸)

یہ حدیث معترض صاحب نے بھی اپنی تحریر میں ذکر کی ہے، مگر انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ اس حدیث میں ''حتیٰ یطلع الفجر'' ہے، جس میں ''یطلع'' کا فاعل بھی ساتھ ہی مذکور ہے، اور اس میں کاذب کا کوئی ذکر نہیں، بلکہ اس سے پہلے لیل کا ذکر ہے، اور یہ حدیث (جس کو معترض صاحب نے اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا ہے) معترض صاحب کے موقف کے خلاف ہے۔

مسلم کی ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

**معترض صاحب نے اپنی تحریر میں پانچ روایات اور وہ بھی تکرارِ سند کے ساتھ ذکر کر کے جو کثیر التعداد روایات کا تاثر قائم کر کے اپنے مدعا کا ہونا ذکر کیا ہے، بظاہر غلو پر مبنی ہے۔**

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن سوادة، قال :سمعت سمرة بن جندب رضى الله عنه، وهو يخطب يحدث عن النبى صلى الله عليه وسلم، أنه قال :لا يغرنكم نداء بلال، ولا هذا البياض حتى يبدو الفجر - أو قال -حتى ينفجر الفجر(مسلم،رقم الحديث ١٠٩٤ "٣٣" كتاب الصيام، باب بيان أن الدخول فى الصوم يحصل بطلوع الفجر)

اور شرح معانی الآ ثار کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

ثنا شعبة، قال :سمعت سوادة القشيرى وكان إمامهم ,قال :سمعت سمرة بن جندب، يقول :إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :لا يغرنكم نداء بلال ,ولا هذا البياض , حتى يبدو الفجر ,وينفجر الفجر(شرح معانى الآثار ، رقم الحديث ٨٥٨)

اور نسائی میں یہ الفاظ ہیں:

حدثنا شعبة، أنبأنا سوادة بن حنظلة، قال :سمعت سمرة، يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا يغرنكم أذان بلال، ولا هذا البياض حتى ينفجر الفجر هكذا وهكذا -يعنى معترضا - قال أبو داود :وبسط بيديه يمينا وشمالا مادا يديه(سنن النسائى، رقم الحديث ٢١٧١، السنن الكبرىٰ للنسائى، رقم الحديث ٢٤٩٢)

یہ روایت معترض صاحب نے بھی اپنی تحریر میں درج کی ہے، جس میں ''ینفجر'' کا فاعل بھی ساتھ ہی مذکور ہے، پھر'' بیاضِ مستطیل'' کے لزومِ امتداد کے کیا معنیٰ؟ جس کے ثبوت کے معترض صاحب درپے ہیں۔

اور مستخرج ابی عوانہ میں یہ الفاظ ہیں:

حدثنا شعبة، قال :أخبرنى سواد بن حنظلة القشيرى قال :، سمعت سمرة بن جندب يخطب قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا يغرنكم نداء بلال ولا هذا البياض حتى ينفجر الفجر هكذا (مستخرج ابى عوانة ،رقم الحديث ٢٧٧٩)

اور مسند الطیالسی میں یہ الفاظ ہیں:

أخبرنى سوادة بن حنظلة القشيرى، سمع سمرة بن جندب، يخطب قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا يغرنكم نداء بلال ولا هذا البياض حتى ينفجر الفجر هكذا (مسند الطيالسى ، رقم الحديث ٩٣٩)

اور مسند احمد میں یہ الفاظ ہیں:

قال روح :قال :سمعت سوادة القشيرى، وكان إمامهم، قال :سمعت سمرة بن جندب، يخطب يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :لا يغرنكم نداء بلال، وهذا البياض حتى ينفجر الفجر "، أو "يطلع الفجر "(مسند احمد، رقم الحديث ٢٠٠٧٩)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معترض صاحب ''احادیث سے استشہاد'' کے عنوان کے ذیل میں پانچ روایات درج کر کے لکھتے ہیں کہ:

بیاضِ مستطیل کے بعد ''حتی'' کا تقاضا یہ ہے کہ یہ روشنی رات کے اخیر میں طلوع ہو کر صبح صادق سے پہلے تک موجود رہنی چاہئے؟ (کشف الغشاء ص ۵۷، بلفظہٖ)

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال شعیب الارنؤوط: صحیح لغیرہ، وھذا إسناد حسن (حاشیة مسند احمد)

اور ''یتفجر الفجر'' یا ''یطلع الفجر'' وغیرہ الفاظ سے صادق کے حقیقی فجر کی طرف بھی اشارہ ہے۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

عن سمرة بن جندب، عن النبی صلى الله عليه وسلم أنه قال " :لا يغرنكم أذان بلال، ولا هذا الفجر المستطيل، ولكن الفجر المستطير "، وأومأ بيده هكذا، وأشار يزيد بيده اليمنى (مسند احمد، رقم الحديث ۲۰۲۰۳)

قال شعیب الارنؤوط: صحیح لغیرہ، وھذا إسناد حسن (حاشیة مسند احمد)

اور ترمذی میں یہ الفاظ ہیں:

عن سمرة بن جندب قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا يمنعنكم من سحوركم أذان بلال، ولا الفجر المستطيل، ولكن الفجر المستطير فی الأفق (سنن الترمذی، رقم الحديث ۷۰۶)

قال الترمذی: هذا حديث حسن.

اور مسند احمد میں ایک دوسرے مقام پر ہے:

عن سمرة بن جندب، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :لا يمنعنكم من سحوركم أذان بلال، ولا الفجر المستطيل، ولكن الفجر المستطير فی الأفق "(مسند احمد، رقم الحديث ۲۰۱۵۸)

قال شعیب الارنؤوط: صحیح لغیرہ، وھذا إسناد حسن (حاشیة مسند احمد)

اور مصنف ابنِ ابی شیبہ میں ہے:

عن سمرة بن جندب ، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا يمنعنكم من السحور أذان بلال ، ولا الصبح المستطيل ، ولكن الصبح المستطير فی الأفق (مصنف ابن ابی شيبة ، رقم الحديث ۹۰۲۰)

اور مسند طیالسی میں ہے:

عن سمرة بن جندب، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :لا يمنعنكم أذان بلال من السحور ولا الصبح المستطيل ولكن الصبح المستطير فی الأفق (مسند الطيالسی، رقم الحديث، ۹۴۰)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معترض صاحب کے کثیر التعداد روایات کے دعوے کی حقیقت تو پیچھے گزر چکی ہے، پھر معترض صاحب خود اس بارے میں مذبذب ہیں، کہ کاذب کی روشنی صادق سے متصل ہوگی، یا منفصل؟ کیونکہ انہوں نے پہلے جتنا زور لفظِ ''حتی'' کی بحث پر لگایا، اس کا تقاضا یہ تھا کہ بغیر کسی فصل کے بیاضِ مستطیل ہی، بیاضِ معترض ومستطیر کی شکل اختیار کر لے، یعنی بغیر فصل کے اس سے ملصق وملحق ہو جائے۔

لہٰذا اب یہ کہنا کہ ''صبح صادق سے پہلے تک موجود رہنی چاہئے'' کیسے درست ہوسکتا ہے؟ بلکہ یہ کہنا چاہئے تھا کہ ''صبح صادق تک موجود رہنی چاہئے'' اور جب معترض صاحب ''صبح صادق تک'' کے بجائے ''صبح صادق سے پہلے تک'' کے قائل ہیں، تو یہ ''حتیٰ'' کے اس مفہوم کے کیسے موافق ہوا، جس کے بارے میں معترض صاحب اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

> ''حتی یستطیر'' کا مصداق ''ای ینتشر ذلک العمود'' کہہ کر یہ بات واضح فرمادی کہ صبح کاذب کی روشنی صبح صادق تک باقی رہے گی''

اور آگے معترض صاحب نے چند منٹوں کے وقفے کا ذکر کیا ہے، جبکہ انہوں نے اپنے مشاہدات میں چند سیکنڈوں کے وقفے کا ذکر کیا ہے۔

بہرحال گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ زوڈیکل لائٹ کا کاذب اور 18 ڈگری

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اور شرح السنۃ میں ہے:

عن سمرة بن جندب، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا يمنعنكم من سحوركم أذان بلال، ولا الفجر المستطيل، ولكن الفجر المستطير فى الأفق.
هذا حديث متفق على صحته، أخرجه مسلم، عن أبى الربيع الزهرانى، عن حماد بن زيد، عن عبد الله بن سوادة، عن أبيه .وأراد بالمستطير :المنتشر المعترض فى الأفق
(شرح السنة للامام البغوى ، رقم الحديث ۴۳۵)

اور ابنِ ماجہ میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

عن عبد الله بن مسعود، أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال" :لا يمنعن أحدكم أذان بلال من سحوره، فإنه يؤذن لينتبه نائمكم،وليرجع قائمكم، وليس الفجر أن يقول هكذا، ولكن هكذا يعترض فى أفق السماء "(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۶۹۶)
قال شعيب الارنؤوط: اسناده صحيح(حاشية سنن ابنِ ماجه)

پر اسٹرانومیکل ٹیولائٹ کا صادق ہونا احادیث کے خلاف ہرگز نہیں ہے۔
اور وقت کی کمی بیشی اس میں مانع نہیں، جس کے خود فقہائے کرام بھی قائل ہیں، اور اس کی بھی فقہاء نے صراحت کی ہے کہ عام طور پر کاذب صادق سے منفصل ہوتی ہے، اور بعض اوقات اس سے متصل اور پھر وہ اس میں منغمر بھی ہوجاتی ہے۔ **کما سیجیئ التفصیل۔**
اور یہ سمجھنا کہ زوڈیکل لائٹ ہمیشہ 18 ڈگری پر اسٹرانومیکل ٹیولائٹ کے طلوع سے گھنٹوں پہلے نظر آنا بند ہوجاتی ہے، غلط فہمی یا کم علمی پر مبنی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔
آگے معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''صبح کاذب وصادق ایک ہی منظر کے دو حصے ہیں''

مگر یہ بات احادیث کی رُو سے بدیہی البطلان ہے، کیونکہ احادیث میں ایک کو مستطیل، اور دوسری کو معترض ومستطیر بتلا کر ان کے مناظر میں بھی فرق بیان کردیا گیا ہے۔
آگے معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''احادیث کی روسے فجرین کا یہ مجموعہ رات کے اخیر میں ظاہر ہونا چاہئے جس میں پہلے کی کیفیت وصورت ایک دوسرے سے جدا ہوگی''

مگر چند سطور پیچھے معترض صاحب کاذب وصادق کو ایک ہی منظر کے دو حصے قرار دے چکے ہیں، اور یہاں دونوں کی کیفیت وصورت کے مختلف ہونے کا دعویٰ کرکے ایک ہی منظر کے دو حصوں کی تردید کررہے ہیں۔

## حقائق اور واضح دلائل کو تاویلات قرار دینا

معترض صاحب نے اپنی تحریر میں یہ عنوان قائم کیا ہے:

کتابِ مذکور کی تاویلیں

اور اس کے بعد ہمارے مضمون کے مختلف جگہ سے مختصر مختصر اقتباسات کو خلط ملط کرکے پیش کیا ہے، جس کے بعد معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جب اس بات میں نزاع ہی نہیں کہ صبح کاذب کے ساتھ کوئی حکم دن کا متعلق نہیں ہے اور اس کا حکم بالکل رات کا ہی ہے تو پھر اس متفق علیہ حقیقت کے باوجود کتاب مذکور میں حقیقی لیل، صبح ایک ہی ہے، کاذب صبح یا فجر ہے ہی نہیں جیسے دعوں پر اتنا زور کیوں دیا جارہا ہے؟ ۱۸ یا ۱۵ درجے کے اختلاف میں ایسی بعید تر استنباطات کا سہارا کیوں لیا جارہا ہے؟ وہ کون سی مجبوی تھی جس کی خاطر اتنا غور وفکر بروئے کار لیا گیا؟''

مگر یہ سوال کسی دوسرے پر عائد ہونے کے بجائے خود معترض صاحب پر عائد ہوتا ہے کہ بقول ان کے جس بات میں نزاع ہی نہیں، اور جو متفق علیہ حقیقت ہے، تو پھر اس سے معترض صاحب کو اس قدر پریشانی کیوں لاحق ہے؟

اور اولاً تو اس متفق علیہ حقیقت کو معترض صاحب کا 18 یا 15 درجے کے مسئلہ پر منطبق کرنا اپنا نظریہ ہے، دوسرے اگر اس بات کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو معترض صاحب کا اس غیر نزاعی اور متفق علیہ حقیقت کو 18 یا 15 درجے کے اختلافات میں بعید تر استنباطات کا سہارا قرار دینا بھی ان کی انتشارِ ذہنی کی علامت ہے۔

کیونکہ جو چیز متفق علیہ حقیقت ہو، وہ چیز تو استنباط میں زیادہ قوی اور فریقین کے لئے مسلم ہونی چاہئے۔

معترض صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

''دراصل بات یہ ہے کہ کتاب مذکور کا اصل مقصود (Main Target) بروجی روشنی کو صبح کاذب ثابت کرنا ہے۔ اور وہ اس وقت تک ان حضرات سے ثابت ہو نہیں سکتی جب تک صبح کاذب کا ظہور وغیوب رات کے اخیر (یعنی جب کاذب کا طلوع صبح صادق سے قبل ہو) ہٹا کر رات کے کہیں درمیانی حصے میں نہ لایا جائے۔ اور یہ مقصد اس وقت آسانی کے ساتھ حاصل نہیں ہوسکتا جب تک قاری کے ذہن میں ''درحقیقت ایک صبح، کاذب کا حقیقی لیل ہونا'' وغیرہ وغیرہ جدید تصورات پکے نہ ہوجائیں۔ کیونکہ بروجی روشنی رات کے درمیان میں سال کے چند مہینوں میں طلوع ہوکر صبح صادق کے ظہور سے کافی دیر پہلے غائب ہوجاتی ہے، اور اس کے بعد کافی دیر تک گھٹا طوپ اندھیرا ہی چھایا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے حقیقی لیل میں کوئی کلام نہیں۔ تو اس کو کاذب تسلیم کروانے کے لئے یہ کوشش کی گئی کہ بار بار صبح کاذب کے بارے ان جدید استنباطات کا سہارا لیا گیا''

معترض صاحب بلا دلیل بلکہ خلافِ دلیل ہمارے مضمون کے اصل مقصود کے متعلق خلطِ مبحث کررہے ہیں، کیونکہ یہ بات ہماری کتاب کی فہرست اور ابتداء سے ہی واضح ہے کہ ہمارا مضمون سات الگ الگ سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے، اور ان میں سے ہر سوال کا جواب الگ الگ مقصود ہے، اور صبح کاذب کی بحث منجملہ ان سوالات کے محض ایک سوال کا جواب ہے۔

معترض صاحب اس کے برعکس کچھ بھی سمجھتے رہیں، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

دوسرے معترض صاحب کا بروجی روشنی کے صبح کاذب ہونے کے بارے میں مذکورہ دعویٰ بھی درست نہیں، اس لئے کہ بروجی روشنی پر صبح کاذب کی حقیقت صادق آتی ہے۔

اور کاذب کے نصف لیل کے بعد اور سبع لیل میں، اور صادق سے گھنٹہ دو گھنٹہ قبل نظر آنے اور کبھی صادق سے متصل و منغمر ہونے اور کبھی بالکل نظر نہ آنے کے سب اقوال موجود ہیں، اور بروجی روشنی کے مشاہدات اور تمام تر فنی تحقیقات بھی اسی نوعیت کی ہیں۔

اب غور کرنا چاہئے کہ بروجی روشنی کاذب کے کس طرح سے خلاف ہے۔

اور حقیقی صبح وفجر کے ایک اور اس سے پہلے کاذب کے حقیقی لیل میں داخل ہونے پر گفتگو پہلے گزر چکی ہے، اور جب صادق سے قبل کاذب کے بالکل رات ہونے کو پیچھے معترض صاحب خود تسلیم کرچکے ہیں، کہ یہ متفق علیہ حقیقت ہے، اس کے باوجود معترض صاحب کا اس کو جدید تصورات اور جدید استنباطات سے تعبیر کرنا امرِ واقعی بلکہ خود ان کے اپنے ہی موقف کے خلاف ہے۔

نیز بروجی روشنی کے بارے میں چند مہینوں میں طلوع ہونے کا حکم لگانا بھی سراسر خلافِ حقیقت ہے، فنی لحاظ سے یہ مستطیل اور ذنبِ سرحان نما روشنی خطِ استواء، خطِ جدی اور خطِ سرطان پر سورج کے زاویہ کے ہمیشہ عمودی ہونے کے باعث صاف اور بے غبار موسم میں نظر آتی ہے، اور دیگر علاقوں میں بھی سورج کے عمودی زاویہ ہونے کی صورت میں بہتر طریقہ پر

مشاہدہ کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ آب وہوا اور موسم ساز گار ہو۔

البتہ جب زاویہ ہی عمودی نہ ہو تو پھر اس کا مشاہدہ مشکل ہوتا ہے (بوجہ اس کے حدِ نظر سے دور اور افق پر موجود دھند کی پٹی سے چھُپ جانے کے) اور اہلِ فن نے جو بعض زمانوں میں مشاہدہ ہونے کا ذکر کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان زمانوں میں زیادہ بہتر طریقہ پر اس کو مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، اور قطعِ نظر اس سے اگر فنی لحاظ سے غور کیا جائے، تو مستطیل روشنی کا وجود اس کے زاویہ پر ہی موقوف ہے، اور اس کے مستطیل نظر آنے کی فنی وجہ یہی ہے، کوئی اور نہیں۔

اور جب کسی مقام پر اس کا زاویہ قابلِ رؤیت ہوگا ہی نہیں، یا بعض موسموں میں دھند وغیرہ جیسے موانعات وعوارضات ہوں گے، تو پھر بھی اس کے نظر آنے کے وجود کو ضروری ٹھہرانا فن سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

نیز صبح صادق کی روشنی سے قبل اندھیرے کا ہونا شریعت کے عین مطابق ہے، کیونکہ شریعت اس سے قبل کے حصہ کو لیل قرار دیتی ہے، اور صادق کو حقیقی صبح وفجر قرار دیتی ہے۔

اور شرعی دلائل کے علاوہ اگر لغوی اعتبار سے دیکھا جائے تو بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

## اذانِ بلالی کے صبح کاذب پر ہونے کے دعوے کی حقیقت

معترض صاحب ''اذانِ بلالی اور صبح کاذب'' کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ:

''قائلین ۱۵ والے حضرات کہتے ہیں کہ اذان بلالی صبح کاذب کے طلوع پر دی جاتی تھی''

معترض صاحب بغیر کسی تحقیق کے 15 درجے کے قائلین کی طرف پے در پے کمزور اور بے سروپا باتیں منسوب کر کے اس قول کو ضعیف تر قرار دینے میں لگے ہوئے ہیں، کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا صبح کاذب پر اذان دینے کا معمول کسی صحیح ومعتبر حدیث سے ثابت نہیں،

بلکہ ''بلیل'' کے الفاظ سے ثابت ہے۔ [1]

اور جن احادیث میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا صبح کاذب کو دیکھ کر اذان دینا مذکور ہے، وہ بھی غلطی کی بناء پر ہے، جبکہ وہ صبح صادق ہونے کے بعد اذان دینے پر مامور تھے، جس کا ذکر آگے آتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جو فقہاء اذانِ بلالی سے استدلال کرتے ہوئے صبح صادق سے قبل اذانِ فجر کے جواز کے قائل ہیں، انہوں نے بھی اذانِ بلالی سے استدلال کرتے ہوئے نصف لیل کے بعد اذان کو جائز قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] عن سالم بن عبد الله، عن أبيه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :إن بلالا يؤذن بليل، فكلوا واشربوا حتى ينادى ابن أم مكتوم، ثم قال :وكان رجلا أعمى، لا ينادى حتى يقال له :أصبحت أصبحت(بخارى، رقم الحديث ٦١٧)

عن عائشة، عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :إن بلالا يؤذن بليل، فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم(بخارى، رقم الحديث ٦٢٢، كتاب الاذان، باب الأذان قبل الفجر)

عن عبد الله رضى الله عنه، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، أنه قال :إن بلالا يؤذن بليل، فكلوا واشربوا حتى تسمعوا تأذين ابن أم مكتوم(مسلم، رقم الحديث ١٠٩٢ "٣٦"، كتاب الصيام، باب بيان أن الدخول فى الصوم يحصل بطلوع الفجر)

عن سالم، عن أبيه، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :إن بلالا يؤذن بليل، فكلوا واشربوا حتى تسمعوا تأذين ابن أم مكتوم(سنن الترمذى، رقم الحديث ٢٠٣)

قال الترمذى: وفى الباب عن ابن مسعود، وعائشة، وأنيسة، وأنس، وأبى ذر، وسمرة، حديث ابن عمر حديث حسن صحيح.

عن سالم، عن أبيه، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :إن بلالا يؤذن بليل، فكلوا واشربوا حتى تسمعوا تأذين ابن أم مكتوم(سنن النسائى رقم الحديث ،٦٣٨)

عن سالم، عن أبيه، عن النبى صلى الله عليه وسلم " :إن بلالا يؤذن بليل، فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم "(مسند احمد رقم الحديث ٤٥٥١)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

[2] چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولا يجوز الاذان لغير الصبح قبل دخول الوقت لانه يراد للاعلام بالوقت فلا يجوز قبله واما الصبح فيجوز ان يؤذن له بعد نصف الليل لقول النبى صلى الله عليه وسلم "ان بلالا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم "(المجموع شرح المهذب ، ج٣ص٨٧، كتاب الصلاة، باب الاذان)

اور جن حضرات نے سبعِ لیل پر اذان کا وقت داخل ہونے کا حکم لگایا، انہوں نے ساتھ ہی یہ بھی وضاحت کردی کہ:

وَيَدْخُلُ سُبُعُ اللَّيْلِ الْآخَرِ بِطُلُوعِ الْفَجْرِ الْأَوَّلِ

اور صاحبِ بدائع کی بیان کردہ توجیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام کے دو فریق تھے، ایک فریق نصفِ لیلِ اول میں عبادت کرتا تھا، اور دوسرا نصفِ لیلِ آخر میں، اور دونوں کے درمیان حدِّ فاصل اذانِ بلال تھی۔ [1]

تو اذانِ بلال صبح صادق کے عین قریب کیسے درست ہوسکتی ہے؟ [2]

آگے معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اگر بلال اس ڈیوٹی پر مامور تھے تو ان کے پاس اور کیا نشانی ہوسکتی تھی جس سے صبح صادق کے قریب ہونے کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا؟"

اذانِ بلالی کے بارہ میں کلام پہلے گزر چکا ہے، جس کی روشنی میں ابھی تک اس کے خلاف مدعا دلائل سے خالی بلکہ شرعی دلائل کے معارض ہے۔

---

[1] وبلال -رضى الله عنه -ما كان يؤذن بليل لصلاة الفجر بل لمعان أخر، لما روى عن ابن مسعود -رضى الله عنه -عن النبى -صلى الله عليه وسلم -أنه قال لا يمنعكم من السحور أذان بلال فإنه يؤذن بليل ليوقظ نائمكم ويرد قائمكم ويتسحر صائمكم، فعليكم بأذان ابن أم مكتوم.
وقد كانت الصحابة -رضى الله عنهم -فرقتين :فرقة يتهجدون فى النصف الأول من الليل، وفرقة فى النصف الأخير، وكان الفاصل أذان بلال، والدليل على أن أذان بلال كان لهذه المعانى لا لصلاة الفجر أن ابن أم مكتوم كان يعيده ثانيا بعد طلوع الفجر(بدائع الصنائع ،ج ا ص ۱۵۵، كتاب الصلاة، فصل واما بيان من تجب عليه الجماعة)

[2] علامہ ابنِ حبان فرماتے ہیں کہ:

قال أبو حاتم :قول بن مسعود عن النبى صلى الله عليه وسلم قال" :إن بلالا يؤذن بليل لينبه نائمكم ويرجع قائمكم"، فيه أبين البيان على أن بلالا كان يؤذن بالليل لانتباه النوام ورجوع الهجد عن القيام، لا لصلاة الفجر، فإذا كان المسجد له مؤذنان، وأذن أحدهما بليل لما وصفنا، والآخر عند انفجار الصبح لصلاة الفجر، كان ذلك جائزا، فأما من أذن بليل قبل طلوع الفجر لصلاة الصبح، كان عليه الإعادة لصلاة الصبح، فإنه لم يصح أنه أذن له صلى الله عليه وسلم بليل إلا مؤذنان، لا مؤذن واحد(صحيح ابنِ حبان، ج۸ص ۲۵۱، تحت رقم الحديث ۳۴۷۲، كتاب الصوم، باب السحور)

رہا مذکورہ اشکال تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ آج کے دور میں بھی ایسے معمر حضرات موجود ہیں، جو بغیر گھڑی اور کسی نشانی کے اپنی بصیرت اور تجربہ کی بناء پر ٹھیک ٹھیک اوقات کی تعیین کر دیتے ہیں، اور صحابۂ کرام کی بصیرت تو کہیں زیادہ تھی، جس طرح سے اس زمانے میں دوسرے دینی و دنیاوی معمولات پورے کئے جاتے تھے، اسی طرح اس اذانِ لیل کی بھی تعیین کی جاتی تھی، آخر موسم ابر آلود ہونے کی صورت میں دیگر نمازوں کے اوقات کی تعیین بھی تو کسی طرح کی ہی جاتی تھی۔

آگے معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''صریح حدیث مرفوع سے یہ حقیقت ثابت ہوگئی ہے کہ سیدنا بلال صبح کاذب کے وقت اذان دیا کرتے تھے''

مگر معترض صاحب ابھی تک کسی معتبر، صریح حدیثِ مرفوع سے اذانِ بلال کے متعلق یہ حقیقت ثابت نہیں کر سکے، نرا دعویٰ ہی دعویٰ ہے، شاید معترض صاحب کسی ایسے مقامِ بلند پر فائز ہیں کہ ان کا فرمانا ہی کافی ہوتا ہے، دعویٰ ہی دلیل کا بھی کام دیتا ہے۔

اور معترض صاحب نے اس سے قبل جو اذان اور سحری کے درمیان پچاس آیتوں کے بقدر وقفہ ہونے کی حدیث ذکر کی ہے، اس سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اس وقفہ سے مراد رات والی اذانِ بلالی نہیں ہے، بلکہ صبح صادق والی اذان بلکہ بعض حضرات کے بقول اقامت صلاۃ مراد ہے، اور سحری سے اس کی فراغت مراد ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سحری سے فارغ ہونے اور اذانِ فجر یا نمازِ فجر کے درمیان تقریباً پچاس آیتوں کے بقدر وقفہ تھا، جس کی وضاحت احادیث میں صاف طور پر ملتی ہے۔ [1]

---

[1] عن أنس بن مالك رضى الله عنه، أن نبى الله صلى الله عليه وسلم وزيد بن ثابت رضى الله عنه تسحرا، فلما فرغا من سحورهما، قام نبى الله صلى الله عليه وسلم إلى الصلاة، فصلى، فقلنا لأنس :كم كان بين فراغهما من سحورهما ودخولهما فى الصلاة؟ قال :كقدر ما يقرأ الرجل خمسين آية(بخارى، رقم الحديث ١١٣٤ ،باب من تسحر ثم قام إلى الصلاة فلم ينم حتى صلى الصبح،وباب قدر كم بين السحور وصلاة الفجر)

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں:

**فَعَلَى هَذَا فَالْمُرَادُ بِقَوْلِهِ كَمْ كَانَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالسُّحُورِ أَىْ أَذَانِ بن أُمِّ مَكْتُومٍ لِأَنَّ بِلَالًا كَانَ يُؤَذِّنُ قَبْلَ الْفَجْرِ وَالْآخَرُ يُؤَذِّنُ إِذَا طَلَعَ** (فتح الباری لابنِ حجر، ج ۲ ص ۵۴، قولہ باب وقت الفجر)

تعجب ہے کہ معترض صاحب نے اپنے مضمون میں علامہ ابنِ حجر کی اس سے پہلی عبارت کو تو ذکر کیا ہے، مگر اس عبارت کا مذکورہ ضروری حصہ نظر انداز کر دیا، جس میں صاف طور پر وضاحت ہے کہ یہ وقفہ سحری سے فراغت اور صبح صادق والی اذان کے درمیان تھا۔[1]

معترض صاحب نے اپنے مضمون میں اذانِ بلال کو صبح کاذب پر ثابت کرنے کے لئے تحفۃ الاحوذی بشرح جامع الترمذی کے حوالہ سے شرح معانی الآ ثار کی یہ روایت ذکر کی ہے:

**قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبِلَالٍ ": إِنَّکَ تُؤَذِّنُ إِذَا كَانَ الْفَجْرُ سَاطِعًا ,وَلَيْسَ ذَلِکَ الصُّبْحَ ,إِنَّمَا الصُّبْحُ هَكَذَا مُعْتَرِضًا "**

مگر معترض صاحب نے تحفۃ الاحوذی سے تو حوالہ دینے کی زحمت فرمائی، لیکن شرح معانی الآ ثار کی طرف مراجعت کی ضرورت نہیں سمجھی، تاکہ امام طحاوی رحمہ اللہ کی اس حدیث کے بارے میں یہ توضیح بھی سامنے آتی کہ یہ واقعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نظر میں کمزوری

---

[1] فیہ دلیل استحباب تأخیر السحور، وتقریبہ من الفجر .والظاهر :أن المراد بالأذان هھنا :الأذان الثانی(احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام لابنِ دقیق العید، تحت رقم الحدیث ۱۸۱، ج ۲ ص ۱۰، کتاب الصیام)

قال أنس :قلت لزید :کم کان بین الأذان والسحور؟ قال :قدر خمسین آیة.

الغریب:الأذان :یرید بہ .الإقامة.

ویبین ذلک ما فی الصحیحین عن أنس عن زید قال :تسحرنا مع رسول الله صلی الله علیہ وسلم، ثم قمنا إلی الصلاة.

قلت :کم کان بینهما؟ قال :قدر خمسین آیة(تیسیر العلام شرح عمدۃ الحکام، لابی عبدالرحمن البسام،ص ۳۱۸، کتاب الصیام)

وغیرہ کے باعث غلطی سے صبح کاذب کو صبح صادق سمجھ کر اذان دینے کا ہے، جبکہ وہ صبح صادق کی اذان پر مامور تھے۔ [1]

اوراسی وجہ سے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلطی سے اس طرح آگاہ فرمایا کہ:

"وَلَيْسَ ذٰلِکَ الصُّبْحَ ,إِنَّمَا الصُّبْحُ هٰكَذَا مُعْتَرِضًا" [2]

---

[1] ملحوظ رہے کہ حضرت بلال اور ابنِ ام مکتوم ایک زمانہ میں رات اور فجر کی اذان پر باری باری مامور تھے۔

قال أبو حاتم رضى الله تعالى عنه :هذان خبران قد يوهمان من لم يحكم صناعة العلم أنهما متضادان، وليس كذلک، لأن المصطفى صلى الله عليه وسلم كان جعل الليل بين بلال وبين ابن أم مكتوم نوبا، فكان بلال يؤذن بالليل ليالى معلومة، لينبه النائم، ويرجع القائم، لا لصلاة الفجر، ويؤذن ابن أم مكتوم فى تلک الليالى بعد انفجار الصبح لصلاة الغداة، فإذا جاء ت نوبة ابن أم مكتوم، كان يؤذن بالليل ليالى معلومة كما وصفنا قبل، ويؤذن بلال فى تلک الليالى بعد انفجار الصبح لصلاة الغداة من غير أن يكون بين الخبرين تضاد أو تهاتر(صحيح ابنِ حبان، ج۸ص ۲۵۲، ۲۵۳، كتاب الصوم، باب السحور تحت رقم الحديث رقم ۳۴۷۴)

[2] امام طحاوی رحمہ اللہ کا اس پر مفصل کلام درج ذیل ہے:

عن أنس رضى الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا يغرنكم أذان بلال فإن فى بصره شيئا فدل ذلک على أن بلالا كان يريد الفجر فيخطئه لضعف بصره. فأمرهم رسول الله صلى الله عليه وسلم أن لا يعملوا على أذانه ,إذ كان من عاداته الخطأ ,لضعف بصره .وقد حدثنا الربيع بن سليمان الجيزى قال :ثنا أبو الأسود قال : ثنا ابن لهيعة ,عن سالم ,عن سليمان عن ابن عثمان ,أنه حدثه عن عدى بن حاتم عن أبى ذر قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لبلال :إنک تؤذن إذا كان الفجر ساطعا ,وليس ذلک الصبح ,إنما الصبح هكذا معترضا فأخبره فى هذا الأثر أنه كان يؤذن بطلوع ما يرى أنه الفجر ,وليس هو فى الحقيقة بفجر.

اور چند سطور کے بعد ہے کہ:

فيخطئه بلال لما يبصره ,ويصيبه ابن أم مكتوم لأنه لم يكن يفعله حتى يقول له الجماعة أصبحت أصبحت(شرح معانى الآثار، تحت رقم الحديث ۸۲۶، ۸۲۷،كتاب الصلاة، باب التأذين للفجر ,أى وقت هو ؟ بعد طلوع الفجر ,أو قبل ذلک ؟)

اور مسند احمد میں ہے:

حدثني سوادة، قال :سمعت سمرة بن جندب، يقول :إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " :لا يغرنكم نداء بلال، فإن فى بصره سوء ا، ولا بياض يتراء ى بأعلى السحر "(مسند احمد رقم الحديث ۲۰۰۹۷)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس خلاصہ یہ کہ معترض صاحب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے رات میں اذان دینے پر مامور ہونے کے وقت صبح کاذب کو دیکھ کر اذان دینے کے معمول کا کسی مرفوع حدیث سے ثبوت پیش نہیں کر سکے۔

## کاذب کی ایک حکمت اور اس کے صادق آنے کی وضاحت

ہم نے اپنے مضمون کے حاشیہ میں علامہ ابنِ حجر کی اس عبارت کے متعلق کہ:

**فَالْحَاصِلُ أَنَّهُ نُورٌ يُبْرِزُهُ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ الشُّعَاعِ ، أَوْ يَخْلُقُهُ حِينَئِذٍ عَلَامَةً عَلَى قُرْبِ الصُّبْحِ وَمُخَالِفًا لَهُ فِي الشَّكْلِ لِيَحْصُلَ التَّمْيِيزُ وَتَتَّضِحَ الْعَلَامَةُ الْعَارِضَةُ مِنْ الْمُعَلِّمِ عَلَيْهِ الْمَقْصُودِ .**

حکمت ہونے کا اشارہ کیا ہے، اور اس کے علت ہونے کی نفی کی ہے، اور واضح کیا ہے کہ حکمت پر حکم کا دارومدار نہیں ہوتا۔

معترض صاحب نے ”اختلاف کس چیز میں؟“ کا عنوان قائم کر کے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ:

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن(حاشية مسند احمد)

اور ابوداؤد میں ہے:

عن بلال، أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال له" :لا تؤذن حتى يستبين لک الفجر هكذا "ومد يديه عرضا .قال أبو داود :شداد مولى عياض لم يدرک بلالا(ابوداوٗد، رقم الحديث ۵۳۴، كتاب الصلاة، باب في الأذان قبل دخول الوقت)

لكن الحديث عندی حديث حسن؛ لأن له شاهداً من حديث أبی ذر رضی الله عنه (صحيح أبی داود،للألبانی، حواله بالا)

اور مسند بزار میں ہے:

عن بلال :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال :لا تؤذن حتى يتبين الفجر هكذا ، ومد يديه عرضا(مسند البزاررقم الحديث ۱۳۷۴)

''مگر مبنی برعذر یہ جملہ کسی طرح بھی قابل تسلیم نہیں ہے کیونکہ اول تو یہ حکمت مذکورہ بالا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے''

اولاً تو یہ بات بار بار پہلے ذکر کی جا چکی کہ معترض صاحب کا احادیثِ صحیحہ سے اپنے مدعا کے ثابت ہونے کا دعویٰ خلافِ حقیقت ہے، اور ثانیاً اوپر کی عبارت میں ''قربِ صبح'' کے مفہوم میں نصف لیل کے بعد کا وقت، اور سبع لیل کا وقت اور اس سے بھی بعد کا وقت سب داخل ہے۔ [1]

اور تحفۃ المحتاج لابنِ حجر اور حاشیہ شروانی میں ہی یہ وضاحت بھی کردی گئی ہے کہ صبح کاذب صادق سے کبھی متصل ہوتی ہے، اور کبھی منفصل۔

اور درمیان میں ساعۃ کا جو وقفہ فقہائے کرام نے بیان کیا ہے، اس سے مراد مطلق زمانہ ہے، جو گھنٹہ اور منٹ وغیرہ سب کو شامل ہے۔ [2]

پس جب صبح کاذب کے نصف لیل کے بعد ظاہر ہونے اور بعض اوقات صبح صادق سے متصل

---

[1] چنانچہ تحفۃ المحتاج کے حاشیہ شروانی میں ہے:

(قوله :ولأن العرب) إلى قوله واختير في المغني (قوله :ولأن العرب إلخ) عبارة المغني وإنما جعل وقته في النصف الثاني؛ لأنه أقرب إلى الصبح إذ معظم الليل قد ذهب وقرب الأذان من الوقت فهو منسوب إلى الصبح ولهذا تقول العرب بعده انعم صباحا اهـ.

(قوله :حين يبقى سبع إلخ) ويدخل سبع الليل الآخر بطلوع الفجر الأول(حاشية الشرواني علىٰ تحفة المحتاج في شرح المنهاج ،ج ا ص ۴۷۶، ۴۷۷،كتاب الصلاة، فصل في الآذان والاقامة)

اس عبارت میں نصف لیل کے بعد کے وقت کو اقرب الی الصبح قرار دیا جارہا ہے، اور اوپر کی عبارت میں تو (جس پر معترض صاحب نے اشکال ظاہر کیا ہے) اس سے بھی کمزور ''قربِ صبح'' کے الفاظ ہیں۔

علامہ ابنِ حجر کی تحفۃ المحتاج اور اس کے حاشیہ شروانی کی عبارات ہی سے معلوم ہوا کہ نصف لیل کے بعد کسی بھی وقت صبح کاذب کے ظہور پر یہ حکمت صادق آتی ہے۔

[2] حتى تعقبه ظلمة كما صرح به الأئمة وقدروها بساعة، والظاهر أن مرادهم مطلق الزمن؛ لأنها تطول تارة وتقصر أخرى(تحفة المحتاج في شرح المنهاج، ج ا ص ۴۲۶، كتاب الصلاة)

(قوله :ثم تعقبه ظلمة) أي غالبا وقد يتصل بالصادق شيخنا وبجيرمي(حاشية الشرواني علىٰ تحفة المحتاج في شرح المنهاج، ج ا ص ۴۲۵،كتاب الصلاة)

یا منفصل ہونے اور بعض اوقات نظر نہ آنے کی صورت میں اس حکمت کا ثبوت خود ان ہی حضراتِ گرامی کی عبارات سے ہورہا ہے۔

اور بروجی روشنی کے بارے میں جدید تحقیقات بھی یہی ہیں، تو پھر اس اشکال کی کیا گنجائش رہی۔

## ''الفجر فجران'' میں ایک کاذب اور دوسری صادق ہے

معترض صاحب نے اپنے مضمون میں ''الفجر فجران'' کا عنوان قائم کر کے چند روایات اور محدثین کے ابواب ''الفجر فجران'' سے متعلق نقل کئے ہیں۔

مگر معترض صاحب کی طرف سے یہ پیش کردہ روایات اور ابواب کسی طرح بھی ہمارے مدعا کے خلاف نہیں، کیونکہ ہم دونوں فجروں کے قائل ہیں، اور احادیث اور امت کے اجماعی فیصلہ کے مطابق ایک کو فجرِ کاذب اور دوسری کو فجرِ صادق قرار دیتے ہیں، اور دونوں کو اپنے اپنے مقام پر رکھتے ہیں۔

افسوس کہ معترض صاحب نے ''الفجر فجران'' پر تو نظر کی، مگر کاذب وصادق کی قیود کو نظر انداز کر دیا، حالانکہ یہی قیود ایک کو حقیقی اور دوسری کو جھوٹی فجر قرار دیتی ہیں، پھر دونوں فجروں کے ظاہری طور پر ایک قرار دینے کی جو کوشش معترض صاحب نے کی ہے، وہ بے سود ہے۔

معترض صاحب نے اپنے مضمون میں مرقاۃ کی عبارت ذکر کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ صبح صادق وکاذب کے درمیان وقفہ منٹوں کے حساب سے ہوتا ہے۔

چنانچہ معترض صاحب لکھتے ہیں:

> ''مذکورہ بالا حوالوں میں صبح کاذب اور صبح صادق کے درمیان وقفے کو ''ثم'' یا ''تھوڑی دیر'' کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان کے درمیان وقفہ گھنٹوں نہیں بلکہ منٹوں کے حساب سے ہوتا ہے''

مگر معترض صاحب نے پہلی بے اعتدالی تو یہ کی کہ مرقاۃ کی پوری عبارت ذکر نہیں کی، تاکہ معلوم ہوتا کہ مرقاۃ کی عبارت سے تو یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت بلال رات میں اذان دیتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذانِ بلال اور فجرِ مستطیل دونوں امور سے مستقلاً دھوکہ کھانے سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ مرقاۃ کی عبارت اس طرح ہے:

(أَذَانُ بِلَالٍ) أَيْ :فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ كَمَا سَبَقَ "(وَلَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيلُ) أَيْ :وَلَا يَمْنَعُكُمُ الصُّبْحُ الَّذِي يَصْعَدُ إِلَى السَّمَاءِ، وَتُسَمِّيهِ الْعَرَبُ ذَنَبَ السِّرْحَانِ، وَبِطُلُوعِهِ لَا يَدْخُلُ وَقْتُ الصُّبْحِ . قَالَ ابْنُ الْمَلَكِ :وَهُوَ الْفَجْرُ الْكَاذِبُ يَطْلُعُ أَوَّلًا مُسْتَطِيلًا إِلَى السَّمَاءِ، ثُمَّ يَغِيبُ وَبَعْدَ غَيْبُوبَتِهِ بِزَمَانٍ يَسِيرٍ يَظْهَرُ الْفَجْرُ الصَّادِقُ، قِيلَ :وَفَائِدَةُ ذِكْرِهِ بَيَانُ أَنَّ مَا بَعْدَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَأَنَّ بِلَالًا رُبَّمَا أَذَّنَ بَعْدَهُ مَعَ كَوْنِهِ كَانَ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ اهـ (مرقاة المفاتيح، ج ۲ ص ۵۷۴، كتاب الصلاة، باب تاخير الاذان)

اور دوسری بے اعتدالی یہ کی کہ بے شمار فقہائے کرام کے ان حوالہ جات کو نظر انداز کر دیا، جو مطلق زمان اور مطلق وقت کے ساتھ کاذب کے ظہور وغیوب کو بیان کرتے ہیں۔

نیز علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی اس تصریح کو بھی نظر انداز کر دیا کہ زمانہ سے مراد مطلق زمانہ ہے، جو کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتا ہے، جس سے ''بزمان يسير'' کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے۔

اور خواہ وقت طویل ہو یا قلیل اور یسیر، ان میں سے کوئی بات بھی ہمارے مدعا کے خلاف نہیں، اور ہم اس سلسلہ میں فقہائے کرام کی تمام عبارات کو نہ صرف قبول کرتے ہیں، بلکہ اپنی اپنی جگہ درست قرار دیتے ہیں، جن کی تمام تر جدید تحقیقات کے باوجود تردید نہیں ہو سکی، بلکہ تصدیق ہی ہوئی ہے۔

نہ ہم گھنٹوں کی تحدید کے قائل ہیں، اور نہ منٹوں کی، اور نہ ہی درجوں کی، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ صادق سے قبل جب بھی مستطیل کذب السرحان روشنی ظاہر ہوگی، وہ کاذب ہوگی۔

کوئی دوسرا اس کے مقابلہ میں تحکّمانہ طور پر جو بھی موقف رکھتا ہو، وہ اسی کو مبارک ہو۔

اس کے بعد معترض صاحب نے دوبارہ اپنے مضمون ''کشف الستور'' میں اس موقع پر دوسرے پیرائے سے طولِ لاطائل بحث کر کے وقت خرچ کیا ہے۔

ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ قارئین پر نہ بندہ پابندی عائد کرسکتا ہے، اور نہ ہی معترض صاحب کسی کے حواس، ادارک اور فہم وسمجھ پر اپنی ژولیدی فکری کے پہرے بٹھا سکتے ہیں۔

قارئین کو اختیار ہے کہ وہ خود غور کر کے کسی بھی موقف کو اختیار کریں، خواہ پندرہ (15) درجہ زیرِ افق پر صبح صادق ہونے کے معترض صاحب والے قول کو، یا اٹھارہ (18) درجہ پر جمہور کے قول کو، جس پر جمہور امت کا تعامل بھی ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

# صبح صادق کی بیاض، معترض اور اس کی صفت مستطیر یعنی منتشر ہے

معترض صاحب نے اپنی تحریر میں درجِ بالا عنوان قائم کر کے اس مسئلہ سے متعلق لکھا ہے کہ:

''اس میں کوئی نزاع نہیں''

لیکن اگر واقعتاً اس میں کوئی نزاع نہیں، تو اگر 18 ڈگری پر ظاہر ہونے والی روشنی کا فنی اعتبار سے معترض، اور اس کا مستطیر یعنی منتشر ہونا ثابت ہو، تو اس کے صبح صادق ہونے میں بھی کوئی نزاع نہیں ہونا چاہئے۔

چنانچہ موجودہ دور کے اصحابِ فلکیین کے نزدیک سورج طلوع ہونے سے پہلے 18 ڈگری پر دن کا آغاز ہوتا ہے، جس کو ''Astronomical Dawn'' اور ''First Light of the day'' بھی کہا جاتا ہے، اور اس سے پہلے رات ہوتی ہے، جسے فنی زبان میں ''Night'' کہا جاتا ہے۔

اور موجودہ دور کے اصحابِ فلکیات 18 سے 12 ڈگری کے درمیان تک کی روشنی کو فلکی فلق ''Astronomical Twilight'' کا نام دیتے ہیں۔

اور جب اس روشنی میں اتنا انتشار اور ترقی ہوجاتی ہے کہ سمندری راستوں پر سفر کرنے والوں کو صرف تیز چمکنے والے ستارے ہی نظر آتے ہیں، اور باقی ستارے نظر نہیں آتے، تو اسے بحری فلق ''Nautical Twilight'' کہا جاتا ہے، جو کہ سورج طلوع ہونے سے بارہ ڈگری سے شروع ہو کر چھ ڈگری تک جاری رہتا ہے۔

اور جب اس روشنی میں مزید انتشار اور ترقی ہوجاتی ہے کہ اس میں اخبار وغیرہ پڑھا

جا سکتا ہے، تو اس کو قانونی فلق ''Civil Twilight'' کہا جاتا ہے، جو کہ سورج طلوع ہونے سے ۶ ڈگری کے بعد کا وقت ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ موجودہ فلکی اعتبار سے بھی 18 درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی کا مستطیر و منتشر ہونا ہی ثابت ہوا۔

اور موجودہ اصحابِ فلکیین نے جو یہ انواع ذکر کی ہیں، یہ ان کی اپنے فن کے لحاظ سے ہیں، جس طرح کہ شریعت نے غلس واسفار اور ابیض واحمر کی تقسیم کی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ تقسیم انتشار ہی کے اعتبار سے ہے۔ [1]

---

[1] ملاحظہ ہو اس سلسلہ میں ایک اقتباس:

If there were no atmospheric scattering then the day would at sunset pass immediately into complete dark night. Indeed, such a transition takes place rapidly in the desert with its normally extremely dust-free air. The physical process consists in the fact that after sunset (the same applies, of course at the time before sunrise) no direct solar rays reach the observer; they reach however, the higher regions of the atmosphere and are scattered by the air molecules of these layers so that the corresponding proportion reaches the eye of the observer on the surface after having been scattered once or several times.

We must distinguish two different definitions of twilight. The civil twilight is the time in which it is possible to read comfortably under a cloudless sky; it ends (or starts) when the Sun is 6o below the horizon. The astronomical twilight ends when the solar altitude is at -18o and indicates the moment at which no trace of scattered sunlight can be seen any longer. (Occasionally, one also meets the expression nautical twilight, which ends at the solar altitude of -12o). If the sky Is cloudy the duration of the real

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لٰہذا بعض حضرات کا اس تقسیم کی بنیاد پر اس روشنی کے صبح صادق ہونے کا انکار کرنا درست نہیں ہے، بلکہ یہ تقسیم تو خود اس کے صادق ہونے کی دلیل ہے۔

علاوہ ازیں تیسری صدی سے لے کر موجودہ وقت تک جمہور اکابر واہلِ علم کا 18 درجہ پر صبح صادق کا حکم لگانا بھی اس روشنی کے مستطیر ہونے کا بین ثبوت ہے، کیونکہ صبح صادق کی روشنی کی یہ صفتِ لاینفک ہے۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

twilight is of course considerably shorter.

It is within the latitude range of + 48o.5 and -48o.5 that we can distinguish throughout the whole year the following four subdivisions of illumination: (1) bright daylight; (2) civil twilight between sunset and the time when the Sun's centre is at 6o below the horizon; (3) the astronomical twilight which lasts until the Sun's centre is at 18o below the horizon; and finally (4) dark night (A Handbook of Astronomy By Gunter Dietmar Roth P.159-160 (1975) Springer-Verlag New York Inc).

ترجمہ: اگر فضائی بکھراؤ موجود نہ ہوتو غروب کے وقت فوراً اندھیری رات ہوجائے، درحقیقت ایسی (فوری) تبدیلی ریگستانوں میں ہُوا کرتی ہے جہاں عام طور پر ہَوا بےغُبار ہوتی ہے طبعی عمل اس حقیقت پر مشتمل ہوتا ہے کہ غروبِ آفتاب کے بعد (اوراسی طرح طلوعِ آفتاب سے پہلے) سورج کی کوئی کرن براہِ راست مشاہدہ کار تک نہیں پہنچتی البتہ یہ کرنیں فضا کے نسبتاً بلند حصوں میں پہنچتی ہیں اوران فضائی تہوں میں موجود ہوا کے مالیکیولز (ذرات) کی وساطت سے بکھر جاتی ہیں پس (ان روشنیوں کا) متعلقہ تناسب ایک یا کئی بار بکھرنے کے بعد سطح (زمین) پر موجود مشاہدہ کار کی آنکھ تک پہنچتا ہے۔

ہمیں ٹیولائٹ کی دو مختلف تعریفوں میں فرق ضرور پہچان لینا چاہئے سِوَل ٹیولائٹ (Civil Twilight) وہ وقت ہے جب بادلوں سے پاک آسمان کے نیچے آسانی سے مطالعہ کیا جاسکتا ہے یہ اس وقت ختم (یا شروع) ہوتا ہے جب سورج اُفق سے ۶ درجے نیچے ہوتا ہے ۔ آسٹرونومیکل ٹیولائٹ (Astronomical Twilight) تب ختم ہوتا ہے جب سورج اُفق سے 18 درجے نیچے جا پہنچتا ہے جب سورج کی بکھری ہوئی روشنی کا کوئی نشان بھی باقی نہیں رہتا۔

(گاہے گاہے کسی کو ناٹیکل ٹیولائٹ (Nautical Twilight) کی اصطلاح سے بھی واسطہ پڑتا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر اس کے بعد معترض صاحب نے اپنے دوسرے مضمون ''کشف الستور'' میں یہ کہا ہے کہ:

''اگر واقعی اٹھارہ درجہ پر روشنی کا مستطیر اور معترض ہونا ثابت ہو جائے، تو ہم کبھی بھی اٹھارہ درجہ پر صبح صادق ہونے میں نزاع نہیں کریں گے، مگر حقیقت اس کے برعکس ہے''۔

لیکن ہم معترض صاحب سے تو اب حقیقت کو تسلیم کرنے کی توقع نہیں رکھتے، البتہ معترض صاحب کے اس سوال پر قارئین خود غور کر کے اور ہماری تحریرات ملاحظہ فرما کر نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔

ہم نے صبح صادق و کاذب کے جدید ایڈیشن میں اس کی توضیح کر دی ہے، مزید یہ کہ ''شیخ محمد شوکت عودہ صاحب'' کے عربی مضمون میں بھی اس پر کلام ہے، جو کہ اسی جلد کا حصہ ہے، ملاحظہ فرما لیا جائے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ہے، جو سورج کے اُفق سے 12 درجے نیچے چلے جانے پر ختم ہو جاتا ہے)

اگر آسمان پر بادل ہوں تو ٹیولائٹ کا دورانیہ یقیناً خاصی حد تک کم ہو جاتا ہے۔

عرض بلد 48.5+ درجے اور عرض بلد 48.5- درجے کے درمیانی علاقوں میں پورا سال ہم روشنیوں کی مندرجہ ذیل چار طرح کی تقسیم کا فرق دیکھ سکتے ہیں:

1......دن کی عام روشنی (نہ کہ دن کی ابتدائی روشنی یعنی ''First Light of the day'')

2......سِوَل ٹیولائٹ: غروبِ آفتاب سے لے کر اُس وقت تک جب سورج کا مرکز اُفق سے ۶ درجے نیچے جا پہنچے۔

3......آسٹرونومیکل ٹیولائٹ: جو سورج کے اُفق سے 18 درجے نیچے جا پہنچنے پر ختم ہو جاتا ہے۔

اور آخر کار

4......اندھیری رات (ترجمہ ختم)

# صبح صادق وکاذب کے بارے میں رسومِ ناقصہ اوران میں تطبیق

معترض صاحب نے اپنی تحریر میں ''صبح صادق وکاذب کے بارے میں رسومِ ناقصہ اوران میں تطبیق'' کاعنوان قائم کرکے ہمارے مضمون پراعتراضات کیے ہیں۔

چنانچہ معترض صاحب ہماری تطبیق پراعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''عجیب اصول ہیں جو محض ''بعض مقامات'' ''بعض اوقات'' ''بعض موسم'' ''ممکن ہے کہ فلاں زمان وفلاں مکان'' میں ''فلان فلان'' ہووغیرہ وغیرہ، کے الفاظ سے تطبیق دی جاری ہو۔ گویا کہ جزئی طور پرسب اقوال درست ہیں، مگر تطبیق دے کر نتیجۃً وہی بات ٹھیک ہونی چاہیے جوتطبیق دینے والے کی رائے ہو۔ حالانکہ یہ بات بلادلیل درست نہیں ہے''

اولاً تو بیان کردہ یہ اصول ہمارے اصول قرار دینے کی کوشش کرنا ناانصافی ہے، کیونکہ ہم نے جوتطبیق دی ہے، وہ خود اپنی طرف سے اختراع کرکے نہیں دی، بلکہ فقہائے کرام کے اقوال کی بنیاد پر ہی دی ہے، لہٰذا فقہائے کرام کے اقوال کی مخالفت کرتے ہوئے ہمارے مضمون پراپنی بات کے ٹھیک ہونے کا الزام منسوب کرنا حق پرمبنی نہیں۔

بات یہ ہے کہ فقہائے کرام کی عبارات سے ہماری تطبیق ثابت ہے کہ صبح کاذب اورصادق کے درمیان فاصلہ زیادہ بھی ہوسکتاہے، اور کم بھی ہوسکتاہے، یہاں تک کہ وہ صادق میں متصل ومنغمر بھی ہوسکتی ہے، اور گھنٹہ دوگھنٹہ پہلے بھی ظاہر ہوسکتی ہے، اورساعۃ سے مراد مطلق زمانہ ہے، جس کا اطلاق مذکورہ سب اوقات پر ہوتاہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ نظر نہ آئے، البتہ اس کی تعبیر کے لئے فقہائے کرام نے مختلف الفاظ استعمال کیے ہیں، بعض نے حسبِ فصول کے الفاظ سے اس اختلاف کوتعبیر کیا، اوربعض نے ''تارۃ وتارۃ'' کے الفاظ

سے اس اختلاف کو تعبیر کیا، اور بعض نے اس اختلاف کو حسبِ ازمنہ وعروض کے الفاظ سے تعبیر کیا، اور عروض سے مراد امکنہ ہی ہیں، جبکہ فصول وتارۃ سے ازمنہ مراد ہیں، اور ہم نے بعض ازمنہ وامکنہ اور رسومِ ناقصہ کے ساتھ تطبیقی تعبیر کردی ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ فقہائے کرام کا یہ اختلاف صرف لفظی اور تعبیر یا عنوانات کا اختلاف ہے۔ [1]

---

[1] ثم يعدم وتعقبه ظلمة أو يتناقص حتى ينغمر فى الثانى على زعم بعض أهل الهيئة أو يختلف حاله فى ذالك تارة وتارة بحسب الأزمنة والعروض على ماقيل (روح المعانى للآلوسى، ج١٥ ص٢٦٣، سورة التكوير تحت رقم الآية ١٨)

واعلم أن الصبح الكاذب ليس بمقدر بتقدير وقت معين بل قد يزيد وقد ينقص كما صرح الفقهاء واحداً بعد واحد بل ربما لايكون مبصراً خلاف ما قال أهل الهيأة (العرف الشذى للكشميرى، ج١ ص٤٣٩، ابواب الوتر، باب ما جاء فى مبادرة الصبح بالوتر)

اقول: ان الغوارب اربعة مثل الطوالع فانها ايضا اربعة ، اما الطوالع: فالصبح الاول، والثانى الابيض، ثم الاحمر، ثم طلوع الشمس، فكذالك يكون فى الغوارب، غروب الشمس، ثم الحمرة ثم البياض وشىء آخر بدل الصبح الكاذب والمتمادى إلى ثلث الليل ، ونصفها هو هذا الشيء ، واختلط الأمر على الخليل فإنه ليس هو البياض الذى يبقى فيه وقت المغرب عند أبى حنيفة (العرف الشذى للكشميرى ، ج١ ص١٧٢ ، ابواب الصلاة، باب ما جاء فى مواقيت الصلاة عن النبى -صلى الله عليه وسلم-)

حتى تعقبه ظلمة كما صرح به الأئمة وقدروها بساعة، والظاهر أن مرادهم مطلق الزمن؛ لأنها تطول تارة وتقصر أخرى(تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج١ ص٤٢٦، كتاب الصلاة)

(قوله :ثم تعقبه ظلمة) أى غالبا وقد يتصل بالصادق شيخنا وبجيرمى(حاشية الشروانى علىٰ تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج١ ص٤٢٥،كتاب الصلاة)

وأن أبا جعفر البصرى بعد أن عرفه بأنه عند بقاء نحو ساعتين يطلع مستطيلا إلى نحو ربع السماء كأنه عمود وربما لم ير إذا كان الجو نقيا شتاء وأبين ما يكون إذا كان الجو كدرا صيفا(تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج١ ص٤٢٦، كتاب الصلاة)

(قوله :وإن أبا جعفر إلخ) عطف على أن بعضهم إلخ فهو مما نقله الأصبحى أيضا و (قوله :عند بقاء نحو ساعتين) أى :من الليل كردى(حاشية الشروانى علىٰ تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج١ ص٤٢٦،كتاب الصلاة)

ثم نقل أعنى القرافى عن أهل الهيئة أنه يظهر، ثم يخفى دائما، ثم استشكله، ثم أطال فى جوابه بما لا يتضح إلا لمن أتقن علمى الهندسة، والمناظرة وأولى منه أنه يختلف باختلاف النظر لاختلافه باختلاف الفصول، والكيفيات العارضة لمحله قد يدق فى بعض ذلك حتى لا يكاد يرى أصلا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے باوجود اس بات کو بلا دلیل کہنے پر مُصِر رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

معترض صاحب اپنی تحریر میں لکھتے ہیں کہ:

''ہماری مشکل یہ ہے کہ ہم اسے اس وقت تک قبول کرنے کی پوزیشن میں قطعاً نہیں ہیں جب تک ان علاقوں اور موسموں کا تعین نہ کیا جائے جن میں فجرین کے درمیان وقفہ کسی سبب کی بنیاد پر مختلف ہوتا رہتا ہو''

مگر یہ مشکل تو معترض صاحب کی اسی نوع کی ہے، جس کے بارے میں سعدی نے کہا ہے۔ ع

گر نہ بیند بروزِ شپرہ چشم

تو اس میں چشمِ آفتاب کا کیا قصور ہے۔

کیونکہ ان کا مسئلہ تو اس تحقیق پر موقوف ہوسکتا ہے، مگر ہمیں تو بحمداللہ تعالیٰ کوئی مشکل نہیں، اس لئے کہ ہمارا کوئی مسئلہ اس تحقیق پر موقوف نہیں، بلکہ ہم تو سیدھی سادی یہ بات کہتے ہیں کہ بیاضِ مستطیر ومعترض صبح صادق ہے، اور اسی سے شرعی احکام وابستہ ہیں، اور بیاضِ مستطیل سے کوئی شرعی حکم وابستہ نہیں، خواہ وہ صادق سے گھنٹہ دو گھنٹہ پہلے ظاہر وغائب ہو، یا چند منٹ پہلے، یا پھر متصل ہو جائے، اور خواہ بالکل بھی ظاہر نہ ہو۔

نہ تو اس سے کوئی شرعی حکم وابستہ ہے، اور نہ ہی دیکھنے والے کو اسے حقیقی صبح وفجر سمجھنا چاہئے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وحينئذ فهذا عذر من عبر بأنه يغيب وتعقبه ظلمة (تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج ا ص ۴۲۷، كتاب الصلاة)

والمندوب (فمن نصف الليل) كالدفع من مزدلفة ولأن العرب تقول حينئذ انعم صباحا وصحيح الرافعى أنه فى الشتاء حين يبقى سبع وفى الصيف حين يبقى نصف سبع لخبر فيه رده المصنف بأن الحديث باطل واختير تحديده بالسحر وهو السدس الأخير (تحفة المحتاج فى شرح المنهاج ، ،ج ا ص ۴۷٦، ۴۷۷، كتاب الصلاة فصل فى الآذان والاقامة)

(قوله :ولأن العرب إلخ) عبارة المغنى وإنما جعل وقته فى النصف الثانى؛ لأنه أقرب إلى الصبح إذ معظم الليل قد ذهب وقرب الأذان من الوقت فهو منسوب إلى الصبح ولهذا تقول العرب بعده انعم صباحا اهـ .(قوله :حين يبقى سبع إلخ) ويدخل سبع الليل الآخر بطلوع الفجر الأول ( حاشية الشروانى علىٰ تحفة المحتاج فى شرح المنهاج ، ،ج ا ص ۴۷٦، ۴۷۷، كتاب الصلاة فصل فى الآذان والاقامة)

اور اسے دیکھ کر ہرگز صبح کا دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔
پس معترض صاحب کو چاہئے کہ جس مسئلہ کی وہ ضرورت سمجھتے ہیں، اور وہ دوسرے کے نزدیک بلکہ خود شرعی طور پر ضرورت کے درجے میں داخل نہیں، اپنی اس ضرورت کی وہ خود تحقیق کریں۔
مگر معترض صاحب کی یہ حالت ہے کہ ان سے اپنا کام تو ہوتا نہیں، اوپر سے جگہ جگہ تعارضات کا بھی شکار ہوتے ہیں، چنانچہ یہاں تو وقفہ چند منٹوں کا تسلیم کیا، اور اپنے مشاہدات میں چند سیکنڈوں کے وقفے کا ذکر کیا، اور اس سے پہلے وقفہ کے بجائے لفظِ ''حتیٰ'' کے ذریعہ سے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر حقیقی اتصال ثابت کرنے کے لئے یہ کہہ چکے کہ :

''صبح کاذب کی روشنی صبح صادق تک باقی رہے گی''

گویا ع

حضرت قبلہ کا ارشاد یوں بھی ہے اور یوں بھی

## معارضہ کی حقیقت

معترض صاحب نے اپنی تحریر میں ''معارضہ'' کا عنوان قائم کرکے اس کے ذیل میں معارضہ کی لمبی چوڑی بحث چھیڑی ہے، جو ہمارے مدعا کے قطعاً خلاف نہیں، اور اصل بات یہ ہے کہ ہمارے نزدیک فقہائے کرام کی عبارات میں درحقیقت کوئی تعارض اور ٹکراؤ نہیں ہے۔
البتہ معترض صاحب کے موقف کے مطابق تعارض لازم آتا ہے، اور اسی تعارض کو رفع کرنے کے لئے ہم نے تطبیق اور رسمِ ناقص کا عنوان اختیار کیا ہے۔
چنانچہ خود معترض صاحب لکھتے ہیں:

''اتحادِ محل وزمان کے قیودات سے معلوم ہوا کہ اگر دونوں دلائل کا محل یا زمانہ ایک نہیں ہے، تو اسے معارضہ نہیں کہا جائے گا''

معترض صاحب کا یہ کلام ہمارے مدعا کے خلاف تو کیا ہوتا بلکہ موافق ہے، کیونکہ ہم تو

فقہائے کرام کی مختلف عبارات کو مختلف ازمنہ وامکنہ پر محمول کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ بعض نے جو اتصال اور بعض نے انفصال پھر بعض نے کم اور بعض نے زیادہ انفصال اور بعض نے کاذب کے مخصوص زمانوں میں ظہور کا ذکر فرمایا، ان اقوال میں بعض لوگوں کو جو بادی النظر میں تعارض محسوس ہوتا ہے، تو درحقیقت ان میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ کاذب کے وجود اور ظہور وغیوب کی حالت مختلف ازمنہ وامکنہ وعوارض اور عدمِ عوارض کے اعتبار سے مختلف ہوسکتی ہے۔

لیکن معترض صاحب اس کے بجائے جملہ ازمنہ وامکنہ میں 18 درجے پر بیاضِ مستطیل کے ظہور اور اس کے تین درجے بعد صبح صادق کے طلوع کے قائل ہیں۔

جبکہ ان کے پاس ان دونوں کے درمیان تین درجے کے تفاوت کی کوئی معقول دلیل نہیں، سوائے علامہ شامی رحمہ اللہ کی شیخ کاملی سے نقل کردہ ایک محتمل المعانی عبارت کے۔

اس عبارت کو چھوڑ کر فقہائے کرام اور متقدمین ومتاخرین اصحابِ فلکیین جنہوں نے کاذب اور صادق کی بحث فرمائی، اور دونوں کے درمیان طویل یا مختصر وقفہ وعدمِ وقفہ کا ذکر فرمایا، اور صبح وفجر کے درجہ کی نشاندہی فرمائی، ان میں سے کسی نے دونوں کے درمیان تین درجوں کا ذکر نہیں فرمایا۔

پس معترض صاحب کے اس دعویٰ پر بیشتر فقہائے کرام کی عبارات کے ساتھ ٹکراؤ وتعارض لازم آتا ہے۔

پھر اس کے بعد معترض صاحب نے طلوعِ شمس کی تین مثالیں دے کر اپنے مدعا کو ثابت کرنے کی جو کوشش کی ہے، ان کی ہمارے نزدیک کوئی اہمیت نہیں، اور قیاس مع الفارق کے قبیل سے ہے، کیونکہ طلوع وغروب کا معاملہ کاذب کے ظہور وغیوب سے بالکل مختلف ہے، اور اس طلوع وغروب کی نظیر کاذب کے بجائے طلوعِ صبح صادق ہے۔

# ہماری تطبیق معترض صاحب کے پیش کردہ معنیٰ ومطلب کے بھی مطابق ہے

معترض صاحب اپنی تحریر میں ''تطبیق کا معنیٰ'' عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں کہ:

''اصطلاحاً تطبیق کا مطلب ہے: دو یا دو سے زیادہ روایات (جو ظاہری طور پر ایک دوسرے کے متضاد نظر آتے ہوں ان) کے درمیان ایسی توجیہ وتاویل کرنا جو من وجہ سب پر صادق آجائے۔ یعنی ایسا معنی نہ کیا جائے جس کا اطلاق ایک پر تو صحیح ہو مگر دوسری روایت کی اس سے نفی لازم آتی ہو''

مگر معترض صاحب نے جو کچھ کہا ہے، وہ بحمد اللہ تعالیٰ ہماری تطبیق پر تو صد فیصد صادق آتا ہے، کیونکہ ہم نے اپنی تطبیق میں اس سلسلہ میں پائے جانے والے مختلف اقوال پر من وجہٍ عمل کیا ہے۔

جبکہ معترض صاحب نے جو موقف اختیار کیا ہے، وہ اکثر فقہائے کرام کی آراء کے معارض ومخالف ہے۔

اس کے بعد معترض صاحب نے جو جمع وترجیح اور تساقط کی تین صورتیں ذکر کی ہیں، اولاً تو ان کو صریح عبارت سے ثابت نہیں کیا، پھر اس کے لئے ''اصولِ بزدوی والتلویح ملاحظہ ہونے'' کا گول مول جو اشارہ دیا ہے، وہ معترض صاحب کے مدعا کے لئے ناکافی ہے۔

اور معترض صاحب نے تطبیق کی جو مثال ''کل بدعة ضلالة'' کی پیش کی ہے، وہ ہمارے مبحوث فیہ مسئلہ سے خارج ہے، کیونکہ ہمارا مبحوث فیہ مسئلہ فقہائے کرام کے اقوال کے مابین ظاہری تعارض کے متعلق ہے، اور معترض صاحب کی یہ مثال شارع علیہ السلام کے ارشاد اور فقہائے کرام کے اقوال میں ظاہری تعارض کی ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ جس عبارت کی طرف معترض صاحب نے اشارہ کیا، وہ مکمل عبارت مندرجہ ذیل ہے:

فإن قيل: كيف التطبيق بين قوله، عليه الصلاة والسلام "كلُّ بدعة ضلالة"، وبين قول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

## واقعتاً ہماری تطبیق حقائق ودلائل کے زیادہ قریب ہے

معترض صاحب ہمارے اس مضمون:

’’لہٰذا ہم اس سلسلہ میں تطبیق کے اصول کو ہی حقائق ودلائل کے زیادہ قریب سمجھتے ہیں، جس کی جدید تحقیق سے بھی تائید ہوتی ہے، اور متعدد فقہاء وعلماء نے اس کو اختیار بھی فرمایا ہے‘‘

پر ’’کتاب مذکور کی تطبیق‘‘ کے عنوان کے ذیل میں لکھتے ہیں:

’’(۱) کون سے حقائق ودلائل مراد ہیں؟

(۲) یہاں مصنف کو چاہئے تھا کہ جدید تحقیق سے ان علاقوں کا تعین فرمائیں جہاں فجرین کے علامات میں تقدیم وتاخیر، تقلیل وتکثیر اسی طرح وجود وعدم وجود وغیرہ پائے جاتے ہوں۔ پھر اس تطبیق کو بروجی روشنی اور فلکی فلق پر منطبق کریں‘‘

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الفقهاء :إن البدعة قد تكون مباحة (لا يثاب فاعلها، ولا يعاقب على تركها) -كاستعمال المُنخل، والمواظبة على أكل لُبّ الحنطة، والشِّبع منه - ، وقد تكون مستحبة (يثاب فاعلها، ولا يعاقب على تركها)، -كبناء المنارة، والمدارس، وتصنيف الكتب -، بل قد تكونُ واجبة (يثاب بفعلها، ويأثم على تركها، للقادر عليها)، -كَنَظْم الدلائل لردِّ شُبهه الملاحدة ونحوهم، -؟ قلنا :للبدعة معنيان :معنىً لغويٌّ عام، هو المُحْدَث مطلقاً، عادةً كان، أو عبادةً، لأنها اسم من الابتداع، بمعنى الإحداث، كالرفعة من الارتفاع، وهذه هي المقصود في عبارة الفقهاء ، يعنون بها ما أُحدث بعد الصدّر الأول مطلقاً، ومعنى شرعيٌّ خاص (بالعبادة، والدين)، هو الزيادة فى الدين، أو نقصانٌ منه، الحادثان بعد الصحابة (والتابعين، وتابعيهم رضى اللّٰه عنهم)، بغير إذن من الشارع، لا قولاً، ولا فعلاً، ولا صريحاً، ولا إشارة، فلا تتناول العادات أصلاً، وهو :كلُّ أمر يُقصد به حصولُ غرض دنيوى -كالملابس المخترعة فى هذا الزمان، والمساكن، والمآكل، والمشارب، مما اتخذه الناس أنواعاً منوعة -فلا يُسمى فى الشرع بدعةً، لأنه ليس فى الدين، وشرط البدعة فى الشرع :أن تكون فى الدين، بأن يتخذها فاعلُها طاعةً، يعبد اللّٰه تعالى بها، فهذه -أى البدعة فى الدين -هى :مراده صلى اللّٰه عليه وسلم فى الحديث المتقدم(الدرر المباحة للنحلاوى ،الباب الخامس فى الأخلاق، والصفات الذميمة، وغوائلها.مطلب فى فضل العلم)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ہماری حقائق سے مراد یہ ہے کہ بیاضِ مستطیل کذنب السرحان امرِ واقع میں ہمیشہ اور ہر جگہ صادق سے متصل نظر نہیں آتی ''ومن ادعیٰ فعلیه البیان''
اور اس کے دلائل ہم نے اپنے مضمون میں ذکر کردیئے ہیں۔

جہاں تک معترض صاحب کے اس اعتراض کا تعلق ہے کہ جدید تحقیق سے ان علاقوں کا تعین فرمائیں الخ۔

تو اس سلسلہ میں ہم پہلے واضح کرچکے ہیں کہ ہمارا کوئی مسئلہ اس تحقیق پر موقوف نہیں، کہ بیاضِ مستطیل کس علاقہ میں صادق سے کتنے وقت کے انفصال واتصال سے نظر آسکتی ہے۔

البتہ اس کا مظہر دائرۃ البرج ہوتا ہے، لہٰذا یہ بروجی پٹی پر نظر آیا کرتی ہے، تو جس زمانہ میں جس مقام پر بروجی پٹی ہوگی، وہیں اس کا وجود ہوگا، اور جب کوئی مانع (مثلاً کوئی دوسری روشنی، دھند وغیرہ) نہیں ہوگا، تو یہ نظر آئے گی، اور جس مقام پر یہ دائرۃ البرج نہیں ہوگا، وہاں واضح نظر نہیں آئے گی۔

علاوہ ازیں خطِ استوا، خطِ جدی اور خطِ سرطان پر دائرۃ البرج ہمیشہ عمودی ہونے کے باعث پورے سال اس کے نظر آنے کا امکان ہوتا ہے، اور کیونکہ یہ زمین کے اردگرد کرۂ بخارات سے منعکس ہوکر نظر آنے والی روشنی ہے، اور کرۂ بخارات مختلف نوعیت کے ہیں، کچھ میں زیادہ چمکنے کی صلاحیت ہے، اور کچھ میں کم۔

اس لئے مختلف زاویوں کے اعتبار سے مختلف کرّوں سے اس کا انعکاس بحسبِ فصول مختلف ہوسکتا ہے۔ [1]

---

[1] وأما كرة البخار فهي مختلفة القوام لأن ما قرب منها إلى الأرض أكثف مما بعد والأكثف أقبل للاستضاءة فالكثيف الخشن باختلاط الهيئات الكثيرة من سطح مخروط الظل قابل للضوء وأن النهار مدة كون ذلك المخروط تحت الأفق والليل مدة كونه فوقه .وحيث تحقق كل ذلك يقال: إذا ازداد قرب الشمس من شرقي الأفق ازداد ميل المخروط إلى غربيه ولا يزال كذلك حتى يرى الشعاع المحيط به وأول ما يرى هو الأقرب إلى موضع الناظر وهو خط يخرج من بصره في سطح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگر کسی صاحب کو اتنی کچھ صریح عبارات اور مفصل مباحث وبیانات سے تسلی نہیں ہوتی، اور وہ اس سے زیادہ تحقیق کے خواہاں ہیں، تو ان کے لئے تحقیق کا میدان کھلا ہے۔

آگے معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''نتیجہ تطبیق سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب مذکور میں، نام تطبیق کا استعمال کیا گیا ہے مگر نتیجہ ترجیح کا نکالا گیا ہے۔ کیونکہ تطبیق کی تشریح سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ تطبیق میں متعارض نصوص کا لحاظ رکھا جاتا ہے یعنی من وجہ دونوں پر عمل ہوجائے۔ جیسا کہ تطبیق کی بحث میں واضح ہے''

شاید معترض صاحب کو ترجیح وتطبیق کی حقیقت معلوم نہیں، اور جو کچھ وہ پیچھے کہہ آئے ہیں، وہ بھی بے سروپا باتیں ہیں، ہماری بحث فقہائے کرام کے اقوال میں ہے، اور معترض صاحب متعارض نصوص کا نام دیتے ہیں، اور ہم نے جو تطبیق کی صورت بیان کی ہے، وہ بالکل واضح اور تطبیق کے اصولوں کے عین مطابق ہے، اگر معانداس کو تسلیم نہ کرے، تو عناد اور ہٹ دھرمی کا کیا علاج ہوسکتا ہے؟

معترض صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

''یہاں اتنی بات تو واضح ہے کہ ترجیح کے رو سے بعض اقوال ۱۸ درجے کی رائے کی تائید کرتے ہیں جبکہ بعض اقوال سے ۱۵ درجے قول کی تائید ہوتی ہے''

معترض صاحب بلاوجہ جگہ جگہ 18 اور 15 درجے کی بحث کو داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ہم نے یہاں جن اقوال میں تطبیق کا راستہ اختیار کیا ہے کسی میں بھی درجات کی تعیین نہیں، بلکہ کاذب کے حالات کا مختلف ہونا بتلایا گیا ہے، جن میں یہ بھی ہے کہ بعض اوقات

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

دائرة سمتية تمر بمركز الشمس عمودا على الخط المماس للشمس والأرض وهو الذى فى سطح الفصل المشترك بين الشعاع والظل فيرى الضوء أولا مرتفعا عن الأفق عند موقع العمود مستطيلا كخط مستقيم وما بينه وبين الأفق يرى مظلما لبعده وإن كان مستنيرا فى الواقع ولكثافة الهواء عند الأفق مدخل فى ذلك أيضا وهو الصبح الكاذب، ثم إذا قربت من الأفق الشرقى رئى الضوء معترضا منبسطا يزداد لحظة فلحظة وينمحى الأول بهذا الضياء القوى كما ينمحى ضياء المشاعل والكواكب فى ضوء الشمس فيخيل أن الأول قد عدم وهو الصبح الصادق(روح المعانى للآلوسى، ج۴ص ۲۱۶، سورة الانعام)

کاذب سِرے سے نظر ہی نہیں آتی، پھر اس موقع پر درجات کی بحث چھیڑنے کا کیا مطلب؟

معترض صاحب نے پھر ڈیڑھ سطر کے بعد جو یہ لکھا ہے:

''کیا اس طریقہ تطبیق کا نتیجہ یہ نہیں ہونا چاہئے تھا کہ صبح صادق وکاذب کے حوالہ سے درجات کی کوئی تعیین نہیں''

یہ بھی بظاہر کم فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ ہم نے جو کاذب کے بارے میں بحث کی ہے، وہ اس نقطۂ نظر سے کی ہے، کہ وہ صادق سے متصل نظر آتی ہے، یا منفصل، اور ہمیشہ نظر آتی ہے یا نہیں؟ اس میں صادق کے درجے سے کہاں بحث ہے؟ بلکہ کاذب کے صادق سے متصل ومنفصل ہونے اور اس کی رؤیت وعدمِ رؤیت سے بحث ہے۔

لہٰذا اس سے صادق کے درجہ کی عدمِ تعیین کا کیا مطلب؟

# فجرین کے درمیان وقفہ کے بارے میں مختلف روایات واقوال

معترض صاحب اپنی تحریر میں ''فجرین کے درمیان وقفہ کے بارے میں مختلف روایات'' کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ:

''کتاب مذکور میں اس حوالے سے ۴۰ کے اوپر روایات نقل کی گئی ہیں، ان کا تجزیہ کر کے سب کو چار اقسام میں تقسیم کی جا سکتی ہیں: اس حوالے سے علماء اور فقہاء کرام سے چار قسم کی عبارات منقول ہیں جس کی درجہ بندی اور تفصیل ذیل میں عرض کی جا رہی ہے''

اس کے بعد معترض صاحب نے درجہ بندی کی ترتیب میں پہلا نمبر ان اقوال کو دیا ہے، جن میں مطلق زمانے کا تذکرہ پایا جاتا ہو۔

اور دوسری قسم ان اقوال کو قرار دیا ہے، جن میں زمانہ یسیر مذکور ہو۔

اور تیسری قسم ان اقوال کو قرار دیا ہے، جن میں بہت زیادہ وقفہ مذکور ہو۔

اور چوتھی قسم ان اقوال کو قرار دیا ہے، جن میں وقفہ کم وبیش ہوتا رہتا ہو۔

قطع نظر اس سے کہ معترض صاحب نے اس تقسیم وترتیب میں کس قدر اصول پسندی سے کام

لیا ہے؟

اتنی بات واضح ہے کہ اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے مختلف اقوال کو وہ بھی تسلیم کرتے ہیں، اور جب واقعہ یہ ہے تو پھر تطبیق یا ترجیح کسی ایک کی ضرورت ان کے نزدیک بھی ہے۔

مگر ان تمام اقوال میں سے کسی قول میں بھی کاذب کا متعین درجے پر ہونا مذکور نہیں۔

اور ان سب اقوال کا دائرہ کاذب کے حالات کے اختلاف تک محدود ہے، اور ان سے صادق کی حالت کا اختلاف ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

پھر جن اقوال میں کاذب کے بالکلیہ نظر نہ آنے کا ذکر ہے، ان کو معترض صاحب نے کوئی ذکر ہی نہیں فرمایا، باوجودیکہ انہوں نے چوتھی قسم کے ذیل میں علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی یہ عبارت بھی ذکر کی ہے:

**واعلم أن الصبح الكاذب ليس بمقدر بتقدير وقت معين بل قد يزيد وقد ينقص كما صرح الفقهاء واحداً بعد واحد بل ربما لايكون مبصراً خلاف ما قال أهل الهيأة** (العرف الشذى للكشميرى، ج ا ص ۴۳۹، ابواب الوتر، باب ما جاء فی مبادرة الصبح بالوتر)

علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی اس عبارت میں صراحت ہے کہ صبح کاذب کا کوئی وقت مقرر نہیں، بلکہ کم وبیش ہوتا رہتا ہے، اور اس کی تصریح فقہاء نے یکے بعد دیگرے فرمائی ہے، اور بسا اوقات کاذب سرے سے نظر ہی نہیں آتی۔

علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی یہ تحقیق اپنی جگہ اہم ہونے کے علاوہ فقہائے کرام کے اقوال میں تطبیق کی بھی حامل ہے۔

مگر تعجب ہے کہ اتنی اہم بات کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا۔

پھر معترض صاحب نے عنوان تو فجرین کے درمیان وقفہ کا قائم کیا ہے، مگر اس عنوان کے تحت فقہائے کرام کی جو عبارات مذکور ہیں، وہ فجرین کے درمیان وقفہ تک ہی محدود نہیں، بلکہ

کاذب کے ظہور و عدمِ ظہور اور اس کے وقت کے مختلف ہونے سے بھی متعلق ہیں۔

اس کے بعد معترض صاحب نے مطلق زمانہ سے متعلق عبارات واقوال کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''اگرچہ وقفہ یسیر پر حمل کئے جاسکتے ہیں، ان سب عبارات میں فجرین کے درمیان مطلق وقفے کا تذکرہ کیا گیا ہے''

مگر کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ مطلق کو مقید کرے، ہمارے نزدیک یہ مطلق اپنے اطلاق پر ہی جاری رہے گا، بالخصوص جبکہ فقہاء کی اطلاق کے بارے میں تصریح بھی موجود ہو۔

اور معترض صاحب نے دوسری قسم کے اقوال کے ذیل میں ''علامہ جلالُ الدین محلی'' کی یہ عبارت شامل کی ہے:

**(والصبح) يدخل وقتها (بالفجر الصادق، وهو المنتشر ضوء ه معترضا بالأفق) أى نواحى السماء بخلاف الكاذب، وهو يطلع قبل الصادق مستطيلا، ثم يذهب ويعقبه ظلمة** (شرح العلامة جلال الدين المحلى على منهاج الطالبين للشيخ محيى الدين النووى، ج ا،ص ۱۳۱، كتاب الصلاة)

حالانکہ اس عبارت میں بھی مطلق وقفے کا ذکر ہے، لہٰذا اسے زمانۂ یسیر کے وقفے کی فہرست میں شامل کرنا انصاف پر مبنی نہیں، بلکہ یہ بھی اپنے اطلاق پر ہے، اور زمنِ قلیل وکثیر سب کو شامل ہے۔

اور اسی قسم کے اقوال کے ذیل میں معترض صاحب نے ردالمحتار کی ایک مختصر عبارت بھی شامل کی ہے، جبکہ پوری عبارت اس طرح ہے:

**فَالْمُعْتَبَرُ الْفَجْرُ الصَّادِقُ وَهُوَ الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيرُ فِي الْأُفُقِ :أَيْ الَّذِي يَنْتَشِرُ ضَوْءُهُ فِي أَطْرَافِ السَّمَاءِ لَا الْكَاذِبُ وَهُوَ الْمُسْتَطِيلُ الَّذِي يَبْدُو طَوِيلًا فِي السَّمَاءِ كَذَنَبِ السِّرْحَانِ أَيْ الذِّئْبِ ثُمَّ يَعْقُبُهُ**

ظُلْمَةٌ .

( فَائِدَةٌ ) ذَكَرَ الْعَلَّامَةُ الْمَرْحُومُ الشَّيْخُ خَلِيلٌ الْكَامِلِيُّ فِي حَاشِيَتِهِ عَلَى رِسَالَةِ الأسطرلاب لِشَيْخِ مَشَايِخِنَا الْعَلَّامَةِ الْمُحَقِّقِ عَلِيٍّ أَفَنْدِي الدَّاغِسْتَانِيِّ أَنَّ التَّفَاوُتَ بَيْنَ الْفَجْرَيْنِ وَكَذَا بَيْنَ الشَّفَقَيْنِ الْأَحْمَرِ وَالْأَبْيَضِ إِنَّمَا هُوَ بِثَلَاثِ دُرَجٍ .اھ (ردالمحتار، ج ۱ ص ۳۵۹، کتاب الصلاۃ)

اس عبارت میں علامہ شامی رحمہ اللہ نے کاذب کے بعد ظلمت پیدا ہونے کا حکم بیان کرنے کے بعد مرحوم شیخ خلیل کاملی کے رسالہ ''اسطرلاب'' کے حاشیے سے ایک قول نقل کیا ہے، جس میں فجرین اور شفقین کے درمیان تین درجے کے تفاوت کا ذکر ہے۔

اس عبارت میں فنی اعتبار سے شفقین ''جن سے مراد احمر وابیض ہے'' اور فجرین کے درمیان تین درجے کے تفاوت کا ذکر ہے۔

اس عبارت سے کاذب و صادق کے درمیان تین درجہ کے تفاوت ہونے کا دعویٰ کرنے والے پر لازم ہے کہ اس عبارت میں معتبر دلیل سے فجرین سے کاذب وصادق مراد ہونا اور اس صورت میں بھی اس تفاوت کا کاذب کے ظہور یا غیوب سے صادق کے طلوع تک کے مابین ہونا متعین کرے، کیونکہ جس طرح شفقین سے اس عبارت میں احمر وابیض مراد ہے، اسی طرح فنی اعتبار سے اس کے مدِ مقابل فجرین میں بھی احمر وابیض مراد ہونے کا احتمال ہے، اور کاذب وصادق مراد لینے کی صورت میں یہ بھی کہ وہ وقفہ کاذب کے ظہور سے صادق کے طلوع تک کے مابین ہو، یا کاذب کے غیوب سے صادق کے طلوع کے مابین ہو، اور جب تک یہ احتمالات ختم نہ ہوں، اس وقت تک مذکورہ مدعا کا ثابت ہونا مشکل ہے، اسی کے ساتھ فقہاء نے سبعِ لیل میں یا صادق سے گھنٹہ دو گھنٹہ کے قریب ماسبق کاذب کے ظہور کا جو حکم لگایا ہے، اور کبھی اتصال وانفصال کی اور کبھی وقفہ کم وزیادہ ہونے کی تصریحات فرمائی

ہیں، اس موقع پر ان کا لحاظ بھی ضروری ہوگا۔ [1]

اس کے بعد معترض صاحب نے ''اذا قرب زمن الصادق '' کے الفاظ سے دو عبارات ذکر کی ہیں، اور ان کو وقفے کے نہایت قلیل ہونے کے ساتھ خاص کیا ہے، مگر ان کی یہ مراد بھی فقہائے کرام کی تصریحات کے خلاف ہے۔

کیونکہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ فقہائے کرام نصف لیل کے بعد سے لے کر صبح صادق کے متصل تک کے عمل پر قربِ صبح صادق کا اطلاق فرماتے ہیں۔ [2]

لہٰذا ''قرب زمن الصادق'' کا نصف لیل کے بعد سے لے کر صبح صادق کے قریب تک کے زمانے پر اطلاق درست ہے۔

اسی کے ساتھ معترض صاحب نے شوافع کی المجموع کی ایک عبارت ذکر کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: ''ثم يغيب ذلك ساعة''

اور اس سے معترض صاحب نے زمانۂ یسیر مراد لینے کو زیادہ مناسب قرار دیا ہے، اور اس کے بعد لسان العرب کی ایک عبارت بھی ساعۃ کے معنیٰ کے متعلق ذکر کی ہے۔

مگر واقعہ یہ ہے کہ ساعۃ کا لفظ ایک گھنٹہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، اور دن رات کے اجزاء میں سے ایک جزء کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ [3]

---

[1] پھر علامہ شامی رحمہ اللہ نے جو شامی میں صبح صادق کے اوقات ذکر کئے ہیں، ان سے صبح صادق کا 18 ڈگری پر ہونا معلوم ہوتا ہے، جس کی تفصیل ہم نے اپنے مضمون میں بیان کردی ہے۔

اس کے پیشِ نظر جو بھی مراد لی جائے، علامہ شامی رحمہ اللہ کے نزدیک کاذب کا اختتام 18 ڈگری سے پہلے ہونا چاہئے۔

[2] (قوله :ولأن العرب) إلى قوله واختير في المغني (قوله :ولأن العرب إلخ) عبارة المغني وإنما جعل وقته في النصف الثاني؛ لأنه أقرب إلى الصبح إذ معظم الليل قد ذهب وقرب الأذان من الوقت فهو منسوب إلى الصبح ولهذا تقول العرب بعده انعم صباحا اهـ.

(قوله :حين يبقى سبع إلخ) ويدخل سبع الليل الآخر بطلوع الفجر الأول(حاشية الشرواني علىٰ تحفة المحتاج في شرح المنهاج ،ج ا ص ٤٧٦، ٤٧٧، كتاب الصلاة، فصل في الآذان والاقامة)

[3] (سوع ) الساعة جزء من أجزاء الليل والنهار والجمع ساعاتٌ وساعٌ قال القطامي وكُنّا كالحَرِيقِ لَدَى كِفاح فَيَخْبُو ساعةً ويَهُبُّ ساعًا قال ابن بري المشهور في صدر هذا البيت وكنّا كالحَريقِ أَصابَ غابا وتصغيره سويعة والليل والنهار معاً أَربع وعشرون ساعة وإِذا اعتدلا فكل واحد منهما ثنتا عشرة ساعة (لسان العرب،ج٨ص ١٦٩،فصل السين الهملة ، مادة '' سوع'')

اور علامہ ابنِ حجر ہیتمی شافعی رحمہ اللہ نے خود اسی مسئلہ کے ضمن میں فقہائے کرام کی طرف سے استعمال کئے گئے لفظِ ساعۃ کا مطلب و مراد ان لفظوں میں بیان فرمادیا ہے کہ:

حَتَّى تَعْقُبَهُ ظُلْمَةٌ كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْأَئِمَّةُ وَقَدَّرُوهَا بِسَاعَةٍ ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ مُرَادَهُمْ مُطْلَقُ الزَّمَنِ ؛ لِأَنَّهَا تَطُولُ تَارَةً وَتَقْصُرُ أُخْرَى (تحفة المحتاج فی شرح المنهاج، ج ا ص ۴۲۶، کتاب الصلاة)

جب خود علامہ ابنِ حجر شافعی رحمہ اللہ نے ائمہ کے اس موقع پر استعمال کردہ لفظِ ساعۃ کا مطلب مطلق زمانہ بتلادیا ہے، اور اس کی وجہ بھی بیان فرمادی ہے کہ وہ وقفہ کبھی زیادہ ہوتا ہے، اور کبھی کم، تو معترض صاحب کی اس ساعۃ کی تقیید، زمانۂ یسیر سے کرنے میں کتنا کچھ وزن رہ جاتا ہے؟

کاذب وصادق کے درمیان جتنا بھی وقفہ ہو، خواہ گھنٹہ یا کم وبیش، وہ فقہائے کرام کی مراد کے مطابق ہوگا، نہ کہ خلاف۔

اور ہم پہلے یہ بھی ذکر کرآئے ہیں کہ بعض فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق کاذب ''سبع لیل'' میں ظاہر ہوتی ہے۔

اور خود معترض صاحب بھی تیسری قسم کے ذیل میں یہ اعتراف کرچکے ہیں کہ بعض اقوال صبح کاذب کے درمیانِ لیل، یا بعض موسم کے ساتھ خاص ہونے کے بھی ہیں۔

# معترض صاحب کی تطبیق

معترض صاحب نے اپنی تحریر میں ہماری تطبیق کے برعکس ''کیا یہ ممکن نہیں'' کا عنوان قائم کرکے اپنی طرف سے ایک تطبیق دینے کی کوشش کی ہے، چنانچہ معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''مذکورہ بالا اقوال کو سامنے رکھ کر ذیل میں ایک تطبیق پیش کی جارہی ہے، کہ اصول تطبیق کو سامنے رکھ کر کیا اس کی گنجائش نکل سکتی ہے یا نہیں؟''

معترض صاحب نے جو تطبیق پیش کی ہے، وہ فقہائے کرام سے ثابت نہیں۔

معترض صاحب نے اپنی تحریر میں ”خلاصۂ کلام“ کا عنوان قائم کر کے ہمارے تطبیق کے طریقہ کے درست نہ ہونے کی چار وجوہات ذکر کی ہیں، مگر وہ چاروں وجوہات ملاحظہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ معترض صاحب کو فقہائے کرام کا مطلب سمجھنے میں غلط فہمی پیدا ہوئی ہے، کیونکہ فقہائے کرام کے وہ اقوال صبح کاذب کے حالات سے متعلق ہیں، جن سے مجموعی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صبح کاذب، صادق سے بہت پہلے بھی ظاہر و غائب ہوسکتی ہے، اور صبح صادق کے متصل بھی ہوسکتی ہے، اور بعض اوقات بالکل نظر بھی نہیں آ سکتی، اور ہماری تطبیق انہی امور کے مابین دائر ہے۔

معترض صاحب اپنی تحریر میں لکھتے ہیں کہ:

”تجزیاتی مطالعہ میں یہ سامنے آیا کہ فجرین کے درمیان فقہائے کرام کے یہ سارے اقوال تقریباً چار قسم میں منحصر ہیں پہلی قسم کے اقوال وہ تھے جن میں فجرین کے درمیان وقفہ (یعنی ظلمت) مطلق ذکر کیا گیا ہو، دوسری قسم کے وہ تھے جن میں یہ اندھیرا بہت کم مذکور تھا۔ تیسری قسم میں بہت زیادہ منقول تھا جبکہ چوتھی قسم میں یہ وقفہ کبھی کم کبھی زیادہ ذکر کیا گیا تھا۔ مذکور بالا تفصیلی کلام میں یہ حقیقت ثابت ہوگئی کہ بنیادی طور پر قول نمبر۲ اور قول نمبر۳ میں تعارض پایا جاتا تھا، غور وفکر کے بعد بات واضح ہوگئی کہ قول نمبر۱، اور نمبر۴ سے قول نمبر۲ کی تائید ہوگئی لہٰذا قول نمبر۳ کو مرجوح قرار دے کر ترک کرنا ضروری ٹھہرا۔ اور یہاں آخری بحث میں قول نمبر۳ کے بارے میں یہ حقیقت بھی سامنے آ گئی کہ جس قسم کے اقوال میں زیادہ وقفہ منقول ہے ان حضرات کو کہکشاں یا زوڈیکل لائٹ سے دھوکہ ہوگیا ہے“

اور چند سطور کے بعد معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

”زوڈیکل لائٹ کو صبح کاذب اور آسٹرونومیکل ٹویلائٹ کو صبح صادق قرار دینا درست نہیں ہوسکا۔ کیونکہ ان دونوں روشنیوں کے درمیان بہت زیادہ وقفہ بھی ہوتا ہے اور اس کے علاوہ بروجی روشنی سال بھر نظر بھی نہیں آتی“

معترض صاحب نے پیچھے ”کیا یہ ممکن نہیں“ کا عنوان قائم کر کے جو تطبیق شروع کی تھی، یہاں اس کو بالائے طاق رکھ کر اپنی طرف سے بیان کردہ چار قسم کے اقوال میں سے ایک کو اختیار کر لیا، اور باقی کو ترک کر دیا، جبکہ کاذب کے بالکل نظر نہ آنے کے قول کو تو کوئی مقام ہی

نہیں دیا، جس پر تبصرہ پہلے گزر چکا۔

اوراسی کے ساتھ اقوال نمبر۳ کو (جن میں بہت زیادہ وقفہ مذکور ہو) مرجوح ٹھہرایا، اوراس کی وجہ یہ بتلائی کہ ان اقوال والوں کو کہکشاں یا زوڈیکل لائٹ سے دھوکہ ہوگیا ہے۔

اولاً تو اس طرزِ عمل کو تطبیق کا نام دینا ہی درست نہیں، دوسرے مطلق وقفہ کے اقوال اور وقفہ کم وبیش ہوتے رہنے کے اقوال سے کم وقفہ والے اقوال کی تائید کا دعویٰ بھی درست نہیں، علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ اس کا جواب دے چکے ہیں۔

رہا بہت زیادہ وقفے والے حضرات کے کہکشاں یا زوڈیکل لائٹ سے دھوکہ ہونے کا دعویٰ، یہ بھی درست نہیں، اس لئے کہ اولاً تو کہکشاں صبح کاذب کے مثل نہیں ہوتی، اور بر سبیلِ تسلیم بھی اس کا جواب آگے آتا ہے، اور زوڈیکل لائٹ خود صبح کاذب ہے، کیونکہ وہ مستطیل کذنب السرحان ہوتی ہے، اوراس سے کم علم لوگوں کو صبح کا دھوکہ ہوسکتا ہے۔

البتہ یہ بعض علاقوں میں ہمیشہ نظر نہیں آتی، تو ہم ابوجعفر بصری اور علامہ کشمیری رحمہما اللہ اور متعدد مالکیہ وغیرہ کے حوالہ سے اپنے مقام پر ذکر کر چکے ہیں کہ بعض موسموں میں کاذب سرے سے نظر ہی نہیں آتی، اوران حوالہ جات میں نظر نہ آنے کا یہ حکم صبح کاذب کے بارے میں ہے، نہ کہ کہکشاں کے بارے میں، رہا امام قرافی کا معاملہ، تو ان کا ذکر آگے آتا ہے۔[1]

---

[1] ثم یعدم وتعقبه ظلمة أو یتناقص حتى ینغمر فی الثانی على زعم بعض أهل الهیئة أو یختلف حاله فی ذالک تارة وتارة بحسب الأزمنة والعروض على ماقیل (روح المعانی للآلوسی، ج۱۵ ص۲۶۳، سورة التکویر تحت آیت نمبر ۱۸)

واعلم أن الصبح الکاذب لیس بمقدر بتقدیر وقت معین بل قد یزید وقد ینقص کما صرح الفقهاء واحداً بعد واحد بل ربما لایکون مبصراً خلاف ما قال أهل الهیأة (العرف الشذی للکشمیری، ج۱ ص۴۳۹، ابواب الوتر، باب ما جاء فی مبادرة الصبح بالوتر)

وأن أبا جعفر البصری بعد أن عرفه بأنه عند بقاء نحو ساعتین یطلع مستطیلا إلى نحو ربع السماء کأنه عمود وربما لم یر إذا کان الجو نقیا شتاء وأبین ما یکون إذا کان الجو کدرا صیفا (تحفة المحتاج فی شرح المنهاج، ج۱ ص۴۲۶، کتاب الصلاة)

(قوله :وإن أبا جعفر إلخ) عطف على أن بعضهم إلخ فهو مما نقله الأصبحی أیضا و (قوله :عند بقاء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر زوڈیکل لائٹ (بروجی روشنی) کے صبح کاذب ہونے میں کیا مانع ہے؟

اور فقہائے کرام نے جس تفصیل کے مطابق صبح کاذب کا ذکر کیا ہے، اور جس طرح کے وقفے اور اتصال کا انہوں نے تذکرہ کیا ہے، بروجی روشنی فقہائے کرام کی بیان کردہ اس مختلف الاحوال روشنی کے عین مطابق ہے۔

اور ہم یہ اپنے مضمون میں پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں کہ:

اگرچہ اس قسم کے اقوال میں بعض حضرات نے تو ترجیح کی صورت کو اختیار کیا ہے، مگر بعض حضرات نے تطبیق کی صورت کو اختیار فرمایا ہے۔

فقہ حنفی کے اصولوں کے مطابق اس قسم کے مسائل میں تطبیق، ترجیح پر مقدم ہوتی ہے۔

ہم اس سلسلہ میں تطبیق کے اصول کو ہی حقائق ودلائل کے زیادہ قریب سمجھتے ہیں، جس کی جدید تحقیق سے بھی تائید ہوتی ہے، اور متعدد فقہاء وعلماء نے اس کو اختیار بھی فرمایا ہے، پس جن حضرات نے صادق سے پہلے منفصلاً بیاضِ مستطیل کے وجود کا قول کیا، اور جن حضرات نے اس کے صادق سے متصل ہونے کا قول کیا، یہ مختلف زمانوں پر محمول ہوگا، اسی طرح جن حضرات نے جملہ ازمنہ میں اس کے

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نحو ساعتين) أى :من الليل كردى(حاشية الشروانى علىٰ تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج ۱ ص ۴۲۶، كتاب الصلاة)

علامہ ابنِ حجر ہیتمی تفصیلی کلام کے بعد بطور خلاصہ فرماتے ہیں:

ثم نقل أعنى القرافى عن أهل الهيئة أنه يظهر، ثم يخفى دائما، ثم استشكله، ثم أطال فى جوابه بما لا يتضح إلا لمن أتقن علمى الهندسة، والمناظرة وأولى منه أنه يختلف باختلاف النظر لاختلافه باختلاف الفصول، والكيفيات العارضة لمحله قد يدق فى بعض ذلك حتى لا يكاد يرى أصلا وحينئذ فهذا عذر من عبر بأنه يغيب وتعقبه ظلمة (تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج ۱ ص۴۲۷، كتاب الصلاة)

مطلب یہ ہے کہ جس کرہ میں یہ مستطیل روشنی منعکس ہو کر نظر آتی ہے، موسموں کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس کرہ میں ایسی کیفیات عارض ہو جاتی ہیں، جن کے باعث یہ نظر نہیں آتی۔

موجود ہونے کا دعویٰ کیا اور جن حضرات نے اس کا انکار کیا یہ اختلاف مختلف امکنہ پر محمول کیا جائے گا۔ اور الغرض یہ سب اختلاف، ازمنہ وامکنہ کا اختلاف قرار دیا جائے گا (صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق)

اور ہمیں بحمداللہ تعالیٰ اس تطبیق پر شرح صدر حاصل ہے، کسی دوسرے کو حاصل نہ ہو، تو وہ اس کا معاملہ ہے۔

ہم اپنے مضمون میں اپنے شرح صدر کے مکلّف ہیں، کسی دوسرے کے شرح صدر ہونے نہ ہونے کے نہیں۔

## علامہ شامی کے حوالے میں احتمالات

معترض صاحب نے اپنی تحریر میں درجِ بالا عنوان قائم کر کے ہمارے مضمون پر کلام کیا ہے۔

اولاً تو یہ عبارت (جس پر کلام کیا جارہا ہے) علامہ شامی رحمہ اللہ نے شیخ خلیل کاملی سے نقل فرمائی ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ نے اپنا کوئی فیصلہ بیان نہیں فرمایا، دوسرے اس کلام کے باوجود شیخ خلیل کاملی کی عبارت میں مختلف احتمالات بھی پائے جاتے ہیں۔

جس پر کلام ہم پیچھے کر آئے ہیں، جب تک معترض صاحب فقہائے کرام کی تصریحات سے تعارض رفع کر کے اور ان احتمالات کا خاتمہ کر کے اپنے اس مدعا کو ثابت نہیں کرتے کہ تین درجے کا یہ وقفہ صبح کاذب کے ظہور سے لے کر صبح صادق کے طلوع کے مابین ہے، اس وقت تک اس پر طولِ لاطائل بحثیں کرنا، محض ہتھیلی پر سرسوں جمانا ہے۔

اور ان سب باتوں سے قطع نظر معترض صاحب 18 ڈگری پر صبح کاذب اور 15 ڈگری پر صبح صادق کے قائل ہیں، جبکہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے جو شامی میں صبح صادق کے اوقات ذکر کئے ہیں، ان سے صبح صادق کا 18 ڈگری پر ہونا واضح ہے، جس کی تفصیل ہم نے اپنے مضمون میں بیان کردی ہے، پھر اس عبارت سے جو بھی احتمال متعین کر دیا جائے، علامہ شامی

رحمہ اللہ کے نزدیک تو صبح صادق کا 18 درجہ پر ہونا ہی ثابت رہتا ہے۔

معترض صاحب اپنی تحریر میں لکھتے ہیں کہ:

''علامہ نے فجرین کے درمیان وقفہ سمجھایا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح حمرۃ اور بیاض شفق ایک جس صورت میں اور جس مقدار میں غائب وظاہر ہوتے ہیں اسی طرح فجرین یعنی کاذب اور صادق طلوع ہوتے ہیں''

معترض صاحب جس صورت اور مقدار میں حمرۃ اور بیاض کے غائب وظاہر ہونے کی مماثلت کو ثابت کرنا چاہتے ہیں، یہ مماثلت حمرۃ اور بیاض کے درمیان زیادہ بہتر طریقہ پر ثابت ہوتی ہے۔

کیونکہ یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ فنی اعتبار سے شفقِ ابیض واحمر کی صورت اور مقدار میں مماثلت صبح صادق کی بیاض وحمرۃ کے ساتھ ہے، نہ کہ کاذب وصادق کے ساتھ۔ [1]

لہٰذا اس احتمال کا سقوط دلیل کا محتاج ہے۔

اور دوسرے احتمال کے بارے میں معترض صاحب لکھتے ہیں:

---

[1] الشفق من جهة المغرب نظير الفجر من جهة المشرق، وهما متساويان فى العلة (المواعظ والاعتبار بذكر الخطط والآثار للمقريزى، باب ذكر تاريخ القبط)

وذلک لان الحمرة والبياض الباديين فى الافق بعد غروب الشمس كلاهما نظيرا للبياض والحمرة الباديين قبل طلوع الشمس، لكون كليهما من آثار اشعتهما ، فمدة مابين غروب الشمس الى غيبوبة بياض الشفق هى المدة مابين ظهور بياض الفجر الى طلوع الشمس سواء بسواء، كما صرح به اصحاب الرياض والهيئة (اعلاء السنن ج۲ص۱۵ ، كتاب الصلاة،باب المواقيت)

ويسمى الصادق، وعليه تترتب جميع الأحكام الشرعية المتعلقة بالفجر، وبعده يحمر الأفق لاقتراب الشمس وسطوع ضيائها على المدورات الغربية من الأرض، ويتبعه الطلوع، وعند غروبها ينعكس الحكم فى الترتيب المتقدم فيبقى الأفق محمرا من جهة المغرب بعد الغروب، ثم تزول الحمرة ويبقى البياض الذى هو نظير الفجر الصادق، وبالحمرة حكم صلاة العشاء عند الشافعية وبالبياض حكمها عند الحنفية، ثم يزداد البياض ضعفا شيئا فشيئا إلى أن يغيب، ثم يتبعه البياض المستطيل المنتصب نظير الفجر الكاذب مدة من الليل ثم يذهب(صبح الأعشى للقلقشندى، ج۲ ص۳٦۷، ۳٦۸، المقالة الاولىٰ، الباب الاول، ،الفصل الثالث ، الجملة الثانية، القسم الاول)

''جو اصل مدعا ہے اسے یہاں دوسرے احتمال کی بنا پر بدرجہ امکان ذکر کیا۔حالانکہ یہی اصل مدعا ہے علامہ شامی کا اس عبارت سے''

مگر معترض صاحب نے اس احتمال کے اصل مدعا ہونے کی دلیل پیش نہیں کی، تاکہ دیگر احتمالات ساقط ہوتے۔

معترض صاحب تیسرے احتمال کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہاں احکام فجر کا تذکرہ مقصود ہے،اور بالاتفاق صبح کاذب اور صادق ہیں۔یعنی اول کو لیل کے حکم میں شامل کرنا تھا جبکہ ثانی کو نہار کا حکم دینا مقصود تھا،رہ گئی فجر کی حمرۃ تو اس کے ساتھ کوئی حکم متعلق نہیں ہے''

اگر یہی بات ہے،تو پھر معترض صاحب کو اس پر غور کرنا چاہئے تھا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے یہ بات ''ثُـمَّ یَـعْـقُبُهُ ظُلْمَةٌ '' کے بعد نقل فرمائی ہے،لہٰذا اس سے تو کاذب کے غیوب کے بعد صادق کے طلوع کے مابین وقفے کے تین درجے ہونے کا احتمال بھی ہے، جبکہ معترض صاحب کاذب کے ظہور سے صادق کے طلوع تک تین درجات کے تفاوت کے قائل ہیں۔

اور ہم یہ بات اپنے مضمون میں ذکر کرہی چکے ہیں کہ ان مذکورہ احتمالات میں سے کون سا احتمال راجح ہے،اس میں اہلِ علم کی آراء مختلف ہوسکتی ہیں،لیکن بہرحال احتمالات کے ہوتے ہوئے فقہائے کرام کی دیگر عبارات کی طرف رجوع کیا جائے گا،اوران کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے گا۔

اور دیگر فقہائے کرام کی عبارات صبح کاذب کے ظہور سے لے کر صبح صادق کے طلوع کے مابین تین درجے کے تفاوت کی معارض ہیں،اور ایسی عبارات ہم اپنے مقام پر ذکر کرچکے ہیں،جن سے کاذب کا نصف لیل کے بعد اور سبعِ لیل میں اور صادق سے حسبِ موسم گھنٹہ دو گھنٹہ پہلے نظر آنا اور درمیان کے فصل کا کبھی زیادہ اور کبھی کم ہونا معلوم ہوتا ہے،اور دیگر معتبر اصحابِ فلکیین میں سے بھی مذکورہ طریقہ پر کسی نے کاذب وصادق کے درمیان تین درجہ کا تفاوت بیان نہیں کیا۔

اور معارض کے موجود ہوتے وقت محتمل عبارت سے استدلال کیسے تام ہوسکتا ہے۔ [1]

آگے معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

”محترم مصنف کو چاہئے تھا کہ یہاں فلکیین کی تین فجروں کی بات ذکر نہ فرماتے جب کہ خود صرف ایک فجر کو تسلیم کرتے ہیں“

فلکیین کی تین فجروں کی بات کے ذکر سے پریشانی لاحق ہونے کے کیا معنیٰ؟ جبکہ رسالہ اسطرلاب کے جس حاشیہ کی عبارت علامہ شامی رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے، وہ خود اسی فن سے متعلق ہے، اور ہم نے مطلق فجر کے ایک ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، بلکہ حقیقی و سچی فجر کے ایک ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

جس پر ہم بشرح صدراب تک قائم ہیں، اوران تین قسموں سے ہمارے مدعا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

## علامہ ابن حجر ہیتمی کا حوالہ

معترض صاحب نے اپنی تحریر میں درجِ بالا عنوان قائم کر کے ہمارے مضمون سے متعلق گفتگو کی ہے۔

معترض صاحب ہماری طرف نسبت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”آگے نکل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان بزرگوں کی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صبح کاذب کا دورانیہ مختلف ہوتا ہے، صبح کاذب رات کے ابتدائے حصے میں ظاہر ہو کر صبح صادق سے کافی پہلے غائب ہوجاتی ہے۔لہٰذا بروجی روشنی کو صبح کاذب قرار دینا بالکل درست ہے“

---

[1] فمع الاحتمال لا یصح الاستدلال، مع عدم صحته جعله مقیسا علیه محال(مرقاۃ المفاتیح، ج ۱ ص ۴۲،خطبة الکتاب، حدیث انما الاعمال بالنیات)

وقد احتمل احتمالات تقدم ذکرها، ومع وجود الاحتمال یسقط الاستدلال(مرقاۃ المفاتیح، ج ۱ ص ۳۹۳، کتاب الطهارۃ، باب آداب الخلاء)

ومع الاحتمال لا یصح الاستدلال(ایضاً ، ج ۲ ص ۴۵۸، کتاب الطهارۃ، باب احکام المیاہ)

ومع الاحتمال لا یتم الاستدلال، لا سیما مع وجود المعارض (ایضاً،ج۷ص ۲۷۴۳، کتاب الاطعمة،باب فی متی یکون المرء مضطرا لتحل له المیتة)

اولاً تو معترض صاحب نے ہماری طرف یہ خلافِ حقیقت نسبت کی ہے، کیونکہ ہم نے علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی عبارت سے ہرگز یہ ثابت نہیں کیا، کہ صبح کاذب رات کے ابتدائی حصے میں ظاہر ہوکر صبح صادق سے کافی پہلے غائب ہوجاتی ہے۔

ہم نے علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی عبارت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، وہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے پہلے تو صبح صادق کو بیاضِ منتشر اور معترض بالافق بتلایا اوراس کے بعد کاذب مستطیل پر تفصیلی بحث اور کلام فرمایا۔اور علامہ ابن حجر کے مذکورہ کلام (بالخصوص خط کشیدہ الفاظ) سے معلوم ہوا کہ صبح کاذب کا وقت مختلف ہوسکتا ہے۔ اور صبح صادق سے پہلے یہ بالکلیہ منعدم ہوجاتی ہے، اور اس کے انعدام کا زمانہ مختلف اور کم وبیش ہوتا ہے جو کہ بہت طویل بھی ہوسکتا ہے اور قصیر بھی ، اور بعض اوقات صادق سے متصل بھی ہوسکتی ہے ،اور اس سے بیاضِ مستطیل کے طلوع کے زمانے کا بھی مختلف ہونا معلوم ہوا۔اور بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق بعض ازمنہ وامکنہ میں اس کو دیکھا جانا ممکن نہیں ہوتا (علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے حوالہ سے یہ جامع تحقیق پہلے گزر چکی ہے)(صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق)

پھر اس کے بعد ہم نے آگے اسی عبارت کے متصل لکھا ہے کہ:

اور یہ پہلے عرض کیا جاچکا کہ جن حضرات نے اس کا ہمیشہ مشاہدہ فرمایا، وہ اختلافِ مکان کی وجہ سے ہے (صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق) [1]

---

[1] مطلب یہ ہے کہ بعض نے ایسے مقامات پر مشاہدہ کیا جہاں ہمیشہ نظر آنے کا امکان ہوتا ہے (جیسا کہ خطِ استواء، جدی اور سرطان کے علاقے) اور بعض نے ان کے علاوہ دیگر ایسے مقامات پر مشاہدہ کیا، جہاں ہمیشہ نظر آنے کا امکان نہیں ہوتا، یا کم ہوتا ہے (جیسا کہ نصف شمالی اور جنوبی عرض بلد کے علاقے) اور ہر ایک کا مشاہدہ اپنی اپنی جگہ صحیح تھا، اور ایک نے دوسرے قول کو جو مرجوح سمجھا، وہ اپنے مشاہدہ کے مقابلہ میں تھا، اور جدید تحقیق سے اس اختلافِ مشاہدہ کی فنی وضاحت ہوگئی، اور مولانا روحانی بازی صاحب رحمہ اللہ کے حوالہ سے جدید اصولِ ھیئت کے بارے میں کلام آتا ہے، اگر یہ فنی وضاحت ان حضراتِ فقہاء کے زمانے میں ہوجاتی تو ان کے لئے بھی اس کو قبول کرنے اور تطبیق دینے میں کوئی مانع نہ ہوتا۔

# ہمارے مدعا کا علامہ ابنِ حجر ہیتمی کی عبارت سے ماخوذ ہونا درست ہے

ہم نے جو کچھ علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کے کلام کا مطلب بیان کیا، اور اس کے بعد دیگر حضرات کی عبارات کی روشنی میں جو تطبیق پیش کی، وہ ہمارے نزدیک بحمد اللہ تعالیٰ بالکل درست ہے، جس کی تفصیل درجِ ذیل ہے۔

علامہ ابنِ حجر ہیتمی رحمہ اللہ تحفۃ المحتاج میں فرماتے ہیں:

الْكَاذِب وَهُوَ مَا يَبْدُو مُسْتَطِيلًا وَأَعْلَاهُ أَضْوَأُ مِنْ بَاقِيهِ ، ثُمَّ تَعْقُبُهُ ظُلْمَةٌ. ( تَنْبِيهٌ ) فِي تَحْقِيقِ هَذَا وَكَوْنِهِ مُسْتَطِيلًا كَلَامٌ طَوِيلٌ لِأَهْلِ الْهَيْئَةِ مَبْنِيٌّ عَلَى الْحَدْسِ الْمَبْنِيِّ عَلَى قَوَاعِدِ الْحُكَمَاءِ الْبَاطِلَةِ شَرْعًا مِنْ مَنْعِ الْخَرْقِ ، وَالِالْتِئَامِ ، أَوْ الَّتِي لَمْ يَشْهَدْ بِصِحَّتِهَا عَلَى أَنَّهُ لَا يَفِي بِبَيَانِ سَبَبِ كَوْنِ أَعْلَاهُ أَضْوَأَ مَعَ أَنَّهُ أَبْعَدُ مِنْ أَسْفَلِهِ مِنْ مُسْتَمَدِّهِ وَهُوَ الشَّمْسُ وَلَا بِبَيَانِ سَبَبِ انْعِدَامِهِ بِالْكُلِّيَّةِ .حَتَّى تَعْقُبَهُ ظُلْمَةٌ كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْأَئِمَّةُ وَقَدَّرُوهَا بِسَاعَةٍ ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ مُرَادَهُمْ مُطْلَقُ الزَّمَنِ ؛ لِأَنَّهَا تَطُولُ تَارَةً وَتَقْصُرُ أُخْرَى وَزَعَمَ بَعْضُ أَهْلِ الْهَيْئَةِ عَدَمَ انْعِدَامِهِ وَإِنَّمَا يَتَنَاقَصُ حَتَّى يَنْغَمِرَ فِي الْفَجْرِ الصَّادِقِ وَلَعَلَّهُ بِاعْتِبَارِ التَّقْدِيرِ لَا الْحِسِّ (تحفة المحتاج فی شرح المنهاج، ج ا ص ۴۲۵، ۴۲۶، کتاب الصلاة) [1]

---

[1] اور تحفۃ المحتاج کے محشی لکھتے ہیں کہ:

(قوله :أی نواحی السماء ) أی فیما بین الجنوب، والشمال من جهة المشرق شیخنا

(قوله :مستطیلا) أی ممتدا إلی جهة العلو كذنب السرحان بكسر السین وهو الذئب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی عبارت سے نہ صرف یہ ظاہر ہورہا ہے کہ صبحِ کاذب کے بعد ظلمت پیدا ہوتی ہے، بلکہ اس کے ساتھ انہوں نے بعض اہلِ ھیئت کے ان اصولوں کو باطل بھی قرار دیا ہے، جن کی رو سے وہ کاذب کی روشنی کے عدمِ انعدام کے قائل اور درمیان میں ظلمت کے منکر ہیں۔

پھر یہ بھی فرمایا کہ ظلمت پیدا ہونے کی ائمہ نے تصریح فرمائی ہے، اور انہوں نے اس ظلمت کے دورانیہ کو ساعت سے تعبیر کیا ہے، اور پھر علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ ائمۂ کرام کی ساعت سے مراد مطلق زمانہ ہے، جو کہ کبھی زیادہ اور کبھی کم ہوتا ہے، اور بعض اہلِ ھیئت نے جو کاذب کے منعدم نہ ہونے اور فجرِ صادق میں منغمر ہوجانے کا گمان ظاہر کیا ہے، اس کی حیثیت زیادہ سے زیادہ تقدیر (قوتِ واہمہ کی تخمین) کی ہے؛ حساً ایسا نہیں ہے، بلکہ حساً ظلمت ہی ہوتی ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ رؤیت کا تعلق حس کے ساتھ ہے، پس عام ناظر ومشاہدہ کار کے لئے عموماً اُفق پر ظلمت ہی ہوتی ہے، اور تحفۃ المحتاج کے محشی کے بقول بعض اوقات کاذب؛ صادق سے متصل بھی ہوسکتی ہے۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

شيخنا (قوله :ثم تعقبه ظلمة) أى غالبا وقد يتصل بالصادق شيخنا وبجيرمى.
(قوله :فى تحقيق هذا) أى فى بيان حقيقة الفجر الكاذب (قوله :على الحدس) أى: الوهم، والخيال قاموس (قوله :كمنع الخرق إلخ) أى :خرق السماء ، والتئامه (قوله: لم يشهد إلخ) أى الشرع يعنى لم يرد فى الشرع ما يصححها ولا ما يبطلها وكان الأولى إبراز الضمير لأنه صلة جرت على غير ما هى له (قوله :على أنه) أى :ذلك الكلام (قوله :مع أنه) أى :أعلاه (قوله :كما صرح به) أى :بانعدامه بالكلية (قوله : وقدروها) أى :الظلمة (قوله :أن مرادهم) أى :بالساعة (قوله :حتى ينغمر فى الفجر الصادق) أى :يتصل به (قوله :ولعله) أى :ما زعمه ذلك البعض من عدم الانعدام (باعتبار التقدير) أى تخمين القوة الواهمة(حاشية الشروانى علىٰ تحفة المحتاج فى شرح المنهاج ،ج ا ص ۴۲۵، ۴۲۶، كتاب الصلاة)

اور اتصال کی تفصیل آگے بروجی روشنی کی بحث میں آتی ہے۔

آ گے علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**وَاخْتِلَافِ زَمَنِهِ وَانْعِدَامِهِ بِالْكُلِّيَّةِ الْمُوَافِقِ لِلْحِسِّ أَوْلَى مِمَّا ذَكَرَهُ أَهْلُ الْهَيْئَةِ الْقَاصِرِ عَنْ كُلِّ ذٰلِكَ** (تحفة المحتاج فی شرح المنهاج، ج ۱ ص ۴۲۶، کتاب الصلاۃ)

اس عبارت میں کاذب کے زمانے کے مختلف ہونے اور اس کے بالکلیہ منعدم ہوجانے کو، جو کہ حس کے موافق ہے (اور اس کا ذکر پہلے گزرا) علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے ان اہلِ ھیئت کے قول سے اولیٰ قرار دیا، جو اس کی حقیقت سے واقف نہیں۔ [1]

پھر اس کے بعد آگے چل کر علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

**وَنَقَلَ الْأَصْبَحِيُّ إِبْرَاهِيمُ أَنَّ بَعْضَهُمْ ذَكَرَ أَنَّهُ يَذْهَبُ بَعْدَ طُلُوعِهِ وَيَعُودُ مَكَانَهُ لَيْلًا وَهَذَا الْبَعْضُ كَثِيرُونَ مِنْ أَئِمَّتِنَا كَمَا مَرَّ وَأَنَّ أَبَا جَعْفَرٍ الْبَصْرِيَّ بَعْدَ أَنْ عَرَّفَهُ بِأَنَّهُ عِنْدَ بَقَاءِ نَحْوِ سَاعَتَيْنِ يَطْلُعُ مُسْتَطِيلًا إِلَى نَحْوِ رُبْعِ السَّمَاءِ كَأَنَّهُ عَمُودٌ وَرُبَّمَا لَمْ يُرَ إِذَا كَانَ الْجَوُّ نَقِيًّا شِتَاءً وَأَبْيَنُ مَا يَكُونُ إِذَا كَانَ الْجَوُّ كَدِرًا صَيْفًا أَعْلَاهُ دَقِيقٌ وَأَسْفَلُهُ وَاسِعٌ أَيْ وَلَا يُنَافِي هَذَا مَا قَدَّمْته أَنَّ أَعْلَاهُ أَضْوَأُ ؛ لِأَنَّ ذَاكَ عِنْدَ أَوَّلِ الطُّلُوعِ وَهَذَا عِنْدَ مَزِيدِ قُرْبِهِ مِنْ الصَّادِقِ وَتَحْتَهُ سَوَادٌ ، ثُمَّ بَيَاضٌ ، ثُمَّ يَظْهَرُ ضَوْءٌ يُغَشِّي ذٰلِكَ كُلَّهُ ، ثُمَّ يَعْتَرِضُ :**

---

[1] مگر معترض صاحب اپنے مضمون میں اس مقام پر علامہ ہیثمی کے اس فیصلہ کو دوسروں کی رائے قرار دیتے ہیں، چنانچہ وہ علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی عبارت کا ایک ٹکڑا ''بِاعْتِبَارِ التَّقْدِيرِ لَا الْحِسِّ '' تک لکھ کر کہتے ہیں:

''یہاں تک علامہ ہیثمی نے صبح کاذب وصادق کے حوالے سے دوسرے اہلِ علم کی رائے نقل فرمائی ہے''

معترض صاحب یہ نہیں سوچتے کہ علامہ ابنِ حجر نے اس بات کا ذکر ائمہ کی صراحت کے ساتھ فرمایا ہے، اور'' وَالظَّاهِرُ أَنَّ مُرَادَهُمْ مُطْلَقُ الزَّمَنِ ؛ لِأَنَّهَا تَطُولُ تَارَةً وَتَقْصُرُ أُخْرَى '' سے اپنا فیصلہ فرمایا ہے۔

پھر آگے چل کر خود فقہاء کی بات کو راجح اور اس کے مقابلہ میں بعض اہلِ ھیئت کی بات کو مرجوح قرار دیا، اور بر سبیلِ تسلیم اس کی مناسب تاویل بھی کر دی ہے۔

وَرَدَّهُ بِأَنَّهُ رَصَدَهُ نَحْوُ خَمْسِينَ سَنَةً فَلَمْ يَرَهُ غَابَ وَإِنَّمَا يَنْحَدِرُ لِيَلْتَقِيَ مَعَ الْمُعْتَرِضِ فِي السَّوَادِ وَيَصِيرَانِ فَجْرًا وَاحِدًا وَزَعْمُ غَيْبَتِهِ ، ثُمَّ عَوْدِهِ وَهْمٌ ، أَوْ رَآهُ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْفُصُولِ فَظَنَّهُ يَذْهَبُ وَبَعْضُ الْمُوَقِّتِينَ يَقُولُ هُوَ الْمَجَرَّةُ إِذَا كَانَ الْفَجْرُ بِالسُّعُودِ وَيَلْزَمُهُ أَنَّهُ لَا يُوجَدُ إِلَّا نَحْوُ شَهْرَيْنِ فِي السَّنَةِ قَالَ الْقَرَافِيُّ (تحفة المحتاج فی شرح المنهاج ،ج ا ص ۴۲۵ الیٰ ۴۲۷، کتاب الصلاۃ)

اس عبارت میں بعض حضرات کا یہ قول مذکور ہے کہ رات کے دو گھنٹے کے قریب باقی رہنے کے وقت کاذب طلوع ہوتی ہے۔[1]

اور بعض موسموں اور حالتوں میں اکثر یہ نظر نہیں آتی، اور بعض میں زیادہ واضح نظر آتی ہے۔

اور بعض حضرات نے مذکورہ حضرات کے قول کو یہ کہہ کر رد کیا ہے، کہ انہوں نے پچاس سال اس کا مشاہدہ کیا، لیکن اس کو کبھی غائب ہوتے ہوئے نہیں دیکھا، لہٰذا اس کے غائب ہونے اور دوبارہ لوٹ کر آنے کا گمان وہم ہے، یا پھر یہ مختلف موسموں کے لحاظ سے مختلف ہو جاتی ہے۔

اور ہم نے اپنے مضمون میں یہی کہا ہے کہ:

بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق بعض ازمنہ وامکنہ میں اس کو دیکھا جانا ممکن نہیں ہوتا۔

---

[1] اور تحفۃ المحتاج کے حاشیہ شروانی میں ہے کہ:

(قوله :حين يبقى سبع إلخ) ويدخل سبع الليل الآخر بطلوع الفجر الأول(حاشية الشروانی علیٰ تحفة المحتاج فی شرح المنهاج ،ج ا ص ۴۷۶، ۴۷۷، کتاب الصلاة، فصل فی الآذان والاقامة)

اس عبارت میں سبعِ لیل کا طلوعِ فجر کے ساتھ داخل ہونا بتلایا گیا ہے، جو کہ وہی دو گھنٹے کے قریب کا وقت بنتا ہے، جو اوپر ذکر کیا گیا، اور جدید ماہرینِ فلکیات نے بھی بروجی روشنی کا طلوع سے گھنٹہ دو گھنٹہ پہلے بہتر طریقہ پر نظر آنا بتلایا ہے، جس کے متعلق حوالہ جات آگے آ رہے ہیں۔

(علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے حوالہ سے یہ جامع تحقیق پہلے گزر چکی ہے) [1]

## جبکہ علامہ ابنِ حجر تفصیلی کلام کے بعد بطور خلاصہ فرماتے ہیں:

---

[1] علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی وہ تحقیق یہ ہے:

**واعلم أن الصبح الكاذب ليس بمقدر بتقدير وقت معين بل قد يزيد وقد ينقص كما صرح الفقهاء واحداً بعد واحد بل ربما لايكون مبصراً خلاف ما قال أهل الهيأة (العرف الشذى للكشميرى، ج ۱ ص ۴۳۹، ابواب الوتر، باب ما جاء فى مبادرة الصبح بالوتر)**

اورصاحبِ روح المعانی فرماتے ہیں:

**ثم يعدم وتعقبه ظلمة أو يتناقص حتى ينغمر فى الثانى على زعم بعض أهل الهيئة أو يختلف حاله فى ذالک تارة وتارة بحسب الأزمنة والعروض على ماقيل (روح المعانى للآلوسى، ج۱۵ ص ۲۶۳، سورة التكوير تحت آيت نمبر ۱۸)**

مگر معترض صاحب علامہ ابنِ حجر کی مندرجہ بالا عبارت میں یہاں بھی لکھتے ہیں:

’’یہ جتنے بھی اقوال اوپر ذکر کئے گئے ہیں سب کا منشاء وہی ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ یہ غائب نہیں ہوتی اور بعض کہتے ہیں کہ کاذب کے بعد اندھیرا آتا ہے، مگر اس کے باوجود سارے اس بات پر متفق ہیں کہ صبح کاذب رات کے اخیر میں طلوع ہوگی اور صبح صادق کے نہایت قریب جا کر غائب ہوگی‘‘

ملاحظہ فرمائیے کہ معترض صاحب نے بعض موسموں میں اس کے عدمِ ظہور کے اقوال کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں کیا، جبکہ علامہ ابنِ حجر کی عبارت میں وہ اقوال بھی مذکور ہیں، اور کاذب کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ بہر حال صادق کے نہایت قریب جا کر غائب ہوگی، یہ بھی معترض صاحب کا اپنا خیال ہے، کیونکہ انہوں نے نہایت قریب کا جو تصور اپنے ذہن میں قائم کیا ہوا ہے، وہ فقہائے کرام کی مراد سے مختلف ہے، جیسا کہ پیچھے گزرا اور آگے بھی آتا ہے۔

اور معترض صاحب نے ’’**هو المجرة**‘‘ اور ’’**لايوجد الا نحو شهرين** ‘‘ کی عبارت کو لے کر یہ دعویٰ کیا ہے کہ:

’’اس سے، ظاہر ہے کہ، بروجی روشنی مراد ہے یعنی ان بعض ماہرین فن کے نزدیک صبح کاذب بروجی روشنی کو کہا جاتا ہے، جو کہ سال میں صرف دو مہینے نظر آتی ہے‘‘

معترض صاحب ’’المجرۃ‘‘ کے لفظ کی بنیاد پر اس کو کہکشاں ثابت کر کے صبح کاذب سے خارج کرنا چاہتے ہیں، مگر اولاً تو ابو جعفر بصری اور علامہ آلوسی، اور علامہ کشمیری رحمہم اللہ نے بعض اوقات اس کے نظر نہ آنے کا جو حکم فرمایا، انہوں نے اس کی بنیاد ’’کہکشاں‘‘ پر نہیں رکھی، اور جس نے اس کو ’’کہکشاں‘‘ سمجھا، وہ غلط فہمی پر مبنی ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ بروجی روشنی کہکشاں سے الگ چیز ہے۔

کہکشاں پر صبح کاذب کی حقیقت صادق نہیں آتی، جبکہ بروجی روشنی پر صادق آتی ہے۔

رہا معترض صاحب کا بار بار بروجی روشنی کے صرف دو مہینے نظر آنے کا دعویٰ، تو ہم یہ بات پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ معترض صاحب بروجی روشنی کے بارے میں صرف بعض علاقوں کے پہلو کو لے کر خطِ استوا، خطِ جدی اور خطِ سرطان اور ان کے اقرب علاقوں کی حالت کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں، اور صرف اپنے مطلب کے ایک پہلو کو لے کر اس کا بار بار ذکر کرتے ہیں۔

وَأَوْلَى مِنْهُ أَنَّهُ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ النَّظَرِ لَا اخْتِلَافِهِ بِاخْتِلَافِ الْفُصُولِ، وَالْكَيْفِيَّاتِ الْعَارِضَةِ لِمَحَلِّهِ قَدْ يَدُقُّ فِي بَعْضِ ذٰلِكَ حَتّٰى لَا يَكَادَ يُرَى أَصْلًا (تحفة المحتاج في شرح المنهاج، ج ۱ ص ۴۲۷، کتاب الصلاة)

مطلب یہ ہے کہ جس کرہ میں یہ مستطیل روشنی منعکس ہوکر نظر آتی ہے، موسموں کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس کرہ میں ایسی کیفیات عارض ہوجاتی ہیں، جن کے باعث یہ نظر نہیں آتی۔

معترض صاحب نے علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی عبارت کو مسلسل ذکر کرنے کے بجائے مختلف ٹکڑوں اور حصوں میں ذکر کرنے کی جو زحمت کی ہے، اس میں بھی جگہ جگہ بے اعتدالی کا ارتکاب کیا ہے، اور اسی غلط فہمی کے ازالہ کے لئے اور متعین نشاندہی کی غرض سے ہم نے صبح صادق وکاذب کے آئندہ ایڈیشن میں علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی ان عبارات کو جن سے ہمارا مدعا ماخوذ ہے، الگ الگ وضاحت کے ساتھ ذکر کردیا ہے۔

معترض صاحب علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی عبارت کے کون سے حصے کو راجح سمجھتے ہیں، اور کون سے کو مرجوح، ہمیں اس سے بحث نہیں، ہم تو صرف اس کے مکلّف ہیں، کہ ہم نے علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کے کلام کو ذکر کرنے کے بعد اس کا جو فائدہ ذکر کیا ہے، وہ علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کے کلام سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور اس کا ثبوت ہم ماقبل میں ذکر کر چکے ہیں۔

معترض صاحب اپنی تحریر میں لکھتے ہیں:

”تمام استنباطات سے ثابت ہوا ہے کہ صبح کاذب رات کے اخیر میں صبح صادق کے ساتھ نہایت قریب ہونا چاہئے جبکہ بروجی روشنی اس کے خلاف ہے“

مگر معترض صاحب کا یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے، فقہائے کرام صبح کاذب کے نصف لیل کے بعد اور سبع لیل میں اور گھنٹہ دو گھنٹہ قبل اور اس کے بعد ظاہر ہونے کی سب صورتوں کو قریب ہی قرار دیتے ہیں، اور ان کا قریب کہنا مغربی اُفق کے مقابلے میں ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ جب سورج مغربی افق سے دور اور مشرقی اُفق کے قریب ہوجاتا ہے۔

اس قسم کی عبارات ہم متعدد مقامات پر ذکر کر چکے ہیں۔ پھر بروجی روشنی اس کے خلاف کیسے ہوئی؟

معترض صاحب نے قریب اور نہایت قریب وغیرہ کے التزام کا جو تصور اپنے ذہن میں قائم کر رکھا ہے، وہ ہمارے نزدیک فقہائے کرام کی تصریحات وبیانات سے میل نہیں کھاتا۔

اس کے بعد معترض صاحب نے اپنے دوسرے مضمون ''کشف الستور'' میں قارئین کو اپنے پہلے مضمون ''کشف الغطاء'' ملاحظہ کرنے کا مشورہ دے کر ہماری دیانت داری کی قلعی کھولنے کا حکم لگایا ہے۔

اس لیے ہم معترض صاحب کے مشورہ کے مطابق قارئین پر ہی یہ فیصلہ چھوڑ دیتے ہیں، وہ بندہ کو چاہیں تو دیانت دار سمجھیں یا کچھ اور، ان کا اپنا معاملہ ہے۔

اس سے زیادہ کلام کرنا بندہ کو بے سود معلوم ہوتا ہے۔

وَاللہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ

# کیا صبح کاذب بروجی روشنی ہے؟

معترض صاحب نے اپنے مضمون میں درجِ بالا عنوان قائم کرکے ہمارے مضمون کے پر کلام کیا ہے۔

مگر بروجی روشنی کے صبح کاذب ہونے نہ ہونے کی تحقیق کرتے وقت انہوں نے انصاف سے کام نہیں لیا۔

## بروجی روشنی اور علامہ ابنِ حجر و دیگر فقہائے کرام

معترض صاحب علامہ ابنِ حجر کے کلام کی طرف نسبت کرتے ہوئے پہلے نمبر کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

> ''ان دونوں (یعنی کاذب کے غیوب اور صادق کے ظہور) کے درمیان کوئی خاص وقفہ نہیں ہوتا بلکہ ظاہر طور پر کاذب کی روشنی نظروں سے تھوڑی دیر کے لئے غائب ہوجاتی ہے۔ پھر صبح صادق کی روشنی نمودار ہونا شروع ہوجاتی ہے۔ اسی پر علامہ ہیتمی کی عبارت میں تفصیل گزر چکی ہے''

معترض صاحب نے یہاں صرف علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی ایک عبارت کو لے کر چاروں سلسلے کے فقہائے کرام کی اُن صریح عبارات کو نظر انداز کردیا، جن میں صادق سے قبل کاذب کے غائب ہونے اور اندھیرا طاری ہونے کا ذکر ہے، بلکہ کاذب کی وجہ تسمیہ بھی فقہائے کرام نے یہی بیان کی ہے کہ اس کے بعد آنے والی ظلمت اس کے صبح ہونے کی تکذیب کردیتی ہے۔

اور ان عبارات کو بھی نظر انداز کردیا، جن میں وقفے کے زیادہ اور کم ہونے کا ذکر ہے، بلکہ خود علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں، اور اسی کے ساتھ ان عبارات کو بھی نظر انداز کردیا، جن میں بعض اوقات کاذب کے صادق سے متصل ہونے کا ذکر ہے۔

اور وہ عبارات بھی نظر انداز کردیں، جن میں کاذب کے نصف لیل کے بعد یا سبع لیل وغیرہ

میں یا صادق سے گھنٹہ دو گھنٹہ قبل طلوع ہونے کا ذکر ہے۔

اور دوسری بے اعتدالی علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی ترجمانی میں کی، کیونکہ وہ ہرگز اس کے قائل نہیں، جس کے معترض صاحب قائل ہیں، بلکہ علامہ ابنِ حجر کاذب کے بعد بہت مضبوطی کے ساتھ ظلمت پیدا ہونے کے قائل ہیں، اور اس کے منکرین کی تردید فرماتے ہیں، البتہ بعض اوقات عوارض کے باعث اس کی عدمِ رؤیت کے بھی قائل ہیں، اور انتہائی صراحت اور وضاحت کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ وقفے کا زمانہ کبھی طویل اور لمبا ہوتا ہے، اور کبھی کم اور مختصر، اور اسی وجہ سے فرماتے ہیں کہ فقہاء نے جو ساعت کے لئے اس کے غائب ہونے کا حکم لگایا ہے، تو اس میں ساعت سے مراد مطلق زمانہ ہے، نہ اس سے منٹوں کی کوئی تحدید ہے، اور نہ گھنٹے کی، اور نہ درجہ کی، وہ جتنا بھی ہو اس کو ساعت سے تعبیر کیا گیا ہے، جس کی تفصیل پیچھے علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ کے حوالہ کی بحث میں گزر چکی ہے۔

اور فقہائے کرام نے اس کی صراحت بھی فرمائی ہے کہ عام طور پر یہ طلوع تو سبع لیل میں ہوتی ہے، اور غائب بعض اوقات صادق سے قبل ہو جاتی ہے، اور کبھی صادق سے متصل اور اس میں منغمر بھی ہو جاتی ہے، اور موسموں کے اختلاف سے اس کی حالت مختلف ہوتی رہتی ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ علامہ بجیرمی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قوله :( ثم تعقبه ) أی فی بعض الأوقات وقد یتصل بالصادق قال :وما أحسن قول ابن الرومی :وکاذب الفجر یبدو قبل صادقه وأول الغیث قطر ثم ینسکب ومثل ذلک وجد العاشقین هوی بالمزح یبدو وبالإدمان یلتهب اهـ .دمیری .قال الشیخ جلال الدین إمام الفاضلیة :وهو یطلع إذا بقی من اللیل السبع اه عنانی (تحفة الحبیب علی شرح الخطیب المعروف بحاشیة البجیرمی علی الخطیب ،ج ۱ ص ۳۹۴، کتاب الصلاة ، وقت العشاء)

اس عبارت میں صراحت ہے کہ صبح کاذب کے بعد بعض اوقات اندھیرا پیدا ہوتا ہے، اور کبھی صادق کے ساتھ متصل بھی ہو جاتی ہے، اور امام الفاضلیہ شیخ جلال الدین کے مطابق سبع لیل باقی رہنے کی صورت میں یہ طلوع ہوتی ہے۔

اور سبع لیل کی وضاحت آگے آتی ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور فقہائے کرام نے نصف لیل کے بعد اور سبعِ لیل وسدس لیل کے وقت کو صبح صادق کے قریب واقرب فرمایا ہے، اور یہ قریب واقرب فرمانا ابتدائے لیل کے ''ابعد'' کے مقابلہ میں ہے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نیز علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ تفصیلی کلام کے بعد فرماتے ہیں کہ:

ثم نقل أعنى القرافى عن أهل الهيئة أنه يظهر، ثم يخفى دائما، ثم استشكله، ثم أطال فى جوابه بما لا يتضح إلا لمن أتقن علمى الهندسة، والمناظرة وأولى منه أنه يختلف باختلاف النظر لاختلافه باختلاف الفصول، والكيفيات العارضة لمحله قد يدق فى بعض ذلك حتى لا يكاد يرى أصلا وحينئذ فهذا عذر من عبر بأنه يغيب وتعقبه ظلمة (تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج ا ص ۴۲۷، كتاب الصلاة)

ملحوظ رہے کہ اس عبارت پر علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے صبح کاذب کی تحقیق میں اپنے تفصیلی کلام کا اختتام فرمایا ہے۔

اس عبارت میں علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے پہلے تو امام قرافی کے حوالہ سے اہلِ ہیئت کا یہ قول نقل کیا کہ صبح کاذب ظاہر ہونے کے بعد ہمیشہ مخفی ہوجاتی ہے، پھر اس پر امام قرافی کا اشکال اور ان کی طرف سے تفصیلی جواب کا (جو علمِ ہندسہ ومناظرہ پر مبنی ہے) ذکر فرمایا، اور اس کے بعد اپنی رائے یہ ظاہر فرمائی کہ موسموں کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس کا منظر مختلف ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ کبھی مخفی ہوجاتی ہے، اور کبھی صبح صادق تک نظر آتی رہتی ہے، اور صبح کاذب کے مقام (یعنی جس کرّے میں وہ نظر آتی ہے) میں بعض کیفیات کے عارض ہونے کی وجہ سے بعض اوقات وہ نظر نہیں آتی۔

[1] چنانچہ علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

والمندوب (فمن نصف الليل) كالدفع من مزدلفة ولأن العرب تقول حينئذ انعم صباحا وصحيح الرافعى أنه فى الشتاء حين يبقى سبع وفى الصيف حين يبقى نصف سبع لخبر فيه رده المصنف بأن الحديث باطل واختير تحديده بالسحر وهو السدس الأخير (تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ،ج ا ص ۴۷۶، ۴۷۷، كتاب الصلاة فصل فى الآذان والاقامة)

اور حواشی الشروانی میں ہے:

(قوله :ولأن العرب إلخ) عبارة المغنى وإنما جعل وقته فى النصف الثانى؛ لأنه أقرب إلى الصبح إذ معظم الليل قد ذهب وقرب الأذان من الوقت فهو منسوب إلى الصبح ولهذا تقول العرب بعده انعم صباحا اهـ.(قوله :حين يبقى سبع إلخ) ويدخل سبع الليل الآخر بطلوع الفجر الأول (حاشية الشروانى علىٰ تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ،ج ا ص ۴۷۶، ۴۷۷، كتاب الصلاة فصل فى الآذان والاقامة)

اس عبارت میں رات کے نصفِ اخیر کے حصہ کو اقرب الی الصبح قرار دیا گیا ہے، اور اس کی دلیل بھی ذکر کی گئی ہے، اور اس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ہمارے علاقہ میں آج مورخہ 27/12/2009 کے دن غروبِ آفتاب 5:09 پر، اور 18 ڈگری کے مطابق صبح صادق 5:45 پر ہے۔

اور اس کا ''سبعِ لیل'' تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بنتا ہے، اور اگر صبح صادق 15 ڈگری پر تصور کی جائے، تو اس سے بھی زیادہ وقت بنتا ہے۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقت کی اذان کو صبح کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ پھر اسی کے ساتھ ''سبعِ لیل'' کا صبح کاذب کے طلوع پر ہونا بتلایا گیا ہے۔

اور ایک موقع پر علامہ بجیرمی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(وعند السحر) هو سدس الليل الأخير ق ل على المحلى .وقال الشوبرى :هو ما بين الفجرين (تحفة الحبيب على شرح الخطيب ،ج ا ص ۴۳۲، كتاب الصلاة ،فصل فيمن تجب عليه الصلاة وفى بيان النوافل)

اس عبارت میں سحری کا وقت سدسِ لیل اخیر قرار دیا گیا ہے۔

اور حاشیۃ الدسوقی میں ہے:

(تنبيه) يحرم الأذان للصبح قبل سدس الليل الأخير كما ذكره عج فى حاشيته على الرسالة ويعتبر الليل من الغروب وقول البدر القرافى السدس ساعتان مبنى على أن الليل اثنتا عشرة ساعة دائما وأن الساعة تصغر وتكبر (حاشية الدسوقى على الشرح الكبير، ج ا ص ۱۹۵ ،باب فى بيان أوقات الصلاة وما يتعلق بذلک من الأحكام،فصل فى الأذان والإقامة وما يتعلق بهما)

اور علامہ شہاب الدین احمد القلیوبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ويخرج على الاصح بطلوع الفجر الثانى المسمى بالفجر الصادق لصدقه بوجود النهار اذ لاتعقبه ظلمة وهو ضوء حاجب الشمس الاعلى عند ارادة طلوعها وهو يطلع مستطيلا اى منتشرا معترضا بنواحى الافق بخلاف الكاذب لكذبه فى وجود النهار اذ يعقبه ظلمة وهو يطلع على نحوسبع الليل مستطيلا الىٰ جهة العلو مستدقا كذنب السرحان اى الذئب ثم يذهب ويعقبه ظلمة كما مر (الهداية من الضلالة فى معرفة الوقت والقبلة من غير آلة ص ۱۰ ، مكتبة جامعة الرياض ، رقم المخطوطة ۷۹۴)

اور علامہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اقول: ان الغوارب اربعة مثل الطوالع فانها ايضا اربعة ، اما الطوالع: فالصبح الاول، والثانى الابيض، ثم الاحمر، ثم طلوع الشمس، فكذالک يكون فى الغوارب، غروب الشمس، ثم الحمرة ثم البياض وشىء آخر بدل الصبح الكاذب والمتمادى إلى ثلث الليل ، ونصفها هو هذا الشيئ ، واختلط الأمر على الخليل فإنه ليس هو البياض الذى يبقى فيه وقت المغرب عند أبى حنيفة (العرف الشذى للكشميرى ،ج ا ص ۱۷۲، ابواب الصلاة، باب ما جاء فى مواقيت الصلاة عن النبى -صلى الله عليه وسلم-)

جبکہ سدسِ لیل سبع لیل سے بھی پہلے ہوتی ہے، اور نصف لیل اس سے بھی قبل۔

اور متعدد فقہاء نے یہ بھی صراحت فرمائی ہے کہ جملہ ازمنہ وامکنہ میں اس کا وقت مقرر نہیں، جبکہ بعض اوقات کاذب بالکل نظر ہی نہیں آتی۔ [1]

معلوم ہوا کہ کاذب کے نظر نہ آنے اور صادق سے بہت پہلے نظر آنے اور انفصال و اتصال کے سب ہی اقوال ہیں۔

لٰہذا معترض صاحب کا علامہ ابنِ حجر ہیتمی رحمہ اللہ کی طرف نسبت کر کے یہ کہنا کہ:

”کوئی خاص وقفہ نہیں ہوتا بلکہ ظاہر طور پر کاذب کی روشنی نظروں سے تھوڑی دیر کے لئے غائب ہوجاتی ہے“

خلافِ حقیقت ہے، علامہ ابنِ حجر ہیتمی رحمہ اللہ کی اس سلسلہ میں واضح عبارات اور ان پر بقدرِ ضرورت کلام پیچھے گزر چکا ہے۔ [2]

---

[1] چنانچہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی یہ عبارت پہلے گزر چکی ہے کہ:

واعلم أن الصبح الكاذب ليس بمقدر بتقدير وقت معين بل قد يزيد وقد ينقص كما صرح الفقهاء واحداً بعد واحد بل ربما لايكون مبصراً خلاف ما قال أهل الهيأة (العرف الشذى للكشميرى، ج ١ ص ٤٣٩، ابواب الوتر، باب ما جاء فى مبادرة الصبح بالوتر)

اور علامہ ابنِ حجر ہیتمی رحمہ اللہ کا ابراہیم اصبحی سے یہ کلام بھی پہلے گزر چکا ہے:

وأن أبا جعفر البصرى بعد أن عرفه بأنه عند بقاء نحو ساعتين يطلع مستطيلا إلى نحو ربع السماء كأنه عمود وربما لم ير إذا كان الجو نقيا شتاء وأبين ما يكون إذا كان الجو كدرا صيفا (تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج ١ ص ٤٢٦، كتاب الصلاة)

اور عبدالحمید شروانی حاشیہ میں فرماتے ہیں:

(قوله :وإن أبا جعفر إلخ) عطف على أن بعضهم إلخ فهو مما نقله الأصبحى أيضا و (قوله :عند بقاء نحو ساعتين) أى :من الليل كردى (حاشية الشروانى علىٰ تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج ١ ص ٤٢٦، كتاب الصلاة)

اس عبارت میں صبح صادق سے تقریباً دو گھنٹے پہلے صبح کاذب کے طلوع ہونے کا ذکر ہے، اور بعض زمانوں میں اس کے نظر نہ آنے، اور بعض میں زیادہ واضح نظر آنے کی صراحت ہے، اور دو گھنٹے کا لگ بھگ وقت سبع لیل یا سدسِ لیل میں داخل ہے، کما مر۔

[2] حتى تعقبه ظلمة كما صرح به الأئمة وقدروها بساعة، والظاهر أن مرادهم مطلق الزمن؛ لأنها تطول تارة وتقصر أخرى، وزعم بعض أهل الهيئة عدم انعدامه وإنما يتناقص حتى ينغمر فى الفجر الصادق ولعله باعتبار التقدير لا الحس وفى خبر مسلم لا يغرنكم أذان بلال ولا هذا العارض لعمود

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

# بروجی روشنی اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ

معترض صاحب اپنی تحریر میں لکھتے ہیں کہ:

اس کے علاوہ علامہ آلوسی کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی یہ ثبوت ملتا ہے:

”إذا ازداد قرب الشمس من شرقی الافق ازداد میل المخروط إلی غربیة ولا یزال کذلک حتی یری الشعاع المحیط به....فیری الضوء أولا مرتفعا عن الافق ...وما بینه وبین الافق یری مظلما لبعده وان کان مستنیرا فی الواقع ولکثافة الھواء عند الافق مدخل فی ذلک وھو الصبح الکاذب“

اولاً تو معترض صاحب نے علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے اس موضوع پر مفصل کلام کو ہی نظر انداز کردیا، دوسرے جو اقتباس نقل کیا، اس میں سے بھی ان جملوں کو حذف کردیا جو معترض صاحب کے مدعا کے خلاف تھے، جس سے پوری صورتِ حال واضح نہیں ہوئی۔

معترض صاحب نے عبارت کے جو جملے حذف کیے، ان میں عمودی روشنی کے نظر آنے کی وجہ مذکور ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذکر ہے کہ:

**عند موقع العمود مستطیلا کخط مستقیم** [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الصبح حتی یستطیر أی ینتشر ذلک العمود أی فی نواحی الأفق وقد یؤخذ من تسمیة الفجر الأول عارضا للثانی شیئان أحدھما أنه یعرض للشعاع الناشیء عند الفجر الثانی انحباس قرب ظھوره کما یشعر به التنفس فی قوله تعالی (والصبح إذا تنفس)وعند ذلک الانحباس یتنفس منه شیء من شبه کوة، والمشاھد فی المنحبس إذا خرج بعضه دفعة أن یکون أوله أکثر من آخره وھذا لکون کلام الصادق قد یدل علیه ولإنبائه عن سبب طوله وإضاء ة أعلاه واختلاف زمنه وانعدامه بالکلیة الموافق للحس أولی مما ذکره أھل الھیئة القاصر عن کل ذلک (تحفة المحتاج فی شرح المنھاج، ج ۱ ص ۴۲۶، کتاب الصلاة)

(قوله :ثم تعقبه ظلمة) أی غالبا وقد یتصل بالصادق شیخنا وبجیرمی(حاشیة الشروانی علیٰ تحفة المحتاج فی شرح المنھاج، ج ۱ ص ۴۲۵، کتاب الصلاة)

[1] چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی مکمل عبارت یہ ہے:

وأما کرة البخار فھی مختلفة القوام لأن ما قرب منھا إلی الأرض أکثف مما بعد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اپنی عبارت میں واضح فرمایا ہے کہ کاذب افق سے اوپر موقعِ عمود کے وقت (یعنی جب اس مستطیل روشنی کا زاویہ عمودی ہوتا ہے) مستطیل نظر آتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والأكثف أقبل للاستضاءة فالكثيف الخشن باختلاط الهيئات الكثيرة من سطح مخروط الظل قابل للضوء وأن النهار مدة كون ذلك المخروط تحت الأفق والليل مدة كونه فوقه .وحيث تحقق كل ذلك يقال :إذا ازداد قرب الشمس من شرقى الأفق ازداد ميل المخروط إلى غربيه ولا يزال كذلك حتى يرى الشعاع المحيط به وأول ما يرى هو الأقرب إلى موضع الناظر وهو خط يخرج من بصره فى سطح دائرة سمتية تمر بمركز الشمس عمودا على الخط المماس للشمس والأرض وهو الذى فى سطح الفصل المشترك بين الشعاع والظل فيرى الضوء أولا مرتفعا عن الأفق عند موقع العمود مستطيلا كخط مستقيم وما بينه وبين الأفق يرى مظلما لبعده وإن كان مستنيرا فى الواقع ولكثافة الهواء عند الأفق مدخل فى ذلك أيضا وهو الصبح الكاذب، ثم إذا قربت من الأفق الشرقى رئى الضوء معترضا منبسطا يزداد لحظة فلحظة وينمحى الأول بهذا الضياء القوى كما ينمحى ضياء المشاعل والكواكب فى ضوء الشمس فيخيل أن الأول قد عدم وهو الصبح الصادق.

وتوضيح ما ذكر على ما فى التذكرة وشرح سيد المحققين أنه يتوهم لبيان ذلك سطح يمر بمركز الشمس والأرض وبسهم المخروط ومركز قاعدته فيحدث مثلث حاد الزوايا قاعدته على الافق وضلعاه على سطح المخروط أما حدوث المثلث فلما تقرر أنه إذا مر سطح مستو بسهم المخروط ومركز قاعدته أحدث فيه مثلثا وأما حدة الزوايا فلان رأس المخروط فى نصف الليل يكون على دائرة نصف النهار فوق الأرض وحينئذ ايكون المخروط قائما على سطح الافق وذلك إذا كانت الشمس على سمت القدم أو مائلا إلى الشمال أو الجنوب مع تساوى بعده من جهة المشرق والمغرب وذلك إذا لم تكن الشمس على سمت القدم .

وأيا ما كان فذلك السطح المفروض ممتد فيما بين الخافقين اما على التقدير الأول فظاهر وأما على التقدير الثانى فلتساوى بعد رأس المخروط عن جانبى المشرق والمغرب فيكون زاويتا قاعدة المثلث حادتين لوجوب تساويهما وامتناع وقوع قائمتين أو منفرجتين فى مثلث وإذا مال رأس المخروط عن نصف النهار المغرب فوق الأرض بسبب انتقال الشمس عنه إلى الجانب المشرق تحت الأرض تضايقت الزاوية الشرقية من ذلك المثلث فتصير أحد مما كانت واتسعت الزاوية الغربية حتى تصير منفرجة لكن المقصود لا يختلف ولا شك أن الأقرب من الضلع الذى يلى الشمس إلى الناظر يكون موقع العمود الخارج من النظر الواقع على ذلك الضلع لا موضع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معلوم ہوا کہ اس جملہ سے بروجی روشنی کا صبح کاذب ہونا ثابت ہوتا ہے، فرق اتنا ہے کہ صاحبِ روح المعانی نے اس کو عمودی روشنی اور اس کا موقع عمودی قرار دیا، اور آج کل کی زبان میں اس کا نام بروجی روشنی اور اس کا محل بروجی پٹی یا دائرۃ البروج ہے۔

لیکن نام کے مختلف ہونے سے اصل مقصود پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

صاحبِ روح المعانی کی مکمل عبارت کو بغور ملاحظہ کرنے کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ صبح کاذب کی روشنی فضا میں موجود کرۂ بخاری سے منعکس ہو کر نظر آتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اتصال الضلع بالأفق وذلک أنه إذا خرج من البصر الى الضلع الشرقى عمود فلا يمكن أن يقع على موضع اتصال هذا الضلع بالافق وإلا انطبقت القائمة على بعض الحادة ولا أن يقع تحت الأفق بأن يقطع العمود قاعدة المثلث ويصل إلى الضلع المذكور بعد إخراجه تحته وإلا لزم فى المثلث الحادث تحت الأفق من القدر المخرج من بعض القاعدة وبعض العمود القائمة ومنفرجة ولا أن يقع فى جهة رأس المثلث على موضع اتصال أحد ضلعيه بالآخر ولا خارجا عنه فى تلك الجهة لما ذكرنا بعينه فوجب أن يقع داخل المثلث فيما بين طرفى الضلع الشرقى وقد تبين أن موضعه أقرب إلى الناظر من موضع اتصاله بالأفق ولا شک فى أن ما وقع من هذا الضلع فيما كثف من كرة البخار يكون مستنيرا بتمامه حال قرب الشمس من أفق المشرق إلا أن ما كان أقرب منه إلى الناظر يكون أصدق رؤية وهو موقع العمود ومن هنا يتحقق الصادق والكاذب انتهى كلامهم(روح المعانى للآلوسى، ج۴ص۲۱۶،۲۱۷، سورة الانعام)

[1] چنانچہ صاحبِ روح المعانی نے مندرجہ بالا عبارت سے قبل یہ بھی تحریر فرمایا ہے:

وقد تحقق أن كرة البخار عبارة عن هواء متكائف بما فيه من الأجزاء الأرضية والمائية المتصاعدة من كرتيهما بتسخين الشمس وغيرها أياها وان شكل ذلک الهواء شكل كرة محيطة بالارض على مركزها وسطح مواز لسطحها المتساوى غاية ارتفاعها عن مركز الارض فى جميع النواحى المستلزم لكرويتها وانها مختلفة القوام لان ما كن منها أقرب إلى الأرض فهو أكثف مما بعد لان الالطف يتصاعد ويتباعد اكثر من الأكثف ولكن لا يبلغ التكاثف إلى حيث يحجب ما وراء ه وان هذه الكرة تنتهى إلى حد لا تتجاوزه وهو من سطح الأرض أحد وخمسون ميلا تقريبا وان للارض ظلا على هيئة مخروط قاعدته دائرة عليها تكاد تكون عظيمة وهى مواجهة للشمس ورأسه فى مقابلها وتنقسم الأرض بهذه القاعدة إلى قسمين أحدهما أكبر مستضىء مواجهة للشمس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور صبح کاذب کی روشنی اُفق پر نظر نہیں آتی، بلکہ افق سے اوپر موقعِ عمود میں نظر آتی ہے، اور اس کے اور افق کے درمیان اندھیرا نظر آتا ہے (اور بروجی روشنی کے بارے میں بھی ماہرین یہی کہتے ہیں، کما سیجیئ ) اس کے بعد جب سورج مشرقی افق کے اور زیادہ قریب ہوجاتا ہے، تو افق میں صبح صادق کی معترض روشنی نظر آتی ہے، جو لمحہ بہ لمحہ زیادہ ہوتی جاتی ہے، اور اس کی وجہ سے پہلی روشنی مضمحل ہوجاتی ہے۔

پھر اس کے بعد علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے تذکرہ اور اور شرح سید المحققین سے اس کی فنی توضیح بیان فرمائی، جس میں انہوں نے فرمایا کہ جب سورج سمت القدم پر ہوتا ہے، یا شمال یا جنوب کی طرف مائل ہوتا ہے، لیکن اس کا بُعد مشرق اور مغرب کی دونوں جہتوں سے برابر ہوتا ہے۔ تو ان دونوں صورتوں میں سورج کی مثلث شعاعیں ناظر سے دور ہوتی ہیں، جن کو وہ دیکھ نہیں پاتا، اور جب سورج مشرق کی طرف اس طرح منتقل ہوجاتا ہے، کہ اس کا رأس المخروط مغرب کے نصف النہار سے نیچے کی طرف مائل ہوجاتا ہے، تو مثلث شعاع کا مشرقی زاویہ تنگ ہوجاتا ہے، اور مغربی زاویہ وسیع ہوجاتا ہے، اور یہ لمحہ سورج کی مستطیل روشنی کے ناظر کے اقرب ہونے کا کہلاتا ہے، اور اس وقت میں موقعِ عمود میں مستطیل روشنی کے نظر آنے کا امکان ہوجاتا ہے۔

پس علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ فنی اعتبار سے مستطیل روشنی (یعنی صبح کاذب) کے نظر آنے کا امکان معترض صاحب کے موقف کے برعکس صبح صادق سے بہت

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والآخر مظلم مقابل لها ويتحرك الضياء والظلمة على سطح الأرض فى يوم بليلته دورة واحدة كعلمين متقابلين أحدهما أبيض والآخر أسود وأن شعاع الشمس محيط بمخروط الظل من جميع جوانبه ومنبث فى جميع الافلاك سوى مقدار يسير من فلك القمر وفلك عطارد وقع فى مخروط ظل الارض لكن الافلاك لكونها مشفة فى الغاية ينفذ فيها الشعاع ولا ينعكس عنها فلذلك لا نراها مظيئة وكذا الهواء الصافى المحيط بكرة البخار لا يقبل ضوءا (روح المعانى للآلوسى، ج۴ص ۲۱۶، سورة الانعام)

پہلے پیدا ہو جاتا ہے۔[1]

اور اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ آگے علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ کے مفصل کلام کو بھی نقل فرمایا ہے، جس میں صبح کاذب کی حالت کے مختلف ہونے کا ذکر بھی ہے، مگر معترض صاحب نے اپنی تحریر میں یہاں اس کا بھی ذکر نہیں کیا۔

مزید وضاحت کے لئے علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی درجِ ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

**وَالظَّاهِرُ أَنَّ التَّنَفُّسَ فِي الْآيَةِ إِشَارَةٌ إِلَى الْفَجْرِ الثَّانِي اَلصَّادِقِ وَهُوَ**

---

[1] اور آگے چل کر علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے مزید توضیح کرتے ہوئے فرمایا کہ نصف لیل کے لحظہ فلحظہ بعد بیاضِ مستطیل کے نظر آنے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے، اسی کے ساتھ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں اہلِ ھیئت کے بیان کی طرف کثیر من الناس کے قلوب مائل ہونے اور اہلِ ھیئت کے جن اصولوں (مثلاً کرے اور قاعدہ مخروط) پر صبح کا معاملہ مبنی ہے، ان کے التزام میں کوئی حرج نہ ہونے کا حکم لگایا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

والذی تمیل إلیه قلوب کثیر من الناس فی أمر الصبح ما ذکره أهل الهیئة.

وقد بین أرسطوخس فی الشکل الثانی من کتابه فی جرم النیرین أن الکرة إذا اقتبست الضوء من کرة أعظم منها کان المضیء منها أعظم من نصفها .وقد بین أیضا فی الشکل الأول من ذلک الکتاب أن کل کرتین مختلفتین أمکن أن یحیط بهما مخروط مستدیر رأسه یلی أصغرهما ویکون المخروط مماسا لکل منهما علی محیط دائرة، ولا شک أنه محیط بالشمس والأرض مخروط مؤلف من خطوط شعاعیة رأسه یلی الأرض فیکون هذا المخروط مماسا للأرض علی دائرة فاصلة بین المضیء والمظلم منها وهی دائرة صغیرة لأن الجزء المضیء من الأرض أصغر.

وقد حققوا أن المستنیر من الهواء کرة البخار سوی ما دخل فی ظل مخروط الأرض وهی مستنیرة أبدا لکثافتها وإحاطة أشعة الشمس بها لکنها لا تری فی اللیل لبعدها عن البصر وأن سهم المخروط أبدا فی مقابلة جرم الشمس کما أشرنا إلیه .ففی منتصف اللیل یکون علی دائرة نصف النهار وبعد ذلک یمیل إلی جانب الغروب لحظة فلحظة إلی أن یری البیاض فی جانب المشرق علی ما تقدم تفصیله وعلی هذا لا یلزم فی الصورة التی ذکرها الإمام من مجاوزة مرکز الشمس دائرة نصف اللیل وطلوعها علی أولئک الأقوام .واستنارة نصف العالم عندهم استنارة الربع الشرقی عندنا لاختلاف الوضع کما لا یخفی علی المتأمل، والتزام القول بالکرویة والمخروط ونحو ذلک مما ذکره أهل الهیئة لا بأس به، نعم اعتقاد صحة ما یقولونه مما علم خلافه من الدین بالضرورة أو علم بدلیل قطعی کفر أو ضلال فتدبر(روح المعانی، ج۴ص ۲۱۹، ۲۲۰ تحت آیت ۹۶، من سورة الانعام)

الْمُنْتَشِرُ ضُوْءُ ہٗ مُعْتَرِضًا بِالْأُفُقِ بِخِلَافِ الْأَوَّلِ الْكَاذِبُ وَهُوَ مَايَبْدُوْ مُسْتَطِيْلًا وَأَعْلَاهُ أَضْوَأُ مِنْ بَاقِيْهِ ثُمَّ يَعْدِمُ وَتَعْقُبُهُ ظَلَمَةٌ أَوْ يَتَنَاقَصُ حَتّٰى يَنْغَمِرَ فِي الثَّانِي عَلٰى زَعْمِ بَعْضِ أَهْلِ الْهَيْئَةِ أَوْ يَخْتَلِفَ حَالُهُ فِيْ ذٰلِكَ تَارَةً وَتَارَةً بِحَسْبِ الْأَزْمِنَةِ وَالْعُرُوْضِ عَلٰى مَاقِيْلَ (روح المعانی للآلوسی، ج۱۵ ص۲۶۳، سورة التکویر تحت رقم الآیة ۱۸)

اس سے معلوم ہوا کہ صبح صادق کی روشنی افق پر معترض ومنتشر ہوتی ہے اور صبح کاذب کی روشنی یا تو بالکلیہ منعدم ہوجاتی ہے، اوراس کے بعد اندھیرا چھاجاتا ہے، یا کاذب کی روشنی کم ہوجاتی ہے، یا مختلف ازمنہ وامکنہ میں اس کی حالت مختلف ہوتی رہتی ہے، یہ سب اقوال ہیں۔ اور ہمارے نزدیک ان سب اقوال کے درمیان مختلف ازمنہ وامکنہ کے اعتبار سے تطبیق ہے (ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'') [1]

فلہٰذا علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے کلام سے بروجی روشنی کا صبح کاذب ہونا ثابت ہوتا ہے، دراں حالیکہ معترض صاحب علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی طرف بروجی روشنی کے بارے میں صبح کاذب

---

[1] اتصال سے متعلق عبارات پہلے گزرچکی ہیں، اور اتصال کی صورت میں مطلب یہ ہے کہ کاذب کی روشنی جوافق سے اوپر ہوتی ہے، افق سے اٹھنے والی صبح صادق کی روشنی بڑھتے بڑھتے اور چڑھتے چڑھتے اس پر غالب آجاتی ہے، تو کاذب کی روشنی مغلوب ہوجاتی ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ طلوعِ صبح صادق کی روشنی ابتدائے طلوع کے لمحے میں ہلکی اور مدہم ہونے کے ساتھ ساتھ کاذب کی (افق سے اوپر اور فاصلہ پر موجود) روشنی سے دور ہوتی ہے۔
اس لئے وہ ابتدائے طلوع کے لمحے پر فوراً ہی کاذب سے متصل اور اس پر غالب نہیں آجاتی، بلکہ کچھ قوت واضافہ کے بعد ہی متصل ہوتی اور غالب آتی ہے، لہٰذا طلوع صبح صادق کے ابتدائی لمحے کے بعد بھی بعض اوقات کاذب کے نظر آتے رہنے کے امکانات ہیں، اور بروجی روشنی کے بارے میں جدید مشاہدات وتجربات سے بھی 18 درجہ پر صبح صادق ہونے کے بعد 17 اور بعض اوقات 16 درجہ تک نظر آنے کا امکان تسلیم کیا گیا ہے، جیسا کہ باحوالہ آگے آتا ہے۔
ثم إذا قربت من الأفق الشرقی رئی الضوء معترضا منبسطا یزداد لحظة فلحظة وینمحی الأول بهذا الضیاء القوی کما ینمحی ضیاء المشاعل والکواکب فی ضوء الشمس فیخیل أن الأول قد عدم وهو الصبح الصادق (روح المعانی، ج۴ ص۲۱۶، تحت آیت ۹۶، من سورة الانعام)

ہونے کی نفی منسوب کرنا چاہتے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی عبارت کے اقتباس اور کٹی چھنٹی عبارت نقل کرنے کے بعد معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''البتہ اس قول میں اتنا اختلاف ضرور کتابوں میں منقول ہے کہ صبح کاذب کا دورانیہ مختلف ہوتا رہتا ہے۔ مگر اس کا جواب یہ ہے ان بزرگوں سے درجات میں اختلاف نہیں منقول، بلکہ اس سے مراد مشاہدے اور ظہور کا اختلاف ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ طوالع وغوارب میں سے کوئی بھی پوری دنیا میں ایک وقت میں کبھی واقع نہیں ہوسکتا۔ یعنی یہ بات ناممکن ہے کہ سورج یا سورج کا کسی قسم کا اثر پوری دنیا میں ایک وقت میں ایک جیسا ظاہر ہو۔ مثلاً طلوع آفتاب ہی کو لیجئے کہ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے اختلاف مطالع کی وجہ سے ہر ملک بلکہ ہر شہر میں اس کے اوقات مختلف ہیں۔ لہٰذا کاذب کے اختلاف کو اس قسم کے اختلاف پر محمول کیا جاسکتا ہے''

فقہائے کرام نے صاف فرمایا ہے کہ صبح کاذب نصف لیل کے بعد، سبع لیل کے قریب یا صبح صادق سے دو گھنٹے کے لگ بھگ پہلے نظر آتی ہے، اور اس کے غائب ہونے کی حالت مختلف ہے، کبھی جلد غائب ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے صبح صادق اور اس کے درمیان وقفہ طویل وکثیر ہوجاتا ہے، اور کبھی بدیر غائب ہوتی ہے، جس کی وجہ سے صبح صادق اور اس کے درمیان وقفہ قلیل ہوجاتا ہے، اور کبھی یہ آخر تک باقی رہتی ہے، یہاں تک کہ صبح صادق کے ساتھ متصل ہوجاتی ہے، اور صبح صادق کی روشنی اس پر غالب آجاتی ہے۔

اور اس کی حالت مختلف زمانوں میں مختلف ہوتی رہتی ہے، اور بعض اوقات یہ بالکل نظر نہیں آتی۔

آگے معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''دوسرا جواب یہ ہے کہ اختلاف مطالع کی وجہ سے کہیں مطلع صاف تھا کہیں کوئی عارض آیا جس کی وجہ سے اس کے مشاہدے میں مختصر سے تقدیم وتاخیر ہوگئی''

معترض صاحب یہ نہیں دیکھتے کہ مفسرین، محدثین اور چاروں سلسلہ کے فقہائے کرام نے کاذب کے ختم ومنعدم ہونے اور غائب ہونے اور اس کے بعد ظلمت پیدا ہونے کا حکم لگایا

ہے، بلکہ متعدد فقہاء نے تو کاذب کی وجہ تسمیہ بھی یہی بیان فرمائی ہے۔

نیز اس کے غیوب کے زمانے کے مختلف موسموں کے اعتبار سے مختلف ہونے اور اسی وجہ سے ظلمت کے وقفے کے کم وبیش ہونے اور بعض اوقات اتصال کی صراحت فرمائی ہے۔

اگر وہی بات ہوتی جو معترض صاحب بتلاتے ہیں، تو ان حضرات کو مذکورہ تصریحات کے بجائے سیدھی سادی وہ بات کہنے میں کیا مانع تھا۔ [1]

مفسرین نے کتبِ تفاسیر میں کاذب کے بعد ظلمت کی تصریح فرمائی ہے۔ [2]

اور فقہائے کرام نے بھی یہ تصریح فرمائی ہے۔ [3]

---

[1] اگرچہ یہ مسئلہ شرعی لحاظ سے بالکل بدیہی ہے، مگر معترض صاحب نے اس مسئلہ کو پیچیدہ بنادیا ہے، اس لئے ہمیں اس مسئلہ پر گفتگو کرنی پڑرہی ہے، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ وقفہ کم ہو یا زیادہ یا بالکل بھی نہ ہو، اور اتصال وانغمار ہو یا انفصال اور کاذب نظر بھی نہ آئے، تب بھی اس سے شریعت کے حکم پر کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ شریعت نے اس سے کوئی حکم متعلق نہیں کیا، سوائے اس کے کہ اس سے دھوکہ نہ کھایا جائے، اور دھوکے سے بچنے کے لئے اس کی واضح علامت بھی صادق سے امتیاز کر کے بیان کردی۔

[2] چند عبارات ملاحظہ ہوں:

لأن الصبح صبحان :فالصبح الأول هو البياض المستطيل الصاعد فى الأفق كذنب السرحان وهو الذئب ثم تعقبه ظلمة بعد ذلك ويسمى هذا الصبح الفجر الكاذب لأنه يبدو فى الأفق الشرقى ثم يضمحل ويذهب ثم يطلع بعده الصبح الثانى(تفسير الخازن، ج۲ص۱۳۸ ،تحت آيت ۹۵ من سورة الانعام )

فالصبح الأول :هو الصبح المستطيل كذنب السرحان ، ثم تعقبه ظلمة خالصة ، ثم يطلع بعده الصبح المستطير فى جميع الأفق (تفسير الرازى، ج۱۳ ص۷۵، تحت آيت ۹۵ من سورة الانعام )

وكاذب وهو ما يبدو مستطيلا وأعلاه أضواء من باقيه وتعقبه ظلمة(روح المعانى، ج۴ص۲۱۵، ۲۱۶، تحت آيت ۹۵ من سورة الانعام )

ان الصبح الكاذب تعقبه الظلمة والصبح الصادق يعقبه النور فمن صدق فقد بهر منه النور(تفسير روح البيان، ج۲ص۲۳۵، سورة النساء)

[3] فقہ حنفی کی چند عبارات ملاحظہ ہوں:

ولا معتبر بالفجر الكاذب وهو البياض الذى يبدو طولا ثم يعقبه الظلام(الهداية فى شرح بداية المبتدى، ج ۱ ص ۴۰، كتاب الصلاة، باب المواقيت )

كاذب ، وهو الذى يبدو طولا ثم تعقبه ظلمة(الاختيار لتعليل المختار ج ۱ ص ۳۸، كتاب الصلاة، اوقات الصلوات الخمس)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فقہ حنفی کے علاوہ شافعیہ کی کتب میں بھی یہ صراحت موجود ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فإنه يخرج مستطيلاً في الأفق ثم تعقبه ظلمة(اللباب في شرح الكتاب لعبد الغني الغنيمي الدمشقي الميداني، ج ا ص ۵۵، كتاب الصلاة)

وهو المستطيل الذي يبدو طويلا في السماء كذنب السرحان أي الذئب ثم يعقبه ظلمة (ردالمحتار، ج ا ص ۳۵۹، كتاب الصلاة)

الكاذب ( وهو البياض المستطيل ) أي الذي يبدو طولا ممتدا إلى جهة الفوق غير آخذ في عرض الأفق ثم تعقبه الظلمة(منية المصلي، كتاب الصلاة)

وقيد بالصادق احترازا عن الكاذب فإنه من الليل وهو المستطيل الذي يبدو كذنب الذئب، ثم يعقبه الظلام (البحرالرائق، ج ا ص۲۵۷، كتاب الصلاة)

ولا عبرة بالكاذب وهو البياض الذي يبدو طولا ثم يعقبه الظلام (الفتاوىٰ الهندية، ج ا ص ۵۱، كتاب الصلاة، الباب الاول في المواقيت، الفصل الاول في اوقات الصلاة)

عرضا، ويسمى صادقا .واحترز به عن الفجر المستطيل الذي يبدأ كذنب الذئب، ثم يعقبه الظلام، ولهذا يسمى كاذبا(شرح النقاية، كتاب الصلاة)

ل فقہ شافعی کی چند عبارات ملاحظہ ہوں:

بخلاف الكاذب وهو ما يبدو مستطيلا وأعلاه أضوأ من باقيه، ثم تعقبه ظلمة............ حتى تعقبه ظلمة كما صرح به الأئمة وقدروها بساعة، والظاهر أن مرادهم مطلق الزمن؛ لأنها تطول تارة وتقصر أخرى(تحفة المحتاج في شرح المنهاج، ج ا ص ۴۲۵، ۴۲۶، كتاب الصلاة)

(قوله :ثم تعقبه ظلمة) أي غالبا وقد يتصل بالصادق شيخنا وبجيرمي(حاشية الشرواني علىٰ تحفة المحتاج في شرح المنهاج، ج ا ص ۴۲۵، كتاب الصلاة)

ثم يذهب وتعقبه ظلمة، ثم يطلع الفجر الصادق مستطيرا (نهاية المحتاج في شرح المنهاج للرملي، ج ا ص ۳۷۰، كتاب الصلاة، وقت العشاء )

وهو الفجر الكاذب الذي يطلع كذنب السرحان ثم يذهب وتعقبه ظلمة.(فيض القدير للمناوي تحت رقم الحديث ۵۹۷۲)

ثم يذهب وتعقبه ظلمة ثم يطلع الفجر الصادق(اسنى المطالب، ج ا ص ۱۱۷، كتاب الصلاة، الباب الاول في مواقيت الصلاة )

ثم يذهب وتعقبه ظلمة (شرح منهج الطلاب لزكريا الانصاري شافعي، ج ا ص ۲۷۲، كتاب الصلاة، باب اوقات الصلاة )

ثم يذهب وتعقبه ظلمة(المنهاج القويم ،ص ۷۱، باب الصلاة، فصل في مواقيت الصلاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورفقہ حنبلی و مالکی کی کتب میں بھی اس کی صراحت ہے۔ [1]

معترض صاحب اپنی تحریر میں لکھتے ہیں کہ:

''ان دونوں جوابات کی دلیل یہ ہے کہ فقہاء کے اس قسم کے اختلافات کے باوجود وہ سارے حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ صبح کاذب اور صادق رات کے اخیر میں طلوع ہوتے ہیں''

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثم تعقبه ظلمة(إعانة الطالبين علىٰ حل الفاظ فتح المعين للبكرى الدمياطى، ج ا ص ۱۳۹، باب الصلاة )

ثم يذهب، ويعقبه ظلمة ثم يطلع الفجر الصادق مستطيرا(الغرر البهية فى شرح البهجة الوردية، ج ا ص ۲۴۵، باب الصلاة)

ثم يذهب ويعقبه ظلمة(شرح العلامة جلال الدين المحلى على منهاج الطالبين للشيخ محيى الدين النووى، ج ا ص ۱۳۱، كتاب الصلاة)

ثم يذهب ويعقبه ظلمة ثم يطلع الفجر الصادق(غاية البيان شرح زبدابن ارسلان، ص ۷۴، كتاب الصلاة)

[1] فقہ حنبلی کی چند عبارات ملاحظہ ہوں:

ثم تعقبه الظلمة ، ومن ثم سمى الفجر الكاذب (شرح الزركشى علىٰ مختصر الخرقى، ج ا ص ۴۹۰، كتاب الصلاة، باب المواقيت )

ثم يظلم (الفروع لابن المفلح، ج ا ص ۴۳۳، كتاب الصلاة، باب المواقيت)

ثم يظلم(المبدع لابن المفلح، ج ا ص ۳۰۶،كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة)

(ثم يظلم )ولدقته يسمى ذنب السرحانِ (شرح منتهى الارادات ،ج ا ص ۱۴۳،كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة)

ثم يظلم ولدقته يسمى ذنب السرحان (كشاف القناع عن متن الاقناع، ج ا ص ۲۵۵، كتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة)

ثم يظلم (مطالب اولى النهىٰ ،ج ا ص ۳۱۳، كتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة)

فقہ مالکی کی چند عبارات ملاحظہ ہوں:

يشبه ذنب السرحان أى الذئب .ثم يذهب ثم يخرج الفجر الصادق(حاشية الصاوى على الشرح الصغير، كتاب الصلاة)

إلا أن الكاذب لا ينتشر لدقته وينقطع بالكلية (الفواكه الدوانى علىٰ رسالة ابى زيد القيروانى، ج ا ص ۱۶۵، باب فى أوقات الصلاة وأسمائها)

إلا أن الكاذب لا ينتشر لدقته وينقطع بالكلية (حاشية العدوى على شرح كفاية الطالب الربانى، ج ا ص ۲۴۲، باب فى اوقات الصلاة)

يكون فى فصل الشتاء ثم يغيب ويطلع الفجر الصادق بعده(منح الجليل فى شرح مختصر خليل ،ج ا ص ۱۸۲، ،باب فى بيان اوقات الصلوات الخمس)

معترض صاحب کا اپنے تصور پر فقہاء کے اتفاق کا حکم لگانا خلافِ واقعہ ہے، کیونکہ اس کی فقہاء سے تصدیق نہیں ہوتی، بلکہ فقہائے کرام کی تصریحات اس کے خلاف ہیں۔

معترض صاحب طلوعِ صبح صادق سے تین درجے پہلے صبح کاذب کے ظہور اور اسی عرصہ میں اس کے غیوب سب کے قائل ہیں، جبکہ فقہائے کرام کے نزدیک کاذب نصف لیل کے بعد، اور سبع لیل میں اور صادق سے گھنٹہ دو گھنٹہ پہلے اور کبھی اس سے کم وبیش وقت کے ساتھ نظر آتی ہے، اور پھر عام طور سے غائب ہوجاتی ہے، یہ غیوب کا زمانہ باختلافِ فصول وعروض کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتا ہے، جس سے اس کے نظر آنے کا دورانیہ بھی لازماً کم وبیش ہوتا ہے، جبکہ کبھی یہ صادق کے ساتھ متصل اور اس میں منغمر بھی ہوجاتی ہے، اور بعض اوقات سِرے سے نظر ہی نہیں آتی۔

پھر کہاں فقہائے کرام کا موقف اور کہاں معترض صاحب کا اپنا خیال ''وبینھما بون بعید''

آگے معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''دوسرا قول یہ ہے کہ صبح کاذب رات کے ابتدائی یا درمیانی وقت میں ظاہر ہو اور اس کے غیوب کے بعد ابھی رات باقی ہو پھر بہت دیر بعد جا کر صبح صادق طلوع ہو۔ اس کے علاوہ اس قول کے مطابق صبح کاذب پورا سال نہیں بلکہ سال کے صرف دو مہینوں میں اس کا ظہور ہو۔ اس قول کی طرف علامہ الہیتمی نے مندرجہ ذیل عبارت میں اشارہ فرمایا ہے: وبعض المؤقتین یقول ھو المجرۃ اذا کان الفجر بالسعود ویلزمہ انہ لا یوجد الا نحو شھرین فی السنۃ اور بعض ماہرین فن کہتے ہیں کہ یہ روشنی کہکشاں کی ہے جو کہ سال میں صرف دو مہینے ظاہر ہوتی ہے۔ اب اس تمہید کے بعد بروج کی روشنی کی طرف آتے ہیں کہ کیا اس کو صبح کاذب قرار دیا جا سکتا ہے؟''

معترض صاحب کو علامہ ہیتمی کی ''وبعض المؤقتین'' والی عبارت تو پکی یاد ہے۔

حالانکہ خود علامہ ابنِ حجر ہیتمی رحمہ اللہ کا موقف دوسرے حضرات سے بھی زیادہ واضح ہے کہ وہ درمیان کے وقفے کے کبھی زیادہ اور کبھی کم ہونے کے قائل ہیں، اور وہ نصف لیل کے بعد کے عمل کو اقرب الی الصبح قرار دیتے ہیں۔

اور واقعہ یہ ہے کہ علامہ ابنِ حجر ہیتمی رحمہ اللہ نے مختلف اہلِ علم کے اقوال ذکر فرمائے ہیں، جن میں سے ایک قول یہ بھی ہے جو معترض صاحب نے اوپر ذکر کیا ہے۔

مگر اس سے پہلے علامہ ابنِ حجر ہیتمی رحمہ اللہ نے ابوجعفر بصری کا قول بھی نقل کیا ہے، جس میں انہوں نے صبح صادق سے تقریباً دو گھنٹے پہلے بعض موسموں میں ہی کاذب کے نظر آنے کا حکم لگایا ہے۔ [1]

علاوہ ازیں علامہ کشمیری رحمہ اللہ وغیرہ بھی کاذب کے کبھی بالکل نظر نہ آنے کا حکم لگا چکے ہیں، اور کاذب کے وقتِ معین نہ ہونے کی یکے بعد دیگرے فقہائے کرام کی تصریح فرمانے کا حکم فرما چکے ہیں۔ [2]

اور ہم تمام اقوال میں تطبیق پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں۔

اور قطع نظر اس اختلاف سے کہ یہ ہمیشہ نظر آتی ہے یا نہیں، خود بیاضِ مستطیل کے ظاہر ہونے کے سبب میں بھی اختلاف ہے۔

گویا کہ اختلاف ان دونوں چیزوں میں ہے، پہلا اختلاف مشاہدات کے اختلاف پر مبنی ہے، اور دوسرا اختلاف فنی تحقیق پر مبنی ہے، اور دلائل دونوں طرف اپنی اپنی نوعیت کے

---

[1] وہ عبارت یہ ہے:

ونقل الأصبحی إبراهيم أن بعضهم ذكر أنه يذهب بعد طلوعه ويعود مكانه ليلا وهذا البعض كثيرون من أئمتنا كما مر،وأن أبا جعفر البصرى بعد أن عرفه بأنه عند بقاء نحو ساعتين يطلع مستطيلا إلى نحو ربع السماء كأنه عمود وربما لم ير إذا كان الجو نقيا شتاء وأبين ما يكون إذا كان الجو كدرا صيفا(تحفة المحتاج فی شرح المنهاج، ج ١ ص ٤٢٦، كتاب الصلاة)

[2] واعلم أن الصبح الكاذب ليس بمقدر بتقدير وقت معين بل قد يزيد وقد ينقص كما صرح الفقهاء واحداً بعد واحد بل ربما لايكون مبصراً خلاف ما قال أهل الهيأة (العرف الشذى للكشميرى، ج ١ ص ٤٣٩، ابواب الوتر، باب ما جاء فی مبادرة الصبح بالوتر)

ثم يعدم وتعقبه ظلمة أو يتناقص حتى ينغمر فی الثانی على زعم بعض أهل الهيئة أو يختلف حاله فی ذالک تارة وتارة بحسب الأزمنة والعروض على ماقيل (روح المعانی للآلوسی، ج ١٥ ص ٢٦٣، سورة التكوير تحت آيت نمبر ١٨)

موجود ہیں۔

اور ہم ایک کے مشاہدے سے دوسرے کے مشاہدے کی تکذیب کے قائل نہیں۔

مگران سب باتوں کے باوجود کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ پورے سال نظر نہ آنے کے قول سے شریعت یا احادیث (الفجر فجران وغیرہ) کی مخالفت لازم آتی ہے۔

اگر اس بات میں کوئی وزن ہوتا، تو اس قول کو مرجوح قرار دینے والے حضرات اپنے مشاہدات کے بجائے شریعت اور احادیث کو ہی پیش کرتے، اور جب انہوں نے ایسا نہیں کیا، تو اس سے معلوم ہوگیا کہ ہمیشہ نظر نہ آنے کا قول شریعت اور احادیث کے خلاف نہیں۔ [1]

---

[1] احمد رامی محمودی، ریاض، سعودی عرب اپنے ایک مضمون ''الفجر الحقیقی والفجر الکاذب'' میں تحریر فرماتے ہیں:

فالفجر الحقيقى هو الفجر الصادق وفيه يمسک الصائم عن الطعام والشراب ويصلى وقت الفجر .وهناک فجر کاذب ( False dawn)وهذا لا عبرة له بالاحکام الشرعية وقد تحدثت عنه كتب الفقه الاسلامى بشكل موسع ويمكن ان يكون قبل الفجر الصادق بحوالى ساعة او اكثر لكنه لابد ان يكون بعد منتصف الليل فبعد ان يبزغ قليل من الضوء يعود الظلام ليخيم مرة اخرى.ولطالما خدع المسافرون به ليلا ظنا منهم بأن الفجر قد طلع .والفجر الكاذب هو وهج يسطع فى كبد السماء طولا وهو فى لمعانه وفى ظروف جوية جيدة يشبه لمعان مجرتنا درب التبان .انه انعكاس خافت لضوء الشمس نتيجة للغبار الذرى الذى اكثر ما يكون متموضعا قرب مستوى دائرة البروج مسار الشمس فى النظام الشمسى .ويظهر الفجر الكاذب بصفة خاصة عند اشتداد الرطوبة صيفا كما انه يسهل تمييزه بالعين المجردة حيث يكون على شكل مثلث تقريبا او كذيل الذئب فى وضع مستطير فى منتصف السماء بينما يكون الفجر الصادق مماسا بكل دقة لدائرة الافق المرئى .

وقد ذهب الاقدمون فى تعليل هذه الظاهرة بأنه عندما يكون فى المحيط الهادىء والهندى نهار فان اشعة الشمس تنعكس على المحيطين وينتقل وهج الشمس المنعكس الى بلادنا التى يكون فيها الوقت ليلا مسببا الفجر الكاذب .والفجر الكاذب يمكن ان يُرى بسهولة فى ظروف رصدية جيدة وخصوصا فى الفصول التى تكون عندها دائرة البروج اقرب ما تكون عمودية على الافق وهذا يحدث بشكل كبير فى المنطقة المدارية .كما ان افضل وقت لرؤيته من منتصف العروض الشمالية شهرا ايلول سبتمبر وتشرين الاول اكتوبر(الجزيرة ،الجمعة , 10شعبان 1422، Friday 26th October,2001،،الطبعةالاولى ،العدد 10620)

جہاں تک اس کے سبب میں اختلاف کا معاملہ ہے، تو شریعت نے اس کے سبب کو قطعی و حتمی طریقہ سے متعین نہیں کیا۔

لہٰذا شرعی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے فن کے دلائل سے اس کے راجح مرجوح ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا، جیسا کہ علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ [1]

اور صاحبِ روح المعانی نے سورج کی روشنی کے کرۂ بخاریٰ سے منعکس ہونے کے سبب کی طرف میلان ظاہر فرمایا ہے۔ [2]

---

[1] (تنبیہ)فی تحقیق هذا و كونه مستطيلا كلام طويل لأهل الهيئة مبنى على الحدس المبنى على قواعد الحكماء الباطلة شرعا من منع الخرق، والالتئام، أو التى لم يشهد بصحتها(تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج ا ص ۴۲۵ ،كتاب الصلاة)

(قوله :فى تحقيق هذا) أى فى بيان حقيقة الفجر الكاذب (قوله :على الحدس) أى :الوهم، والخيال قاموس (قوله :كمنع الخرق إلخ) أى :خرق السماء ، والتئامه (قوله :لم يشهد إلخ) أى الشرع يعنى لم يرد فى الشرع ما يصححها ولا ما يبطلها وكان الأولى إبراز الضمير لأنه صلة جرت على غير ما هى له(حاشية الشروانى تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج ا ص ۴۲۵، ۴۲۶، كتاب الصلاة)

[2] چنانچہ پہلے تو علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے امام رازی اور دیگر حضرات کے بعض اقوال نقل فرمائے، اور اس کے بعد فرمایا:

والذى تميل إليه قلوب كثير من الناس فى أمر الصبح ما ذكره أهل الهيئة.

وقد بين أرسطوخس فى الشكل الثانى من كتابه فى جرم النيرين أن الكرة إذا اقتبست الضوء من كرة أعظم منها كان المضىء منها أعظم من نصفها .وقد بين أيضا فى الشكل الأول من ذلك الكتاب أن كل كرتين مختلفتين أمكن أن يحيط بهما مخروط مستدير رأسه يلى أصغرهما ويكون المخروط مماسا لكل منهما على محيط دائرة، ولا شك أنه محيط بالشمس والأرض مخروط مؤلف من خطوط شعاعية رأسه يلى الأرض فيكون هذا المخروط مماسا للأرض على دائرة فاصلة بين المضىء والمظلم منها وهى دائرة صغيرة لأن الجزء المضىء من الأرض أصغر.

وقد حققوا أن المستنير من الهواء كرة البخار سوى ما دخل فى ظل مخروط الأرض وهى مستنيرة أبدا لكثافتها وإحاطة أشعة الشمس بها لكنها لا ترى فى الليل لبعدها عن البصر وأن سهم المخروط أبدا فى مقابلة جرم الشمس كما أشرنا إليه .ففى منتصف الليل يكون على دائرة نصف النهار وبعد ذلك يميل إلى جانب الغروب لحظة فلحظة إلى أن يرى البياض فى جانب المشرق على ما تقدم تفصيله وعلى هذا لا يلزم فى الصورة التى ذكرها الإمام من مجاوزة مركز الشمس دائرة نصف الليل وطلوعها على أولئك الأقوام .واستنارة نصف العالم عندهم استنارة الربع الشرقى عندنا لاختلاف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ہم آگے حوالہ جات سے ان شاء اللہ تعالیٰ ثابت کریں گے کہ بروجی روشنی کرۂ بخاریٰ سے منعکس ہوکر نظر آنے والی روشنی ہی ہے۔

لہٰذا اگر بعد کی تحقیقات ومشاہدات سے اس کا بعض علاقوں میں ہمیشہ اور بعض علاقوں میں مختلف زمانوں میں نظر آنا یا بہتر طریقہ پر نظر آنا ثابت ہو چکا، تو اس کے التزام وقبول میں بھی کوئی شرعی قباحت نہیں، اور جس قباحت کو معترض صاحب بار بار ذکر کرتے ہیں، وہ فقہاء کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

## صبح کاذب اور امام قرافی وبعض مالکیہ کا موقف

تحفۃ المحتاج سے معترض صاحب نے جو عبارت نقل کی ہے، وہ یہ ہے:

**وبعض المؤقتين يقول هو المجرة اذا كان الفجر بالسعود ويلزمه انه لا يوجد الا نحو شهرين فى السنة قال القرافى .**

مگر معترض صاحب نے اولاً تو ''قال القرافی'' کا جملہ ذکر ہی نہیں کیا، اور دوسرے امام قرافی کے اصل موقف کو ہی ملاحظہ نہیں کیا، کہ وہ کیا صرف دو مہینے اس کے ظہور کے قائل ہیں، اور اس پر بھی غور نہیں کیا کہ کیا وہ موقتین میں داخل ہیں یا فقہاء کی فہرست میں؟

واقعہ یہ ہے کہ امام قرافی رحمہ اللہ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ وہ صرف دو مہینے نظر آتی ہے، بلکہ انہوں نے بعضِ شتاء میں نظر آنے کا حکم لگایا ہے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الوضع كما لا يخفى على المتأمل، والتزام القول بالكروية والمخروط ونحو ذلک مما ذكره أهل الهيئة لا بأس به، نعم اعتقاد صحة ما يقولونه مما علم خلافه من الدين بالضرورة أو علم بدليل قطعى كفر أو ضلال فتدبر(روح المعانى، ج۴ص ۲۱۹، ۲۲۰ تحت آيت ۹۶، من سورة الانعام)

[1] چنانچہ امام قرافی رحمہ اللہ کی اصل عبارت یہ ہے:

وكثير من الفقهاء لا يعرف حقيقته ويعتقد أنه عام الوجود فى سائر الأزمنة وهو خاص

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور مالکیہ کی بعض دوسری کتب میں بھی اسی بعضِ شتاء میں نظر آنے کے قول کو اختیار کیا گیا ہے۔ [1]

اورانہوں نے بعضِ شتاء کو صیف کے مقابلہ میں استعمال فرمایا ہے (جیسا کہ ''غیر الشتاء'' کے تقابل سے واضح ہے) اور فنی لحاظ سے آج بھی یہ بات درست ہے۔

البتہ امام قرافی نے اس کا سبب ''مجرۃ'' کو قرار دیا ہے، لہٰذا امام قرافی رحمہ اللہ کے کلام کے دو حصے ہیں، ایک کاذب کا بعضِ شتاء میں نظر آنا، اور دوسرے کاذب کا سبب ''مجرۃ'' ہونا، اور ہم یہ پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ان دونوں چیزوں میں اختلاف موجود ہے، کہ بعض علاقوں میں موسمِ خزاں میں ہی بہتر طریقہ سے نظر آتی ہے، اور خزاں صیف کے بجائے شتاء میں داخل ہے۔

اب اگر کاذب کا سبب کوئی اور تسلیم کر لیا جائے، تو اس سے امام قرافی رحمہ اللہ کے کلام کے

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ببعض الشتاء وسبب ذلک أنه المجرة فمتى كان الفجر بالبلدة ونحوها طلعت المجرة قبل الفجر وهي بيضاء فيعتقد أنها الفجر فإذا باينت الأفق ظهر من تحتها الظلام ثم يطلع الفجر بعد ذلک أما غير الشتاء فيطلع أول الليل أو نصفه فلا يطلع آخره إلا الفجر الحقيقي (الذخيرة، ج۲ ص ۱۹، كتاب الصلاة، الفصل السادس فى وقت الصبح)

[1] (و) الوقت المختار (للصبح) مبدؤه (من) طلوع (الفجر الصادق) المنتشر يمينا وشمالا حتى يعم الأفق واحترز بالصادق من طلوع الفجر الكاذب ويسمى المحلف بكسر اللام المستطيل الذى لا ينتشر ويرتفع إلى جهة السماء دقيقا يشبه بياض باطن ذنب الذئب الأسود فى أن كلا بياض يسير فى شىء مظلم محيط به يكون فى فصل الشتاء ثم يغيب ويطلع الفجر الصادق بعده وينتهى مختار الصبح(منح الجليل شرح مختصر خليل، ج۱ ص ۱۸۱، ۱۸۲، باب فى بيان أوقات الصلوات الخمس)

(وللصبح) (من الفجر) أى ظهور الضوء (الصادق) وهو المستطير أى المنتشر ضياؤه حتى يعم الأفق احترازا من الكاذب وهو المستطيل باللام وهو الذى لا ينتشر بل يطلب وسط السماء دقيقا يشبه ذنب السرحان ولا يكون فى جميع الأزمان بل فى الشتاء (الشرح الكبير للشيخ الدردير علىٰ مختصر خليل، ج۱ ص۱۷۸، ۱۷۹، باب فى بيان أوقات الصلاة وما يتعلق بذلک من الأحكام، بيان اوقات الصلاة)

البتہ بعض نے اس کی تضعیف بھی کی ہے، مگر ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ہم ترجیح وتضعیف کے بجائے تطبیق پر عمل پیرا ہیں۔

پہلے حصے کی نفی لازم نہیں آتی، کیونکہ اس کا تعلق مشاہدہ سے ہے۔

اور اہلِ ھیئت نے اس کا جو سبب بیان کیا ہے (جس پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اطمینان کا اظہار فرمایا ہے) اس کی موجودہ دور میں مزید تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ واقعتاً بعض علاقوں میں یہ بعض فصول میں نظر نہیں آتی۔

پھر اگر امام قرافی رحمہ اللہ کے کلام میں استعمال شدہ لفظ ''مجرۃ'' سے کہکشاں مراد لی جائے، جو ستاروں کے جھمکٹوں کے سبب نظر آتی ہے۔ [1]

اور اس کو آج کل کی سائنس کی زبان میں ''Galaxy'' کہا جاتا ہے، اور ''Milky Way'' بھی کہکشاں یعنی ''Galaxy'' ہے، جس میں ہمارا نظامِ شمسی واقع ہے (ملاحظہ ہو: کتابستان پریکٹیکل ڈکشنری ص ۴۳۴، وص ۲۹۰، قومی انگریزی اردو لغت ص ۸۰۶، وص ۱۲۳۹، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد)

تو فنی اعتبار سے یہ بعضِ شتاء میں اور وہ بھی صبح صادق سے قبل کے ساتھ خاص نہیں۔ [2]

---

[1] جیسا کہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**والمعروف من الأرصادأن المجرة كواكب صغار متقاربة جدا(روح المعانی، ج۱۴ ص ۸۱، تحت آیت ۱۱ من سورۃ القمر)**

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں:

**وأهل الهيئة يقولون إنها نجوم صغار متقاربة جدا غير متميزة فى الحسن ويظهر ذلك ظهورا بينا لمن نظر إليها بالأرصاد ولا منافاة على ما قيل من أن المراد بكونها باب السماء أن مهبط الملائكة عليهم السلام ومصعدهم من جهتها وذلك بجامع كونها نجوما صغارا متقاربة غير متميزة فى الحسن(روح المعانی، ج۱۵ ص ۲۸۶، سورۃ الانشقاق)**

[2] ملاحظہ ہو اس سلسلہ میں خلائی ادارے ''ناسا'' کا ایک اقتباس۔

**At night, from a dark location, part of the clear sky looks milky. This unusual swath of dim light is generally visible during any month and from any location. Until the invention of the telescope, nobody really knew what the "Milky Way" was. About 300 years**

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ ماہرین کے بقول بروجی روشنی کی چمک بہترین حالت پر ملکی وے کی روشنی کے برابر یا قریب ترین ہوسکتی ہے، نیز اس سے بعض اوقات بروجی روشنی کا دھوکہ ہوسکتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

لہٰذا فنی تحقیق سے اگر امام قرافی کے بیان کردہ سبب کے علاوہ کسی اور سبب کا ہونا راجح معلوم ہو، تو اس سے امام قرافی رحمہ اللہ کے کلام کا پہلا حصہ ہرگز متأثر نہیں ہوگا، جو مشاہدہ سے تعلق رکھتا ہے۔

## بروجی روشنی کے کاذب ہونے کا ثبوت

''فیصلہ کی بنیاد کیا ہو'' کا عنوان قائم کرکے معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''یہ فیصلہ دو طرح کیا جاسکتا ہے ایک یہ کہ ہم صرف آج کے ماہرین فن کے اقوال پر اعتماد کریں۔ دوسرا یہ کہ ہم کسی مسلم یا غیر مسلم ماہر کے قول پر اعتماد کی بجائے اس روشنی کی علامات کا سراغ لگائیں پھر ان علامات کو مذکورہ بالا فقہاء کی طرف سے صبح کاذب کی بحث کے سامنے پیش کریں کہ یہ بروجی روشنی کس قول کا مصداق بنتی ہے؟ اس کے بعد قارئین خود سے نہایت آسانی کے ساتھ فیصلہ فرما سکتے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ آخری طریقہ کار اسلامی تحقیق کے زیادہ قریب ہے بنسبت پہلے طریقے کے۔ کہ اس میں محض ماہرین فن (پھر خصوصاً غیر مسلم ماہرین) کے اقوال پر اعتماد ہے''

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ago telescopes caused a startling revelation: the Milky Way was made of stars. Only 70 years ago, more brought the further revelation that the Milky Way is only one galaxy among many (http://apod.nasa.gov/apod/ap000130.html)

ترجمہ: رات کے وقت کسی تاریک مقام سے آسمان کا صاف حصہ دودھیا نظر آتا ہے، روشنی کا یہ غیر معمولی ہیولا عام طور پر ہر مہینے اور ہر جگہ سے نظر آتا ہے، دوربین کی ایجاد سے پہلے ملکی وے کی حقیقت معلوم نہیں تھی، تقریباً 300 سال پہلے دوربین کی ایجاد سے یہ بات واضح ہوئی کہ ملکی وے ستاروں کا مجموعہ ہے، ستر سال پہلے زیادہ طاقتور دوربین سے وضاحت ہوئی کہ ملکی وے بہت سی کہکشاؤں میں سے ایک ہے (ترجمہ ختم)

معترض صاحب نے اس کے بعد آگے جو بحث کی ہے، اس سے قطع نظر ہم معترض صاحب کے درجِ بالا پیش کردہ معیار کے مطابق بحمد اللہ تعالیٰ انتہائی اطمینان کے ساتھ کہتے ہیں کہ احادیث میں کاذب کی روشنی کو مستطیل اور ذنبِ سرحان نما بتلایا گیا ہے، اور اس سے صبح کا دھوکہ نہ کھانے کی تعلیم دی گئی ہے، اور اس کے مقابلہ میں صادق کی روشنی کو معترض ومستطیر قرار دیا گیا ہے۔

اور اس کی صفت منتشر ہونا یعنی پھیلنا ہے، اور اس سے شرعی دن کا آغاز فرمایا گیا ہے۔

اور فقہائے کرام نے کاذب کی روشنی کے ختم ہونے کے بعد صبح صادق کے طلوع ہونے کا حکم لگایا ہے، اور یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ اس کے غیوب کے بعد ظلمت کا زمانہ باختلافِ فصول کم اور زیادہ ہوتا رہتا ہے۔

اور بعض اوقات صادق کے ساتھ متصل ہونے اور صادق کی روشنی کے اس پر غالب آنے کی صورت میں اس کے غیوب وانغمار کا حکم لگایا ہے، نیز نصف لیل کے بعد یا کاذب کے صادق سے تقریباً دو گھنٹہ قبل یا سبع لیل میں ظاہر ہونے کا حکم فرمایا ہے۔

جبکہ مالکیہ اور علامہ کشمیری رحمہ اللہ سمیت کئی فقہاء واہلِ علم حضرات نے اس کے بعض زمانوں میں نظر نہ آنے کا حکم فرمایا ہے، اور صاحبِ روح المعانی نے اہلِ ھیئت کے اس قول کو درست قرار دیا ہے، جس میں اس کے نظر آنے کا سبب کرۂ بخاریٰ کی منعکس روشنی کا ہونا بتلایا گیا ہے۔ اس قسم کی تمام عبارات ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

اور ہمارے نزدیک ان تمام علامات پر مشتمل روشنی کا نام عمودی روشنی ہے، جو بوقتِ عمود یا قریب بعمود مستطیل نظر آتی ہے، اور آج کل کی زبان میں اسی کا نام بروجی روشنی اور اس کا مظہر بروجی پٹی یا دائرۃ البروج ہے، لیکن نام کے مختلف ہونے سے اصل مقصود پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ [1]

---

[1] اس موقع پر ایک بات یہ ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ فقہائے کرام نے کاذب وصادق کو عموماً ایک ہی موقع پر بیان کیا ہے،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا بروجی روشنی کا صبح کاذب ہونا قرآن وحدیث اور فقہائے کرام کی تصریحات اور قدیم وجدید مستند ماہرینِ فلکیات کی رائے کے عین مطابق ہے، اور بنیادی طور پر کسی کے بھی خلاف نہیں۔

یہاں تک کہ غیر مسلم ماہرینِ فلکیات نے بھی مسلمان ماہرینِ فلکیات کی تحقیقات کے پیشِ نظر اس کا صبح کاذب (False Dawn یا False Morning) ہونا تسلیم کیا ہے۔

اور جو حضرات اس کے صبح کاذب ہونے کا انکار کرتے ہیں، ہمیں ان کی رائے سے اتفاق نہیں۔

اب ہم فن کے چند حوالہ جات ذکر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ ماہرین کی تحقیق شریعت اور فقہائے کرام کی تحقیق سے مختلف ہے، یا اس کے مطابق؟

اے ہینڈ بک آف اسٹرانومی (A Handbook of Astronomy) میں ہے:

At average northern latitude the Zodiacal Light can best be observed on moonless evenings in February and March in the west, or in October in the eastern morning sky. In spring when the last remnants of the have disappeared in the west, and when the Sun has reached the depression of 17 to 18o, we can find the pyramid of light steeply rising, and a little inclined to the south, above the point where Sun has set. The basis of this pyramid is about 30o; according to J. SCHMIDT (Athens), the full development of the Zodiacal-Light pyramid is already reached when the Sun is 15.9o below the horizon. Objective photometric

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جبکہ جدید اہلِ فن نے بروجی روشنی اور فلکی فلق کو الگ الگ بیان کیا ہے، اس سے بعض لوگوں کو شبہ پیش آتا ہے کہ بروجی روشنی کاذب نہیں، ورنہ اس کو فلکی فلق کے ساتھ بیان کیا جاتا۔

مگر یہ شبہ زیادہ اہمیت کا حامل معلوم نہیں ہوا، کیونکہ جدید اہلِ فن نے اسلامی تعلیمات سے قطع نظر کرتے ہوئے اس کو صرف فنی اعتبار سے الگ بیان کیا ہے، کیونکہ اہلِ فن کے نزدیک کاذب دن کی ابتدائی روشنی نہیں۔

measurements of the Zodiacal Light show that the pyramid is in reality much wider than would estimate visually. Its lowest part is obscured by the haze band of the horizon which reaches up to 10 or 15o. The pyramid of light is not sharply defined, but rather its brightness decreases from the innermost brightest cone (which in its lowest part, nearest the Sun, lies immediately above the haze band of the horizon) to both sides, and towards the apex of the cone. The brightest parts of the Zodiacal Light are, at least in the tropics.

(A Handbook of Astronomy By Gunter Dietmar Roth P.419 (1975) Springer-Verlag New York Inc).

ترجمہ: اوسط شمالی عرض بلد پر بروجی روشنی کا بہترین مشاہدہ فروری اور مارچ کی اماوس کی شاموں میں مغرب کی جانب یا اکتوبر کی صبح کو شرقی آسمان میں کیا جاسکتا ہے، بہار میں جب جھٹپٹے کے آخری باقی ماندہ آثار مغرب میں غائب ہو جاتے ہیں اور جب سورج افق سے 18، 17 درجے سے نیچے جھک جاتا ہے تو اُس مقام سے اوپر جہاں سورج غروب ہوا (یعنی افق سے اوپر) ہم سیدھی اُبھرتی ہوئی اور تھوڑا سا جنوب کی طرف جُھکتی روشنی کی مربعی مخروط دیکھ سکتے ہیں، اس مربعی مخروط کی بنیاد (نیچے کا چوڑا حصہ) تقریباً 30 ڈگری ہوتا ہے، جے سمتھ (یونانی) کے مطابق بروجی روشنی کی یہ مربعی مخروط اس وقت اپنے جوبن پر ہوتی ہے جب سورج اُفق سے 15.9 درجے نیچے ہوتا ہے بروجی روشنی کی حقیقی تصویری پیائش (Photometric measurement) یہ ظاہر کرتی ہے کہ مذکورہ مربعی مخروط آنکھوں دیکھے اندازے کی نسبت حقیقتاً کہیں زیادہ چوڑی ہوتی ہے، اس کا نچلا حصہ افق کی دُھندلی پٹی سے چھپا ہوتا ہے، جو 10 یا 15 درجے تک پہنچتی ہے۔ روشنی کی اس مربعی مخروط کی حدود واضح طور پر متعین دکھائی نہیں دیتیں، لیکن اس کی چمک اس کے انتہائی اندرونی چمکدار مرکزی حصے

(جو اس کا نچلا ترین اور سورج کے قریب ترین حصہ جو کہ افق پر کہر کی پٹی کے بالکل اوپر ہوتا ہے) سے دونوں جانب اور اوپر چوٹی کی طرف کم ہوتی جاتی ہے۔ بروجی روشنی کے روشن ترین حصے کم از کم خطِ سرطان یا خطِ جدی میں ہوتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بروجی روشنی خطِ استواء، جدی وسرطان اور ان کے اقرب علاقوں میں پورے سال، جبکہ اوسط شمالی وجنوبی (تقریباً 45 درجے عرض البلد والے) علاقوں میں مخصوص زمانوں میں نظر آتی ہے، اور اس کا نچلا حصہ افق کی دھندلی پٹی سے چھپا ہوا ہوتا ہے، اس لئے وہ حصہ نظر نہیں آتا، اور یہ 18 درجے کے متصل بھی نظر آ سکتی ہے۔

یہ تفصیل فقہائے کرام کی دونوں کے متصل ومتغیر ہونے، اور بعض اوقات صبح صادق کے کچھ بعد تک نظر آ سکنے کی تصریحات کے مطابق ہے۔ کما مر۔

اور عموماً ماہرین جو شمالی وجنوبی عرضِ بلد کے اعتبار سے چند مہینوں میں اس کے بہتر نظر آنے کا ذکر کیا کرتے ہیں، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان علاقوں کے علاوہ خطِ جدی سرطان اور استواء میں پورے سال مشاہدہ کی جاسکتی ہے۔

چنانچہ چند سطور کے بعد اسی مذکورہ کتاب میں ہے:

The axis of the Zodiacal Light coincides approximately though not exactly with the ecliptic, as indicated by the name of the phenomenon; this causes its changing visibility with the various seasons. As can be easily shown with a celestial globe or a rotatable star map, in spring at every average northern latitude, the ecliptic rises in the western sky steeply above the horizon after sunset; in autumn, the corresponding situation occurs before sunrise the various phases in reverse order. During the other seasons the ecliptic is but little inclined to the horizon, and the delicate shimmer of the Zodiacal Light disappears in the haze. In average southern latitudes, the observing conditions are, of course, principally the same, except that now the best visibility occurs in February and March in the eastern morning sky, and in

October in the western evening sky.In equatorial regions the Zodiacal Light is equally visible during all seasons.

Unfortunately, observations in average latitudes are always strongly affected by the haze of the layers near the horizon. Consequently, the brightness distribution with reference to the light axis, which here is always somewhat inclined, is always asymmetrical. The more steeply the ecliptic rises above the horizon; the pronounced becomes the pyramid of light. Really successful observations (which essentially means reliable photometric data) are therefore possible only in low latitudes. There, in the tropics, the ecliptic descends steeply below the horizon at all seasons, and therefore the twilight is considerably shorter and the pyramid of Zodiacal Light rises nearly perpendicular above the horizon, so that it very soon leaves the haze of the horizon regions.

(A Handbook of Astronomy By Gunter Dietmar Roth P.419-420 (1975) Springer-Verlag New York Inc).

ترجمہ: بروجی روشنی کا محور قدرے طریق الشّمس یا دائرۃ البروج (اکلپٹک) سے جا ملتا ہے، جیسا کہ اس مظہر کے نام سے ظاہر ہے، اسی وجہ سے مختلف موسموں کے ساتھ اس کے دکھائی دینے کی صلاحیت بدلتی ہے۔ جیسا کہ آسانی سے فلکی گلوب یا گھومنے والے کو بکی نقشے سے دیکھا جا سکتا ہے، بہار میں ہر اوسط شمالی عرض بلد پر، اکلپٹک مغربی آسمان میں غروب کے بعد اُفق پر عمودی ہوتا ہے، خزاں میں یہی صورتحال مختلف مراحل کی اُلٹ ترتیب کے ساتھ طلوعِ آفتاب سے پہلے ہوتی ہے۔ دوسرے موسموں میں طریق الشّمس یا دائرۃ البروج (اکلپٹک) افق پر قدرے جھکا ہوتا ہے اور (اس وجہ سے) بروجی روشنی کی ہلکی سی ٹمٹماہٹ دُھند میں غائب ہو جاتی ہے، اوسط جنوبی عرض بلد میں مشاہداتی کیفیتیں یقیناً اصولی طور پر وہی ہوتی ہیں، سوائے اس کے کہ اس کا بہترین نظارہ فروری اور مارچ میں صبح کے

شرقی آسمان پر اور اکتوبر میں شام کے مغربی آسمان پر ہوتا ہے۔ خط استوا کے علاقوں میں بروجی روشنی تمام موسموں میں ایک جیسی دکھائی دیتی ہے۔

بدقسمتی سے، اوسط عرض بلد میں مشاہدات ہمیشہ اُفق کے قریب دُھند کی تہوں سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ نتیجۃً روشنی کے محور سے چمک کی تقسیم، جو ہمیشہ کسی طرف کو جھکی ہوتی ہے، غیر متوازن ہوتی ہے۔ اکلپٹک جتنا زیادہ اُفق پر عمودی ہوگا روشنی کی مربعی مخروط اتنی ہی زیادہ واضح ہوگی۔ حقیقتاً کامیاب مشاہدات اسی لئے کم عرض بلد پر ممکن ہوتے ہیں، خطِ سرطان یا خطِ جدی میں اکلپٹک تمام موسموں میں افق سے نیچے عمودی رہتا ہے، اسی لئے جھٹپٹا بہت زیادہ مختصر دورانیے کا ہوتا ہے اور بروجی روشنی کی مربعی مخروط افق سے تقریباً عمودی نمودار ہوتی ہے، اسی لئے یہ جلد ہی افقی علاقے کی کہر کو خیر باد کہہ دیتی ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک صفحے کے بعد اسی مذکورہ کتاب میں ہے:

**We could therefore speak of a Zodiacal band; it crosses the whole sky along the circle of Zodiac.**

**(A Handbook of Astronomy By Gunter Dietmar Roth P.421 (1975) Springer-Verlag New York Inc).**

ترجمہ: ہم اس لئے اسے بروجی پٹی کہتے ہیں کہ یہ پورے آسمان پر منطقۃ البروج سے گزرتی ہے (ترجمہ ختم) [1]

اس سے بروجی روشنی کے صبح صادق سے پہلے نظر آنے اور مختلف عرض البلد میں نظر آنے کا اصولی قاعدہ اور اس کی وجہ تسمیہ بھی معلوم ہوگئی کہ اس کو بروجی روشنی اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ

---

[1] اور چند سطور کے بعد ہے:

**Also chains of faint stars can simulate a false boundary to the Zodiacal Light.**

**(A Handbook of Astronomy By Gunter Dietmar Roth P.421 (1975) Springer-Verlag New York Inc).**

ترجمہ: مدھم ستاروں کی قطاریں بھی بروجی روشنی کا دھوکا دے سکتی ہیں (ترجمہ ختم)

برجوں کی طرح ابھرتی ہوئی دیکھی گئی ہے۔
اس کے علاوہ مختلف حضرات نے بہار اور خزاں میں واضح دکھائی دینے کی وضاحت کی ہے، اور اس کو صبح کاذب کا نام دیا ہے۔ [1]
اور مشاہدہ کاروں نے اس روشنی کے کم زیادہ ہونے اور گھٹنے بڑھنے کا بھی مشاہدہ کیا ہے، جو ذنبِ سرحان کی مشابہت کے مطابق ہے۔ [2]

---

[1] The zodiacal light is a case in point. This little-known Phenomenon is a roughly triangular cone of light, produced by sunlight reflecting off a cloud of minuscule dust particles, of cometary origin, that is scattered across the ecliptic plane. At mid-latitude, the light is often mistaken for a 'false dawn', as it is best seen in the east preceding the dawn or in the west following the evening twilight in respectively spring and autumn.

(http://www.thunderbolts.info/tpod/2009/arch09/090810zodiacal.htm)

ترجمہ: بروجی روشنی اس وقت ہمارا موضوع ہے، یہ ایک غیر معروف مظہرِ قدرت روشنی کی تقریباً مثلثی مخروط ہے، جو سرد خلائی اجسام کے مآخذ سے نکلنے والی گرد کے بہت ہی چھوٹے اجزا کے بادل سے منعکس ہونے والی سورج کی روشنی سے بنتی ہے، جو طریق الشّمس یا دائرۃ البروج (اکلپٹک) کی سطح (جس پر ہماری زمین اور دیگر سیارے سورج کے گرد سال بھر میں چکر لگاتے ہیں) پر بکھر جاتی ہے، وسط عرض بلد پر یہ روشنی اکثر غلطی کا سبب بنتی ہے، جس کی وجہ سے یہ صبح کاذب کے طور پر جانی جاتی ہے کہ یہ مشرق میں طلوعِ فجر سے پہلے اور شام ٹیولائٹ کے بعد بالترتیب بہار اور خزاں میں واضح دِکھائی دیتی ہے (ترجمہ ختم)

[2] "I have occasionally been astonished, in the tropical climates of South America, to observe the variable intensity of the zodiacal light. As I passed the nights, during many months, in the open air, on the shores of rivers and on llanos, I enjoyed ample opportunities of carefully examining this phenomenon. When the zodiacal light had been most intense, I have observed that it would be perceptibly weakened for a few minutes, until it again suddenly shone forth in full brilliancy. In some few instances I

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جو کہ فقہائے کرام کی مختلف آراء کے مطابق ہے۔

اور جدید ماہرین نے اس بات کا بھی اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے مسلمان ھیئت دانوں سے صبح کاذب کا نام اخذ کیا ہے۔ لے

مشاہدہ کاروں نے اس بات کا بھی اعتراف کیا ہے کہ بروجی روشنی تو ہمیشہ ہوتی ہے، لیکن

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

have thought that I could perceive – not exactly a reddish coloration, nor the lower portion darkened in an arc-like form, nor even a scintillation, as Mairan affirms he has observed – but a kind of flickering and wavering of the light.

(http://www.thunderbolts.info/tpod/2009/arch09/090810zodiacal.htm)

ترجمہ: جنوبی امریکا کے گرم موسموں میں بروجی روشنی کی غیر مستقل کثافت کا مشاہدہ کر کے میں وقتاً فوقتاً حیران ہو چکا ہوں۔ کئی مہینوں کی راتیں میں نے کھلے آسمان کے نیچے دریاؤں کے ساحلوں پر گزاریں۔ مجھے اس مظہرِ قدرت کے محتاط مشاہدے کے مکمل مواقع ملے۔ جب یہ زیادہ گہری ہوئی میں نے مشاہدہ کیا کہ یہ چند منٹ میں ہلکی ہوگئی یہاں تک کہ یہ اپنی مکمل چمک کے ساتھ دوبارہ اچانک روشن ہوگئی۔ چند بار کے بعد میں نے سوچا کہ میں نتیجہ نکال سکتا ہوں۔ نہ تو چمکدار سرخی مائل نہ ہی نچلا حصہ سیاہ کہ کمان کی شکل ہونہ ہی ضیابار چمک دمک جیسا کہ مائران کہتا ہے کہ اس نے مشاہدہ کیا۔ لیکن ایک قسم کی ٹمٹماتی ہوئی گھٹتی بڑھتی روشنی (ترجمہ ختم)

لے The "false morning" in this 900-year-old passage by the Persian poet and astronomer is not a dreamy literary invention, but a real astronomical phenomenon called the "zodiacal light". Appearing as a faint, eerie glow before sunrise or after sunset, the zodiacal light has likely been seen by stargazers since since antiquity.

(http://www.oneminuteastronomer.com/2009/09/18/false-dawn/)

ترجمہ: صبحِ کاذب "فارسی شاعر اور ہیئت دان کی تقریباً 900 سال پرانی رباعی میں محض ایک ادبی خیالاتی ایجاد نہیں بلکہ ایک اصلی خلائی مظہرِ قدرت ہے جسے بروجی روشنی کہا جاتا ہے۔ ایک مدھم سی پراسرار روشنی طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب کے بعد ظاہر ہوتی ہے، بروجی روشنی کا قدیم ستارہ شناس بھی مشاہدہ کر چکے ہیں (ترجمہ ختم)

بعض موسموں میں اس کا مشاہدہ آسان ہوتا ہے، اور اس کے مشاہدے کے بہترین اوقات کا بھی انہوں نے مختلف عرض البلد کے اعتبار سے اصولی قاعدہ کے مطابق تذکرہ کیا ہے۔
اور اس کے دیکھنے کے لئے آسمان کا صاف اور شفاف ہونا ضروری قرار دیا ہے، اور روشنی کا دھویں اور دھند وغیرہ سے مشاہدہ کے متأثر ہونے کا ذکر کیا ہے۔ [1]

---

[1] ملاحظہ ہو اس سلسلہ میں ایک اقتباس:

**The zodiacal light is always there, but it's easier to see when the ecliptic is nearly vertical to the horizon. For northern observers, that alignment occurs in late-September and October about 2-3 hours before sunrise, and in late February to early March about 2-3 hours after sunset. In the southern hemisphere, the best periods for viewing are August and September just after sunset, and late-March through May a few hours before sunrise.**

**You need very dark, clear sky to see the zodiacal light. Any light pollution or smoke or haze will obliterate your view. If you have exceptional sky, you might see the light extend in a narrow band all the way along the ecliptic.**

**(http://www.oneminuteastronomer.com/2009/09/18/false-dawn/)**

ترجمہ: بروجی روشنی تو ہمیشہ ہوتی ہے لیکن اس کا مشاہدہ تب آسان ہوتا ہے جب طریق الشّمس یا دائرۃ البروج (اکلپٹک) افق پر تقریباً عمودی ہوتا ہے (جو کہ خطِ استواء، جدی اور سرطان میں پورے سال ہوتا ہے، اور اسی لئے ان علاقوں میں پورے سال مشاہدہ ممکن ہے) شمالی مشاہدہ کاروں کے لئے (بوجہ بعض موسموں میں ہی اکلپٹک عمودی ہونے کے) ستمبر کے اواخر اور اکتوبر میں طلوعِ آفتاب سے دو تین گھنٹے پہلے اور فروری کے اواخر اور مارچ کے ابتدائی دنوں میں غروبِ آفتاب کے تقریباً دو تین گھنٹے بعد یہ ترتیب بنتی ہے۔ جنوبی نصف کرے میں اس کے مشاہدے کا بہترین وقت اگست اور ستمبر میں غروب کے بعد اور مارچ کے اواخر سے مئی تک طلوعِ آفتاب سے کچھ گھنٹے قبل ہوتا ہے بروجی روشنی کو دیکھنے کے لئے آسمان کا تاریک اور شفاف ہونا ضروری ہے۔ کوئی روشنی کی آلودگی یا دھواں یا دھند آپ کے مشاہدے کو خراب کر سکتے ہیں اگر آپ کو مطلوبہ معیاری آسمانی فضا مل جائے تو آپ اس روشنی کو طریق الشّمس یا دائرۃ البروج (اکلپٹک) کے ساتھ ساتھ ایک تنگ پٹی میں بڑھتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں (ترجمہ ختم)

سورج طلوع ہونے سے دو تین گھنٹے پہلے کا وقت وہی بنتا ہے، جس کی متعدد فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے، اور اس صورت میں یہ صبح صادق سے متصل بھی ہو سکتی ہے، اور منفصل بھی۔

جس سے معلوم ہوا کہ بعض مشاہدہ کاروں نے جو بعض علاقوں میں بعض مہینوں میں اس کے نظر آنے کا ذکر کیا ہے، اس کا مطلب یہی ہے کہ ان مہینوں میں وہ دوسرے مہینوں کے مقابلہ میں زیادہ واضح اور نمایاں نظر آتی ہے۔

اور اصحابِ فلکیین نے اس کا بھی اعتراف کیا ہے کہ صدیوں میں لاکھوں افراد بروجی روشنی کو صبح کی پہلی روشنی (یعنی صبح صادق) خیال کرنے کے دھوکے میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ۱؎

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دھوکہ سے بچنے کے لئے رہنمائی فرمائی تھی۔

اور اہلِ فن نے بروجی روشنی کے قاعدے کی بنیاد پر وضاحت کی ہے کہ خطِ سرطان، خطِ جدی اور ان کے اقرب علاقوں اور خطِ استواء پر پورا سال شام کے بعد اور صبح سے پہلے بروجی روشنی دیکھی جاسکتی ہے، کیونکہ ان مقامات پر دائرۃ البرج پورا سال عمودی یا قریب بعمود ہوتا ہے۔ البتہ شمالی نصف کرے اور جنوبی نصف کرے میں ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا، لہٰذا وہاں بعض موسموں میں زیادہ نمایاں اور بعضوں میں کم نمایاں ہوتی ہے۔ ۲؎

---

۱؎ ملاحظہ ہو اس سلسلہ میں ایک اقتباس:

Over the centuries countless individuals have been fooled into thinking the Zodiacal Light was the first vestige of morning twilight. In fact, the Persian astronomer, mathematician and poet Omar Khayyam, who lived around the turn of the 12th Century, made reference to it as a "false dawn" in his one long poem, The Rubaiyat.

(http://www.space.com/spacewatch/zodiacal_light_021101.html)

ترجمہ: صدیوں میں لاتعداد افراد بروجی روشنی کے صبح کی پہلی روشنی خیال کرنے کے دھوکے میں مبتلا ہو چکے ہیں دراصل فارسی شاعر، ہیئت دان اور ریاضی دان عمر خیام جو بارہویں صدی مسیحی میں ہو گزرا ہے، اس نے اس کا حوالہ اپنی ایک طویل نظم 'رباعیات' میں 'صبح کاذب' کے طور پر دیا (ترجمہ ختم)

۲؎ The best time to see the Zodiacal Light is when the ecliptic appears most nearly vertical to the horizon. For those in the Northern Hemisphere, the best morning views in the eastern sky

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہرحال بروجی روشنی کے بعض زمانوں میں نظر آنے اور نہ آنے اور زیادہ واضح نظر آنے اور کم واضح نظر آنے کا معاملہ فنِ فلکیات کے اصولوں کے مطابق ہے۔ لے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

will come during the next few weeks without the interference of bright moonlight. Conversely, for those who live in the Southern Hemisphere, the best views now are in the western evening sky right after sunset.

Those who live in the tropics or at the equator are luckiest of all since the Zodiacal Light is always very conspicuous from these regions. This is probably because from these locations the ecliptic is always favorably oriented allowing views of the Zodiacal Light both in the western evening sky and eastern morning sky all year long.

(http://www.space.com/spacewatch/zodiacal_light_021101.html)

ترجمہ: بروجی روشنی کو دیکھنے کا بہترین وقت وہ ہے جب طریق الشّمس یا دائرۃ البروج (اکلپٹک) آپ کے مقامی افق پر تقریباً عمودی ہو جائے (اس اصول کے باعث) شمالی نصف کرّے والوں کے لئے یہ شام کے وقت ابتدائے فروری سے اواخر مارچ تک غروب کے بعد آسمانِ مغرب پر (بہترین منظر کے ساتھ) ہوتی ہے اور اس کا صبح کا منظر شرقی آسمان پر ستمبر کے اواخر سے نومبر کے ابتدائی دنوں تک ہوتا ہے۔ دوسری طرف، وہ جو جنوبی نصف کرّے میں رہتے ہیں آسمان مغرب پر شام کا بہترین منظر ابتدائے اگست سے اواخر ستمبر تک غروب کے بعد دیکھ سکتے ہیں جبکہ صبح کا بہترین منظر آسمانِ مشرق پر اواخر مارچ سے مئی کے ابتدائی دنوں تک رہتا ہے۔

خط سرطان، خط جدی اور خط استواء پر رہنے والے تو خوش قسمت ترین ہیں جیسا کہ پہلے بتا دیا گیا کہ ان مقامات پر بروجی روشنی بہت نمایاں اور روشن ہوتی ہے ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ ان مقامات پر طریق الشّمس یا دائرۃ البروج (اکلپٹک) ہمیشہ بہترین زاویہ پر بنتا ہے جس سے پورا سال شام کے بعد آسمانِ مغرب پر اور صبح سے پہلے آسمانِ مشرق پر بروجی روشنی دیکھی جا سکتی ہے (ترجمہ ختم)

لے Explanation: An unusual triangle of light is visible this time of year just before dawn, in the northern hemisphere. Once considered a false dawn, this triangle of light is actually Zodiacal

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معلوم ہوا کہ بروجی روشنی کا صبح کاذب ہونا قدیم اور جدید اہلِ ہیئت کے مطابق ہے، اور اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

**Light, light reflected from interplanetary dust particles. The bright reflecting triangle is clearly visible on the right of the above image taken from Laguna Verde near Valparaíso, Chile in late July. The band of our Milky Way Galaxy on the left mirrors the zodiacal band. Zodiacal dust orbits the Sun predominantly in the same plane as the planets: the ecliptic. Zodiacal light is so bright in the north this time of year because the dust band is oriented nearly vertical at sunrise, so that the thick air near the horizon does not block out relatively bright reflecting dust. Zodiacal light is also bright for people in Earth's northern hemisphere in March and April just after sunset. In the southern hemisphere, zodiacal light is most notable after sunset in late summer, and brightest before sunrise in late spring.**

**(http://apod.nasa.gov/apod/ap091029.html)**

ترجمہ: شمالی نصف کرے میں، سال میں ان دنوں طلوعِ فجر سے پہلے، روشنی کی ایک غیر معمولی مثلث دکھائی دیتی ہے۔ جسے کبھی صبحِ کاذب کہا گیا یہ مثلث دراصل بروجی روشنی ہے روشنی جو سیاروں کے مابین گردش کرنے والے چھوٹے خلائی اجسام سے منعکس ہوتی ہے۔ (اصل مضمون میں) دی گئی تصویر میں دائیں طرف روشن انعکاسی مثلث صاف واضح نظر آ رہی ہے یہ تصویر( شمالی امریکہ میں سپین سے آزادی پانے والے ملک) چائل کے( ساحلی شہر) ولپرائزو کے نزدیک **Laguna Verde** سے جولائی کے اواخر میں لی گئی ہے۔ بائیں طرف ہماری کہکشاں کے روشن ترین ستاروں کی پٹی اس بروجی پٹی پر عکس بناتی ہے بروجی گرد زیادہ تر اس سطح میں جس میں سیارے گردش کرتے ہیں (جس میں زمین کا گردشی چکر اور سورج شامل ہیں) سورج کی طرف چلتی ہے ان دنوں شمال میں بروجی روشنی بہت نمایاں ہوتی ہے کیونکہ گرد کی یہ پٹی طلوع کے مقام پر تقریباً عمودی ہوتی ہے پس افق پر موجود کثیف ہوا نسبتاً روشن انعکاسی گرد کو نہیں روکتی۔ بروجی روشنی شمالی نصف کرہ میں رہنے والوں کو بھی مارچ اور اپریل میں غروب کے بعد روشن دکھائی دیتی ہے جنوبی نصف کرہ میں بروجی روشنی گرمیوں کے اواخر میں غروب کے بعد نمایاں اور بہار کے اواخر میں طلوع سے پہلے روشن ترین ہوتی ہے (ترجمہ ختم)

طلوع سے قبل اور غروب کے بعد کے مفہوم میں انفصال واتصال کی دونوں صورتیں شامل ہیں، کیونکہ بیاضِ مستطیل طلوعِ صبح صادق کے کچھ بعد تک اور اسی طرح اس کے برعکس شفقِ ابیض کے غروب سے کچھ پہلے نظر آ سکتی ہے، جیسا کہ گزرا۔

کے متعلق ماہرین کی آراء فقہائے کرام کی آراء کے مطابق ہیں، لہٰذا اس کو صبح کاذب قرار دینا شرعاً درست ہے۔ [1]

# صادق سے قبل اور شفقِ ابیض کے بعد ظلمت کا ہونا شرعی دلائل سے ثابت ہے

معترض صاحب نے چند جدید ماہرین کی انگریزی عبارات کے حوالوں سے یہ نتیجہ تحریر کیا ہے کہ:

> زوڈیکل لائٹ کی روشنی کا اثر فلکی شفق کے ظہور سے پہلے مکمل طور پر ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا حوالہ جات میں فلکی شفق سے پہلے آسمان پر مکمل طور پر اندھیرا ہونا خاص کر شفق ابیض (اگر اس کو فلکی شفق قرار دیا جائے تو اس) کے غروب کے بعد ہی آسمان پر مکمل اندھیرے کا ابتداء ہونا انگریزی کی عبارات سے واضح ہے (کشف الغشاء ص ۱۲۶، بلفظہٖ)

معترض صاحب کی مراد یہ ہے کہ شرعی دلائل کا تقاضا یہ ہے کہ صبح صادق سے متصل صبح کاذب کی روشنی موجود ہونی چاہئے، جبکہ ماہرین نے 18 ڈگری پر ظاہر ہونے والی روشنی سے پہلے اور رات کو 18 ڈگری کے بعد مکمل ظلمت اور اندھیرا ہونا بتلایا ہے۔

معترض صاحب کو جس بات پر یہاں اشکال پیش آیا، اور بھی بعض لوگوں کو پیش آ رہا ہے۔ حالانکہ جس بات کو اشکال سمجھا جا رہا ہے، وہ اشکال کے زمرے میں داخل ہی نہیں، بلکہ شرعی دلائل اسی کے مقتضی ہیں۔

---

[1] بلکہ جدید ھیئت کی تحقیق سے فقہائے کرام کے مختلف اقوال کی صداقت ظاہر ہو رہی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ زبدۃ المحققین حضرت مولانا محمد موسیٰ خان روحانی بازی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> اصول ھیئتِ جدید اصولِ اسلام سے زیادہ قریب ہیں، بمقابلہ ھیئتِ قدیمہ کے، ھیئتِ قدیمہ کے بہت سے اصول اسلام کے خلاف ہیں، لیکن ھیئتِ جدیدہ کے اصول عموماً قرآن وحدیث کے موافق بلکہ قرآن وحدیث کی متعدد مشکل ابحاث کے لئے تفسیر وشرح ہو کر ان کا حل پیش کرتے ہیں (الھیئۃ الکبریٰ مع شرحھا سماء الفکریٰ، الجزء الثانی، ص ۱۲۱، ناشر: ادارہ تصنیف وادب، جامعہ اشرفیہ، لاہور، طبع ثانی: ۱۴۲۵ھ، مطابق 2004ء)

کیونکہ معترض صاحب اگر یہ سمجھتے ہیں کہ کاذب، لزوماً ودواماً صادق سے متصل ہوتی ہے، تو فقہائے کرام واصحابِ فلکیین سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، بلکہ اس کے خلاف ثبوت ملتا ہے کہ ان کے نزدیک کاذب عام طور پر، صادق سے منفصل ہوتی ہے، اور کبھی متصل بھی ہوجاتی ہے، اور بہر صورت صادق سے قبل اور اسی طرح شفقِ ابیض کے بعد رات کی ظلمت ہوتی ہے، اور براہِ راست اُفق پر سورج کا کوئی کردار نہیں ہوتا (اور اسی وجہ سے ہمارے فقہاء وفلکیین نے اس کے سورج کی روشنی ہونے کا انکار کیا ہے، اور اس کی وجہ تسمیہ بھی یہی بیان کی ہے) اور کاذب کی روشنی افق سے اوپر بلندی اور دوری پر ہوتی ہے، اور صادق سے قبل افق پر ظلمت ہی ہوتی ہے۔

بہر حال فقہائے کرام صادق سے قبل کاذب کی روشنی کے ختم اور منعدم ہوجانے اور اس کے بعد ہی کبھی جلد اور کبھی بدیر، صبح صادق کے طلوع ہونے کے قائل ہیں، لہٰذا اس صورت میں تو صبح صادق کی روشنی کے اندھیرے سے ظاہر ہونے میں کوئی شبہ والی بات نہیں۔

اور اگر کسی وقت صبح کاذب؛ صبح صادق سے متصل ہوجائے، جس کے فقہاء اور اہلِ فن دونوں قائل ہیں، تب بھی کوئی اشکال والی بات نہیں، کیونکہ اولاً تو یہ روشنی سورج کی براہِ راست روشنی نہیں ہے، دوسرے یہ روشنی اُفق پر نہیں ہوتی، بلکہ افق سے اوپر بلندی اور دوری پر ہوتی ہے۔

اور قطع نظر اس بحث سے یہ شبہ تو صبح کاذب پر اس صورت میں بھی وارد ہوتا ہے، جبکہ بروجی روشنی کو صبح کاذب قرار نہ دیا جائے، کیونکہ صبح کاذب کا جب فقہائے کرام سے بعض اوقات اتصال ثابت ہے، تو یہ شبہ فقہائے کرام کے موقف پر بھی وارد ہوا، نہ کہ صرف جدید اہلِ فن کے موقف پر۔

اور اصل بات یہ ہے کہ صبح صادق کے طلوع سے پہلے (بمع وقتِ کاذب) اور شفقِ ابیض کے غروب کے بعد کا وقت کامل لیل میں داخل ہے، جس میں اندھیرے اور ظلمت کا ہونا قرآن وسنت سے ثابت ہونے کے علاوہ لیل ونہار اور صبح کی حقیقت کے بھی مطابق ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں واضح طور پر فجر کے خیطِ ابیض کو خیطِ اسود کے مقابلہ میں ظاہر ہونا بتلایا گیا ہے، اور سفید دھاگے سے بیاضُ النہار (یعنی دن کی سفیدی جو صبح صادق سے شروع ہوتی ہے) مراد ہے، اور سیاہ دھاگے سے سوادُ اللیل (یعنی رات کی تاریکی) مراد ہے۔ [1]

جہاں تک شفقِ ابیض کے غروب کے بعد کا تعلق ہے، تو اس کے بعد بھی رات کی ظلمت بلکہ

---

[1] اور ہم نے اس سلسلہ میں متعدد حوالے اپنے مضمون میں نقل کر دیئے ہیں، یہاں چند حوالے بطورِ نمونہ ذکر کئے جاتے ہیں:

إنما ذلک سواد الليل وبياض النهار (بخاری، رقم الحديث ۱۹۱۶، کتاب الصوم، باب قول الله تعالی: وکلوا واشربوا حتی يتبين لکم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر ثم أتموا الصيام إلی الليل)

شبه أول ما يبدو من الفجر المعترض فی الأفق وما يمتد معه من غبش الليل، بخيطين أبيض وأسود (تفسير البيضاوی، ج ا ص ۱۲۶، سورة البقرة)

الخيط الأبيض هو أول ما يبدو من الفجر المعترض فی الأفق کالخيط الممدود. والخيط الأسود ما يمتد معه من غبش الليل (تفسير الکشاف، ج ا ص ۲۳۱، سورة البقرة)

والمراد بالخيط الأبيض أول ما يبدو من الفجر المعترض فی الأفق کالخيط الممدود، والخيط الأسود ما يمتد معه من غبش الليل شبها بخيطين أبيض وأسود (عمدة القاری للعينی، ج ۱۰ ص ۲۹۲، کتاب الصوم، باب قول الله تعالی: وکلوا واشربوا حتی يتبين لکم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر الخ)

وکلوا واشربوا حتی يتبين لکم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر) أی: حتی يتبين لکم ضوء النهار من ظلمة الليل من الفجر (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۹۰، کتاب الصوم، فصل ارکان الصيام)

الفجر أول طلوع الصبح لانفجار ظلمة الليل عن نور الصباح حينئذ ولذلک سمی الفجر فجرا (روح المعانی، ج۸ ص ۱۳۰، سورة الاسراء)

تفسیر معارف القرآن میں ہے:

اس آیت میں رات کی تاریکی کو سیاہ خط اور صبح کی روشنی کو سفید خط کی مثال سے بتلا کر روزہ شروع ہونے اور کھانا پینا حرام ہو جانے کا صحیح وقت متعین فرما دیا (تفسیر معارف القرآن ج ا ص ۴۵۴)

النهارُ: ضد الليل. ولا يجمع کما لا يجمع العَذابُ والسرابُ (الصحاح فی اللغة للجوهری، ج ۲ ص ۸۳۹، فصل النون، مادة" نهر")

اللَّيْلُ ضد النهار واللَّيْلُ ظلام الليل والنهارُ الضِّياء (لسان العرب، ج ۱۱ ص ۶۰۷، فصل اللام، مادة "ليل")

والليل: ضد النهار، وظلام الليل، وتصغيرها لييلة. وليلة ليلاء وليل أليل وذو ليل: شديد الظلمة؛ والليل: الظلمة (المحيط فی اللغة، ج ۲ ص ۴۶۵، حرف اللام، ماأوله اللام)

شدید ظلمت طاری ہوجاتی ہے، اور عشاء کا وقت شفقِ ابیض کے غروب کے بعد اور قبل شروع ہونے میں اختلاف کے باوجود اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ رات کی مکمل ظلمت غروبِ شفقِ ابیض کے بعد ہی ہوتی ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اسی وجہ سے عشاء کا وقت شفقِ ابیض کے غروب کے بعد قرار دیا ہے۔ [1]

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مکتوب میں مغرب کی نماز کو اختلاط اللیل والنہار کے

---

[1] اس کے متعلق تفصیلی دلائل وعبارات ہم اپنے مضمون میں ذکر کرچکے ہیں۔

قوله :( يغيب الأفق ) ظاهره يؤيد مذهب أبي حنيفة ، فإن غيبوبة الأفق بغيبوبة الشفق الأبيض (العرف الشذى، ج ا ص ۱۷۲، ابواب الصلاة،باب ما جاء فى مواقيت الصلاة عن النبى صلى الله عليه وسلم)

البياض الذى بعد الحمرة يعقبه الظلام والبياضات بعده تكون غير هذا البياض.ولنا :ما عند الترمذى حتى يسود الأفق وليس هذا السواد إلا بعد البياض(فيض البارى شرح البخارى، ج۲ص ۱۷۲، كتاب مواقيت الصلاة، باب النوم قبل العشاء لمن غلب)

وفسر الغسق باجتماع الظلمة وشدتها كان ذلك مؤيدا لما فى ظاهر الرواية عن الامام أبى حنيفة رضى الله تعالى عنه من أول وقت العشاء حتى يغيب الشفق بمعنى البياض الذى يعقب الحمرة فى الأفق الغربى لأن الظلمة لا تجتمع ولا تشتد ما لم يغب ولا يأبى ذلك أن الأحاديث الصحيحة صريحة فى أن أول وقتها حين يغيب الشفق وهو اللغة الحمرة المعلومة لأن تفسيره بالبياض قد جاء أيضا وروى ذلك عن أبى بكر الصديق وعمر ومعاذ بن جبل وعائشة رضى الله تعالى عنهم أجمعين ورواه عبدالرزاق عن أبى هريرة وعن عمر بن عبد العزيز وبه قال الأوزاعى والمزنى وابن المنذر والخطابى واختاره المبرد :وثعلب وما رواه الترمذى عن أبى هريرة رضى الله تعالى عنه عن النبى أنه قال :أول وقت العشاء حين يغيب الأفق ظاهر فى كون الشفق البياض إذ لا غيبوبة للأفق إلا بسقوطه نعم ذهب صاحباه إلى أنه الحمرة وهو قول ابن عباس وابن عمر رضى الله تعالى عنهم(روح المعانى للآلوسى، ج۸ص ۱۲۹، تحت رقم الآية ۷۷ من سورة الاسراء)

قوله " :ويُصلى العشاء حين يَسوَدُّ الأفق "والمعنى :حين يغيب الشفق،لأن الشفق إذا غاب اسود الأفق(شرح ابوداؤد للعينى، ج۲ص ۲۴۵، كتاب الصلاة ،باب المواقيت)

ويصلى العشاء حين يسود الأفق ، وإنما يكون اسوداد الأفق بعد ذهاب البياض الذى يكون بعد سقوط الحمرة ؛ لأن الحمرة إذا سقطت مكث البياض بعده ثم يذهب البياض فيسود الأفق (صحيح ابنِ خزيمة، تحت رقم الحديث ۳۵۲، كتاب الصلاة، باب كراهة تسمية صلاة العشاء عتمة)

فإذا ذهب البياض واسود فقد اتفق العلماء على إيجاب فرض صلاة العشاء فجائز فى ذلك الوقت أداء فرض تلك الصلاة والله أعلم (صحيح ابنِ خزيمة، تحت رقم الحديث ۳۵۵، كتاب الصلاة، باب كراهة تسمية صلاة العشاء عتمة)

وقت پڑھنے کا حکم فرمایا تھا، جس کا مطلب رات کی مکمل ظلمت نہ ہونا ہی ہے۔ [1]

اس قسم کے دلائل کے پیشِ نظر ہی ہم نے اپنے مضمون میں شفقِ ابیض کے غروب کے بعد کے وقت کو کامل لیل اوراس سے قبل کے وقت کو ناقص لیل قرار دیا ہے۔

بہر حال شرعی دلائل بھی شفقِ ابیض کے غروب کے بعد سے لے کر صبح صادق کے طلوع تک کا وقت کامل لیل میں داخل ہونے اور کامل ظلمت کے مقتضی ہیں۔

اور صبح کاذب کی روشنی ظلمتِ لیل میں مانع نہیں، بلکہ اس کا نظر آنا ظلمتِ لیل ہی کے باعث ہے، جس طرح کہ کاذب کی روشنی کے علاوہ رات کے اوقات میں اور بھی کئی روشنیاں (مثلا ملکی وے، کہکشائیں، ستاروں کی روشنی وغیرہ) نظر آتی ہیں۔

تو جس طرح وہ رات کی ظلمت وتاریکی میں مانع نہیں، بلکہ رات کی روشنیاں ہیں، اسی طرح کاذب بھی مانع نہیں، بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان روشنیوں کے نظر آنے کی بنیادی وجہ رات کی ظلمت ہی ہے، کیونکہ دن کی روشنی سے کاذب سمیت دوسری روشنیاں مغلوب ہوجاتی ہیں، جن میں چانداور ستاروں کی روشنیاں بھی شامل ہیں، اوردن کی روشنی رخصت ہونے یعنی رات کے آغاز پر ستاروں وغیرہ کی دوسری روشنیاں اپنے قوی وضعیف ہونے کی حیثیت سے درجہ بدرجہ ظاہر ہونا شروع ہوجاتی ہیں، لیکن جس طرح رات کے آغاز پر فوراً تمام ستارے نظر آنا شروع نہیں ہوجاتے، اسی طرح طلوعِ صبح صادق ہوتے ہی تمام

---

[1] چنانچہ امام ابنِ ابی شیبہ رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا وكيع ، عن سفيان ، عن حبيب بن أبي ثابت ، عن نافع بن جبير ، قال : كتب عمر إلى أبي موسى :أن صل الظهر إذا زالت الشمس ، وصل العصر والشمس بيضاء حية ، وصل المغرب إذا اختلط الليل والنهار ، وصل العشاء أى الليل شئت ، وصل الفجر إذا نور النور(مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ٣٢٥٠، كتاب الصلاة، باب فی جميع مواقيت الصلاة)

اور تبیینُ الحقائق میں ہے:

ولأن العشاء تقع بمحض الليل فلا تدخل ما دام البياض باقيا؛ لأنه من أثر النهار ولهذا يخرج بطلوع البياض المعترض من الفجر(تبيين الحقائق ،ج ا ص ١٨١ ،كتاب الصلاة، مواقيت الصلاة)

ستارے مغلوب ومنعدم نہیں ہوجاتے، بیاضِ مستطیل کا بھی یہی معاملہ ہے، کہ وہ بھی رات کی ظلمت کے باعث نظر آتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں جدید ھیئت دانوں کا قول قرآن وسنت اور فقہائے کرام کے عین مطابق ہے۔

اس کے بعد معترض صاحب نے اپنے مضمون میں مزید چند نکات بروجی روشنی کے صبح کاذب ہونے کی نفی کے طور پر پیش کئے ہیں۔

مگر ان نکات سے بروجی روشنی کے صبح کاذب ہونے کی نفی نہیں ہوتی ، اور ان نکات کے متعلق ہم ایک سے زیادہ مرتبہ کلام کرچکے ہیں، جن کا اعادہ تحصیلِ حاصل ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ اس موقع پر معترض صاحب ان تمام امور کو نظرانداز کر کے پھر اپنے مضمون ’’کشف الستور‘‘ میں کہتے ہیں کہ:

> ’’جہاں تک صبح کاذب کی بات ہے، تو یہ ایک شرعی معاملہ ہے، اور شرعی معاملات میں کسی سائنسدان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں‘‘

اب قارئین معترض صاحب کی ذہنیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

معترض صاحب کو صبح کاذب کے الفاظ والی چند حدیثیں تو خوب یاد ہیں، لیکن سینکڑوں وہ حدیثیں یاد نہیں ، جن میں کاذب کا ذکر ہی نہیں، صرف فجر یا صبح کا ذکر ہے، اور اس سے صادق مراد ہے۔اس ہٹ دھرمی کا کیا علاج ہے؟

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ

# دن کی ابتدائی روشنی

معترض صاحب نے اپنی تحریر میں درجِ بالا عنوان قائم کیا ہے، اور ہمارے مضمون کا حوالہ دے کر مختلف واردات کئے ہیں، اور ہمارے کلام کو عقلی استنباط سے تعبیر کیا ہے۔

اگرچہ ہم نے اپنے مضمون میں دن کی ابتدائی روشنی کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا، بلکہ یہ معترض صاحب کا اپنا قائم کیا ہوا عنوان ہے۔

البتہ ہم نے اپنے مضمون میں صبح صادق کو شرعاً دن کی ابتدائی روشنی ضرور قرار دیا ہے، جو شرعی دلائل کے عین مطابق ہے، اس لئے صبح صادق کی روشنی کے شرعی اعتبار سے دن کی ابتدائی روشنی ہونے میں کوئی اشکال پیش نہیں آنا چاہئے، اور اس کی دوسرے دلائل سے قطع نظر ایک قوی دلیل یہ ہے کہ روزہ جو کہ اسلام کا ایک اہم رکن ہے، وہ شرعاً دن کا عمل ہے، اور اس کا آغاز اسی روشنی سے ہوتا ہے، جس کو قرآن مجید میں فجر کا خیطِ ابیض قرار دیا گیا ہے۔

اور احادیث میں اس کی تفسیر بیاض النہار سے کی گئی ہے۔

یہاں تک کہ اصحابِ لغت نے تو صبح اور فجر کو اول النہار قرار دیا ہے، اور بلکہ بعض حضرات نے تو فجر کی کاذب وصادق دو قسمیں بھی قرار دی ہیں، لیکن صبح کو صادق کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔

اور اسی وجہ سے علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی صبح کو فجر کے مقابلہ میں خاص قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] الصبح :الفجر، أو أول النهار، ج :أصباح، وهو الصبيحة والصباح والإصباح والمصبح، كمكرم (القاموس المحيط للفيروز آبادی، ج ا ص۲۲۷، فصل الصاد)

(الصبح) ، بالضم ( :الفجر، أو أول النهار، ج أصباح، وهو الصبيحة؛ والصباح) نقيض المساء . (والإصباح) بالكسر، (والمصبح، كمكرم)(تاج العروس للزبیدی، ج٦ ص٥١٦، فصل الصاد المهملة مع الحاء المهملة، مادة "صبح")

صبح :الصبح :أول النهار .والصبح :الفجر .والصباح :نقيض المساء ، والجمع أصباح، وهو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معترض صاحب ہماری طرف نسبت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہاں کچھ باتیں ایسی تحریر فرمائی گئی ہیں جو کہ تحصیل حاصل کے سوا اور کچھ نہیں۔ مثلاً نمبر ا، اور ۲ میں لکھنا کہ یہ روشنیاں حکم وصورت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہونا یعنی کاذب کی روشنی کو شریعت نے رات کا حکم دیدیا ہے اور صادق کو دن کا، اسی طرح کاذب کی روشنی خالص سفید، آسمان کی طرف بلندی میں ظاہر ہونے کے بعد اپنی جگہ پر بلا انتشار قائم رہتی ہے جبکہ صادق کی روشنی مائل بہ معمولی سرخی اور افق میں معترض ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت سرعت کے ساتھ پھیلتی چلی جاتی ہے''

مگر ہم نے اس موقع پر نمبر ا، اور ۲ میں ہرگز وہ نکات نہیں لکھے، جن کی نسبت معترض صاحب ہماری طرف کر رہے ہیں، مثلاً ''صبح صادق کی روشنی کا مائل بہ معمولی سرخی'' اور ''نہایت سرعت کے ساتھ پھیلنا'' وغیرہ وغیرہ۔

جبکہ ہم نے انتشار کے مسئلہ کو حقیقت کے اختلاف میں ذکر کیا ہے، جو تیسرا نمبر ہے، اور ان دو نمبروں میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

ہم اپنے مضمون کے نمبر ا، اور ۲ کو مِن وعَن نقل کرتے ہیں، تاکہ معلوم ہو سکے کہ ہم نے کیا کہا، اور معترض صاحب نے ہماری طرف کیا نسبت کی؟

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الصبیحة والصباح والإصباح والمصبح(لسان العرب لابنِ منظور، ج۲ ص ۵۰۲، فصل الصاد)

الصبح :بضم فسکون، ج أصباح، أول النهار ونقیضه المساء * Morning...الفجر * dawn...

الصبح الصادق :البیاض الذی یظهر فی الافق أول النهار ثم یمتد عریضا "فیه * Daybreak...

الصبح الکاذب :البیاض الذی یبدو طولا ثم یعقبه ظلام Reddish blackness...(معجم لغة الفقهاء للقلعجی، ص ۲۷۰، حرف الصاد)

قال اللیث :الفَجْرُ :ضوء الصبح، وقد انفجر الصبح .ویقال للصبح المستطیر فَجْرٌ، وهو الصادق. والمستطیل الکاذب یقال له :فجر أیضا.وأما الصبح فلا یکون إلا الصادق(تهذیب اللغةللازهری، ج ۱۱ ص ۳۵، ابواب الجیم والراء،مادة فجر)

ولا یکون الصبحُ إِلا الصادقَ الجوهری (لسان العرب لابنِ منظور، ج۵ ص ۴۵،فصل الفاء)

ولا یکون الصبح إلا الصادق(تاج العروس للزبیدی، ج۱۳ ص ۲۹۸، مادة ف ج ر)

(قوله یقع عند طلوع الصبح) أی الفجر الصادق لا الکاذب، ولکونه أخص من الفجر عبر به

(قوله یقع عند طلوع الصبح) أی الفجر الصادق لا الکاذب، ولکونه أخص من الفجر عبر به

(ردالمحتار،ج۳ص ۲۶۴، کتاب الطلاق، باب صریح الطلاق، مطلب فی فی اضافة الطلاق الی الزمان)

(۱)......ان دونوں روشنیوں کا حکم کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف وجدا ہونا تو اس طریقے سے ظاہر ہے، کہ شریعت نے صبح صادق کو نہارِ شرعی میں داخل کیا ہے اور اس کے ساتھ نہاری احکام وابستہ ومتعلق فرمائے ہیں اور کاذب کو اس کے برعکس صادق سے قبل پوری طرح لیلِ حقیقی ولیلِ صادق میں داخل کیا ہے، اور اس کے ساتھ کوئی بھی نہاری حکم وابستہ ومتعلق نہیں فرمایا۔ بلکہ اس کو کاذب کے ساتھ ملقب کر کے اور اس کے ساتھ کاذب کی قید لگا کر اس کے صبح وفجر ہونے کا ہی انکار فرمادیا ہے۔

اور اگر یہ بعض لوگوں کو صادق کا دھوکہ نہ دیتی تو اس کو صبح وفجر کی کوئی بھی قسم قرار دینے کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ اس سے فجر وصبح کا کوئی بھی حکم وابستہ نہیں۔

(۲)......اور ان دونوں روشنیوں کا صورت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہونا احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے، کہ صبح صادق کی روشنی صورتاً مشرقی اُفق میں معترض ہوتی ہے، اور کاذب کی روشنی آسمان کے کسی ایک حصے میں ذنبِ سرحان کے مثل مستطیل ہوتی ہے، اور صورت کا یہ فرق بالکل واضح اور نمایاں ہے (صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق)

اس کے بعد معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اور نمبر ۳ میں حقیقت کے اعتبار سے مختلف ہونا لکھا ہے، حالانکہ ''صورتاً اختلاف'' درحقیقت ''اختلاف حقیقت'' ہی ہے۔ لہٰذا ان باتوں کو نقل کرنا کوئی خاص الہامی چیز نہیں قرار دی جاسکتی''

ہم نے اپنے مضمون کو کوئی خاص الہامی چیز قرار نہیں دیا، یہ معترض صاحب کے اپنے تجزیاتی مطالعہ کا نتیجہ ہے، اور اگر پھر بھی معترض صاحب اس کو ہماری خاص الہامی چیز قرار دے کر الزام قائم کرنے پر مصِر ہوں، تو صبح کاذب وصادق میں فرق واختلاف سے متعلق جو کلام ہم نے اس موقع پر کیا ہے، وہ شریعت کے مستحکم دلائل سے ثابت ہے، جس کا درجہ ہمارے الہام سے کہیں زیادہ ہے۔

رہا معترض صاحب کا ''صورتاً اختلاف'' ہی کو ''اختلافِ حقیقت'' قرار دینا، تو وہ اگر ایسا سمجھتے ہیں، تو یہ ان کی ذاتی رائے ہے، ہمیں اس سے اتفاق نہیں۔

جس کی دلیل ہمارے مضمون کے اسی موقع پر مذکور ہے، کیونکہ ہم نے اس تیسرے نمبر ہی میں ایک کو صادق اور ایک کو کاذب، اور ایک کی روشنی کو منتشر اور دوسرے کی روشنی کے غیر منتشر ہونے کی بنیاد پر دونوں کی حقیقتوں کو مختلف قرار دیا ہے، جبکہ معترض صاحب اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم نے انتشار اور عدمِ انتشار کو پہلے اور دوسرے نمبر کے ذیل میں ذکر کیا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

معترض صاحب ہمارے مضمون کا ایک اقتباس نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں:

''یہاں پر سوال یہ ہے کہ ''مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق'' کے الفاظ سے کیا مراد ہے؟''

معترض صاحب نے کیونکہ ہمارے اس سے پہلے مضمون کا بغور مطالعہ نہیں کیا، اس لئے یہ غلط فہمی پیش آئی، ورنہ ''مذکورہ تفصیل کے مطابق'' سے ہماری مراد وہی اس سے پہلے مذکور تین امور ہیں، جو کاذب وصادق کے حکم، صورت اور حقیقت کے اعتبار سے مختلف ہونا قرار دیئے گئے۔

آگے معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''قائلین ۱۸ درجے کو اس بات سے مغالطہ ہوا کہ دن کی بالکل ابتدائی روشنی ہی صبح صادق ہے۔ اور یہی بات یہاں خاص طور پر ذکر کی گئی ہے''

حالانکہ اگر واقعتاً ان کو یہ مغالطہ ہوا ہے، تو یہ مغالطہ میں ہرگز داخل نہیں، بلکہ عین حقیقت ہے، کیونکہ شرعاً دن کی ابتدائی روشنی کے صبح صادق ہونے میں کوئی شبہ والی بات نہیں، اور کاذب کی روشنی کو ہرگز دن کی ابتدائی روشنی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

معترض صاحب آگے لکھتے ہیں کہ:

''ہم اصل بحث کو اس موضوع پر موقوف ہی نہیں سمجھتے کہ صبح صادق اول روشنی ہے یا اول روشنی کے بعد ایک خاص صفت وکیفیت پر مشتمل روشنی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ جس روشنی میں فجرین میں سے جس کی علامات بھی ثابت ہوگئیں اس روشنی کو وہی حکم حاصل ہوگا''

معترض صاحب جس بات کو یہاں پُرزور انداز میں فرما رہے ہیں، ہم اسی بات کو اس سے زیادہ مضبوط اور مؤثر طریقہ پر اپنے مضمون میں ذکر کر چکے ہیں۔ [1]

جبکہ معترض صاحب ان بنیادی منصوص علامات کو نظر انداز کر کے دیگر غیر منصوص امور کو بھی بنیادی درجہ دیتے ہیں، جیسا کہ ماقبل میں جا بجا گزرا۔

معترض صاحب نے اپنی تحریر میں آگے صبح کاذب کی حکمت کا ذکر کیا ہے، اور ہم یہ بات پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ حکمت پر حکم کا دارومدار نہیں ہوتا، بخلاف علت کے، علاوہ ازیں بروجی روشنی پر وہ حکمت بھی صادق آتی ہے، اس لئے اس بحث سے ہمارے مضمون پر کوئی الزام قائم نہیں ہوتا۔

## بروجی روشنی کے جملہ ازمنہ و امکنہ میں نظر نہ آنے کی فنی وجہ

معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اگر بروجی روشنی بقول انکے صبح کاذب ہے اور یہ سورج کی انعکاسی روشنی بھی ہے تو کوئی وجہ ایسی نظر

---

[1] چنانچہ ہماری کتاب کا اقتباس ملاحظہ ہو:

صبح صادق و کاذب میں بنیادی فرق جس کو حدِ تام کا درجہ حاصل ہے، یہ ہے کہ صبح صادق کی روشنی افق میں (یعنی زمین کے ساتھ متصل آسمان کے کناروں میں جنوباً و شمالاً) معترض ہوتی ہے، اور اس کی صفت مستطیر ہونا ہے، یعنی وہ افق پر وقت کے ساتھ ساتھ منتشر ہوتی ہے، کیونکہ صبح صادق کا طلوع نہارِ شرعی کا مبدء اور طلوعِ شمس و نہارِ عرفی کے آغاز کا مقدمہ ہے، اور اسی وجہ سے اس کی روشنی میں وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا ہے۔

اور اس کے مقابلہ میں بیاضِ کاذب ذنبِ سرحان کے مثل (ایک طرف سے موٹی، دوسری طرف سے باریک) آسمان کے کسی ایک حصے میں مستطیل ہوتی ہے (خواہ اس کا طول آسمان کے درمیان والے حصے میں کھڑا ہو یا دائیں بائیں مائل ہو)

صبح کاذب و صادق میں بنیادی فرق یہی ہے، کیونکہ یہ فرق منصوص ہے۔

اور یہی ان دونوں کی حدِ تام ہے، جس کے پیشِ نظر کبھی بھی صادق و کاذب میں اشتباہ پیدا نہیں ہوسکتا۔

کیونکہ شارعِ علیہ السلام نے صبح صادق کو کاذب سے ممتاز کرنے کی غرض سے ہی کاذب کا تذکرہ فرمایا ہے، اور اگر نص سے یہ فرق و امتیاز واضح نہ ہو، تو پھر شارعِ علیہ السلام کے کلام کا نعوذ باللہ تعالیٰ مہمل ہونا لازم آتا ہے (صبح صادق و کاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق)

نہیں آتی کہ ایک خطے میں کبھی یہ روشنی ایک وقت میں اور کبھی اسی خطے میں اسی موسم میں دوسرے وقت میں ظاہر ہوتی رہے۔یعنی فنی قواعد کے رو سے کائنات میں جو بھی تبدیلیاں گردش زمین اور سورج کے ساتھ متعلق ہیں ایک خاص اور مستقل اصولوں کے تحت رونما ہوتی رہتی ہیں۔اگر کوئی ان تبدیلیوں میں کسی بھی تبدیلی کے بارے کسی اصول کا قائل نہیں تو اس پر لازم ہوگا کہ اس کی فنی توجیہ بیان فرمائیں“

اس پر فنی لحاظ سے پہلے کلام ہو چکا ہے، اور اس سلسلہ میں فنی قواعد بہت واضح ہیں، جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں، بلکہ بروجی روشنی کے نام سے ہی اس کے مظہر کا قاعدہ واضح ہے۔

اور اس طرح کی اور بھی مختلف روشنیاں ہیں، جن میں بہت سی روشنیوں کا قاعدہ اتنا بھی واضح نہیں، جتنا کہ بروجی روشنی کا واضح ہے۔

پھر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے انسان کی عملی زندگی سے تعلق اور ربط قائم کیا ہے، اُن کا نظام تو اللہ تعالیٰ نے ایسا مقرر فرمادیا ہے کہ جو ضبط میں آ سکے، اور پانچوں نمازوں کے اوقات (بشمول صبح صادق) کا تعلق اسی قسم کے نظام سے ہے۔

اور جن چیزوں کا انسان کی عملی زندگی سے تعلق نہیں، اُن کے نظام کو انسانوں کے اس درجہ میں ضبط میں لانے کی اللہ تعالیٰ نے ضرورت نہیں سمجھی، اور کاذب کی روشنی اسی قبیل سے ہے۔

البتہ اللہ تعالیٰ کا کوئی اَمر بھی واقع میں غیر منظّم نہیں، اس لیے فنّی لحاظ سے ایک درجے میں اُس کے منظّم ہونے کو سمجھا جاسکتا ہے، اور اس درجے میں بروجی روشنی کا قاعدہ منظّم اور قابلِ فہم ہے۔

اس کے باوجود بھی اگر معترض صاحب کو اس کی فنی توجیہ پر اطمینان نہ ہو، تو اس میں اہلِ فن کا کیا قصور ہے؟ علاوہ ازیں فنی توجیہ کی تحقیق کا میدان معترض صاحب کے لئے بھی کھلا ہے، وہ جتنی چاہیں، اس کے بارے میں تحقیق فرمائیں، ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

اس کے بعد معترض صاحب نے ”کشف الستور“ میں یہ مبالغہ آمیز دعویٰ کیا ہے کہ:

”ان کے دعوے کا ہم ابطال نہیں کر سکے“

تو یہ سوچ معترض صاحب کو مبارک ہو، بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے محض کسی کے دعوے کو غلط یا صحیح ثابت کرنا نہیں ہے، بلکہ جو بات دلائل وحقائق کے مطابق یا قریب معلوم ہو، اس کو اختیار کرنا ہے، اور باقی اہلِ علم وارباب ذوق قارئین پر چھوڑنا ہے، وہ جس کو حق وسچ یا راجح سمجھیں گے، اس کو اختیار کریں گے، اور اب بھی وہ اس پر عمل پیرا ہیں۔

باقی آخرت کے حساب وکتاب کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے، معترض صاحب کو اس کی فکر کرنے اور ''ظلمِ عظیم، جھوٹ، فریب، دھوکہ'' وغیرہ جیسی الزام تراشی کرکے کسی مسلمان کو جہنم کا مستحق قرار دینے کی فتویٰ بازی کا سرٹیفکیٹ حاصل نہیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

# صبح صادق میں اولِ طلوع کا اعتبار ہے

معترض صاحب نے اپنی تحریر میں درجِ بالا عنوان قائم کرکے اس سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ:

ولا نزاع فيه

اس میں کوئی اختلاف نہیں

مگر اولاً تو اس مسئلہ میں جمہور فقہائے کرام سے بعض حضرات کا اختلاف موجود ہے، دوسرے ہمارے نزدیک 18 درجے پر صبح صادق طلوع ہوجاتی ہے، اور یہ صبح صادق کے اولِ طلوع کا لمحہ ہے، جو کہ تبینِ خطِ فجر میں داخل ہے، اور اسی کا شرعاً اعتبار ہے، جبکہ 15 ڈگری پر فجر کا (نہ کہ خطِ فجر کا) اچھی طرح تبین ہوجاتا ہے۔

لہٰذا ہمارے نزدیک یہ نزاعی مسئلہ ہے۔

تیسرے معترض صاحب اپنے مضمون کے شروع میں اس پر لمبے چوڑے نزاع کی بحث کرچکے ہیں، جس پر ہمارا کلام گزر چکا ہے۔

لہٰذا یہاں معترض صاحب کا ''ولا نزاع فیہ'' کہنا کافی نہیں۔

اس کے بعد معترض صاحب نے اپنے دوسرے مضمون ''کشف الستور'' میں اس موقع پر طولِ لاطائل بحث کی ہے، کیونکہ مذکورہ مختصر تبصرہ سے ان کی پیاس نہیں بجھی، جیسے استسقاء کے مریض کی پیاس پانی سے نہیں بجھتی۔

اس موقع پر معترض صاحب نے ''کشف الستور'' میں درسِ ترمذی کے حاشیہ کی عبارت کا ایک اقتباس نقل کیا ہے، لیکن درسِ ترمذی کے حاشیہ کی اس عبارت کا جو حصہ معترض صاحب کے دعوے اور مقصد کے خلاف تھا، وہ معترض صاحب نے ذکر نہیں کیا۔

درسِ ترمذی کے حاشیہ کا وہ مکمل حصہ ملاحظہ فرمایئے:

''واضح رہے کہ ہمارے ہاں (کراچی) کی عام مساجد میں عرصہ سے حاجی وجیہہ

الدین صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ کا شائع کردہ اوقاتِ صلوات وسحر وافطار کا نقشہ رائج ہے، اس نقشہ میں صبح صادق کا جو وقت لکھا گیا ہے، چند سال قبل بعض اہلِ علم علم نے نئی تحقیق کرکے اس سے اختلاف کیا، اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ رائج الوقت نقشوں میں صبح صادق کا جو وقت بتلایا گیا ہے، وہ درست نہیں، درحقیقت وہ وقت صبح کاذب کا ہے، اور صبح صادق اس وقت سے کم ازکم چودہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ انیس منٹ بعد ہوتی ہے۔
لیکن فقیہ عصر حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع اور علامہ محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہما کی اپنی تحقیق اور آخری حتمی رائے یہی تھی کہ حاجی وجیہہ الدین صاحب رحمہ اللہ کا شائع کردہ پرانا نقشہ ہی درست ہے، دوسرے تمام کبار علماء کی رائے بھی انہی دو حضرات کی رائے کے مطابق تھی (درسِ ترمذی، جلد دوم، ص ۵۴۶، ۵۴۷، ابواب الصوم، باب ماجاء فی بیان الفجر، ناشر: مکتبہ دارالعلوم کراچی)

اس میں تصریح ہے کہ شیخین کی جو تحقیقی وحتمی رائے تھی، دوسرے تمام کبار علماء کی رائے بھی انہی کے مطابق تھی، اور اس کے برعکس بعض اہلِ علم حضرات کی تحقیق نئی تھی۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

# اگر طلوعِ صبح صادق کا مشاہدہ نہ ہوسکے تو تحقیق وحساب پر عمل کرنے کا حکم؟

اپنی تحریر میں معترض صاحب نے درجِ بالا عنوان قائم کیا ہے اور ہمارے مضمون کا حوالہ دے کر اس پر کلام کیا ہے۔

چنانچہ معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

”یہاں جو بحث تحریر فرمائی گئی ہے اس کا خلاصہ یہ کہ آج کل چونکہ مشاہدات مشکل ہیں لہٰذا بلا ضرورت مشاہدہ محض رصد گاہوں اور سائنسدانوں کے تجربات پر اعتماد درست ہے بلکہ احتیاطاً واجب ہے۔ اور اس پر متعدد فقہاء وعلماء کی عبارات نقل فرمائی ہیں“

معترض صاحب نے جو مندرجہ بالا عبارت میں ہماری طرف باتیں منسوب کی ہیں، وہ خلافِ واقعہ ہیں۔

ہم نے اس سلسلہ میں جو کچھ کہا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک راجح یہ ہے کہ صبح صادق میں اولِ طلوع کا اعتبار ہے، اور ابتدائے طلوع کے وقت تو صبح صادق کی یہ ابتدائی روشنی، دھندلی اور دقیق ہوتی ہے، اور سورج کے درجات طے کرنے اور سورج کے افق سے قریب ہونے کے ساتھ ساتھ حسبِ رفتارِ شمس ہی اس روشنی کی خفت ودقت ختم اور روشنی میں اضافہ ہوتا ہے۔

اب جو شخص خود سے ابتدائے صبح صادق کا مشاہدہ کرلیتا ہے تب تو کوئی شبہ والی بات نہیں، لیکن جو شخص خود سے مشاہدہ نہیں کرسکتا (جیسا کہ آج کل گنجان آبادی اور فضاء واُفق کے گرد وغبار اور دھوئیں وغیرہ میں آلودہ ہونے کے باعث مشاہدہ عموماً مشکل ہوتا ہے) تو ایسے

حالات میں اولِ طلوع کا اعتبار کرنے میں تحقیق اور رصد گاہوں کے تجربہ وفلکی قانون کے معتمد حساب پر عمل کرنا چاہیے، اور بالخصوص روزے کے معاملہ میں احتیاطی پہلو کا بہر کیف لحاظ کرنا چاہیئے، جیسا کہ دیگر نمازوں کے اوقات میں بھی آج کل اکثر لوگ اسی طریقہ پر عمل کرتے ہیں، اور خود سے زندگی بھر بھی مشاہدے کا موقع نہیں ملتا، جبکہ دیگر نمازوں کے اوقات کا مشاہدہ صبح صادق کے مشاہدہ کے مقابلہ میں آسان ہے (صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق)

علامہ شامی رحمہ اللہ نے جہتِ قبلہ اور اوقاتِ صلاۃ کی تعیین میں دو طریقوں پر اعتماد کا حکم فرمایا ہے، ایک علمائے ثقات نے کتبِ مواقیت (جنتریوں وغیرہ) میں جو نمازوں کے اوقات اور قبلہ کی جہت کو ذکر فرمایا ہے، اور دوسرے علمائے ثقات نے جہتِ قبلہ اور اوقاتِ صلاۃ کی تخریج کے لئے جو آلات (مثلاً ربع، اسطرلاب) وضع فرمائے ہیں۔

پھر علامہ شامی رحمہ اللہ نے ان دونوں طریقوں پر اعتماد کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ ان سے غلبۂ ظن کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، اگرچہ یقین کا فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو، اور اوقاتِ صلاۃ وجہتِ قبلہ کے باب میں غلبۂ ظن کافی ہے۔

اور ساتھ ہی علامہ شامی رحمہ اللہ نے محاریبِ قدیمہ کے موجود ہونے کے وقت تحری کو اس لئے ناجائز قرار دیا ہے، تاکہ سلفِ صالحین اور جماہیرِ مسلمین کا تخطئہ لازم نہ آئے، اور معترض صاحب حسنِ اتفاق کہ اسی تخطئہ کے درپے ہیں۔ کما سیجیئ۔ [1]

---

[1] چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وأفاد فی النهر أن دلائل النجوم معتبرة عند قوم وعند آخرين ليست بمعتبرة قال : وعليه إطلاق عامة المتون .ا هـ .أقول :لم أر فی المتون ما يدل علی عدم اعتبارها ، ولنا تعلم ما نهتدی به علی القبلة من النجوم .وقال تعالی ( لكم النجوم لتهتدوا بها ) - علی أن محاريب الدنيا كلها نصبت بالتحری حتی منی كما نقله فی البحر ، ولا يخفی أن أقوی الأدلة النجوم .والظاهر أن الخلاف فی عدم اعتبارها إنما هو عند وجود المحاريب القديمة ، إذ لا يجوز التحری معها كما قدمناه ، لئلا يلزم تخطئة السلف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اب ہم علامہ شامی رحمہ اللہ کی اس مدلل تحقیق کی روشنی میں کہتے ہیں کہ دیوبند، سہارنپور، تھانہ بھون، دہلی کے ثقہ علماء اور دیگر بے شمار علمائے ثقات کے علمی مراکز کی طرف سے جو 18 ڈگری کے مطابق نقشے متواتر ومتوارث چلے آرہے ہیں، اور ان کو اسلام کی ابتدائی صدیوں سے لے کر اب تک فلکیات کے قاعدے سے بھی تائید حاصل ہے۔

اور خود علامہ شامی رحمہ اللہ کی اپنی کتاب ردالمحتار میں بیان کردہ اوقات بھی اسی کے مطابق ہیں، تو ان کے قابلِ اعتماد اور قابلِ عمل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

اب اگر بعد کے مشاہدات بھی ان اوقات کے مؤید ہوں، تو دیگر کسی فرد یا چند افراد کے (بالخصوص جبکہ وہ شریعت وفن کے اصولوں سے بھی واقف نہ ہوں، یا کسی غلط فہمی کا شکار ہوں) مشاہدات ان کے خلاف ہونے سے مذکورہ غلبۂ ظن اور اس پر اعتماد وعمل کا درجہ متأثر نہ ہوگا۔

اور بعد کے مشاہدات بالخصوص مصنوعی روشنیوں کے ایجاد اور فضاء کے گرد آلود ہونے کے زمانہ کے مشاہدات میں اشتباہ وتعارض کے وقت یا تو ''اذاتعارضا تساقطا'' کے اصول پر عمل کیا جائے گا، اور سابق اوقات پر اعتماد کیا جائے گا، اور یا پھر سابق تعامل وتوارث اور

---

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الصالح وجماهير المسلمين ، بخلاف ما إذا كان في المفازة فينبغي وجوب اعتبار النجوم ونحوها في المفازة لتصريح علمائنا وغيرهم بكونها علامة معتبرة ، فينبغي الاعتماد في أوقات الصلاة وفي القبلة ، على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت ، وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والأسطرلاب فإنها إن لم تفد اليقين تفد غلبة الظن للعالم بها ، وغلبة الظن كافية في ذلك .ولا يرد على ذلك ما صرح به علماؤنا من عدم الاعتماد على قول أهل النجوم في دخول رمضان لأن ذاك مبني على أن وجوب الصوم معلق برؤية الهلال ، لحديث "( صوموا لرؤيته ) " وتوليد الهلال ليس مبنيا على الرؤية بل على قواعد فلكية ، وهي وإن كانت صحيحة في نفسها ، لكن إذا كانت ولادته في ليلة كذا فقد يرى فيها الهلال وقد لا يرى ؛ والشارع علق الوجوب على الرؤية بالقبلة لا على الولادة ، هذا ما ظهر لي ، والله أعلم(رد المحتار، ج ا ص ۴۳۰، كتاب الصلاة،باب شروط الصلاة،مبحث في استقبال القبلة)

فقہاء وفلکیات کے مؤیدات وغیرہ کے پیشِ نظرانہی کوترجیح حاصل ہوگی۔
اوران کے خلاف تحری جائز نہ ہوگی، تاکہ سلفِ صالحین اور جماہیرِ مسلمین کا تخطئہ لازم نہ آئے۔

ہم بحمداللہ تعالیٰ علامہ شامی رحمہ اللہ کے اس اصول اوران کے ودیگرعلمائے ثقات کے بیان کردہ اوقات وتحقیقات پرعمل پیرا ہیں، بلکہ روزہ کے بارے میں مزید چندمنٹ کی احتیاط کے قائل ہیں، جوکہ 19 درجہ کے متعدداہلِ علم کے قول کے مطابق ہے''وکفیٰ بنا قدوة'' [1]

---

[1] وبناء على ذلک فاعتماد غلبة الظن فی دخول الوقت کاف فی حصول المعرفة به فیکون کافیا فی التکلیف وهو المعول علیه (أعنی معرفة المکلف بدخول الوقت لا دخول الوقت فی نفس الأمر) کما شرحناه فی مقدمة هذا البحث .فتحدید وقت الفجر الفلکی الذی تکون الشمس فیه تحت الأفق بمقدار 18درجة أنه أقرب إلى الفجر الصادق أمر غیر مستبعد من الناحیة النظریة والحسابیة ، ویجوز الاستئناس به فی حال عدم استطاعة ترائی الفجر بالعین الباصرة ، وهذا بناء على تواتر الأخذ بهذا الحساب واعتماده من علماء الشریعة والفلک ، وخضوع هذا المعیار للتجربة فمن ذلک ما صرح به الشیخ جاد الحق مفتی الدیار المصریة الأسبق من صحة مواقیت الصلاة فی التقاویم المستعملة بأیدی الناس وکذلک تصریح الأستاذ الدکتور أحمد إسماعیل خلیفة أستاذ الهیئة فی کلیة الهندسة جامعة الأزهر والذی صرح بصحة وقت الفجر الشرعی المقارن بالفجر الفلکی أو الشفق الفلکی ..، أما الدراسات التی اعتبرت الشفق الفلکی أو الفجر الفلکی المذکور هو الفجر الکاذب فلا ترقى للقطع الکافی فی نقض المعیار لوجود اعتبارات مؤثرة فی تفاوت الرؤیة ومواقیتها ومواعیدها ، فیحصل التخالف الوجهی دون التضاد أو التناقض .
الخاتمةفی ذکر ما خلصنا إلیه بعد المباحثة والدراسة مع ذکر بعض التوصیات.نتائج الدراسة .أولا :وجوب الصلاة إنما یثبت بعد معرفة المکلف بدخول الوقت لا بدخول الوقت فی نفس الأمر.ثانیا :الفجر فجران، صادق وکاذب ، فالصادق هو البیاض المعترض فی الأفق ، والکاذب هو الممتد فی السماء ضوؤه کذنب السرحان .
ثالثا :الإحمرار فی الأفق لیس هو أول وقت دخول الفجر على قول جمهور العلماء .واعتباره أول وقت دخول الفجر هو الذی سبب البلبلة فی تخطئة تقویم أمر القرى وغیره .رابعا :الفجر الفلکی أو الشفق الفلکی هو أقرب ما یکون للفجر الشرعی الذی تجب الصلاة بدخوله .خامسا :تحدید وقت الفجر بکون الشمس تحت الأفق بمقدار 18درجة إنما على وجه التقریب والتعویل على الرؤیة البصریة(الفجر الصادق والفجر الکاذب ص۲۳تا ۲۵ ،لرضااحمد صمدی،حاصل على بکالوریوس من کلیة الشریعة بجامعة الأزهر بمصر -.حاصل على ماجستیر الحدیث من جامعة القرویین بالمغرب)

اس کے بعد ''کشف الستور'' میں معترض صاحب نے یہ الزام دھرنے کی کوشش کی ہے کہ 18 ڈگری کے مطابق جو نقشے چلے آ رہے ہیں، ان کا اندھا مقلد بنانے کا فتویٰ جاری کرنا درست نہیں۔

حالانکہ اولاً تو اندھا مقلد قرار دینے کا الزام ہی درست نہیں۔

دوسرے اگر دنیا بھر میں 18 درجہ کے مطابق جمہورامتِ مسلمہ کا عمل اس کے مطابق ہے، اور وہ کسی کے فتوے کے بغیر خود سے اس پر عمل پیرا ہیں، اور معترض صاحب یا ان کے علاوہ چند حضرات کو جمہورامت کے تعامل اور جمہور اہلِ (علماء، فقہاء و ماہرینِ ھیئت) کے مشاہدات وتحقیقات پر اعتراض ہے، مگر جمہور پر اس اعتراض کا اثر نہیں ہوتا، تو اس پر معترض کا سیخ پا ہونا فضول ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ معترض کے غصہ کرنے اور شور مچانے سے جمہور علماء و مسلمین پر اثر نہ ہوگا۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

# کیا صبح صادق کی روشنی خالص سفید ہوتی ہے؟

ہم نے صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق میں صبح صادق کی ابتدائی روشنی کے لیے ''حمرہ'' یا سرخی کی آمیزش کے لازم نہ ہونے کی نفی اور ممکن ہونے کا اثبات اور حمرہ پر طلوعِ صبح صادق کے موقوف ہونے کا انکار کیا ہے۔

جس کے پیشِ نظر فقہائے کرام کی مختلف عبارات میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

مگر معترض صاحب ہماری اس بات سے بہت جز بز ہوئے، اور وہ طلوعِ فجر کے ابتدائی لمحہ کی روشنی کے لیے سرخی کی آمیزش کو ضروری قرار دیتے ہیں، تاکہ 18 درجہ زیرِ افق پر بیاضِ معترض ومنتشر کے طلوع کو نظر انداز کر کے 15 درجہ زیرِ افق پر جبکہ اس سابق بیاضِ معترض ومنتشر میں حمرہ کی آمیزش ہو جاتی ہے، اس لمحہ کو طلوعِ صبح صادق قرار دیں۔

اس سلسلہ میں ہمارا مدعا تو صبح صادق وکاذب کے مطبوعہ نسخہ میں منقح اور واضح ہے، جس میں ہمیں کوئی تردد نہیں، بلکہ بعد کے دلائل سے اس پر مزید اطمینان حاصل ہوا، جن کو اب ہم نے اپنی کتاب کے ضمیمہ میں بھی شامل کر لیا۔

علامہ عینی رحمہ اللہ کی اس سلسلہ میں عبارت مع ترجمہ کے مندرجہ ذیل ہے:

**وَمعنی الْأَحْمَر هٰهُنَا أَن يستبطن الْبيَاض الْمُعْتَرض أَوَائِل حمرَة**

(عمدۃ القاری)[1]

ترجمہ: اور یہاں (حدیث میں) احمر کے معنیٰ یہ ہیں کہ بیاضِ معترض حمرۃ کے ابتدائی لمحات کو اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہوتی ہے (عمدۃ القاری)

**''یستبطن''** کے معنیٰ ظاہر ہونے کے نہیں۔

---

[1] ج ۱۰ ص ۲۹۶، کتاب الصوم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یمنعنکم من سحورکم آذان بلال.

چنانچہ اس کی مزید وضاحت بذل المجہود شرح ابی داؤد میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے اس طرح فرمائی ہے:

**قال فی الدرجات ای یستبطن البیاض المعترض اوائل حمرة لان البیاض اذا تتم طلوعه ظهرت اوائل الحمرة والعرب تشبه الصبح بالبلق فی الخیل لما به من بیاض وحمرة قلت لایصح کونه احمر الا قبل نزول قوله تعالیٰ حتی یتبین لکم الخیط الابیض الأیة لانه معنی الأخر هو النهار الا ان الشمس لم تطلع وکلاهما یعارض الأیة وهذا کله علی ظاهره والا فان الاحمر یطلق علی الابیض ایضاً فان اطلق علیه وافق الأیة فتنبه له ان کنت فائق السجیة** (بذل المجهود، جلد۴، صفحه ۱۳۹، کتاب الصوم)

اس عبارت میں بیاضِ معترض کے اوائلِ حمرۃ کوبطن میں لینے کی دلیل بھی مذکور ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب بیاض کا طلوع تام ہوجاتا ہے، تو حمرۃ کے ابتدائی لمحات (اس کے بطن سے) ظاہر ہوجاتے ہیں۔ [1]

بیاض کا طلوع تام ہونے کے بعد اس کے بطن سے اوائلِ حمرۃ کے ظہور سے واضح ہے کہ ابتدائے طلوع میں اوائلِ حمرۃ کا ظہور نہیں ہوتا۔ [2]

---

[1] اور ظاہر ہے کہ نہارِ شرعی کا آغاز اولِ طلوعِ فجر پر ہوجاتا ہے، نہ کہ اس کے اتمامِ طلوع پر۔
الخیط الأبیض من الفجر یتبین عند ابتداء طلوع أوائل الفجر، وقد جعل الله تعالی ذکره ذلک حدًّا لمن لزمه الصوم فی الوقت الذی أباح إلیه الأکل والشرب والمباشرة............والنهار عندهم أوّله طلوع الفجر، وذلک هو ضوء الشمس وابتداءُ طلوعها دون أن یتتامَّ طلوعها، کما أن آخر النهار ابتداءُ غروبها دون أن یتتامَّ غروبها(تفسیر الطبری، ج۳ص ۵۳۱، سورة البقرة آیت ۱۸۷)

[2] ملحوظ رہے کہ جدید اہلِ فن نے جو سورج طلوع ہونے سے پہلے روشنیوں کی مختلف انواع بیان کرتے ہوئے اسٹرانومیکل ٹیولائٹ کے بارے میں سرخی کا ذکر کیا ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اسٹرانومیکل ٹیولائٹ کا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس کے بعد صاحبِ بذل نے فرمایا کہ اگر اس حدیث میں کوئی تاویل نہ کی جائے، اور احمر ہی مراد لیا جائے، تو پھر یہ حدیث ''حتی یتبین لکم الخیط الابیض '' کے معارض ہونے کے باعث اس کے نزول سے قبل کی قرار دی جائے گی۔ [1]

پھر مذکورہ تفصیل تو اس وقت تھی جبکہ اس حدیث کو اپنے ظاہری معنیٰ پر رکھا جائے، ورنہ احمر کا اطلاق ابیض پر بھی آتا ہے، لہٰذا اس سے ابیض ہی مراد ہے۔ [2]

بہرحال جو توجیہ بھی مراد لی جائے، کسی سے بھی صبح صادق کی ابتدائی بیاض کے ساتھ حمرۃ کی شمولیت کا لزوم ثابت نہیں ہوتا۔

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اطلاق 18 ڈگری سے 12 ڈگری تک کے درمیان کی روشنی پر ہوتا ہے، اور 18 ڈگری پر یہ روشنی کافی دھندلی، مدہم اور ہلکی ہوتی ہے، جس کا ہر شخص کو آسانی مشاہدہ ہونا مشکل ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے اس وقت اس روشنی کی تصاویر بھی نمایاں نہیں ہوتیں، جبکہ 12 ڈگری پر اس میں اضافہ ہو جاتا اور کافی نمایاں ہو جاتی اور سرخی آ جاتی ہے، اور اس وقت کی تصاویر زیادہ نمایاں ہوتی ہیں، جو عام طور پر اہلِ فن پیش کیا کرتے ہیں، اور جدید اہلِ فن 12 ڈگری سے 6 ڈگری تک کی روشنی کو ناٹیکل ٹیولائٹ اور اس کے بعد کی روشنی کو سول ٹیولائٹ کہتے ہیں، اور سورج غروب ہونے کے بعد عکساً بھی یہی ترتیب ہے۔

اور ہم 18 ڈگری کی ابتدائی روشنی کو بنیادی طور پر ابیض قرار دیتے ہیں، لہٰذا جدید اہلِ فن کی یہ رائے ہمارے خلاف نہیں، اور جو ایسا سمجھتا ہے، وہ اس کی کم علمی یا غلط فہمی ہے، علاوہ ازیں یہ تقسیم اس روشنی کے منتشر ہونے کی دلیل ہے، کما مر۔

[1] جبکہ بعض حضرات نے اس حدیث کو جمہور کے خلاف متروک قرار دیا ہے۔

**الاول: الجواز الی الصبح الاحمر ودلیلہ حدیث الباب وھٰذا قول متروک عند الجمھور بل جعلہ الطحاوی وابوبکر الرازی وابن قدامۃ والنووی مخالفا للاجماع، وان اعترضہ الحافظ وجعلہ ابن رشد قولاً شاذاً. والثانی: الجواز الی الصبح الصادق الابیض والیہ ذھب الجمھور (معارف السنن جلد ۵ صفحہ ۳۶۴، باب ماجاء فی بیان الفجر، ابواب الصوم)**

[2] ابیض مراد لینے کی صورت میں نہ اس کو متروک قرار دینے کی ضرورت ہے، اور نہ منسوخ، اور اسی جہت سے امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ:

**والعمل علی ھذا عند أھل العلم أنہ :لا یحرم علی الصائم الأکل والشرب حتی یکون الفجر الأحمر المعترض، وبہ یقول عامۃ أھل العلم "(سنن الترمذی ،رقم الحدیث ۷۰۵، کتاب الصوم، باب ما جاء فی بیان الفجر)**

اور ظاہر ہے کہ جمہور کی طرف سے یہ توجیہات اسی لئے کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ قرآن مجید اور احادیث کی رو سے صبح صادق کے ابتدائی وقت کا ابیض ہونا ثابت ہے۔ [1]

اس کے بعد معترض صاحب نے چند عبارات مزید ذکر کی ہیں، جن میں سے دو عبارتیں مندرجہ ذیل ہیں:

**وَأَمَّا بَيَاضُ الشَّفَقِ وَهُوَ رَقِيقُ الْحُمْرَةِ فَلَا يَتَأَخَّرُ عَنْهَا إِلَّا قَلِيلًا قَدْرَ مَا يَتَأَخَّرُ طُلُوعُ الْحُمْرَةِ عَنْ الْبَيَاضِ فِي الْفَجْرِ** (تبيين الحقائق، ج ا ص ۸۱، كتاب الصلاة، مواقيت الصلاة)

**وأما بياض الشفق وهو رقيق الحمرة فلا يتأخر عنها إلا قليلا قدر ما يتأخر طلوع الحمرة عن البياض فى الفجر** (حاشية الطحطاوى على المراقى، كتاب الصلاة)

ان دونوں عبارات سے بھی معترض صاحب کا یہ مدعا ثابت نہیں ہوتا کہ صبح صادق کی ابتدائی روشنی میں سرخی کی موجودگی ضروری اور طلوعِ صبح صادق کا وجود اس پر موقوف ہے، رہا امکان تو اس کے ہم بھی قائل ہیں۔

---

[1] عون المعبود میں ہے:

قال الخطابى معنى الأحمر ها هنا أن يستبطن البياض المعترض أوائل حمرة وذلك أن البياض إذا تتام طلوعه ظهرت أوائل الحمرة والعرب تشبه الصبح بالبلق من الخيل لما فيه من بياض وحمرة انتهى.

قلت وقد يطلق الأحمر على الأبيض.

قال فى تاج العروس الأحمر ما لونه الحمرة ومن المجاز الأحمر من لا سلاح معه فى الحرب والأحمر تمر للونه والأحمر الأبيض ضد وبه فسر بعض الحديث بعثت إلى الأحمر والأسود والعرب تقول امرأة حمراء أى بيضاء انتهى.

فمعنى قوله صلى الله عليه وسلم حتى يعترض لكم الأحمر أى الأبيض وهو بياض النهار من سواد الليل يعنى الصبح الصادق قال المنذرى والحديث أخرجه الترمذى وقال حسن غريب من هذا الوجه هذا آخر كلامه.

وقيس هذا قد تكلم فيه غير واحد من الأئمة (عون المعبود، ج٦ ص ٣٣٩، كتاب الصيام، باب وقت السحور)

پھر ان دونوں عبارات میں دو باتیں مذکور ہیں، ایک یہ کہ غروبِ شفقِ احمر کے بعد بیاضِ شفق رقیق الحمرۃ ہوتی ہے۔

اور دوسرے یہ کہ رات کو سفید روشنی سرخی سے اتنے ہی وقت کے بعد طلوع ہوتی ہے، جتنے وقت کے بعد صبح سرخ روشنی سفیدی کے بعد ہوتی ہے۔

تو گذشتہ تفصیل کے پیشِ نظر اس کا مطلب یہ ہے کہ شفقِ احمر کے بعد بیاضِ شفق میں رقیق حمرۃ شامل ہوتی ہے، کیونکہ شفقِ ابیض درحقیقت شفقِ احمر سے ظاہر ہوتی ہے۔

اور فجر کا معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ وہاں حمرۃ بیاض سے ظاہر ہوتی ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح غروب کے بعد ظہورِ شفقِ احمر کے ابتدائی لمحات میں ابیض کا وجود نہیں ہوتا، بلکہ اس کے اتمام کے بعد ابیض کی شمولیت ہوتی ہے، اور وہی احمر لمحہ بہ لمحہ تبدیل ہوکر ابیض بنتی ہے، اور اسی لئے یہاں ابیض کی ابتداء میں رقیق الحمرۃ کی شمولیت ہوتی ہے، جو بعد میں مطلق ابیض بن کر غروب ہوتی ہے۔

اسی طرح اس کے برعکس فجر کی بیاضِ معترض کے ابتدائی لمحات میں بھی احمر کا وجود نہیں ہوتا، بلکہ اس کے اتمامِ طلوع کے بعد حمرۃ کی شمولیت ہوتی ہے، یہی بات علامہ عینی رحمہ اللہ وغیرہ نے فرمائی ہے (کمامر)

اور وہی ابیض لمحہ بہ لمحہ تبدیل ہوکر احمر بنتی ہے، اور اسی لئے یہاں ابیض کی انتہاء میں رقیق الحمرۃ کی شمولیت ہوتی ہے، جو بعد میں مطلق احمر بن جاتی ہے۔

پس ان عبارات سے تو فجر میں حمرۃ کا بیاض کے بعد ہونا معلوم ہوتا ہے، اور کوئی اس تقریر سے اتفاق نہ کرے تو ہمیں کوئی پریشانی لاحق نہیں، کیونکہ ہم بیاضِ معترض کے ابتدائے طلوع کے لمحہ میں نہ کہ ابتدائے طلوع کے بعد کے لمحات میں سرخی کی آمیزش کے عدمِ لزوم (نہ کہ عدمِ امکان) کے قائل ہیں۔

معترض صاحب نے آگے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے ''المغنی'' کی مندرجہ ذیل

عبارت نقل کی ہے:

**وَقْتَ الصُّبْحِ يَدْخُلُ بِطُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي إِجْمَاعًا ، وَقَدْ دَلَّتْ عَلَيْهِ أَخْبَارُ الْمَوَاقِيتِ ، وَهُوَ الْبَيَاضُ الْمُسْتَطِيرُ الْمُنْتَشِرُ فِي الْأُفُقِ ، وَيُسَمَّى الْفَجْرَ الصَّادِقَ ؛ لِأَنَّهُ صَدَقَك عَنْ الصُّبْحِ وَبَيَّنَهُ لَك ، وَالصُّبْحُ مَا جَمَعَ بَيَاضًا وَحُمْرَةً ، وَمِنْهُ سُمِّيَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي لَوْنِهِ بَيَاضٌ وَحُمْرَةٌ أَصْبَحَ ، وَأَمَّا الْفَجْرُ الْأَوَّلُ ، فَهُوَ الْبَيَاضُ الْمُسْتَدَقُّ صَعِدًا مِنْ غَيْرِ اعْتِرَاضٍ ، فَلَا يَتَعَلَّقُ بِهِ حُكْمٌ ، وَيُسَمَّى الْفَجْرَ الْكَاذِبَ** (المغنی ،باب المواقيت )

مگر اس عبارت سے بھی معترض صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ علامہ ابنِ قدامہ رحمہ اللہ اس عبارت سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ صبح کا وقت بالاجماع فجرِ ثانی کے طلوع پر داخل ہوتا ہے، جس کو فجرِ صادق بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ یہی صبح کی تصدیق اور تبیین کرتی ہے، اور پھر فرمایا کہ صبح وہ ہے جس میں بیاض اور حمرۃ دونوں جمع ہوں، اور پھر اس کی وجہ تسمیہ بھی بیان فرمائی، اور اس کے مقابلہ میں کاذب کو بیاضِ مستدق الخ فرمایا، کہ جس میں صادق کی طرح بیاض کے ساتھ حمرۃ جمع نہیں ہوتی۔

پس اس عبارت سے تو اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ کاذب کی بیاض کے مقابلہ میں صادق وہ ہے، کہ جو بیاض اور حمرۃ کو جمع کرے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صبح صادق بیاض سے شروع ہو کر حمرۃ تک ممتد ہوتی ہے، اور یہی کاذب کے مقابلہ میں صادق میں بیاض اور حمرۃ کا جمع ہونا ہے۔

دیگر فقہائے کرام نے بھی اس کے یہی معنیٰ بیان فرمائے ہیں۔

اور اس سے یہ معنیٰ مراد لینے کو غلط قرار دیا ہے کہ فجر کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے، جب کہ بیاض کے ساتھ حمرۃ جمع ہو جائے، اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ:

**لأن الفجر إنما يجمع ذلك بعد مضى زمن كثير من وقتها.** ؎1

’’یعنی فجر اس بیاض وحمرہ کو طلوعِ صادق کا زمانۂ کثیر گزرنے کے بعد ہی جمع کرتی ہے‘‘

مذکورہ تفصیل سے حضرت عامر اور حضرت عطاء رحمہما اللہ تعالیٰ کی ایک روایت کی بھی وضاحت ہوجاتی ہے۔

جس کے الفاظ یہ ہیں:

**حدثنا وكيع ، عن إسرائيل ، عن جابر ، عن عامر ، وعطاء قالا : الفجر المعترض الذى إلى جنبه حمرة** (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، رقم الحديث ۹۱۷۰)

اس میں مذکورہ تفصیل کی بنا پر جنب سے فجر کا ایک حصہ مراد ہوگا، جو لغوی معنیٰ کے مطابق ہے۔ ؎2

---

؎1 چنانچہ حاشیۃ البجیرمی علی الخطیب، المعروف ’’تحفۃ الحبیب علی شرح الخطیب‘‘ میں ہے:

قوله :( يجمع بياضا وحمرة ) أما البياض فهو الفجر الصادق ، وأما الحمرة فمن شعاع الشمس قبل طلوعها ، ومعلوم أن الفجر يمتد إلى طلوع الشمس فصح قوله الذى يجمع بياضا وحمرة م د .

قال بعضهم :إن قول الشارح يجمع بياضا وحمرة فيه نظر ؛ لأن الفجر إنما يجمع ذلك بعد مضى زمن كثير من وقتها فيقتضى أنها تؤخر لذلك عن أول وقتها وليس كذلك ، وإنما تفعل فى أول الوقت والفجر حينئذ بياض لا حمرة فيه ، فلو قال ؛ لأنها تفعل عقب الفجر والفجر فيه بياض حينئذ والشيء الذى فيه بياض يقال له صبح كان أولى (حاشية البجيرمى على الخطيب، ج ا ص۳۹۷، كتاب الصلاة، وقت الفجر)

؎2 الجنب والجانب والجنبة، محركة :شق الإنسان وغيره، ج :جنوب وجوانب وجنائب.

وجنب، كعنى :شكا جنبه.

ورجل جنيب :كأنه يمشى فى جانب متعقبا.

وجانبه مجانبة وجنابا :صار إلى جنبه، وباعده، ضد.

واتق الله فى جنبه، ولا تقدح فى ساقه :لا تقتله، ولا تفتنه، وقد فسر الجنب بالوقيعة والشتم.

وجار الجنب :اللازق بك إلى جنبك.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ بات ظاہر ہے کہ فجر کے وقت کا ایک حصہ ابیض اور ایک احمر ہوتا ہے۔

پھر معترض صاحب نے لغات کی کتب سے امام ازہری کا یہ قول نقل کیا ہے:

**قلت: ولون الصبح الصادق یضرب الی الحمرة قلیلا کانها لون الشفق الاول فی اول اللیل** (تهذیب اللغة ماده حصم، جزء ۲ ص ۲۱)

اس عبارت میں بھی ابتدائے صبح صادق کی کوئی قید نہیں، جس سے ہمارا معارضہ لازم آئے۔

اور گذشتہ عبارات کی روشنی میں اس عبارت کا مطلب بھی واضح ہے کہ صبح کاذب کے مقابلہ میں صبح صادق وہ ہوتی ہے، جس میں حمرۃ کی قدرے شمولیت ہوتی ہے، اور پہلے گزر چکا کہ صبح صادق کا پہلا حصہ ابیض اور دوسرا حصہ احمر ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ بیاض میں حمرۃ کی یہ شمولیت طلوعِ صبح صادق کا کچھ زمانہ گزرنے کے بعد ہی ہوتی ہے، کما مر۔

اور اگر کسی کو ہماری پیش کردہ سابقہ توجیہ سے اتفاق نہ ہو، تو ہم یہ پہلے ہی اپنے مضمون میں ذکر کر چکے ہیں کہ:

البتہ بعض اوقات صبح صادق کی ابتدائی سفید روشنی میں سرخی کی کچھ جھلک محسوس ہوسکتی ہے (صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق)

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والصاحب بالجنب :صاحبک فی السفر(القاموس المحیط للفیروز آبادی، ج ا ص ۶۹،فصل الجیم)

ج ن ب :(الجنب) معروف .قعد إلی جنبه وإلی (جانبه) بمعنی .و (الجنب) و (الجانب) و (الجنبة) الناحیة .والصاحب (بالجنب) صاحبک فی السفر .والجار الجنب جارک من قوم آخرین، و (جانبه) و (تجانبه) و (اجتنبه) کله بمعنی .ورجل (أجنبی) و (أجنب) و (جنب) و (جانب) بمعنی .و (جنبه) الشیء من باب نصر و (جنبه) الشیء (تجنیبا) بمعنی أی نحاه عنه .ومنه قوله تعالی :(واجنبنی وبنی أن نعبد الأصنام)(مختار الصحاح لزین الدین الرازی، ص ۶۲، باب الجیم ،مادة ج ن ب )

جنب :الجنب والجنبة والجانب :شق الإنسان وغیره .تقول :قعدت إلی جنب فلان وإلی جانبه، بمعنی، والجمع جنوب وجوانب وجنائب، الأخیرة نادرة(لسان العرب -لابن منظور، ج ا ص ۲۷۵، فصل الجیم،مادة جنب )

معترض صاحب نے آگے تفسیر ابنِ جریر کے حاشیہ کی یہ عبارت ذکر کی ہے:

**فضحه الصبح :دهمته فضحة الصبح ، وهي بياضه فكشفه وبينه للأعين بضوئه .والأفضح :الأبيض ليس شديد البياض** (حاشية تفسير ابنِ جرير، لاحمد محمد شاكر)

حالانکہ اس عبارت میں پہلے تو صبح کو بیاض قرار دیا گیا، اور اس کے بعد فرمایا کہ افضح ایسے ابیض کو کہا جاتا ہے، جو شدید بیاض نہیں ہوتا۔

لہٰذا اس سے حمرۃ کی شمولیت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ بیاض کا ہی ثبوت ہوتا ہے، البتہ اتنا ثابت ہوتا ہے کہ بیاض شدید نہیں ہوتی، اور ہم یہ پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں کہ صبح صادق کے طلوع کے وقت اس کی روشنی مدہم ہوتی ہے، جس کا مطلب یہی ہے کہ شدید سفید نہیں ہوتی۔

لہٰذا یہ عبارت تو ہمارے مدعا کے مطابق ہوئی، نہ کہ معترض صاحب کے مدعا کے۔

## خلطِ مبحث کا الزام

معترض صاحب نے اپنی تحریر میں ''خلطِ مبحث'' کا عنوان قائم کر کے ایک روایت نقل کرنے کے بعد ہماری طرف خلطِ مبحث کا الزام عائد کیا ہے، اور وہ روایت حضرت طلق بن علی ہی کی ہے، جس پر کلام پہلے گزر چکا اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

**عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ حَدَّثَنِي أَبِي طَلْقُ بْنُ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا يَهِيدَنَّكُمُ السَّاطِعُ الْمُصْعِدُ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَعْتَرِضَ لَكُمُ الْأَحْمَرُ** (ترمذی، رقم الحديث ٦٣٩)

معترض صاحب اس روایت کے بعد ہماری طرف نسبت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''محترم مصنف کا بیان یہ ہے کہ مذکورہ حدیث سے بعض حضرات کو یہ دھوکہ ہوگیا کہ وہ صبح صادق کی خالص سفید روشنی کی بجائے اس میں سرخی کی آمیزش کے قائل ہوگئے۔ یہ تو دعوی ہوگیا۔۔۔۔مگر اس دعوے پر کوئی ایسی دلیل نہ پیش کر سکے جو اپنی دلالت میں صریح ہو کر معارضہ سے سالم ہو''

معترض صاحب نے ہماری طرف جو مندرجہ بالا نسبت کی ہے، وہ خلافِ حقیقت ہے، کیونکہ ہمارا بیان ہرگز وہ نہیں ہے، جو معترض صاحب بیان کررہے ہیں۔

بلکہ ہمارا بیان درجِ ذیل ہے:

ایک حدیث میں صبح صادق کی روشنی کو احمر کہا گیا ہے، اور احمر سرخ رنگ کو کہتے ہیں، اِس سے بعض حضرات کو صبح صادق کی ابتدائی روشنی کے سرخ ہونے کی غلط فہمی ہوگئی ہے، وہ حدیث یہ ہے، حضرت قیس بن طلق اپنے والد حضرت طلق بن علی سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں (صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق)

اس عبارت کے بعد ہم نے حضرت طلق بن علی کی روایت ذکر کی ہے۔

اب ہم تو اس روایت سے بعض حضرات کو صبح صادق کی ابتدائی روشنی کے سرخ ہونے کی غلط فہمی ہونے کا حکم لگا رہے ہیں، اور معترض صاحب ہمارا بیان یہ بتلا رہے ہیں کہ:

مذکورہ حدیث سے بعض حضرات کو یہ دھوکہ ہوگیا کہ وہ صبح صادق کی خالص سفید روشنی کی بجائے اس میں سرخی کی آمیزش کے قائل ہوگئے۔

معترض صاحب نے امام ترمذی رحمہ اللہ کا حضرت طلق بن علی کی روایت پر کلام نقل کرنے کے بعد یہ بحث کی ہے کہ جن فقہائے کرام کی عبارات میں صبح صادق کی روشنی کو بیاض یا ابیض سے تعبیر کیا گیا ہے، ان کا مقصود اس مسلک کی تردید ہے، جس کے پیشِ نظر صبح صادق کا حکم سفیدی ظاہر ہونے کے بعد افق پر خوب روشن ہونے کے بعد لگایا گیا ہے، اور یہ مرجوح مسلک ہے۔

چنانچہ معترض صاحب ہماری طرف نسبت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”محترم مصنف نے جتنے بھی حوالے نقل فرمائے ہیں درحقیقت ان فقہائے کرام کے پیشِ نظر مسلک ثانی کا ابطال تھا، جن کے عبارات کے ٹکڑے یہاں نقل فرمائے گئے ہیں۔ بلکہ خود مؤلف کے بعض حوالوں میں اس مسلک کی تصریح اور پھر اس کا ابطال مذکور ہے۔ لہٰذا زیرِ بحث اختلاف (یعنی ۱۸ اور ۱۵) کے ساتھ ان حوالجات اور عبارات کا کوئی تعلق نہیں جنہیں یہاں استدلال کے

طور پر نقل کئے گئے ہیں''

حالانکہ صبح صادق کا حکم بیاضِ معترض سے متعلق ہے، اور یہ مسئلہ فقہائے کرام کے درمیان اجماعی واتفاقی ہے، اور ہم نے اس بحث میں اسی مسئلہ سے گفتگو کی ہے، جبکہ اولِ طلوع یا اس کے بعد مستطیر یا منتشر ہوجانے کا مسئلہ اس سے الگ ہے، اور اسی لئے ہم نے اس مسئلہ کو اپنے مضمون میں نمبر 3 کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

مگر معترض صاحب نے خود ان دونوں مسئلوں کو خلط ملط کردیا، اور یہ بھی خیال نہ کیا کہ ہماری پیش کردہ عبارات میں بیاضِ معترض اور ابیض معترض پر صادق کا حکم لگانے کے بعد فقہائے کرام نے ابتدائے صبح صادق کی بیاض میں حمرة کی شمولیت کے لزوم کی کوئی بحث نہیں کی۔

اور معترض صاحب نے حضرت طلق بن علی کی روایت کو جو پیش کیا ہے، اس کے ضمن میں بھی محدثین نے احمر کی نفی اور ابیض کا اثبات فرمایا ہے، اور اس کو بیاض پر ہی محمول فرمایا ہے، کیونکہ عربی میں ''احمر'' کا اطلاق بکثرت ''ابیض'' پر ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات نے تو تصریح فرمائی ہے کہ جس طرح اس حدیث سے احمر مراد لینا درست نہیں، اسی طرح ابیض واحمر کا مجموعہ مراد لینا بھی درست نہیں۔ [1]

ہمارے نزدیک صبح صادق اور طلوعِ صبح صادق میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔

خاص میں ابیض کے ساتھ حمرہ نہ ضروری ہے اور نہ مضر ہے، اور کسی بھی معتبر عبارت سے خاص کے لیے حمرہ کی شمولیت کا التزام ثابت نہیں ہوتا۔

مگر معترض صاحب ضروری قرار دینے کے حریص ہیں، مگر وہ اپنی حرص میں کامیاب ہوتے

---

[1] وعلى كل حال فمن قال بان الفجر الصادق الذى يحل الصلاة ويحرم الاكل والشرب على الصائم هو حمرة الشمس فى سواد الليل او هو البياض والحمرة فقد اخطأ الصواب لما ذكرناه ( ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسى اصلا الفاسى المراكشى ص۷)

والعرب تطلق على الأبيض الأحمر كرهة اسم البياض لكونه يشبه البرص (فتح البارى لابن حجر، ج۷، ص ۱۴۰ ، قوله باب تزويج النبى صلى الله عليه وسلم خديجة وفضلها)

ہوئے نظر نہیں آتے۔

اس کے بعد معترض صاحب نے اپنے دوسرے مضمون ''کشف الستور'' میں دوبارہ بحث کی ہے، اور اپنے پہلے مضمون ''کشف الغشاء'' کے مطالعہ کا مشورہ دیا ہے، اور اپنے اس مضمون کے دوبارہ کچھ اقتباسات دیے ہیں۔

ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ جو چاہے معترض صاحب کے مضمون کا مطالعہ کرے، اور جو چاہے کسی دوسرے صاحبِ علم کے مضمون کا، جس کو جس کی تحقیق پر اعتماد ہو، وہ اس پر عمل کرے، خواہ جمہور علماء و مسلمین کی، یا معترض صاحب اور ان کے ہم نوا غیر جمہور کی۔

معترض نے بار بار ایک صاحبِ فن کی بعض عبارات ذکر کر کے ان کو ہمارا پیشوا قرار دینے کی کوشش کی، مگر یہ معترض کا زبردستی کا سودا ہے، جو ہمیں قبول نہیں، اور نہ ہی ہم کسی صاحبِ فن کی ہر بات کے ذمہ دار ہیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

# فجر اور مغرب کا وقت برابر ہونے اور وقتِ عشاء کی تحقیق

اپنی تحریر میں معترض صاحب نے درجِ بالا عنوان قائم کیا ہے، اور لکھا ہے کہ:

''ان دونوں باتوں میں مصنف کے ساتھ الحمدللہ کوئی اختلاف نہیں ہے''

مگر اولاً تو معترض صاحب نے اپنا موقف واضح نہیں کیا کہ وہ امام صاحب کے قول کو کس درجہ کا قوی سمجھتے ہیں، دوسرے اس چیز سے بھی غفلت برتی کہ فجر اور شفق کے اوقات برابر ہونے کی بحث سے بیاضِ مستطیل کا کوئی تعلق نہیں، کیونکہ یہ نہ کسی نماز وروزے کے وقت کا مبدأ ہے، اور نہ منتہاء، نیز فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق بیاضِ مستطیل کا وقت مقرر نہیں، اور اس میں تقدم وتاخر ہوتا رہتا ہے، اور اسی وجہ سے اس قاعدے کو فجر وشفق یا وقتِ مغرب وعشاء کی بحث میں اہلِ علم ذکر کرتے ہیں، جس سے ظاہر ہے کہ بیاضِ مستطیل اس مساوات کے قاعدہ کا حصہ نہیں، جبکہ معترض صاحب اس مساوات کے قاعدے کے حصہ میں بیاضِ مستطیل کو بھی داخل وشامل مانتے ہیں۔

اس کے بعد معترض صاحب لکھتے ہیں:

''گزارش یہ ہے کہ صبح صادق وکاذب کے مشاہدات اگر کچھ مشکل ہیں تو فی الحال وہ نہ سہی، مگر شفق ابیض کے مشاہدے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہئے، لہٰذا ہر شخص عشاء کا مشاہدہ کرکے تفصیلات نوٹ فرمالیجئے گا، اور اگر اس فقیر کو بھی نتائج سے آگاہ فرمایا تو عین نوازش ہوگی''

معترض صاحب کی یہ طلب الفاظوں کے اعتبار سے تو بہت اچھی ہے، لیکن اس پر عملی اعتبار سے پورا اترنا دوسری بات ہے، کیونکہ شفقِ ابیض ہی نہیں بلکہ صبح صادق سے متعلق قدیم وجدید ماہرینِ فن اور جمہور اکابر اور اہلِ علم حضرات کے مشاہدات ومراصدات اور فیصلوں پر ہی جب معترض صاحب کو اطمینان نہیں، تو پھر عامی شخص کے مشاہدے سے معترض صاحب کو کیونکر اطمینان حاصل ہوگا؟

دوسرے مصنوعی روشنیوں اور آلودہ فضاء میں شفقِ ابیض کا غروب کا ہر جگہ مشاہدہ بھی آسان نہیں۔

مندرجہ بالا توجیہات کے پیشِ نظر معترض صاحب نے اپنی عادت سے مجبور ہوکر اپنے دوسرے مضمون''کشف الستور''میں ہمیں بداخلاق وغیرہ ہونے کا طعنہ دیا ہے۔

معلوم نہیں کہ''بداخلاق''ہونے سے ان کی کیا مراد ہے؟ کیونکہ اہلِ زبان نہ ہونے کی وجہ سے ان کی تحریروں میں غلطیوں کی بھرمار ہے، خصوصاً تذکیروتانیث کے متعلق اور کئی جگہ جملوں کی بناوٹ اور الفاظ کے انتخاب میں بھی اہلِ زبان اور اردو کی تحریر وتقریر سے مناسب واقفیت رکھنے والوں پر ہماری اس کتاب میں ان کے لیے گئے اقتباسات سے بھی واضح ہوگا۔

شاید اس امر کو بھی معترض صاحب تسلیم نہ کریں، اور اپنی خلافِ گرائمر گلابی اردو کے دفاع میں کوئی مزید شاہکار لکھ ماریں کہ دلائل اور تحقیق سے ثابت کرو، ہم نے کہاں غلط لکھا ہے، جبکہ اس کا حال یہ ہے:

تن ہمہ داغ داغ شد　　　پنبہ کجا کجا نہم

تو بداخلاقی کی بات واضح نہیں کہ ہم نے آنجناب کے ساتھ کیا بداخلاقی برتی ہے۔

اس لیے اس کا فیصلہ ہم اللہ اور آخرت پر چھوڑتے ہیں۔

اس کے علاوہ قارئین خود بھی مذکورہ مضمون ملاحظہ فرمالیں کہ اس میں ایسی کیا بات ہے۔

وَاللہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ

# صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب کتنے درجہ زیرِ افق ہے؟

معترض صاحب نے درجِ بالا عنوان قائم کر کے اور ہمارے مضمون کا حوالہ دے کر ہدفِ تنقید بنایا ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

''ان صفحات میں تحریر فرمایا ہے کہ صبح صادق کے وقت سورج کے زیرِ افق زاویہ (۱۸ اور ۱۵) میں علماء کرام کے مابین اختلاف ہے۔ ۱۸ درجے کا قول جمہور اور متوارث جبکہ ۱۵ درجے کا قول مرجوح ہے''

معترض صاحب نے یہاں ہماری طرف اس مسئلہ کی نسبت کرنے میں غفلت اختیار کی ہے، کیونکہ ہمارا انداز اس سلسلہ میں بہت محتاط ہے، چنانچہ ہم نے اپنے مضمون میں تحریر کیا تھا:

اس سلسلہ میں اگرچہ علماء کے مختلف اقوال ہیں، جن میں سے ایک قول 18 درجے زیرِ افق کا ہے (جو کہ معروف ومروج ہے) اور اس کے مقابلہ میں اس وقت دوسرا قول 15 درجے زیرِ افق کا ہے۔ اور دلائل کی رو سے 18 درجے زیرِ اُفق ہونا راجح معلوم ہوتا ہے، اور اسی پر توارث وتعامل چلا آ رہا ہے، اور برصغیر پاک وہند میں رائج جنتریاں ونقشے اور متعدد فقہائے کرام اور مسلم ماہرین فلکیات کا عمل وتصریح اسی کے مطابق ہے، اور جدید تجربات ورصدگاہوں کے مشاہدات سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے (صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق)

اور ہم نے جو موقف اختیار کیا، آگے اسی کے مطابق دلائل بھی ذکر کئے ہیں، بلکہ ان دلائل ہی سے ہم نے یہ موقف اخذ کیا ہے۔

بلکہ اب عرب کے متعدد مستند ماہرینِ فلکیات کے جدید مشاہدات اور فیصلوں سے مسئلہ مزید واضح ہوگیا، جس کا ذکر ہم نے صبح صادق وکاذب کے موجودہ ایڈیشن کے ضمیمہ میں کردیا ہے۔

## علامہ آلوسی رحمہ اللہ 18 درجے پر صبح صادق کے قائل ہیں

اس بحث میں سب سے پہلے معترض صاحب نے ہمارے پیش کردہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے 18 درجے زیرِ افق کے حوالے میں تاویلات کی ہیں۔

معترض صاحب لکھتے ہیں:

’’نہایت تفصیل کے ساتھ اس بات کا ابطال ثابت ہوگیا کہ جو روشنی خالص سفید ہوتی ہے وہ صبح صادق نہیں کہلائی جاسکتی، بلکہ اس میں قلیل سرخی کا غیر محسوس اثر ہونا ضروری ہے‘‘

ملاحظہ فرمائیے کہ معترض صاحب غیر محسوس کی قید لگا رہے ہیں، پھر سرخی کا احساس کیونکر ہوگا۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے بعض حضرات کے ایک قول کو ذکر کیا ہے کہ ان کے نزدیک ’’والصبح اذا تنفس‘‘ میں کاذب کی طرف اشارہ ہے۔ [1]

اس سے معترض صاحب یہ احتمال پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ:

’’آخری عبارت جس میں ’’صبح‘‘ کو ۱۸ درجے پر بتلایا ہے، علامہ نے اس سے پہلے ’’اذا تنفس‘‘ کی دونوں تفسیریں، اول صبح صادق پھر بعض اجلہ کی طرف سے صبح کاذب نقل کی ہیں۔ اس کے بعد ۱۸ درجے کی تصریح فرمائی ہے اور مزے کی بات یہ بھی ہے کہ یہاں علامہ نے ’’صبح‘‘ کے ساتھ کوئی صادق کا لفظ بھی استعمال نہیں فرمایا، جس سے یہ احتمال اور زیادہ قوی ہوجاتا ہے، کہ ہوسکتا ہے اس سے دونوں اقوال واحتمالات (یعنی صبح کاذب وصادق) کی طرف اشارہ مقصود ہو‘‘

---

[1] وہ عبارت کا ٹکڑا یہ ہے:

وكلام بعض الأجلة يشعر بأنه فيها إشارة إلى الكاذب حيث قال يؤخذ من تسمية الفجر الأول عارضا للثانى أنه يعرض للشعاع الناشىء عنه الفجر الثانى انحباس قرب ظهوره كما يشعر به التنفس فى قوله تعالى والصبح إذا تنفس فعند ذلك الأنحباس يتنفس منه شىء من شبه كوة والمشاهد فى المنحبس إذا خرج بعضه دفعة أن يكون أوله أكثر من آخره ويعلم من ذلك سبب طول العمود وإضاءة أعلاه (روح المعانى، ج۱۵ ص ۲۶۳، سورة التكوير)

مگر معترض صاحب اس بات سے واقف نہیں کہ ''والصبح اذا تنفس'' سے کاذب مراد ہونے کا قول علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے نزدیک مرجوح ہے، اور راجح یہی ہے کہ اس آیت میں صبح سے مراد صادق ہے، جیسا کہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے ابتدائے کلام کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔

**والظاهر ان التنفس فی الآية اشارة الی الفجر الثانی الصادق . وهو المنتشر ضوء ه معترضا بالافق بخلاف الاول الکاذب وهو ما يبدو مستطيلا واعلاه اضوأ من باقيه ثم يعدم وتعقبه ظلمة او يتناقص حتی ينغمر فی الثانی علی زعم بعض اهل الهيئة او يختلف حاله فی ذالک تارة وتارة بحسب الازمنة والعروض ماقيل**(روح المعانی للآلوسی، ج۱۵ ص ۲۶۳، سورة التکویر تحت رقم الآیة ۱۸)

اس عبارت میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے ''تنفس'' سے فجرِ صادق کی طرف اشارہ ہونے کو راجح قرار دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ فجرِ صادق کی روشنی منتشر اور معترض بالافق ہوتی ہے، اور اس کے مقابلہ میں کاذب کی روشنی مستطیل ہوتی ہے، اور پھر وہ ختم ہوجاتی ہے، اور اس کے بعد اندھیرا طاری ہوجاتا ہے، یا اس کی روشنی کم ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ وہ بعض اہلِ ھیئت کے گمان کے مطابق صادق کے ساتھ متصل ہوجاتی ہے، یا اس کی حالت مختلف زمانوں اور مقاموں میں مختلف ہوتی رہتی ہے۔

پھر علامہ آلوسی رحمہ اللہ اسی عبارت سے چند سطور پہلے فرماتے ہیں کہ:

**والصبح إذا تنفس فإنه أول النهار.**

اس کے علاوہ علامہ آلوسی ہی سورہ فجر میں فرماتے ہیں:

**والفجر أقسم سبحانه بالفجر کما أقسم عز و جل بالصبح فی قوله تعالی والصبح إذا تنفس فالمراد به الفجر المعروف کما**

**روی عن علی کرم اللہ تعالی وجھہ وابن عباس وابن الزبیر وغیرھم رضی اللہ تعالی عنھم** (روح المعانی، ج۱۵ ص ۳۳۴، سورۃ الفجر)

جب علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے نزدیک ''والصبح'' سے راجح تفسیر کے مطابق فجرِ صادق مراد ہے، اوراسی کو وہ ''اول النہار'' فرمارہے ہیں، اور فجرِ معروف بھی یہی ہے، بخلاف کاذب کے کہ اس کے احوال مختلف زمانوں اور مقاموں میں مختلف ہوتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ صادق کے ساتھ انفصال واتصال بھی ہوسکتا ہے۔

تو ظاہر ہے کہ آگے چل کر آپ نے صبح کے تنفس اوراس کی روشنی کو مشرقی اُفق کی طرف قربِ شمس کے واسطہ سے مقدارِ معین پر ہونے اوراس مقدارِ معین کے 18 درجے پر مشہور ہونے کا ان الفاظ میں جو حکم فرمایا:

**ثم الظاھر ان تنفس الصبح وضیائہ بواسطۃ قرب الشمس الی الافق الشرق بمقدار معین وھو فی المشھور ثمانیۃ عشر جزء ا**

(روح المعانی، ج۱۵ ص ۲۶۳، سورۃ التکویر)

اس سے وہی صبح وفجر مراد ہے، جس کے بارے میں آپ پہلے یہ فرما چکے ہیں کہ:

**والظاھر ان التنفس فی الآیۃ اشارۃ الی الفجر الثانی الصادق .**

**والصبح إذا تنفس فإنہ أول النھار.**

برخلاف کاذب کے کہ اس کی حالت کے زمانوں ومقاموں کے اعتبار سے مختلف ہونے کا علامہ آلوسی رحمہ اللہ پہلے ہی حکم فرما چکے ہیں، تو وہ معین مقدار پر کیسے ہوسکتی ہے؟

پھر ہم متعدد حوالوں سے پہلے یہ بھی ذکر کر چکے ہیں، کہ صبح، فجر کے مقابلہ میں خاص ہے، اور بعض حضرات نے صبح کو ایک ہی قرار دیا ہے، اوراس کی دو قسمیں قرار نہیں دیں، بخلاف فجر کے۔

لہٰذا جب اس آیت میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے نزدیک راجح تفسیر کے مطابق فجرِ صادق

اور صبح ہے، جو شرعاً اولِ نہار ہے، تو آپ نے اسی کے درجے کو بیان فرمایا۔
علاوہ ازیں صادق جیسی اہم چیز کو چھوڑ کر (جس پر کئی شرعی احکام کا مدار ہے) کاذب کے درجے کو بیان کرنے کا کیا فائدہ، جس سے کوئی شرعی حکم ہی متعلق نہیں۔

## بعض اہلِ علم کی 18 درجے پر صادق اور 17 درجے پر غروبِ شفقِ احمر کی تصریحات

نیز متعدد اہلِ علم حضرات کی صریح عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک 19 درجے پر صبح صادق کا طلوع اور 17 درجے پر شفقِ احمر کا غروب ہوتا ہے، وہ الگ بات ہے کہ ہمارے نزدیک صبح صادق کے 18 درجے پر ہونے کی تحقیق جمہور کی ہونے کے ساتھ ساتھ دلائل کے اعتبار سے راجح ہے۔
چنانچہ اسماعیل بن مصطفیٰ الکلنبوی حنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۰۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلْـفَصْلُ الثَّانِيْ فِيْ حِصَّتَيِ الْفَجْرِ وَالشَّفَقِ الْاَحْمَرِ قَدْ وَقَعَ بَيْنَ الْقَوْمِ اِخْتِلَافٌ كَثِيْـرٌ فِـيْ وَقْـتِ طُـلُـوْعِ الْـفَجْرِ الصَّادِقِ وَمُغِيْبِ الْاَحْمَرِ وَالْـمُعْتَمَدُ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ اَنَّ الْاَوَّلَ عِنْدَ اِنْحِطَاطِ الشَّمْسِ عَنْ اُفُقِ الْـمَشْرِقِ "يط" اى تِسْعَةَ عَشَرَ دَرَجَةً ، وَالثَّانِيَ عِنْدَ اِنْحِطَاطِهَا عَنْ اُفُقِ الْمَغْرِبِ "يز" اى سَبْعَةَ عَشَرَ دَرَجَةً (رسالة فی العمل الربع المجيب لاسماعيل بن مصطفیٰ الكلنبوی المخطوطة ٤٦٧١، صفحة ١٣، موجود فی جامعة الملک سعود"King Saud University"الرياض، السعودية)

ترجمہ: دوسری فصل فجر اور شفقِ احمر کے حصوں کے بارے میں ہے، قوم کے درمیان بہت زیادہ اختلاف ہوا ہے، فجرِ صادق کے طلوع کے اور احمر کے غیوب

کے وقت میں ، اور محققین کے نزدیک معتمد یہ ہے کہ اول (یعنی فجرِ صادق کا طلوع) سورج کے مشرقی افق کی طرف سے انحطاط کے وقت 19 درجے پر،
اور دوسرا (یعنی شفق احمر کا غروب ) سورج کے مغربی افق کی طرف سے انحطاط کے وقت 17 درجے پر ہوتا ہے (رسالۃ فی العمل الربع المجیب)

علامہ کلنبوی حنفی علماء میں سے تھے، اور'' کیی'' شہر میں قاضی کے درجے پر مامور تھے، انہوں نے علمِ ہیئت اور ہندسہ میں کئی تصانیف فرمائی ہیں۔ [1]

علامہ کلنبوی کی عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک مختلف اقوال میں سے معتمد قول یہ ہے کہ فجرِ صادق کا طلوع 19 درجے پر اور شفقِ احمر کا غروب 17 درجے پر ہوتا ہے۔

اور اس عبارت میں فجرِ صادق اور شفقِ احمر کی تصریح ہے، اس لیے فجر اور شفق سے بیاضِ مستطیل مراد لینے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔

لہٰذا جو حضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ علماء و ماہرینِ فن جو اٹھارہ یا انیس درجہ پر صبح یا فجر کو ہونا بیان کرتے ہیں، اس سے مراد صبح و فجرِ کاذب ہے، نہ کہ صادق ، اور صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب 15 درجہ پر ہوتا ہے۔

ان کا یہ خیال درست وراجح معلوم نہیں ہوا، اور بلادلیل ہونے کے علاوہ خلافِ دلیل بھی معلوم ہوا۔

کیونکہ اولاً تو اس عبارت میں فجرِ صادق اور شفقِ احمر کی تصریح ہے، اور یہ بات ناممکنات بلکہ قلبِ موضوع میں سے ہے کہ صبح کاذب کا ظہور، صادق کے طلوع ہونے کے بعد ہو اور شفقِ

---

[1] الکلنبوی :إسماعیل بن مصطفی الکلنبوی الرومی الحنفی تولی القضاء ببلدة کیی شهر توفی سنة 1205 خمس ومائتین وألف له من التصانیف أضلاع مثلثات فی الهندسة .البرهان فی علم المیزان أعنی میزان المنطق .حاشیة علی تهذیب المنطق .حاشیة علی شرح جلال .حاشیة علی قاضی میر والکفوی .رسالة الآداب فی المناظرة .رسالة الإمکان .شرح جداول الأنساب .کتاب المراصد لتبیین الحال فی المباده والمقاصد(هدیة العارفین للبابانی، ج ۱ ص ۲۲۲، باب الالف)

ابیض کا غروب، شفقِ احمر کے غروب ہونے سے پہلے ہوجائے، دوسرے فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق کاذب کے ظہور کا درجہ متعین نہیں، وہ کبھی مقدم اور کبھی مؤخر ہوتا ہے، اور عموماً اس کا ظہور سبعِ لیل میں ہوتا ہے۔

یحییٰ بن محمد الحطاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**فَصْلٌ فِیْ مَعْرِفَةِ حِصَّةِ الْفَجْرِ وَهِیَ الْمُدَّةُ الَّتِیْ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ الصَّادِقِ اِلٰی طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَطَرِیْقُ تَحْصِیْلِهَا اَنْ تَسْتَخْرِجَ الدَّائِرَ لِلْاِرْتِفَاعِ تِسْعَةَ عَشَرَ** (وسيلة الطلاب لمعرفة اعمال الليل والنهار بطريق الحساب، ليحيىٰ بن محمد الحطاب ،الباب السادس فى معرفة الظل المبسوط والظل المنكوس وظل الزوال الخ، ص٢٨، مكتبة جامعة الرياض، قسم المخطوطات، رقم المخطوطة، ٤٥٦٧ف ١/٩٠١)

ترجمہ: یہ فصل ہے فجر کے حصہ کی پہچان کے بارے میں، اور وہ فجرِ صادق کے طلوع ہونے سے لے کر سورج طلوع ہونے تک کی مدت ہے، اور اس کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ دائرہ ارتفاع کی 19 درجے پر تخریج کریں (وسیلۃ الطلاب)

اس عبارت میں بھی فجرِ صادق کے 19 درجہ پر طلوع ہونے کی تصریح ہے۔

لہٰذا یہ خیال کرنا کہ علماء و ماہرینِ فن 19 یا اٹھارہ درجہ پر جس صبح وفجر کا حکم بیان کرتے ہیں، وہ درحقیقت کاذب کا ہے، یہ خیال درست نہیں، جیسا کہ پیچھے بھی گزرا۔

محمد بن محمد بن احمد سبط المارد ینی شافعی (المتوفی 907ھ) فرماتے ہیں:

**اَلْبَابُ الثَّانِیْ عَشَرَ فِیْ مَعْرِفَةِ وَقْتِ الْمَغْرِبِ وَوَقْتِ الصُّبْحِ وَمِقْدَارِ حِصَّتَیِ الشَّفَقِ وَالْفَجْرِ ، اَمَّا الْمَغْرِبُ فَیَدْخُلُ وَقْتُهَا بِغُرُوْبِ الشَّمْسِ مِنَ الْاُفُقِ الْمَرْئِیِّ بِالْاِجْمَاعِ ، وَاَمَّا الْعِشَاءُ فَیَدْخُلُ بِغَیْبِ الشَّفَقِ الْاَحْمَرِ وَمَا بَیْنَهُمَا هُوَ حِصَّةُ الشَّفَقِ ،وَاَمَّا الصُّبْحُ فَیَدْخُلُ**

وَقْتُہٗ بِطُلُوْعِ الْفَجْرِ الصَّادِقِ وَھُوَ الْبَیَاضُ الْمُعْتَرِضُ فِی الْمَشْرِقِ (......وَبَعْدَ اَسْطُرٍ......) وَاِنْ شِئْتَ فَضَعْ نَظِیْرَ دَرَجَۃِ الشَّمْسِ عَلٰی سَبْعَۃَ عَشَرَ مِنَ الْمُقَنْطَرَاتِ اِذَا اَرَدْتَّ حِصَّۃَ الشَّفَقِ وَعَلٰی تِسْعَۃَ عَشَرَ اِنْ اَرَدْتَّ حِصَّۃَ الْفَجْرِ (اظھارالسرالمودوع فی العمل بالربع المقطوع لمحمد بن محمد ،المعروف بالسبط الماردینی "المتوفیٰ ۹۰۷ھ" مکتبۃ جامعۃ الریاض، قسم المخطوطات، رقم المخطوطۃ، ۱۰۰۹ ،الاعلام ۷: ۲۸۲، الظاھریۃ، "علم الھیئۃ، : ۱۵۹)

ترجمہ: بارہواں باب مغرب کے وقت اور صبح کے وقت اور شفق اور فجر کی مقدار کی پہچان میں ہے، جہاں تک مغرب کا معاملہ ہے، تو اس کا وقت بالاجماع افقِ مرئی سے سورج کے غروب ہونے پر داخل ہوتا ہے، اور عشاء کا وقت شفقِ احمر کے غائب ہونے پر داخل ہوتا ہے، اوران دونوں کے درمیان شفق کا حصہ ہوتا ہے، اور صبح کا وقت فجرِ صادق کے طلوع پر داخل ہوتا ہے، اور فجرِ صادق وہ سفیدی ہے، جو مشرق میں معترض ہوتی ہے (چند سطروں کے بعد ہے) اور اگر آپ شفق (احمر) کا حصہ معلوم کرنا چاہیں تو سورج کے درجے کی نظیر کو مقنطرات میں سے 17 درجے پر رکھیں، اور جب فجر کا حصہ معلوم کرنا چاہیں ، تو 19 درجے پر رکھیں (اظہار السر)

اس عبارت میں مغرب اور فجر اور شفق کے وقت اوراس کی مقدار کا بیان کیا گیا ہے، اور فجرِ صادق کے طلوع کو 19 درجہ پر اور شفقِ احمر کے غروب کو 17 درجہ پر ہونا بیان کیا گیا ہے۔

امام ماردینی نے اپنے رسالہ "لُبُّ الْمُخْتَصَرَاتِ عَلٰی رُبُعِ الْمُقَنْطَرَاتِ" میں بھی شفقِ احمر اور فجرِ صادق کے یہی درجات بیان فرمائے ہیں۔ [1]

---

[1] چنانچہ فرماتے ہیں:

فعلم علی نظیر الدرجۃ والنقل المری بالخیط المقنطرۃ ۱۷ ان اردت حصۃ الشفق

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بہت سے محقق علماء طلوعِ فجر صادق کے 19 ڈگری پر اور غروبِ شفقِ احمر کے 17 ڈگری پر ہونے کے قائل ہیں، اور ہم روزے کے معاملہ میں چند منٹ ویسے ہی احتیاط کے قائل ہیں، جس پر عمل کرنے کے نتیجہ میں 19 درجہ کا قول بھی بالکل متروک ومہجور نہیں ٹھہرتا۔

اور یہ بات ناممکن ہے کہ شفقِ احمر تو 17 ڈگری پر غروب ہو، اور شفقِ ابیض اس سے بھی پہلے (12 درجے پر) غروب ہوجائے۔

15 درجے پر تو دراصل صبح صادق کا پوری طرح تبین ہوجاتا ہے، جبکہ جمہور کے نزدیک تبین کے بجائے اولِ طلوع کا اعتبار ہے، جو کہ قرآن مجید میں مذکور تبینِ خطِ فجر (نہ کہ تبینِ فجر) کے مطابق ہے۔

لہٰذا 18 درجے پر صبح کاذب کا طلوع اور شفقِ ابیض کے بعد بیاضِ مستطیل کا غروب اور 15 درجے پر صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب قرار دینا، اور شفقِ احمر کا غروب 15 درجے سے بھی قبل (12 درجہ پر) قرار دینا کسی طرح درست نہیں بنتا۔

خلاصہ یہ کہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ سمیت متقدمین نے جو فجر اور صبح کا 18 یا 19 درجے پر ہونا بیان فرمایا ہے، وہ فجرِ صادق کے بارے میں ہے، نہ کہ کاذب کے بارے میں۔

ابو علی حسن بن عیسیٰ بن مجاصی لکھتے ہیں:

فَصْلٌ فِیْ تَخْطِیْطِ اَوْقَاتِ الصَّلَاۃِ: اَمَّا الْفَجْرُ وَالشَّفَقُ فَاِنَّ خَطَّیْھِمَا ھُوَ مُقَنْطَرَۃُ ثَمَانِیَۃَ عَشَرَ فِیْ کُلِّ عَرْضٍ وَفِیْ کُلِّ زَمَانٍ (تذکرۃ اولی الالباب فی عمل صناعۃالاسطرلاب) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ والمقنطرۃ 19 ان اردت حصۃ الفجر (لب المحتضرات علی ربع المقنطرات، لمحمد بن محمد بن احمد الشافعی المعروف بسبط الماردینی "المتوفیٰ ۹۰۷ھ"، الباب التاسع فی معرفۃ استخراج الاوقات، ص ۱۱۹)

[1] کذافی ایضاح القول الحق فی مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق، لمحمد بن عبدالوھاب بن عبدالرزاق الاندلسی اصلا الفاسی المراکشی ص ۱۴.

ترجمہ: یہ فصل ہے نماز کے اوقات کی تفصیل کے بارے میں: فجر اور شفق کا خط ہر مکان اور زمان میں 18 درجے ہے (تذکرہ)

اس عبارت میں فصل ہی نماز کے اوقات کے متعلق قائم کی گئی ہے، اور اس کے بعد فجر اور شفق کو ہر زمان اور مکان میں 18 درجے پر بتلایا گیا ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ فجر کی نماز کا وقت صادق پر داخل ہوتا ہے، نہ کہ کاذب پر۔

محمد بن عبدالوہاب بن عبدالرزاق اندلسی مراکشی لکھتے ہیں:

عَمِلَ طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُتَقَدِّمِيْنَ مِنْ فَلَكِيِّ الْإِسْلَامِ عَلٰى اَنَّ حِصَّتَيِ الْفَجْرِ وَالشَّفَقِ مُتَسَاوِيَانِ وَاَنَّ اِبْتِدَاءَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَانْتِهَاءَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ يَكُوْنَانِ عِنْدَ انْحِطَاطِ الشَّمْسِ عَنِ الْاُفُقِ ١٨ دَرَجَةً وَتَسَاوِى الْحِصَّتَيْنِ اِنَّمَا يَصِحُّ اِذَا اعْتُبِرَ مُغِيْبُ الشَّفَقِ الْاَبْيَضِ اَمَّا اِذَا اُعْتُبِرَ مُغِيْبُ الشَّفَقِ الْاَحْمَرِ فَلَايَصِحُّ التَّسَاوِيُّ لِاَنَّ حِصَّةَ مُغِيْبِ الشَّفَقِ الْاَحْمَرِ اَقْصَرُ مِنْ حِصَّةِ الْفَجْرِ كَمَا سَيَأْتِيْ (ايضاح القول الحق فی مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسی اصلا الفاسی المراكشی ص١٦)

ترجمہ: متقدمین فلکیینِ اسلام کی ایک جماعت کا عمل اس بات پر ہے کہ فجر اور شفق کے حصے برابر ہوتے ہیں، اور طلوعِ فجر کی ابتداء اور غروبِ شفق کی انتہاء سورج کے افق سے 18 درجے انحطاط کے وقت ہوتی ہے، اور فجر اور شفق کے حصوں کا برابر ہونا اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے، جبکہ شفقِ ابیض کے غروب کا اعتبار کیا جائے، شفقِ احمر کے غیوب کا اعتبار کرنے کی صورت میں یہ برابری صحیح نہیں ہوگی، کیونکہ شفقِ احمر کے غیوب کا حصہ فجر کے حصہ سے کم ہوتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے (ایضاح القول الحق)

شیخ محمد بن عبدالوہاب اندلسی فاسی موصوف نے یہ مضمون ان لوگوں کی تردید میں تحریر فرمایا ہے، جو 18 درجہ زیرِ افق سے کم پر صبحِ صادق کے طلوع کا دعویٰ کررہے تھے، اور 18 درجہ زیرِ افق پر طلوعِ فجر کو غیر صحیح قرار دے رہے تھے۔

اس قسم کی متقدمین ومتاخرین کی متعدد عبارات جن میں صراحتاً 18 درجے پر صبحِ صادق ہونے کا ذکر ہے، ہم نے ''صبحِ صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' کے موجودہ ایڈیشن میں شامل کر دی ہیں۔

## امام سائحانی وعلامہ شامی رحمہما اللہ سے 18 درجے پر طلوعِ صبحِ صادق کی وضاحت

ہم نے اپنے مضمون میں امام سائحانی اور علامہ شامی رحمہما اللہ کی عبارات سے 18 درجے پر صبحِ صادق ہونا ثابت کیا تھا، لیکن معترض صاحب ''علامہ سائحانی اور علامہ شامی کا حوالہ'' عنوان قائم کر کے ان دونوں فقہاء کے حوالوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''ان میں بھی وہی تقریر جاری ہوگی جو کہ پہلے علامہ آلوسی کے حوالے سے ذیل میں عرض کی جاچکی ہے کیونکہ دونوں حوالے ایک ہی نوعیت کے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ دونوں حوالے مصنف کے دعوے پر بالکل صراحت کے ساتھ بلا احتمال غیر دلالت نہیں کرپاتے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ علامہ شامی کے نزدیک صبحِ صادق اور صبحِ کاذب کے درمیان تین درجے کا وقفہ ضروری ہے۔ جب ہم ۱۸ درجے پر صبحِ صادق فرض کرتے ہیں تو لازم آتا ہے کہ ۲۱ درجے پر صبحِ کاذب کا طلوع ہو، اور اس بات پر متقدمین اور دورِ جدید کے ماہرین فلکیات کا اجماع ہے، کہ ۲۱ درجے پر کسی قسم کی روشنی افقِ شرقی پر نمودار نہیں ہوتی حتیٰ کہ ۱۸ درجے سے پہلے آسمان پر مکمل اندھیرا چھایا ہوتا ہے۔ حالانکہ پچھلی ابحاث سے معلوم ہوا کہ صبحِ کاذب کی روشنی ختم ہوتے ہوتے صبحِ صادق کی روشنی نہایت معمولی وقفے کے بعد نمودار ہونا شروع ہو جاتی ہے''

معترض صاحب بلا دلیل صریح حوالوں میں احتمالات نکال رہے ہیں، اور معلوم نہیں کہ ان

کے نزدیک بلا احتمال کے کیا معنیٰ ہیں؟

کیونکہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے جو مسائل بیان فرمائے ہیں، وہ روزے سے متعلق ہیں، جن میں آدھا درجہ (یعنی کم از کم دومنٹ) زیادہ ہونے کی صورت میں بھی علامہ شامی رحمہ اللہ روزے کو درست قرار نہیں دے رہے، اور معترض صاحب کے موقف پر یقین اور وثوق کے ساتھ کم از کم دس، بارہ منٹ بعد بھی روزہ درست قرار پا رہا ہے۔

بتلایا جائے کہ اس میں معترض صاحب کے نزدیک کیا احتمال ہے؟

رہا علامہ شامی رحمہ اللہ کی طرف صبح صادق وکاذب کے درمیان تین درجے وقفے کا معاملہ، تو اس کے متعلق ہم اپنی معروضات پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں، جن کی روشنی میں بحمداللہ تعالیٰ ہمیں کوئی پریشانی لاحق نہیں۔

اس کے باوجود اگر معترض صاحب کو صبح کاذب کے ظہور اور صادق کے طلوع کے درمیان تین درجہ وقفہ ہونے پر اصرار ہو اور اس کی رو سے 21 درجہ پر صبح کاذب کا ظہور لازم آتا ہو تو یہ پریشانی معترض صاحب کے موقف کی وجہ سے لاحق ہے، لہٰذا اس کا حل کرنا انہی کی ذمہ داری ہے، نہ کہ ہماری۔

رہا 21 درجہ پر متقدمین ودورِ جدید کے ماہرینِ فلکیات کے اس اجماع کا معاملہ، جس کا معترض صاحب ذکر فرما رہے ہیں، تو اس دعوے کے ثبوت کی دلیل بھی ان کے ذمہ ہے، نہ کہ ہمارے ذمہ (جبکہ انہوں نے اس دعویٰ پر کوئی دلیل قائم نہیں کی) کیونکہ ہمارے نزدیک 21 درجہ پر نہ کسی روشنی کا موجود ہونا مضر ہے، اور نہ ہی موجود نہ ہونا۔

پس امام سائحانی اور علامہ شامی رحمہما اللہ کی عبارات سے 18 درجے پر صبح صادق ہونا ہی معلوم ہوتا ہے، اور اس کی تردید پر معترض صاحب کی طرف سے کوئی مؤثر ومعتبر دلیل قائم نہیں کی گئی۔

# ابوریحان البیرونی 18 درجے پر صبح صادق کے قائل ہیں

معترض صاحب نے ''ابوریحان البیرونی کا حوالہ'' عنوان قائم کر کے لکھا ہے:

''محترم مصنف نے مسلمان ماہرین فلکیات میں سے مشہور ریاضی دان ابوریحان البیرونی کی تائید بھی حاصل کرنا چاہا ہے۔خلاصہ اس کا یہ ہے کہ البیرونی نے جہاں آخر عبارت میں مطلق صبح کے درجات ذکر کئے ہیں اس سے مراد صبح صادق ہے۔مگر ہوتا اس طرح دکھائی نہیں دیتا۔البیرونی کی عبارت اوراس کی توضیح مندرجہ ذیل ہے،مگر ہم اس عبارت کو ٹکڑوں میں نقل کریں گے تاکہ نئے لوگوں کو آسانی سے سمجھ آجائے''

مگر صاحبِ نظر وفہم کے لئے البیرونی کی عبارت سے صبح صادق کا 18 درجے پر ہونا بالکل واضح ہے،اور کاذب کا 18 درجہ پر مراد لینا بدیہی البطلان ہے۔

ہم البیرونی کی مکمل عبارت کے پیشِ نظر بلا جھجک کہتے ہیں کہ:

البیرونی نے ''اوقات طلوع الفجر ومغیب الشمس'' کا باب قائم کر کے جو اٹھارہ درجہ پر مشرق میں طلوعِ فجر اور مغرب میں غیوبِ شفق کا حکم بیان کیا ہے،وہ طلوع سے قبل صبح صادق اور غروب کے بعد شفقِ ابیض کے غروب کا وقت ہی ہے، نہ کہ کاذب اور بیاضِ مستطیل کے ظہور وغیوب کا ، کیونکہ اولاً تو اس موقع پر البیرونی کا مقصود نہارِ شرعی کے آغاز واختتام اور روزے اور نماز وغیرہ کے اوقات کو بیان کرنا ہے۔

اور کاذب کے ظہور اور شفقِ ابیض کے بعد بیاضِ مستطیل کے غیوب پر نہ تو دن کی ابتداء ہوتی ہے،اور نہ ہی رات کی انتہاء ہوتی،اور نہ ہی نماز روزے کا کوئی وقت شروع ہوتا۔

پھر ان اہم شرعی وفنی ضروریات پر مبنی چیز کو چھوڑ کر ایسی چیز کے ابتداء کے درجہ کو بیان کرنے پر اکتفاء کرنے کے کیا معنیٰ ؟ کہ جس پر شریعت وفن کی کسی ضرورت کا مدار ہی نہیں۔

اور دوسرے البیرونی نے فجر کی تین انواع بیان کرتے ہوئے پہلی (یعنی کاذب ملقب بذنب السرحان) کے بارے میں فرمایا کہ:

**و لا یتعلق به شیئ من الاحکام الشرعیة و لا من العادات الرسمیة**

جس سے معلوم ہوا کہ اس سے نہ حکمِ شرعی متعلق ہے، اور نہ لوگوں کی عادات وضروریات۔

اور پھر فجرِ ثانی کے بارے میں (جس سے صبح صادق مراد ہے) یہ فرمایا:

**فینتشر له الحیوانات والناس للعادات وتنعقد به شروط العبادات.**

جس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی دینی ودنیاوی عادات وحاجات اسی فجر سے متعلق ہیں، اور حیوانات اسی پر اٹھتے ہیں، جس کی موجودہ سائنسی مشاہدات سے بھی تصدیق ہوتی ہے۔

پھر البیرونی نے یہ فرمایا کہ:

**”واما وقت الصبح فالعادة فیه جاریة باستکمال الراحة و التهیئ للتصرف فهم فیه منتظرون طلیعة النهار لیأخذوا فی الانتشار“**

جس سے صاف ظاہر ہے کہ پیچھے جو صبح صادق کے بارے میں لوگوں کی عادات اور حیوانات کے انتشار کا ذکر فرمایا، یہاں اسی صبح کو ”**فالعادة**“ اور ”**الانتشار**“ کے الفاظ سے بیان فرمارہے ہیں۔

پھر اس کے بعد البیرونی نے مکرر فرمایا کہ:

**و بحسب الحاجة الی الفجر و الشفق**

اس حاجت سے ظاہر ہے کہ وہی عبادت وحاجت اور انتشارِ حیوانات مراد ہے۔

اور اس کے بعد فرمایا کہ:

**”متیٰ کان ثمانیة عشر جزءً اکان ذلک الوقت طلوع الفجر فی المشرق و وقت مغیب الشفق فی المغرب“**

اس عبارت میں ”طلوع الفجر فی المشرق“ اور ”مغیب الشفق فی المغرب“ کے صاف الفاظ ہیں۔

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ البیرونی فجر اور شفق کے لئے جو 18 درجات بیان فرمارہے ہیں، وہ فجرِ ثانی اور شفقِ ثانی ہی کے ہیں۔

کیونکہ لوگ انہی دونوں کے دینی ودنیاوی اعتبار سے محتاج ہیں، بخلاف فجرِ اول وشفقِ آخر کے کہ ان کے ساتھ کوئی دینی ودنیوی حاجت وابستہ نہیں۔

جیسا کہ البیرونی نے فجر کی پہلی نوع کے بارے میں فرمایا:

**”ولایتعلق به شیئ من الاحکام الشرعیة ولامن العادات الرسمیة“**

اور شفق کی تیسری نوع کے بارے میں فرمایا:

**” لأن وقته عند اختتام الاعمال و اشتغالهم بالاكتنان“**

اور آخر میں جو البیرونی نے اس کو بعض کے سترہ درجہ پر خیال کرنے کی یہ حکمت بیان فرمائی کہ:

**”بل بالاول مختلطا“**

اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اس سے پہلے جو اٹھارہ درجہ پر ہونے کا قانون بیان کیا ہے، وہ بیاضِ معترض کے بارے میں ہے نہ کہ بیاضِ مستطیل کے بارے میں۔

کیونکہ بیاضِ مستطیل مراد لینے کی صورت میں اس سے پہلے مختلط ہونے والی کوئی نوع نہیں رہتی، اور مختلط ہونے سے مراد متصل ہونا ہے، جس پر کلام پہلے گزر چکا ہے۔

اور اٹھارہ درجہ پر بیاضِ مستطیل کے ظہور وغیوب کو مراد لینا نہ تو فلکی قواعد کی رو سے درست بنتا اور نہ ہی فقہی وشرعی اعتبار سے۔

کیونکہ ہم پیچھے بعض حوالہ جات سے صبح صادق کے طلوع کا 19 یا 18 درجہ پر اور شفقِ احمر کے غروب کا 17 درجہ پر ہونا ذکر کر آئے ہیں، تو کاذب وبیاضِ مستطیل کا صادق سے 4 درجہ بعد ظاہر ہونا، اور مستطیل کا احمر کے غروب کے بھی بعد غروب ہونا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ [1]

---

[1] رہا معترض صاحب کا البیرونی کی عبارت” **فلذلک ظهر لهم هٰذا و خفی ذلک** “پر کلام، تو ہمیں اس رائے کے قبول کرنے میں بھی کوئی عذر نہیں، جو معترض صاحب نے قائم کی ہے، اور غور کرنے سے ہمیں اسی پر شرح صدر ہوا ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البیرونی کی عبارت کی مزید تفصیل اب ہمیں جناب محمد شوکت عودہ صاحب کے مضمون میں بھی موصول ہوئی، جو اسی کتاب کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے، اس سے بھی ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے۔

## محقق طوسی وغیرہ 18 درجے پر طلوعِ صادق وغروبِ شفقِ ابیض کے قائل ہیں

معترض صاحب نے اپنے مضمون میں محقق طوسی کے حوالہ سے بحث کی ہے، اور اس سے صادق کے بجائے کاذب مراد لینے کی بے سود کوشش کی ہے۔

معترض صاحب نے یہاں بھی وہی سابقہ عادت برقرار رکھی، کہ محقق طوسی کی مکمل عبارت کا جائزہ لینے کے بجائے دائیں بائیں کی باتوں میں بحث کو الجھا دیا، چنانچہ لکھتے ہیں:

"محقق طوسی کے حوالوں پر تبصرہ ان شاء اللہ آگے آئے گا، مگر اس سے پہلے مصنف صاحب کا وہ قاعدہ اجمالی طور پر سنئے۔ خلاصہ اس قاعدے کا یہ ہے کہ جہاں مطلق فجر یا اس کے حوالے سے کسی حکم وغیرہ کا تذکرہ کتب فقہ یا کتبِ فن ھیئت وغیرہ میں مل جائے تو فوراً اس سے صبح صادق مراد لیا جائیگا۔ حالانکہ اس قاعدے کا ثبوت خود محتاج دلیل ہے"

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

البیرونی کی اس عبارت میں ظاہر ہونے والی چیز سے صبح صادق سے قبل کاذب مستطیل اور مخفی رہنے والی چیز سے شفقِ ابیض کے بعد بیاضِ مستطیل مراد ہے، کیونکہ جب صبح کو لوگ طلوعِ نہارِ شرعی کا انتظار کرتے ہیں، تاکہ وہ اپنے دینی ودنیاوی معاملات پورے کریں، تو انہوں نے اس انتظار کی وجہ سے کاذب کا مشاہدہ کرلیا، اس لئے وہ ظاہر ہوگئی، اور شفقِ ابیض کے بعد کی بیاضِ مستطیل کے وقت کسی ضرورت کے نہ ہونے اور معمولات ختم ہونے اور سر چھپانے کی وجہ سے (جیسا کہ البیرونی خود ہی پیچھے فرما چکے ہیں) وہ مخفی رہ گئی۔

اور یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ، یہ صرف لوگوں پر ظاہر اور مخفی ہونے کا معاملہ ہے، نہ کہ درجات کی تعیین کا، کیونکہ اس سے لوگوں کی کوئی دینی ودنیوی ضرورت وابستہ نہیں، لہٰذا اس کے درجات کی تعیین کی بھی ضرورت نہیں، برخلاف فجر کے۔ لہٰذا اس سے اصل مقصود پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

معترض صاحب اصل استدلال کی طرف تو آئے ہی نہیں۔

غور طلب بات یہ ہے کہ محقق طوسی نے ''بیست باب'' میں جو مستقل باب اس عبارت پر قائم کیا ہے، وہ ''صبح اور شفق کی معرفت'' کے بارے میں ہے، اور انہوں نے اس باب میں صبح اور شفق کی معرفت ہی کا ذکر کیا ہے، اور اسی کے درجہ کو بیان کیا ہے۔

اور اس سے حقیقی صبح، اور اس کے مقابلہ میں شفقِ ابیض کا درجہ ہی مراد ہے، مگر معترض صاحب کے نزدیک محقق طوسی صاحب نے صبح اور شفق سے متعلق باب شروع کر کے ختم بھی فرما دیا، لیکن سب کچھ درجات وغیرہ رات کے ہی بیان کرتے رہے، کیونکہ طلوعِ صادق سے قبل کاذب رات میں داخل ہے۔

ظاہر ہے کہ جب بیان صبح کا ہو رہا ہے، جو کہ شرعاً رات سے خارج ہے، تو درجہ بھی اسی کا بیان ہوگا۔

اس کے علاوہ دیگر بے شمار اہلِ علم حضرات کی عبارات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ طلوعِ صبح اور غروبِ شفق 18 درجے پر ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ امامِ کبیر ابن کمال الدین حسین الطبا طبا عطاء اللہ الحکیم فرماتے ہیں:

**فصل الصبح استنارة فی البخار نحو المشرق قبل طلوع الشمس ، والشفق نحو المغرب بعد غروبها ، ویتشابهان شکلا ویتقابلان وضعا وانحطاطها عنداول الاول وآخر الآخر ثمانیة عشر جزء (السبع الشداد ص ۳۶، مطبوعه: اشاعتِ اسلام کتب خانه، پشاور)**

ترجمہ: فصل، صبح مشرق کی طرف سورج طلوع ہونے سے پہلے بخار میں روشنی کا ہونا اور شفق مغرب کی طرف سورج غروب ہونے کے بعد بخار میں روشنی کا ہونا ہے، اور یہ دونوں شکل میں ایک دوسرے کے مشابہ اور وضع میں ایک دوسرے کے مقابل ہیں (کہ ایک طلوعِ شمس سے قبل ہے، اور دوسرا طلوعِ شمس کے بعد ہے، اور ایک میں شعاعِ شمس کی ابتداء ہے، اور دوسرے میں انتہاء ہے، وقس علیٰ ھذا) اور پہلی (یعنی صبح) کی ابتداء کے وقت اور دوسری (یعنی شفق کی) انتہاء کے وقت سورج (اُفق سے) اٹھارہ درجے نیچے ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

امامِ کبیر ابن کمال الدین حسین الطبا طبا عطاء اللہ الحکیم کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صبح کی ابتداء اور شفق کی انتہاء اٹھارہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر معترض صاحب کے نزدیک محقق طوسی وغیرہ کے پورے ابواب اصل صبح کے درجے اور کاذب وصادق کے درمیان کے فصل کو بیان کرنے سے ساکت ہیں، اور جھوٹی صبح کے درجہ پر ناطق ہیں۔

معلوم نہیں کہ ان بڑے بڑے مسلمان اصحابِ فلکیین کو کیا پریشانی لاحق تھی کہ انہوں نے اصل صبح اور فجر جس سے شریعت کے احکام وابستہ ہیں، اس کے درجہ کی تعلیم کو تو صبح اور دن کی بحث کے باب بلکہ نمازوں کے اوقات سے متعلق رسائل میں (جو خاص اسی مقصد کے لئے تحریر کئے گئے) بالکل نظر انداز کئے رکھا، اور ایک ایسی چیز کے درجہ کے حکم کو بیان کرنے میں مشغول رہے کہ جس سے نہ رات کا اختتام ہوتا ہے، اور نہ دن کا آغاز، اور نہ ہی روزے اور نماز کا کوئی وقت شروع ہوتا ہے، ان کی شروع سے آخر تک کتب میں دیگر نمازوں کے اوقات

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

درجہ پر ہوتی ہے، اور صبح کی ابتداء سے مرادِ نہارِ شرعی کی ابتداء ہے، نہ کہ کچھ اور، جس طرح سے شفق کی انتہاء سے مراد شفقِ ابیض کی انتہاء ہے، کیونکہ شفقِ ابیض اور احمر دونوں کے مجموعہ کو شامل ہے، اور انتہاء کا مطلب یہی ہے کہ جب شفق مکمل ختم ہو، جس کا اختتام ابیض پر ہوتا ہے، اسی طرح اس کے مقابل صبح کی ابتداء بھی ابیض سے ہوگی۔ اور امام موصوف کا صبح اور شفق کے درجے کو بیان کرنے سے مقصود نہارِ شرعی کا آغاز اور اس کے احکام اور عشائے حنفی کے وقت کو بتلانا ہے۔

لہٰذا بعض لوگوں کا دور دراز کی تاویلات کر کے اس قسم کی عبارات میں صبح سے کاذب اور شفق سے مستطیل مراد لینا درست نہیں کیونکہ طرفین سے بیاضِ مستطیل نہ دن کا مبدأ ہے، اور نہ منتہیٰ، اور نہ ہی اس سے کوئی شرعی حکم وابستہ ہے۔

اور بہاء الدین محمد بن حسین بن عبدالصمد الحارثی العاملی الہمذانی (المتوفی ۱۰۳۱ھ) فرماتے ہیں:

**فإن كان شرقياً أقل من ثمانية عشر لم يغرب الشفق بعداً وأكثر فقد غرب، أو مساوياً فابتداء غروبه وإن كان غربياً أقل فقد طلع الفجر، أو أكثر لم يطلع بعد، أو مساوياً فابتداء طلوعه(الكشكول ،ج ٢ ص ٢٣ ،مسألة فلكية)**

ترجمہ: پس اگر (غروب کے بعد) اٹھارہ درجہ سے کم (مقدار) مشرقی ہے، تو شفق (ابیض) ابھی تک غروب نہیں ہوئی، اور اٹھارہ درجہ سے زیادہ ہے تو شفق غروب ہو چکی ہے، اور اگر اٹھارہ درجہ کے بالکل برابر ہے تو شفق (ابیض) کے غروب ہونے کی ابتداء ہے۔ اور اگر (طلوع سے پہلے) مغربی اٹھارہ درجہ سے کم (مقدار) ہے تو فجر طلوع ہو چکی ہے، اور اٹھارہ درجہ سے زیادہ (مقدار) ہے تو فجر ابھی تک طلوع نہیں ہوئی، اور اگر اٹھارہ درجہ کے بالکل برابر ہے، تو طلوعِ فجر کی ابتداء ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب ٹھیک سورج کے اٹھارہ درجے زیرِ افق پر ہوتا ہے، نہ اس سے قبل اور نہ اس کے بعد۔ بہاء الدین عاملی متعدد فنون کے ماہر شمار ہوتے ہیں (ملاحظہ ہو: اعلام زرکلی ج ٦ ص ۱۰۱، ۱۰۲)

کا توذکر ہے، مگر فجر وعشاء کی جگہ ان کے اوقات کے بجائے مستطیل وکاذب کا بیان ہے۔
محقق طوسی کی عبارت سے صبح صادق کے 18 درجے پر ہونے کا استدلال ہمارے مضمون میں مذکور ہے، جس کی روشنی میں محقق طوسی کی عبارت سے 18 درجے پر کاذب ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا، بلکہ صادق کا ہونا ہی ثابت ہوتا ہے، اور کسی محشی سمیت جس نے بھی اس سے کاذب ہونا سمجھا، وہ متقدمین سمیت فقہائے کرام کے موقف سے میل نہیں کھاتا۔
اس لئے ہم اس سے اتفاق نہیں رکھتے، بالخصوص جبکہ معترض صاحب خود اس کے بھی قائل ہوں کہ بعض مسائل میں نقل در نقل غلطی چلتی رہتی ہے، ایسے میں اصل کی مراجعت اور دلائل کی طرف رجوع ضروری ہوجاتا ہے، اور اصل کی طرف مراجعت سے کاذب کے بجائے صادق ہونا ثابت ہوا۔ [1]
پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جمہور متقدمین کے ترتیب دیئے ہوئے اوقات عموماً 18 ڈگری کے مطابق ہیں، رہا ''مطلق فجر'' اور ''مطلق صبح'' کے الفاظ سے کسی حکم کے بیان ہونے کی

---

[1] یہاں تک کہ جناب فاضل احمد رضا خان صاحب بریلوی نے بھی 18 ڈگری پر صبح صادق کا اپنا بارہا کا مشاہدہ ذکر کیا ہے، اور 18 ڈگری پر کاذب کے ہونے کو غلط قرار دیا ہے۔
چنانچہ وہ اپنے رسالہ ''درء القبح عن درک وقت الصبح'' میں جو ۱۳۰۱ھ میں تحریر کیا، لکھتے ہیں:
صبحِ کاذب شرقاً غرباً مستطیل ہوتی ہے۔ اور صبحِ صادق جنوباً شمالاً مستطیر۔ اور ہم اوپر کہہ آئے کہ مقدار انحطاط جاننے کی طرف کسی بُرھانِ عقلی کو راہ نہیں۔ صرف مدار رؤیت پر ہے۔ اور رؤیت شاہدِ عدل ہے۔ کہ صبح کاذب کے وقت سترہ یا اٹھارہ یا اُنیس درجے اور صادق کے وقت 15 درجے انحطاط ہونا اور صادق وکاذب میں صرف تین درجے کا تفاوت ہونا سب محض باطل ہے۔ بلکہ 18 درجہ انحطاط پر صُبح صادق ہوجاتی ہے۔ اور اس سے بہت درجے پہلے صبح کاذب فقیر نے بچشمِ خود مُشاہدہ کیا۔ کہ محاسبات علم ھیئت سے آفتاب ہنوز 33 درجے اُفق سے نیچا تھا۔ اور صبح کاذب خُوب روشن تھی۔ صبح صادق کے لئے سالہا سال سے فقیر کا ذاتی تجربہ ہے کہ اُس کی ابتداء رات کے وقت ہمیشہ ہر موسم میں آفتاب 18 ہی درجے زیرِ اُفق پایا ہے۔ اور صبح کاذب کے لئے جس سے کوئی حکمِ شرعی متعلق نہ تھا۔ اب تک اہتمام کا موقع نہ ملا۔ ہاں اتنا اپنے مشاہدہ سے یقیناً معلوم ہوا کہ اُس میں، اور صبح صادق میں 15 درجے سے بھی زائد فاصلہ ہے۔ نہ کہ 3 درجہ (درء القبح عن درک وقت الصبح صفحہ ۸، تاریخِ اشاعت ۱۳۲۶ھ، گلزار عالم پریس، لاہور، ناشر: نوری کتب خانہ بازار، داتا گنج بخش، لاہور)

صورت میں حقیقی فجر وصادق مراد لینے کا معاملہ، تو اس پر مدلل کلام ہم نے پہلے حصہ میں ذکر کردیا ہے۔

اوراس کی اتنی مثالیں قرآن وسنت اور فقہ میں موجود ہیں، جن کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں جتنے مقامات پر بغیر کسی قید کے مطلق فجر اور صبح کا ذکر آیا ہے، اس سے حقیقی فجر وصادق ہی مراد ہے، اوران آیات کا ذکر ہم نے اپنے مضمون کے شروع میں کردیا ہے۔ [1]

اوراحادیث میں بے شمار مقامات پر بغیر کسی قید وتخصیص کے مطلق صبح وفجر کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، ان سے بھی یہی حقیقی وصادق صبح وفجر مراد ہے۔ [2]

---

[1] وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (سورہ بقرہ رقم الآیۃ، ۱۸۷)

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ(سورۃ الفجر ، رقم الآیات ۱،۲)

هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ(سورۃ القدر،رقم الآیۃ ۵)

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ. اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا(سورۃ بنی اسرائیل ،رقم الآیۃ ۷۸)

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ. وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا. ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ(سورۃ الانعام، رقم الآیۃ ۹۶)

[2] مثلاً:

عن نافع، عن عبد الله بن عمر، قال :سأل رجل النبی صلی الله علیه وسلم وهو علی المنبر، ما تری فی صلاة اللیل، قال :مثنی مثنی، فإذا خشی الصبح صلی واحدة، فأوترت له ما صلی وإنه کان یقول :اجعلوا آخر صلاتکم وترا، فإن النبی صلی الله علیه وسلم أمر به(بخاری، رقم الحدیث ۴۷۲)

عن ابن عباس، قال :شهد عندی رجال مرضیون وأرضاهم عندی عمر، أن النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن الصلاة بعد الصبح حتی تشرق الشمس، وبعد العصر حتی تغرب(بخاری، رقم الحدیث ۵۸۱)

حدثتنی أختی حفصة: أن النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلی رکعتین خفیفتین بعد ما یطلع الفجر(بخاری، رقم الحدیث ۱۱۷۳)

عن عبد الله بن عمر، قال :أخبرتنی حفصة، أن رسول الله صلی الله علیه وسلم کان إذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

احادیث میں جہاں کہیں غیر حقیقی وکاذب کا ذکر کیا گیا، تو وہ صبح وفجر کے دھوکہ سے بچنے کے لئے اور یہ بتلانے کے لئے کیا گیا کہ وہ درحقیقت صبح وفجر نہیں، اور اسی لئے متعدد احادیث میں اس کے صبح یا فجر ہونے کی صاف نفی کی گئی ہے، بلکہ متعدد احادیث میں اس کو صبح یا فجر کہا ہی نہیں گیا۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اعتكف المؤذن للصبح، وبدا الصبح، صلى ركعتين خفيفتين قبل أن تقام الصلاة (بخارى، رقم الحديث ٦١٨)

عن ابن عمر، قال: أخبرتني حفصة، "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلى ركعتين خفيفتين إذا بدا الفجر "(مسند احمد، رقم الحديث ٢٦٤٣١)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

قالت عائشة رضى الله عنها :كان النبى صلى الله عليه وسلم يدركه الفجر فى رمضان من غير حلم، فيغتسل ويصوم(بخارى، رقم الحديث١٩٣٠)

وفى حديث طويل: فلم يزل ذلك دأبى ودأبهما، حتى طلع الفجر (بخارى، رقم الحديث٢٢١٥، عن ابنِ عمر)

وايضافى حديث طويل:حتى برق الفجر، فاستيقظا، فشربا غبوقهما(بخارى، رقم الحديث٢٢٧٢، عن ابنِ عمر)

عن أبى هريرة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: " ينزل الله إلى السماء الدنيا كل ليلة حين يمضى ثلث الليل الأول، فيقول: أنا الملك، أنا الملك، من ذا الذى يدعونى فأستجيب له، من ذا الذى يسألنى فأعطيه، من ذا الذى يستغفرنى فأغفر له، فلا يزال كذلك حتى يضىء الفجر (مسلم، رقم الحديث ٧٥٨ "١٦٩")

عن الأغر أبى مسلم، يرويه عن أبى سعيد، وأبى هريرة، قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إن الله يمهل حتى إذا ذهب ثلث الليل الأول، نزل إلى السماء الدنيا، فيقول: هل من مستغفر؟ هل من تائب؟ هل من سائل؟ هل من داع؟ حتى ينفجر الفجر " (مسلم، رقم الحديث ٧٥٨ "١٧٢")

عن أبى هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم حين قفل من غزوة خيبر، سار ليله حتى إذا أدركه الكرى عرس، وقال لبلال :اكلأ لنا الليل، فصلى بلال ما قدر له، ونام رسول الله ﷺ وأصحابه، فلما تقارب الفجر استند بلال إلى راحلته مواجه الفجر، فغلبت بلالا عيناه وهو مستند إلى راحلته(مسلم، رقم الحديث ٦٨٠ "٣٠٩")

[1] مثلاً درج ذیل حدیث میں:

عن عبد الله بن مسعود، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :لا يمنعن أحدكم -أو أحدا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معترض صاحب کو اگر اس پر اعتراض ہے، تو ان پر لازم ہے کہ وہ ہمارے اس مدعا کے خلاف معتبر احادیث پیش کریں۔

اس کے علاوہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں فقہاء، محدثین ومفسرین کی عبارات میں بغیر کسی قید وتخصیص کے فجر اور صبح کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، اوران سے یقیناً صادق وحقیقی فجر وصبح مراد ہے۔

معترض صاحب اگر اس بات کو تسلیم نہیں کرتے، تو دین کے بہت سارے احکامات صادق وفجر حقیقی کے ساتھ متعین ہی نہیں ہو پاتے، مگر معترض صاحب اس بدیہی بات کو ''جدید قاعدہ'' قرار دے رہے ہیں۔

## شارح چغمینی بھی اسی کے قائل ہیں، برخلاف بعض محشی حضرات کے

معترض صاحب نے شرح چغمینی کی عبارت سے زور زبردستی کر کے 18 درجہ زیرِ افق پر صبح صادق کے بجائے صبح کاذب ہونے پر زور دیا ہے، مگر اس کا جواب ماسبق سے ظاہر ہے کہ جمہور متقدمین کی تصریحات کی روشنی میں شرح چغمینی کی عبارت سے 18 درجہ پر صادق کا طلوع معلوم ہوتا ہے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

منكم -أذان بلال من سحوره، فإنه يؤذن -أو ينادى بليل -ليرجع قائمكم، ولينبه نائمكم، وليس أن يقول الفجر -أو الصبح - وقال بأصابعه ورفعها إلى فوق وطأطأ إلى أسفل حتى يقول هكذا وقال زهير :بسبابتيه إحداهما فوق الأخرى، ثم مدها عن يمينه وشماله (بخارى، رقم الحديث ۶۲۱، كتاب الاذان، باب الاذان قبل الفجر)

اس کے علاوہ کئی احادیث پہلے گزر چکی ہیں۔

[1] چنانچہ عضدالدین عبدالرحمٰن بن احمد الایجی رحمہ اللہ (المتوفیٰ ۷۵۶) فرماتے ہیں:

المقصد الثامن سبب الصبح كرة البخار تتكيف بالضوء لأنها تقبل نور الشمس كما تقدم فى آخر مباحث المبصرات فإذا قربت الشمس من الأفق فى جانب الشرق ولم يبق من قوس انحطاطها إلا مقدار ثمانى عشرة درجة على ما عرف بالتجربة استنار

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعد کے چند حاشیہ نگاروں کے بارے میں پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔

شرح چغمینی کی عبارت کے ترجمہ میں معترض صاحب نے ’’فوراً‘‘ کا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے، اور ’’اولِ صبح‘‘ میں اول سے کاذب مراد لینے کی کوشش کی ہے، حالانکہ اس کا صحیح ترجمہ ’’صبح کی ابتداء‘‘ ہے، اور یہی ترجمہ احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۶۶ میں کیا گیا ہے۔

## اہلِ بلغار کے جزئیہ سے 18 درجے پر صبح صادق کی تائید

18 درجے پر صبح صادق کے طلوع اور شفقِ ابیض کے غروب کی تائید فقہائے کرام کے اس جزئیہ سے بھی ہوتی ہے، جس میں انہوں نے ’’اہلِ بلغار‘‘ کے متعلق بعض راتوں میں شفق غروب نہ ہونے اور اس کے غروب سے قبل صبح صادق ہو جانے کی صورت میں وقتِ عشاء نہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بضوئها البخار الكثيف الواقع فى ذلك الجانب فيرى ذلك النور المتزايد بزيادة قرب الشمس وهو الصبح والشفق مثله لكنه عكسه فى أن أوله كآخر الصبح وآخره كأوله هذا ما يليق بالكتاب وأما تصويرهما على ما ينبغى فليطلب من موضع آخر والحمرة التى توجد فى أول الشفق وآخر الصبح إنما هى لتكاثف الأبخرة فى الأفق وزيادة سمكها بالنسبة إلى الباصرة لأنها أى تلك الزيادة فى غلظ الأبخرة بقدر ربع دور الأرض كما يظهر بالتخيل الصادق وتنقص تلك الزيادة فى غيرها أى غير دائرة الأفق شيئا فشيئا حتى يكون تكاثف الأبخرة بقدر غلظ البخار كما بالنسبة إلى سمت الرأس وقد ذكر أنه اعتبرها أى كرة البخار المهندسون فوجدوها أى غلظها ستة عشر فرسخا أو سبعة عشر (المواقف، القسم الثالث فى العناصر، ج۲ ص ۴۹۳، المقصد الثامن)

علامہ ایجی کا شمار مستند شخصیات میں ہوتا ہے، اور آپ حنفی المسلک قاضی تھے۔

(ملاحظہ ہو: هدية العارفين للباباني، ج ۱ ص ۵۲۷، باب العين، تحت ترجمة الايجى)

علامہ ایجی کی المواقف کتاب انتہائی معتبر و مستند شمار کی گئی ہے، اور اس کی متعدد و مستند اہلِ علم حضرات نے شروحات لکھی ہیں، صاحبِ کشف الظنون نے ان شروحات کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

علامہ ایجی رحمہ اللہ کے کلام سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ صبح صادق سورج کے 18 درجے زیرِ اُفق رہ جانے پر ہوتی ہے، کیونکہ آپ نے 18 درجے کی روشنی کی صفت اس کا زیادہ ہونا بیان فرمائی ہے، اور یہ صفت صبح صادق کی ہے۔

اس قسم کی متعدد عبارات (جن سے 18 درجے پر صراحتاً صبح صادق کا ہونا معلوم ہوتا ہے) ہم نے اپنے رسالہ ’’صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق‘‘ کے دوسرے ایڈیشن میں شامل کر دی ہیں۔

پائے جانے کی وجہ سے عشاء کی نماز فرض ہونے نہ ہونے اور اس کی ادائیگی کے طریقے سے بحث کی ہے۔[1]

اس استدلال کی کچھ تفصیل صبح صادق وکاذب کے موجودہ ایڈیشن میں بھی مذکور ہے، اور مزید تفصیل ''کشف الغطاء'' کے پہلے ایڈیشن میں کی گئی تھی، لیکن ہمارے اس استدلال پر معترض صاحب نے اپنے مضمون ''کشف الستور'' میں طولِ لا طائل بحث کرکے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ بلغار کا اطلاق 50 سے زیادہ اونچے درجہ کے عرض البلد پر بھی آتا ہے، اور اونچے درجہ کے عرض البلد کو مراد لینے کی صورت میں مذکورہ استدلال درست نہیں ٹھہرتا۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ بلغار کا عرض البلد 50 درجہ کے لگ بھگ ہونے کی اہلِ فن نے تصریح کی ہے۔

چنانچہ احمد بن علی بن احمد الفزاری القلقشندی ثم القاہری (المتوفیٰ ۸۲۱ھ) نے بلغار کا عرض

---

[1] علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(قوله :كبلغار) بضم الباء الموحدة فسكون اللام وألف بين الغين المعجمة والراء، لكن ضبطه في القاموس بلا ألف .وقال :والعامة تقول بلغار :وهي مدينة الصقالبة ضاربة في الشمال شديدة البرد ا هـ .(قوله :فإن فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق) مقتضاه أنه فقد وقت العشاء والوتر فقط وليس كذلك، بل فقد وقت الفجر أيضا؛ لأن ابتداء وقت الصبح طلوع الفجر، وطلوع الفجر يستدعي سبق الظلام ولا ظلام مع بقاء الشفق أفاده ح .أقول :الخلاف المنقول بين مشايخ المذهب إنما هو في وجوب العشاء والوتر فقط، ولم نر أحدا منهم تعرض لقضاء الفجر في هذه الصورة، وإنما الواقع في كلامهم تسميته فجرا؛ لأن الفجر عندهم اسم للبياض المنتشر في الأفق موافقا للحديث الصحيح كما مر بلا تقييد بسبق ظلام .على أنا لا نسلم عدم الظلام هنا، ثم رأيت ط ذكر نحوه .(قوله :في أربعينية الشتاء) صوابه في أربعينية الصيف كما في الباقاني .وعبارة البحر وغيره :في أقصر ليالي السنة وتمامه في ح .وقول النهر :في أقصر أيام السنة سبق قلم، وهو الذي أوقع الشارح .(قوله :فيقدر لهما) هذا موجود في نسخ المتن المجردة ساقط من المنح، ولم أر من سبقه إليه سوى صاحب الفيض، حيث قال :ولو كانوا في بلدة يطلع فيها الفجر قبل غيبوبة الشفق لا يجب عليهم صلاة العشاء لعدم السبب، وقيل يجب ويقدر الوقت ا هـ .(ردالمحتار، ج ا ص ۳۶۲، كتاب الصلاة، مطلب في فاقد وقت العشاء كأهل بلغار)

البلد 50 درجہ اور تیس دقیقہ قرار دیا ہے۔

اور بلغار میں موسمِ صیف کی بعض راتوں میں شفق غائب نہ ہونے کو فلکی قانون کے لحاظ سے صحیح قرار دیا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اس کا عرض البلد ساڑھے 48 درجے سے زیادہ ہے، اور ساڑھے 48 درجے عرض البلد سے موسمِ صیف میں عدمِ غیبوبتِ شفق کا آغاز ہو جاتا ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ فرماتے ہیں:

الإقليم السابع بلاد البلغار: بضم الباء الموحدة وسكون اللام وفتح الغين المعجمة وألف ثم راء مهملة فى الآخر .وهم جنس معروف أيضاً .قال صاحب حماة فى تاريخه : وهم منسوبون إلى بلدان يسكنونها .وقاعدتها مدينة بلار بضم الباء الموحدة وفتح اللام وألف وراء مهملة فى الآخر .قال فى تقويم البلدان :ويقال لها بالعربى بلغار -وموقعها فى الإقليم السابع من الأقاليم السبعة، أو فى الشمال عنه .قال فى الأطوال وطولها ثمانون درجة، والعرض خمسون درجة وثلاثون دقيقة؛ وهى بلدة فى نهاية العمارة قريبة من شط نهر إتل من البر الشمالي الشرقي، وهى وصراى فى بر واحد، وبينهما فوق عشرين مرحلة، وهى فى وطاة والجبال عنها أقل من يوم؛ وأهلها مسلمون حنفية، وليس بها شىء من الفواكه ولا أشجار الفواكه لشدة بردها، والفجل الأسود فى غاية الكبر .قال السلطان عماد الدين صاحب حماة :وقد حكى لى بعض أهلها أن فى أول الصيف لا يغيب الشفق عنها ويكون ليلها فى غاية القصر .ثم قال :وهذا الذى حكاه صحيح موافقٌ لما يظهر بالأعمال الفلكية، لأن من عرض ثمانية وأربعين ونصف يبتدىء عدم غيبوبة الشفق فى أول فصل الصيف، وعرضها أكثر من ذلک، فصح ما تقدم على كل تقدير .قال فى مسالک الأبصار :وحكى لى الحسن الإربلى أن أقصر ليلها أربع ساعات ونصف، وهو غاية نقصان الليل .قال حسن الرومى :وسألت مسعوداً المؤقت بها عن هذا فقال :جربناه بالآلات الرصدية فوجدناه كذلک تحريراً .قال فى مسالک الأبصار :وقد ذكر المسعودى فى مروج الذهب أنه كان فى السرب والبلغار من قديمِ دار إسلام ومستقر إيمان .فأما الآن فقد تبدلت بإيمانها كفراً(صبح الأعشى فى صناعة الانشاء لأحمد بن على بن أحمد الفزارى القلقشندى ثم القاهرى ،ج۴ص ۴٦٠،تتمة المقالة الثانية، الباب الرابع،الفصل الاول، المقصد الثانى، القسم الثانى، الجملة الثانية، الإقليم السابع بلاد البلغار)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں:

قال المؤيد صاحب حماة :وحكى لى بعض أهلها أن فى أول فصل الصيف لا يغيب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب نے اپنے مستقل رسالہ ”درء القبح عن درک وقت الصبح“ میں علامہ سمرقندی وغیرہ کی ”زیج“ کے حوالہ سے بلغار کا عرضِ شمالی ساڑھے 49 درجے تحریر کیا ہے، اور انہوں نے بلغار کے اس جزئیہ سے صبح صادق کا 18 درجے پر ہونا ثابت کیا ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

ثم اقول: (پھر میں کہتا ہوں۔ت) صبح صادق کے لیے 15 درجے انحطاط ہونے کا بطلان اور 18 درجے انحطاط کی صحت، اس واقعہ مشہورہ سے بھی ثابت ہے، جو فتح القدیر و بحر الرائق و درِ مختار و عامۂ کتبِ معتبرہ میں مذکور ہے کہ بلغار سے ہمارے مشائخِ کرام کے حضور استفتاء آیا تھا کہ گرمیوں کی چھوٹی راتوں میں ان کو وقتِ عشاء نہیں ملتا، آدھی رات تک شفقِ ابیض رہتی ہے، اور وہ ابھی نہ ڈوبی کہ مشرق سے صبح صادق طلوع کر آئی، امام برہان کبیر نے حکم دیا کہ عشاء کی قضاء پڑھیں، اور امام بقالی و امام شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے فرمایا ان پر سے عشاء ساقط ہے۔ بالجملہ اُن راتوں میں وہاں وقتِ عشاء نہ پانا متفق علیہ ہے، اب اگر انحطاطِ

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الشفق عنها ويكون ليلها فى غاية القصر .ثم قال :وهذا الذى حكاه صحيحٌ موافق لما يظهر بالأعمال الفلكية، لأن من عرض ثمانية وأربعين ونصفٍ يبتدىء عدم غيبوبة الشفق فى أول فصل الصيف، وعرضها أكثر من ذلك، فصح ذلك على كل تقدير .
وقد حكى فى مسالك الأبصار عن حسن الرومى عن مسعود الموقت بها: أن أقصر ليلها أربع ساعات ونصف تحريرا، وأنهم جربوه بالآلات الرصدية فوجدوه كذلك .
قال صاحب حماة فى تاريخه: وكان الغالب عليهم النصرانية ثم أسلم منهم جماعة .
وذكر فى تقويم البلدان أن أهلها مسلمون حنفية، وذكر المسعودى فى مروج الذهب أنه كان بالسرب والبلغار دار إسلام من قديم (صبح الأعشى فى صناعة الانشاء لأحمد بن على بن أحمد الفزارى القلقشندى ثم القاهرى ، ج۵ص ۳۹۴، ۳۹۵،تتمة المقالة الثانية، الفصل الرابع، القسم الثانى، الضرب الثانى،الجهة الثانيةما شمالى مدينة القسطنطينية وبحر نيطش إلى نهاية المعمور فى الشمال ويشتمل على عدة ممالك وبلاد)

صبح صادق 15 درجے ہوتا، تو سال کی سب سے چھوٹی رات یعنی شب تحویل سرطان میں بھی اُن کو وقتِ عشاء ملتا، ایک رات بھی فوت نہ ہوتا نہ کہ راتوں، اس پر دلیل سنئے، بلغار کا عرض شمالی ساڑھے انچاس درجے ہے، **کمافی الزیج السمرقندی ثم الزیج الالوغ بیکی** (جیسا کہ سمرقندی اور الوغ بیگی زیج میں ہے۔ت) اور میلِ کلی یعنی رأس السرطان کا میل اُس زمانے میں ساڑھے تیئیس درجے سے کچھ زائد تھا کہ اس کی مقدار زمانہ رصد سمرقند میں جسے تقریباً پانچ سو برس ہوئے، لــــح ل ءتھی، یعنی ساڑھے تیئیس درجے سے ۱۷ ثانیہ زیادہ، تو زمانہ امام شمس الائمہ حلوانی میں جسے پونے نوسو برس گزرے، اور بھی زائد ہوگا، اور طوسی کا رصد مراغہ لیجیے، تو وہ اپنے ہی زمانہ میں الــح لــــہ کا رہا ہے، یعنی ۲۳ درجے ۳۵ دقیقے، خیر اس کی نہ سنئے، اس پر تجربہ ہوا ہے کہ اعمال میں کچا ہے، تو بلحاظِ تناسب کہ اب الــح الــر یعنی ۲۳ درجے ۲۷ دقیقے معہ کسر خفیف ہے، اس وقت کا میل الــــح لــــح بالرفع رکھئے، یعنی ۲۳ درجے ۳۳ دقیقہ تو وہاں رأس السرطان کی غایت انحطاط یعنی وقتِ بلوغ دائرہ نصف اللیل ۱۶ درجے ۵۷ دقیقے تھی، یا تقریباً ۱۷ درجے کہئے، اور انحطاط صبح ۱۵ درجے ہے، تو قطعاً یہی انحطاط شفقِ ابیض ہے کہ جانبین سے تعادل وتناظر ہے، اس تقدیر پر بعد غروبِ شمس جب تک افق سے آفتاب کا انحطاط بڑھتے بڑھتے ۱۵ درجہ تک پہنچا، امام اعظم کے مذہب میں وقتِ مغرب تھا، پھر اس کے بعد جبکہ انحطاط اس سے ترقی کرکے آدھی رات کو ۱۷ درجے تک پہنچا، پھر آدھی رات ڈھلے اس سے کم ہوتا ہوا پھر ۱۵ درجے رہا، اس وقت صبح ہوئی، اس بیچ میں کہ تقریباً چار درجے انحطاط بدلا، یقیناً اجماعاً وقتِ عشاء تھا، تو فوتِ عشاء کیا معنیٰ، اور اگر مقدارِ وقت جاننا چاہو، تو:

عرض شمالی ۴۹ درجہ ۳۰ دقیقہ۔ میلِ شمالی ۲۳ درجہ ۳۳ دقیقہ = ۲۵ درجہ ۵۷ دقیقہ +

بعد سمتی مفروض ۱۰۵=۱۳۰ درجہ ۵۷ دقیقہ نصفہ ۶۵ درجہ ۲۸ دقیقہ ۳۰ً جیبہ ۹٫۹۵۸۹۳۶۵ جیب اول و۱۰۵۔ نصف مذکورہ ۳۹ درجہ ۳۱ دقیقہ ۳۰ً جیبہ ۹٫۸۰۳۷۴۰۳ جیب دوم

۰٫۱۸۷۴۵۵۶ قاطع عرض پس ۴۰ً ۴۳َ ۱۰ات شروع وقتِ عشاء

۰٫۰۳۷۷۶۷۶ قاطع میل ۲۰ ۱۶ ۱۳ شروع وقتِ صبح

---

۹٫۹۸۷۸۹۹۶

یعنی رات کے ۱۰ بج کر ۴۳ منٹ ۴۰ سیکنڈ پر مغرب ختم ہوگیا، اور ایک بج کر ۱۶ منٹ ۲۰ سیکنڈ پر صبح شروع ہوئی، تو ڈھائی گھنٹے سے زیادہ وقتِ عشاء رہا، اور جب اس رات میں جس کا غایۃ الانحطاط یعنی نہایت قلت میں ہے، اتنا طویل وقت ملا، تو گرمی کی اور راتوں میں کہ انحطاط اس سے بھی زائد ہے، اور بھی زیادہ وقت ہاتھ آئے گا، اور یہ متفق علیہ مسئلہ یقیناً غلط ہو جائے گا، ہاں جب صبح و شفق کا انحطاط ۱۸ درجے لیجیے، تو ۴۹ درجے ۴۰ + ۱۸ درجے = ۶۷ درجے ۴۰ باقی ۲۲ درجے ۴۰ یا تمام العرض ۴۰ درجے ۴۰۔ غایت مفروضہ ۱۸ درجے = ۲۲ درجے ۴۰ یعنی جس چیز کا میل شمالی ساڑھے بائیس درجے یا اس سے زائد ہوگا، اس میں ٹھیک آدھی رات کو انحطاط ۱۸ درجے یا اس سے بھی کم ہوگا، جو ظہور بیاض کے لیے کافی ہے، تو تمام رات میں ایک آن کو بھی افق مظلم ہو کر وقتِ عشاء نہ آئے گا، اور اب یہ فقط رأس السرطان ہی پر نہیں بلکہ ۱۴ درجے جوزا سے ۱۶ درجے سرطان تک یہی حال رہے گا، جس کی مقدار ایک مہینہ تین دن بلکہ زائد ہوئی، ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح مناسب تھی، توفیق کا اللہ ہی مالک ہے۔ت) اس تمام بیان سے تین باتیں واضح ہوئیں، جن سے جوابِ سوال روشن ومبین:

(۱) اصل مدار رؤیت ہے، شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اسباب میں کوئی ضابطہ

وحساب ارشاد نہ فرمایا، نہ عقل صرف مقدار انحطاطِ صبح بتا سکتی تھی۔

(۲) ہاں رؤیت نے وہ تجاربِ صحیحہ دیئے، جن سے قاعدہ کلیہ ہاتھ آیا اور بے دیکھے وقت بتانا ممکن ومیسر ہوا۔

(۳) ازانجا کہ یہاں جو قاعدہ ہوگا رؤیت ہی سے مستفاد ہوگا کہ شرع وعقل دونوں ساکت ہیں، تو لاجرم جو قاعدہ رؤیت یا اس کے دیئے ہوئے قوانین کی مخالفت کرے، خود باطل ہونا لازم، کہ فروع جب تکذیب اصل کرے، تو فرع باقرارِ خود کاذب ہے کہ اس کا صدق اس پر مبتنی تھا، جب مبنیٰ باطل یہ خود باطل، یہ قاعدہ کہ صبح رات کا ساتوں حصہ ہوتی ہے، انہیں قواعدِ باطلہ فاسدہ سے ہے کہ رؤیت وقوانینِ عطیہ رؤیت، بالاتفاق اس کے بطلان پر شاہد عدل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (درء القبح عن درک وقت الصبح صفحہ ۱۹ تا ۱۲، تاریخِ اشاعت ۱۳۲۶ھ، گلزار عالم پریس، لاہور، ناشر: نوری کتب خانہ بازار، داتا گنج بخش، لاہور)

بلغار کا عرض البلد 49 اور 50 درجہ کے لگ بھگ ہونے کی تصریحات پہلے گزر چکی ہیں۔

البتہ بعض حضرات مثلاً ابنِ سعید مغربی نے ''الجغرافیا'' میں بلغار کا عرض البلد ساڑھے 53 درجہ بیان کیا ہے۔ [1]

اور شیخ ہارون بن بہاء الدین مرجانی بلغاری نے اپنے رسالہ ''ناظورۃ الحق فی فرضیۃ العشاء وإن لم یغب الشفق'' میں بلغار کا عرض البلد 55 درجہ ذکر کیا ہے۔ [2]

---

[1] وفی شرقی سقسین مدینۃ قراغت، حیث الطول ثمان وسبعون درجۃ، والعرض ثلاث وخمسون درجۃ .وفی شرقیھا بلغار، وھی مدینۃ من أخشاب، حیث الطول اثنتان وثمانون درجۃ ونصف، والعرض ثلاث وخمسون درجۃ ونصف(الجغرافیا،لابن سعید المغربی،ص۷۰،المعمور فی شمالی الأقالیم السبعۃ)

[2] جس کے ضروری اقتباسات نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب ''لقطۃ العجلان'' میں نقل کیے ہیں۔

أقول وصل إلینا فی ھذا الزمان أعنی سنۃ ألف ومائتین وإحدی وتسعین مؤلف للشیخ الأجل والحبر الأکمل ھارون بن بھاء الدین المرجانی شھاب الدین البلغاری سلمھما اللہ تعالی علی ید الحاج

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بظاہر اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ''بلغار'' اگرچہ ایک مخصوص ومشہور شہر کا نام تھا، لیکن بعض

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحبيب الشيخ محمد أحسن الطيب الحاجى بورى ألفه فى مسألتنا هذه وأطال فيها غاية الإطالة ولم يدع لقائل عدم الوجوب حجة ولا مقالة وسماه بناطورة الحق فى فرضية العشاء وإن لم يغب الشفق فلنلخص هنا كلامه ولنحرر مرامه بما يتضح به الصواب ويجيء الحق ويزهق الباطل ويتحلى به كل جيد عاطل (لقطة العجلان مما تمس إلى معرفته حاجة الإنسان، لمحمدصديق خان ،المتوفى: 1307 هـ،ص ۱۹۹، ذكر حكم الصلاة والصوم بأرض البلغار)

وليس فى العالم قطر تغيب فيه الشمس،ثم كما تغرب يطلع الفجر من جانب آخر بل تتحول الحمرة من جهة المغرب متدرجة إلى الصفرة ثم إلى البياض حسب دوران الشمس تحت الأفق إلى أن ينتصف الليل،ثم ترجع على هذه الدراجة منعكسة قهقرى حتى تطلع الشمس من جهة المشرق وعندى أن نقول الفتوى بالسقوط عن الحلوانى والمرغينانى والصدر الكبير وأمثالهم لا تصح أصلا وإن وجد فى عدة كتب فإنه مع خلوه عن الإسناد لا دليل بيتنى عليه وحسن الظن فيهم لا يرخصنا فى نسبه هذه المجازفة إليهم ومما يشهد بذلك أن إسلام أهل بلغار كان بزمان كثير قبل زمان أولئك الفضلاء الذى يعزى إليهم الإفتاء بسقوط العشاء عن سكان هذه الديار فى ليال من السنة تنتهى إلى غاية القصر فمنهم من قال أنهم أسلموا فى صدر ملك بنى مروان فى كبد القرن الأول من الهجرة ومنهم من قال أنهم أسلموا فى خلافة المأمون ومنهم من قال فى خلافة ابن أخيه الواثق بالله ثم ظهر الإسلام فيهم بإسلام ملك بلغار الماس خان بن سلكى خان فى خلافة المقتدر فتسمى بالأمير جعفر ،ولأحمد بن فضلان رسالة كتب فيها ما شاهده فى سفره إلى بلغار ومدينة بلغار كانت على خمس وخمسين درجة من العرض الشمالى وعرض قزان أكثر منه بخمس وأربعين دقيقة وطولها فى ست وستين درجة وست وأربعين دقيقة من جزائر الخالدات وطول بلغار أكثر منه بشيء نحو ست عشرة دقيقة فكيف يتخيل أنه خفى عليهم شأن الشفق فما تكلموا فى مسألة العشاء بها نعم كان الأمر واضحا لهم فى ذلك حين كانوا فى بلادهم لمكانهم بمحل عظيم من العلوم الشرعية ولكنهم لم يروا إسقاط شيء من فرائض الله تعالى وما كان لهم أن يشكوا فى هذا الحكم لما لاح لهم من عموم الأدلة وظهور البراهين القطعية والروايات المستفيضه أم كيف يهمل المتقدمون من أهل بلغار هذه المسألة مع فرط حاجتهم إليها وكثرة ابتلائهم بها ولم يستفتوا فيها والإسلام غض المجنى جلو المغنى يحفظون حدوده ويلتزمون عهوده وقد كان فيهم من علمائهم جماعة قبل عصر البقالى والحلوانى وبعده مثل عبد الحى ووالده عبد السلام والقاضى أبو العلاء حامد بن إدريس والقاضى يعقوب ابن نعمان مؤرخ بلغار وغيرهم وهب أنه لم يكن فيهم علماء يفتون فى الوقائع فهلا راجعوا إلى علماء سائر الأمصار مع كثرة أسفارهم فى الأقطار وشهرتهم بوفور التجارة وحسن التمدن من قديم الأعصار وما ظهر ذلك إلا لأحمد بن فضلان وغيره من وفود العراق وعلماء دار الخلافة مع طول مقامهم بها وورودهم مقامهم بها وورودهم إليها لتعليم الإسلام وإذاعة الشرائع والأحكام بل علموا ذلك ولكن لم يشكوا فى الوجوب بل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوقات اس شہر کی شہرت کی وجہ سے اس کے قرب وجوار کے بعض علاقوں مثلاً ''قازان'' پر بھی بلغار کا مجازاً اطلاق کیا جاتا تھا۔ [1]

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ العالی اپنے سفرنامہ ''سفر در سفر'' میں لکھتے ہیں کہ:

صبح آٹھ بجے کے قریب ہماری ٹرین تاتارستان کے دارالحکومت ''قازان'' پہنچی، جو ماسکو اور سینٹ پیٹرس برگ (سابق لینن گراڈ) کے بعد روس کا تیسرا بڑا شہر ہے، جہاں مسلمانوں کی سلطنت قائم تھی، فتنۂ تاتار کے موقع پر تاتاریوں نے

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إنما حدثت هذه الشبهة الغثة والريبة والرثة بعد انقراض الفقهاء وذهاب العلماء ورئاسة الجهال وإشراف الإسلام على الزوال وانتكاس حال الأنام واختلال مصالح البرية عند اضمحلال الدولة العباسية فإنا لله وإنا إليه راجعون انتهى كلام الناظورة وهو حرف من الكتاب وقطرة من العباب وكم فيه من أدلة وبراهين على فرضية صلاة العشاء على جميع المكلفين من الأمة على السواء غاب عنهم الشفق أو لم يغب تركناها مخافة الإطالة فمن شاء تفصيل ذلك فليرجع إليه(لقطة العجلان مما تمس إلى معرفته حاجة الإنسان، لمحمد صديق خان ،المتوفى: 1307 هـ،ص ٢١٠، ٢١١، ذكر حكم الصلاة والصوم بأرض البلغار)

[1] اعلم ان لفظ بلغار كما انه كان علما لبلدة مخصوصة كذلك كان يطلق عليه سكنة تلك البلدة ونواحيها وما يجرى فيه حكمها كما يجرى الاطلاق الاخير فى سائر اسامى البلدان الكبار مثل بخارى وخوقند والروم كما قال بعض السياحين بلغار اسم الجبل والامة واسم الناحية والمملكة واسم المدينة فلذلك ترى من تصدى لبيان احوالها يطلق تارة لفظ بلغار ويريد به بلدة مخصوصة ويطلقه اخرى ويريد به مملكة وناحية ويطلقه ويريدبه قوما مخصوصين كما ستقف عليه ان شاء الله تعالىٰ (تلفيق الاخبار وتلقيح الآثار، لمحمود الرمزى، صفحة ٢٦١)

فإذا وجدت اسم البلغار فى الكتب القديمة فالمقصود به = بلاد قازان من بلاد الاتحاد الروسى حاليا(أرشيف ملتقى أهل الحديث – 1، ج٧١ ص ٢٢٦،الخلط بين التتار والمغول عند كثيرين ، وجنكيز خان من المغول )

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''صبح صادق'' میں بلغار کا عرض البلد تقریباً 63 درجے تحریر فرمایا ہے (ملاحظہ ہو: احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۸۶)

ہمیں بلغار کے بارے میں 49 اور 55 درجے عرض البلد کے مابین کی ہی تصریحات ملی ہیں، البتہ اگر بلغار بول کر مجازاً کوئی اونچا عرض البلد مراد لیا جائے، تو وہ الگ بات ہے۔

اسے تباہ کیا، اوراس کی جگہ شہر ''قازان'' آباد کیا......علامہ مرجانی، قازان ہی کے باشندے تھے، اور فقہ میں ان کی متعدد تصانیف اہلِ علم سے خراجِ تحسین حاصل کرچکی ہیں (سفر درسفر، صفحہ ۱۸۶، ۱۸۷، عنوان''نو دن روس میں'' مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی، طبع جدید: جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ، مارچ 2016ء)

ملحوظ رہے کہ موجودہ نقشوں کے مطابق ''قازان'' کا عرض البلد 55.47 اور طول البلد 49.08 ہے۔

اس کے علاوہ بعض اصحابِ علم وفن نے بلغار کے علاقہ میں بعض ایام میں شفقِ احمر غروب نہ ہونے، اور بعض نے شفقِ ابیض غروب نہ ہونے کی تصریح کی ہے۔ [1]

---

[1] یاقوت حموی فرماتے ہیں:

الإنسان يجعل القدر على النار وقت المغرب ثم يصلى الغداة وما آن لها أن تنضج، قال: ورأيت النهار عندهم طويلا جدا، وإذا أنه يطول عندهم مدة من السنة ويقصر الليل، ثم يطول الليل ويقصر ا
لنهار، فلما كانت الليلة الثانية جلست فلم أر فيها من الكواكب إلا عددا يسيرا ظننت أنها فوق الخمسة عشر كوكبا متفرقة، وإذا الشفق الأحمر الذى قبل المغرب لا يغيب بتة، وإذا الليل قليل الظلمة يعرف الرجل الرجل فيه من أكثر من غلوة سهم، قال: والقمر إنما يطلع فى أرجاء السماء ساعة ثم يطلع الفجر فيغيب القمر(معجم البلدان لابى عبدالله ياقوت الحموى، المتوفى ''۶۲۶ هـ'' ج ۱ ص ۴۸۷، بلغار)

ھارون بن بہاؤالدین اہالی بلغار کی ان راتوں میں عشاء کی نماز کے بارے میں مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومنهم : من يقول : ان الوقت يدخل، لان الشفق هو الحمرة على الاصح، وهى تغيب، وانما يبقى البياض والصفرة وهى غيرها، ومن ذلك ذهب ابو المعالى(۴۷۸هـ)من الشافعية الى ان اول وقت العشاء حين يغيب الشفق ، وهو الصفرة دون البياض والحمرة (ناظورة الحق فى فرضية العشاء وان لم يغب الشفق، ص ۳۹۰، مطلب فى تفصيل احوال اهل بلغار فى المسألة، لشهاب الدين ابو الحسن هارون بن بهاء الدين المرجانى القزانى، المتوفىٰ ۱۳۰۶ هـ ،مطبوعة: دارالفتح ، عمان، الاردن، الطبعة الاولىٰ ۱۴۳۳ هـ ، 2012ء )

نیز فرماتے ہیں:

ان عدم غيبة الحمره فى هذه الاقطار فى الليالى التى تقتصر غاية الاقتصار محل تأمل ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ہمارے نزدیک مذکورہ بالا اقوال میں درحقیقت کوئی ٹکراؤ نہیں، کیونکہ بلغار اور اس کے قرب وجوار کے علاقوں مثلاً ''قازان'' کے عرض البلد مختلف ہونے کی وجہ سے یہ اختلاف ممکن ہے، لیکن اس سے اصل مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

کیونکہ فنی لحاظ سے یہ بات ظاہر ہے کہ 50 درجہ کے لگ بھگ عرض البلد کے اس علاقوں کی بعض راتوں میں سورج 18 درجے سے زیادہ نیچے نہیں جاتا، 18 درجے پر پہنچنے کے بعد دوبارہ عود کرآتا ہے، اور بوقتِ آغازِ عود صبح ہوجاتی ہے۔

محقق طوسی نے بھی اپنی کتاب ''تبصرہ'' میں 18 درجے پر طلوعِ فجر کو بتلا کر ساڑھے اڑتالیس درجے عرض البلد اور اس کے مابعد کے علاقوں میں صبح کے شفق کے ساتھ ملنے کی تصریح کی ہے۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولاسيما فی صحو الهواء ، وبعد المطر ،نعم! ربما يكون اذا كان الهواء مغبرة بعيدة عن ايام المطر (ايضاً ص ۳۹۲)

امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقال أبو حنيفة الشفق الأبيض وخالفه الباقون أخذا بالأشهر وأقل ما ينطلق عليه الاسم ولأن الأبيض لا يغيب فی بعض البلاد كما فی البلغار وفيه أن الصلاة تجب بأول الوقت وجوبا موسعا وهو مذهب الأئمة الثلاثة وقال الحنفية بآخره(فيض القدير للمناوی تحت رقم الحديث ۴۹۴۶)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ابن بطوطة السياح صاحب الرحلة قال :بلغت بلغار وصمت ثمة معهم ولم أجد شيئا من الكلفة على نفسی :وأما بعض البلاد مثل قاذان فلا يوجد الشفق الأحمر أيضا بل إذا غربت الشمس طلعت الفجر، وكان فيهم ملا بهاء الدين الحنفی المرجانی وهو ذكی الطبع وله حواشی على الكتب، وصنف رسالة فيما نحن فيه ولم أجدها، ونقل النواب فی رسالة عبارة الشيخ رفيع الدين الدهلوی رحمه الله(العرف الشذی شرح سنن الترمذی، ج۳ص ۴۲۵، كتاب الفتن، باب ماجاء فی فتنة الدجال)

[1] چنانچہ محقق طوسی لکھتے ہیں:

وقد عرف بالتجربة ان انحطاط الشمس عند اول طلوع الفجر ثمانية عشر جزءً. ففی البلاد التی يكون عرضها ثمانية واربعين ونصفا يتصل الصبح بالشفق اذا كانت الشمس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ دیگر جدید ماہرین نے بھی اس اصول کو تسلیم کیا ہے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی المنقلب الصیف، وفیما جاوزت عروضها ذلک المقدار یکون ذلک فی زمان اکثر بحسب تناقص انحطاط الشمس عن الافق القدر المذکور (التبصرة، الفصل التاسع، الباب الثالث؛ کذافی ایضاح القول الحق فی مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ،لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسی اصلا الفاسی المراکشی ص ۱۰)

؎ چنانچہ ”A Handbook of Astronomy“ میں ہے:

**At the altitude of +49o the zone so-called "white nights" begins, in which there is at the time of summer solstice an astronomical twilight lasting throughout the whole night, since the Sun is never lower than -18o. The more northerly the site of observation, the longer this period. It lasts:**

**From 11 June to 3 July at +49o latitude**

**From 21 May to 23 July at +52o latitude**

**From 9 May to 5 August at +55o latitude**

**From 29 April to 15 August at +58o latitude**

**The transition to the latitude zone of the white summer nights is so sharp that at +48o (Munich and Vienna) practically nothing of midnight twilight can be seen. In some years or nights the situation can deviate from the mean conditions according to the dust contents of the atmosphere.**

(A Handbook of Astronomy By Gunter Dietmar Roth P.160 (1975) Springer-Verlag New York Inc).

ترجمہ: عرض بلد 49+ درجے پر "سفید راتوں" کا علاقہ شروع ہوتا ہے جن میں گرمیوں کے رأس السرطان پر آسٹرونومیکل ٹیولائٹ ساری رات باقی رہتی ہے چونکہ سورج کبھی بھی 18- درجے سے نیچے نہیں جاتا مشاہدہ کار شمال کے مزید قریب ہو تو یہ دورانیہ مزید بڑھ جاتا ہے (سفید راتوں کے دورانئے کی تفصیل کچھ یوں ہے)

11 جون سے 3 جولائی تک 49+ درجے عرض بلد پر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ شفقِ ابیض کا غروب 15 درجہ زیرِ افق پر اور شفقِ احمر کا غروب 12 درجہ زیرِ افق پر قرار دیتے ہیں (ملاحظہ ہو: احسن الفتاویٰ، ج۲،ص۱۱۴، کتاب الصلاۃ، بعنوان ''طویل النہار مقامات پر اوقاتِ نماز وروزہ''، مطبوعہ: ایچ ایم سعید، کراچی، طبع پنجم ۱۴۱۴ ہجری)

جس کا اصولی طور پر ساڑھے اڑتالیس درجہ سے اوپر کے عرض البلد پر صادق آنا مشکل ہے، جبکہ اس اصول کی اہلِ فن نے تصریح کی ہے۔

بعض اہلِ علم واہلِ فن حضرات نے شفقِ ابیض کے مقابلہ میں شفقِ احمر کے غروب کی تعیین وتشخیص نہ ہونے کی وجہ سے امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہائے کرام رحمہم اللہ کے مابین مغرب اور عشاء کے وقت کے سلسلہ میں شفقِ احمر وابیض کے غروب کو لفظی اختلاف پر محمول کیا ہے۔[1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

21 مئی سے 23 جولائی تک 52+ درجے عرض بلد پر

9 مئی سے 5 اگست تک 55+ درجے عرض بلد پر

29 اپریل سے 15 اگست تک 58+ درجے عرض بلد پر

گرمیوں کی سفید راتوں کے عرض بلد حصوں میں منتقلی اتنی واضح ہوتی ہے کہ 48+ درجے (میونخ اور ویانا) پر عملی طور پر نصف رات کی روشنی دیکھی ہی نہیں جاسکتی (لیکن صرف) کچھ سالوں یا راتوں میں یہ حالت فضا میں موجود گرد کے اعتبار سے اپنی اصلی کیفیت سے ہٹ سکتی ہے (ترجمہ ختم)

مندرجہ بالا عبارت میں 49 درجے میں غالباً کسر کو حذف کیا گیا ہے، ورنہ ساڑھے 48 درجے عرض البلد پر سفید راتوں کے علاقے کا آغاز ہوجاتا ہے۔

[1] خلاصة ما نريد قوله أن نفس موعد الصلاة سماه فريق بالشفق الأبيض وسماه فريق آخر بالشفق الأحمر، مع ملاحظة اقرار كل من الفريقين بصحة هذا الموعد بتماشيه مع تعريفه!

ان المتأمل فى أول وقت صلاة العشاء فى الدول الاسلامية فى عصرنا الحاضر يجد أن جميع الدول تحسب أول وقت العشاء فى نفس الموعد مع وجود اختلاف يسير، فالبعض يعتمد الزاوية 18و آخر يعتمد الزاوية 17و آخر يعتمد الزاوية 17.5و آخر يعتمد زمن ثابت مقداره 90دقيقة وهو كما ذكرنا يماثل الزاوية 18أو 19بحسب الفصل، وجميع هذه القيم فى الحقيقة هى لظاهرة واحدة وهى اختفاء الضوء الأبيض من الشفق الفلكى، ولا توجد أى دولة على الاطلاق مهما كان مذهبها تحسب موعد صلاة العشاء اعتمادا على اختفاء اللون الأحمر من الشفق الفلكى. فلو كان المعتمد فى زمن من الأزمان هو اختفاء اللون الأحمر من الشفق، فهل يعقل أنه لا توجد ولا دولة واحدة على الأقل حافظت على هذا الموعد لأول وقت صلاة العشاء، ان هذا يدفعنا بشدة أن نميل الى أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رابطہ عالمِ اسلامی کی ''مجمع الفقہ الاسلامی'' (جدہ فقہ اکیڈمی) نے اپنی ایک قرارداد میں اونچے درجہ عرض البلد کے مناطق کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، جن میں سے ایک حصہ 45 درجہ اور 48 درجہ شمالی وجنوبی کے مابین علاقہ کو شمار کیا ہے، جس میں 24 گھنٹوں کے اندر پانچوں نمازوں کے ظاہری اوقات کا امتیاز ہوتا ہے۔

اور دوسرا حصہ 48 درجہ اور 66 درجہ شمالی وجنوبی کے مابین علاقہ کو شمار کیا ہے، جس کے مختلف دنوں میں 24 گھنٹوں کے اندر بعض نمازوں کے ظاہری اوقات کا امتیاز نہیں ہوتا، مثلاً وہ شفق غائب نہیں ہوتی، جس پر عشاء کی ابتداء اور مغرب کی انتہاء ہوتی ہے، اور اس کے بعد فجر کا وقت داخل ہوجاتا ہے۔

اور تیسرا حصہ 66 درجہ شمالی وجنوبی سے قطبین تک کے مابین علاقہ کو شمار کیا ہے، جس میں سال کے طویل دورانیے اور زمانے تک دن یا رات کے اوقات معدوم ہوتے ہیں، عرصہ دراز تک دن ہی دن رہتا ہے، رات نہیں آتی، پھر عرصہ دراز تک رات ہی رات رہتی ہے، اس دوران دن نہیں آتا۔ [1]

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جميع الفقهاء قد اقروا موعد صلاة العشاء فى نفس الموعد وهو اختفاء اللون الأبيض من الشفق الفلكى وهو نفسه عتمة الليل أو سواد الليل، وانما وقع الاختلاف فى تسمية هذه اللحظة، ومنهم من سماه بالشفق الأحمر لوجود العشاء الكاذب الأبيض بعده، وآخرين أسموه بالشفق الأبيض حتى لايفهم من كلاهم أن المقصود هو اللون الأحمر، والله تعالى أعلم. وسيتضح ذلك أكثر من خلال القسم التالى(اشكاليات فلكية وفقهية حول تحديد مواقيت الصلاة للشيخ محمد شوكت عودة، صفحة ١٠٠، ١٠١، المبحث الثانى: صلاة العشاء)

[1] تقسم المناطق ذات الدرجات العالية إلى ثلاثة أقسام:

المنطقة الأولى: وهى التى تقع ما بين خطى العرض (45) درجة و(48) درجة شمالاً وجنوباً، وتتميز فيه العلامات الظاهرة للأوقات فى أربع وعشرين ساعة طالت الأوقات أو قصرت.

المنطقة الثانية: وتقع ما بين خطى عرض(48)درجة و(66) درجة شمالاً وجنوباً، وتنعدم فيها بعض العلامات الفلكية للأوقات فى عدد من أيام السنة، كأن لا يغيب الشفق الذى به يبتدء العشاء وتمتد نهاية وقت المغرب حتى يتداخل مع الفجر.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ فن نے 48 سے 66 درجہ عرض البلد کے علاقوں کو ایک قسم کے منطقہ میں شمار کیا ہے۔

لہٰذا 48 درجہ سے اوپر اور 66 درجہ سے نیچے تک کے عرض البلد کے علاقوں پر اس حیثیت سے ایک ہی قسم کے عرض البلد کا حکم رکھنے والے منطقہ کا اطلاق درست ہے، اور ''بلغار'' کے بارے میں متعدد حضرات کی تصریحات میں اس قاعدہ کی رُو سے کوئی تعارض نہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلۂ العالی لکھتے ہیں کہ:

''اوسلو'' کا معاملہ یہ ہے کہ گرمیوں کے پورے موسم میں یہاں شفق ساری رات غائب نہیں ہوتی۔

بلکہ تقریباً تمام رات اس قسم کا جھٹپٹا رہتا ہے، جیسا ہمارے ملکوں میں مغرب کے آدھے پون گھنٹے بعد یا صبح صادق کے آدھے گھنٹے بعد ہوا کرتا ہے، رات کے جس حصے میں دیکھئے، آسمان پر سفیدی نمایاں نظر آتی رہتی ہے، اور اُفق پر سرخی بھی اکثر غائب نہیں ہوتی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سورج رات میں کسی بھی وقت افق سے 18 درجے نیچے نہیں جاتا، بلکہ شمال مغرب میں غروب ہوکر شمال مشرق سے طلوع ہوجاتا ہے۔

شرعاً عشاء کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے، جب شفق کی سفیدی، یا کم از کم سرخی افق سے غائب ہوجائے، چونکہ اوسلو میں ساری گرمیوں میں شفق غائب نہیں ہوتی، اس لیے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں عشاء کا معروف وقت آتا ہی نہیں۔

ناروے، سویڈن اور فن لینڈ میں تو یہ صورت گرمی کے پورے موسم میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المنطقة الثالثة: وتقع فوق خط عرض(66) درجة شمالاً وجنوباً إلى القطبين، وتنعدم فيها العلامات الظاهرة للأوقات فی فترة طويلة من السنة نهاراً أو ليلاً (قرار رابطة العالم الإسلامی، المنعقدة بمبنی فی مكة المكرمة فی الفترة من يوم السبت 12رجب 1406هـ إلى يوم السبت 19رجب 1406هـ ،موضوع "أوقات الصلاة والصيام لسكان المناطق ذات الدرجات العالية .")

(7/اپریل سے 3/ستمبر تک) برقرار رہتی ہے، لیکن یورپ کے بعض دوسرے ملکوں میں بھی گرمی کے موسم کا کچھ زمانہ ایسا آتا ہے، جب رات کو شفق غائب نہیں ہوتی، اور عشاء کا معروف وقت نہیں آتا۔

چنانچہ لندن میں 25/مئی سے 17/جولائی تک، ایڈنبرا اور گلاسکو میں 5/مئی سے 7/اگست تک اور پیرس میں 11/جون سے یکم جولائی تک شفق غائب نہیں ہوتی۔

سوال یہ ہے کہ ان مقامات میں عشاء اور فجر کی نمازیں کس وقت پڑھی جائیں؟ عشاء کا معروف وقت تو اس لیے نہیں آتا کہ شفق ساری رات رہتی ہے، اور فجر کا مسئلہ بھی اس لیے قابلِ غور ہے کہ فجر کا وقت صبح صادق طلوع ہونے سے ہوتا ہے، اور معروف معنیٰ میں صبح صادق کا طلوع اس وقت کہا جائے گا، جب اس سے پہلے مکمل تاریکی ہو، لیکن یہاں مکمل تاریکی تو ساری رات نہیں ہوتی، اس لیے صبح صادق کے بارے میں بھی یہ طے کرنا مشکل ہے کہ وہ کب سے شروع ہوئی؟

ایک زمانہ تھا، جب ان علاقوں میں مسلمان آباد نہیں تھے، اس لیے اس مسئلے کی کوئی عملی اہمیت نہ تھی، لیکن جوں جوں مسلمانوں کی آبادی شمال میں 48 عرض البلد سے آگے بڑھتی گئی، یہ سوال فقہائے امت کے سامنے آیا اور اس پر علمائے امت نے مفصل بحث کی۔

میری معلومات کی حد تک یہ مسئلہ سب سے پہلے عباسی خلافت کے دور میں شمال کے ایک شہر بلغار کے سلسلے میں پیش آیا، یہ شہر 55 درجہ عرض البلد اور 66 درجہ طول البلد پر واقع ہے (دنیا میرے آگے، ص۳۲۰، ۳۲۱، عنوان ''آدھی رات کا سورج'' مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی، طبع جدید: جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ، اپریل 2015ء)

''اوسلو'' کا عرض البلد 59.95 ہے، اور لندن کا عرض البلد 51.30 اور طول البلد

0.08 ہے، جبکہ ایڈنبرا کا عرض البلد 55.57 اور طول البلد 3.11، اور گلاسکو کا عرض البلد 55.51 اور طول البلد 4.16، اور پیرس کا عرض البلد 48.51 اور طول البلد 2.21 ہے۔
اور ان علاقوں میں حضرت مفتی صاحب موصوف، مخصوص زمانہ کے اندر رات کو شفق موجود رہنا اور اس کی وجہ سورج کا 18 درجہ سے نیچے نہ جانا بیان کر رہے ہیں، اور ''بلغار'' کے بارے میں بھی مذکورہ عرض البلد ہونے اور اس کی یہی وجہ ہونے کی تصریح پہلے گزر چکی ہے۔
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی نے اپنی تالیف ''تکملة فتح الملهم'' میں ان علاقوں کی مزید توضیح کی ہے، جن میں سورج 18 درجے سے زیادہ نیچے نہیں جاتا، اور اس کے نتیجہ میں وہاں شفق غائب نہیں ہوتی۔
چنانچہ لکھتے ہیں:

**المناطق التی یفقد فیها علامات بعض الاوقات:**

**اما القسم الاول، فان البلاد التی تقع فیه تکمل فیها دورة اللیل والنهار فی اربع وعشرین ساعة، ولکن لاتوجد فیها فی بعض الفصول علامة وقت العشاء، وهی المناطق التی تقع علی عرض 48.5 فی الشمال او علی عرض اکثر منها، فمثلاً لا یغیب الشفق فی مدینة باریس (وهی علی عرض 49) مابین 11/ یونیو الیٰ اول شهر یولیو کل سنة، وان اقصر لیل فی هذه المنطقة انما تستغرق سبع ساعات وسبعا واربعین دقیقة. وذلک لتاریخ 21یونیو. وان الشفق فی هذه المدة لا یزال موجودا علی الافق طول اللیل حتی تطلع الشمس، وکلما ازداد عرض البلد فی الشمال صارت مدة فقدان علامة العشاء اکثر، فمثلاً لا یغیب الشفق فی مدینة لندن، (وهی علی عرض واحد وخمسین فی الشمال) فیما بین 25 مایو**

الیٰ 17یولیو (یعنی: مدة شهر وثلاثة وعشرين يوما) وفی مدينة ايدنبرغ وگلاسگو (الواقعتين على عرض 56فی الشمال) فيما بين 5مايو و 7 اغسطس (مدة ثلاثة اشهر وثلاثة ايام) وهكذا تزداد مدة فقدان علامة العشاء فی فصل الصيف بزيادة عرض البلد فی الشمال ، حتى ان على عرض خمسة وستين ، الذى تقع فيها بلاد ناروے وسويدن وفن لينڈ، لا يغيب الشفق فيما بين 7 ابريل و 3سبتمبر، وان اقصر ليل فی هذه المناطق انما يدوم مدة ساعة واحدة وسبع وخمسين دقيقة فقط، وذلک للواحد والعشرين من شهر مايو.

وبما ان وقت العشاء انما يدخل بعلامته المعروفة ، وهی غيبوبة الشفق، والشفق لايغيب فی هذه المناطق فی التواريخ المذكورة ، فانها لايوجد فيها وقت العشاء المعروف . فما هو حكم صلاة العشاء فی هذه المناطق؟

وقد تحدث الفقهاء عن هذه المسألة ، فانه قد عرض عليهم مسألة الصلوات فی مدينة بلغار، وكانت مدينة تقع على عرض خمس وخمسين فی الشمال،كما ذكره المرجانی فی كتابه (ناظورة الحق) (ق 84) او على عرض خمسين، كما ذكره القلقشندی فی صبح الاعشی(۴: ۴۶۲) وذكر القلقشندی ان طولها ثمانون درجة.

واختلف الفقهاء فی حكم صلاة العشاء فی بلغار ونحوها من المناطق التی لايغيب فيها الشفق (تكملة فتح الملهم، المجلد السادس،

ص ۳۷۴، ۳۷۵، كتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذكر الدجال وصفته وما معه،حكم الصلوات فى بلاد غير معتدلة الليل والنهار،مطبوعة: مكتبة دارالعلوم كراتشي، الطبع الجديد: رجب1416هـ)

معلوم ہوا کہ ساڑھے اڑتالیس درجہ اور اس سے اوپر 66 درجہ تک کے عرض البلد والے علاقوں کے بعض موسموں میں شفق غائب نہ ہونے کی وجہ سے عشاء کا وقت ہاتھ نہیں آتا، اس میں جہاں کئی دوسرے علاقے شامل ہیں، ان میں ''بلغار'' بھی داخل ہے، اور مخصوص راتوں میں شفق غائب نہ ہونے کے سلسلہ میں بعض حضرات نے مجازاً وسیع رقبہ کو شامل کیا ہے، جس میں ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد سے لے کر 66 درجہ عرض البلد تک کے علاقے شامل ہیں۔

اور اس کا اصولی انطباق 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق غروبِ شفق وطلوعِ فجر کے قول پر ہوتا ہے، نہ کہ 15 درجہ زیرِ افق پر۔

## جمہور اکابر اور علماء بھی اسی کے قائل ہیں

معترض صاحب نے اپنے مضمون میں علامہ یوسف قرضاوی، ڈاکٹر کمال الدین، مجموع الفتاویٰ الشرعیہ، اور رابطہ عالمِ اسلامی کی قرارداد وغیرہ میں کہا ہے کہ:

''ان سب حوالوں کے بارے میں عرض یہ ہے کہ یہ فیصلے بذاتِ خود محتاج دلیل ہیں''

اتنے اہم حوالوں کی اگرچہ معترض صاحب کے نزدیک کوئی حیثیت نہ ہو، لیکن فی نفسہ یہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

پھر اس کے بعد معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جنہوں نے سارا خزانہ علم فلکیات ہی اہل مغرب سے حاصل کیا ہوا ہے، کے اوپر کسی فیصلے کا قطعاً اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ اگر مذکورہ بالا حوالجات کی پشت پر ماہرینِ فن کے محض اقوال کے علاوہ کچھ تحقیق وتنقید کا سہارا موجود ہے تو سامنے لایا جائے ورنہ محض یہ حوالے مصنف کے حق میں چنداں مفید نہیں''

معترض صاحب کو اپنے سوا جمہور متقدمین ومتاخرین اہلِ علم، اور علامہ شامی سمیت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سے لے کر اب تک ہندوستان، پاکستان بلکہ پوری مسلم دنیا کے تمام جمہور اہلِ حق علماء اور ان کے دینی مراکز ومدارس کا فیصلہ، العیاذ باللہ اہلِ مغرب سے حاصل کیا ہوا نظر آ رہا ہے۔

ان حوالہ جات کو اگرچہ معترض صاحب اپنے حق میں چنداں مفید نہ سمجھتے ہوں، لیکن وہ فی نفسہٖ انتہائی اہم ہیں، البتہ چنداں مفید نہ ہونے کی نسبت معترض صاحب اپنی طرف کریں، تو یہ ان کا اپنا معاملہ ہے۔

## 18 ڈگری پر صبح صادق کا قول ابتداءً مسلمان فلکیین کا ہے

معترض صاحب نے اپنے مضمون میں ''غرر کہاں واقع ہو گیا؟'' کا عنوان قائم کیا ہے، اور اس کے بعد ''قصور کس کا ہے؟'' کا عنوان قائم کیا ہے، اور طول لاطائل بحث کی ہے، اور اسی بات کو دہرایا ہے کہ 18 ڈگری پر صبح صادق ہونے کا قول انگریزوں کی تحقیق پر مبنی ہے، یہ مسلمانوں کی تحقیق نہیں ہے۔

مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ بنیادی طور پر سائنس اور خاص کر فلکیات کی اولین تحقیقات مسلمان سائنسدانوں کی ہیں، اور انہی سے موجودہ سائنس دانوں نے اخذ کی ہیں، اگر مسلمان سائنسدانوں کی اولین تحقیقات نہ ہوتیں تو آج شاید مغربی سائنسدان اس کو آگے نہ پہنچا سکتے۔ [1]

---

[1] چنانچہ محمد بن عبدالوہاب بن عبدالرزاق اندلسی مراکشی اسی شبہ کا جواب لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان علمائنا المتقدمين هم المؤسسون لهذا العلم وعنهم اخذوا الاوربيون وغيرهم وبمعلوماتهم وتحقيقاتهم وارصادهم بلغ المتأخرون منهم مابلغوا ، فكان من حق هذا الشيخ ان يستدل بكلام علمائنا اولاً ثم يؤكده بكلام المرصدين ثانياً ، لانه علم واحد لافرق فيه بين ذا وذاک ،على ان كلامه فيه اشعار بان علمائنا كانهم لم يحققوا شيئا ولا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر معترض صاحب لکھتے ہے:

”اب اگر کوئی سائنسدان رات کے اختتام پر ظاہر ہونے والی روشنی کو پہلی روشنی (First Light of the day) کہتا ہے تو کہتا رہے، ہمیں اس کے ساتھ اختلاف کا کوئی حق نہیں“

حالانکہ اولاً تو کوئی بھی سائنسدان رات کے اختتام پر ظاہر ہونے والی روشنی کو پہلی روشنی نہیں کہتا، بلکہ وہ 18 ڈگری پر ظاہر ہونے والی روشنی کو دن کی ابتدائی روشنی کہتا ہے، مگر معترض صاحب نے دن کے لفظ کو ذکر ہی نہیں کیا، باوجودیکہ آگے انگریزی کے الفاظ میں بھی دن کا صاف لفظ موجود ہے۔

پھر ایک طرف تو معترض صاحب کہتے ہیں کہ ہمیں اس کے ساتھ اختلاف کا کوئی حق نہیں، اور دوسری طرف بھرپور طریقہ سے اختلاف بھی رکھتے ہیں۔

معترض صاحب کے برعکس ہم بلا جھجک کہتے ہیں کہ شریعت نے دن کی ابتداء جس کو قرار دیا، وہی طلوعِ صبح صادق ہے، اور جمہور متقدمین ومتاخرین ماہرینِ فن وثقہ اہلِ علم مسلمانوں کی راجح تحقیق اس سلسلہ میں یہ ہے کہ دن کی ابتدائی روشنی یعنی صبح صادق 18 ڈگری پر ظاہر ہوتی ہے، جس کا باوجود تمام تر جدید آلات کے آج کی سائنس بھی انکار نہیں کرسکی، بلکہ جدید ھیئت نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔

اس کے بعد معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اسسوا مایذکر وھذا فیه ھضم لمجھودات اولئک العظماء الذین خدموا جمیع العلوم وضحوا بحیاتھم فی سبیل العلم والمعرفة ، ولکن العذر واضح لاننا فرطنا فی ما خلفه لنا اسلافنا العظام حتی صرنا عالة علی الاوربیین وصرنا لانری ولانعتبر الا ماقاله الاوربیون مع ان الاوربیین انما بلغوا ما بلغوا بما خلفه علمائنا المخلصون من الکتب القیمة ومن الاختراعات البدیعة التی احتفظ بھا الاوربیون ونحن قد ضیعناھا (ایضاح القول الحق فی مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوھاب بن عبدالرزاق الاندلسی اصلا الفاسی المراکشی ص١٦)

> ”ہم انگریزوں کے False Dawn اور True Dawn اور First Light of the day کے الفاظ سے اتنے متاثر ہوگئے کہ اس کے جواز کے لئے کیا کچھ نہیں کر بیٹھے؟ یہی وہ خطرے کا مرحلہ تھا جسے فراست نبوی نے محسوس فرمایا تھا۔ وہ یہی خطرہ تھا جس سے خوف دلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دھوکہ کھانے سے خبردار فرمایا“

مگر معترض صاحب یہ نہیں جانتے کہ اس سلسلہ میں مسلمان انگریزوں سے متاثر نہیں ہوئے، بلکہ انگریز مسلمانوں سے متاثر ہوئے، کہ انہوں نے بروجی روشنی کو جو False Dawn یا False Morning کا نام دیا ہے، وہ اہلِ اسلام ہی سے اخذ کیا ہے۔

انہوں نے اسلام کی طرف سے پیش کردہ جس قسم کی روشنی پر صبح کاذب کی تعریف صادق آتی ہوئی دیکھی، اس کو انہوں نے یہ نام دیا، اور اس کا انہوں نے خود اعتراف بھی کیا، اور جس روشنی پر اسلامی حوالہ سے صبح صادق وابتدائے نہار کی حقیقت صادق آتی ہوئی دیکھی، اس کو انہوں نے دن کی ابتدائی روشنی قرار دیا۔

رہا اس خطرے کا معاملہ جسے فراستِ نبوی نے محسوس فرمایا تھا، تو وہ خطرہ مستطیل روشنی پر منطبق ہوتا ہے، جس کے دھوکہ سے بچنے کے لیے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صفت مستطیل ہونا بیان فرمادی، اور یہ صفت اس کے لیے لاینفک ہے، اور یہی بروجی روشنی ہے، معترض ومنتشر روشنی پر وہ خطرہ منطبق نہیں ہوتا جو کہ 18 ڈگری پر ظاہر ہونے والی روشنی ہے۔ فافترقا۔

معترض صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں:

> ”صبح کاذب کے تذکرے کی بہت بڑی حیثیت ہے اس اعتبار سے، کہ اگر اس سے نہ بچا گیا تو پوری امت کی اربوں کھربوں نماز وعبادات پر پانی پھر جائے گا، کیا یہ معمولی نقصان نظر آرہا ہے؟ اگر یہ واقعی مسلمانوں کا بہت بڑا خسارا ہے، تو صبح کاذب کو سمجھنے کے لئے اتنا ہی زیادہ فکر کرنے کی ضرورت ہے جتنا یہ خسارا نظر آرہا ہے۔ تبھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی کثرت سے اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور یہ دھوکہ تب ممکن ہے کہ اس کا وجود وظہور صادق کے ساتھ پہلو میں ہو کر دونوں کا مجموعہ ایک سمجھا جارہا ہو“

معترض صاحب صبح کاذب کے تذکرے کو تو بہت بڑی حیثیت قرار دیتے ہیں، مگر اس کے

نتیجہ میں صبح صادق کے تذکرے کی اہمیت کو نظر انداز کردیتے ہیں، اور وہ جس نقصان کا ذکر کررہے ہیں، اس سے بچنے کا طریقہ تو خود نبی علیہ السلام نے مختصر لفظوں میں فرمادیا کہ مستطیل روشنی سے صبح وفجر کا دھوکہ نہ کھاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی اس کا ذکر فرمایا، تو اس مستطیل روشنی سے صبح وفجر کا دھوکہ کھانے اور اس پر صبح وفجر کے احکام کا مدار رکھنے سے ہی منع فرمایا۔

لیکن معترض صاحب مستطیل کی قید کو نظر انداز کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں تو معترض ومنتشر روشنی کا، کاذب ہونا لازم آسکتا ہے، اور اگر صادق کو کاذب سمجھا گیا، تو اس کا نقصان کتنا بڑا ہوگا؟ کہ روزے تک ضائع ہوجائیں گے۔

رہا کاذب کے وجود وظہور کے ''صادق کے ساتھ پہلو میں ہوکر'' دونوں کے مجموعے کو ایک سمجھا جانے کا معاملہ، اور وہ بھی معترض صاحب کے اپنے مخصوص موقف کے مطابق، تو حضرت شارع علیہ السلام نے ایسی کوئی تخصیص وتقیید نہیں فرمائی۔

اس کے بعد معترض صاحب نے ہماری طرف صبح صادق کی روشنی کے اندر سرخی کی آمیزش کے انکار کو منسوب کیا ہے، اور یہ ہم پہلے ذکر کرچکے کہ ہم نے ابتدائے صبح صادق کے لئے سرخ روشنی کی آمیزش کے لزوم اور اس پر طلوعِ صبح صادق کو موقوف رکھنے سے انکار کیا ہے۔

رہا سرخی کی آمیزش کے امکان کا معاملہ، تو ہمیں اس سے انکار نہیں۔

جبکہ معترض صاحب لزوم کے قائل ہیں، اور ان کے پاس لزوم کی کوئی دلیل نہیں، اور جتنے استدلالات اب تک پیش کیے گئے ہیں، ان کی حیثیت بیتِ عنکبوت سے زیادہ نہیں۔

## جدید ماہرین نے 18 ڈگری پر صادق کا ہونا بیان کیا ہے، نہ کہ کاذب کا

معترض صاحب نے اپنی تحریر میں جدید ماہرین فن کے حوالے سے ایک عقدہ حل ہونے پر

الحمدللہ پڑھا ہے،اور فرمایا ہے کہ:

''اہلِ مغرب یا جدید ماہرین نے جہاں 18 درجے پر صبح یا فجر کی تصریح کی ہے اس سے بھی صبح کاذب ہی مراد ہے۔جس سے ہمارے اولین مسلمان مرتبین نے دھوکہ کھا کر اپنے نقشوں میں صبح صادق تحریر کر ڈالا اور اب تک چلا آ رہا ہے۔کاش یہ سلسلہ چلتے وقت اس حدیث ''لا یغرنکم البیاض المستطیل ... الخ'' کی حقیقت ذہن نشین ہوتی''

**مگر افسوس کہ جدید ماہرین تو بروجی روشنی کو صبح کاذب (False Dawn یا False Morning) کہہ رہے ہیں،اور 18 ڈگری پر ظاہر ہونے والی روشنی کو First Light of the day کہہ رہے ہیں،اور معترض صاحب اس کے برعکس ان کی 18 درجے پر صبح یا فجر اور دن کی ابتدائی روشنی کی تصریح کو صبح کاذب قرار دے رہے ہیں،اسی کو ''تاویل القول بما لایرضی به القائل'' کہا جاتا ہے۔[1]**

**پھر اولین مسلمانوں کو جدید ماہرین سے دھوکہ کھانے والا قرار دینا اور اولین مسلمانوں کی اتباع میں اب تک مسلمانوں کو دھوکے میں مبتلا قرار دینا،بالفاظِ دیگر سلفِ صالحین و جماہیرِ**

---

[1] جس شبہ کا معترض صاحب یہاں ذکر کر رہے ہیں،اسی کے متعلق حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اب سے چند سال پہلے اپنے احباب میں سے بعض اہلِ علم نے کچھ نئی تحقیق کر کے یہ قرار دیا کہ اس جنتری میں جو وقت صبح صادق کا دیا گیا ہے،درحقیقت وہ صبح کاذب کا ہے،اور اس پر جدید وقدیم کے کچھ اہلِ فن کے اقوال بھی پیش کیے۔چونکہ یہ احتمال غالب تھا کہ نئے اہلِ فن نے صبح کاذب اور صادق میں فرق نہ کر کے کاذب ہی کو صبح کہہ دیا ہو،اس لیے مجھے بھی صبح صادق کے معاملہ میں تردُّد ہو گیا،اسی بناء پر ہر رمضان میں نقشۂ اوقات کے ساتھ یہ نوٹ شائع کرنا شروع کیا کہ سحری کا کھانا تو قدیم جنتری کے وقت پر ختم کر دیا جائے،مگر صبح کی نماز اس کے بعد پندرہ بیس منٹ انتظار کے بعد پڑھی جائے۔سالِ رواں میں بعض اہلِ فن حضرات کے ساتھ بحث وتمحیص اور جدید فلکیات کی بعض کتابوں کی مراجعت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ جدید ماہرینِ فلکیات نے خود صبح کاذب کو الگ کر کے بیان کیا ہے،اور وہ درحقیقت رات کا حصہ ہے،اس کے بعد جو صبح صادق ہوتی ہے،اسی کو انہوں نے صبح کہا ہے،اس نئی تحقیق اور بحث سے میرا تردُّد رفع ہو گیا۔ اور میں قدیم جنتری کے اوقات کو حسابی اعتبار سے صحیح سمجھتا ہوں۔

(نوادرُ الفقہ،جلد ۲،صفحہ ۹۷،کذا فی احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۹۱)

مسلمین کا تخطئہ کرنا، یہ کس قدر جرأت ہے، کیونکہ اولین مسلمانوں کے سامنے تو جدید ماہرین کی تحقیق ہی نہیں تھی، بلکہ اس کے برعکس جدید ماہرین کے سامنے اولین مسلمانوں کی تحقیق تھی۔ [1]

پھر اوپر سے معترض صاحب کا یہ کہنا کہ:

کاش یہ سلسلہ چلتے وقت اس حدیث ''لا یغرنکم البیاض المستطیل ... الخ'' کی حقیقت ذہن نشین ہوتی۔

یہ بھی نادانی کی بات ہے، اس لئے کہ ہمارے اکابر علماء اس حدیث سے واقف تھے، اور ہمارے دینی مدارس میں اس حدیث کا دن ورات درس ہوا کرتا تھا، جو بحمداللہ تعالیٰ تا حال جاری ہے، اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیامت جاری رہے گا، معترض صاحب کو بھی اس سے مستفید ہونا چاہئے۔

معترض صاحب نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر ''کشف الستور'' میں ہم سے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ ہم مطلق فجر سے صادق مراد لینا چھوڑ دیں۔

---

[1] چنانچہ احمد رامی محمودی، ریاض، سعودی عرب اپنے ایک مضمون ''الفجر الحقیقی والفجر الکاذب'' میں تحریر فرماتے ہیں:
ولقد تحدد موعد بدء الاضاءة عند الفجر عندما يصبح مركز قرص الشمس تحت الافق الشرقى بمقدار 18درجة قوسية .كما لوحظ ان اضاءة شفق الغروب تتلاشى عندما يصبح قرص الشمس تحت الافق الغربى بمقدار 18درجة قوسية ايضا .ولم تغير القياسات الحديثة العلمية والفلكية هذا المقدار حتى وقتنا الحاضر .وقد قامت اليابان باختراع جهاز حساس لقياس الضوء ، ومع استخدام الحسابات الفلكية لحركة الشمس الظاهرية فقد وجد ان اول ضوء يحدث حينما تكون الشمس الظاهرية اسفل الافق المرئى بمقدار 18درجة قوسية .ولقد اعتبر هذا المقدار علميا وشرعيا من قبل العلماء فى معظم البلدان الاسلامية ونظمت التقاويم على اساس ذلك .ولكن بعض الدول الاسلامية ما زالت تعتمد بدء الفجر فى اللحظة التى يشكل فيها مركز قرص الشمس مع اعلى الافق الشرقى زاوية 19درجة قوسية وبدء العشاء فى اللحظة التى يصبح فيها مركز قرص الشمس تحت الافق الغربى بمقدار 17درجة قوسية معتمدين فى ذلك على اقوال بعض المذاهب الاسلامية(الجزيرة ،الجمعة , 10شعبان 1422 ،Friday 26th October,2001،،الطبعةالاولى ،العدد 10620)

مگر ہمیں معترض صاحب کے مقابلہ میں قرآن وسنت ہزار درجہ بلکہ لاکھ درجہ زیادہ محبوب ہے، جس کو معترض کے کہنے پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔

بھلا قرآن وسنت میں بے شمار مقامات پر جس چیز کا ذکر آیا ہو، وہ معترض کے کہنے پر ایک مومن کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ [1]

فتاویٰ دارالعلوم زکریا میں ہے:

غیر مسلم نے صبح صادق اور شفق کے غروب کی بات بتلادی، جو براہِ راست دین کی بات نہیں، بلکہ آسمان کے افق کی تحقیق ہے، پھر اس پر نماز کا وقت ہونا یا نہ ہونا روزہ کی ابتداء کا ہونا نہ ہونا مرتب ہوگا۔

لہٰذا صبح صادق اور شفق کے بارے میں غیر مسلموں کی تحقیق معتبر ہے، نیز یہ تحقیق صرف غیر مسلموں کی نہیں، بلکہ مسلمان ماہرینِ فلکیات کی تحقیق بھی یہی ہے

(فتاویٰ دارالعلوم زکریا، جلد دوم، صفحہ ۵۸، کتاب الصلاۃ، اوقاتِ نماز کا بیان، ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی، تاریخِ اشاعت: نومبر 2008ء)

اور غیروں نے ہماری علمی روایات کو ہی آگے بڑھایا ہے، کس قدر عبرت کی جا ہے کہ غیر تو اساطینِ اسلام کی علمی روایت کے لائق وارث بن کر دنیا میں نام کمائیں، اور ہم اپنی علمی روایت کو ڈائنامیٹ (Dynamite) کرنے پر تلے ہوئے ہوں۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ

---

[1] اس طرح کی نصوص پیچھے ''صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب کتنے درجہ زیرِ افق ہے؟'' کے ذیل میں محقق طوسی کی بحث کے ضمن میں حواشی میں نقل کی جاچکی ہیں۔

# صبح صادق سے متعلق چند اکابر کے اختلاف کی حقیقت اور جمہور کا عمل؟

معترض صاحب نے اپنی تحریر میں درج بالا عنوان قائم کیا ہے، اور اس کے بعد معترض صاحب ہماری طرف نسبت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کے بعد اکابر کی وہی عبارات نقل فرمائی ہیں جو کہ احسن الفتاویٰ میں تحریر ہیں۔ واقعی ان تحریرات میں رجوع کا اقرار اور پرانے نقشوں کی تصدیق موجود ہے۔ محترم مصنف مفتی محمد شفیع کی عبارت کے بعد فائدہ کے تحت لکھتے ہیں کہ اکابر حضرات جب پاکستان میں آ گئے تو پرانے نقشوں کے طلوع وغروب جانچنے کے بعد باقی اوقات پر بھی اعتماد کر چکے''۔

حالانکہ اولاً تو ہم نے صرف وہی عبارات نقل نہیں کیں، جو احسن الفتاویٰ میں تحریر ہیں، بلکہ ہم نے اس کے علاوہ نوادر الفقہ اور فتاویٰ عثمانی وغیرہ کی عبارات بھی ذکر کی ہیں۔

دوسرے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی عبارت کے فائدے کے تحت ہماری طرف مذکورہ الفاظ کی نسبت بھی خلافِ واقعہ ہے۔

تیسرے ہماری عبارت میں خود اس کی صراحت ہے کہ ہم نے اس رجوع کی حقیقت پر خود ان حضراتِ اکابر کی تحریرات سے ہی روشنی ڈالی ہے، مزید براں ہمارے اس مضمون کو حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے بھی ملاحظہ فرمایا ہے، جو اس مشاہدہ کار جماعتِ اکابر کے ایک رکنِ رکین ہیں۔

لہٰذا خود ان حضراتِ اکابر کی تحریرات کو نظر انداز کر کے ان کے مقابلہ میں معترض صاحب کا موقف ''تاویل القول بمالا یرضیٰ به القائل'' کے قبیل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

## 18 ڈگری پر اکثریت کا تعامل تحقیق پر مبنی ہے نہ کہ تخمین پر

اس کے بعد اپنے مضمون میں معترض صاحب نے ''پرانے نقشوں پر اکثریت کا تعامل؟'' عنوان قائم کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ 18 ڈگری کے مطابق پرانے نقشوں پر اکثریت کا تعامل کسی محقق عالم کی تحقیق پر مبنی نہیں ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

''اب بظاہر تو یہ تعداد علماء کی نظر آ رہی ہے، مگر حقیقت میں اسکو علمی اور تحقیقی قوت ایک مستند عالم کی بھی حاصل نہیں ہوتی۔ دوسری طرف اس کے برعکس ایک عالم ربانی (جیسا کہ نئے نقشے کے اثبات میں فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لودھیانوی کی تحقیق ہے) نے نہایت قوی اور ٹھوس شہادتوں سے مبرہن کر کے ایک تحقیق پیش کی ہو اور علی الاعلان اس کو چیلنج کے طور پر شائع کر چکے ہوں۔ اور یہ شخصیت بھی اصلاح باطن، علمیت اور مسائل فقہیہ میں ملک کے گوشے گوشے میں اپنا لوہا منوا چکی ہو۔ البتہ اکابر کی حیثیت رکھتے ہوئے اول الذکر بزرگ حضرات کے احترام کا درجہ مؤخر الذکر حضرت کی بنسبت زیادہ ہو''

پھر آگے معترض صاحب لکھتے ہیں:

''قارئین حضرات ''پہلی تحقیق'' کی حیثیت کو ملاحظہ فرمائیں اور اس کے مقابلے میں ''مؤخر الذکر تحقیق'' کا وزن کیجئے گا بظاہر تو پہلے والی شخصیت کے ماننے والوں کی تعداد بہت زیادہ جبکہ دوسری کی کم ہے۔ مگر علمی اور تحقیقی غور وفکر جتنا دوسرے والے کی موقف کو حاصل ہے، وہ پہلے والے سے کئی درجہ قوی ہے''

معترض صاحب کا جمہور اہلِ علم متقدمین ومتاخرین کی کثیر تعداد کے موقف کے بارے میں یہ کہنا کہ حقیقت میں اس کو علمی وتحقیقی قوت ایک مستند عالم کی بھی حاصل نہیں۔

یہ جمہور متقدمین ومتاخرین فقہاء واہلِ فن وعلم اکابر کی شان میں معترض صاحب کی طرف سے بڑی جرأت ہے، کہ وہ علمی وتحقیقی اور مستند علمی شخصیات (بشمول مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب اور حضرت مفتی ولی

حسن ٹونکی صاحب اور حضرت مولانا محمد موسیٰ خان روحانی بازی صاحب رحمہم اللہ اور مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، اور مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہما وغیرہ) کو علمی اور تحقیقی قوت میں ایک مستند عالم کا بھی مقام دینے کے لئے تیار نہیں۔

اولاً تو معترض صاحب کو یہ کس نے حق دیا کہ وہ اس طرح اکابر میں تقابل کے فیصلے کرنے کی جرأت کریں۔

دوسرے دیگر مذکورہ اکابر کا اصلاحِ باطن، علمیت اور مسائلِ فقہیہ میں جو مقام ہے، اس کو نظر انداز کر دینا بھی عدل پر مبنی نہیں۔

اور ہم نے بحمداللہ تعالیٰ اکابر کے احترام کو ملحوظ رکھ کر ان کے اپنے اپنے موقف کا ذکر کر دیا ہے۔

پھر حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کے جن دلائل کا معترض صاحب اس مقام پر تذکرہ فرما رہے ہیں، اور اس حوالے سے ''ہم چوں من دیگرے نیست'' کا دعویٰ فرما رہے ہیں، وہ معترض صاحب سے پہلے مذکورہ اکابر ملاحظہ فرما چکے ہیں، اور انہی کی بنیاد پر انہوں نے درمیان میں حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کے موقف کی طرف وقتی طور پر تا تحقیقِ مزید رجحان ظاہر فرمایا تھا، لیکن جب ان حضرات کا دوبارہ غور وفکر اور تحقیق کے بعد ان دلائل سے رجحان ختم ہو گیا، اور دیگر دلائل پر اطمینان ہو گیا، تو انہوں نے اس رجحان سے رجوع فرما لیا۔

پھر آگے چل کر معترض صاحب لکھتے ہیں:

''اگر پہلی والی تحقیق اکابر میں سے کسی بزرگ سے ثابت ہی نہ ہو، بلکہ ایک فن فلکیات کے جاننے والے کی مرتب شدہ ہو اور اس صاحب کے تمام حوالجات مسلم اور غیر مسلم ماہرین پر مشتمل ہو''

معترض صاحب کی ایک فنِ فلکیات کے جاننے والے صاحب سے مراد غالباً جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب ہیں، جن کا انہوں نے آگے مزید صراحت کے ساتھ بار بار ذکر کیا ہے۔

مگر معترض صاحب کا حال یہ ہے کہ وہ اس سے قبل تو ''پہلی تحقیق'' اور ''مؤخر الذکر

تحقیق“ کی خود ہی اکابر میں تقسیم فرما چکے ہیں، اور یہاں پہلی والی تحقیق کو اکابر میں سے کسی بزرگ سے ثابت نہ ہونے اور صرف ایک فنِ فلکیات کے جاننے والے کی طرف منسوب فرما رہے ہیں۔

اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ شیخین مذکورین رحمہما اللہ وغیرہما نے بعد میں قدیم نقشوں کے متعلق ”جو کہ 18 درجہ پر صبح صادق کے طلوع اور شفقِ ابیض کے غروب کے متعلق تھے“ صحیح اور برحق ہونے کا اعلان فرمایا تھا، وہ حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی صاحب رحمہ اللہ جیسی علمی وفنی شخصیات کے ساتھ اجتماعات کر کے اور خوب تحقیقات کر کے شرح صدر کے بعد فرمایا تھا۔ [1]

چنانچہ ملک کے معمر و بزرگ عالمِ دین حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب رحمہ اللہ (سابق مہتمم: جامعہ اشرفیہ، لاہور) اپنے مضمون محررہ مورخہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ میں فرماتے ہیں:

> قدیم وجدید علمِ ہیئت میں یعنی ہیئتِ بطلیموسیہ وہیئتِ کوبرنیکسیہ میں مولانا روحانی بازی صاحب کی مہارتِ تامہ مسلم ہے، اس دعوے کی دلیل: اولاً: موصوف کی فنِ ھٰذا میں کثرتِ تصانیف ہے، علمِ ہیئتِ جدیدہ وقدیمہ میں مولانا موصوف کی تالیفات تیس (۳۰) سے زائد ہیں، کسی ایک فن میں اتنی زیادہ تصانیف لکھنا نہایت مشکل کام ہے، اس قسم کا رتبہ کل تاریخِ اسلام میں معدودے چند علماء کو حاصل ہے۔ [2]

---

[1] حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب رحمہما اللہ نے خوب تحقیق کے بعد 18 ڈگری پر مشتمل قدیم نقشوں کی صحت کے متعلق ۱۳۹۳ھ کو تحریرات شائع فرمائیں، اور حضرت مولانا روحانی بازی صاحب رحمہ اللہ نے ۱۴۰۵ھ کی تصنیف فرمودہ اپنی اسی کتاب ”الھیئۃ الکبریٰ مع شرحھا سماء الفکریٰ“ میں 18 درجے کے قول کو زیادہ محقق قرار دیا ہے۔

[2] اور حضرت مولانا محمد موسیٰ خان روحانی بازی صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق بلکہ مستقل رسالہ 18 ڈگری کے مطابق صبح صادق ہونے پر ہے۔
ظاہر ہے کہ اتنی عظیم ماہرِ فن اور عالمِ دین ہستی کی طرف سے 18 ڈگری کے مطابق تحقیق انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

ثانیاً: اس کی دلیل یہ ہے کہ فنونِ ھیئت میں موصوف کی مہارت نہ صرف پاکستان میں مسلّم ہے، بلکہ بیرونِ پاکستان بھی مشہور و مسلّم ہے، پاکستان میں علمائے کرام یا دیگر دانشوروں کے مابین جب بھی علمِ ھیئت سے متعلق (مثلاً اوقاتِ صلاۃ، وقتِ فجرِ صادق، ابتداءِ فجر کاذب وصادق، انتہائے لیل وسحر، وقتِ ابتدائے صوم، مقدارِ وقتِ مغرب، یکم کے چاند کی ضروری وواجبی عمر کتنی ہے، یکم کو آفتاب سے کتنے درجے بُعد پر چاند نظر آنے کے قابل ہوتا ہے، تیسری رات کا چاند کتنی دیر تک اُفق سے بالا رہتا ہے؟ کیونکہ بعض احادیث میں اس کے غروب کے ساتھ عشاء کا وقت مربوط کیا گیا ہے، اختلافِ مطالع ومغارب کی بحث، دیارِ عرب کی عید یا قمری تاریخ پاک و ہند کی عید وقمری تاریخ سے دو دن یا ایک دن مقدم ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ) کسی مسئلہ کی بحث وتحقیق مشکل اور نزاعی صورت اختیار کر لیتی ہے، تو علماء ودانشور، عوام وخواص اس مسئلہ کے حل وتحقیق کے لئے مولانا روحانی بازی صاحب کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور پھر ان کی تحقیق اور احقاقِ حق پر اعتماد واطمینان کا اظہار کرتے ہیں۔

کئی سال قبل پاکستان بھر میں مقدارِ وقت فجر وابتدائے وقتِ فجرِ صادق ومنتہائے لیل کا مسئلہ نہایت پیچیدہ ہو کر موجبِ نزاع بلکہ باعثِ جدال بن گیا تھا، قدیم علماء سلف کبار کی تحقیقات اور نقشوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فجرِ صادق سے طلوعِ شمس تک وقفہ قدرے طویل ہے (یعنی سورج کے اٹھارہ درجہ زیرِ اُفق) مگر بعض معاصر علمائے کرام کی تحقیق وتفتیش یہ ہے کہ یہ وقت درحقیقت سلف کے نقشوں میں مندرج وقت سے کم ہے (یعنی سورج کے پندرہ درجہ زیرِ افق) اس اختلاف سے کئی اہم فقہی مسائل (مثلاً رمضان شریف میں سحری کا منتہیٰ وغیرہ) میں بھی شدید اختلاف پیدا ہوا۔

اسی طرح فجرِ صادق کی ابتداء میں بھی بڑا اختلاف رونما ہوا، اور یہ تحقیق مشکل ہوئی کہ فجرِ صادق کے وقت آفتاب کا اُفق سے انحطاط (افق سے نیچے ہونا) کتنے درجے ہوتا ہے اور صبح کاذب کے وقت انحطاطِ آفتاب از افق کتنے درجے ہوتا ہے، کئی سال تک یہ نزاع پاکستان کے مختلف شہروں میں جاری رہا، بعض معاصرین علماءِ کبار فجرِ صادق کے وقتِ افق سے آفتاب کے انحطاط کے کم درجے بتلاتے ہیں، بالفاظِ دیگران کا دعویٰ ہے کہ فجرِ صادق سے طلوعِ شمس تک وقت بنسبت اس وقت کے جو سلف کے نقشوں اور تحقیقات سے واضح ہوتا ہے، بہت کم ہے۔ یہ اختلاف علمِ ھیئت کے اصولوں پر متفرع ہے، طرفین سے متعدد ماہرین نے اپنی تحقیقات پیش کیں، لیکن عام علماءِ کبار کے نزدیک وہ موجبِ تسلی نہ تھیں۔ اور مولانا روحانی بازی صاحب اختلافی مسائل میں دخل بہت کم دیتے تھے، علماء کے احترام واکرام کی خاطر وہ ایسے مسائل میں کنارہ کشی پسند کرتے تھے۔ مذکورہ صدر نزاعی بحث کی وجہ سے پاکستان کے دیندار عوام بالعموم اور علمائے کرام بالخصوص نہایت پریشان تھے، کیونکہ مذکورہ صدر نزاعی بحث پر یہ اختلاف متفرع ومرتب ہے کہ رمضان شریف میں سحری کا وقت کتنے بجے تک ہے؟ نیز عشاء کی نماز کتنے بجے تک صحیح اور درست ہے؟ کتنے بجے صبح صادق نمودار ہو کر صبح کی نماز پڑھنا جائز ہوسکتا ہے؟ آخر کار پاکستان کے علماءِ کبار میں سے شیخین کبیرین محتمین مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی شفیع (رحمہ اللہ) مہتمم دارالعلوم کراچی، اور مولانا سید محمد یوسف بنوری (رحمہ اللہ) مہتمم جامعہ نیوٹاؤن کراچی نے بے شمار علماء اور دانشوروں کی مسلسل درخواست پر مولانا روحانی بازی کو مراسلہ لکھ کر اور بھیج کر دونوں شیوخ نے مولانا موصوف سے اس مختلف فیہ مسئلہ و بحث میں احقاقِ حق واظہارِ صواب مطابقِ اصولِ ھیئت کی درخواست کی، اور تاکیدی

فرمائش کی۔

مولانا روحانی بازی صاحب نے شیخین مکرمین مذکورین کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس مسئلہ کی تشریح وحل میں نہایت مغلق مبنی بر اصولِ ھیئت رسالہ لکھا، اور اصولِ ھیئت کی روشنی میں رفتارِ آفتاب پر بحث کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ فجر کا وقت قدرے طویل ہے، جیسا کہ ہمارے مشائخ قدماء کے قدیم نقشوں میں درج ہے۔

اس سلسلے میں موصوف نے کراچی کا سفر کیا، اور وہاں شیخین مکرمین کی خدمت میں اپنا رسالہ پیش کیا، وہاں کئی دن تک علماء اور دانشوروں کے شیخین مذکورین سمیت اس سلسلے میں کئی اجتماعات ہوئے، اور رسالہ مذکورہ میں درج تحقیقات پر غور کیا گیا، شیخین مکرمین اور دیگر تمام علماءِ کبار نے رسالہ مذکورہ میں درج نتائج کو صحیح اور تسلی بخش قرار دیا، اور مولانا روحانی بازی صاحب کو دعائیں دیں۔ [1]

بعدہٗ شیخین مذکورین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فوراً اخباروں میں یہ اعلان شائع کرایا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فجرِ صادق کے بارے میں مولانا روحانی بازی صاحب کی تحقیق ہی صحیح اور برحق ہے، اور اس کے مطابق ہی عمل کرنا چاہیئے۔

شیخین محترمین کے اعلان کے بعد پاک وہند میں مذکورہ صدر اختلافی مسئلہ کے بارے میں نزاع وجدال والی حالت بالکل ختم ہوئی، اور آج تک ختم ہے، وللہ الحمد۔

اگر مولانا روحانی بازی مسئلہ مذکورہ کے سلسلے میں تحقیق نہ کرتے، اور اس کا حل تحریر نہ کرتے، تو اس مسئلہ کا نزاع پاک وہند میں اور دیگر نزدیک اور قریب کے ملکوں

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ اکابر حضرات نے قدیم نقشوں کو جو 18 ڈگری کے مطابق تھے، انتہائی غور وفکر اور متعدد اجتماعات منعقد کرنے اور حضرت مولانا روحانی بازی صاحب رحمہ اللہ جیسی ماہرِ فن شخصیت کی تفصیلی تحقیقات ملاحظہ کرنے کے بعد ہی درست قرار دیا تھا، اور یہ نقشے عملی وفعلی توارث وتواتر کے ساتھ علمی وتحقیقی پہلو سے بھی محقق ہیں۔

میں بڑھتے بڑھتے سنگین صورت پیدا کرسکتا تھا (پیشِ لفظ: الھیئۃ الکبریٰ مع شرحھا سماء الفکریٰ، الجزء الاول، ص۲۴ تا ص۲۶، ناشر: ادارہ تصنیف وادب، جامعہ اشرفیہ، لاہور، طبع ثانی: ۱۴۲۵ھ، مطابق 2004ء)

اورزبدۃ المحققین حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی صاحب رحمہ اللہ (جن کی بعض کتب اس وقت ہمارے ملک کے وفاق المدارس کے نصاب میں باقاعدہ شامل ہیں) خود تحریر فرماتے ہیں:

یومِ شرعی یعنی نہار شرعاً نام ہے فجرِ صادق سے لے کر غروبِ شمس تک کے زمانے کا، یعنی اس کی ابتداء فجرِ صادق سے ہوتی ہے، اور غروبِ شمس پر وہ ختم ہوجاتا ہے، نہار بایں معنیٰ پر متفرع ہے۔

روزہ، صوم یعنی روزے کا وقت ہے، فجرِ صادق سے غروبِ شمس تک، قرآن میں ہے "ثم اتموا الصیام الی اللیل"

فجرِ صادق شرقی اُفق کے کنارے کنارے عریض اور پھیلی ہوئی روشنی کا نام ہے۔

اس کی ابتداء میں چونکہ روشنی نہایت مدہم ہوتی ہے، اس لئے اس کے مبدأ کا پتہ لگانا متعدد ایام تک مسلسل تجربہ ومشاہدہ کے بغیر نہایت مشکل ہے۔

فجر کی ابتداء فنِ ھیئت کے اصولوں کے پیشِ نظر اس وقت ہوتی ہے، جبکہ:

(۱)...... آفتاب کا فاصلہ اُفقِ شرقی سے نیچے کی طرف 18 درجے ہو، عند بعض العلماء، اور یہ قول زیادہ محقق ہے۔

(۲)...... یا 17 درجے ہو، جیسا کہ بعض ماہرین کی رائے ہے۔

(۳)...... یا 19 درجے ہو، جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے۔

(۴)...... یا 15 درجے ہو، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے (الھیئۃ الکبریٰ مع شرحھا سماء الفکریٰ، الجزء الاول، ص۱۳۲، ناشر: ادارہ تصنیف وادب، جامعہ اشرفیہ، لاہور، طبع ثانی: ۱۴۲۵ھ، مطابق 2004ء)

حضرت مولانا روحانی بازی رحمہ اللہ نے مذکورہ تحقیق اسی اختلافی قضیہ کے بعد ارشاد فرمائی ہے۔

اور ان کی تحقیق کے مطابق صبح صادق کے 18 درجہ زیرِ افق ہونے کا قول زیادہ محقق ہے، اگرچہ اس سلسلہ میں اور بھی اقوال ہیں، مگر وہ اس درجہ کے محقق نہیں ہیں، ہم بھی حضرت موصوف رحمہ اللہ کی مذکورہ تحقیق سے اتفاق رکھتے ہیں۔

لہٰذا معترض صاحب کا یہ کہنا کہ اکابر حضرات کی طرف سے اس فن کی تحقیق نہیں ہوئی، اور اس کو کسی ایک شخص کی تحقیق قرار دینا، حقیقت کے مطابق قرار دیا جانا مشکل ہے۔

## 18 ڈگری پر اکثریت کا صرف عملی اتفاق ہی نہیں بلکہ تحقیقی اتفاق بھی ہے

اس کے بعد اپنی تحریر میں معترض صاحب نے ''محض عملی اتفاق کا اعتبار نہیں'' کا عنوان قائم کیا ہے، جس کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

> ''18 درجے کی تحقیق دراصل ماہرین فن خصوصاً پروفیسر عبداللطیف صاحب (کراچی) کی ہے۔ اور اکابر میں سے جن حضرات نے 18 درجے والے نقشے کی تائید فرمائی ہے ان میں حضرت مولانا یوسف بنوری اور مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ہیں۔ ان حضرات کے علاوہ پورے علاقہ کیا بلکہ پورے ملک میں جن علما کے ہاں یہ نقشہ رائج ہے، یا اس کی تصدیق کی ہے، کسی نے بھی آج تک علمی تحقیق اور عینی مشاھدات نہیں کئے اور نہ مذکورہ بالا تحقیق کا تنقیدی جائزہ لیا ہے''

معترض صاحب کی طرف سے اس قسم کی باتیں خلافِ واقعہ ہیں، جن میں سے بعض کا جواب پیچھے گزر چکا، اور 18 ڈگری کے مطابق علمی تحقیق کے علاوہ بے شمار عینی مشاہدات ہیں، جن میں سے بہت سارے اکابر حضرات کے مشاہدات مطبوعہ شکل میں بھی موجود ہیں۔

بلکہ واقعہ یہ ہے کہ 18 درجہ کا قول مسلسل مشاہدات اور رصد گاہوں کے تجربات پر ہی مبنی ہے، جو اسلام کی ابتدائی صدیوں میں ہی طے پا چکا تھا، اور اس کی بنیاد ہی مشاہدات و تجربات

ہیں۔

پھر غور طلب بات یہ ہے کہ ہمارے جلیل القدر اکابر نے کیا ان نقشوں کی تحقیق کے بغیر ہی تائید فرمادی؟

ہم ہرگز اس کے قائل نہیں، مگر معترض صاحب یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سے لے کر اب تک نعوذ باللہ تعالیٰ کسی بھی محقق کو ان نقشوں کی صحت وسقم جانچنے کا موقع نہیں ملا۔

## امکانِ خطاء 18 درجے پر صادق کے بجائے کاذب کے قول میں ہے

پھر اس کے بعد معترض صاحب نے ''امکانِ خطاء'' کا عنوان قائم کیا ہے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ کی شرح عقود رسم المفتی سے بعض مثالیں ذکر کر کے ان سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ 18 ڈگری کے مطابق نقشے غیر تحقیقی اور مبنی بر خطاء ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

> ''اور جب کسی مسئلہ کے بارہ میں اصل حوالہ (یعنی دلیل) نہ ملے تو بغیر تحقیق کے کسی بڑے سے بڑے بزرگ اور مفتی کے قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات اوپر سے نقل کرتے کرتے بغیر تحقیق اور بالکل خلافِ مذہب فتویٰ چلا آ رہا ہوتا ہے''

مگر معترض صاحب کا اولاً تو 18 ڈگری کے مطابق نقشوں کو غیر تحقیقی قرار دینا ہی خلافِ واقعہ ہے۔

بے شمار متقدمین ومتاخرین کی تصریحات کے علاوہ حضرت مولانا روحانی بازی صاحب رحمہ اللہ جیسے محققِ فن کی طرف سے 18 ڈگری کے مطابق نقشوں اور قول کا زیادہ محقق ہونا اور حضرات شیخین مکرمین اور دیگر بڑے بڑے محقق اور فقیہ حضرات کی طرف سے مستقل اجتماعی

غور وفکر کے بعد ان کی صحت کے حکم سے زیادہ اور کیا تحقیق ہوگی؟

جہاں تک علامہ شامی رحمہ اللہ کے پیش کردہ حوالہ جات کا تعلق ہے، تو علامہ شامی رحمہ اللہ کے حوالہ سے ہم خود 18 ڈگری کے مطابق صبح صادق کا وقت مدلل و مفصل انداز میں اپنے مضمون میں ذکر کر چکے ہیں۔

علاوہ ازیں ماقبل میں علامہ شامی رحمہ اللہ کا وہ حوالہ بھی ذکر کر چکے ہیں، جس میں انہوں نے علمائے ثقات کے ذکر کردہ اوقات پر اعتماد کا حکم فرمایا ہے۔

اور جمہور متقدمین و متاخرین سمیت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سے لے کر اب تک علمائے ثقات کا جمِ غفیر، ان ہی اوقات کو ذکر کرتا رہا ہے۔

لہٰذا اگر بعد کے حضرات مشاہدہ کے بغیر اکابر علماء کے ان نقشوں پر اعتماد و عمل کرتے رہیں، تو اس میں کوئی عیب والی بات نہیں، بلکہ علامہ شامی رحمہ اللہ کے فتویٰ کے مطابق بالکل درست ہے۔

اور آگے آتا ہے کہ معترض صاحب نے جو امکان خطاء کی بحث کی ہے، وہ دلائل کی روشنی میں 18 درجے پر صادق کے بجائے کاذب کے قول میں زیادہ مؤثر معلوم ہوتی ہے، کیونکہ متقدمین 18 ڈگری پر صادق کا حکم بیان کرتے رہے ہیں، جبکہ بعض 19 درجے پر صادق اور 17 پر غروبِ شفق احمر کے قائل رہے ہیں، اور اکثر فقہاء کاذب کی حالت و اوقات کے مختلف ہونے کے قائل رہے ہیں۔

پھر 18 درجے پر کاذب اور 15 درجے پر صادق اور غروبِ شفق احمر کے اس سے بھی کم درجے (یعنی 12 درجہ) پر ہونے کے دعوے کے کیا معنیٰ؟

متقدمین اور فقہائے کرام کی تصریحات اور اکثریت کا تعامل اور تحقیق سب اسی کے مقتضی ہیں کہ 18 درجے پر صبح صادق کے بجائے صبح کاذب کے قول کے مبنی بر خطاء ہونے کے امکان کا قول کیا جائے۔

## 18 درجے کے نقشوں کو قبولیت عامہ حاصل ہونے کی وضاحت

اس کے بعد معترض صاحب نے ’’کیا واقعی 18 درجے والے نقشے کو قبولیتِ عامہ حاصل ہے؟‘‘ کا عنوان قائم کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ 18 درجے کے مطابق نقشوں پر عمل حسنِ ظن یا عقیدت کی بنیاد پر ہے، نہ کہ تحقیق کی بنیاد پر، اور قدیمی نقشوں کو قبولیتِ عامہ بھی حاصل نہیں، اور ہر جگہ ان کے مطابق عمل بھی نہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

’’اکثر علماء خصوصاً فجر اور عشاء میں مشاہدہ کا اعتبار کرتے ہیں اور نقشے کے اوقات کا انکو پتہ بھی نہیں ہوتا۔ ان لوگوں میں پرانے اور بزرگ حضرات شامل ہیں، گاؤں اور دیہاتوں میں اکثریت ایسے حضرات کی ہیں کہ وہ نقشوں کو کوئی اسلامی چیز، خصوصاً اوقات نماز میں، سمجھتے ہی نہیں‘‘

معترض صاحب جگہ جگہ تعارضات کا شکار ہوتے ہیں، یہاں تو اکثر علماء کے فجر اور عشاء میں مشاہدہ کے اعتبار کرنے کا حکم لگایا، اور اس سے پہلے یہ تحریر کیا کہ:

’’پرانے نقشے پر اور اس کے اہتمام کو دیکھا جائے تو منصوص سے کم سمجھا نہیں جاتا۔
قارئین کرام! اس تحقیقاتی سروے کا لب لباب یہ ہے کہ پرانے نقشے پر اگرچہ اکثر علماء کا عمل نظر آ رہا ہے‘‘

ہم اب صبح صادق و کاذب کے موجودہ ایڈیشن میں علمائے عرب کے جدید مشاہدات کا بھی ذکر کر چکے ہیں، جن سے قدیمی نقشوں کا درست ہونا ثابت ہوتا ہے۔

## 18 درجے والی تحقیق کس کی؟

اس کے بعد معترض صاحب نے اپنے مضمون میں ’’18 درجے والی تحقیق کس کی؟‘‘ کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے:

’’حقیقت یہ ہے کہ جن اکابر حضرات کی طرف پرانے نقشے کی تحقیق منسوب کی جا رہی ہے اور جن کا ہر عام وخاص سے ہم نام سنتے چلے آ رہے ہیں۔ ان بزرگوں نے خود اپنی تحقیق بھی تو کوئی نہیں فرمائی اور نہ اس علم میں ان حضرات کو کوئی خاص مہارت حاصل تھی بلکہ حقیقت میں 18 درجے والی تحقیق

جغرافیہ کے پروفیسر محترم جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب کی ہے‘‘

معترض صاحب کے اس خلافِ حقیقت دعویٰ کی تفصیل متقدمین ومتاخرین کے حوالہ جات کے علاوہ ملک کی معمر اور نامور شخصیت، جامعہ اشرفیہ لاہور کے صدر مہتمم حضرت مولانا محمد عبیداللہ صاحب رحمہ اللہ کی تحریر میں گزر چکی ہے۔

پھر اسی کے ساتھ اپنے اس مدعا کو ثابت کرنے کے لئے معترض صاحب نے جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب کی تحریرات کے جو اقتباسات نقل کئے ہیں، ان سے بھی جابجا یہ چیز واضح ہے کہ پروفیسر صاحب مذکور نے اکابر حضرات کی طرف سے تصویب وتحقیق شدہ نقشوں کی صحت پر ہی فنی وعلمی اعتبار سے کلام کیا ہے، نہ یہ کہ اکابر حضرات نے ان کی تقلید کی ہے۔

بھلا جو نقشے اور اوقات اسلام کی ابتدائی صدیوں سے اور برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے دور سے چلے آ رہے ہوں (جن کو خود جناب پروفیسر صاحب مذکور بھی تسلیم کرتے ہوں) ان کو مدتِ دراز کے بعد ایک شخصیت کی تحقیق قرار دینا کیونکر اعتدال وانصاف پر مبنی ہوسکتا ہے؟

## ٹنڈوآدم اور کراچی کے ایک سہ روزہ مشاہدہ کی وضاحت

معترض صاحب نے اپنی تحریر میں ٹنڈوآدم اور کراچی کے سہ روزہ مشاہدات پر ایک لمبی چوڑی بحث شروع کی ہے، اور ہم اکابر کے اس اختلاف کو بلاضرورت طول دینے کے حق میں ہرگز نہیں تھے، اسی لئے ہم نے صرف ضروری درجے میں اپنے مضمون میں عام طور پر پیش آنے والے شبہ کے ازالہ کے لئے گفتگو کی تھی، جو وقتاً فوقتاً اکابر پر وارد ہوتا ہے۔

لیکن معترض صاحب کے ہمارے مضمون کی تنقید میں اس بحث کو طول دینے کی وجہ سے مجبوراً اس پر مزید کلام کرنا پڑ رہا ہے۔

ایک عقلِ سلیم اور فہمِ صحیح رکھنے والے کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ جماعتِ اکابر کی حتمی اور آخری رائے اور طویل مشاہدات ان کے اپنے ان سہ روزہ مشاہدات کے ان نتائج کے

خلاف ہیں، جو دوسروں کی طرف سے ان مشاہدات سے اخذ کئے جارہے ہیں، لہٰذا جماعتِ اکابر اپنے مشاہدات کی حقیقت دوسروں سے بہتر جانتی ہے، لہٰذا ان مشاہدات کے بجائے ان کے طویل مشاہدات اور تحقیق کرنے کے بعد کی آخری رائے معیار ہوگی، جیسا کہ خود ان کے شرح صدر پر مبنی ان کا اپنا حتمی موقف ہے، اور نیز جیسا کہ فقہائے کرام کے اس قسم کے اقوال کے بارے میں بھی یہی طرزِ عمل جاری ہے، بالخصوص جبکہ صبح صادق کی ابتدائی روشنی کا تین دن میں اور وہ بھی موسم گرد آلود ہونے کی صورت میں مشاہدہ بھی آسان نہیں۔

مشاہدات کی جو روئیداد احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۷۵ تا ۱۷۷ پر ''صبح صادق'' نامی رسالہ میں شائع کی گئی ہے، اس میں تین مشاہدات کا ذکر کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو: احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۷۷)

ممکن ہے کہ مکمل و مفصل تحریر میں کچھ اور امور کا بھی ذکر ہو، مگر وہ ہمارے پاس موجود نہیں۔

اولاً تو اس کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

> ٹنڈو آدم کے مشاہدے کے سلسلے میں حقیقت یہ ہے کہ جو تحریر حضرت مفتی رشید احمد صاحب قدس سرہٗ نے تحریر فرمائی تھی، وہ ہماری یادداشت کے تأثر کے بالکل برخلاف تھی، لیکن چونکہ خود ہماری یادداشت کا کوئی ریکارڈ ہمارے پاس نہیں تھا، اور حضرت رحمہ اللہ کی یہ تحریر کافی عرصہ کے بعد شائع ہوئی، جبکہ واقعات پوری طرح یاد بھی نہیں رہے تھے، اس لئے کوئی ذمہ دارانہ تردید بھی ممکن نہیں تھی، لیکن یہ بات واضح ہے کہ یہ کوئی فیصلہ کن مشاہدہ نہیں تھا، بلکہ یہ بات طے تھی کہ مزید مشاہدات کئے جائیں گے، اس لئے صرف اس کی بنیاد پر کوئی دائمی فیصلہ پیشِ نظر نہیں تھا، جبکہ مطلع بھی غبار آلود تھا، والسلام، محمد تقی، ۱۵-۱۲-۱۴۲۹ھ (صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق ص ۱۸۲، طباعتِ اول)

اس سے معلوم ہوا کہ احسن الفتاویٰ کی اس تحریر سے خود شرکاء کو اتفاق نہیں۔

اور اگر احسن الفتاویٰ کی تحریر کے اقتباسات کو ملاحظہ کیا جائے تو یہ کل تین یوم کے مشاہدات ہیں۔

پہلا مشاہدہ ۱۱ جون ۱۹۷۰ء کا ہے جو ٹنڈو آدم سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر کیا گیا، جس کے متعلق احسن الفتاویٰ میں درج ذیل اقتباس نقل کیا گیا ہے:

''پھر ایک روشنی عرضاً پھیلنے والی افق کے اوپر شروع ہوئی، روشنی کا پورا تبین جس پر سب دیکھنے والوں نے اتفاق کیا، وہ تو ۴/۱۹ پر تھا، اس روشنی کے اس سے کچھ پہلے ہونے کا بھی بعض کو شبہ رہا (احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۷۶)

اولاً تو اس مشاہدہ کے اقتباس کے آغاز میں ''پھر ایک روشنی الخ'' تحریر کیا گیا ہے، جس سے یہ بات واضح ہے کہ اس سے متعلقہ تحریر کے بعض اجزاء اقتباس میں شامل نہیں ہیں، اور اس اقتباس میں صبح کاذب کا بھی ذکر نہیں، جس پر حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کی کتابی تحقیق کی اصل بنیاد ہے، **کما سیجیئ۔**

یہ بھی امکان ہے کہ اس تحریر کے شروع میں موسم کے گرد آلود ہونے کا بھی ذکر ہو، جیسا کہ ایک شریک مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم کے مکتوب میں ابھی اوپر موسم کے گرد آلود ہونے کی تصریح گزری ہے۔ [1]

(مگر احسن الفتاویٰ کی اقتباسی روئیداد میں واقعہ کی یہ پوری صورتِ حال مذکور نہیں)

دوسرے اس اقتباس میں عرضاً پھیلنے والی روشنی کا پورا تبیّن جس پر سب دیکھنے والوں کا اتفاق

---

[1] نیز ایک مقام پر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

آپ نے ٹنڈو آدم کے جس مشاہدے کا ذکر فرمایا ہے، وہ متعدد مشاہدات کا ایک مرحلہ تھا، کوئی حتمی مشاہدہ نہیں تھا، اس وقت یہ بات سب پر واضح تھی کہ مطلع گرد آلود ہونے کی بناء پر اس مشاہدے کو کسی حتمی فیصلے کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔ اس کے بعد بھی متعدد مشاہدات کیے گئے، کتابی تحقیق بھی ہوئی، بالآخر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا بنوری صاحب رحمہ اللہ دونوں نے حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم کی تحقیق سے اختلاف اور اس پر عدمِ اطمینان کا اعلان فرمایا (فتاویٰ عثمانی ج ا ص ۳۸۷ و ۳۸۸)

**فهي مشاهدة "ٹنڈو آدم" وكانت إحدى المشاهدات مابين عدة مشاهدات وكان مطلع الشرق إذ ذاك مغبرا ولم يكن أحد يرى أن هذه المشاهدة كافية للوصول إلى نتيجة حاسمة فلا ينبغي التعويل عليها. والله سبحانهٗ اعلم.**

(فتاویٰ عثمانی، کتاب الصلاۃ، جلدِ اول صفحہ ۳۹۵)

مذکور ہے وہ چار بج کر انیس منٹ پر ہے، اوراس سے پہلے بھی بعض حضرات کی طرف سے اس روشنی کے موجود ہونے کے شبہ کا ذکر ہے۔

روشنی کے پورے تبین پر صبح صادق کا حکم بعض مشائخ کے قول پر مبنی ہے، لیکن محققین کے نزدیک اولِ طلوع کا اعتبار ہے، اور روشنی کا پورا تبین ضروری نہیں، کیونکہ قرآن مجید میں تبینِ فجر کے بجائے تبینِ خطِ فجر کی قید ہے۔

اور خصوصاً روزہ کے معاملہ میں احتیاط کا حکم ہے کہ طلوعِ فجر کے شک کی صورت میں بھی اکل وشرب سے احتیاط کرنی چاہئے، جبکہ صبح صادق کی ابتدائی روشنی مدہم اور ہلکی ہوتی ہے۔

اس مسئلہ کی تفصیل ہم نے اپنے مضمون ''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' میں ذکر کردی ہے۔

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے پہلے اعلاء السنن میں روشنی کے پھیلنے کو ترجیح دی تھی، لیکن بعد میں احکام القرآن میں آپ نے اس موقف سے رجوع فرما کر اولِ طلوعِ فجر کے اعتبار کو ترجیح دی ہے۔

(ملاحظہ ہو: احکام القرآن للتھانوی، جلد ۱ صفحہ ۲۴۷)

اس لئے اگر مذکورہ اکابر نے ابتداء میں اس قول کو جس میں انتشار وتبین کا ذکر ہے، صرف احتیاطاً نماز کے بارے میں اختیار کیا ہو، اور بعد میں اس سے رجوع فرمالیا ہو، تو اس میں کوئی اشکال والی بات نہیں۔

تیسرے اس مشاہدہ میں کاذب کا کوئی ذکر نہیں، جس پر حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کی 15 درجہ کی کتابی تحقیق کا مدار تھا، کماسیجیئ۔

لہٰذا گیارہ جون کے مذکورہ مشاہدہ کی بنیاد پر پندرہ درجے پر سحری کے اختتام کا فیصلہ مشکل ہے، اور اگر موسم کا گرد آلود ہونا بھی ثابت ہو، جیسا کہ پہلے گزرا، تو پھر بدرجہ اولیٰ اس مشاہدہ کا پندرہ درجے پر صبح صادق کی دلیل بننا مشکل ہے۔

کیونکہ موسم کا گرد آلود ہونا اولِ وقت پر صبح صادق کے ظہور کے لئے مانع بن سکتا ہے، اور شک

ہونے کی صورت میں فقہائے کرام نے احتیاط کا حکم فرمایا ہے۔ [1]

نیز جبکہ سابقہ تعامل اور صدیوں کے مشاہدات ومراصدات بھی اس کے معارض ہوں، تو اس مشاہدہ سے کوئی حتمی نتیجہ اخذ کرنے کی کمزوری اور بھی زیادہ واضح ہوجاتی ہے۔

اور غالباً اسی وجہ سے حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ بلکہ خود مجلسِ تحقیق نے اس مشاہدہ کے بعد نمازِ فجر کے بارے میں احتیاط کا عبوری فتویٰ جاری فرمایا تھا، نہ کہ سحری کے اختتام کے بارے میں، کیونکہ نمازِ فجر کے پندرہ درجے پر پڑھنے میں کوئی بات خلافِ احتیاط نہیں پائی جاتی، برخلاف سحری کے۔

دوسرا مشاہدہ ۱۲ جون کا ہے، اس کے متعلق روئیداد کا اقتباس احسن الفتاویٰ میں ان الفاظ میں درج ہے:

> ''صبح کو تقریباً ساڑھے تین بجے میدان میں سب حضرات پہنچ گئے، اس وقت افق مشرق پر کسی قسم کی روشنی نہیں تھی، ٹھیک چار بجے افق پر مخروطی شکل کی طولانی روشنی نمودار ہوئی، جس کو سب نے دیکھ کر صبح کاذب قرار دیا (احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۷۶)

اگر اس دن بھی موسم گرد آلود ہو تو اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ جس وقت مخروطی شکل کی طولانی روشنی دیکھی گئی وہ اس کی ابتدا تھی، بالخصوص جبکہ فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق صبح کاذب بعض اوقات صادق کے ساتھ متصل ہوجاتی ہے، اور صبح صادق کی روشنی جب اس پر غالب آتی ہے، تب ہی وہ مضمحل ومنکتم ہوتی ہے۔

لہٰذا اولِ طلوع صبح صادق کے کچھ لمحات بعد تک کاذب کے نظر آنے کا امکان ہوتا ہے، جو تبینِ فجر (نہ کہ تبینِ خطِ فجر) پر ختم ہوتا ہے۔

پھر جو تحریر کیا گیا ہے کہ:

---

[1] ثم ينظر :إن كان شاكا في طلوع الفجر :إنه طلع أم لا، ينبغي أن يدع التسحر، لانه ربما طلع الفجر، فيفسد صومه .فأما إذا كان متيقنا أن الفجر لم يطلع، فالمستحب أن يتسحر.وإن كان أكثر رأيه أن الفجر لم يطلع، ينبغي أن يدع الاكل أيضا(تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ا ص ۳۶۵، كتاب الصوم)

اس کے سترہ منٹ بعد یعنی ۴/۱۷ پر صبح صادق واضح طور پر مشاہدہ کی گئی، اس پر سب کا اتفاق رہا(احسن الفتاویٰ ج ۲ص ۱۷۶)

اس میں بھی واضح طور پر مشاہدہ ہونے اور اس پر سب کے اتفاق ہونے کا ذکر ہے۔

لہٰذا اس دن کے مشاہدہ کی حقیقت بھی پہلے سے مختلف نہیں ہے، کیونکہ واضح طور پر مشاہدہ جس پر سب کا اتفاق رہا۔

اولاً تو اس بات کی علامت ہے کہ اس سے پہلے وقت سب کا اتفاق نہ تھا، جو کہ اسی بات کی دلیل ہے کہ یہ روشنی کا پورا تبین تھا، جو گرد آلود موسم میں بھی مشاہدہ کیا گیا، لہٰذا اس سے پہلے مشاہدہ میں مذکورہ تفصیل کے پیشِ نظر اس مشاہدہ کا بھی پندرہ درجے پر حتمی صبح صادق کے طلوع کی دلیل بننا مشکل ہے۔

تیسرا مشاہدہ ۱۳ جون کو کراچی میں کیا گیا، اس کے متعلق روئیداد کا اقتباس احسن الفتاویٰ میں ان الفاظ میں درج ہے:

''انتاسب نے محسوس کیا کہ ۴/۱۱ جو وقت صبح صادق قدیم نقشوں میں آج کی تاریخ کا لکھا ہوا ہے، اس وقت کسی قسم کی روشنی افق پر نہیں تھی، اس کے بعد وہ روشنی جس کو صبح کاذب کہا جا سکتا ہے، شروع ہوئی، پھر اس کے بعد صبح صادق کی معترضا پھیلنے والی روشنی سامنے آئی (احسن الفتاویٰ ج ۲ص ۱۷۶)

اس اقتباس میں پہلے تو یہ تحریر کیا گیا ہے کہ:

''انتاسب نے محسوس کیا کہ ۴/۱۱ جو وقت صبح صادق قدیم نقشوں میں آج کی تاریخ کا لکھا ہوا ہے، اس وقت کسی قسم کی روشنی افق پر نہیں تھی''

اس کے متعلق عرض ہے کہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ جو پندرہ درجے پر صبح صادق کے قائل ہیں، ان کے کتابی دلائل کی بنیاد صبح کاذب کے اٹھارہ درجے پر ظاہر ہونے کی عبارات ہیں، جن کے پیشِ نظر حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ صبح

کاذب کے ظہور کا زیرِ افق زاویہ اٹھارہ درجے متعین ہے، اوراس کے تین درجے بعد صبح صادق طلوع ہوتی ہے۔

جبکہ احسن الفتاویٰ کے مذکورہ اقتباس کے پیشِ نظر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک چار بجکر گیارہ منٹ پر صبح کاذب کی روشنی ظاہر ہونی چاہئے تھی، اور اٹھارہ درجے کے قائلین کے نزدیک اس وقت صبح صادق کی روشنی ظاہر ہونی چاہئے تھی، مگر اس وقت بالاتفاق کسی قسم کی روشنی کا مشاہدہ نہیں ہوا، جو اس بات کا قرینہ ہے کہ دونوں قولوں کے مطابق اس وقت فضا صاف نہیں تھی۔

نیز بعد میں جو تحریر کیا گیا ہے کہ:

''اس کے بعد وہ روشنی جس کو صبح کاذب کہا جاسکتا ہے، شروع ہوئی، پھر اس کے بعد صبح صادق کی معترضا پھیلنے والی روشنی سامنے آئی''

اس اقتباس میں بھی اولاً تو اس کو وثوق کے ساتھ صبح کاذب نہیں بتلایا گیا، بلکہ ''صبح کاذب کہا جاسکتا ہے'' جیسے کمزور الفاظ کے ساتھ اس کو تعبیر کیا گیا ہے، دوسرے کاذب کی روشنی کا بعض اوقات ابتدائے طلوعِ صبح صادق کے کچھ بعد تک نظر آنے کا امکان ہے، اور فنی اعتبار سے بھی بروجی روشنی میں یہ امکان موجود ہے، کما مر۔

تیسرے اس میں صبح صادق کی معترضاً پھیلنے والی روشنی کا وقت مذکور نہیں۔لہٰذا اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ پندرہ ڈگری کے اوقات سے پہلے یہ صبح صادق کی روشنی دیکھی گئی ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ پندرہ ڈگری پر دیکھی گئی ہو۔

بہرحال موسم گرد آلود ہونے کی صورت میں یہ مشاہدہ بھی حتمی نتیجہ اخذ کرنے کی دلیل نہیں بن سکتا، اور جماعتِ اکابر بھی اس وجہ سے اس کو مشاہدات کا مرحلہ قرار دیتی ہے، اور ان کے آخری مشاہدات وتحقیق جمہور متقدمین ومتاخرین کے طویل مراصدات ومشاہدات کے بھی موافق ہیں، جن کی حیثیت سہ روزہ مشاہدہ سے زیادہ ہے، بالخصوص جبکہ اس مشاہدہ میں بھی

معترضاً پھیلنے والی روشنی سے وہی انتشار وتبین مراد ہوسکتا ہے، جس کا پہلے ذکر ہوا۔

## اکابر کا ایک رجوع، قواعدِ رجوع کے عین مطابق ہے

معترض صاحب نے اپنے مضمون میں تحریر کیا ہے کہ:

''علاوہ ازیں مصنف بزرگوں کی جس رجوع کو ہی اصل قرار دے کر پرانے نقشے کو''قبول کرنے'' کی زینت بخشنے کی کوشش فرما رہے ہیں، کیا اس دعوے پر اس قسم کی تحریر جس میں کسی مجلس تحقیق کی تفصیلی روئیداد اور متفقہ فیصلے کی صورت میں زیر دستخطی موقف موجود ہو، مصنف پیش فرما سکتے ہیں، جسے''قبول کرنا'' کہا جاسکے؟ کیا مذکورہ بالا شواہد کو پڑھ کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ ابھی سلسلہ تحقیق پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا ہے؟ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ بزرگوں کو کسی نے محض اپنی تحقیق سے باور کرایا تھا؟ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ صرف شک وتردد کی بنیاد پر محض احتیاطاً ۱۵ درجے کا فتویٰ دیا گیا تھا؟ کیا بالکل یقین کے ساتھ پرانے نقشوں کے صبح صادق کے اوقات کو ٹنڈو آدم ہی کے مشاہدات کی بنا پر صراحت کے ساتھ صبح کاذب نہیں قرار دیا گیا ہے؟ جو حضرات اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ بزروگوں سے فتوے باور کرا کر دلایا گیا تھا تو ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ مذکور بالا سوالات کا واضح طور پر جوابات ارشاد فرمائیں''

ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ بزرگوں کے اس اختلاف کے قضیہ کی ہم زیادہ کھود کرید بوجوہ مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن کیونکہ معترض صاحب کو کسی طرح بھی سکون نہیں، اور وہ بال کی کھال نکالنے کے درپے ہیں، اور اپنی طرف سے مزعومہ مفروضات قائم کر کے بے تکے سوالات اٹھائے ہیں، اور دوسروں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ میری بے ڈھنگیوں کے جواب کے لیے میدان میں اترو۔

اس لئے ہمیں بامرِ مجبوری اس پر کلام کرنا پڑ رہا ہے۔

جس طرح اس اختلافی قضیہ کی جماعت کے اہم رکن اور مجلسِ تحقیق کے سربراہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ، ان کے علاوہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب، حضرت مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی رحمہما اللہ، اور حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی

صاحب، وحضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم وغیرہ اکابر اہلِ علم میں شامل ہیں۔

اسی طرح حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ بھی اکابر اہلِ علم میں شامل ہیں۔

اب مقدم الذکر اکابر اہلِ علم کی جماعت کا موقف ایک طرف ہے، جس کو جمہور متقدمین ومتاخرین کے عمل وتحقیق سے اعتضاد وتائید حاصل ہے، اور مؤخرالذکر بزرگ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کا موقف دوسری طرف ہے، اس صورت میں اگر معترض صاحب مؤخرالذکر بزرگ کی اتباع کو پسند کرتے ہیں، تو شوق سے کریں، ان کو کون منع کرتا ہے۔

لیکن اس کے برعکس اگر ہم مقدم الذکر اکابر کی جماعت کے موقف کو اختیار کریں اور ان کی تحریرات کی روشنی میں توجیہات بیان کریں، تو انہیں ہمارے اوپر بھی کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔

اب جبکہ معترض صاحب کی طرف سے پیش کردہ تحریری موقف کے بعد کے زمانے کی مقدم الذکر اکابر کی الگ الگ ومستقل تحریرات دستخط شدہ پہلے نقشوں کی صحت کے بارے میں موجود ہیں، تو اس سے ان کا رجوع اور رفعِ تردّد (جو کچھ بھی نام دیا جائے) کے لئے یہ کافی ہیں۔

اور ہم اکابر مذکورہ کی تحریرات سے یہ واضح کر چکے ہیں کہ یہ حتمی مشاہدات نہیں تھے، بلکہ ان کا ایک مرحلہ تھا۔

رہا معترض صاحب کا اس کے بعد کے سوالات کے جوابات کا معاملہ تو ان کے واضح جوابات اکابر حضرات کی اپنی تحریرات میں موجود ہیں، جن پر ہمیں بحمداللہ تعالیٰ اطمینان حاصل ہے، ان میں سے بعض کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

چنانچہ حضرت مفتیِ اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی تحریر میں تردّد پیدا ہونے اور بعد میں اس تردّد کے رفع ہونے کا واضح طور پر

ذکر ہے۔ [1]

اسی طرح حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب رحمہ اللہ کی تحریر میں پوری تحقیق کا موقع نہ ملنے اور اس لئے احتیاطاً فتویٰ دینے اور بعد میں پایہ تحقیق تک پہنچنے کے بعد قدیمی نقشوں کے بارے میں بالکل صحیح ہونے کا حکم مذکور ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی کہ دین کی بات میں ضد کی حاجت نہیں۔ [2]

اور بعض امور کی صراحت حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب وحضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی تحریرات میں موجود ہے۔ [3]

---

[1] فی قولہ:

اس لیے مجھے بھی صبح صادق کے معاملہ میں تردُّد ہو گیا۔

وفی قولہ:

اس نئی تحقیق اور بحث سے میرا تردُّد رفع ہو گیا (نوادرُ الفقہ، جلد۲، صفحہ۹۷، کذا فی احسن الفتاویٰ ج۲ ص۱۹۱)

وفی قولہ:

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کو شروع میں اوقاتِ فجر وعشاء کے بارے میں کچھ تردُّد ہو گیا تھا، لیکن آخر میں اُن کا فتویٰ یہی تھا کہ قدیم نقشے درست ہیں، چنانچہ گزشتہ رمضان میں خود اُنہوں نے جو نقشہ شائع کروایا وہ قدیم نقشوں کے مطابق تھا۔ واللہ سبحانہٗ اعلم۔ احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔ ۹/۱۲/۱۳۹۷ھ (فتویٰ نمبر ۹۴۳/ ۲۸ ج) (فتاویٰ عثمانی، کتاب الصلاۃ، جلدِ اول صفحہ ۳۹۴)

[2] فی قولہ:

اس وقت چونکہ پوری تحقیق کا موقعہ نہ مل سکا تھا، اس لیے احتیاطاً یہی فتویٰ دیا گیا کہ نماز کے لیے ان نقشوں پر عمل کیا جائے کہ جن میں صبح صادق کا وقت بعد تک ہے، اور انتہائے سحری کا وقت ان سے لیا جائے جن میں وقت پہلے ختم ہوتا ہے۔ لیکن بعد میں بعض مخلصین کی کوشش سے جو معلومات حاصل ہوئیں، ان سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچی کہ تمام نقشوں میں وہی سابق کراچی کا نقشہ جس کو مرحوم حضرت حاجی وجیہہ الدین صاحب خان بہادر نے مرتب کروایا تھا اور چھاپا تھا، وہ بالکل صحیح ہے (نوادرُ الفقہ، جلد۲، صفحہ۹۸، کذا فی احسن الفتاویٰ ج۲ ص۱۹۱، ۱۹۲)

[3] فی قولہ:

ہمارے استادِ محترم حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم کی تحقیق یہ ہے کہ صبح صادق کے وقت آفتاب پندرہ درجہ زیرِ اُفق ہوتا ہے، لیکن اس تحقیق کو ہمارے بزرگوں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ رسالہ "صبح صادق"، مشمولہ احسن الفتاویٰ جلد۲ صفحہ ۱۷۸ پر جو مجلسِ تحقیق منعقدہ دارالعلوم کراچی ۱۳/ ذیقعدہ/۹۲ھ کے فیصلے کے اقتباسات تحریر کئے گئے ہیں، اس مجلس کے

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

محمد شفیع صاحب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ سید محمد یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہما نے اور جمہور علماءِ برصغیر نے اختیار نہیں کیا، اور پُرانے نقشوں پر عمل کو برقرار رکھا (نوادرُ الفقہ، جلد۲، صفحہ۹۰)

وفی قولہ:

اگرچہ بعض متبحر اہلِ علم نے ان نقشوں سے اختلاف کیا، لیکن ہمارے بزرگوں مثلاً مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت علامہ یوسف بنوری صاحب رحمہما اللہ اور ان کے ہم عصر تمام اکابر علماء اس (18 درجے زیرِ افق کے مطابق نقشہ) پر عمل بھی کرتے رہے، اور اسی کے مطابق فتویٰ بھی دیتے رہے۔ دارالعلوم کراچی میں بھی ہمارا عمل اور فتویٰ اسی پر ہے (نوادرُ الفقہ، جلد۱، صفحہ۲۱۹)

وفی قولہ:

صبح صادق کے مسئلے پر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا بنوری صاحب قدس سرہٗ کے زمانے میں مہینوں تحقیق جاری رہی، جس میں مشاہدات بھی کیے گئے، اور حسابی تحقیق بھی کی گئی؛ آپ نے ٹنڈو آدم کے جس مشاہدے کا ذکر فرمایا ہے، وہ متعدد مشاہدات کا ایک مرحلہ تھا، کوئی حتمی مشاہدہ نہیں تھا، اس وقت یہ بات سب پر واضح تھی کہ مطلع گرد آلود ہونے کی بناء پر اس مشاہدے کو کسی حتمی فیصلے کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔ اس کے بعد بھی متعدد مشاہدات کیے گئے، کتابی تحقیق بھی ہوئی، بالآخر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا بنوری صاحب رحمہ اللہ دونوں نے حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم کی تحقیق سے اختلاف اور اس پر عدمِ اطمینان کا اعلان فرمایا۔ اس کے بعد انہی حضرات کے حکم سے خود احقر نے ایک مفصل تحریر حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم العالی کی خدمت میں بھیجی، جس میں ان بزرگوں کے فیصلے کی وجوہ عرض کی تھیں، حضرت مدظلہم کی طرف سے اس تحریر کا کوئی جواب بھی موصول نہیں ہوا، بہرصورت یہ مسئلہ مہینوں کی محنت اور تحقیق و مشاہدہ کے بعد کم از کم ہماری حد تک واضح ہوگیا۔ افسوس ہے کہ اس کے باوجود ہر موقع پر ٹنڈو آدم کے اس ناتمام مشاہدے کی بنیاد پر بزرگوں کو مطعون کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور ان حضرات کی بعد کی تحریروں، مشاہدات اور زبانی گفتگو کا کوئی حوالہ نہیں دیا جاتا۔ بہرکیف: اگر کسی صاحب کو حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم کی تحقیق پر ہی اعتماد ہے تو بے شک اس پر عمل فرمائیں۔ لیکن مذکورہ بزرگوں کے موقف کو اندھی تقلید پر مبنی قرار دینا اور اُن وفات یافتہ بزرگوں کے بارے میں زبان طعن دراز کرنا کسی طرح مناسب نہیں (فتاویٰ عثمانی، کتاب الصلاۃ، جلدِ اول صفحہ ۳۸۷، ۳۸۸)

وفی قولہ:

اَلْمُشَاهَدَةُ الَّتِیْ ذَكَرَهَا شَیْخُنَا الْمُفْتِیْ رَشِیْدُ اَحْمَدُ حَفِظَهُ اللهُ تَعَالٰی فَهِیَ مُشَاهَدَةُ "ٹنڈو آدم" وَكَانَتْ اِحْدَی الْمُشَاهَدَاتِ مَابَیْنَ عِدَّةِ مُشَاهَدَات وَكَانَ مَطْلِعُ الشَّرْقِ اِذْ ذَاكَ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فیصلے کی مکمل تحریر فتاویٰ عثمانی جلد اصفحہ ۳۸۵ تا ۳۸۷ پر موجود ہے، جس کے آخر میں یہ مضمون بھی مجلسِ تحقیق کے فیصلے کا حصہ ہے:

لیکن معلوم ہوا کہ بعض دوسرے علماء کا اس پر اطمینان نہیں ہوسکا، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ صبح صادق پندرہ درجے زیرِ افق سے پہلے ہوجاتی ہے، اس کے علاوہ ہمارے ظنِ غالب کی بنیاد بھی حسابات ہیں نہ کہ ایسے مسلسل مشاہدات جو کہ دائمی جنتریوں کی بنیاد بن سکیں، جب کہ شریعت میں اصل مدار مشاہدات پر ہے، اور حسابی جنتریوں پر اعتماد اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے، جب کہ مشاہدات سے متواتر تائید ہوگئی ہو، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نقشوں میں وقتِ فجر کے دو خانے الگ الگ لکھے جائیں، ایک کا عنوان ہو احتیاطی منتہا سحر اور اس کے تحت قدیم معمول کے مطابق قدیم جنتریوں کے اوقات لکھے جائیں، دوسرا عنوان ہو وقتِ اذانِ فجر، اور اس میں حضرت مفتی رشید احمد صاحب کے نکالے ہوئے اوقاتِ صبح صادق لکھے جائیں ، دونوں کے درمیانی وقت میں نہ سحری کھائی جائے، اور نہ نماز پڑھی جائے۔احقر محمد تقی عثمانی ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ

اس سے اتفاق ہے، اگر چہ میں حاضر مجلس نہ تھا

محمد شفیع عفا اللہ عنہ ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۹۲ ہجری دار الافتاء دار العلوم کراچی نمبر ۱۴

محمد عاشق الٰہی

رشید احمد

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مُغْبَرًّا وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يَرٰى أَنَّ هٰذِهِ الْمُشَاهَدَةَ كَافِيَةٌ لِلْوُصُوْلِ إِلٰى نَتِيْجَةٍ حَاسِمَةٍ فَلَا يَنْبَغِي التَّعْوِيْلُ عَلَيْهَا. (فتاویٰ عثمانی، جلدِ اول صفحہ ۳۹۵، کتاب الصلاۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ ''ٹنڈو آدم'' کے مشاہدہ پر اکابر کے پیشِ نظر حتمی فیصلہ نہیں تھا، اور اسی لئے صرف اس مشاہدہ پر اعتماد کافی نہیں (مزید تفصیل کے لئے ہمارا مضمون ''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' ص ۱۶۸ تا ۱۷۶، طباعتِ اول، ملاحظہ ہو)

العبد محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

(فتاویٰ عثمانی جلد ا صفحہ ۳۸۶، ۳۸۷، کتاب الصلاۃ)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ سمیت مجلس تحقیق کے ارکان کے اس فیصلہ سے واضح ہوا کہ اس فیصلہ میں 18 ڈگری کے بعد سحری کھانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔

اب اگر طرفین کی تحریرات میں کوئی تعارض نظر آئے، تو جس طرح معترض صاحب ایک بزرگ کی تحریر پر مُصِر ہوں، تو مؤیَّد بالجمہور دوسرے اکابر کی تحریرات پر اصرار ہونے میں ان کو بھی اعتراض نہیں ہونا چاہئے، اوراسی کے ساتھ دوسرے کو اکابر اہلِ علم کے موقف کی ترجمانی کا حق بھی حاصل ہے، بالخصوص جبکہ وہ توجیہ وترجمانی ان کی اپنی ذاتی تحریرات کے مطابق بھی ہو۔

اپنی تحریر میں معترض صاحب لکھتے ہیں کہ:

> خلاصہ کلام یہ کہ جب ایک دعویٰ کے اثبات میں اکابر کی تحقیق کارفرما ہی نہ ہو بلکہ ایک ماہرِ فن فلکیات کی تحقیق پر محض ان بزرگوں کی تائید وتصویب کی بناپر عمل عام ہو جائے گا تو اسکو جمہور علماء کی تحقیق یا اسکو اکابر کی تحقیق قرار دینا قطعاً درست نہیں ہے۔یعنی محض ظاہری طور پر عمومی قبولیت استدلال کے باب میں مفید نہیں ہے (کشف الغشاء ص ۲۴۱، بلفظہٖ)

ہماری گزشتہ تفصیل سے معترض صاحب کے اس دعوے کا خلافِ حقیقت ہونا واضح ہو چکا ہے، اور اکابر اہلِ علم حضرات کی اپنی تحریرات سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ اکابر حضرات کی (اٹھارہ درجہ کے مطابق صبح صادق ہونے کی) بعد کی یہ تحقیق متعدد اجتماعات اور مہینوں کی علمی وفنی تحقیق، سیر حاصل بحث وتمحیص، مراجعتِ کتب، اور مشاہدات کے نتیجہ میں تھی۔

اور 18 درجہ پر کاذب اور 15 درجہ پر صادق کے قائلین کے دلائل ان اکابر حضرات کی تحقیق میں مرجوح ومؤول تھے (کیونکہ ان دلائل کو ملاحظہ کر لینے کے باوجود ان کی آخری حتمی تحقیق ان کے خلاف ٹھہری) اور ہمارے جمہور اکابر کے عملی وفعلی توارث وتواتر کے علاوہ علمی وتحقیقی پہلو سے بھی یہی 18 درجہ کے نقشے زیادہ محقق ہیں۔ کما مرّ تفصیلہٗ ۔

اس کے باوجود معترض صاحب نے اپنے دوسرے مضمون ''کشف الستور'' میں دوبارہ ان ہی اعتراضات کو الفاظ بدل کر دہرایا ہے۔

اس موضوع پر بندہ نے ایک تحریر لکھ کر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ کی خدمت میں ارسال کی تھی، اور حضرت مفتی صاحب موصوف اکابر علماء کی اس جماعت میں شامل ہیں، جنہوں نے ٹنڈو آدم وغیرہ کے مشاہدات میں حصہ لیا، حضرت مفتی صاحب موصوف مدظلہٗ نے ہماری اس تحریر کی تصدیق کی ہے، جواب صبح صادق وکاذب کتاب کے ضمیمہ میں شائع ہورہی ہے، جو ہمارے اطمینان کے لیے کافی ہے، بے شک معترض صاحب کو اطمینان نہ ہو، وہ ان کا اپنا معاملہ ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

# 18 درجے پر صبح کاذب اور 15 درجے پر صبح صادق کے قائلین اور جمہور کی علمی اور تحقیقی آراء

معترض صاحب نے اپنے مضمون میں درجِ بالا عنوان قائم کیا ہے، اور اس کے بعد اپنی سابقہ گردان ہی دہرائی ہے، جو وہ متعدد بار پہلے مختلف پیرایوں میں دہرا چکے ہیں۔

جبکہ ہم نے تو اکابر اہلِ علم حضرات کی تحریرات سے 18 درجہ پر صبح صادق کا ہونا جمہور سے ثابت کیا تھا۔ [1]

مگر معترض صاحب نے ایک عبارت بھی اس کے برعکس جمہور کی اپنے مدعا کے ثبوت میں پیش نہیں کی۔

معترض صاحب نے اپنے مضمون میں بعض ایسی تحریرات نقل کی ہیں، جن میں صبح کاذب کے 18 درجے پر ہونے کا ذکر ہے۔

حالانکہ ایسی تحریرات کے بارے میں ہم اپنے مضمون میں کلام کر چکے ہیں، اجمالی طور پر عرض

---

[1] مثلاً درجِ ذیل عبارت:

ہندوپاکستان اور بنگلہ دیش میں تقسیمِ ھند سے بہت پہلے سے لے کر اب تک جن نقشوں پر عمل چلا آ رہا ہے، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اٹھارہ درجے زیرِ اُفق کے مطابق ہیں، ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم کی تحقیق یہ ہے کہ صبح صادق کے وقت آفتاب پندرہ درجہ زیرِ اُفق ہوتا ہے، لیکن اس تحقیق کو ہمارے بزرگوں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ سید محمد یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہما نے اور جمہور علماءِ برصغیر نے اختیار نہیں کیا

(نوادرُ الفقہ، جلد ۲، صفحہ ۹۰)

اور پہلے باحوالہ گزر چکا ہے کہ جمہور متقدمین سمیت اکثر اسلامی ملکوں میں 18 ڈگری کے مطابق ہی تعامل جاری رہا ہے۔

ہے کہ ان میں سے اکثر حوالہ جات میں صبح کاذب کا درجہ مذکور ہے، اور صبح صادق کا درجہ مذکور نہیں، البتہ بعض میں صبح صادق کے درجے کا ''قیل'' کے ساتھ ذکر ہے۔

حالانکہ احکام کا تعلق صبح صادق سے ہے، معترض صاحب کی ذمہ داری تھی کہ وہ صبح صادق کے 15 درجے کے بارے میں واضح اور ٹھوس عبارت پیش کرتے، یا پھر کوئی ایسی واضح عبارت پیش کرتے، جس میں یہ بات مذکور ہوتی کہ صبح کاذب اتنے درجے پر ظاہر ہوتی ہے، اور اس سے اتنے درجے کے بعد صبح صادق طلوع ہوتی ہے۔

جبکہ معترض صاحب کی پیش کردہ بعض عبارات ان بزرگوں سے متعلق ہیں، جن کے حوالوں سے ہم اپنے مضمون میں صبح صادق کا 18 درجے پر ہونا ثابت کر چکے ہیں۔

معترض صاحب کی پیش کردہ ان عبارات اور ان سے اخذ کردہ نتیجہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ معترض صاحب کا استدلال 18 درجہ پر صبح کاذب ہونے کی عبارات سے ہے، مگر اس سے تو معترض صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ احکام کا تعلق صادق سے ہے، نہ کہ کاذب سے۔

اور کاذب کو 18 درجے پر ثابت کرنے کے بعد معترض صاحب کے پاس کوئی ایسا ٹھوس اور مضبوط غیر محتمل المعانی حوالہ موجود نہیں، جس سے کاذب کے ظہور اور صادق کے طلوع کے درمیان تین درجے کا تفاوت ثابت ہو۔

علاوہ ازیں علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے بعض علمائے ریاضی کے اس قول کو ذکر کر کے کہ فجرِ کاذب 18 درجے پر اور صادق 15 درجے پر ہوتی ہے، علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ سے اس طرح رد فرمایا ہے کہ:

**ورد عليهم ابن حجر المكى الشافعى فى تحفة المحتاج بأن الصبح قد يتقدم وقد يتأخر وكذلك قال الفقهاء ، وذكر الشيخ فى تفسيره روح المعانى قطعة تحفة المحتاج، أقول :إن قول ابن**

**حجر صادق** (العرف الشذی، ج ۱ ص ۱۸۱، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی مواقیت الصلاۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے علامہ ابنِ حجر ہیتمی رحمہ اللہ کے اس قول کو صادق قرار دیا ہے، جس میں صبح کے کبھی مقدم اور کبھی مؤخر ہونے کا ذکر ہے، اور یہی دیگر فقہاء کا قول بتلایا ہے۔

اور حضرت بنوری رحمہ اللہ نے حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں:

**والحق ماقاله ابن حجر** (معارف السنن ج ۲ ص ۲۸، تحقیق الصبح الصادق والکاذب، ابواب الصلاۃ)

اور ہم پہلے تفصیل کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں کہ علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے یہ حکم صبح کاذب کے بارے میں بیان فرمایا ہے،، نہ کہ صادق کے بارے میں، اور خود علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے مزید صراحت کے ساتھ صبح کاذب ہی کے بارے میں دوسرے مقام پر یہ بھی فرمایا ہے کہ:

**واعلم أن الصبح الكاذب ليس بمقدر بتقدير وقت معين بل قد يزيد وقد ينقص كما صرح الفقهاء واحداً بعد واحد بل ربما لايكون مبصراً خلاف ما قال أهل الهيأة** (العرف الشذی للکشمیری، ج ۱ ص ۴۳۹، ابواب الوتر، باب ما جاء فی مبادرۃ الصبح بالوتر)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ صبح کاذب ہی ہے، جس کا کوئی وقت مقرر نہیں، اور کاذب ہی تقدم وتأخر دونوں کی محتمل ہے، اور بعض اوقات یہ نظر ہی نہیں آتی، برخلاف صبح صادق کے۔

پس مذکور فقہاء کی عبارات کی روشنی میں ظاہر ہوا کہ جن حضرات نے صبح کاذب کے درجہ کی تعیین فرمائی، وہ درست نہیں ہے، اور عدمِ تعیین ہی حق ہے۔

اب رہا یہ کہ جب صبح کاذب کا کوئی وقت مقرر نہیں، وہ کبھی مقدم اور کبھی مؤخر ہوتی ہے، اور کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتی ہے، اور کبھی بالکل نظر ہی نہیں آتی، تو پھر بعض اہلِ علم نے اس کے 18 درجے پر ہونے کا حکم کیونکر لگایا؟

تو اس کے بارے میں ہم اپنے مضمون میں ذکر کرآئے ہیں کہ اس کو ایک مستقل قول پر محمول کیا جاسکتا ہے، جو کہ ہمارے نزدیک مرجوح قول ہے۔

لیکن معترض صاحب کو چونکہ اس پر اطمینان نہیں ہوا، اس لئے اب ہم معترض صاحب کی طرف سے ہی ماسبق میں پیش کردہ اصول کی روشنی میں اس کا جواب عرض کرتے ہیں۔

معترض صاحب نے اپنے مضمون میں ''امکانِ خطاء'' کا عنوان قائم کر کے علامہ شامی رحمہ اللہ کے حوالہ سے یہ دعویٰ کیا تھا کہ:

''جب کسی مسئلہ کے بارہ میں اصل حوالہ (یعنی دلیل) نہ ملے تو بغیر تحقیق کے کسی بڑے سے بڑے بزرگ اور مفتی کے قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات اوپر سے نقل کرتے کرتے بغیر تحقیق اور بالکل خلافِ مذہب فتویٰ چلا آرہا ہوتا ہے''

اب معترض صاحب کے پیش کردہ اصول کی روشنی میں عرض ہے کہ ہم نے جمہور متقدمین ومتاخرین علماء واصحابِ فلکیین سے صبح صادق کے 19 یا 18 درجے پر اور غروبِ شفقِ احمر کے 17 درجہ پر ہونے اور کاذب کے نصف لیل کے بعد اور سبع لیل اور صادق سے تقریباً دو گھنٹہ قبل ظاہر ہونے اور کبھی مقدم اور کبھی مؤخر ہونے اور کاذب وصادق کے درمیان طویل ومختصر وقفہ ہونے اور بعض اوقات متصل ومنغمر ہوجانے اور بعض اوقات بالکل نظر نہ آنے کے متعلق جو عبارات ذکر کی ہیں، ان کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوئی کہ کاذب کے درجہ کی تعیین مشکل ہے، اس لئے ممکن ہے کہ بعض متاخرین کے نقل کرنے میں یہ خطاء واقع ہوئی ہو کہ انہوں نے صادق کے بجائے کاذب کو 18 درجے پر ہونا سمجھ لیا ہو، کیونکہ متقدمین کاذب کے بجائے صادق کو 18 یا 19 درجہ پر بیان کرتے آئے ہیں۔

## بعض عرب علمائے عصر کی آراء

اپنے مضمون کے آخر میں موصوف نے ''علمائے عرب کی تحقیقات وآراء'' کا عنوان قائم کر کے بعض اہلِ عرب معاصرین کی عبارات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ

وہ 18 درجے پر صبح صادق کا مشاہدہ نہیں کرسکے۔

اس سلسلہ میں ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ ہمارے پاس 18 درجے پر جمہور متقدمین ومتاخرین اصحابِ فن اور فقہاء واکابر حضرات کے صبح صادق کے مشاہدات اور تحقیقات اور اکثر اسلامی ممالک کا توارث وتعامل سب کچھ موجود ہیں، اور بہت سے معاصر علمائے عرب کی تحقیقات بھی اسی کے مطابق ہیں، جن میں سے متعدد تو بالکل جدید ہیں، جو ہم نے صبح صادق وکاذب والی کتاب کے ضمیمہ میں اس مرتبہ کی اشاعت ہی میں شامل کیے ہیں، ان میں متعدد شبہات کا ازالہ بھی ہے۔

معترض صاحب کو جو یہ شکایت ہے کہ ہم نے عرب علماء کے بعض مشاہدات وآراء کو اہمیت نہیں دی، اس کا بھی جواب ضمیمہ کی تحریر سے واضح ہے، مزید تفصیل شیخ محمد شوکت عودہ صاحب کے رسالہ میں موجود ہے۔

اس کے علاوہ سعودی عرب کے عالمِ دین دکتور شیخ ابراہیم بن محمد الصبیحی نے ''**طلوع الفجر الصادق بین تحدید القرآن واطلاق اللغة**'' کے عنوان سے ایک مستقل رسالہ تالیف کیا ہے، جس پر مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن محمد آلِ شیخ نے تقریظ وتصدیق فرمائی ہے، اور فرمایا کہ شیخ ابراہیم بن محمد صبیحی نے اس رسالہ میں اُن نقشوں کو صحیح ثابت کیا ہے، جن پر ہمارے علاقوں میں دسیوں سال سے عمل جاری ہے، اور ان مبارک علاقوں کے علماء نے پے درپے ان نقشوں کو ثابت کیا ہے۔ [1]

اس رسالہ میں شیخ موصوف نے عرب کے بعض ان علمائے عصر کا مفصل جواب تحریر فرمایا ہے،

---

[1] چنانچہ شیخ عبدالعزیز تحریر فرماتے ہیں:

**فهـذه رسالة قيمة بعنوان: ” طـلـوع الـفـجر الصادق بين تحديد القرآن واطلاق اللغة“ لفضيلة الشيخ الدكتور/ابراهيم الصبيحى، ناقش فيها موضوعا مهما ألا وهو وقت الفجر، وقرر فيها ما استقر العمل عليه فى هذه البلاد منذ عشرات السنين، وتتابع على اقراره علماء هذه البلاد المباركة وقد اوصينا بطباعته لتعميم النفع به ( طلوع الفجر الصادق بين تحديدالقرآن واطلاق اللغة، صفحة ۵، المقدمة، الطبعة الاولىٰ 1428ھ)**

جو اپنے مشاہدات کی بنیاد پر قدیم نقشوں کی تردید کرتے ہیں، اور سعودی عرب میں 19 ڈگری کے مطابق صبح صادق والے نقشوں کے 20، 25 منٹ بعد صبح صادق طلوع ہونے کے قائل ہیں۔

شیخ ابراہیم بن محمد الصبیحی اپنے مذکورہ رسالہ میں فرمایا کہ قدیم نقشوں کے صحیح ہونے کا معتبر شہادتوں سے ثبوت ہوا ہے، اور مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ کے علاوہ شیخِ ازہر علامہ جادالحق رحمہ اللہ کی رائے بھی یہی ہے۔ [1]

اور شیخ ابنِ باز رحمہ اللہ نے بعض لوگوں کی طرف سے امُّ القریٰ کی تقویم میں مذکور وقتِ فجر کی صحت میں شک پیدا کرنے کے نتیجہ میں ایک جماعت اس موضوع پر تحقیق کے لیے تشکیل دی، جو تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی کہ امُّ القریٰ کی تقویم عملی اعتبار سے صحیح اور واقع کے مطابق ہے۔ [2]

اس رسالہ میں شیخ موصوف نے امُّ القریٰ کی تقویم کی تردید کرنے اور اس کے بیس، پچیس منٹ بعد صبح صادق کا دعویٰ کرنے والے حضرات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ قول صحیح

---

[1] چنانچہ شیخ ابراہیم بن محمد الصبیحی فرماتے ہیں:

و قد قام سماحة شيخنا و امامنا العلامة مفتى عام المملكة فضيلة الشيخ عبدالعزيز بن عبدالله آل الشيخ حفظه الله بالاعتراض على النتيجة التى توصلوا اليها بناء على ما ثبت لديه من شهادة الشهود المؤكدة لصحة هذا التقويم، وبناء على واقع التقويم حيث جرى العمل به ولم يلاحظ فيه تقديم و لا تاخير.

ولانه تقويم قديم توالى العلم والمعرفة على تصحيحه والعمل به، واننى اضم رأيى الى رأى سماحته مؤيداً له وفقه الله كما ان رأيه يتفق مع رأى شيخ الازهر العلامة جاد الحق رحمه الله والذى دونه فى رده على عبدالملك الكليب (طلوع الفجر الصادق بين تحديد القرآن واطلاق اللغة، صفحة ۹ و ۱۰، المقدمة، الطبعة الاولىٰ 1428هـ)

[2] چنانچہ شیخ ابراہیم بن محمد الصبیحی فرماتے ہیں:

و قد ذكر الشيخ ابن باز رحمه الله ان هناك من شك فى صحة وقت الفجر المذكور فى تقويم ام القرىٰ، فامر الشيخ بتشكيل لجنة لدراسة الموضوع والتحقق من وقت دخول الفجر عمليا فرأوا أن التقويم صحيح و مطابق للواقع (طلوع الفجر الصادق بين تحديد القرآن واطلاق اللغة، صفحة ۲۲، التمهيد، الطبعة الاولىٰ 1428هـ)

نہیں ہے، اور صبح صادق کے طلوع میں سرخی کے رنگ کے قول کا دعویٰ کرنا بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس کا استدلال نہایت کمزور ہے۔ [1]

اور یہ دعویٰ کرنا بھی درست نہیں ہے کہ امُّ القریٰ کی تقویم طلوعِ فجرِ کاذب کے مطابق ہے۔ [2]

---

[1] چنانچہ شیخ ابراہیم بن محمد الصبیحی فرماتے ہیں:

**ولذا فلا صحة لقول من ربط ابتداء هذا الوقت بوجود اثر الضوء مرتفعاً بالافق، لانه بهذا الارتفاع سيذهب الخيط الاسود الذى جعل الله وجوده شرطاً لبداية وقت الصيام، كما لا صحة لقول من جعل بدايته عند انتشار ضوئه فى الاسواق و رؤوس الجبال، لان حجم الخيط الابيض قد اتسع.**

**كما لا يصح القول ايضاً بانه لا يبدأ الا اذا كان لونه احمر لانه خلاف ما وصفه الله به فى كتابه، ولان الحديث الوارد فى ذلك ضعيف (طلوع الفجر الصادق بين تحديد القرآن واطلاق اللغة، صفحة ٦٧، القسم الاول، الترجيح، الطبعة الاولىٰ 1428هـ)**

مزید فرماتے ہیں:

**وهذا خلاف ما دل عليه القرآن و ذلك ان الله تعالىٰ جعل حد وجوب الصيام عند اول تبين الخيط الابيض، وهو بداية طلوع الفجر لا استتمامه، فالواجب الاستدلال بما جاء فى اللغة من تعريف الخيط الابيض لا الفجر الكامل، والله الموفق (طلوع الفجر الصادق بين تحديد القرآن واطلاق اللغة، صفحة ٧٩ و ٨٠، القسم الثانى، المبحث الاول، الطبعة الاولىٰ 1428هـ)**

[2] چنانچہ شیخ ابراہیم بن محمد الصبیحی فرماتے ہیں:

**ثم ان هذا التشكيك بالحساب الفلكى لم يقم على دليل ملموس يمكن الاعتماد عليه، اما مجرد ادعاء انه قائم على طلوع الفجر الكاذب فهذا لا يكفى، لانها دعاوى عارية عن الدليل.**

**ولا يصح ان يحتجوا بمشاهداتهم لانهم يخالفون فى الفجر الصادق، فالفجر الذى يرونه يوجب الصيام غير الفجر الذى قام عليه الحساب والذى اعتمد عليه فقهاؤنا فى فتاويهم، والله اعلم (طلوع الفجر الصادق بين تحديد القرآن واطلاق اللغة، صفحة ٨٢، القسم الثانى، المبحث الاول، الطبعة الاولىٰ 1428هـ)**

مزید فرماتے ہیں:

**ان هذه المعلومات من الصور المرئية والتسجيلات الكتابية تشهد على صحة تقويم ام القرىٰ وانه لا يصح القول بانه كان مبنيا على الفجر الكاذب، والله اعلم**

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شیخ ابراہیم بن محمد الصبیحی اپنے مضمون کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

**نرى ان اعتبار الفجر ابتداء من وجود الشمس تحت الافق بمقدار ١٦.٣٠ ليس سليما، نظراً لان الفجر يبدأ عند ما تكون الشمس فى المتوسط تحت الافق بمقدار ١٨، ولكن اذا اخذنا فى الاعتبار الحاجة الى بعض الوقت بين الاستيقاظ ثم الوضوء و نحوه لسماع صوت المؤذن، و من ثم البدء فى صلاة الفجر نجد**

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالصواب (طلوع الفجر الصادق بين تحديد القرآن واطلاق اللغة، صفحة ٩٠،القسم الثانى، المبحث الاول، الطبعة الاولىٰ 1428هـ)

نیز فرماتے ہیں:

هذه نصوص من وقفت على كلامهم من الفلكيين تبين ان ما بين درجة ١٢ حتى نهاية ١٨ هو وقت الفجر الفلكى فكيف يصح ان يقال بان النور الذى يحدث فى اول درجة هذه الفترة هو الفجر الكاذب، والله اعلم (طلوع الفجر الصادق بين تحديد القرآن واطلاق اللغة، صفحة ٩٧،القسم الثانى،المبحث الاول، الطبعة الاولىٰ 1428هـ)

اور فرماتے ہیں:

اعتمدوا رؤية الاغلبية فى تحديد وقت رؤية الفجر فى كل شهر و لم ياخذوا برؤية اولهم المثبتة لهذ الرؤية، وهذا خلاف قاعدة المثبت مقدم على النافى، كما انهم لم يردوا رؤيته بناء على عدم ثقتهم به او على ضعف بصره او على عدم معرفته بالفجر ولذا فلا يصح هذا المنهج الذى سلكوه، بل الواجب عليهم ان يعتمدوا على قول المثبت لا على قول النافى و مثل هذا العمل كمثل جماعة خرجوا لرؤية الهلال فلم يره جميعهم الا واحداً منهم فلا يجوز رد رويته بناء على عدمِ روية من شاركه فى مطالعة الهلال (طلوع الفجر الصادق بين تحديد القرآن واطلاق اللغة، صفحة ٩٨، القسم الثانى،المبحث الاول، الطبعة الاولىٰ 1428هـ)

نیز فرماتے ہیں:

اما ترجيح الشيخ قول المتاخر على المتقدم ففيه نظر لانه ان كان التحديد بالحساب الفلكى فما اخذ به الولاة فهو المقدم لانه قد تهيأ له من العلماء منهم اقدر من غيرهم، ولانه مبنى على نظرية قديمة توارثتها الاجيال و قد قامت لجنة بالتأكد من صحته فى زمن الشيخ ابن باز رحمه الله (طلوع الفجر الصادق بين تحديد القرآن واطلاق اللغة، صفحة ١٠٤،القسم الثانى، المبحث الثانى، الطبعة الاولىٰ 1428هـ)

**انہ من اللازم ان یوذن للفجر عندما تکون الشمس تحت الافق بقدار ۱۹.۳۳ .**

**ویمکن تطبیق نفس المبدء علی صلاۃ العشاء ، بحیث یؤذن لھا عند ما تکون الشمس تحت الافق بمقدار 17.30** (طلوع الفجر الصادق بین تحدید القرآن واطلاق اللغۃ، صفحۃ ۱۴۲ ، القسم الثالث :رد شیخ الازھر علیٰ رأی عبدالملک الکلیب، الطبعۃ الاولیٰ 1428ھ)

ترجمہ: ہماری رائے یہ ہے کہ فجر کی ابتداء سورج کے اُفق کے نیچے 16.30 درجہ کو معتبر قرار دینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ فجر کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے، جبکہ سورج متوسط میں افق کے نیچے 18 درجہ نیچے ہو، لیکن جب ہم نیند کے وقت میں ضرورت کا اعتبار کرتے ہیں، جس میں مؤذن کی آواز سن کر بیدار ہونا، پھر وضو کرنا اور پھر نماز کو شروع کرنا وغیرہ ہوتا ہے، تو ہم لازماً اس بات کو پاتے ہیں کہ فجر کی اذان اس وقت دی جائے، جب سورج افق سے 19.33 درجہ نیچے ہو(اور ہمارے نزدیک ضرورت کے وقت صبح صادق سے اتنا پہلے فجر کی اذان دینا جائز ہے) [1]

اور عشاء کی نماز کی ابتداء کی تطبیق جس طرح ممکن ہے کہ عشاء کی اذان اس وقت جائے ، جب سورج افق سے 17.30 درجہ کی مقدار نیچے چلا جائے (عشاء کی ابتداء شفقِ احمر کے غروب ہونے کے قول کا اعتبار کرتے ہوئے )(طلوع الفجر الصادق)

پھر شیخ ابراہیم بن محمد الصبیحی ترجیح کا عنوان قائم کر کے فرماتے ہیں:

**ولقد قامت شواھد عدیدۃ علی صحۃ تقویم ام القریٰ فی تحدید**

---

[1] یشرع الأذان للفجر قبل وقتھا .وھو قول مالک، والأوزاعی، والشافعی، وإسحاق .ومنعہ الثوری، وأبو حنیفۃ، ومحمد بن الحسن(المغنی لابن قدامۃ،ج ۱ ،ص۲۹۷ ،کتاب الصلاۃ،باب الأذان،فصل الأذان للفجر قبل وقتھا)

**موعد طلوع الفجر الصادق** (طلوع الفجر الصادق بين تحديد القرآن واطلاق اللغة، صفحة ١٤٦، القسم الثالث، الترجيح ، الطبعة الاولىٰ 1428ھ)

ترجمہ: متعدد مشاہدات، امُّ القریٰ کی تقویم میں طلوعِ فجرِ صادق کی تحدید کے وقت کی صحت پر قائم ہو چکے ہیں (طلوع الفجر الصادق)

شیخ ابراہیم بن محمد الصبیحی نے اپنے مضمون میں کویت کے معروف ماہرِ فلکیات استاد دکتور صالح بن محمد العجیری کا ایک خط بھی نقل کیا ہے، جس میں صالح بن محمد عجیری فرماتے ہیں:

**الشفق الفلكي وهو الصادق و موعده يحين عندما تبلغ الشمس ١٨ درجة في انحطاطها تحت الافق الشرقي** (طلوع الفجر الصادق بين تحديد القرآن واطلاق اللغة، صفحة ١٤٩، القسم الثالث، الترجيح، الطبعة الاولىٰ 1428ھ)

ترجمہ: شفقِ فلکی صبح صادق کا نام ہے، جو اس وقت ہوتی ہے، جب سورج کا افقِ شرقی میں انحطاط 18 درج ہوتا ہے (طلوع الفجر الصادق)

مزید فرماتے ہیں:

**ان موعد طلوع الفجر الصادق فهو عند ما تبلغ الشمس في انحطاطها تحت الافق الشرقي بقدر ١٨ درجة و هذا هو الاصح، و ما اراه هو ان نبقي مواعيد طلوع الفجر عند هذا القدر ولا نؤخره** (طلوع الفجر الصادق بين تحديد القرآن واطلاق اللغة، صفحة ١٥٠، القسم الثالث، الترجيح،الطبعة الاولىٰ 1428ھ)

ترجمہ: بلاشبہ طلوعِ فجرِ صادق اس وقت ہوتا ہے، جب افقِ شرقی کے نیچے سورج کا انحطاط 18 درجے کے بقدر ہوتا ہے، یہی زیادہ صحیح ہے، اور ہماری رائے یہ ہے کہ اسی مقدار کے مطابق طلوعِ فجر کے اوقات کو باقی رکھا جائے، اور ہم طلوعِ

فجر کے اس سے مؤخر ہونے کے قائل نہیں (طلوع الفجر الصادق)

شیخ ابراہیم بن محمد الصبیحی نے اپنے مضمون کے آخر فرمایا کہ 1427 ہجری میں سعودی عرب کی ایک لجنۃ نے سعودی عرب کے متفرق مقامات پر طلوعِ فجر کا مشاہدہ کیا، جس میں اس نے امُّ القریٰ میں درج وقت (جوکہ 19 درجہ زیرِ افق کے قریب ہے) سے تقریباً تین منٹ بعد یعنی 18 درجہ کے قریب صبح صادق کے طلوع کا مشاہدہ کیا، جس سے امُّ القریٰ کی تقویم کا صحیح ہونا ظاہر ہوتا ہے، اور اس بات کی نفی ہوتی ہے کہ امُّ القریٰ کی تقویم فجرِ کاذب پر مبنی ہے۔ [1]

علامہ شامی رحمہ اللہ سے بھی 18 درجے پر صبح صادق ہونا ثابت ہے ''و کفیٰ بنا قدوۃ'' اگر کسی کو ان کے مقابلہ میں کسی اہلِ عصر کی اتباع پسند ہے، تو وہ شوق سے کرے۔

فتاویٰ دارالعلوم زکریا میں ہے:

ان دونوں اوقات (یعنی صبح صادق وطلوعِ شمس اور غروبِ آفتاب وغروبِ شفق) کے مابین فاصلہ کی مقدار اکثر حضرات نے ایک گھنٹہ بیس منٹ سے 38 منٹ کے درمیان بتلائی ہے، البتہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، صاحبِ احسن الفتاویٰ نے 57 منٹ بتلائی ہے، لیکن یہ ان کا تفرد ہے، اکثر حضرات کی رائے اس کے خلاف ہے، اور 18 درجہ والے قول کو اکثر حضرات نے اختیار کیا ہے (فتاویٰ دارالعلوم زکریا، جلد دوم، صفحہ ۴۸، کتاب الصلاۃ، اوقاتِ نماز کا بیان، ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی، تاریخِ اشاعت: نومبر 2008ء)

---

[1] شکلت مدینة الملک عبدالعزیز للعلوم و التقنیة لجنة ثانیة مکونة من ستة باحثین فلکیین لدراسة الشفق "المرحلة الثانیة" وقد قامت اللجنة فی صیف عام ۱۴۲۷ بزیارة عدة مناطق من المملکة وکان منها المنطقة الشمالیة، فرأت ان الصبح یطلع بعد توقیت ام القریٰ بقرابة ثلاث دقائق ای قریبا من درجة ۱۸.۵ ، مما یشهد لصحة هذا التقویم و ینفی ان یکون مبنیاً علی الفجر الکاذب کما یشهد لصحة ما اثبته عبدالله الخضیری، ثم ان هذه المشاهدة تتعارض مع رأیهم الذی قرروه فی المرحلة الاولیٰ (طلوع الفجر الصادق بین تحدید القرآن واطلاق اللغة، صفحة ۱۵۲، القسم الثالث، الترجیح، الطبعة الاولیٰ 1428ھ)

مذکورہ کتاب میں ہی ہے:

آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے مولانا محمد عبدالواسع پروفیسر دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکّن (انڈیا) نے اپنی کتاب میں صبح وشفق کی تفصیلی وضاحت کے بعد تحریر فرمایا ہے:

صبح کی ابتداء اور شفق (ابیض) کی انتہاء اس وقت ہوتی ہے، جب آفتاب افق سے عموداً 18 درجہ نیچے ہوتا ہے (معیار الاوقات للصیام و الصلوات: 15) (ایضاً ص۵۲)

## جمعیۃُ العلماء برطانیہ کا فیصلہ

برطانیہ کے علماء نے بھی طویل غور وفکر کیا اور اس کے بعد 18 ڈگری پر صبح صادق کے درست ہونے کا فیصلہ کیا۔

چنانچہ فتاویٰ دارالعلوم زکریا میں ہے:

آج 16 شعبان 1403ھ، جمعیۃ العلماء برطانیہ کے زیرِ اہتمام ''بریڈفورڈ'' میں علمائے برطانیہ کا ایک اجلاس زیرِ سرپرستی حضرت مفتی محمود صاحب منعقد ہوا، جس میں برطانیہ میں صبح صادق کے بارے میں طویل غور وفکر کے بعد شریکِ اجلاس علماء نے حسبِ ذیل متفقہ فیصلہ کیا کہ اس سے پہلے برطانیہ میں جو نوٹیکل ٹیولائٹ ۱۲ درجہ (ڈگری) کو صبح صادق قرار دیا تھا، وہ قطعاً غلط تھا۔

اور برطانیہ میں جن دنوں صبح صادق کا تحقق ہوتا ہے، یعنی آفتاب افق سے 18 درجہ نیچے جاتا ہے، اس کو اصطلاح میں اسٹرونومیکل ٹیولائٹ کہا جاتا ہے، ان دنوں میں اسی وقت صبح صادق قرار دی جائے گی، کیونکہ یہی وقت دراصل صبح صادق کا صحیح وقت ہے، البتہ جن دنوں برطانیہ کے مختلف عرض البلد پر مختلف ایام

میں آفتاب افق سے 18 درجے نیچے نہیں جاتا، ان دنوں میں صبح صادق کے بارے میں یہی طے کیا گیا کہ اپنی جگہ کے عرض البلد پر آخری تاریخ میں جو صبح صادق کا وقت تھا، اسی کے مطابق اتنے ہی بجے بقیہ دنوں میں بھی صبح صادق کی ابتداء واختتامِ سحر مقرر کی جائے۔ العبد شبیر احمد عفی عنہ (فتاویٰ دارالعلوم زکریا، جلد دوم، صفحہ ۵۴، کتاب الصلاۃ، اوقاتِ نماز کا بیان، ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی، تاریخِ اشاعت: نومبر 2008ء)

## دارالعلوم دیوبند کا جدید فتویٰ ومشاہدہ

دارالعلوم دیوبند سے حال ہی میں ایک فتویٰ جاری ہوا ہے، جس میں مذکور ہے:

جب دارالعلوم دیوبند کی طرف سے حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی دامت برکاتہم (حال استاذِ حدیث: دارالعلوم دیوبند وقف) کی تیار کردہ جنتری (قاسمی جنتری) جو قدیم وجدید فلکی حسابات کی روشنی میں نہایت احتیاط وکاوش کے ساتھ مرتب کی گئی ہے، اور قدیم جنتریوں کے مطابق ہے (جن میں 18 درجہ کے مطابق فجر وعشاء کے اوقات درج ہیں، ناقل) شائع کی گئی، تو بعض علماء نے یہ اعتراض کیا کہ اس میں طلوعِ صبح صادق کا وقت صحیح نہیں ہے، اور وہ حضرات یہ اعتراض لے کر حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب اعظمی رحمہ اللہ (سابق صدر مفتی: دارالعلوم دیوبند) کے پاس آئے، تو حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا: حسابی بنیاد پر کسی جنتری کی تصحیح یا تغلیط کی ضرورت نہیں، مشاہدہ کرلیا جائے، اور جو جنتری مشاہدہ کی رُو سے صحیح ثابت ہو، اس پر عمل کیا جائے، اور جو اس کے خلاف ثابت ہو، اس پر عمل نہ کیا جائے۔ اور مشاہدہ کے لیے یہ کیا جائے کہ آپ حضرات اور ہم لوگ اپنی اپنی سحری لے کر کل، صبح صادق سے پہلے دیوبند سے باہر کسی کھلی فضا میں چلیں، وہیں سحری بھی کھائیں، اور سب لوگ اپنی اپنی آنکھوں

سے براہِ راست طلوعِ صبح صادق کا مشاہدہ کریں، اور جس وقت صبح صادق کا مشاہدہ ہو، اسے نوٹ کرلیں، پھرآ کر دیکھیں، جوجنتری اس کے مطابق ہو، وہ صحیح سمجھی جائے، اوراسی پرعمل کیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اور تین کاریں گئیں، اور باہر جا کرخود لوگوں نے دیکھا اور صبح کاذب کے بعد جوں ہی آسمان کے افق پر چوڑائی میں پھیلتی ہوئی روشنی نظر آئی، اپنی اپنی گھڑی دیکھ کر وہ ٹائم نوٹ کرلیا، اور واپس آ کر وہ ٹائم مختلف جنتریوں سے ملایا گیا، تو قاسمی جنتری کا ٹائم بالکل صحیح نکلا، معترض لوگ خاموش ہوگئے، اوراس جنتری کی صحت بالاتفاق تسلیم کرلی گئی۔......

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد نعمان سیتا پوری غفرلہٗ

۲۴/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۳۷ھ مطابق 5 / مارچ/ 2016ء شنبہ

الجواب صحیح: محمود حسن غفرلہٗ بلند شہری

الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ

اس سے معلوم ہوا کہ متعدد جدید مشاہدات سے جن میں دارالعلوم دیوبند کا یہ مذکورہ بالا مشاہدہ بھی داخل ہیں، 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق اوقات کا درست ہونا ثابت ہوا ہے۔

## خلاصۂ کلام

آخر میں موصوف نے ''خلاصۂ کلام'' کا عنوان قائم کرکے فرمایا کہ:

''چونکہ پرانے نقشے، محققین علماء کی طرف سے نہیں بلکہ، ویسے بغیر پرکھ کے ان دیکھے عملی طور پر مشہور ہوگئے ہیں۔ لہٰذا اس کو جمہور کا عمل قرار دیکر اس کی مخالفت کو مطلقاً ناجائز سمجھنا قطعاً اصولِ تحقیق کے خلاف ہے''

ہم پرانے نقشے کا علامہ شامی رحمہ اللہ کی رائے کے ساتھ ساتھ جمہور متقدمین علماء وفقہاء کی تصریحات کے مطابق اور برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ جیسے محقق

حضرات کے دور سے لے کر اب تک اپنے جمہور علماء واکابر کی طرف سے ہونا ذکر کر آئے ہیں، جن میں ایسے بے شمار محقق اور ماہرِ فن حضرات گزرے ہیں کہ ان کے مقابلہ میں ہم اپنے لئے موصوف کی طرف سے پیش کردہ موجودہ دور کے علمائے عصر کی آراء قابلِ اتباع نہیں سمجھتے۔

موصوف اگر سمجھیں، تو یہ ان کا معاملہ ہے۔

نیز اسی بنیاد پر جنتریاں ترتیب دی جاتی رہی ہیں، البتہ بعض اسلامی ملکوں میں 19 ڈگری پر صبح صادق کے مطابق نقشے رائج رہے، جو کہ بعض علماء کے قول کے مطابق ہیں۔

لہٰذا ان نقشوں کو بغیر پرکھے اور دیکھے مشہور ہونا قرار دینا درست نہیں۔

اور علامہ شامی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق ان سے غلبۂ ظن کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، جو عمل واتباع کے لئے کافی ہے، اور ہم ان کی مخالفت کو روا نہیں سمجھتے۔

اگر معترض صاحب اس کے برعکس عمل کریں، تو یہ ان کا معاملہ ہے۔

معترض صاحب اپنے مضمون کے آخری صفحہ پر لکھتے ہیں:

> دوسری بات یہ ثابت ہوگئی کہ ظاہری طور پر کسی چیز کی شہرت اس کی صحت اور اصلیت پر دلالت ہرگز نہیں کرتی۔ کیونکہ احتمالِ خطاء ہر جگہ موجود ہے۔ علامہ شامی نے فقہاء احناف کے بڑے بڑے مضبوط اور قد آور شخصیات کی طرف سے وقوع خطاء کا تذکرہ فرما کر ان لوگوں کو سبق دینے کی کوشش کی ہے کہ جو لوگ فتویٰ دینے کی جسارت کریں گے تو ان پر لازم ہے کوئی بھی مسئلہ ہو اصل مآخذ سے نقل کرنا ضروری ہے (کشف الغشاء ص ۲۷۳، بلفظہٖ)

پس ہم 18 درجے کے مطابق صبح صادق ہونے کی صحت اور ان پر عمل واعتماد کا درست ہونا ثابت کر چکے ہیں، اور یہ بھی کہ اصل مآخذ سے ان میں خطاء کا ہونا ثابت نہ ہوسکا۔

البتہ ان کے مقابلہ میں معترض صاحب کے پیش کردہ اصول کے مطابق 18 درجے پر کاذب اور 15 درجے پر صبح صادق کے اقوال میں احتمالِ خطاء کے ہونے کے زیادہ قرائن ہیں۔

کما مر۔

بلکہ بعض حضرات نے تو 18 درجے کے بعد صبح صادق کے قول کو اجماع سے خروج اور شذوذ قرار دیا ہے۔ [1]

پس گزشتہ تمام تر تفصیل کی روشنی میں معلوم ہو گیا کہ معترض صاحب نے ہمارے مضمون پر جو طولِ لاطائل اعتراضات وشبہات کئے ہیں، ان میں سے بہت سے شبہات خلافِ واقعہ ہیں، اور جن شبہات کی کوئی بنیاد بھی ہے، تو وہ بھی زیادہ وقعت نہیں رکھتے، اور جماہیرِ مسلمین کے تخطئہ کا باعث ہیں، جن سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جا چکا ہے۔

**لَقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ** (سورة ق، رقم الآية ٢٢)

**وَإِنْ تَنتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ** (سورة الانفال، رقم الآية ١٩)

**وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهُ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ**

---

[1] چنانچہ محمد بن عبدالوہاب بن عبدالرزاق اندلسی مراکشی ۱۶ درجے اور ۳۰ دقیقہ پر صبح صادق ہونے کے قول کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لکنه تجاوز مانقله عن المرصدين من ان ابتداء طلوع الفجر يكون عند انحطاط الشمس ١٨ درجة وصار يقول كل من صلى قبل انحطاط الشمس عن الافق ١٦ درجة و ٣٠ دقيقة فصلاته باطلة كما قال فى الصفحة ١٨ الاخيرة ، ويلزم عليه انه يحل الاكل فى رمضان حتى يكون الانحطاط ١٦ درجة و ٣٠ دقيقة وهذا من الخروج عن الاجماع ومن الشذوذ ومن مخالفة تحديد الفلكيين الاوربيين والمسلمين كما علمت (ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق ، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسى اصلا الفاسى المراكشى ص ١٦)

اور آخر میں لکھتے ہیں:

وهذا هو الذى حرره علمائنا الثقات المقتدىٰ بهم سلفا وخلفا فمن اتبعه من غير زيادة ولا نقص فقد ادى واجبة على احسن حال وصح صلاته وصومه وبرئت منهما ذمته ، ومن خالف ذلك فقد خالف مامره به الشرع الاسلامى وخالف ما حرره علمائنا العظماء وكان معدودا من الخارجين عن ما عدده اهل الشرع والهيئة وكان من المنحرفين عن الحجة البيضاء التى ليلها كنهارها (ايضاً ص ٣٦)

# خاتمہ

تمام تر شرعی وفنی دلائل ملاحظہ کرنے کے بعد بصدق واخلاص وبشرح صدر ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ صبح کاذب کی جس روشنی کی شریعت نے خبر دی ہے، اوراس کی جو صفات بتلائی ہیں، وہ بروجی روشنی پر ہی منطبق ہوتی ہیں، اوراس کے علاوہ کسی اور روشنی پر ہرگز منطبق نہیں ہوتیں، اورشریعتِ مطہرہ نے صبح صادق کی جو حقیقت بیان کی ہے، وہ 18 درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی پر صادق آتی ہے، اور وہ متقدمین اور متاخرین جمہور اہلِ علم کے نزدیک 18 درجہ پر ہی طلوع ہوتی ہے، اس پر جمہور کی تحقیق کے علاوہ ہزاروں سالوں سے جمہور کا عمل ہے، اور 18 درجے پر ظاہر ہونی والی روشنی پر صبح کاذب کی تعریف وحقیقت ہرگز صادق نہیں آتی، اور 18 درجہ پر ظاہر ہونے والی روشنی کو کاذب اور 15 درجہ پر صادق اور 12 درجہ پر غروبِ شفقِ احمر کا قول خطاء پر مبنی ہے، جسے ہم قابلِ اتباع نہیں سمجھتے، اوراس پر جو دلائل قائم کئے گئے ہیں، وہ دلائل وحقائق میں غور کرنے سے مرجوح ومخدوش معلوم ہوئے۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ

محمد رضوان

22/ محرم/ 1431ھ، 09/ جنوری/ 2010ء بروز ہفتہ

نظرِ ثانی، اصلاح واضافہ

10/ محرم الحرام/ 1439ھ، 01/ اکتوبر/ 2017ء بروز اتوار

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

علمی وتحقیقی سلسلہ

# اشكاليات فلكية وفقهية حول

# تحديد مَواقيت الصلاة

ويليه

## كيفيةُ التحقق من صحة مواقيت الصلاة فى التقاويم

للشيخ محمد شوكت عودة

رئيس: المشروع الاسلامى لرصد الأهلة.ICOP

رئيس سابقاً: لجنة رصد الأهلة والمواقيت فى الجمعية الفلكية الأردنية

عضو مؤسس فى الاتحاد العربى لعلوم الفضاء والفلک.

عضو اللجنة الرسمية التابعة الوزارة الأوقاف لحساب مواقيت الصلاة الأردنية.

عضو اللجنة الرسمية التابعة للهيئة العامة اللشؤون الاسلامية والأوقاف

لمراجعة مواقيت الصلاة فى دولة الامارات.

عضو اللجنة الرسمية التابعة للمجمع الفقهى (رابطة العالم الاسلامى) لحساب

مواقيت الصلاة فى أوروبا

التقديم

محمد رضوان المفتى

الناشر

اداره غفران، راولبندى، الباكستان

اسم الکتاب: اشکالیات فلکیۃ وفقھیۃ حول تحدید مواقیت الصلاۃ

الطبعۃ الاولیٰ: جمادی الاخریٰ 1434ھ اپریل 2013ء

الطبعۃ الثانیۃ: محرم الحرام1439ھ، اکتوبر 2017ء

صفحات: 140

---

---

تطلب جمیع کتبنا من

کتب خانہ ادارہ غفران ،چاہ سلطان ، رقم الزقۃ 17،راولپنڈی پاکستان

فون051-5507270 فیکس 051-5702840

# فهرس الموضوعات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# تقدیم

## (مفتی محمد رضوان)

ایمان کے بعد عاقل، بالغ ہونے پر دن رات میں پانچ وقت کی نماز کا فریضہ لازم کیا گیا ہے، جس کی فرضیت واہمیت سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہوسکتا۔

دن رات کی پانچوں نمازوں کے اوقات کا تعلق سورج کے مختلف حالات کے ساتھ وابستہ ہے، کیونکہ پانچ نمازیں دن رات کا وظیفہ اور عمل ہیں، اور دن اور رات کے وجود کا تعلق سورج کے ساتھ وابستہ ہے، اس لئے پانچوں نمازوں کے اوقات کی تخریج وتعیین کے لئے ہر دور میں سورج بنیادی مرکز رہا ہے، جس پر فقہاء اور اصحابِ فلکیین بحث وتحقیق فرماتے رہے ہیں۔ پھر پانچوں نمازوں کے اوقات کی ابتداء وانتہاء کے اعتبار سے تعیین میں اکثر فقہائے کرام کا اتفاق رہا ہے، البتہ چند نمازوں کے اوقات کی ابتداء وانتہاء یا افضلیت وغیر افضلیت میں قدرے اختلاف بھی پایا جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود پانچوں نمازوں کے اوقات اپنی ابتداء وانتہاء کے اعتبار سے سورج ہی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، چنانچہ بعض نمازوں کا تعلق سورج کے غروب ہونے سے، بعض کا سورج کے طلوع ہونے سے، بعض کا سورج کی اُفق پر ابتدائی روشنی ظاہر ہونے سے، اور بعض کا سورج کی روشنی اُفق سے غائب ہونے سے، اور بعض کا تعلق سورج کے زوال سے، اور بعض کا سورج کے زوال کے بعد قدرے سفر طے کر لینے کے ساتھ قائم ہے۔

اور ان میں سے بعض نمازوں کے اوقات کی تخریج وتعیین تو مشاہدہ کے ذریعہ سے آسان وسہل ہے، لیکن بعض نمازوں کے اوقات کے مشاہدہ میں فی زمانناِ مختلف وجوہات کے پیشِ نظر مشکلات پائی جاتی ہیں، جن میں فجر اور عشاء کے ابتدائی اوقات کا مسئلہ سرِفہرست ہے،

اوراس زمانہ میں کئی علماء کے درمیان یہ مسئلہ ایک معرکۃُ الآ راءموضوع کی حیثیت اختیار کر گیا ہے،جس پر مختلف اہلِ علم حضرات اپنی اپنی تحقیق فرمارہے ہیں۔

اس سے قبل ہم نے بھی اس موضوع پر دو کتابیں تحریر کی ہیں، جو الحمد للہ تعالیٰ شائع ہوچکی ہیں۔

ابھی چنددن قبل ہمیں جناب شیخ محمد شوکت عودہ صاحب کے اس موضوع پر عربی زبان میں دو مطبوعہ مضامین موصول ہوئے، جن میں سے ایک مضمون قدرے مفصل ہے، جو ’’اشکالیات فلکیة و فقهیة تحدید مواقیت الصلاۃ ‘‘کے نام سے موسوم ہے،اور دوسرا مضمون کچھ مختصر ہے،جو’’کیفیة التحقق من صحة مواقیت الصلاۃ فی التقاویم ‘‘کے نام سے موسوم ہے۔

جناب شیخ محمد شوکت عودہ صاحب ایک بین الاقوامی سطح کے جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ فلکی موضوع پر گہری نظر رکھتے ہیں، اور مشہور ادارہ ’’ICOP‘‘( Islamic Crescents' Observation Project)کے رئیس ہونے کے ساتھ ساتھ اردن کی جمعیۃ فلکیۃ کے(’’1995‘‘ سے’’2009‘‘ کے دوران )رئیس رہ چکے ہیں،اس کے علاوہ شیخ محمد شوکت عودہ صاحب اتحادِ عربی،علومِ فضاء و فلک کے رکن، اور اردن کی نمازوں کے اوقات کے حساب کی وزارتِ اوقاف کے رکن،عرب امارات کے اوقاتِ صلاۃ کے رکن، اور رابطہ عالمِ اسلامی کی، اوروبا(یورپ) میں اوقاتِ صلاۃ کے حساب کی فقہی جمعیت کے رکن ہیں۔

شیخ محمد شوکت عودہ صاحب نے اپنے’’اشکالیاتِ فلکیۃ وفقهیۃ حول تحدید مواقیت الصلاۃ‘‘ نامی مضمون کو ایک مقدمہ اور پانچ مباحث پر تقسیم کیا ہے۔

مقدمہ میں اس موضوع کی مختصر اہمیت وتعارف اور ضرورت کا ذکر کرنے کے بعد’’المبحث الاول: صلاۃ الفجر ‘‘کا عنوان قائم کرکے نمازِ فجر کے فقہی وفلکی موضوع پر بحث کی ہے،

پہلے''اولا : الفجر الکاذب (الضوء البرجی) (ZODICAL-LIGHT)'' کا عنوان قائم کرکے فجرِ کاذب کا قدرے مفصل ذکر کیا ہے، جس کے ضمن میں مختلف احادیث ذکر کرنے کے بعد فلکی اعتبار سے بروجی روشنی یعنی ZODICAL-LIGHT کو فجرِ کاذب قرار دیا ہے، جو فجرِ صادق سے کافی پہلے نظر آتی ہے، اور فجرِ کاذب وصادق کے اپنے مشاہدات کا بھی ذکر کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ صاف موسم اور فضاء میں فجرِ کاذب اور ابتدائے فجرِ صادق کا مشاہدہ آسان اور موسم کے غیر صاف وغبار آلود اور فضاء کے مکدّر رہونے کی صورت میں مشاہدہ مشکل ہوتا ہے۔

اس کے بعد''ثانیا: اول وقت صلاة الفجر شرعیاً'' کا عنوان قائم کرکے، نمازِ فجر کے شرعی ابتدائی وقت پر بحث کی ہے، اور اولِ وقتِ صلاۃ کے غلس پر یا اسفار پر ہونے کے بارے میں اختلاف کو ذکر کرکے راجح اس کو قرار دیا ہے کہ فجر کی نماز کا ابتدائی وقت غلس میں یعنی طلوعِ فجرِ صادق پر شروع ہوجاتا ہے، اور اس کے خلاف اسفار میں شروع ہونے کا قول انتہائی مرجوح ہے۔

پھر تیسرے نمبر پر''ثالثا: اول وقت صلاة الفجر فلکیا'' کا عنوان قائم کرکے نمازِ فجر کے فلکی اعتبار سے ابتدائی ہونے پر بحث کی ہے، اور اس ضمن میں 19 سے لے کر پندرہ درجات کے درمیان اقوال دائر ہونے کا ذکر کیا ہے، اور ایک درجہ کے مختلف زمان ومکان کے اعتبار سے مختلف منٹوں پر مشتمل ہونے کی بحث کی ہے، اور اٹھارہ درجہ پر فجرِ صادق کے طلوع ہونے کو راجح قرار دیا ہے، اور اس بات کی تردید کی ہے کہ اٹھارہ درجہ پر فجرِ صادق کے طلوع ہونے کی ابتدائی تحقیق اہلِ مغرب اور غیر مسلموں کی ہے، جس کی بغیر تحقیق کئے ہوئے مسلمانوں نے تقلید کی ہے، بلکہ اس کے برعکس کو راجح قرار دیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اٹھارہ درجہ پر فجرِ صادق کے طلوع ہونے کا ابتدائی قول عرب کے قدیم اکابر اہلِ فن مسلمانوں کا ہے، جو بار بار کے مشاہدات وتجربات اور ان کی علمی تحقیق پر مبنی ہے، نہ کہ کسی غیر مسلم کی تقلید پر، پھر

اسی کی بعد میں اہلِ مغرب وغیر مسلموں نے تقلید کی ہے،اور وہ اپنی تحقیق کو اس کے خلاف نہیں پاسکے،اور اس قول کا غلطی اور خطاء پر مبنی ہونا قرار دیا ہے کہ اٹھارہ درجہ پر فجر صادق کے بجائے فجرِ کاذب طلوع ہوتی ہے۔

پھر”رابعا: اقوال الفلکیین المتقدمین حول اول وقت صلاۃ الفجر“ کا عنوان قائم کر کے مختلف متقدمین اصحابِ فلکیین کے اٹھارہ اور انیس درجہ پر طلوعِ فجر صادق ہونے اور انہی درجات پر عشاء کا وقت ہونے اور بعض کے نزدیک سترہ درجہ پر عشاء کا وقت ہونے کے حوالہ جات نقل کئے ہیں۔

اس کے بعد”خامسا: الأرصاد الحدیثة لتحدید أول وقت صلاۃ الفجر“ کا عنوان قائم کر کے طلوعِ فجرِ صادق کے متعلق 1992ء، 1993ء اور 2009ء، نیز 2010ء کے جدید وحدیث مشاہدات کا ذکر کیا ہے۔

پھر اس کے بعد”سادسا:الآراء والأرصاد التی تخالف الزاویة (18أو 19) للفجر أو الزاویة (18أو 17) للعشاء“ کا عنوان قائم کر کے اٹھارہ درجہ پر فجرِ صادق کے طلوع ہونے کو راجح قرار دیا ہے،اور اٹھارہ درجہ کے خلاف ہونے والے بعض مشاہدات کی توجیہات بیان کی ہیں،جن میں جناب شیخ ناصرالدین البانی صاحب کے مشاہدہ کی توجیہ وجواب بھی شامل ہے،جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا یہ مشاہدہ عمان شہر کے داخلی حصہ کا ہے، اور آج کل کی مصنوعی روشنیوں وغیرہ کے ہوتے ہوئے شہروں کے اندر ابتدائے طلوعِ فجر کا مشاہدہ مشکل ہے۔

پھر اس کے بعد”سابعا:العوامل المؤثرۃ علی طبیعة الفجر والشفق“ کا عنوان قائم کر کے صبح کو طلوعِ فجر کے وقت اور رات کو غروبِ شمس کے بعد آسمان اور اُفق پر نظر آنے والی روشنیوں اور ان کے الوان پر فلکی وسائنسی بحث کی ہے،اور اس کے ضمن میں بحری وبری اور بلندی ونشیبی اعتبار سے نیز آب وہوا اور موسم وغیرہ کے تغیرات سے آنے والی تبدیلی پر

بحث کی ہے۔

پھراس کے بعد’’ثامنا:شروط تحری الفجر والشفق ‘‘کاعنوان قائم کرکے فجراور شفق کا مشاہدہ کرنے کی شرائط پر بحث کی ہے،جن کے نہ پائے جانے پر فجراور شفق کادرست اور بروقت مشاہدہ ممکن نہیں ہوتا،اوراس ضمن میں ان عوامل کا ذکرکیا ہے،جو فجراور شفق کے بروقت مشاہدہ میں مانع ورُکاوٹ بن جاتے ہیں۔

پھر’’المبحث الثانی: صلاۃ العشاء ‘‘کاعنوان قائم کرکے پہلے’’أولا:طبیعۃ الشفق بعد الغروب ‘‘کے ذیل میں اس بات کواُجاگرکیا ہے کہ جس طرح صبح کے وقت اٹھارہ درجہ زیرِافق پرظاہر ہونے والی روشنی کا نام فجرِ صادق یافجرِ فلکی ہے،اسی طرح غروب کے بعد اٹھارہ درجہ زیرِافق پر غائب ہونے والی روشنی کا نام شفقِ فلکی ہے،اور فجر فلکی سے پہلے اور شفقِ فلکی کے بعدظاہر ہونے والی روشنی کا نام ضوءِ برجی ہے۔

پھر’’ثانیا:صلاۃ العشاء من الناحیۃ الشرعیۃ ‘‘کاعنوان قائم کرکے،عشاء کے شرعی وفقہی وقت پر بحث کی ہے،اوراہلِ علم حضرات کی مختلف عبارات کونقل کیا ہے۔

اس کے بعد’’ثالثا:ملاحظات فلکیۃ حول اللون الأحمر ‘‘کاعنوان قائم کرکے شفقِ احمراور شفقِ ابیض کی فلکی بحث فرمائی ہے،جس کے ضمن میں واضح کیا ہے کہ غروب کے بعد حقیقی احمر کاظہورضروری نہیں،اوراس کادرجات کے اعتبار سے حساب بھی ممکن نہیں۔

پھر’’رابعا:المقصود بالشفق الأحمر والشفق الأبیض ‘‘کاعنوان قائم کرکے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ بعض حضرات نے وقتِ عشاء کے لئے اٹھارہ درجہ زاویہ کواور بعض نے سترہ یااس سے کچھ اوپر کے زاویہ کومعتبر مانا ہے،اور پھر یہ بتلایا ہے کہ فلکی اعتبار سے شفقِ ابیض کے غروب کوہی ابتدائے وقتِ عشاء کے لئے معیار بنایا گیا ہے،البتہ اس کا بعض نے شفقِ احمرنام رکھا،جوعشاء کاذب کے مقابلہ میں ہے،اور بعض نے شفقِ ابیض نام رکھا۔

پھراس کے بعد’’خامسا:أقوال الفلکیین والموقتین المتقدمین فی أول وقت

صلاۃ العشاء ''کاعنوان قائم کرکے،متقدمین اصحابِ فلکیین کےعشاء کےابتدائی وقت پر اقوال کاذکرکیاہے،جن میں سے بعض کےاقوال اٹھارہ درجہ زیرِافق کے،بعض کےسترہ درجہ زیرِافق کےاوربعض کےانیس درجہ زیرِافق کے ہیں،اورپھران میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔

پھر''سادسا:الأرصاد الفلکیة الحدیثة لأول وقت صلاۃ العشاء ''کاعنوان قائم کرکے،1993ء کےبعض مشاہدات کا ذکرکیا ہے،اوراس کے بعدان مشاہدات پرتبصرہ فرمایاہے۔

پھر''المبحث الثالث: صلاۃ الظھر ''،کاعنوان قائم کرکےظہر کےوقت پر بحث کی ہے،اورزوال ہونے پروقت ظہرشروع ہونے پرکلام کیا ہے۔

اس کے بعد''المبحث الرابع: صلاۃ العصر ''کاعنوان قائم کرکے،نمازِعصرکےوقت پر بحث کی ہے،اورامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اوردیگر جمہور فقہائے کرام علیہم الرحمہ کےایک مثل اور دومثل کےاقوال کوذکرکیاہے،اور جمہور کےقول کوراجح قرار دیا ہے۔

پھر''المبحث الخامس: صلاۃ المغرب ''کاعنوان قائم کرکے،مغرب اورسورج کے غروب ہونے کےوقت پرتفصیلی بحث کی ہے۔

پھر''الخلاصة''کاعنوان قائم کرکےاپنی سابقہ تمام بحث کاخلاصہ اس طرح بیان کیاہے۔

☆ یہ کہ ضوءِ برجی یعنیZodiacla Twilight ہی فجرِ کاذب ہے۔

☆ یہ کہ فجرِ فلکی یعنیAstronomical Twilight ہی فجرِ صادق ہے۔

☆ یہ کہ اصحابِ فلکیین فجرِ کاذب (ضوءِ برجی) کوخوب اچھی طرح پہچانتے ہیں،اوروہ اس کےاورفجرِ صادق یعنی فجرِ فلکی میں فرق کرتے ہیں۔

☆ یہ کہ فجرِ کاذب کی روشنی وقت کے ساتھ ساتھ زیادہ ہوتی رہتی ہے،تاآنکہ فجرِ صادق ظاہرنہ ہوجائے،اوراس کےساتھ اس کاتداخل ہوجاتا ہے،اورفجرِ کاذب اورفجرِ صادق کے

درمیان امتیاز کرنا،اس کی شکل کے ذریعہ سے ہی ممکن ہے۔

☆ یہ کہ فجرِ کاذب یعنی ضوءِ برجی یازوڈیکل لائٹ کا ظہور سورج کے تقریباً چوبیس درجہ زیرِاُفق ہونے پر ہوجاتا ہے، اور جب آسمان خوب صاف ہوتو تیس درجہ زیرِ افق پر ظہور ہوجاتا ہے۔

☆ یہ کہ نمازِ فجر کا وقت فجرِ صادق کے ظہور پر غلس کے وقت ہوجاتا ہے، نہ کہ اسفار کے وقت۔

☆ یہ کہ فجرِ صادق یافجرِ فلکی کا ظہور سورج کے افق سے اٹھارہ درجہ کی مقدار نیچے ہونے پر ہوتا ہے۔

☆ یہ کہ انیس درجہ زیرِافق پر فجر صادق کے ظہور کو ہم غلط نہیں کہتے ،لیکن ہمارے نزدیک زیادہ مناسب اٹھارہ درجہ زیرِ افق کا زاویہ ہے۔

☆ یہ کہ فجرِ صادق کی ابتداء کے لئے اٹھارہ درجہ یاانیس درجہ زیرِ افق کا زاویہ اہلِ مغرب کے کارناموں میں سے نہیں ہے کہ جس کی مسلمانوں نے تقلید کی ہو، بلکہ یہ ہمارے عرب کے بڑے بڑے مسلمان اکابر کی تحقیق وتجربہ کا نتیجہ ہے، جس کو بعد میں اہلِ مغرب نے نقل واختیار کیا ہے۔

☆ یہ کہ بعد کے اور جدید عملی مشاہدات بھی فجرِ صادق کے اٹھارہ درجہ یاانیس درجہ زیرِ افق پر ظاہر ہونے کی تائید کرتے ہیں، اور جو مشاہدات اس کے خلاف ہیں، وہ یاتو غیر کامل وناقص ہیں، یامشاہدہ کاروں کو فجرِ صادق کی ماہیت پر کامل درایت وبصیرت حاصل نہ ہونے کا نتیجہ ہیں۔

☆ یہ کہ ہم نے متواتر مشاہدات اور آراء کے درمیان یہ ملاحظہ کیا ہے کہ موسموں کے اختلاف سے فجر اور عشاء کا زاویہ مختلف نہیں ہوتا، بلکہ وہ ہر موسم اور ہر علاقہ میں ایک ہی زاویہ ہوتا ہے۔

☆ یہ کہ فجر اور عشاء کے ابتدائی وقت کا مشاہدہ کرنے کے لئے کئی اُمور کا لحاظ ضروری ہے، اور صرف شہر وآبادی سے دور ہونا کافی نہیں ہے، بلکہ اس مقام کا کامل حقیقی اندھیرے والا ہونا ضروری ہے، اور صرف نسبی اندھیرا کافی نہیں، جو برقی روشنی سے الگ ہونے سے محسوس ہوتا ہے،اس کے علاوہ مشاہدہ کے دوران کسی بھی قسم کی روشنی سے مدد لینا مناسب نہیں۔

☆ یہ کہ عشاء کی نماز کے ابتدائی وقت کے لئے شفقِ احمر سے بعینہٖ احمر یا سُرخ رنگ کا ہونا مقصود نہیں، کیونکہ سال کے بہت سے دِنوں اور موسموں اور علاقوں میں اس کا ظہور نہیں ہوتا۔

☆ یہ کہ ہمارے نزدیک تمام فقہاء نے عشاء کی نماز کے وقت کے لئے شفقِ فلکی کے سفید رنگ کے غائب ہونے پر اتفاق کیا ہے،اور یہی درحقیقت رات کی اندھیری یا تاریکی وسیاہی ہے،لیکن اس لحظہ کا نام رکھنے میں اختلاف ہوگیا،بعض نے اس کے بعد عشائے کاذب کے موجود ہونے کی وجہ سے فرق کرنے کے لئے شفقِ احمر نام رکھا،اور بعض نے شفقِ ابیض نام رکھا۔

☆ یہ کہ بعض اسلامی ممالک میں عشاء کی نماز کے وقت کے لئے اٹھارہ یا سترہ درجہ کے زاویہ پر جو اعتماد کیا گیا ہے، وہ بھی صحیح ہے،لیکن ہمارے نزدیک اٹھارہ درجہ کا زاویہ راجح ہے،مگر ہم سترہ درجہ زاویہ کی غلطی کے قائل نہیں۔

☆ یہ کہ ظہر کی نماز کا وقت سورج کے مرکز کے خطِ زوال پر پہنچنے سے ہوجاتا ہے،اور اس کے بعد سایہ بڑھوتری کی طرف چل پڑتا ہے،اور سایہ مشرق کی طرف ہوجاتا ہے۔

☆ یہ کہ عصر کی نماز کا وقت جمہور علمائے کرام کے نزدیک ایک مثل پر شروع ہوجاتا ہے،جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دو مثل پر شروع ہوتا ہے،اور جمہور کی رائے کو بہت سے اہلِ علم حضرات نے زیادہ درست قرار دیا اور اس کے خلاف کی تردید کی ہے۔

☆ یہ کہ بلندی کا اعتبار مشاہدہ کار کے لئے سمندر کی سطح سے ہوتا ہے۔

☆ یہ کہ سمندر کی سطح سے بلند مقامات چار انواع پر منقسم ہوتے ہیں،اور ان تمام مقامات پر

اسہل اور احوط مشاہدہ کے لئے حقیقی ارتفاع کا ہونا ہے، نہ کہ نسبی، سوائے چند مستثنیٰ حالتوں کے۔

اس کے بعد مؤلف نے اس مضمون کے مراجع وماٰخذ کو نقل کیا ہے، اور اس کے بعد جناب شیخ محمد شوکت عودہ صاحب نے اپنا نام اور اجمالی تعارف بیان کیا ہے، اور اس پر اپنے اس مضمون کو ختم فرمایا ہے۔

دوسرا مضمون ''**کیفیة التحقق من صحة مواقیت الصلاة فی التقاویم**'' کے عنوان سے موسوم ہے، اس مضمون کے شروع میں موضوع کا اجمالی تعارف کرانے کے بعد، مقدمہ کا عنوان قائم کیا ہے، جس میں بتلایا ہے کہ بہت سے لوگ نمازوں کے اوقات بالخصوص فجر اور عشاء کے رائج اوقات میں تشویش کا شکار ہیں، اور ان کی تخریج وتحقیق میں کئی غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں، اور صحیح نتیجہ اخذ نہیں کر پاتے، جس کے لئے یہ مضمون تحریر کیا گیا ہے۔

اس کے بعد ''**اهداف البحث**'' کا عنوان قائم کیا ہے، اور ''**أولا: تحری وقتی صلاة الفجر والعشاء**'' سے فجر اور عشاء کے اوقات کی تخریج کو بیان کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اس کا وقت اٹھارہ درجہ زیرِ افق پر ہوتا ہے، اور فجر کاذب اٹھارہ درجہ زیرِ افق سے پہلے ہوتی ہے، اور اس کی فلکی حیثیت کو بھی بیان کیا ہے، اور بعض ممالک میں انیس درجہ زیرِ افق پر فجرِ صادق کے رائج ہونے کو بھی درست قرار دیا ہے۔

اور اس کے بعد فجر اور عشاء کے اوقات کا مشاہدہ کرنے والے کو چند اُمور ملحوظ رکھنا ضروری قرار دیا ہے، اور ان امور کا فرداً فرداً ذکر کیا ہے، پہلا امر ملحوظ یہ بیان کیا ہے کہ مشاہدہ کار اندھیرے مقام پر موجود ہو، دوسرا امر ملحوظ یہ بیان کیا ہے کہ جس چیز کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے، اس کی حقیقت وماہیت سے پوری طرح واقفیت ضروری ہے، تیسرا امر ملحوظ یہ بیان کیا ہے کہ مشاہدہ کا اندھیری رات میں ہونا ضروری ہے، جس میں چاند وغیرہ کی روشنی موجود نہ ہو، چوتھا امر ملحوظ یہ بیان کیا ہے کہ مشاہدہ کے دوران کسی قسم کی روشنی کو بروئے کار نہ لایا جائے، پانچواں

امرملحوظ یہ بیان کیا ہے کہ ایسے مقام پر مشاہدہ کیا جائے، جہاں سے افق صاف نظر آئے، اور مشاہدہ کار اور اُفق کے درمیان کوئی عمارت، پہاڑ وغیرہ حائل نہ ہو، چھٹا امرملحوظ یہ بیان کیا ہے کہ اسلامی ملک میں رائج وقت اور متقدمین کے کلام پر اعتماد کیا جائے۔

پھر مغرب کی نماز کے وقت کے مشاہدہ کا طریقہ بیان کیا ہے اور اس سے متعلق ملحوظ رکھنے والے امور کو بیان کیا ہے۔

اس کے بعد ظہر اور عصر کے اوقات کی تحقیق وتخریج کا ذکر کیا ہے۔

آخر میں اپنی بحث کے نتائج کو ذکر کیا ہے، اور آخر میں اپنے اس مضمون کے مراجع وماٰخذ کو نقل کیا ہے۔

یہ خلاصہ تھا جو بندہ نے اپنی فہم کے مطابق جناب شیخ محمد شوکت عودہ صاحب کے موجودہ دونوں مضامین کو ملاحظہ کر کے تحریر کیا ہے۔

شیخ محمد شوکت عودہ کے مضمون میں ہمارے ایک کرم فرما، معترض صاحب کے متعدد اعتراضات کے بھی جوابات ہیں، جو انہوں نے ''کشف الغشاء'' اور ''کشف الستور'' میں ذکر کیے ہیں، اور ان پر بندہ نے اپنی تالیف ''کشف الغطاء'' میں تبصرہ کیا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی ملحوظ رہے کہ اسطرلاب کے فن سے متعلق پہلے زمانہ کی کتب ورسائل میں مختلف درجات کے لیے دوسرے رسم الخط والے اعداد میں تذکرہ ملتا ہے، جس کو سمجھنا ضروری ہے، چنانچہ ''یح'' سے 18 ڈگری، ''یط'' سے 19 ڈگری، ''یز'' سے 17 ڈگری مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ فہمِ سلیم اور عملِ صحیح کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

محمد رضوان

مؤرخہ ۸/ ربیع الآخر ۱۴۳۴ھ۔ 19 / فروری 2013ء بروز منگل

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اشکالیات فلکیة وفقهیة حول تحدید مواقیت الصلاة

## الملخص

یتناول البحث العدیدمن المسائل الفلکیة والفقهیةالمتعلقةبمواقیت الصلاة والتی اثیرحولهاجدل ونقاشات،فیبدأ البحث بصلاة الفجرموضحا بالتفصیل المقصود بالفجر الکاذب والفجر الصادق من الناحیتین الفلکیة والفقهیة،ومن ثم یناقش وبالتفصیل المقصود بالغلس والاسفار، وأیهما اصح اعتمادۂ لأول وقت صلاةالفجر، ومن ثم تعرض آراء الفلکیین المتقدمین حول زاویة الفجر،وبعد ذلک نبین العدیدمن الأرصاد الحدیثةالتی أجریت لمعرفة زاویة الفجر، و یعرض البحث العوامل التی توثر علی دقة تحدید زاویة الفجر وما هی الاجراء ات التی یجب علی الراصد فعلها لضمان صحة نتائجه. ومن ثم یأتی الحدیث عن صلاة العشاء مبینین المقصود بالشفق الأحمروالشفق الأبیض، وآراء الفلکیین المتقدمین حول زاویة العشاء والأرصاد الحدیثة ذات الصلة، وبعد ذلک یتم الحدیث عن صلاة الظهر وبیان المقصود بالزوال، وتعرض الآراء المختلفة لتحدید اول وقت الزوال، ومن ثم یأتی الحدیث علی صلاة العصر وسبب اختلاف المذهب الحنفی عن بقیة المذاهب فی التحدید اول وقت صلاة العصر، وأخیرا تناقش الدراسة صلاة المغرب وتأثیر الارتفاع عن سطح البحر علی موعد غروب الشمس،ومسالة الجبال والمرتفعات البعیدة فی الأفق.

# Abstract

The paper discusses several astronomical and juristic issues related to Islamic prayer time calculations, especially these encountered debates and discussions. The paper starts by Fajr time, explaining in details the differences between true and false Fajr form astronomical and juristic points of view, then it discusses the meaning of Ghalas (Dark Fajr) and Isfar (Bright Fajr) and which of them to consider for the beginning of true Fajr. Then it shows the opinion of late prominent astronomers about the correct Fajr angle, afterwards it lists the recent studies which were conducted to determine the correct Fajr angle. The paper points out the correct procedure to adopt when organizing campaign for Fajr and Isha observations. Then, the paper discusses the Isha time and the meaning of Red and White Twilight, as will as the opinion of the late prominent astronomers about the correct Isha angle and the recent studies in this regard. Then, the paper discusses the Dhohr time and the meaning of Zawal, listing the different opinions about the correct beginning of Zawal. After that, it discusses the reasons why the Hanafi juristic method has a different definition for the beginning of Asr time. Lastly,the paper discusses the Maghreb time and the effect of elevation above mean sea level on the time of sunset, as well as the effect of distant heights on the horizon on the Maghreb time.

# المقدمة

تـعتـمـد مواقيت الصلاة على ظواهرفلكية مرتبطة بحركةالشمس،لذلک فان مسؤولية حساب مواقيت الـصـلاةفى الدول الاسلامية تقع على عاتق الـفـلـكيين، فوضعوا القوانين والمعادلات لذلک،وحددوا مواقيت الصلاة بـمـا يتـوافق مع تراه العين من علامات لموعد كل صلاة، و على الرغم من كـون مـوضـوع حـسـاب مـواقيـت الصلاة من أهم التطبيقات الفلكية التى تـمس المجتمع الا أننا نلحظ قصورا كبيرا فى الكتابة حول هذا الموضوع مـن الـنـاحية الـفلكية، وهذا أدى الى التباس فى بعض المعلومات الفلكية الـمتـعلقة بالصلاة عندالفقهاء وعامة الناس،ولهم الحق فى ذلک، فهناک الـعـديـد مـن الـمسائل الفلكية التى لم تبحث بشكل مفصل وواضح يزيل الـغـمـوض عـنـد الـفقهاء والمهتمين، ونتج عن ذلک أيضا ظهور كتابات فـلـكيةكتبت من قبل غيرالمتخصصين احتوت على أخطاء ومعلومات غير دقيقةساهمت فى اذكاء مشكلة بدأت تظهر فى عدة دول اسلامية مؤخرا.

فلاحظنا خلال العقد الأخير وربما قبل ذلک بقليل ظهور شكاوى من قبل بـعض المهتمين حول دقة مواقيت الصلاة الموجودة فى التقاويم الرسمية، وقـدوصـل الـحـد الـى أن تـصل الشكوى الى الجهات الرسمية فى تلک الدول وتقوم على اثرها بتكوين لجان تقصى وتحرى لمعرفة الحقيقة، ومن هـذه الـدول التـى عـلـمـنا أن الشكاوى فيها وصلت الى الجهات الرسمية وقـامـت تـلـک الـجهات بالتحرى أو الرد هى السعودية ومصر والأردن و فـلـسـطيـن والامـارات والمغرب. ولكل دولة قصتها وتفاصيل مختلفة عن الأخرى وان كان الغالب فى معظمها هو الشكوى من أن موعد صلاةالفجر

يحين قبل أن يرى الناس الفجر.

من هنا رأينا أهمية كتابة هذا البحث الذى حاولنا قدر المستطاع عدم الاطالة فيه والاختصار،الا أن بعض جزئيات البحث أجبرتنا على التفصيل والاسهاب اذ أنها جزئيات أساسيةوحساسة، ولا يمكن المرور عنها دون اعطائها حقها بشكل كامل.

ومن جهة أخرى،فان موضوع مواقيت الصلاة موضوع فلكى فقهى، ولا يمكن أن يعطى حقه ويفصل بشكل جلى وواضح دون الخوض فى كلا جانبيه ، الفلكى والفقهى، فقد لاحظنا من الكتابات السابقة أن ما كتبه العديد من الفقهاء حول مواقيت الصلاة احتوت على معلومات فلكية غير صحيحة أو غير دقيقةأو غير كاملة، وبالمثل وقد لاحظنا أن ما كتبه العديد من الفلكيين عالج الموضوع من ناحية فلكية بحتة مهملا حائق فقهية أدت بالنهاية الى الوصول الى نتائج غير مقبولة شرعية ، ولذلك أرتأينا ضرورة دراسة مواقيت الصلاة من شقيها،الفلكى والفقهى، وقد اعتمدنا فى معظم كلامنا الفقهى على الاقتباسات من كلام الفقهاء أو المفسرين المعتبرين.

# المبحث الأول:صلاةالفجر

## أولا:الفجر الکاذب(الضوء البرجی) (Zodiacal Light)

سنبدأ بسرد الأحادیث التی ذکرت الفجر الکاذب ومن ثم نشرح الظاهرة من الناحیةالفلکیة،فعن سمرةبن جندب قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "لا یغرنکم من سحورکم أذان بلال ولا بیاض الأفق المستطیل هکذا حتی یستطیر هکذا یعنی معترضاً". رواه مسلم و أحمد والترمذی. ولفظهما :"لا یمنعکم من سحورکم أذان بلال ولا الفجر المستطیل ولکن الفجر المستطیر فی الأفق". قوله "المستطیل هکذا حتی یستطیر هکذا" صفة هذه الاشارة مبینة فی صحیح مسلم فی الصوم من حدیث ابن مسعود بلفظ :"ولیس أن یقول هکذا وهکذا وصوب یده ورفعها حتی یقول هکذا وفرج بین اصبعیه" وفی روایة "لیس الذی یقول هکذا وجمع أصابعه ثم نکسها الی الأرض ولکن الذی یقول هکذا و جمع اصابعه و وضع المسبحة علی المسبحة و مد یدیه " و فی روایة "لیس الذی یقول هکذا ولکن یقول هکذا، وفسرها جریر بأن المراد أن الفجر هو المعترض ولیس بالمستطیل والمعترض هو الفجر الصادق ویقال له الثانی والمستطیر بالراء وأما المستطیل باللام فهو الفجر الکاذب الذی یکون کذنب السرحان. وفی البخاری من حدیث أبن مسعود "ولیس أن یقول الفجر أو الصبح وقال بأصابعه ورفعها الی فوق وطأطأ الی أسفل حتی یقول هکذا "وقال زهیر بسبابتیه احداهما فوق الأخری ثم أمرهما علی یمینه وشماله(١).

قال صلی الله علیه وسلم :"الفجر فجران،فجر یحرم فیه الطعام،وتحل فیه

الصلاة،وفجر تحرم فیه الصلاة،أی صلاةالفجر. ویحل فیه الطعام"رواه الحاکم والبیهقی من حدیث ابن عباس،وصححه الألبانی فی صحیح الجامع الصغیر4279(3)

قال صلی الله علیه وسلم :"الفجر فجران :فاما الفجر الذی یکون کذنب السرحان فلا یُحل الصلاة ولا یُحرم الطعام، وأما الفجر الذی یذهب مستطیلاً فی الأفق فانه یُحل الصلاة ویُحرم الطعام" رواه الحاکم والبیهقی من حدیث جابر،وصححه الألبانی فی صحیح الجامع الصغیر4278(3).

قال صلی الله علیه وسلم:"الفجر فجران، فجر یقال له ذنب السرحان، وهو الکاذب یذهب طولا، ولایذهب عرضا ،والفجر الآخر یذهب عرضا، ولا یذهب طولا"صححه الألبانی فی سلسلة الأحادیث الصحیحة برقم 2002(4).

قال الشیخ ابن عثیمین رحمه الله :"والفجر الأول یخرج قبل الثانی بنحو ساعة، أو ساعة الاربعاً،أو قریباًمن ذلک. وذکر العلماء أن بینه وبین الثانی ثلاثة فُروق:الفرق الأول:أن الفجر الأول ممتد لا معترض،أی:ممتد طولاً من الشرق الی المغرب، والثانی معترض من الشمال الی الجنوب،الفرق الثانی:أن الفجر الأول یُظلم،أی :یکون هذا النور لمدة قصیرة ثم یُظلم،والفجر الثانی :لایُظلم بل یزداد نوراً واضائة. الفرق الثالث:أن الفجر الثانی متصل بالأُفق، لیس بینه و بین الأفق ظُلمة،والفجر الأول منقطع عن الأُفق، بینه و بین الأُفق ظُلمة. والفجر الأول لا یترتب علیه شیء من الأمور الشرعیة أبداً، لاامساک فی صوم، ولا حل صلاةفجر، فالأحکام مرتبةعلی الفجر الثانی(5).

أما من الناحیة الفلکیة فالفجر الکاذب ظاهرة فلکیة معروفة لدی الفلکیین المسلمین و غیر المسلمین تسمی بالضوء البرجی(Zodiacal Light)

وهـی عبارة عن اضاء ة بيضاء باهتة تظهر فی جهة الشرق قبل طلوع الفجر الـصـادق، وهـی تـظهر علی شکل مثلث کبير قاعدته عند الأفق ورأسه الی أعـلـی،وهی تظهر بـفترة تتـراوح ما بين 30-60دقيـقة قبـل ظهور الفجر الـفـلـکـی (Astronomical Twilight) (50) (51)، وفــی حين أن سبـب اضـاء ةالفجر الفلکی (الفجر الصادق) هو تشتت أشعة الشمس فی الـغـلاف الـجوی فان سبب اضاء ةالضوء البرجی (الفجرالکاذب) مختلف تماما، فهی بسبب انعکاس أشعةالشمس عن حبيبات غبارية وترابية تسبح فـی الـفضاء ما بين الشـمس وما بعد مدار کوکب المريخ (الکوکب الرابع بـعـد عـطاردوالزهرةوالأرض)( 51)،ويـمـکـن تـخيـل شکل المنطقةالتی تـحتـوی الـحبيبـات الـغبـارية کـالعدسةالتی يکون مرکزهاالشمس،حيث يـکـون أکبـر تجمع للحبيبات الغبارية عند الشـمس،وتقل کلما ابتعدنا عن الشمس الی أن نصل الی مابعد مدار کوکب المريخ.

وبـمـرور الـوقـت تـزداد اضـاءـة الـفـجـر الکاذب الی أن يصبح فی بعض الأحـيـان الـلـمـع بقليل من لمعان مجرة درب التبانة (لايمکن رؤيتها الامن الـمناطق المظلمة، وهی تظهرفی السماء علی شکل حزام أبيض باهت) الا أن يـظهـرالـفـجر الصادق کا ضاء ة بيضاء باهتة أيضا الا أن الفجر الصادق يـظهـر بشـکـل أفـقـی أی مـوازلـلأفق، وفی أول ظهوره يتداخل مع الفجر الـکـاذب بحيث يمکننا رؤية الفجرين معاالا أن تشتد اضاء ته أکثر فيخفی الفجر الکاذب.

ومـن الـعـلـومـات التـی تـخـفی علی الکثيرين بأن الضوء البرجی يظهر فی جهةالـغـرب أيـضـا بعد اختفاء شفق العشاء، وهو يظهر حينها بنفس الهيئة والشـکـل تـقـريبـا التـی يظهر فيها صباحا، فشفق العشاء مثله کمثل الفجر الصادق،والفجر الکاذب مثله کمثل العشاء الکاذب (الضوء البرجی الذی

يظهر مساء بعد اختفاء شفق العشاء).

ومن ضمن الأخطاء الفلكية التى وجدنها فى بعض كتب الفقهاء هى معلومة سواد الظلام بعد ظهور الفجر الكاذب،وقدوجدناها مذكورة من قبل فقهاء كبار، ولكن فى الحقيقة ان هذه المعلومة ليست صحيحة بل العكس هوالصحيح،فاضاء ة الفجر الكاذب تستمر بالازدياد الى أن يظهر الفجر الصادق ويتداخل معه، ونحن لاننقل هذا الكلام من آخرين فحسب،بل اننا رصدنا الفجرين و العشائين عدة مرات. كما أن ظاهرتى الفجر الكاذب و الصادق ظواهر فلكية معروفة لدى جميع الفلكيين على اختلاف دياناتهم فذكروها ووصفوها فى كتبهم، واذاأمعنا النظر فى سبب الفجر الكاذب سنتأكد من استحالة هذا القول،فذكرنا سابقا أن سبب الفجر الكاذب هوانعكاس لأشعة الشمس عن الحبيبات التربية والغباريةالموجودة فى الفضاء وفى الحقيقة كلما مر الوقت ظهرت المناطق الأقرب الى الشمس وهذه المناطق تتواجد فيها الحبيبات الغبارية بشكل أكثف، وهذا يعنى أن الانعكاس أشد وأوضح.

اما مسألة انفصال الفجر الكاذب عن الأفق، فهذاليس دقيقا، ففى الأيام الصافية يكون الفجر الكاذب قريباجدا من الأفق،ولكن فى بعض الأيام المغبرةوغير الصافية قد تختفى الاضاء ة القريبة من الأفق بسبب الغبار والعوالق، ولكن ان اضاء ة الفجر الصادق الأولى ستختفى فى هذه المنطقة أيضا! بل اننا نرى الشمس بعظمة ضيائها تختفى أحيانا عند ما تقترب من الأفق بسبب الغبار و العوالق!

وممن قال باختفاء الفجر الكاذب هو الامام النووى رحمه الله حيث قال :"فالفجر الأول يطلع مستطيلا نحو السماء كذنب السرحان وهو الذيب ثم يغيب ذلک ساعة ثم يطلع الفجر الثانى الصادق مستطيرا بالراء

أى منتشرا عرضا على الأفق"(12)، وحاولنا معرفة سبب قول الامام النووى باختفاء الفجر الكاذب، وفى الحقيقة لم نجد جوابا شافيا، الا أننا وجدنا تعليقا قد يكون هو الأنسب، وهو قول الحطاب فى الذخيرة :"كثير من الفقهاء لا يعرف حقيقة هذا الفجر ويعتقد أنه عام الوجود فى سائر الأزمنة وهو خاص ببعض الشتاء وسبب ذلك أنه المجرة، فمتى كان الفجر بالبلدة(وهى احدى منازل القمر) ونحوها طلعت المجرة قبل الفجر وهى بيضاء فيعتقد أنها الفجر فاذا باينت الأفق ظهر من تحتها لاظلام ثم يطلع الفجر بعد ذلك"(12).

والمراد من ذلك أن مجرة درب التبا نة عند ما تشرق، فانها تظهر من الصحراء كحزام أبيض باهت يشبه كثيرا الفجر الكاذب،فاذا ماأشرقت المجرة قبل الفجر وارتفعت عن الأفق ظهر بعد ذلك الظلام من تحتها، فاذا توهم الراصد المجرة أنها هى الفجر الكاذب فانه سيلاحظ انتشار الظلام بعدها، وقد يكون ذات السبب هو اعتقاد البعض انفصال الفجر الكاذب عن الأفق ، والله أعلم.

## ثانيا:أول وقت صلاة الفجر شرعيا

يوجد رأيان فى تحديد أول وقت صلاة الفجر ، فالرأى الأول يرى أن أول وقت صلاة الفجر هو عند بزوغ أول اضاءة للفجر الصادق، وهذا يسمى "الغلس"، وهناك فريق آخر يرى أن أول وقت صلاة الفجر يحين عند انتشار اضاءة الفجر وما يصاحبه من ظهور لون للسماء خاصة اللون الأحمر، وهذا يسمى "الاسفار"، فسنعرض فيما يلى الأحاديث الشريفة المتعلقة بوقت صلاة الفجر ، وسنبين آراء الفقهاء والباحثين حول هذه المسالة بحيادية كاملة، وسنبدأ بالأحاديث والآثار والآراء غير المحددة للوقت بشكل واضح أوتلك التى دلت على الغلس.

عـن أبى موسى عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم قال :"وأتاه سائل يساله عـن مـواقيـت الـصـلاة فلم يرد عليه شيئاً وأمر بلالا فأقام الفجر حين انشق الـفـجر والناس لا يكاد يعرف بعضهم بعضا ثم أمره فأقام الظهر حين زالت الشـمـس والقائل يقول انتصف النهار أو لم وكان أعلم منهم ثم أمره فأقام العصر والشمس مرتفعة ثم أمره فأقام المغرب حين وقبت الشمس ثم أمره فـأقـام الـعـشـاء حيـن غاب الشفق ثم أخر الفجر من الغد حتى انصرف منها والـقـائـل يـقـول طلعت الشمس أو كادت وأخر الظهر حتى كان قريباً من وقـت الـعـصـر بالأمس ثم أخر العصر فانصرف منها والقائل يقول احمرت الشـمـس ثم أخر المغرب حتى كان عند سقوط الشفق " وفى لفظ :"فصلى الـمـغـرب قبل أن يغيب الشفق وأخر العشاء حتى كان ثلث الليل الأول ثم أصبـح فـدعاالسائل فقال الوقت فيما بين هذين". رواه أحمد و مسلم وأبو داود والـنـسـائـى وروى الـجـمـاعة الا الـبـخـارى نـحـوه من حديث بريدة الأسلمى(1).

عن جابر بن عبدالله أنه قال:سال رجل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن وقـت الـصلاة فلما دلكت الشمس أذن بلال الظهر فأمره رسول الله صلى الـلـه عليه وسلم فأقام الصلاة وصلى ثم أذن للعصر حين ظننا أن ظل الرجل أطول منه فامره رسول الله صلى الله عليه وسلم فأقام الصلاة وصلى ثم أذن للمغرب حين غابت الشمس فامره رسول اللهﷺ فاقام الصلاة و صلى ثم اذن للعشاء حين ذهب بياض النهار وهو الشفق ثم أمره فأقام الصلاة فصلى ثـم أذن لـلفجر حين طلع الفجر فأمره فأقام الصلاة فصلى ثم أذن بلال الغد لـلـظهر حين دلكت الشمس فأخرها رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى صار ظل كل شيء مثله فأمره فأقام وصلى ثم أذن للعصر فأخرها رسول الله صـلـى الله عليه وسلم حتى صار ظل شيء مثليه فأمره رسول الله صلى الله

علیه وسلم فأقام وصلی ثم أذن للمغرب حین غربت الشمس فأخرها رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی کاد یغیب بیاض النهار وهو الشفق فیما نری ثم أمره رسول الله صلی الله علیه وسلم فأقام الصلاة وصلی ثم أذن للعشاء حین غاب الشفق فنمنا ثم قمنا مرارا ثم خرج الینا رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال :"ما أحد من الناس ینتظر هذه الصلاة غیرکم فانکم فی صلاة ما انتظرتموها ولو لا أن أشق علی امتی لأمرت بتأخیر هذه الصلاة الی نصف اللیل" ثم اذن للفجر فأخرها حتی کادت الشمس أن تطلع فأمره فأقام الصلاة فصلی ثم قال :"الوقت فیما بین هذین".رواه الطبرانی فی الأوسط واسناده حسن.(36).

حدثنا حجاج بن منهال :حدثنا هشیم قال :أخبرنی حصین بن عبدالرحمن، عن الشعبی، عن عدی بن حاتم رضی الله عنه قال :لما نزلت :"حتی یتبین لکم الخیط الأبیض من الخیط الأسود". عمدت الی عقال أسود والی عقال أبیض، فجعلتهما تحت وسادتی، فجعلت أنظر فی اللیل فلا یستبین لی، فغدوت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکرت له ذلک، فقال:"انما ذلک سواد اللیل وبیاض النهار" رواه البخاری1817(6).

قال صلی الله علیه وسلم :"لا یغرنکم نداء بلال، ولا هذا البیاض حتی یبدو الفجر(أوقال) حتی ینفجر الفجر" رواه مسلم 1094(7).

حدثنا أبوبکر بن أبی شیبة، حدثنا غندر عن شعبة.ح قال وحدثنا محمد بن المثنی ابن بشار، قالا :حدثنا محمد بن جعفر. حدثنا شعبة عن سعد بن ابراهیم، عن محمد بن عمرو بن الحسن بن علی،قال :لما قدم الحجاج المدینة فسألنا جابر بن عبدالله. فقال:کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی الظهر بالهاجرة. والعصر ، والشمس نقیة.والمغرب، اذا وجبت. والعشاء، أحیانا یؤخرها وأحیانا یعجل. کان اذا رآهم قد اجتمعوا عجل.

واذا رآهم قد أبطأوا أخر. والصبح، كانوا أو (قال) كان النبى صلى الله عليه وسلم يصليها بغلس. رواه مسلم 233(7).

حديث جابر، قال :"والصبح كان النبى صلى الله عليه وسلم يصليها بغلس" رواه البخارى535(6).

حديث أبى موسى، حينما أراد النبى صلى الله عليه وسلم أن يبين أول وقت الفجر، قال :"فأقام الفجر حين انشق الفجر والناس لا يكاد يعرف بعضهم بعضا"رواه مسلم614(7).

حدثنا يحيى بن بكير قال :أخبرنا الليث، عن عقيل، عن ابن شهاب قال:أخبرنى عروة بن الزبير :أن عائشة أخبرته قالت :كنا نساء المؤمنات، يشهدن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الفجر، متلفعات بمروطهن ، ثم ينقلبن الى بيوتهن حين يقضين الصلاة، لا يعرفهن أحد من الغلس."رواه البخارى 553(6).

سردنا فيما سبق بعض الأحاديث الصريحة التى نصت على أن أول وقت صلاة الفجر هو الغلس، ومن جهة أخرى يرى فريق آخر أن أول وقت صلاة الفجر هو الاسفار، ولبيان ذلك نقتبس من بحث السيد محمد بن أحمد التركى بعنوان "الفجر الصادق والتقويم الكاذب" الفقرات الآتية:

قال النبى صلى الله عليه وسلم:"لا يهِيدَنّكم الساطع المصعد فكلوا واشربوا حتى يعترض لكم الأحمر" وقال:"ليس الفجر بالأبيض المستطيل فى الأفق، ولكنه الأحمر المعترض"، قال الترمذى:"والعمل على هذا عند أهل العلم أنه لا يحرم على الصائم الأكل والشرب حتى يكون الفجر الأحمر المعترض وبه يقول عامّة أهل العلم". والمقصود الأحمر المعترض وليس الأبيض المعترض الذى ظهرت فيه أوائل الحمرة، ويدل على ذلك ما ثبت عن سالم بن عبيد وله صحبة، قال: كنت فى حجر أبى بكر الصديق فصلى ذات ليلة ما شاء الله ثم قال:"اخرج فانظر هل طلع

الـفـجـر" فـخـرجـت ثم رجعت فقلت قد ارتفع فى السماء أبيض، فصلى ما شـاء الـلـه ثم قال:"اخـرج فـانـظـر هـل طـلـع الـفجر" فخرجت ثم رجعت فقلت :لـقد اعترض في السماء أحمر فقال :"هيـت الآن فأبلغني سحوری" وفى رواية أخرى، قال :فقلت:قـد اعترض فى السماء واحمرّ، فقال :"ائت الآن بشرابی" قال:وقال يوما آخر :"قم على الباب بيني وبين الفجر" وکل ذلک. کـمـا يـبـدو. کـان قبـل سـمـاعـه لأذان الفجر. قـال ابن قدامة في المغني :"والـصـبـح ما جمع بياضاً وحمرة، ومنه سُمّى الرجل الذى في لونه بياض وحمرة، أصبح"....

وقال:"ان بلالا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى ينادی ابن أم مکتوم" "وکان رجـلا أعـمـى لا يـنـادی حتى يقال له أصبحت أصبحت" أو"يقول له الناس أصبحت" صحيح البخاری/592،2513...

قـالـت عـائشه رضی الله عنها :"ان کـان رسـول الـلـه صلى الله عليه وسلم لَيـصـلـى الـصـبح فينصرف النساء متلفعات بمروطهن ما يُعرفن من الغلس" متـفق عليه، وفى رواية أخرى للبخاری/834"لايـعرفن بعضهن بعضا" وفى رواية اخرى فى مسند أبي يعلى /4493وصحّحها حسين أسد والألبانى فى السـلسلة الصحيحة /332قالت:"ومـا يـعرف بعضنا وجوه بعض" ، وهذا يـحتـمـل أن يكون داخل المسجد أو خارجه، والأول أرجح، فعن أبى برزة قال :"وکـان يـصـلـى الصبح فينصرف الرجل فينظر الى وجه جليسه الذى يـعـرف فيـعرفه" وفى رواية أخرى، "وكان ينصرف حين يعرف بعضنا وجه بعض" صحيح مسلم /647، فهـل "يعرف بعضنا وجه بعض" فى المسجد "ومـا يـعرف بعضنا وجوه بعض" خارج المسجد؟! هذا الفهم لا يستقيم الا ان يكون کلاهمافى المسجد، فيفسر ذلک بأنها تعنى الوجوه البعيدة وهو يـعـنـى الوجوه القريبة كما قال فى الرواية الأولى، وبذا يزول التعارض بين أحـاديـث التـغـليـس والاسـفار باعتبار أن الغلس داخل المسجد والاسفار خـارجـه، لأن أحـاديث التغليس جاء الخبر فيهاعن الصلاة والصلاة تقام فى المسجد(15).

فيما سبق سرد السيد التركى بعض الاحاديث الدالة على أن أول وقت صلاة الفجر هى الاسفار، فالاحاديث الأولى نصت على ضرورة وجود اللون الأحمر فى السماء، وهو ما لا يتحقق الا عند انتشار الضوء ومرور وقت لا بأس به بعد الغلس، وهذا سيتم الرد عليه من قبل أكثر من فقيه وباحث تاليا، ومن ثم ذكر الحديث الذى كان يقول به الناس لابن أم مكتوم الضرير "أصبحت أصبحت" ليستدل بذلك على أن ضوء الشفق قد انتشر حتى رآه الجميع. ولا نرى بذلك أى دليل، فابن أم مكتوم شخص ضرير ولم يكن ليعرف طلوع الفجر الا من خلال اخبار الناس له سواء كان ذلك بغلس أو باسفار، ولا يوجد فى الحديث ما يشير أن الناس كانوا يخبروه بذلك فى اسفار. أما تفسيرة لعدم معرفة الصحابة للنساء بعد انصرافهم من صلاة الفجر أن ذلك كان داخل المسجد، فهذا لا يستقيم اذ أن الرجال والنساء لن يختلطو داخل المسجد بعد الصلاة، ونص البخارى واضح بقوله "لا يعرفهن أحد من الغلس" ولم يقل "لا يعرفن بعضهن بعضا" كذلك ان جملة "ثم ينقلبن الى بيوتهن حين يقضين الصلاة" تدل على أن عدم التمييز كان يتم فى طريق العودة الى المنزل. واضافة الى كل ذلك، فان هذا ليس هو الحديث الوحيد الذى يدل على أن الغلس هو أول وقت صلاة الفجر.

قال فضيلة الشيخ الدكتور سعد بن تركى الخثلان فى تعليقه على كتاب "طلوع الفجر الصادق بين تحديد القرآن واطلاق اللغة" ما يلى:

عن القرطبى قال الجمهور:الحد الذى بتبينه يجب الامساك :ذلك الفجر المعترض فى الأفق يمنة ويسرة وبهذا جاء ت الأخبار ومضت على الأمصار، وعن ابن جرير الطبرى :وأولى التأويلين فى الآية التأويل الذى روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال الخيط الأبيض:بياض النهار والخيط الأسود سواد الليل، ونقولات أخرى فى هذا المعنى، وهذه

النقولات تكاد تتفق فى تعريف الفجر بل أشار الموفق ابن قدامة الى الاجماع فى هذه المسألة حيث قال :وهذا اجماع لم يخالف فيه الا الأعمش وحده فشذ ولم يعرج أحد على قوله، وهذا التعريف للفجر هو الذى اعتمدته لجنة مشروع الشفق فى دراستها، وما ذكره المؤلف فى عدة مواضع من الكتاب أن اللجنة اعتمدت فى تعريف الفجر على الضوء المنتشر الذى يكون على رؤوس الجبال ويملأ البيوت والطرقات غير صحيح البتة، ولو كان هذا هو التعريف للفجر لما خرجت اللجنة خارج مدينة الرياض أكثر من 150كم لرصد الشفق ولكان الرصد داخل المدينة، ولما احتاج الى أن نقوم بتصويره بكاميرات ذات حساسية عالية(13).

ونقتبس من مقالة فضيلة الشيخ أ.د. حسام الدين عفانة بعنوان "التشويش على وقت صلاة الفجر" بعض الفقرات الآتية:

قال العلامة محمد رشيد رضا:" وما أحسن التعبير عن أول طلوع الفجر بالخيطين، والخيط الأبيض هو أول ما يبدو من الفجر الصادق، فمتى أسفر لا يظهر وجه لتسمية خيطاً، فما ذهب اليه بعض السلف كالأعمش من أن ابتداء الصوم من وقت الاسفار تنافيه عبارة القرآن" تفسير المنار178/2....

ويلاحظ ثالثاً تعبير الآية الكريمة بلفظ "يتبين" بصيغة يتفعل، وهو حيث يتكلف الناظر نظره، وكأن الطالع، يتكلف الطلوع، ولم يقل :يبين، لأن ذلک يكون بعد الوضوح. وهذا يدل على أن المراد هو بداية الفجر وليس الفجر الذى يملأ الطرقات والجبال....

والغلس هو ظلمة آخر الليل اذا اختلطت بضوء الصباح، وقال الأزهرى :"الغلس أول الصبح حتى ينتشر فى الآفاق"تاج العروس 387/8. وقد ورد فى تغليس النبى صلى الله عليه وسلم بالفجر أحاديث كثيرة منها...

وصلى الصبح مرة بغلس ثم صلى مرة أخرى فأسفر بها ثم كانت صلاته بعد

ذلک التغلیس حتی مات ولم یعد الی أن یسفر، رواه أبو داؤد والنسائی و ابن ماجة وأصله فی الصحیحین....

وفی الحدیث الآخر :"فأقام الفجر حین انشق الفجر والناس لا یکاد یعرف بعضهم بعضاً" والنبی صلی الله علیه وسلم کان یطیل القرا ء ة فی الفجر کما ثبت فی الأحادیث أنه کان یقرأ فی الفجر ما بین الستین الی المائة فی الرکعة الواحدة، فعن أبی برزة الأسلمی رضی الله عنه قال :"کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقرأ فی الفجر ما بین الستین الی المائة آیة".

وروی ابن أبی شیبة وعبدالرزاق عن ابن سابط أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قرأ فی الرکعة الأولی بسورة نحواً من ستین آیة فسمع بکاء صبی قال فقرأ فی الثانیة بثلاث آیات....

وهذه أدلة واضحة علی تغلیس النبی صلی الله علیه وسلم والصحابة من بعده بالفجر ، قال الامام الترمذی :"وهو الذی اختاره غیر واحد من أهل العلم من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ، منهم أبوبکر وعمر و من بعدهم من التابعین، وبه یقول الشافعی وأحمد واسحاق یستحبون التغلیس بصلاة الفجر." سنن الترمذی289/1....

وصلی الصبح والنجوم بادیة مشتبکة وأطال القرا ء ة . ورواه ابن أبی شیبة ومالک أیضاً...

قال العلامة العثیمین :"بعض الناس الآن یشککون فی التقویم الموجود بین أیدی الناس ، یقولون :انه متقدم علی طلوع الفجر، وقد خرجنا الی البر ولیس حولنا أنوار، ورأینا الفجر یتأخر، حتی بالغ بعضهم وقال :یتأخر ثلث ساعة، لکن الظاهر أن هذا مبالغة لا تصح، والذی نراه أن التقویم الذی بین أیدی الناس الآن فیه تقدیم خمس دقائق فی الفجر خاصة". انتهی کلام عفانة(14).

یبین الشیخ ابن عثیمین فیما سبق صحة وقت صلاة الفجر المعتمدة حالیا فی المملکة العربیة السعودیة، وهذا الفرق البالغ 5دقائق لا علاقة له

بموضوعنا الآن عن الغلس والاسفار، اذ أن الفارق بینهما أکثر من ذلک بکثیر. ونقتبس الفقرة التالیة من فتوی فی موقع اسلام ویب لدی سؤال أحدهم عن الموعد الصحیح لصلاة الفجر:

ووجود الظلام لا یتنافی مع طلوع الفجر، ففی الصحیحین عن عائشه رضی الله عنها قالت:لقد کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی الفجر فتشهد معه النساء من المؤمنات متلفعات بمروطهن ثم یرجعن الی بیوتهن ما یعرفهن أحد من الغلس. والغلس هو الظلام أو اختلاط ظلام اللیل بضیاء الصبح، فالمدار فی صحة الصلاة هو تحقق دخول الوقت. واعلم أن الأصل فی معرفة أوقات الصلاة هو معرفة العلامات الکونیة التی جعلها الشرع دلیلاًعلی الأوقات. أما تأخیر الصلاة لحین ظهور الحمرة، ففیه کراهة. قال النووی :ویکره تأخیر الصبح لغیر عذر الی طلوع الحمرة یعنی الحمرة التی قبیل طلوع الشمس(16).

ونقتبس من بحث الشیخ رضا احمد صمدی بعنوان" الفجر الصادق والفجر الکاذب" الفقرات التالیة:

وروی الشافعی حدیث أبی برزة فی کتاب "اختلاف علی عبدالله" ، عن ابن عُلَیّة ، عن عوف، عن أبی المنهال، عن أبی برزة، أن النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلی الصبح، ثم ننصرف وما یعرف الرجل منا جلیسه. قال البیهقی:هذا الکتاب لم یُقرأ علی الشافعی، فیحتمل أن یکون قوله :"وما یعرف الرجل منا جلیسه" وهما من الکاتب، ففی سائر الروایات"حتی یعرف الرجل منا جلیسه". انتهی. والظاهر أن أبا برزة أراد أن الرجل انما کان یعرف جلیسه اذا تأمل وردد فیه نظره. ویدل علیه أحادیث أخر، منها حدیث قیلة بنت مخرمة، أنها قدمت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم . وهو یصلی بالناس صلاة الغداة، وقد أقیمت حین انشق الفجر، والنجوم شابکة فی السماء، والرجال لا تکاد تتعارف مع ظلمة اللیل. خرجه الامام أحمد . وهو اخبار عن حال الصلاة دون الانصراف منها. وروی أبو داوٗد الطیالسی وغیره من روایة حرملة العنبری، قال أتیت النبی صلی الله علیه وسلم فصلیت معه الغداة، فلما قضی الصلاة نظرت فی وجوه القوم، ما أکاد أعرفهم. وخرج البزار والاسماعیلی من روایة حرب بن سریج، عن محمد بن علی ابن حسین، عن محمد بن

الحنفية، عن على بن أبى طالب، قال: كنا نصلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبح، وما يعرف بعضنا وجه بعض. حرب بن سريج، قال أحمد: ليس به بأس، ووثقه ابن معين. قال أبو حاتم: ليس بقوى، منكر عن الثقات. وفى الباب أحاديث أخر". أه كلامه رحمه الله من فتح البارى.

وهذه الأحاديث التى أوردها ابن رجب رحمه الله مستفيضة فى بيان الظلام بعد دخول وقت الفجر، وهذا الظلام فى مسجد النبى صلى الله عليه وسلم لدرجة ألا يعرف الرجل جليسه دليل على أن ما ورد عن بعض السلف أن الخيط الأبيض هو بياض النهار أو أنه النور المنتشر فى الجبال البيوت ليس المقصود به أول وقت الفجر، فاذا كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى وينصرف وما زالو فى الغلس فيكون أول دخول وقت الفجر أجدر بصفة لغلس من آخره، ووقت هذا حاله لا يمكن أن يكون وقت الاسفار أو ظهر الاحمرار فى الأفق لأن ذلک متأخر عن أول وقت الفجر لامحالة.

ومن ذلک أيضا ما رواه البخارى عن أنس، أن زيد بن ثابت حدثه، أنهم تسحروا مع النبى صلى الله عليه وسلم ثم قاموا الى الصلاة. قلت: كم كان بينهما؟ قال: قدر خمسين أو ستين. يعنى آية. قال ابن رجب: "ومقصود البخارى بهذا الحديث فى هذ الباب: الاستدلال به على تغليس النبى صلى الله عليه وسلم بصلاة الفجر، فانه تسحر ثم قام الى الصلاة، ولم يكن بينهما الا قدر خمسين آية. وأكثر الروايات تدل على أن ذلک قدر ما بين السحور والصلاة. وفى رواية البخارى المخرجة فى (الصيام): أن ذلک قدر ما بين الأذان والسحور. وهذه صريحة بأن السحور كان بعد أذان بلال بمدة قراء ة خمسين آية. وفى رواية مَعمَر: أنه لم يكن بين سحوره وصلاة الفجر سوى ركعتى الفجر، والخروج الى المسجد. وهذا مما يستدل به على أنه صلى الله عليه وسلم صلى يومئذ الصبح حين بزغ الفجر". أه كلامه....

وصفوة القول أن وقت الفجر هو انفجار ضوء الشمس جهة المشرق معترضا أفق السماء كلها دون أن يكون مستطيلا الى أعلى، بل يكون

البیاض المستطیر فی الأفق محفوفا بظلام اللیل، وهذا هو الوصف الملخص من الکتاب والسنة. أما کون هذا البیاض فی الأفق یتعاظم حتی ینتشر الضوء فی الجبال والوهاد وفی الطرق والبیوت فهو وصف زائد ورد عن بعض الصحابة والسلف ولیس مذکورا فی القران والسنة کما أنه لیس نصا فی بدء دخول الوقت به، أما وصف هذا الضوء المستطیر بالحمرة فهو وارد فی بعض الآثار ولکنه جاء مفسرا للبیاض المستطیر فاعتبرناه منه أو یلیه لا أنه هو أول وقت الفجر، علی ذلک جمهور أهل العلم ومن اعتبره أول وقت الفجر فقد شذ کما قال ابن رشد فی بدایة المجتهد. والوارد عن الخلفاء الراشدین وفی صحیح السنة أن النبی صلی الله علیه وسلم کان یغلس بالفجر یعنی یبتدئ الصلاة بها بغلس حیث کان لا یری الرجل جلیسه الا بتأمل ومعاودة نظر وأحیانا لا یراه البتة، وکان النساء یمشین فی الطرقات بعد صلاة الفجر لا یعرفهن أحد من الغلس، هذا مع ما عرف أنه صلی الله علیه وسلم کان یطیل الصلاة فی الفجر لأن القرآن فیه مشهود.

ومن هنا نعلم أن الوقت من أول بزوغ الفجر وهو رؤیة البیاض فی الأفق الی طلوع بدایة الاسفار یعتبر مدیدا کما تدل علیه نصوص السنة(17).

**ونقتبس من "شرح کتاب وقوت الصلاة من موطأ الامام مالک" للشیخ محمد بن سالم باز مول الفقرات الآتیة:-**

أورد حدیث عائشة رضی الله عنها قالت :"کنّ نساء المؤمنات یشهد مع رسول الله صلی الله علیه وسلم صلاة الفجر مُتلفّعات بمُروطهن، ثم ینقلبن الی بیوتهن حین یقضین الصلاة لا یعرفهن أحد من الغلس". الغَلَس :الظلمة.معنی الحدیث:أن رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یصلی الفجر فی أول الوقت حیث الظلمة لازالت موجودة، حتی ان نساء الأنصار ینصرفن وما یُعرفن من الغلس. یأتی سؤال :ثبت فی الحدیث عن رافع بن خدیج قال :سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول:"أسفرو بالفجر فانه أعظم للأجر". أخرجه أبو داوٗد وصححه الألبانی فی ارواء

الغليل. كيف نجمع بين أمره بالاسفار وبين أنه كان يصلى صلاة الفجر فى أول الوقت؟ نقول:الجمع بين هذا وهذا أن نقول:ان المراد بحديث :أسفروه بالفجر. أى أطيلوا القرا ء ة فى الصلاة حتى تسفر، هذا تفسير. أو نقول:ان معنى الحديث :أسفروا بالفجر. أى :أدخلوا فيها فى وقت الاسفار. والتفسير الأول هو الذى جاء عن السلف رضى الله عنهم، وهو الذى ثبت من فعل الرسول صلى الله عليه وسلم أنه كان يدخل فى الصلاة فى الغلس ويطيل القرا ء ة حتى تسفر، يعنى ما ينتهى من الصلاة الا ويكون قد أسفر الفجر، فيصير معنى:أسفروا بالفجر. أى أطيلوا القرا ء ة فى صلاة الفجر حتى تسفروا، لما ذا؟لأن قرآن الفجر كان مشهودا، وهو من أفضل أوقات قراء ة القرآن. سؤال آخر :فى هذا الحديث أن الرسول كان ينصرف من الصلاة بغلس، فلما ذا لم يسفر بالصلاة؟الجواب :هذا يدل على أن الرسول صلى الله عليه وسلم كان يفعل هذا أحيانا وهذا أحيانا، فيفعل هذا فى أوقات، والامام عليه أن يراعى حالة من خلفه، والناس والأوقات تختلف من وقت الى وقت، فهناک أوقات تحتمل أنک تطيل ولا تخفف، وهناک أوقات بالعكس(18).

ومن فصل فى هذه المسألة هو الامام الطبرى الذى سرد آراء مختلف الفرق و بين رأية فى النهاية، وفيما يلى بعض الفقرات المتعلقة بموضوعنا:-

اختلف أهل التأويل فى تأويل قوله:"حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر".فقال بعضهم:يعنى بقوله :الخيط الأبيض، ضوء النهار، وبقوله:الخيط الأسود سوادَ الليل".

فرأى الفريق الأول كما يقول الطبرى هو أن الخيط الأبيض معناه ضوء النهار، ويكمل الطبرى بسرد أدلة هذا الفريق، وبعد ذلک يذكر أن هناک فريق آخر ممن يرى ان معنى الخيط الأبيض هو بياض النهار وصفة هذا البياض أن يكون منتشرا وواضحا، فهذا الفريق يرى أن بداية وقت

الفجر هو الاسفار ولیس الغلس، حیث یقول الطبری:-

وقال متأولو قول الله تعالی ذکره:حتی یتبین لکم الخیط الأبیض من الخیط الأسود من الفجر أنه بیاض النهار وسواد اللیل :-صفة ذلک البیاض أن یکون منتشرا مستفیضا فی السماء یملأ بیاضه وضوءُ ہُ الطرق، فأما الضوء الساطع فی السماء، فان ذلک غیر الذی عناه الله بقوله:الخیط الأبیض من الخیط الأسود.

ذکر من قال ذلک:

2991-حدثنا محمد بن عبدالأعلی الصنعانی قال، حدثنا معتمر بن سلیمان، قال :سمعت عمران بن حدیر، عن أبی مجلز :الضوء الساطعُ فی السماء لیس بالصبح، ولکن ذاک الصبح الکاذب، انما الصبح اذا انفضح الأفق.

2992-حدثنی سَلّم بن جنادةالسوائی قال، حدثنا ابو معاویة، عن الأعمش، عن مسلم، قال :لم یکونوا یعدُّون الفجر فجرَکم هذا، کانو یعدُّون الفجرَ الذی یملأ البیوتَ والطرُق.

2993-حدثنا ابو کریب قال، حدثنا عثام، عن الأعمش، عن مسلم:ما کانوا یرون الا أنّ الفجر الذی یَستفیض فی السماء.

2994-حدثنا الحسن بن عرفة قال، حدثنا روح بن عبادة قال :حدثنا ابن جریج، قال :أخبرنی عطاء أنه سمع ابن عباس یقول:هما فجران، فأما الذی یسطَع فی السماء فلیس یُحِلّ ولا یُحرّم شیئا، ولکن الفجر الذی یستبین علی رء وس الجبال هو الذی یحرِّم الشراب.

2995-حدثنا الحسن بن الزبرقان النخعی قال، حدثنا أبو أسامة، عن محمد بن أبی ذئب، عن الحارث بن عبدالرحمان، عن محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان، قال:(قال رسول الله صلی الله علیه وسلم):الفجر فجران، فالذی کأنه ذنَب السرحان لا یحرّم شیئا ، وأما المستطیر الذی یأخذ الأفق، فانه یُحل الصلاة ویُحرّم الصوم.

2996-حدثنا أبو کریب قال، حدثنا وکیع و اسماعیل بن صبیح وأبو أسامة، عن أبی هلال، عن سَوادة بن حنظلة، عن سمرة بن جندب، قال:قال

رسـول الـلـه صلی الله علیه وسلم:لا یـمـنعکم من سَحُورکم أذانُ بلال ولا الفجر المستطیل، ولکن الفجرُ المستطیرُ فی الأفق.

2997-حـدثـنـا أبو کریب قال، حدثنا معاویة بن هشام الأسدی قال، حدثنا شعبة، عن سوادة قال :سـمـعـت سمرة بن جندب یذکر عن النبی صلی الله عـلیه وسلم أنه سمعه وهو یقول :لا یـغرنّکم نداء بلال ولا هذا البیاضُ حتی یبدوَ الفجرُ وَینفجر."

**ثم یکمل الطبری بأن هناک من بالغ وقال أن المقصود بالخیط الأبیض هو طلوع النهار دون وجود اللیل(أی قبیل الشروق بقلیل)، فیقول:**

وقال آخرون:الخیط الأبیض:هو ضوء الشمس، والخیط الأسود :هو سوادُ اللیل...

وعـلة مـن قال هذا القول:أنَّ الـقـول انـما هو النهارُ دون اللیل، قالوا :وأول الـنـهـار طـلـوعُ الشمس، کما أنّ آخرَه غروبُها. قالوا :ولـو کان أوله طلوعُ الـفـجـر ، لوَجب أن یکون آخرَه غروبُ الشفق، قالوا :وفـی اجماع الحجة عـلـی انَّ آخـر الـنـهـار غروب الشمس، دلیل واضح علی أن أوله طلوعها.

قالوا :وفـی الـخبـر عـن الـنبـی صـلـی الله علیه وسلم أنه تسحر بعد طُلوع الفجر، أوضحُ الدلیل علی صحة قولنا.

ذکر الأخبار التی رویت عن النبی صلی الله علیه وسلم فی ذلک:

3011-حـدثـنـا أبـو کـریـب قـال، حـدثـنا أبوبکر، عن عاصم، عن زر، عن حـذیفة، قال:قلت:تسـحَّـرتَ مـع الـنبـی صـلـی الله علیه وسلم؟ قال:نعم، قال:لو أشاءُ لأقولُ هو النهارُ الا انّ الشمس لم تطلع.

3012-حدثنا أبو کریب قال، حدثنا أبوبکر، قال :ما کذب عاصمٌ علی زرّ، ولا زرّ علی حذیفة، قال:قلتُ له:یـا أبا عبدالله تسحرت مع النبی صلی الله علیه وسلم؟قال:نعم هو النهارُ الا أن الشمس لم تطلع.

3013-حـدثـنـا ابـن بشار قال، حدثنا مؤمل قال، حدثنا سفیان، عن عاصم، عـن زر، عن حذیفة قال:کـان الـنبـی صلی الله علیه وسلم یتسحَّر وأنا أری

مـواقـعَ الـنَّبل. قال:قـلـت أبـعـدَاالصبح؟قال :هـو الـصبـح، الا أنـه لم تطلع الشمس.

3014-حدثنا ابن حمید ، قال :حدثنا الحکم بن بشیر،قال :حدثنا عمرو بن قیـس وخلاد الصفار، عن عاصم بن بهدلة، عن زر بن حبیش، قال :أصبحت ذات یوم فغدوتُ الی المسجد، فقلت :لو مررت علی باب حذیفة! ففتح لی فـدخلتُ، فاذا هو یسخّن له طعامٌ، فقال:اجلس حتی تطعَم. فقلت :انّی أرید الـصـوم، فـقـرّب طعامه فأکل وأکلت معه، ثم قام الی لِقحة فی الدار، فأخذ یـحـلُـب مـن جـانـب وأحـلُـب أنـا مـن جـانب، فنـاولنی، فقلت:ألا تری الـصبـح؟فقال :اشـرب! فشـربـتُ، ثـم جـئـتُ الـی بـاب المسجد فأقیمت الـصلاة، فقلت له :أخبـرنـی بـاخر سَحور تسحَّرته مع رسول الله صلی الله علیه وسلم . فقال:"هو الصبح الا أنه لم تطلع الشمسُ".

وبعد ذلک یبدی الطبری رأیه بقوله:

وأولـی الـتـأویـلیـن بـالآیة،التأویلُ الذی رُوی عن رسول الله صلی الله علیه وسـلـم أنه قال :الـخیـط الأبیـض بیاض النهار، والخیط الأسود سوادُ اللیل. وهو المعروف فی کلام العرب، قال أبو دُؤاد الایادی:

فَلَمَّا أضَاء ت لَنَا سُدفَةٌ وَلَاحَ مِنَ الصُّبحِ خَیطٌ أَنَارَا

وأمـا الأخبـارُ التـی رویـت عن رسول الله صلی الله علیه وسلم أنه شرب أو تسـحَّـر ، ثـم خـرج الـی الصلاة، فانه غیر دافع صحتَّما قلنا فی ذلک، لأنه غیـر مستنکر أن یکون صلی الله علیه وسلم شَرب قبل الفجر، ثم خرج الی الـصلاة، اذ کانت الصلاة!....صلاة الفجر....هی علی عهده کانت تُصلی بعد ما یطلع الفجر ویتبیَّن طلوعه ویؤذن لها قبل طلوعه.

وأمـا الـخبـر الذی رُوی عن حذیفة :أنّ الـنبـی صـلـی الـلـه علیه وسلم کان یتسـحـر وأنـا أری مَواقعِ النَّبل" ، فانه قد استُثبتَ فیه فقیل له :أبعد الصبح؟ فـلـم یـجب فی ذلک بأنه کان بعد الصبح، ولکنه قال:هو الصبح.و ذلک من قوله یُحتمل أن یکون معناهُ :هـو الصبح لقربه منه، وان لم یکن هو بعینه، کـمـا تـقـول العرب:هـذا فـلان شبهـا، وهـی تشیـر الـی غیر الذی سمَّتـه،

فتقول :هـو هـو تشبیهـا مـنهـا لـه به، فکذلک قول حذیفة :"هـو الصبح" ، معناه:هو الصبح شبها به وقربا منه.

وقال ابن زید فی معنی الخیط الأبیض والأسود:

3020-حدثنی به یونس، قال أخبرنا ابن وهب، قال:قال ابن زید:حتی یتبیَّن لـکم الخیط الأبیض من الخیط الأسود من الفجر قال:الخیط الأبیض الذی یکون من تحت اللیل، یکشف اللیل....والأسود ما فوقه.

وأما قوله:"من الفجر" فانه تعالی ذکره یعنی:حتی یتبین لکم الخیط الأبیض مـن الـخیـط الأسـود الـذی هـو مـن الفجر. ولیس ذلک هوَجمیعَ الفجر، ولـکـنـه اذا تبیَّـن لکم أیها المؤمنون من الفجر ذلک الخیط الأبیض الذی یـکون من تحت اللیل الذی فوقه سواد اللیل، ومن حینئذ فصُوموه، ثم أتِمُّوا صیامکم من ذلک الی اللیل.

وبمثل ما قلنا فی ذلک کان ابن زید یقول:

3021-حـدثـنـی یونـس، قـال:أخبـرنـا ابـن وهـب، قال :قـال ابـن زید فی قـوله:"مـن الـفجر" قال :ذلک الـخیـط الأبیـضُ هـو من الفجر نسبةً الیه، ولیس الفجر کله، فاذا جاء هذا الخیط، وهو أوله، فقد حلت الصلاةُ وحَرُم الطعام والشراب علی الصائم.

وفـی قوله تعالی ذکره:"وکـلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الأبیض من الـخیـط الأسـود مـن الـفجر ثم أتموا الصیام الی اللیل" أوضحُ الدلالة علی خـطـأ قول من قـال:حـلالٌ الأکـلُ والشـربُ لـمـن أراد الـصوم الی طلوع الشـمـس، لأن الـخیـط الأبیـض مـن الـفجر یتبین عند ابتداء طلوع أوائل الـفـجـر، وقد جعل الله تعالی ذکره ذلک حدًّا لمن لزَمه الصوم فی الوقت الذی أباح الیه الأکل والشرب والمباشرة.

فمن زعم أنّ له أن یتجاوز ذلک الحدّ، قیل له:ارأیتَ ان أجازَله آخَرُ ذلک ضحوةً أو نصف النهار؟فان قال:انّ قائلَ ذلک مخالف للأُمة. قیل له:وأنتَ لـمـا دلَّ عـلیـه کتـاب الـله و نقلُ الأمة مخالفٌ، فما الفرق بینک وبینه من أصـل أو قیـاس؟فان قال:الـفـرق بیـنـی و بیـنه أن الله أمر بصوم النهار دون

الـلـیـل، والـنـهـارُ مـن طلوع الشـمـس.قیل له: کـذلک یـقـول مخالفوک، والـنهـار عـنـدهـم أوَّلـه طـلـوع الفجر، وذلک هو ضوء الشمـس وابتداءُ طـلـوعهـا دون أن یتتـامَّ طـلوعها، کما أن آخر النهار ابتداءُ غروبها دون أن یتتامَّ غروبها.

ویـقـال لـقـائـلـی ذلک ان کـان الـنـهـار عـنـدکـم کما وصفتم، هو ارتفاع الشـمـس، وتـکـامـل طُـلـوعهـا وذهـاب جـمیـعُ سـدفة اللیل وَغبَـس سواده...فکذلک عندکم اللیل:هو تتامُّ غروب الشمس، وذهاب ضیائها، وتکامل سواد اللیل وظلامه؟ فان قالوا :ذلک کذلک! قیل لهم:فقد یجبُ أن یـکـون الـصوم الی مَغیب الشفق وذهاب ضوء الشمس وبیاضها من أفق السـماء! فان قالوا :ذلک کـذلک! أوجبـوا الصوم الی مغیب الشفق الذی هوَبیاضٌ.وذلک قولٌ ان قالوه مدفوعٌ بنقل الحجة التی لا یجوز فیما نقلته مُـجـمعةً علیه...الخطأُ والسهوُ، (وکفی بذلک شاهدا) علی تخطئته. وان قـالـوا! بـل أول الـلـیـل ابتداء سُدفته وظلامه ومَغیبُ عَین الشمس عنا. قیل لهم:وکـذلک أول النهار:طـلـوع أوّل ضیـاء الشمس ومغیب أوَائل سُدفة الـلـیـل. ثـم یـعـکـس عـلیه القول فی ذلک، ویُسأل الفرق بین ذلک، فلن یقول فی أحدهما قولا الا ألزم فی الآخر مثله.

وأمـا الفجر فانه مصدر من قول القائل :تـفـجَّر الماءُ یتفجَّرُ فجراً، اذا انبعث وجـری ، فـقیل للطالع من تباشیر ضیاء الشمس من مطلع الشمس فجر، لا نبـعـاث ضـوئـه عـلیهـم ، وتـورُّده عـلیهـم بـطرُقهم ومحاجهم ، تفجُّرَالماء المتفجِّر من منبعه(8).

فـمـا سبـق نری أن الطبری قد رد بقوة علی من قال أن المقصود بالخیط الأبیـض هـو طـلـوع النهار دون وجود اللیل، وعلی الرغم من أنه لم یفصل کثیـرا فی مسألة الغلس والاسفار الا أن رأیه کان واضحا فی أکثر من مکان بأن أول وقت صلاة الفجر عند الغلس مثل قوله:

”وفی قوله تعالیٰ ذکره :”وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الأبیض من

الـخیـط الأسـود مـن الـفجر ثم أتموا الصیام الی اللیل"أوضحُ الدلالة علی خـطـأ قول من قـال:حـلالٌ الاُکـلُ والشـربُ لـمـن أراد الـصوم الی طلوع الشـمــس، لأن الـخیـط الأبیـض مـن الـفجر یتبین عند ابتداء طلوع أوائل الفجر"(8).

ونـقتبـس الـفـقـرـة التـالیة مـن فتوی فی موقع اسلام أون لاین لدی سؤال أحدهم عن الموعد الصحیح لصلاة الفجر:

یـقول فضیلة الدکتور نصرفرید واصل مفتی مصر السابق والأستاذ بجامعة الأزهر:صـلاـة الـفـجر فی عهد النبی کانت تتم فی وقت الغلس بعد دخول وقتهـا وکـان الـمسـلـمون یخرجون من الصلاة بعد أدائها ولا یزال الغلس بـاقیا والغلس یعنی بقایا ظلام اللیل وأنه ثبت عن النبی علیه السلام أنه صلی الـصبـح مـرـة بغلس وأخری أسفر بها ثم کانت صلاته بعد ذلک التغلیس حتـی تـوفاه الله علیه السلام وذلک یدل علی صحة الصلاة فی الوقتین معا أی فـی وقـت الـغلس أو الاسفار وقد فعلها الرسول للتشریع والجواز، وأن کـان قـد داوم عـلی صلاة الفجر فی وقت التغلیس لأنه أول وقت للفریضة وأن الأحـادیث تدل علی استحباب التغلیس فی صلاة الفجر وأنه افضل من الاسـفـار بهـا وما رواه احمد بسنده عن أبی الربیع قال :کـنـت مع ابن عمر وقلت له :انـی أصـلـی معک ثم التفت فلا أری وجه جلیس ثم احیانا تـسفر فـقـال کـذلک رأیـت رسـول الـله صلی الله علیه وسلم یصلی وأحببت أن أصـلیهـا کـمـا رأیـت رسـول الـلـه. وکذلک مـا روی عن معـاذ بن جبل قال:بعثنی رسول الله علیه السلام الی الیمن فقال یا معاذ اذا کان فی الشتاء فـغـلـس بـالـفـجـر وأطال القراء ة قدر ما یطیق الناس ولا تملهم، واذا کان الـصیف فـأسـفـر بـالـفـجـر، فـان اللیل قصیر والناس ینامون فأمهلهم حتی یـدرکوا.وکذلک قول الله تعالیٰ:"وکـلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الأبیـض مـن الـخیـط الأسـود مـن الـفجر" ودلت الآیة هنا صراحة علی أن الـفـجـر هـو حـد الـصیـام والفطر وهو الحد الفاصل بین نهایة اللیل وبدایة

النهار، وأنه الخيط الأبيض الذى يشترك مع الخيط الأسود وهما معترضان فى الأفق حتى ينفجر صبحه مسفرا بضوئه ومشرقا به فى الآفاق، وذلك لأن الخيط الأبيض بدلا من الخيط الأسود والفجر بدلا من الخيط الأبيض وفى قواعد اللغة العربية التى نزل بها القرآن الكريم وما سمى الفجر فجرا الا لانفجاره عن الليل بهذا الخيط الرفيع الذى يفصل بين نهاية الليل وبداية النهار وهو أول شعاع من ضوء الصبح يصل الى الليل.
انتهى كلام الدكتور واصل...

ومع أن الأئمة أصحاب المذاهب الفقهية الاسلامية والمجتهدين معهم لم يختلفوا فى بداية وقت الفجر، واختلفوا فى الأداء والفعل للصلاة فى داخل وقتها هل الأفضل أن تؤدى فى غلس أم فى الاسفار فقال جمهور الفقهاء:التغليس بالفجر أفضل وهو ما داوم عليه الرسول عليه السلام حتى وفاته، وذهب آخرون الى أن الاسفار أفضل لحديثه:"أسفروا بالفجر" ولأن الاسفار تأكيد لدخول الوقت، وهو شرط لصحة الصلاة وأيسر على الناس وأرفق بهم(9).

**يقول الشيخ عبدالله بن عبدالرحمن الجبرين:-**

وما ذهب اليه الحنفية من تأخير صلاة الفجر حتى يُسفِروا جِدّاً، فلا دليل على ذلک الا قول النبى صلى الله عليه وسلم "أَسفِرُوا بالفجر، فانه أعظم للأجر" ولكن الحديث يُرَادُ به تحقق طلوع الفجر، فانه يصدق على ظهور ضوء الصبح من جهة المشرق، وهو معنى قوله تعالى:"والصبح اذا اسفر" فالذين يتأخرون الى قرب طلوع الشمس متعمدين نرى أنهم على خطأ، فان أفضل الأعمال الصلاة فى أول وقتها. وقد كان النبى صلى الله عليه وسلم يقرأ فى الصلاة نحو خمس صفحات من سورة البقرة، ثم ينصرف حين يعرف الرجل جليسه، مما يدل على أنه كان يُبَكِّرُ بالصلاة، وصلى بهم أبوبكر رضى الله عنه، وقرأ بهم سورة البقرة كلها، وانصرف قبل طلوع الشمس، فقالوا له: كادت الشمس أن تطلع،فقال: لو طلعت لم تجدنا غافلين!! و كان عمر بن الخطاب رضى الله عنه يقرأ فى صلاة الفجر بمثل

سورة النحل أو سورة یوسف وینصرف قبل الاسفار جِدّاً، والله اعلم(20).

یتضح لنا بعد هذه الأدلة المستفیضة، أن أول وقت صلاة الفجر یبدأ بالغلس، وقد رد أکثر من فقیه علی من قال غیر ذلک. وبعد أن عرفنا الوقت الشرعی لصلاة الفجر وهو الغلس، یأتی الآن الدور الفلکی لتحدید وقت ذلک الغلس، وهذا هو موضوع الفقرة التالیة.

## ثالثا:أول وقت صلاة الفجر فلکیا

وهذه من أکثر المسائل التی سادها النقاش والأخطاء وسوء الفهم، وسنورد لاحقا رأی المتقدمین من الفلکیین ممن یعدو روادا فی علم الفلک حتی لمن تلاهم من الأوروبین وغیر هم من الشعوب المختلفة، ومن أفضل ما ألف فی ذلک هو کتیب"ایضاح القول الحق فی مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق" للأستاذ العلامة الفلکی السید الحاج محمد بن عبدالوهاب ابن عبدالرازق الأندلسی أصلا الفاسی المراکشی الذی ألفه عام 1975میلادیا فی المغرب ( 12)، وقد ألف هذا الکتیب خصیصا للرد علی رسالة الشیخ عبدالملک علی کلیب المقدمة لوزارة العدل والأوقاف والشؤون الاسلامیة فی الکویت، منتقدا اعتماد الزاویة 18للفجر والعشاء ومقترحا زاویة أصح وهی 16.5، فرد المراکشی بشکل مفصل وحیادی فی أکثر من 35صفحة. حیث ذکر أراء جمیع الفلکیین المسلمین المتقدمین فی المسألة ممن أیده وخالفه.

فمن الناحیة الفلکیة، تبدأ الشمس بالاقتراب من الأفق الشرقی بعد منتصف اللیل، وتبقی السماء حالکة الظلام الی أن یظهر الفجر الکاذب جهة الشرق، وبعد ذلک تقترب الشمس من الأفق الشرقی أکثر لنبدأ

بـرؤیة تباشیر الفجر الأولی علی الأفق الشرق کاضاء ة بیضاء أفقیة موازیة لـلأفق وهذا هو الفجر الصادق، وصلاة الفجر وامساک الصائم یحین عند ظهـور الـفجر الصادق، ولا یرتبط الفجر الکاذب بأی نوع من العبادات أو حتـی الـعـادات، ولـقـد وجـد فلکیا أن الفجر الصادق یبدأ بالظهور عند ما یـکـون مـرکـز الشـمـس مـنخفضا تحت الأفق الشرقی بمقدار 18درجة، وهـذه هـو مـوضـوع الـخلاف، اذ یقول البعض بأن الزاویة 18غیر دقیقة، فـمنهم من نادی بالزاویة 16.5، و مـنهم من نادیٰ بالزاویة ۱۵، ولا یوجد مـن نـادی بـاقـل مـن ذلک الا مـن شـذ، و من جهة اخریٰ نجد من قال ان الـفـجـر الـصـادق یظهر قبل الزاویة18، فـمـنهـم مـن نادی بالزاویة 19او 19.5، ولا یـوجـد مـن نـادی بـأکثـر مـن ذلک الا من شذ أیضا، فخلاصة القول أن الزاویة التی حولها النقاش تنحصر ما بین الزاویة 19.5و 15.

ومـن أولـی الـمسائل التی ساد فیها الخطأ أن الفارق الزمنی لکل درجة هو 4دقائق زمنیة، وهذا غیر صحیح، واستدل أصحاب هذا الاعتقاد علی هذه الـحـجة بأن الزمن اللازم لکی تدور الأرض حول نفسها درجة واحدة یبلغ 4دقـائـق وذلک بقسمة 360درجة عـلی 24سـاعة، ولـکـن هذه الدرجة تـختـلف عـن درجة انـخـفـاض الـشـمـس عـن الأفق وقت الفجر، فمسار الـشـمـس الـظـاهـری عـلـی الأفـق لیـس عمودیا (فهذا صحیح علی خط الاستـواء فقط)، بل هو مائل، وبالتالی فان الشمس یجب أن تسیر أکثر من درجة واحـدة حتـی تـقتـرب من الأفق درجة واحدة، ومقدار الزمن اللازم حتـی تـقتـرب الشمس من الأفق درجة واحدة یختلف باختلاف الفصول و یـختلف بشکل ملحوظ باختلاف خط عرض البلد. وفیما یلی جدول یبین الـزمـن الـلازم لـکـی تـقترب الشمـس من الأفق درجة واحدة (من 18الی 17)بالنسبة لخط العرض 0و 30و45 و60لمختلف فصول السنة.

| خط العرض | الربیع | الصیف | الخریف | الشتاء |
|---|---|---|---|---|
| ٥ | 4دقائق تماما | 4دقائق و24ثانیة | 4دقائق تمام | 4دقائق و 24 ثانیة |
| 30 | 4دقائق و 42ثانیة | 6دقائق و10ثوانی | 4دقائق و 43ثانیة | 4دقائق و 51ثانیة |
| 45 | 5دقائق و 57ثانیة | 13دقیقة و19ثانیة | 6دقائق و ثانیة | 5دقائق و 53 ثانیة |
| 60 | 9دقائق و 33ثانیة | لاتصل الشمس للزاویة 18 | 9دقائق و 48ثانیة | 8 دقائق و 21ثانیة |

جدول(1):الزمن اللازم لکی تقترب الشمس من الأفق درجة واحدة (من 18الی 17)

ان هدفنا من هذا الجدول هو توضیح أن الزمن بین مؤیدی الزاویة 18والزاویة15قد یصل فی بعض المناطق الی زمن یزید عن 40دقیقة! فالمسألة لیست هینة ویجب دراستها بعنایة ودقة.

والمسألة الثانیة التی سادها الخطأ هو الاعتقاد أن الزاویة 18هی من نتائج الغرب وغیر المسلمین، وانما اعتمدها بعض الفلکیین المسلمین تقلیدا لا علما، وهذا قول غایة فی القبح، بل ان العکس صحیح، ونقتبس فیما یلی فقرة من کتیب المراکشی حول هذه المسألة، حیث یقول:-

ان ما نقله الشیخ عبدالملک علی الکلیب فی مؤلفهٖ "تصحیح وقت أذان الفجر"عن مرصد غرینتش الفلکی ومرصد البحریة الأمریکیة من أن ابتداء طلوع الفجر یکون وقت انحطاط الشمس تحت الافق الشرقی 18درجة لیس هو من تحقیقات المرصدین المذکورین وحدهما بل سبقهما بذلک الکثیر من علمائنا المتقدمین الرصاد العظام بقرون عدیدة. علی أن علمائنا المتقدمین هم المؤسسون لهذا العلم وعنهم أخذ الأوروبیون وغیرهم وبمعلوماتهم وتحقیقاتهم وأرصادهم بلغ المتأخرون منهم ما بلغوا فکان من حق هذا الشیخ أن یستدل بکلام علمائنا أولا ثم یؤکده بکلام المرصدین ثانیا لأنه علم واحد لا فرق فیه بین ذا وذاک علی أن کلامه فیه

اشعار بأن علمائنا كأنهم لم يحققوا شيئا ولا أسسوا ما يذكر وهذا فيه هضم لمجهودات أولائک العظماء الذين خدموا جميع العلوم وضحوا بحياتهم فی سبيل العلم والمعرفة ولكن العذر واضح لأننا فرطتنا فيما خلفه لنا أسلافانا العظام حتى صرنا عالة على الأوروبين وصرنا لا نرى ولا نعتبر الا ما قاله الأوروبيون مع أن الأوروبين انما بلغوا ما بلغوا بما خلفه علماؤنا المخلصون من الكتب القيمة ومن الاختراعات البديعة التی احتفظ بها لاأوروبيون ونحن قد ضيعناها(12).

وسيتأكد لنا لاحقا أن الزاوية 18هی فعلا من نتائج أجدادنا العرب والمسلمين الذين حققوا ذلک بالأرصاد والتجارب العلمية.

والمسئلة الثالثة التی سادها الخطأ هو قول البعض أن الزاوية 18هی موعد ظهور الفجر الكاذب وليس الصادق، وأن الفلكيين قالوا بذلک لنقص علمهم ولعدم تفريقهم بين الفجرين، الكاذب والصادق. وهذا أيضا غير صحيح اطلاقا وفيه أيضا هضم لمجهودات علمائنا المتقدمين والمتأخرين، وفی الحقيقة لا يقول بمثل هذا القول الا عديم حجة أو غير مطلع على أعمال الفلكيين بشكل صحيح. فحتى الفلكيين غير المسلمين وغير العرب يعرفون الفجر الكاذب جيدا، فهو عبارة عن ظاهرة فلكية بغض النظر عن ارتباطها بعبادتنا فرصدوها وعرفها وفرقوا بينها وبين الفجر الصادق وتسمى فلكيا بالضوء البرجی (Zodiacal Light)، فلا نكاد نجد مرجعا غربيا يتحدث عن الفجر الكاذب الا وفرقه عن الفجر الصادق و بين أنه يظهر قبله شرقا بنفس الهيئة التی وصفها لنا الرسول صلى الله عليه وسلم وعرفها أجدادنا من قبل، وما قول الفلكيين المسلمين وغير المسلمين أن بداية ظهور الفجر يكون على الزاوية 18الا بعد التفريق بينه و بين الفجر الكاذب. وللتدليل على ذلک نورد فقرة تتحدث عن الفجر الصادق والكاذب من مقالة مكتوبة فی موقع جامعة

## فرجینیا الغربیة فی الولایات المتحدة:

You should begin looking for the zodiacal light before the beginning of astronomical twilight, the time when sunlight first begins to be in the sky. Astronomical twilight begins about 1 1/2 hours before sunrise, so if you are up a little before then, if the sky is clear, and you can get away from any lights,you might look to the east and try to locate this triangular glow of light extending up to 35 or 40 degrees from the horizon, slanting slightly to the right. Near the horizon it may be more than 15 degrees wide, narrowing to about 5 degrees, and under ideal conditions may be as bright as the brightest parts of the Milky Way. When seen early in the morning it is sometimes called the false dawn,followed later by the true dawn.(52)

## وملخص ترجمة هذه الفقرة هو ما یلی:

”یتوجب علیک البدء برصد الضوء البرجی قبل بدایة الفجر الفلکی، والفجر الفلکی یبدأ قبل حوالی 90دقیقة من شروق الشمس، فان کنت ترصد قبل ذلک الوقت وکانت السماء صافیة وکنت بعیدا عن أی اضاء ة فانظر الی جهة الشرق لتری مثلث من الضوء یمتد الی أعلی بمقدار 35-40درجة منحرفا قلیلا الی الیمین، وعند الأفق قد یکون عرضه أکثر من 15درجة وفی الاعلی 5درجات، ان کنت ترصده صباحا فانه یسمی أحیانا الفجر الکاذب ،والذی یتبع لاحقا بالفجر الصادق“.

یا لروعة هذا الوصف المکتوب من قبل فلکی غیر عربی أو مسلم، بل ان الأعجب من ذلک أن الغربیین یسمون الضوء البرجی بالفجر الکاذب ویسمون الفجر الفلکی بالفجر الصادق. وهذا الفقرة التی أوردناه لیست بالشاذة أو النادرة،بل یکاد یتطابق الوصف والکلمات فی أی مرجع غربی آخر، وطبعا من المعروف والمسلم به أن الفجر الفلکی یحین عندما تکون الشمس منخفضة تحت الأفق الشرق بمقدار 18درجة. فهذه من الأمور

الاصطلاحية المتفق عليها.

وللتدليل أيضا نورد ما قاله البيرونى المتوفى سنة 440 ه وهو من كبار الفلكيين المتقدمين فى كتابه "القانون المسعودى":-

".....وذلک هو الفجر وله ثلاثة أنواع:أولها مستدق مستطيل منتصب يعرف بالصبح الكاذب ويلقب بذنب السرحان ولا يتعلق به شیء من الأحكام الشرعية ولا من العادات الرسمية. والنوع الثانى منبسط فى عرض الأفق مستدير كنصف دائرة يضيء به العالم فينتشر له الحيوانات والناس للعادات و تنعقد به شروط العبادات. والنوع الثالث حمرة تتبعها وتسبق الشمس وهو كالأول فى باب الشرع....وبحسب الحاجة الى الفجر والشفق رصد أصحاب هذه الصناعة أمره فحصلوا من قوانين وقته أن انحطاط الشمس تحت الافق متى كان ثمانية عشر جزء كان ذلک وقت طلوع الفجر فى المشرق ووقت مغيب الشمس (الأصل مغيب الشفق، ويبدو أنه خطأ عند تحقيق الكتاب) فى المغرب، ولما لم يكن شيئا معينا بل بالأول مختلطا اختلف فى هذا القانون فرآه بعضهم سبع عشر جزءا ".(11).

وهذه الجملة الأخيرة غاية فى الأهمية" ولما لم يكن شيئا معينا بل بالأول مختلطا اختلف فى هذا القانون فرآه بعضهم سبع عشر جزئا" وهو يعنى بما أن الفجر الصادق (النوع الثانى) ليس شيئا واضحا ومحددا بل هو متداخل من الفجر الكاذب (النوع الاول) كما بينا سابقا، فان بعض الراصدين اختلط عليهم ولم يتأكدوا من رؤيته الا عند ما كان انخفاض الشمس تحت الأفق الشرقى بمقدار 17درجة بدلا من 18. وهذا ان دل على شيء فانما يدل أولا على أن الراصدين كانوا يفرقون جيدا بين الفجر الكاذب والصادق، وأن الزاوية 18هى بكل تأكيد متعلقة بالفجر الصادق، كما أنها تؤكد ما أوردناه سابقا بأنه لا توجد ظلمة تتبع الفجر الكاذب بل على العكس، وهو يزداد ضياء الى أن يطلع الفجر الصادق ويتداخل معه.

# رابعا :أقوال الفلكيين المتقدمين حول أول وقت صلاة الفجر

فى الحقيقة كنت أعلم سابقا أن هناك علماء مسلمون متقدمون ذكروا أن الزاوية الصحيحة لصلاة الفجر التى توافق بداية ظهور الفجر الصادق هى الزاوية 18، ولكن لا يمكننى أن أخفى دهشتى عند قراءتى كتيب المراكشى "ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق" وقد اندهشت من الكم الكبير من العلماء الأعلام الذين نعدهم روادا فى علم الفلك الذين أيدوا الزاوية 18بل ان منهم من يرى أن الفجر الصادق يحين عند الزاوية 19!

و فيما يلى نبين آراء من ذكرهم المراكشى فى كتابه سواء ممن ايد الزاوية 18او 19أو غيرها، سواء كانوا فلكيين أو موقتين أو غيرهم. ونظرا لارتباط صلاتى الفجر والعشاء بنفس الظاهرة مع اختلاف اسمها فقط، فهى تسمى الفجر لصلاة الفجر والشفق لصلاة العشاء، فان أقوال الفلكيين تبين الزاوية لكل من الفجر والعشاء فى نفس السياق، وبالتالى سنعود لهذه الفقرة عند حديثنا عن صلاة العشاء. وجميع اقتباساتنا التالية هى من كتيب المراكشى باستثناء قول البيرونى الذى بينا مصدره بجانب الاقتباس.

وقد بدأ المراكشى بقول الفلكى الكبير نصير الدين الطوسى (672هـ) فبعد أن فرق الطوسى بين الفجر الكاذب والفجر الصادق قال الطوسى:

"وقد علم بالرصد أول الفجر وآخر الشفق يكون وقت انحطاط الشمس عن الأفق ثمان عشرة درجة من دائرة ارتفاعها"

قال الفلكى القاضى زاده (840هـ) فى شرحه على ملخص الجغمينى فى

**الهيئة:**

"وقد عرف بالتجربة أن أول الصبح وآخر الشفق انما يكون اذا كان انحطاط الشمس ثمانية عشر جزء ا"

**الفلكی البيرونی (440هـ):**

"وبحسب الحاجة الی الفجر والشفق رصد أصحاب هذه الصناعة أمره فحصلوا من قوانين وقته أن انحطاط الشمس تحت الافق متی كان ثمانية عشر جزء كان ذلک وقت طلوع الفجر فی المشرق ووقت مغيب (الشفق) فی المغرب"(11).

**الفلكی أبو الحسن الصوفی (376هـ):**

"فان لم يكن فی الاسطرلاب هاتان القوسان مخطوطين فضع نظير جزء الشمس علی ثمانية عشر جزء ا من أجزاء الارتفاع فی ناحية المغرب اذا أردت الطلوع للفجر أو فی ناحية المشرق ان أردت مغيب الشفق".

**قال الفلكی ابن الزرقاله( 493هـ)فی الباب التاسع والأربعين فی معرفة الشفق وطلوع الفجر فی احدی رسائله:**

"تنظر الی الشمس فان كانت شمالية الميل فضع طرف العضادة علی مثل ارتفاع الحمل فی بلدک فی ربع الارتفاع، ثم أبعد المعترضة عن مركز الصفيحة الی ناحية العلامة ثمان عشرة...... فما بقی فهو قدر ما يدور الفلک من لدن غروب الشمس الی مغيب الشفق، وكذلک من طلوع الفجر الی طلوع الشمس".

**قال الفلكی البتّانی( 317هـ) فی الثانی عشر من زيج البتانی فی صناعة عمل الاسطرلاب:**

" واذا أردت وضع مقنطرات طلوع الفجر ومغيب الشفق فتضع رأس الجدی علی ثمانية عشر فی المقنطرات وتعلم فی النظير مدار رأس السرطان علامة ثم تضع رأس الحمل علی تلک المقنطرة وتعلم فی النظير ثم تضع رأس السرطان عليها وتعلم علی النظير ثم تطلب مركزا يجمع

لک بین الثلاث علامات وتخط علیهن خطا ثم تصنع من الجهة الأخری ما صنعت فی نظیریهما فتکون التی فی المشرق مقنطرة طلوع الفجر والتی فی المغرب مقنطرة مغیب الشفق".

قال الفلکی أبو علی الحسن بن عیسی بن المجاصی فی رسالته تذکرة أولی الألباب فی عمل صنعة الاسطرلاب:فصل فی تخطیط أوقات الصلاة:

"أما الفجر والشفق فان خطیهما هو مقنطرة ثمانیة عشر فی کل عرض وفی کل زمان الخ".

الفلکی أبو الحسن علی بن جعفر بن أحمد بن یوسف بن باص الأسلمی(693هـ):

"الباب التاسع فی معرفة ارتفاع الکوکب لطلوع الفجر ومغیب الشفق علم علی مدار18من جهة المشرق للشفق ومن جهة المغرب للفجر الخ".

قال الفلکی أبو الربیع سلیمان بن أحمد الفشتالی( 1208هـ)فی المسألة الثالثة من الفصل الخامس فی رسالته النبذة اللامعة فیما یتعلق بالصفیحة الجامعة:

"المسألة الثالثة فی معرفة ارتفاعات الکواکب لمغیب الشفق ولطلوع الفجر اذا أردت ذلک فضع نظیر الشمس علی محل ارتفاعه فی المشرق لمغیب الشفق وذلک علی أن یکون له فی المدارات ثمان عشرة بما تقدم فی المسألة الثالثة من الفصل الثالث ثم انظر و الشبکة علی حالها فأی کوکب تراه أقرب الی الأفق فاعلم ارتفاعه فهو ارتفاعه للوقت المفروض وکذلک تفعل للفجر الا أنک تضع النظیر علی محل ارتفاعه للوقت المذکور فی ناحیة المغرب".

قال أبو زید عبدالرحمن بن عمر السوسی البوعقیلی الشهیر بابن المفتی (1003ه) فی باب ساعات مغیب الشفق وطلوع الفجر وما فی مدیتهما من أدراج:

"أعلم أن مغیب الشفق کطلوع الفجر وذلک عندما یکون انخفاض

الشمس تحت الأفق ثمانی عشرة درجة".

قال الشیخ حسن أفندی فی کتابه الأصول الوافیة فی علم القسموغرافیة:

"ولا یبتدیء اللیل الا من اللحظة التی فیها ینفطع وصول الأشعة الشمسیة الی أی نقطة من منطقة الجو التی تعلو الأفق وتکون الشمس وقتئذ علی بعد قدره 18 وتحصل الظاهرة صباحا فی جهة عکسیة فیبتدئ الفجر حینما تکون الشمس تحت الأفق بمقدار 18 ثم ترتفع الطبقة الفجریة شیئا فشیئا ویعقب النهار اللیل".

ان ما سبق ذکره هو آراء الفلکیین الذین یرون أن صلاة الفجر تحین عندما تکون زاویة انخفاض الشمس تحت الأفق تساوی 18 درجة وهم یرون أیضا أن موعد صلاة العشاء یحین عندما تکون زاویة انخفاض الشمس تحت الأفق الغربی بمقدار 18 درجة أیضا، وهذا یعنی أن ظاهرتی الفجر والشفق متماثلتان بالنسبة لهم وأن الفترة من الفجر الی الشروق تساوی الفترة من الغروب الی العشاء. وفیما یلی أراء أخری لفلکیین أو موقتین أو فقهاء یرون غیر ذلک.

قال الشیخ جمال الدین عبدالله بن خلیل بن یوسف الماردینی( 806هـ) الموقت بالجامع الأزهر فی مؤلفة الدر المنثور فی العمل بربع الدستور فی الباب الثامن والعشرین فی معرفة حصتی الشفق والفجر:

"الشفق هو الحمرة التی تبقی فی أفق المغرب بعد مغیب الشمس وحصته قوس من مدار الجزء ما بین الأفق والمقنطرة المنحطة تحته سبع عشرة درجة والفجر هو البیاض المعترض فی أفق المشرق بعد نصف اللیل وحصته قوس من مدار الجزء ما بین الأفق والمقنطرة المنحطة سبع عشرة درجة وهما حادثان من تشبت الأبخرة الصاعدة من الأرض بالأشعة. وقد اختلف فیهما کلام الرصاد فطائفة من المتقدمین علی أنهما متساویان یؤخذان من انحطاط ثمانیة عشر ویمنعه تقدم البیاض فی الظهور وتأخره بعد الحمرة فی المغیب. وقال بعض المتأخرین فی الشفق ستة عشر وفی

الـفـجـر عشرين وهو ضعيف لقلة من قال به من الرصاد، وقد امتحن ذلک بـعض الحذاق المتأخرين فى سنين متوالية فوجد الثمانية عشر وقت اسفار والـعشـريـن غلسا والحق فيهما الزيادة والنقص بحسب العوارض الحادثة مثـل صـفـاء الـجـو وكدرته وقوة البخار وخفته وشدة الهواء ورقته ووجود القمر وغيبوبته وضعف نظر الراصد وحدته والذى اعتمد عليه فحققوا هذا العلم من الرصاد وغيرهم سبعة عشر فى الشفق وتسعة عشر فى الفجر".

فـى هـذه الفقرة السابقة ذكر لنا الماردينى خمسة آراء أو قيم مختلفة،فبدأ قوله أن الزاوية هى 17لـلـفجر والعشاء ، وهذه قيم شاذة لم يذكرها غيره، ثم قال لنا أن المتقدمين قد حددوا الزاوية 18للفجر والعشاء، وبعد ذلک يـقـول أن بـعض المتأخرين قد حددو الزاوية 20لـلـفجر و16لـلـعشاء بعد ذلک قـال لـنا أن بعض الرصاد قد حددو الزاوية 20للغلس و 18للاسفار ولا نـؤيـد هـذا الـطرح، اذ أن الاسفار يحدث بعد الزاوية 18بـل حتى بعد الزاوية 15فهـو يقدر بعد الزاوية 13(51)أو12(26)! وبـعد ذلک يختم قوله أن الزاوية هى 19للفجر و17للعشاء.

قـال الشيـخ عبـدالـعزيز بن عبدالسلام الوزكانى فى شرحه على أبيات ابن الرندى عند قوله :-

وشفق يز من النظير ....... ويط للفجر بلا تأخير

و(يـز) و(يط) هو نظام الترقيم القديم عند العرب حيث (يز) تعنى 17درجة و(يط) تعنى 19درجة ، فيـعـلق الوزكانى على هذا البيت بقوله :"واعلم أن هذه العوارض لا تخل بأكثر من درجة واحدة".

قال الشيخ أبو حفص عمر بن عبدالرحمن بن أبى القاسم بن محمد زكرياء الـقرشى المخزومى المعروف بالتوزورى فى محصلة المطلوب فى العمل بربع الجيوب فى الباب الثامن عشر ما نصه:

"وعـمـل الـمـتـقـدمين من أهل هذه الصناعة على تباين بلادهم فى المشرق والمغرب على أن ارتفاع النظير مشرقا عند مغيب الشفق ثمانية عشر ومثل

ذلک ارتفاعه مغربا عندطلوع الفجر عملا منهم أن الشفق هو البیاض ولم یزل عملهم علی ذلک الی أن زعم أبو علی المراکشی أنه رصد وقت مغیب الحمرة فوجد ارتفاع النظیر ستة عشر ورصد وقت طلوع الفجر فوجد ارتفاع النظیر عشرین فتوسط بعض المتأخرین بین القولین وعملوا علی أن الارتفاع للشفق سبعة عشر وللفجر تسعة عشر وعلی ذلک اقتصر جمال الدین الماردینی فی رسالته واختار الشیخ عبدالعزیز أن یعمل فی الشفق بثمانیة عشر، وفی الفجر بعشرین احتیاطا ولئن احتاط فی الفجر للصوم لقد اخل بالاحتیاط للصلاة".

فی الفقرة السابقة یذکر لنا التوزوری ثلاثة آراء، فیبدأ قوله أن المتقدمین قد اعتمدوا الزاویة 18للفجر والعشاء الی أن جاء المراکشی وذکر أنه رصد الظاهر تین ووجد الزاویة 20للفجر و 16للعشاء، وهذا أدی الی أن یتوسط المتأخرون (علی حد قوله) القیمتین فاعتمدوا 19للفجر و17للعشاء.

الفلکی الکبیر والموقت بالجامع الأموی ابن الشاطر (777هـ)، قال ابن الشاطر فی زیجه الکبیر الباب الثامن والثلاثون فی معرفة طلوع الفجر ومغیب الشفق:

"اعرف الدائر لنظیر جزء الشمس علی أن الارتفاع یط (أی19)درجة فی الفجر وفی الشفق یز(أی17)فما کان فهو الحصة لکل واحد منهما، هذا هو الذی وقع علیه القیاس، وعند أبی علی المراکشی ک(أی 20)و یو (أی16)وعند غالب الأقدمین یح(أی18)والأول أصح منهما".

بدأ ابن الشاطر حدیثه أن الزاویة هی 19للفجر و 17للعشاء وبعد ذلک یقول أن المراکشی قد حددها ب 20للفجر و 16للعشاء، وغالبیة الأقدمین حددوها ب 18للفجر والعشاء، وبعد ذلک یعلق ابن الشاطر بقوله أنه یری أن الرأی الاول (19للفجر و 17للعشاء)هو أصح من الرأیین الاخرین.

قال الشيخ محمد الجنبوى فى المرصد العاشر من مراصدة :الفصل الثانى فى حصتى الفجر والشفق:

”قد وقع بين القوم اختلاف فى وقت طلوع الفجر الصادق ومغيب الشفق الأحمر والمعتمد عند المحققين أن الأول عند انحطاط الشمس عن أفق المشرق يط أى تسع عشرة درجة والثانى عند انحطاطها عن أفق المغرب يز أى سبع عشرة درجة واعلم أن الشفق المحدود بذلک الانحطاط هو الشفق الأحمر كما صرح به فى عامة كتب الفن ولا يتوهم أحد أن الأحمر يغيب قبل ذلک لأن الغائب قبله شدة الحمرة لا جميع آثارها“.

قال الشيخ الفرضى الحيسوبى الميقاتى أبو القاسم بن ج محمد الأنصارى الصفاقسى فى رسالته فى الربع المجيب الباب الحادى عشر فى معرفة حصتى الفجر والشفق:

”وطريق معرفتهما أن تزيد بعد القطر على جيب تسعة عشر(19)ان أردت الفجر وعلى جيب سبعة عشر(17)ان اردت الشفق“.

قال أبو عبدالله سيدى محمد المعطى مرين الرباطى فى ارشاد الحائر:

”وما اعتمدنا عليه فى انحطاط يز(17)للشفق وانحطاط يط(19)للفجر هو المعول عليه والمعمول به وهو مذهب فضلاء الشام والمصريين وأهل تونس من قديم حتى الآن وهو الصحيح“.

قال الشيخ على بن عبدالقادر البنتيتى الحنفى(1060هـ) الموقت بالجامع الأزهر فى مؤلفه الفتوحات الوهبية لشرح الرسالة الفتحية:

”ثم اعلم أن الفجر الصادق باتفاق الأئمة هو البياض المنتشر ضوؤه فى أفاق المشرق لاقبال الشمس اليه وأما الشفق فاختلف فيه فذهب الامام الشافعى والامام مالک والامام أحمد فى أصح قوليه وكذا صاحب أبى حنيفة الى أنه الحمرة التى بعد غيبوبة الشمس، وقال الامام الأعظم أبو حنيفة وكذا الامام أحمد فى القول الثانى أنه البياض الذى بعد الحمرة، وعند الرصاد أئمة هذ االفن على ما اعتمده المحققون منهم أن الشفق

یـغیب بانحطاط الشمس تحت الأفق سبع عشرة درجة وأن الفجر یطلع اذا کان بین الأفق والشمس تسع عشرة درجة".

**قال أبو عبدالله محمد بن ابراهیم الأوسی السبتی الاشبیلی المعروف بابن الرقام (685هـ) فی زیجة المستوفی الباب الخامس والخمسین فی معرفة ساعات طلوع الفجر ومغیب الشفق:**

"خذ بینهم نصف قوس نظیر درجة الشمس الطبیعیة واضربه فی جیب تسع عشرة درجة ابدا".

**ویبین الجدول التالی ملخصا لآراء الفلکیین أو الموقتین المتقدمین**

| اسم الشخص | الفجر | العشاء |
|---|---|---|
| البتّانی(317هـ) | 18 | 18 |
| أبوالحسن الصوفی(376هـ) | 18 | 18 |
| البیرونی(440هـ) | 18 | 18 |
| ابن الزرقاله(493هـ) | 18 | 18 |
| نصیرالدین الطوسی (672هـ) | 18 | 18 |
| أبو الحسن علی بن جعفر بن باص الأسلمی(693هـ) | 18 | 18 |
| القاضی زاده (840هـ) | 18 | 18 |
| أبو الربیع سلیمان بن أحمد الفشتالی(1208هـ) | 18 | 18 |
| أبو علی الحسن بن عیسیٰ بن المجاصی | 18 | 18 |
| أبو زید عبدالرحمن البوعقیلی الشهیر بابن المفتی | 18 | 18 |
| الشیخ حسن أفندی | 18 | 18 |
| ابن الشاطر(777هـ) | 19 | 17 |
| الشیخ جمال الدین عبدالله بن خلیل المردینی(806هـ) | 19 | 17 |
| الشیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام الوزکانی | 19 | 17 |
| الشیخ محمود الجنبوی | 19 | 17 |
| الفرضی الحیسوبی المیقاتی أبو القاسم بن ج محمد الأنصاری الصفاقسی | 19 | 17 |
| أبو عبدالله سیدی محمد المعطی مرین الرباطی | 19 | 17 |
| الشیخ علی بن عبدالقادر البنتیتی الحنفی | 19 | 17 |

| أبو علی الحسن بن علی بن عمر المراکشی(660هـ) | 20 | 16 |
|---|---|---|
| أبو عبدالله محمد الاشبیلی المعروف بابن الرقام(685هـ) | 19 | 19 |

جدول (2):ملخص آراء الفلکیین أو الموقتین المتقدمین لوقت الفجر والعشاء

# خامسا :الأرصاد الحدیثة لتحدید أول وقت صلاة الفجر

علی الرغم من الأرصاد السابقة للفلکیین المتقدمین، فاننا نجد محاولات حدیثة لتحری أول وقت صلاة الفجر والعشاء من قبل فلکیین أو مهتمین، وقد یکون ذلک لعدم معرفة الراصدین المتأخرین بأرصاد و أقوال علمائنا المتقدمین، أو بسبب زیادة التأکد. وفیما یلی بعضا من الأرصاد الحدیثة التی یمکن اعتبارها أرصاد صحیحة تمت ضمن الظروف والمتطلبات الصحیحة:-

1. ورد فی کتیب "التقویم الأردنی لمواقیت الصلاة والصیام والحج لعام 1982م" المعد من قبل وزارة الأوقاف والشؤون والمقدسات الاسلامیة الأردنیة أرصاد قام بها بعض المهتمین لتحری أول وقت صلاة الفجر، حیث شهد عام 1982م تحولا کبیرا فی التقویم الأردنی، فکانت تلک أول سنة یصدر فیها تقویم أردنی معد من قبل العلماء الأردنیین أنفسهم، وقد سبق ذلک بحث وتحری کبیر ذکر فی الکتیب، ومن ضمن ذلک رصد أربعة أشخاص لأول وقت صلاة الفجر، وسجلت شهادتهم رسمیا فی المحکمة، وفیما یلی مقتطفات من شهادتهم:"اشهد بالله العظیم أنا.......أننی قد رأیت الفجر الصادق لیوم الثلاثاء تاریخ 9/رجب/1401ه الموافق 1981/05/12م الساعة الثالثة والدقیقة الخامسة فی منطقتی شرقی الموقر شهادة أسال عنها یوم القیامة" وبعد الرجوع لأحد برامج الحاسوب الفلکیة لذلک الوقت والتاریخ والموقع وجد أن انخفاض الشمس حینها کان 18.6درجة تحت الأفق الشرقی(9).

2. من أروع ما كتب مفصلا حول الفجر الكاذب والفجر الصادق هو ما أورده الفلكي اليمني الدكتور عبدالحق سلطان في بحثه ( 51)، حيث ذكر أنه بتاريخ 2003/11/24م توجه هو و عدد من الراصدين لرصد الفجر من منطقة بني حشيش الواقعة 30كم الى الشرق من صنعاء، وبعض أن فصل الدكتور عبدالحق في شرح الفجر الكاذب وهيئته و شكله ذكر أنه عند الرصد بدأ الفجر الكاذب بالظهور في الساعة 04:01(وعند ما أجرينا الحسابات وجدنا أن الشمس كانت حينئذ منخفضة تحت الأفق بمقدار 29.5درجة)، ويكمل شرحة بقوله أن اضاء ة الفجر الكاذب أخذت بالازدياد الى أن أصبحت ألمع من مجرة درب التبانة، الا أن ظهرت أضاء ة الفجر الفلكي في الساعة 04:50(وعند ما أجرينا الحسابات وجدنا أن الشمس كانت حينئذ منخفضة تحت الأفق بمقدار 18.9درجة) ويقول الدكتور في بحثه أن بداية اضاء ة الفجر الفلكي كانت متداخلة مع الفجر الكاذب، وهذا ما يؤكد ما ذكرناه سابق بأن اضاء ة الفجر الكاذب لا تختفي قبل ظهور الفجر الصادق. ويكمل الدكتور عبدالحق وصفه لاضاء ة الأفق فهو يرى أن صلاة الفجر تحين عند الاسفار و بالتالي قد أيد زاوية أخرى للفجر لأنه يعتمد الاسفار.

3. ان من أفضل ما تم من حملات تحري لمواقيت الصلاة في عصرنا الحاضر هي تلك المجهودات التي أجرتها ليبيا في الفترة ما بين 1992و 1993م، وتم ذكر جميع تفاصيل الحملات من حيث أسماء الأشخاص والأماكن التي تم منها التحري والنتائج في كتاب أصدرته كلية الدعوة الاسلامية والهيئة العامة للأوقاف والمركز الليبي للاستشعار عن بعد وعلوم الفضاء باسم "مواقيت الصلاة في الجماهيرية العظمى". ففي عام 1992م قررت كلية الدعوة الاسلامية في ليبيا تشكيل لجنة لمراجعة مواقيت الصلاة في ليبيا وقد ضمت هذه اللجنة عدداً من الفلكيين والشرعيين والمهندسين والمبرمجين، وقد وضعت اللجنة عشرة قواعد و شروط لعلمية التحري تبين لنا بشكل جلي الإلمام الكامل بتفاصيل

الـمسـألة من الناحية الفلكية من قبل اللجنة، ومن ثم يسرد الكتاب تفاصيل الـحـملات التى بلغ عددها ثمانى حملات بلغت مدة كل حملة من أسبوع الـى عشـر أيـام، بـحيـث تتـم كل حملة فى منطقة مختلفة فى الجماهيرية، ونورد فيما يلى بعض الأرصاد الليبية (10):-

| اليوم | مكان الرصد | وقت ظهور الفجر | الزاوية المقابلة للوقت |
|---|---|---|---|
| 1993/04/22 | مدينة سبها | 05:10-05:08 | 18.0-18.6 |
| 1993/04/23 | مدينة سبها | 05:09 | 18.0 |
| 1993/04/24 | مدينة سبها | 05:10-05:08 | 17.5-18.0 |
| 1993/04/26 | مدينة تراغن | 05:05-05:00 | 18.6-19.6 |
| 1993/04/27 | مدينة تراغن | 05:02 | 19 |
| 1993/04/28 | مدينة تراغن | 05:02 | 18.8 |
| 1993/04/29 | مدينة القطرون | 05:01 | 19.2 |
| 1993/04/30 | مدينة القطرون | 05:00 | 19.2 |
| 1993/05/01 | مدينة القطرون | 05:01 | 18.8 |
| 1993/07/22 | مدينة غدامس | 04:55 | 19.2 |
| 1993/07/23 | مدينة غدامس | 04:56 | 19.2 |
| 1993/07/24 | مدينة غدامس | 04:57 | 19.2 |
| 1993/07/25 | مدينة غدامس | 04:58 | 19.1 |
| 1993/07/26 | مدينة الحمادة | 04:52 | 18.1 |
| 1993/07/27 | مدينة الحمادة | 04:53 | 18.1 |
| 1993/07/29 | مدينة هون | 04:43 | 18.4 |
| 1993/07/30 | مدينة هون | 04:43 | 18.6 |
| 1993/07/31 | مدينة هون | 04:44 | 18.5 |

جدول(3):ملخص لبعض الأرصاد الليبية لأول وقت ظهور الفجر الصادق

4. يـقـوم فـريـق مـن الـجـمـعية الـفـلـكية الأردنية وأعضـاء من المشروع الاسـلامى لرصد الأهلة ابتداء من شهر أيلول/سبتمبر 2009م بتحرى أول وقـت صـلاة الـفـجر من مكان مظلم نسبيا خارج مدينة عمان فى المملكة

الأردنية الهاشمية، وما زالت حملة التحرى هذه قائمة، وقام عضو المشروع الاسلامى لرصد الأهلة والأستاذ الدكتور عبدالقادر عابد الذى يشارک فى حملة التحرى هذه بتزويدنا بنتائج التحرى حتى وقت كتابة هذا البحث، ويقوم فريق التحرى بالرصد من مكانين جنوب العاصمة عمان. الأول بالقرب من قرية أرينبة، وذلک على بعد 25كم الى الجنوب من جنوب عمان وعلى بعد 10كم الى الجنوب من مطار الملكة علياء الدولى، والثانى بالقرب من قرية سواقة الغربية، وذلک على بعد 58كم الى الجنوب من جنوب عمان وعلى بعد 15كم الى الشرق من الطريق العام. وقد وصف لنا الأستاذ الدكتور عبدالقادر عابد ظلام المنطقة بقوله أنها منطقة مظلمة ولكن ليس بشكل كلى، فهناک اضاء ة وصفها "بالجيدة" تقع خلف الراصدين، وسنلاحظ من خلال الجدول التالى ان أرصاد الفريق الأردنى تتفق مع بقية الأرصاد الموثوقة الأخرى.

| اليوم | مكان الرصد | وقت ظهور الفجر | الزاوية المقابلة للوقت |
|---|---|---|---|
| 2009/09/18 | أرينبة | 05:04 | 17.1 |
| 2009/10/02 | سواقة | 05:17 | 16.25 |
| 2009/10/17 | سواقة | 05:25 | 16.6 |
| 2009/12/25 | أرينبة | 05:11 | 17 |
| 2010/01/22 | أرينبة | 05:16 | 16.6 |
| 2010/02/19 | أرينبة | 04:59 | 16.6 |
| 2010/03/12 | وسط عمّان | 05:00 | 11.6 |

جدول(4):ملخص لبعض الأرصاد الأردنية الحديثة

نلاحظ من خلال هذا الجدول أنه على الرغم من الرصد من مكان غير مظلم بشكل مثالى الا أن الفجر الصادق قد ظهر على زاوية تتراوح بين 16.25و 17.1، وهذا ان دل على شيء فانه يدل على صحة الزاوية

18التی بالتاكيد كان سيصل اليها الراصدون لو رصدوا من مكان مظلم بشكل مثالی. ومن المهم جدا الانتباه لآخر رصد فی الجدول، فقد تعمد الراصدون اجراء احدى الأرصاد من داخل مدينة عمان الملوثة ضوئيا، ففی ذلک اليوم لم يشاهد الراصدون الفجر الصادق الاعلى الزاوية 11.6! بقی أن نقول أن فريق الرصد مكون من فلكيين وشرعيين يعلمون جيدا الفرق بين الفجر الصادق والكاذب، بل ان عددا من الراصدين الذين رافقوا فريق الرصد كان هدفهم فی البداية اثبات أن الزاوية 18غير صحيحة وأن الزاوية 15هی الأصح، ولكن بعد أن قاموا بالتحری بأنفسهم تأكدوا من صحة الزاوية 18.

نلاحظ من نتائج الأرصاد الأردنية واليمنية و الليبية تطابق النتائج مع ما ذكره الفلكيون المتقدمون من أن الفجر يبدأ ما بين الزاوية 18و 19، وفی الحقيقة يصعب فی زماننا الحالی التوصل لمثل هذا النتائج اذ أنه من الصعب الوصول لمناطق مظلمة بشكل كامل، فمهما حاول الراصد الوصول لمنطقة مظلمة فان مجرد وصوله لتلک المنطقة يعنی أن هناک شبكة مواصلات فی المنطقة، و هذا اما ان يعنی ان هناک قرى أو مدنا قريبة أو على الأقل هناک وسائل نقل تمر فی هذه المنطقة وأی من هذين العاملين يؤثر بشكل قد يكون ملموسا على النتائج. اننا لا نقول أنه من المستحيل فی وقتنا الحاضر الرصد من منطقة مظلمة بشكل مثالی، بل نقول أنه أمر صعب جدا ويحتاج لعزيمة قوية، فعلى الرغم من هذه الصعوبات الا أن الفريق الليبی تمكن من الوصول الى مناطق مثالية، ويسرد الفريق فی الكتاب أنه واجه صعوبات فی بداية الأمر ، ولكن عليه أن نلاحظ أن الصحراء الليبية ما زالت حتى وقتنا الحاضر غير ملوثة ضوئيا فما بالنا عام 1993م ، وكذلک جبال اليمن حتى يومنا الحاضر،

وکذلک کان الحال فی منطقة الموقر فی الأردن عام 1981م.

## سادسا :الآراء والأرصاد التی تخالف الزاویة (18أو 19)للفجر أو الزاویة (18أو 17) للعشاء

علی الرغم من جمیع الحقائق السابقة نجد من یشکک فی صحة الزاویة (18أو 19)للفجر أو الزاویة 18أو 17)للعشاء، ونورد تالیا بعض هذه الآراء والأرصاد مع التعلیق علیها:-

1. تفریغ لسؤال الشیخ أبو اسحاق الحوینی للشیخ الألبانی عن صلاة الفجر:

سلسة الهدی والنور الشریط رقم 43بدایة من الدقیقة 16.47. الحوینی:لنا أخوة من السلفیین بالاسکندریة یؤذنون للفجر أذانین والأذان المعترف بعد ثلث ساعة من الأذان العادی ویقولون بالفجر الصادق و الکاذب، هذا طبعا له خطورة من ناحیة الصیام فماذا ترون فی هذه المسألة، وما موقف بقیة الجمهوریة کلها من أنه اذا ثبت أن الفجر یؤخر ثلث ساعة فهم یصلون قبل الوقت علی هذا الاعتبار. الألبانی :هذه مصیبة ألمت بالکثیر من الأقالیم الاسلامیة مع الأسف حیث أنهم یحرمون الطعام قبل مجیء وقت التحریم ویصلون صلاة الفجر قبل دخول وقت الصلاة وهذا نحن لمسناه فی هذه البلاد. وبخاصة أن داری-وهذا من فضل الله علی -مشرفة فأنا أری فی کل صباح ومساء طلوع الشمس وغروبها، طلوع الفجرالصادق، فأجد أنهم فعلا یصلون قبل الوقت-أی صلاة الفجر -وهذا من الأسباب التی تحملی أن آتی الی هذا المسجد وأصلی الفجر لأنی لا أجد فی المساجد التی حولی الا أنهم یبکرون بالصلاة علی الاقل لا یصلون السنة الا قبل الفجر الصادق ولم یقف الأمر فقط فی هذه البلاد فقد علمت أن احد اخواننا السلفیین فی الکویت ألف رسالة وهو یذکر فیها تماما کما اذکر أنا هنا. کذلک، لعلک تسمع به ان کنت لا تعرفه شخصیا الدکتور

تقی الدین الهلالی له رسالة یقول نفس الکلام فی المغرب هو أنهم یؤذنون لصلاة الفجر قبل الوقت بنحو ثلث ساعة أو 25دقیقة، کذلک علمت مثله بواسطة الهاتف عن الطائف فقد ورد الی سؤال من احدهم یقول عندنا الشیخ سعد بن فلان یقول بأن القوم هنا یصلون صلاة الفجر علی التوقیت الفلکی وأن ذلک یخالف الوقت الشرعی تماما کما نتحدث عن هنا وهناک، أعود للاجابة عن سؤال اخواننا فی الاسکندریة فهم من حیث أنهم یؤذنون أذانین فقد أصابوا السنة لکن ما أدری اذا کانوا دقیقین فی أذانهم الثانی هل هم یؤذنون حینما یبرق الفجر ویسطع وینفجر النور فان کانوا یفعلون ذلک فقد أحیوا سنة أماتها جماهیر المسلمین أما ان کانوا یؤذنون علی الرزنامات والتقاویم فهذه لا تعطی الوقت الشرعی ابدا فیکونوا قد خلطو عملا صالحا و اخر سیئا ای جمعوا بین الاذانین و هذا سنة لکن ما حددوا الوقت الشرعی بالأذان الثانی،(21)

وفی موضع آخر قال الشیخ الألبانی فی تعلیقه علی الحدیث (2031)فی السلسلة الصحیحة:وقد رأیت ذلک بنفسی مراراً من داری فی جبل هملان جنوب شرق عمّان، ومکننی ذلک من التأکد من صحة ما ذکره بعض الغیورین علی تصحیح عبادة المسلمین ;أن أذان الفجر فی بعض البلاد العربیة یُرفع قبل الفجر الصادق بزمن یتراوح بین العشرین والثلاثین دقیقة، أی قبل الفجر الکاذب أیضا! وکثیراً ما سمعت اقامة صلاة الفجر من بعض المساجد مع طلوع الفجر الصادق، وهم یؤذنون قبلها بنحو نصف ساعة، وعلی ذلک فقد صلّوا سنّة الفجر قبل وقتها ، وقد یستعجلون بأداء الفریضة أیضاً قبل وقتها فی شهر رمضان، وفی ذلک تضییق علی الناس بالتعجیل بالامساک عن الطعام، وتعریض لصلاة الفجر للبطلان، وما ذلک الا بسبب اعتمادهم علی التوقیت الفلکی واعراضهم عن التوقیت الشرعی کما جاء فی قوله سبحانه وتعالی:"وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الأبیض من الخیط الأسود من الفجر" ، وحدیث :"فکلوا واشربوا حتی یعترض لکم الأحمر" وهذه ذکری والذکری تنفع المؤمنین(15).

ونـرد عـلى ذلک بقولنا أنه على الرغم من احترامنا الشديد لفضيلة الشيخ الألبـانـی واجـلالنا الكبير لعلمه، الا أننا نرى أنه لم يصب فی هذه المسألة، وردنـا هـو مـن كلامه اذ أنه يقول أنه لاحظ الفرق من داخل منزله فی مدينة عـمّان، وكما بينا سابقا فانه لا يصح تحرى دقة تهديد أول وقت الفجر من داخـل الـمدينة فاضاء ة المدينة تهجب اضاء ة الفجر الأولى، فكلنا نلاحظ أننا لا نرى من داخل المدينة سوى عدد قليل من النجوم فی حين أن الوضع يـختـلف تـماما من الصحراء، والكلام نفسه ينطبق على الفجر أيضا، فحتى نحن كـفـلـكيين لو قمنا بالتحرى من نفس مكان الشيخ الألبانی لتوصلنا الى نفس نتيجته، ولكن كان يجب أن يتم التحرى من مكان مظلم كما بينا سابقا.

2. الشيخ محمد رشيد رضا:

حيـث ذكـر أن استـطـلاعـاتـه تـختـلف عن حسابات التقاويم أی فی صلاة الـفـجـر ، ثـم تبـعـه عـلـی ذلک جملة من العلماء، منهم الشيخ تقی الدين الهـلالـی الذی ألف رسالة عن الفجر الصادق. وقد حكى الشيخ الفريان أن الـمفتی الأسبق للسعودية الشيخ محمد بن ابراهيم آل الشيخ كان لا يقيم الـصـلاـة فی مسجده الا أن يتبين طلوع الفجر وكان يؤخر الاقامة جدا. ثم ألف فـی ذلک الشيـخ عبـدالـملک كليب رسالة فی المسألة وقدر وقت الـفـجـر الـصـادق بـأن تـكـون الشـمـس تحت الأفق بمقدار16.5درجة تقريبا(17).

فـی الـحـقيقة لقد رد المراكشی على فضيلة الشيخ عبدالملک كليب فی كتيـب بلغ عدد صفحاته 35صـفـحة، وذكرنا سابقا أن هذا الكتيب يعتبر بحق من أنفس ما كتب فی هذه المسألة.

3.الدكتور سعد بن تركی الخثلان:

مـعـظـم الـتـقـاويـم فـی الـعـالم الاسلامی و منها تقويم أم القرى يوجد لديها اشـكـالية فـی تـحـديـد دخـول وقـت صـلاـة الـفـجر اذ أنهـا تعتبر الشفق

الفلكى،(Astronimical Twilight)بداية لوقت الفجر، والشفق الفلكى هو الفجر الكاذب الذى حذر النبى صلى الله عليه وسلم من الاغترار به ، كما جاء عند مسلم عن سمرة بن جندب رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :"لا يغرنكم نداء بلال ولا هذا البياض حتى يبدو الفجر" أو قال:"حتى يتفجر الفجر" وفى حديث قيس بن طلق عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:"لا يهيدنكم (أى:لا يمنعنكم) الساطع المصعد حتى يعترض لكم الأحمر" أخرجه أبوداود والترمذى وابن خزيمة وهو حديث حسن. وهذا الساطع هو الفجر الكاذب عند الفلكيين المعاصرين، ويكون له سطوع فى بعض أيام السنة خاصة مع صفاء الجو. بحيث يغر من لا يعرفه ولذلك قال عليه الصلاة والسلام "لا يغرنكم الساطع" وهذا الشفق الفلكى يكون على درجة ( 18) وقد وضع عليه تقويم رابطة العالم الاسلامى وتقويم العجيرى، أما تقويم أم القرى فقد وضع على درجة ( 19) أى مع تقديم أربع الى خمس دقائق، وقد وجدت دراسات فلكية حديثة لتحديد الدرجة الصحيحة لبداية الفجر الصادق. والذى استقرت عليه الدراسات أنه مابين ( 14.5الى 15)أى أن الفارق بينها وبين تقويم أم القرى مابين 15الى 23دقيقة بحسب فصول السنة (22).

يتضح لنا مما كتبه زميلنا الفاضل الدكتور سعد الخثلان التباس مفهوم الفجر الفلكى عند فضيلة الشيخ، فليس صحيح أن الفجر الفلكى هو الفجر الكاذب فقد بينافى أكثر من موقف الفرق بينهما وكيف أن الفلكيين المسلمين وغير المسلمين يعرفون الفرق بينهما ، ويعرفون أن الضوء البرجى (الفجر كاذب) يحين قبل الفجر الفلكى (الفجر الصادق) بكثير،ولا حظنا كيف أن الفجر الكاذب قد بدأ بالظهور بالنسبة لراصدى اليمن على الزاوية 29.5، وهذا يؤيد أرصادنا للفجر الكاذب والصادق عندما كنا نرصد الشهب طيلة الليل من الصحراء الأردنية، فقد كنا نستمر

بالرصد الى أن يظهر الفجر الكاذب والذى يظهر بعده الفجر الفلكى (الفجر الصادق)، وكنا نلاحظ ظهور الفجر الكاذب قبل وصول الشمس للزاوية 18بكثير ، وفى الحملات الليبية على سبيل المثال كان فريق الرصد مكون من شرعيين وفقهاء وفلكيين فلا يمكن أن يلتبس الفجر الكاذب عليهم جميعا من فلكيين وفقهاء وشرعيين! وفى السياق ذاته يقتبس الصمدى فى بحثه تعليقا من الدكتور خليفة حول اشكاليات تحديد أول وقت صلاة الفجر، فيقول:

'.....ويقول الدكتور أحمد اسماعيل خليفة فى البحث المذكور :ان موضوع تعيين وقت صلاتى العشاء والفجر كان وما يزال محل خلاف بين علماء المسلمين قديما و حديثا ولعل مما أدى الى كثرة اثارة الموضوع فى العقود الأخيرة زيادة تلوث الجو مما ترتب عليه عدم تمييز أول ضوء الفجر حيث لا يرى الضوء الا بعد مرور فترة تسمح بانتشاره ويصير أكثر وضوحا مما دعا كثيرا من عامة الناس الى اثارة البلبلة والجدل حول صحة وقت صلاة الفجر وهذه البلبلة تعود الى بعض العوامل الطبيعية التى تؤثر على بدء احساس العين بضوء الفجر.... ثم شرع فى بيان بعضا من تلك العوامل وعدد منها:التلوث وتأثير وجود القمر وتأثير الضوء الصناعى...ومن أهم العوامل المؤثرة التلوث، فنتيجة للرطوبة والأتربة ودخان المصانع وعوادم السيارات.....الخ يؤدى الى تشتيت الضوء فتقل شدته(17).

4. الدراسة السعودية التى توصلت للزاوية 14.6لصلاة الفجر :أمر الشيخ ابن باز رحمه الله بتشكيل لجنة من الفلكيين وعلماء الشريعة لتتبع هذا الأمر، وعليه قامت اللجنة باجراء عدة أرصاد عملية للفجر وبعد ذلك لخصت نتائج أرصادها فى دراسة لم تنشر، ولكننا تمكنا من الحصول على نسخة منها والتى تحمل عنوان:"التقرير النهائى :مشروع دراسة الشفق

(المرحلة الاولی)" وتذکر الصفحة الأولی من الدراسة أن الباحث الرئیس هو الدکتور زکی المصطفی وشارک معه فی البحث سبعة أشخاص آخرین وهی مؤرخة بسنة 2005م، وترویسة الصفحة الأولی تحمل اسم مدینة الملک عبدالعزیز للعلوم والتقنیة -معهد بحوث الفلک والجیو فیزیاء-قسم الفلک، ونقتبس من البحث الملخص التالی:

" فی دراسة تعد الأولی من نوعها علی الصعید العالمی ، اشترک فی تنفیذها عدد من المختصین فی علم الفلک بالاضافة الی مختصین شرعیین یمثلون الجهات الشرعیة فی المملکة العربیة السعودیة، وتمت دراسة تحدید الوقت الحقیقی لبدایات الفجر الصادق (الشفق الشرعی)والتی أعطت قیم تواجد الشمس تحت الأفق تروا‌حت بین 14.0درجة و 15.1بمتوسط 14.6درجة وانحراف معیاری 0.3درجة. ولقد تمت هذه الدراسة فی منطقة معزولة عن التأثیرات الضوئیة -التی تؤثر حتما فی النتائج -لمدة عام کامل. کما تم استخدام العین البشریة کمحدد أساسی للدراسة بالاضافة الی آلات تصویر عالیة الحساسیة للمقارنة"(23).

ویکمل البحث وصف منهجیة الدراسة بالوصف التالی:

"هذه المرحلة من الدراسة تمت فی منطقة مظلمة بعیدة عن أضواء مدینة الریاض علی بعد 170کم لضمان البعد عن الملوثات الضوئیة......ولقد تم الرصد لمدة یومین من کل شهر فی فترتین مسائیة بعد غروب الشمس الی وقت صلاة العشاء، وبعد منتصف اللیل الی شروق الشمس وذلک لضمان تغطیة کافة فصول السنة، وما یحدث فیها من تقلبات جویة تؤثر علی الرصد وبالتالی تؤثرعلی دالة الشفق....ولقدکانت بدایة الرصد أن یتم الرصد والتدوین بشکل جماعی، وخشیة أن یکون هناک تأثیر من بعض الراصدین علی الآخر تم استخدام الرصد الفرد المتفرق والمتباعد، ومن ثم تمت المقارنة بین نتائج الرصد والتی أعطت مؤشرا علی دقة

الرصد علی توافق فی عملیة تحدید الشفق وذلک عن طریق الوصف، وقد اتبع فی الرصد الفردی بأن یعطی کل راصد شنطة تحتوی علی ساعة مغایرة مختلفة عن التوقیت الفعلی ومعروف فرقها عن التوقیت الحقیقی-التوقیت فی هذه الساعات مختلف وغیر مطابق للآخرین-ومن ثم یقوم کل راصد بتدوین هذه المشاهدات فی ملف خاص یسلم للمبرمج بعد انتهاء عملیة الرصد، وتم الاستعانةبعدد من الأجهزة المساعدة من آلات التصویر عالیة الدقة وأجهزة المساحة الجغرافیة GPS".(23).

**ونعلق علی هذه الدراسة بما یلی:-**

1. ان الفلکیین الرئیسین الذین قاموا بهذه الدراسة هما الدکتور زکی المصطفی الدکتور أیمن کردی، وفی مؤتمر فلکی فی بلجیکا جمعنی بهما وبوجود الدکتور سعد الخثلان، کنت قد سألت الدکتور زکی عن تلک الدراسة التی لم تنشر حتی هذه اللحظة، فأجابنی قائلا لقد تبین لهم فیما بعد وجود اشکالیات فی الأرصاد وأن الدراسة لم تکن دقیقة، وقد قاموا بدراسة جدیدة ووجدوا أن أول وقت الفجر یحین علی الزاویة 18، لقد دار هذا الحدیث علی مسمع من الدکتور سعد الخثلان.

2. تکونت هذه الدراسة من 13رصدا امتدت من شهر شباط /فبرایر 2004م وحتی آذار/مارس 2005م، وجمیعها تمت من نفس المکان، وعند قراء ة التقریر المفصل لأول رصد بتاریخ 2004/02/27م وجدنا أن الملاحظة الأولی للراصدین تقول : "اضاء ة مدینة رماح واضحة علی یمین الراصدین فی جهة الشرق" وهذه الملاحظة کافیة للقول بأن هذه الأرصاد لم تتم من مکان مظلم بمعنی الکلمة، فاضاء ة مدینة تقع فی جهة الجنوب کفیلة باخفاء أوائل اضائة الفجر الصادق. والملاحظة الثانیة فی الساعة 04:51عندما کان انخفاض الشمس 20درجة تحت الأفق تقول :"لا تری النجوم فی أقل من 5درجات" واذا علمنا أن أول اضاء ة الفجر الصادق تکون علی الأفق، وحیث أن الأفق الشرقی غیر صاف (سواء بسبب التلوث الضوئی أو بسبب الغبار) لدرجة عدم رؤیة أیة نجمة تقع علی ارتفاع

5درجات، فهذا یعنی أنه من الطبیعی عدم رؤیة أوائل اضاء ة الفجر الصادق التی تقع فی تلک المنطقة. وفی التقریر الرابع بتاریخ 2004/05/28م توجد ملاحظة فی الساعة 03:25عندما کان انخفاض الشمس 19.4درجة تحت الأفق تقول :"النجوم الخافتة فی الشرق غیر واضحة"، وفی تقریر یوم 2004/12/28تقول الملاحظة الأولی "انارة القمر قویة، وکذلک کوکب الزهرة واضح جدا فی الجهة الشرقیة". وخلاصة هذه الملاحظات أن هذه الأرصاد لم تتم من مکان یصلح لتحری أول وقت صلاة الفجر بسبب اضاء ة مدینة قریبة، واضافة الی ذلک فان الظروف الجویة ووجود القمر فی بعض الأحیان لم تکن صالحة لاجراء مثل هذا النوع من الرصد الذی یحتاج الی ظلام دامس وظروف جویة صافیة.

5. الدراسة المصریة:یحتج البعض بدراسة مصریة حول تحری أول وقت صلاة الفجر ، ولقد حصلنا علی کتاب أعمال ندوة انعقدت فی القاهرة بتاریخ 29آذار/مارس 2000م بعنوان "وقائع ندوة تحقیق مواقیت صلاتی الفجر والعشاء" ویحتوی هذا الکتاب الأبحاث التی قدمت فی تلک الندوة، وبعد قراء ة جمیع هذه الأبحاث وجدنا أن هناک دراسة مصریة واحدة فقط توصلت لزاویة تختلف عن الزاویة ( 18أو 19)للفجر أو زاویة تختلف عن ( 18أو 17)للعشاء، حیث توصلت هذه الدراسة الی الزاویة 14.5للفجر والزاویة 22.5للعشاء وحول هذه الدراسة نقتبس ما یلی من بحث"دراسة مقارنة عن مواقیت صلاتی العشاء والفجر" لکل من أ.د. عیسی علی عیسی و أ.د. محمد أحمد سلیمان و د. أمیر حسین حسن:

".....و بناء علیه طلبت الأکادیمیة من المعهد القومی للبحوث الفلکیة الجیوفیزیائیة، بصفته جهة الاختصاص بما یتوفر له من کوادر علمیة وأجهزة، أن یقوم ببحث عن تحقیق مواقیت صلاتی العشاء والفجر. وتم عمل مشروع مشترک بین الأزهر والمعهد ممثلا للأکادیمیة فی بدایة الثمانینات. وکان الباحث الرئیسی لهذا المشروع هو أ.د. عیسی علی

محمد عيسى وانبثق عنه مشروع للحصول على درجة الدكتوراه قام به المرحوم نبيل يوسف حسنين، المدرس المساعد آنذاك، وتحت اشراف كل من أ.د. عيسى على محمد عيسى من المعهد وكان فضيلة الامام الأكبر الشيخ جادالحق على جاد الحق رحمة الله عليه على علم بكل ما يتم من خطوات فى المشروع. واستغرق البحث أربع سنوات، درس الباحث فيها شفق العشاء والفجر فى أربع مناطق رئيسية هى القطامية ومرسى مطروح والواحات البحرية وأسوان، وبعد أن أتم السيد نبيل يوسف رسالة الدكتوراه وافته المنية قبل أن يقدمها الى جامعة الأزهر بأيام، وكان من أهم نتائج هذا البحث أن صلاة العشاء تحين عندما تصل الشمس الى ما تحت الأفق بحوالى 22.5درجة وأن صلاة الفجر تحين عندما تكون الشمس تحت الأفق بحوالى 14.5درجة وذلك فى كل المناطق عدا أسوان، كانت فى الفجر أكثر من ذلك بدرجتين". (24).

وردنا على هذه الدراسة بعد اطلاعنا على تفاصيلها من خلال بحث أ.د. عيسى على عيسى بعنوان "تحقيق عن مواقيت صلاتى الفجر والعشاء" والموجود فى نفس كتاب الأعمال، أن الدراسة لم تتم من خلال الرصد العملى بالعين المجردة، بل تمت من خلال جهاز تلسكوب باستخدام ثلاثة مرشحات ضوئية مختلفة الألوان وهى المرشح الأحمر والمرشح بالطيف المرئى (الأصفر والأخضر) كما وصفها الباحث ومرشح اللون الأزرق، وهذا الجهاز موصل على كاشف ضوئى (Photometer) لقياس شدة الاضاء ة، ويقول الباحث حول المرشحات الضوئية فى بداية الدراسة :

"والأصفر منها يناسبنا فى دراسة شفق الصباح و الاحمر يناسبنا فى دراسة شفق المساء" (24). ويقول الباحث فيما بعد عن لمعان السماء وقت شفق العشاء:"يستمر الانخفاض فى لمعان الشفق كلما زاد انخفاض الشمس تحت الأفق حتى تبدى المنحنيات نوعا من الاستقرار. وفى موقع القطامية

تستوى هـذه المنحنيات لشفق المساء فى النطاق الموجى الأزرق بين 22 و 24(درجة)انـخـفـاضـا لـلـشـمـس تـحت الأفق، ونفـس الاستنتاج تقريبا بالنسبة للألوان المرئى والأحمر "(24).

ونتساء ل هنا لـماذا ذكر الباحث فى البداية أن المرشح الاحمر هو الذى يـنـاسبـه لشـفـق العشاء و من ثم اعطى النتيجة فى النهاية للمرشح الأزرق، وأتبـع ذلك بـقـولـه أن الـنتيـجة هـى نفسها لباقى الألوان!؟ وان كان علل ذلك فيما بعد أن شكل استواء اللون الأحمر يختلف عن غيره.

أما بالنسبة للفجر، يقول الباحث:

"....واستـقـرار الـمـنـحـنـيـات هنا ليس هو المطلوب كما كان الحال فى الـعشـاء، بل هو أقل قيمة من الضوء فى النطاق المرئى تستطيع أن تشعر به الـعيـن عـلـى تـلـك الخلفية السماوية الحالكة الظلمة التى هى الليل بعينه وهـذه الـقيـم تتـحقق عند بداية الانحناء تمهيدا لاستقرار المنحنيات وهذا يتحقق بين 14و 16(درجة)تحت الأفق"(24).

وهذا يفسر لنا الفرق الشاسع فى تحديده لزاوية العشاء بين 22و 24درجة وزاوية الفجر بين 14و 16درجة. فـالأصل أن تتفق الزاوية للفجر والعشاء أو عـلـى الأقـل أن تـكـون قـريبة مـن بـعـضـهـا البعض. خلاصة ردنـا هو أن الاعتـماد على الأجهزة الفلكية واستخدام المرشحات والكاشف الضوئى لا تـمـثـل بـالضرورة ما تراه العين المجردة! فهذا يحتاج الى معايرة يشوبها الـخـطـأ كـما تتضمن افتراضات عديدة كما لاحظنا قد لا يخلو بعضها من الخطأ، وهذا مأدى بهذه الدراسة للخروج بزاوية لصلاة العشاء لم يقل بها أحـد لا من قبل ولا من بعد! فالمنادون بالزاوية 15للفجر مثلا ينادون أيضا بالزاوية 15لـلـعشاء! وجميع من اختلف بتحديد الزاوية جعل زاوية الفجر أكبـر من زاوية العشاء لأسباب قد تكون منطقية كما سنورد لاحقا. كما أن اختـلاف البـاحـث فـى تـعـريف شـكل المنحنيات لصلاة الفجر عن صلاة

العشاء لا مبرر لها اطلاقا. کان من الممکن أن نعتبر هذه الدراسة معبرا صحیحا للمعنی الشرعی لأول وقت صلاة الفجر والعشاء لو اعتمدت الرصد بالعین المجردة أو علی الأقل اتفقت معه، ولکن کما لاحظنا لم تتفق قیمة زاویة صلاةالعشاء مع أی رصد سابق أو لاحق علی الاطلاق مما یدفعنا الی عدم اعتبار هذه الدراسة ممثلا لأول وقت صلاة الفجر أو العشاء مع تقدیرنا واحترامنا لمجهودات فریق البحث. وممن تحدث حول هذه القضیة هو الفلکی المالیزی المسلم أ.د. محمد الیاس الذی قال:"

Even more importantly, the way the human eye detects light " flux,which is subsequently registered by the brain, is different from that of general light detector.(58)

وترجمة هذه الفقرة هو:

"والأهم من ذلک هو أن الطریقة التی تری بها العین البشریة الضوء، والتی تتم عن طریق التخزین المتتابع فی الدماغ تختلف عن تلک الطریقة فی کاشف الاضاء ة العام".

6. الأرصاد الأمریکیة :هناک مجموعة من المهتمین فی الولایات المتحدة مثل الدکتور عمر أفضل وموقع الانترنت Moonsightingلصاحبه السید خالد شوکت یرفضون الزاویة 18ویدعون الی اعتماد زوایا أخری، ولتحری الدقة قرأنا ما کتب فی مواقعهم وأبحاثهم حول هذه المسألة ولم نجد أی رصد حقیقی یمکن الاعتماد علیه کدلیل یصلح الاعتماد أی زاویة، فان جل ما کتب هو أن هناک راصدون فی المکان الفلانی قاموا برصد الفجر فی الفترة الفلانیة ووجدوه یظهر علی الزاویة کذا و کذا،وقد ذکروا الزاویة 18و 15وأقل من ذلک علی حد سواء، وهذا لا یصلح کدلیل فی بحث علمی شرعی حساس، فلاحظنا من خلال عدة أمثلة سابقة أن مثل هذه الأرصاد عندما

تـوثـق بشـكل صحيح مع ذكر يوم الرصد والمكان بالتحديد يمكن عندئذ تـحـليـل الـرصـد ومـناقشته، فاما أن يكون صحيحا فيعتمد واما أن يلاحظ وجـود خلل فى مسألة معينة فيرد الرصد، ولكن مجرد القول أن هناک من قـام بـالـرصد ووجد الزاوية هى كذا لا يصلح أبدا فهل علمنا ما هو تعريف ذلک الـراصـد لـلـفـجـر؟ هـل هـو الغلس أم الاسفار، وهل علمنا ان كان الـراصـد بـالـقـرب مـن منطقة مضيئة...فمثلا يرى السيد خالد شوكت أن زاوية الـفـجـر متـغيرة بتغير خط العرض والفصل ويرى أن زاوية الفجر قد تـكـون أى قيـمة بين الزاوية 9و 18وكـذلـک فـان زاوية الـعـشـاء متـغيرة أيضا!(53)وأما الدكتور عمر أفضل فهو يرى أن الفجر الكاذب يحين على الزاوية 15وأن الـفجر الصادق يحين على الزاوية 12(56)، وفى الحقيقة ان هذا استنتاج عجيب، لم يذهب اليه أحد لا فى الماضى ولا فى الحاضر! ولـلانـصـاف فـان هـنـاک بعض الأرصاد التى قام بها الدكتور عمر أفضل لـمـوعـد صـلاة الفجر والعشاء ووثقها بشكل علمى جيد ( 55)، ولحسن الحظ وجدنا بحث جيدا فى احدى المواقع السويدية ( 57)قد وضع قائمة بهـذه الأرصـاد وغيـرهـا ورد عـليهـا، مبيـنا أنها أرصاد تمت من مكان غير مـظـلـم أو كـان بهـا خـلـل مـعيـن. ونـعـرض فى الجدول التالى بعض هذه الأرصاد كما أوردها الموقع السويدى:

| الجهة | الموقع | فترة الرصد | نوع الرصد | الزاوية |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| حزب العلماء | بلاک بيرن بريطانيا | 1987/09الـــــــــى 1988/08 | فجر | 15.0-13.8 |
| H.Ghauri | مـونتـريـال و تـورونتـو كندا | الصيف | فجر | 17.9-16.7 |
| خالد شوكت | كندا | ......... | فجر | 17.2-14.5 |

| عمر أفضل | تراسی-کلیفورنیا الولایات المتحدة | 2005/07/19-01 | فجر | 10.5 |
|---|---|---|---|---|
| حزب العلماء | بلاک بیرن بریطانیا | 1987/09الـــــــــــى 1988/08 | عشاء | 13.8-13.5 |
| H.Ghauri | مونتریال و تورونتو کندا | الصیف | عشاء | 17.9-17.0 |
| خالد شوکت | کندا | ........ | عشاء | 16.1-10.9 |
| عمر أفضل | تراسی-کلیفورنیا الولایات المتحده | 2005/07/19-01 | عشاء | 10.2 |
| عمر أفضل | توسن-أریزونا الولایات المتحدة | 2002/09/17-12 | عشاء | 15.6 |

جدول(5):ملخص لبعض الأرصاد للفجر والعشاء والواردة فی الموقع السویدی

بعد ذلک یعلق الموقع علی هذا التباین الشدید فی النتائج، معللا ذلک ببعض العوامل منها اختلاف طبیعة الظاهرة المرصودة، فقد یتفق الراصدون علی اسم الظاهرة ولکن قد یختلفوا بماهیتها! فیری أحدهم أن الفجر هو الغلس فی حین یری آخرأنه الاسفار، وبعد ذلک یرکز الموقع علی سبب هذا الاختلاف ویعزیه الی التلوث الضوئی، ویقوم کاتب البحث بالرجوع الی خرائط تبین مقدار الاضاء ة فی اللیل من مختلف مناطق العالم کما تم تصویرها من الأقمار الصناعیة، ویجد من هذه الخارطة أن موقع رصد الدکتور عمر أفضل کان ملوثا ضوئیا بسبب القرب من مدینة سان فرنسیسکو الکبیرة، وکذلک الحال بالنسبة لرصد حزب العلماء حیث یقع مکان الرصد من مکان ملوث ضوئیا.

7. جمعیة شمال أمریکا الاسلامیة اسنا(ISNA):ساد الاعتقاد لسنوات عدیدة أن الزاویة المعتمدة عند "اسنا" للفجر والعشاء هی 15درجة، واستخدم الکثیر هذه الحجة للدفاع عن الزاویة 15، فجمعیة اسنا جمعیة

مرموقة فی الولایات المتحدة وذات تأثیر ورأی محترم، وسادت هذه الاشاعة فی جمیع برامج حساب مواقیت الصلاة وفی العدید من المقالات والأبحاث الی أن أصبحت حقیقة لا یناقش فیها، ولکن کم کانت دهشتنا عند مراسلتنا لجمعیة اسنا مستفسرین عن هذه "الحقیقة" فرد علینا الدکتور مزمّل صدّیقی الرئیس السابق للجمعیة بتاریخ 2009/09/05م قائلا:

{{The correct Fajr time begins when sun is 18 degrees below the horizon. Inshaallah, we shall correct the information given in the name of ISNA}}(59)

وترجمة ذلک:

"ان وقت بدایة الفجر الصحیح عندما تکون الشمس 18درجة تحت الأفق. وسنقوم بتصحیح المعلومة المعطاء باسم اسنا ان شاء الله". مشیرا الی المعلومة الشائعة أن اسنا تعتمد الزاویة 15للفجر.

وفی رسالة أخری للاستفسار عن الزاویة المتعمدة لدی اسنا بالنسبة لصلاة العشاء رد الدکتور صدیقی بتاریخ 2009/09/06م قائلا:

{{We also recommend 18 degree for {Isha prayer}}(59).

وترجمة ذلک:

"ونحن نزکی الزاویة 18لصلاة العشاء أیضا".

## سابعا:العوامل المؤثرة علی طبیعة الفجر والشفق

ان لون السماء سواء الزرقاء فی النهار أو الملونة قبل الشروق وبعد الغروب هو ناتج عن تشتت أشعة الشمس (التشتت هو الانعکاس فی عدة اتجاهات) فی الغلاف الجوی، وللتفصیل فان هناک نوعان من التشتت، الأول یسمی تشتت ریلیه ( Raleigh)نسبة للفیزیائی البریطانی والثانی یسمی تشتت مای ( Mie)نسبة للفیزیائی الألمانی، ومن المهم جدا أن

نفهم كلا منهما جيد لأنهما السبب بحدوث ظاهرتى الفجر والشفق. فأما تشتت ريليه فهو يحدث بسبب تشتت أشعة الشمس عن جزئيات الغلاف الجوى (الأكسيجن والنيتروجين بشكل رئيس) وتشتت ريليه يحدث عندما يكون قطر الجسم المسبب للتشتت أصغر بكثيرمن طول موجة الأشعة (أشعة الشمس فى حالتنا)، ويتميز تشتت ريليه بأنه يعتمد بشكل كبير على طول الموجه، فالتشتت الحاصل للون الأزرق يكون أكبر بكثير من التشتت الحاصل لون الأحمر ولذلک نرى السماء بلونها الأزرق فى النهار. وأما تشتت ماى فهو يحدث بسبب تشتت أشعة الشمس عن الماء العالق فى الغلاف الجوى (بخار الماء أو الرطوبة) والغبار والعوالق الكبيرة مثل الدخان، وتشتت ماى يحدث عندما يكون قطر الجسم المسبب للتشتت أكبر أو يساوى طول موجة الأشعة، واعتماد تشتت ماى على طول الموجة أقل بكثير من ريليه، وبشكل عام يمكن القول أنه لا يعتمد على طول الموجة على وجه التقريب. وخلاصة هذا الكلام أننا نرى الفجر والشفق بهذه الطريقة و الالوان بسبب تشتت ريليه عن جزئيات الغلاف الجوى وبسبب تشتت ماء عن بخار الماء والغبار والدخان والعوالق الكبيرة، ولكل من هذين النوعين خصائصه وصفاته التى لم نذكر منها الا قليل لعدم الاطالة، ولكن لا يمكن لأى باحث يريد دراسة الفجر والشفق وتأثير العوامل الجوية عليهاأن يقوم بهذا البحث دون الفهم الكامل لهذين النوعين من التشتت وخصائصهما.

و سنضرب تاليا ثلاثة أمثلة لتوضيح الصورة، فى المثال الأول سنفرض أننا نقوم بتحرى الفجر من مكان صاف جدا كقمة جبل بعيدا عن الغبار وبخار الماء وفى ظل عدم وجود أى نوع من العوالق، ففى هذه الحالة سيكون لون السماء قبل الشروق أصفر وذلک لعدم وجود تشتت ماى تقريبا، فما

نراه هو فقط تشتت ريليه الذى يشتت الأمواج الأقصر (اللون الأزرق والاصفر)بشكل أكبربكثير من الأمواج الأطول (اللون الأحمر والبرتقالى)، وبالنسبة للفجر والشفق وبما أننا ننظر الى الأفق حيث الأشعة تشتت بشكل كبير فى الغلاف الجوى نتيجة ازدياد المسافة التى سيقطعها الضوء حتى يصل لأعيننا فان اللون الأزرق سيختفى قبل وصوله الينا تاركا لنا التشتت فى اللون الأصفر الذى يكون أكبر من التشتت فى اللون الأحمر والبرتقالى.

فى المثال الثانى سنفرض الرصد من نفس المكان ولكن بوجود عوالق دقيقة وصغيرة جدا مثل تلك الناتجة عن انفجار بركان، وحيث أن قطر هذه العوالق صغير جدا فانها ستقوم بتشتيت الأشعة على طريقة تشتت ريليه أيضا، ولكن المفاجاة أن تشتت ريليه بالنسبة لمثل هذه الأحجام (أكبر من قطر جزئيات الغلاف الجوى ولكنها ما زالت أصغر بكثير من طول موجة أشعة الشمس) ينعكس تأثيره ويصبح التشتت فى اللون الأحمر أكبر منه فى اللون الأزرق، وبالتالى ستكون السماء شديدة الحمرة قبل شروق الشمس فى هذه الحالة. و لنلاحظ أنه لا يمكن اعتبار هذه الحالة مثالا لغلاف جوى ملوث بمعنى الكلمة، فكل ما هو موجود عبارة عن دقائق صغيرة فقط.

أما المثال الثالث سنفرض أننا نقوم بالرصد من مكان غير صاف كالرصد من الصحراء (غبار) أو الرصد بالقرب من البحر (رطوبة) أو الرصد من المدينة(أدخنة وعوادم سيارات و عوالق) ففى هذه الحالة ان التشتت الحاصل هو تشتت ماء، وحيث أن تشتت ماى لا يعتمد على طول الموجة فتتشتت جميع الألون سيكون بنفس الكمية تقريبا وبالتالى ستظهر السماء بلا ألوان تقريبا قبل شروق الشمس.

وخلاصة لما يلي فان العوامل التى تؤثر على طبيعة الفجر والشفق هى التالية ذكرها، ولا نقصد بطبيعة الفجر والشفق المدة التى تبقى هذه الظواهر مشاهدة بقدر ما نعنى بها شكل ولون وشدة الاضاء ة، فقضية تأثير هذه العوامل على مدة الفجر والشفق معقدة وتحتاج الى دراسة مفصلة:-

1. كثافة الهواء، فكلما ازداد ارتفاعنا عن سطح الأرض، قلت كمية الغلاف الجوى وقلت كثافته، وبالتالي يكون تشتت ريليه أقل.

2. العوال(من أدخنة وغبار وغيرها):وهى تقل أيضا كلما ارتفعنا الى أعلى، وعليه فان تشتت ماى الناتج عن العوالق يكون أقل فى المناطق المرتفعة عن سطح البحر.

3. بخار الماء (الرطوبة) :وهى تقل أيضا كلما ارتفعنا الى أعلى، وعليه فان تشتت ماء الناتج عن الرطوبة أقل فى المناطق المرتفعة عن سطح البحر.

ان نقصان كلا من تشتت ريليه وماى بسبب الارتفاع عن سطح البحر يفسر لنا سبب أن السماء تكون أكثر زرقة فى المناطق المرتفعة عن سطح البحر منها فى المناطق القريبة من مستوى سطح البحر، ولكن لا يمكن أن نتتج من هذه الحقائق أن الفجر يكون أقصر (أى أن بداية الفجر تكون على زاوية أقل من 18مثل 17أو 16)فى المناطق المرتفعة منه فى المناطق المنخفضة، فهناك عوامل مضادة أخرى مثل أن المناطق المرتفعة تكشف مناطق اضافية فى الأفق ومثلا أننا فى بداية الفجر أو نهاية الشفق ننظر نحو الأفق وهو يمثل المناطق الواقعة على مستوى سطح البحر حتى وان كنا نرصد من رأس جبل.

وفى حين أن اختلاف التشتت بسبب اختلاف كثافة الهواء يعزى الى الارتفاع عن سطح البحر فقط، فان اختلاف التشتت بسبب الرطوبة والعوالق يرتبط أيضا باختلافات الطقس والمناخ وفصول السنة، ومن هنا

يرى البعض أنه لا يمكن اعتماد زاوية واحدة الفجر والعشاء على مدار العام ولجميع المناطق اذ أنها تتغير باختلاف الأحوال الجوية التى تختلف عبر الفصول وباختلاف المناطق. فى الحقيقة ان مثل هذا الطرح يحتاج الى دراسة جادة واثبات علمى وليس مجرد تخمينات، ونحن نرى من خلال الأرصاد الجادة المختلفة ومن خلال آراء الفلكيين المتقدمين على اختلاف أماكنهم وظروف أرصادهم أن مثل هذا التأثير ليس كبيرا حيث انحصرت زاوية الفجر والشفق فى هذه الأرصاد والآراء بين الزاوية 17و 19. وعليه فاننا نرى أن تأثير هذه العوامل يكون جليا على شكل ولون وشدة اضاءة الفجر والشفق أكثر من تأثيره على موعد أول ظهور للفجر أو آخر ظهور للشفق.

## ثامنا:شروط تحرى الفجر والشفق

تبين لنا من خلال أكثر من مثال أن عملية تحرى موعد صلاة الفجر يجب أن تتم بحرفية وبالوسائل الصحيحة، فان التساهل بها ومجرد الخروج خارج المدينة كما فعلت بعض فرق التحرى أدت فى النهاية الى الوصول الى نتائج غير صحيحة نتج عنها بلبلات فى العديد من الدول الاسلامية كنا بغنى عنها لو تنبه الراصدون الى بعض المتطلبات الأساسية، فالبعض حجته أنه لا ينبغى بنا التنطع والمبالغة فى اختيار ظلمة المكان، فالواجب رصد شىء ذكره القران بالتبين، ونقول أن هذا الطرح غير سليم! فبسبب التلوث الضوئى الصناعى الذين نحن صنعناه أصبحنا غير قادرين على رؤية تباشير الفجر الأولى، ولو قمنا بعملية التحرى هذه على زمن الرسول صلى الله عليه وسلم لما احتجنا لكل هذا التعقيد لعدم وجود التلوث الضوئى فى ذلك الوقت! ولكن اذا أردنا التمحيص والتدقيق الآن فعلينا الرصد من مكان لا يوجد به أى عامل من عوامل الشويش الصناعى الحديث، فلا

یعقل أبدا أن نقول أن الفجر کان فی الماضی علی الزاوية 19أو 18کما ذکر ذلک جمیع الفلکیین تقریبا ولکنه أصبح فی زمننا الحاضر علی الزاوية 16أو 15! فلقد قام أجدادنا الفلکیون بتحری هذه الأوقات بما یبعث فی نفوسنا اطمئنان لنتائجهم، فان شککنا بنتائجهم الآن وجب علینا أن نقوم بالتحری بظروف صحیحة ولیس من داخل المدینة أو حتی من الصحراء بالقرب من قریة ذات اضاء ة ملحوظة!

وفیما یلی بعض الشروط والمتطلبات التی ینبغی الانتباه لها عن اجراء عملیة لتحری أول وقت الفجر أو آخر وقت الشفق(العشاء):-

1-الاتفاق أولا علی ماهية الظاهرة المرصودة، فهل ما نرید رصده هو الغلس أم الاسفار، وما هی هیئته ولونه والجهة التی یظهر فیها.

2-التفریق بین الفجر الصادق (الشفق الفلکی) والفجر الکاذب (الضوء البرجی) وبالنسبة للعشاء التفریق والاتفاق علی الشفق الأبیض والشفق الأحمر والضوء البرجی کما سیتم مناقشة ذلک لاحقا.

3- الرصد فی لیالی غیر مقمرة أثناء الرصد مهما کان طور القمر وجهته.

4- الرصد من مکان مظلم بکل معنی الکلمة، بعیدا عن أی مصدر للاضاء ة، ولا جدوی من الرصد من الصحراء مثلا ومکان الرصد یقع بالقرب من قریة مضیئة. ولا یکفی مجرد الحساس أن مکان الرصد مظلم بمقارنته بالمدینة مثلا، فهناک طرق علمیة معروفة وسهلة یمکن لأی مهتم اجراؤها بنفسة لمعرفة مستوی الاضاء ة فی المکان مثل معرفة لمعان أخفت نجم یستطیع رؤیته، فمن المکان المظلم تماما یمکننا رؤیة الأجرام السماوية حتی القدر 6.5، فاذا قمنا برصد أخفت نجم ووجدناه من القدر 5.5مثلا فهذا یعنی أن مکان الرصد ملوث ضوئیا، وهناک العدید من الطرق الأخری لمعرفة مدی ظلمة مکان الرصد. ومن المسائل التی یهملها البعض أن القدر الحدی (لمعان أخفت نجم یمکن رؤیته) قد یکون فی جهة من الجهات مناسب و لکنه غیر مناسب فی جهة الرصد بسبب

وجود قرية فى تلك الجهة، فاذكر اننا من مخيم الازرق فى الصحراء الاردنية عندما قمنا بقياس القدر الحدى لجهة من السماء وجدناه يزيد عن ال 6.5ولكن فى نفس الوقت كنا نرى فى السماء الغربية اضاء ة مدينة الأزرق وكنا نرى فى الجهة الجنوبية تقريبا اضاءـة مركز العمرى الحدودى مع المملكة العربية السعودية. فهذا يعنى أن السماء يجب أن تكون مظلمة تماما فى جهة الرصد التى تعنينا أيضا. ومما يثير الدهشة ما ذكر فى اجدى الأبحاث العلمية، حيث يقول الباحث "ان اضاء ة السماء فى منطقة سمت الرأس (النقطة التى تقع فوق رأس الراصد وهى أقل منطقة مضيئة فى السماء) بالنسبة ل 93%من سكان الولايات المتحدة و 90%من سكان الاتحاد الأوروبى و 40%من سكان العالم هى أكثر اضاءـة من اضاءـة السماء بوجود القمر وهو بطور التربيع الاول (نصف بدر) على ارتفاع 15درجة عن الأفق وبدون وجود التلوث ضوئى، وهذا يعنى أنهم فى الحقيقة يعيشون دائما فى سماء مقمرة.......ووجدنا أيضا أن 80%من سكان الولايات المتحدة وثلثى سكان الاتحاد الأوروبى وربع سكان العالم يعيشون فى سماء ملوثة ضوئيا بما يعادل وجود القمر البدر تقريبا فى أفضل المواقع الفلكية. ان الليل غير موجود عندهم لأن لمعان السماء بسبب التلوث الضوئى أكبر بقليل من مقدار لمعان السماء فى منطقة سمت الرأس وقت الشفق البحرى"(60).

5- عدم استخدام أى نوع من أنواع الاضاء ة أثناء الرصد، مثل المصباح اليدوى أو ضوء ساعة اليد أو حتى ضوء السيجارة، فأذكر أثناء رصدنا للشهب من الصحراء الأردنية حيث تعتبر الاضاء ة عدوا كبيرا لرصدنا، كنا قد طلبنا من المدخنين اطفاء السيجارة أو الابتعاد عن الراصدين، وهذه ليست مجرد مبالغات، بل هى أمور لمسناها عمليا ومذكورة فى الأبحاث العلمية، وتتلخص بالتالى :ان الذى يحدد كمية الاضاء ة الداخلة الى العين هو قطر البؤبؤ، فأثناء النهار يكون قطر البؤ بؤ 1.5-2ملم وفى الأماكن المظلمة تماما يكون 7-8ملم، ولذلك نلاحظ عند ما نطفىء المصباح

قبل النوم أننا فی اللحظات الأولی لا نری شیئا داخل الغرفة، وبمرور الوقت ومع اتساع البؤبؤ شیئا فشیئا نبدأ رؤیة بعض الأجسام وبعد عدة دقائق نری کل شیء بوضوح تقریبا، فالبؤبؤ یحتاج الی وقت حتی یتسع ویستقبل الاضائة الخافتة، والکلام نفسه ینطبق علی الرصد الفلکی من الأماکن المظلمة، فبعد أن یصل البؤبؤ الی قطر 7-8ملم فی مکان رصدنا المظلم ان أی اضاءة مفاجئة ستقلص البؤبؤ، وسیحتاج البؤبؤ الی فترة زمنیة تتراوح بین 20الی 30دقیقة لیعود الی التأقلم اللیل الکامل! وخلال هذه الفترة لن نری الأجرام السماویة الخافتة جدا ومنها اضاءة الفجر الأولی، وهذا یعنی أن کل اضاءة مصباح واحدة تؤثر علی نتیجة الرصد لمدة 20-30دقیقة!

6- الرصد من مکان مکشوف الأفق، فلا یصلح الرصد من مکان أفقه مغطی بالمرتفعات أو الجبال، اذ أن أول اضاءة الفجر تظهر علی الأفق.

# المبحث الثانی:صلاة العشاء

## أولا:طبیعة الشفق بعد الغروب

استخدمنا مصطلح الفجر لنعنی به حال السماء قبل شروق الشمس، أما بالنسبة للعشاء فسنعتمد مصطلح الشفق لنعنی به حال السماء بعد غروب الشمس تماشیا مع نفس التسمیة التی استخدمها علماء الفلک والفقه المتقدمین. فبعد غروب الشمس تبقی هناک اضاء ة فی السماء، وتقل هذه الاضاءة شیئا فشیئا مع استمرار انخفاض الشمس تحت الأفق الغربی، وبعد الغروب مباشرة یکون الأفق الغربی شدید الاضاء ة وغالبا ما یکتسی بألون زاهیة مثل الأصفر أو البرتقالی أو الأحمر اعتمادا علی مقدار صفاء الغلاف الجوی، وبمرور الوقت تختفی هذه الألوان ولا یبقی فی السماء الا اضاءة بیضاء، والتی ستختفی بمرور الوقت، وعندما تختفی هذه الاضاءة ینتهی الشفق الفلکی ( Evening Astronomical Twilight) الذی یقابل تماما الفجر الفلکی ( Morning Astronomical Twilight)، وکما أن الفجر الفلکی یبدأ صباحا عندما تکون الشمس منخفضة تحت الأفق الشرقی بمقدار 18درجة ، فان الشفق الفلکی ینتهی مساء عندما تکون الشمس منخفضة تحت الأفق الغربی بمقدار 18درجة أیضا. ولاحظنا سابقا أن الفجر الفلکی هو نفسه الفجر الصادق والذی رصده الفلکیون المتقدمون ووجدوه یبدأ علی الزاویة 18أو 19درجة، وأید ذلک الأرصاد الفلکیة الحدیثة التی تمت فی ظروف مثالیة. وبعد انتهاء الشفق الفلکی، تبقی فی السماء فی جهة الغرب اضاءة بیضاء أخری هی اضاء ة الضوء البرجی، فکما أن هناک

فجرا کاذبا یظهر شرقا قبل الفجر الصادق (قبل الزاویة18)، فان نفس هذه الظاهرة تظهر أیضا غربا بعد انتهاء الشفق الفلکی (بعد الزاویة 18)، وهذا الضوء البرجی یظهر غربا بعد الشفق الفلکی بنفس الهیئة والشکل الذی یظهر بها شرقا قبل الفجر الصادق. ومن الناحیة الفلکیة توجد ظاهرتان تهمنا فی حدیثنا عن موعد صلاة العشاء ;الأولی هی الشفق الفلکی والثانیة هی الضوء البرجی.

## ثانیا:صلاة العشاء من الناحیة الشرعیة

نورد تالیا ما ورد فی القرآن الکریم والأحادیث الشریفة حول أول وقت صلاة العشاء، فمن الناحیة الفقهیة یوجد مصطلحان حول هذه المسألة ;الأول هو الشفق الأحمر والثانی هو الشفق الأبیض. وسنحاول من خلال سرد أقوال أصحاب التفسیر والفقهاء فهم المقصود من هذین المصطلحین.

قال تعالی:"اَقِمِ الصلوة لدولک الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشهودا" (الاسراء،78).

الحدیث الأول والثانی :هما أول حدیثین أوردناهما فی باب "ثانیا:أول وقت صلاة الفجر شرعیا".

الحدیث الثالث: عن ابن عمر أنه قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:"الشفق الحمرة، فاذا غاب الشفق، وجبت العشاء" رواه الدارقطنی موقوفا ومرفوعا ورواه البیهقی موقوفا. (36).

الحدیث الرابع : قال النبی صلی الله علیه وسلم :"وقت المغرب ما لم یسقط فور الشفق" رواه أبو داؤد، وروی "ثور الشفق".(32).

الحدیث الخامس: حدثنا أبوی بن سلیمان قال:حدثنی أبوبکر، عن سلیمان :قال صالح بن کیسان :أخبرنی أبن شهاب، عن عروة:أن عائشة

قالت :"أعتم رسول الله صلى الله عليه وسلم بالعشاء، حتى ناداه عمر :الصلاة، نام النساء والصبيان، فخرج فقال :ما ينتظرها أحد من أهل الأرض غيركم). قال :ولا يصلى يومئذ الا بالمدينة، وكانوا يصلون فيما بين أن يغيب الشفق الى ثلث الليل الأول. رواه البخارى، 544،(6)، ولكن أورد ابن قدامه هذا الحديث فى المغنى بصيغة :"ولنا ما روت عائشة، رضى الله عنها قالت:(أعتم رسول الله صلى الله عليه وسلم بالعشاء حتى ناداه عمر بالصلاة :نام النساء والصبيان فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال:ما ينتظرها أحد غيركم قال:ولا يصلى يومئذ الا بالمدينة وكان يصلون فيما بين أن يغيب الشفق الأول الى ثلث الليل) رواه البخارى والشفق الأول هو الحمرة"(32) والظاهر أن ابن قدامة رحمه الله حدث معه سبق فى النظر فقدم لفظ الأول الموجودة فى آخر الحديث ووضعها بعد "الشفق".(36).

الحديث السادس: أن النعمان بن بشير قال :"أنا اعلم الناس بوقت هذه الصلاة صلاة العشاء، كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصليها لسقوط القمر لثالثة". رواه أبو داود.(32).

الحديث السابع: روى عن ابن مسعود قال:"رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى هذه الصلاة حين يسود الأفق".(32).

فيما يلى بعضا مما أورده الامام الطبرى (310هـ) فى تفسير هذه الآية:

"حدثنى يونس، قال :أخبرنا ابن وهب، قال :قال ابن زيد، فى قوله (اقم الصلاة لدلوک الشمس الى غسق الليل) قال : كان أبى يقول :دلوكها:حين تريد الشمس تغرب الى أن يغسق الليل، قال :هى المغرب حين يغسق الليل، وتَدلُک الشمس للغروب.

حدثنى محمد بن سعد، قال:ثنى أبى، قال:ثنى عمى، قال:ثنى أبى ، عن أبيه، عن ابن عباس، قوله (اقم الصلاة لدلوک الشمس الى غسق الليل)

قال:غسق اللیل:بدوّاللیل.

حدثنا محمد بن عبدالأعلی، قال :ثنا محمد عن ثور، عن معمر، عن قتادة (غسق اللیل):صلاة المغرب. حدثنا بشر، قال :ثنا یزید، قال :ثنا سعید، عن قتادة (الی غسق اللیل) بدو اللیل لصلاة المغرب. وقد ذُکر لنا أن نبیّ الله صلی الله علیه وسلم کان یقول :"لا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْفِطْرَةِ مَا صَلَّوْا الْمَغْرِبَ قَبْلَ أَنْ تَبْدُوَ النُّجُومُ".

حُدثت عن الحسین، قال:سمعت أبا معاذ یقول :ثنا عبید. قال :سمعت الضحاک یقول فی قوله (الی غسق اللیل) یعنی ظلام اللیل.

حدثنی یونس، قال :أخبرنا ابن وهب، قال :قال ابن زید: کان أبی یقول (غسق اللیل): ظلمة اللیل.

وأولی القولین فی ذلک بالصواب، قول من قال:الصلاة التی أمر النبیّ صلی الله علیه وسلم باقامتها عند غسق اللیل، هی صلاة المغرب دون غیرها، لأن غسق اللیل هو ما وصفنا من اقبال اللیل وظلامه، وذلک لا یکون الا بعد مغیب الشمس". (8).

## قال الزمخشری (538هـ) فی تفسیر هذه الآیة:

" والغسق:الظلمة وهو وقت صلاة العشاء"(29).

## قال الامام القرطبی (671هـ) فی تفسیر هذه الآیة:

" قوله تعالی :(الی غسق اللیل) روی مالک عن ابن عباس قال:دلوک الشمس میلها، وغسق اللیل اجتماع اللیل وظلمته. وقال أبو عبیدة :الغسق سواد اللیل. قال ابن قیس الرقیات:

ان هذا اللیل قد غسقا        واشتکیت الهم والأرقا

وقد قیل:غسق اللیل مغیب الشفق. وقیل:اقبال ظلمته. قال زهیر:

ظلت تجود یدها وهی لاهیة        حتی اذا جنح الاظلام والغسق

یقال :غسق اللیل غسوقا. والغسق اسم بفتح السین. وأصل الکلمة من السیلان;یقال:غسقت العین اذا سالت، تغسق. وغسق الجرح غسقانا، أی سال منه ماء أصفر. وأغسق المؤذن، أی أخر المغرب الی غسق اللیل.

وحكى الفراء :غسق الليل وأغسق، وظلم أظلم، ودجا وأدجى، وغبس وأغبس، وغبش وأغبش، وكان الربيع بن خثيم يقول لمؤذنه فى يوم غيم:أغسق أغسق. يقول:أخر المغرب حتى يغسق الليل، وهو اظلامه.
اختلف العلماء فى آخر وقت المغرب ;فقيل:وقتها وقت واحد لا وقت لها الا حين تحجب الشمس، وذلك بين فى امامة جبريل، فانه صلاها باليومين لوقت واحد وذلك غروب الشمس، وهو الظاهر من مذهب مالك عند أصحابه. وهو أحد قولى الشافعى فى المشهور عنه أيضا وبه قال الثور. وقال مالك فى الموطأ:فاذا غاب الشفق فقد خرجت من وقت المغرب ودخل وقت العشاء. وبهذا قال أبو حنيفة وأصحابه والحسن بن حى وأحمد و اسحاق وأبو ثور و داود ;لأن وقت الغروب الى الشفق غسق كله. ولحديث أبى موسى، وفيه :أن النبى صلى الله عليه وسلم صلى بالسائل المغرب فى اليوم الثانى فأخر حتى كان سقوط الشفق. خرجه مسلم".(28).

قال الامام النووى (676هـ) فى سياق شرحه لهذه الآية الكريمة:

"وأول وقت العشاء اذا غاب الشفق، وهو الحمرة، وقال المزنى :الشفق البياض والدليل عليه ان جبريل عليه السلام صلى العشاء الأخيرة حين غاب الشفق والشفق هو الحمرة......المسألة الثالثة فى الأحكام :أجمعت الأمة على أن وقت العشاء مغيب الشفق واختلفوا فى الشفق هل هو الحمرة أم البياض وسنذكر فيه فرعا مستقلا ان شاء الله تعالى. ومذهبنا أنه الحمرة دون البياض، وأما الصفرة التى بعد الحمرة وقبل البياض فاختلف كلام الأصحاب فيها فقال الغزالى فى الوسيط الشفق الحمرة دون الصفرة والبياض. وقال امام الحرمين والغزالى فى البسيط يدخل وقت العشاء بزوال الحمرة والصفرة، وقد يستدل لهما بما نقله صاحب جمع الجوامع عن نص الشافعى أنه قال :الشفق الحمرة التى فى المغرب ، فاذا ذهبت الحمرة ولم ير منها شىء فقد دخل وقتها، ومن افتتحها وقد بقى من الحمرة شىء أعادها ،فهذا لفظه وهو محتمل لما قاله امام الحرمين لأن

الحمرة ترق وتستحیل لونا آخر، بحیث یعد بقیةللون الحمرة، وفی حکم جزء منها، ولکن نص الشافعی فی مختصر المزنی الشفق الحمرة وهکذا عبارات جماهیر الأصحاب، وهذا ظاهر فی أنه یدخل الوقت بمغیب الحمرة وان بقیت الصفرة وهذا هو المذهب......فرع :فی مذاهب العلماء فی الشفق وآخر وقت العشاء أما الشفق فقد سبق أنهم أجمعوا أنه یدخل وقت العشاء بمغیبه، واختلفوا فی الشفق، فمذهبنا أنه الحمرة، ونقله صاحب التهذیب عن أکثر أهل العلم، ورواه البیهقی فی السنن الکبیر عن عمر بن الخطاب وعلی بن أبی طالب و ابن عمر و ابن عباس وأبی هریرة وعبادة بن الصامت و شداد بن أوس رضی الله عنهم، ومکحول و سفیان الثوری، ورواه مرفوعا الی النبی صلی الله علیه وسلم ولیس بثابت مرفوعا، وحکاه ابن المنذر عن ابن أبی لیلی ومالک الثوری وأحمد واسحاق وأبی یوسف ومحمد بن الحسن، وهو قول أبی ثور وداود. وقال أبو حنیفة وزفر والمزنی :هو البیاض. وروی ذلک عن معاذ بن جبل وعمر بن عبدالعزیز والأوزاعی، واختاره ابن المنذر قال:وروی عن ابن عباس روایتان. واحتج أصحابنا للحمرة بأشیاء من الحدیث والقیاس لا یظهر منها دلالة لشیء یصح منها، والذی ینبغی أن یعتمد أن المعروف عندالعرب أن الشفق الحمرة، وذلک مشهور فی شعرهم ونثرهم،ویدل علیه أیضا نقل أئمة اللغة. قال الأزهری :الشفق عند العرب الحمرة قال الفراء :سمعت بعض العرب یقول علیه ثوب مصبوغ کأنه الشفق وکان أحمر. وقال ابن فارس فی المجمل قال الخلیل :الشفق الحمرة التی من غروب الشمس الی وقت العشاء الآخرة قال وقال ابن درید أیضا:الشفق الحمرة وذکر ابن فارس قول الفراء ولم یذکر هذا وقال الزبیدی فی مختصر العین :الشفق الحمرة بعد غروب الشمس، وقال الجوهری:الشفق بقیة ضوء الشمس وحمرتها فی أول اللیل الی قریب من العتمة، ثم ذکر قول الخلیل والفراء ولم یذکر غیر هذا، فهذا کلام أئمة اللغة، وبالله التوفیق".(30).

**قال الحافظ ابن کثیر (774هـ) فی تفسیره لهذه الآیة:**

”فعلی هذا تکون هذه الآیة دخل فیها أوقات الصلوات الخمس فمن قوله :{لدلوک الشمس الی غسق اللیل}وهو ظلامه، وقیل غروب الشمس، أخذ منه الظهر والعصر والمغرب والعشاء“.(27).

**قال الشوکانی (1250هـ) فی فتح القدیر:**

”وغسق اللیل اجتماع الظلمة. قال الفراء والزجاج :یقال غسق اللیل وأغسق:اذا أقبل بظلامه قال أبو عبید:الغسق سواد اللیل. قال قیس بن الرقیات : ان هذا اللیل قد غسقا واستکنت الهم والأرقا وقیل غسق اللیل:مغیب الشفق، ومنه قول زهیر :ظلت تجود یداها وهی لاهیة حتی اذا جعجع الاظلام والغسق وأصل الکلمة من السیلان یقال :غسقت اذا سالت. وحکی الفراء غسق اللیل وأغسق، وظلم وأظلم، ودجی وأدجی وغبش وأغبش“(31).

**قال الشوکانی (1250هـ) فی نیل الأوطار:**

”عن ابن عمر :(أن النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال :الشفق الحمرة فاذا غاب الشفق وجبت الصلاة). رواه الدارقطنی.الحدیث قال الدارقطنی فی الغرائب :هو غریب و کل رواته ثقات وقد رواه أیضا ابن عساکر والبیهقی وصحح وقفه وقد ذکره الحاکم فی المدخل وجعله مثالاً لما رفعه المخرجون من الموقوفات. وقد أخرج ابن خزیمة فی صحیحه عن عبدالله بن عمر مرفوعاً:(ووقت صلاة المغرب الی أن یذهب حمرة الشفق) قال ابن خزیمة:ان صحت هذه اللفظة أغنت عن جمیع الروایات لکن تفرد بها محمد بن یزید. قال الحافظ :محمد بن یزید صدوق قال البیهقی :روی هذا الحدیث عن عمر و علی وابن عباس و عبادة بن الصامت وشداد بن أوس وأبی هریرة ولا یصح فیه شیء.....والحدیث یدل علی صحة قول من قال أن الشفق الحمرة وهم ابن عمر وابن عباس وأبو هریرة وعبادة من الصحابة. والقاسم والهادی والمؤید بالله وأبوطالب وزید بن علی والناصر من أهل البیت.والشافعی ابن أبی لیلی والثوری وأبو یوسف ومحمد من

الفقهاء. والخليل والفراء من أئمة اللغة. قال فی القاموس :الشفق الحمرة ولم يذكر الأبيض وقال أبو حنيفة والأوزاعی والمزنی به وقال الباقر :بل هو الأبيض واحتجوا بقوله تعالی :(الی غسق الليل) ولا غسق قبل ذهاب البياض ورد بأن ذلک ليس بمانع كالنجوم. وقال أحمد بن حنبل :الأحمر فی الصحاری والأبيض فی البنيان وذلک قول لا دليل عليه ومن حجج الأولين ما روی عنه صلی الله عليه وآله وسلم أنه صلی العشاء لسقوط القمر لثالثة الشهر أخرجه أحمد وأبوداود والترمذی والنسائی. قال ابن العربی :هو صحيح وصلی قبل غيبوبة الشفق قال ابن سيد الناس فی شرح الترمذی:وقد علم كل من له علم بالمطالع والمغارب أن البياض لا يغيب الا عند ثلث الليل الأول وهو الذی حد عليه السلام خروج أكثر الوقت به فصح يقيناً أن وقتها داخل قبل ثلث الليل الأول بيقين فقد ثبت بالنص أنه داخل قبل مغيب الشفق الذی هو البياض فتبين بذلک يقيناً أن الوقت دخل بالشفق الذی هو الحمرة انتهی..... وعن عائشة :(قالت كانوا يصلون العتمة فيما بين أن يغيب الشفق الی ثلث الليل الأول). أخرجه البخاری".(1).

قال السرخسی (483هـ) فی المبسوط، وهو علی مذهب الامام ابی حنيفة(150هـ):

" فأما وقت الادراک يمتد الی غيبوبة الشفق والشفق البياض الذی بعد الحمرة فی قول أبی حنيفة رحمه الله تعالی وهو قول أبی بكر وعائشة رضی الله تعالی عنهما واحدی الروايتين عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما ، وفی قول أبی يوسف و محمد والشافعی رحمهم الله تعالی الحمرة التی قبل البياض وهو قول عمر و علی و ابن مسعود رضی الله تعالی عنهم واحدی الروايتين عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما وهكذا روی أسد بن عمرو عن أبی حنيفة رحمه الله تعالی. ووجه هذا أن الطوالع ثلاثة والغوارب ثلاثة ثم المعتبر لدخول الوقت الوسط من الطوالع وهو

الفجر الثانی فکذلک فی الغوارب المعتبر لدخول الوقت الوسط وهو الحمرة فبذهابها یدخل وقت العشاء، وهذا لأن فی اعتبار البیاض معنی الحرج فانه لا یذهب الا قریبا من ثلث اللیل وقال الخلیل بن أحمد راعیت البیاض بمکة فما ذهب الا بعد نصف اللیل، وقیل:لا یذهب البیاض فی لیالی الصیف أصلا بل یتفرق فی الأفق ثم یجتمع عند الصبح فلدفع الحرج جعلنا الشفق الحمرة، وأبو حنیفة رحمه الله تعالی قال :الحمرة أثر الشمس والبیاض أثر النهار فما لم یذهب کل ذلک لا یصیر الی اللیل مطلقا وصلاة العشاء صلاة اللیل کیف وقد جاء فی الحدیث :(وقت العشاء اذا ملأ الظلام الظراب)، وفی روایة (اذا ادلهم اللیل)، أی استوی الأفق فی الظلام وذلک لا یکون الا بعد ذهاب البیاض فبذهابه یخرج وقت المغرب".(35).

قال القرافی( 684هـ) فی الذخیرة، علی مذهب الامام مالک بن أنس (179هـ):

"وأول وقتها مغیب الشفق وهو الحمرة دون البیاض لقول العرب :هذا الثوب أشد حمرة من الشفق، ولو کان البیاض لما صح ذلک الکلام. وفی الجواهر لا تعتبر الصفرة أیضا قال صاحب الطراز، وروی ابن القاسم عنه أیضا :أن البیاض الذی یشک فیه مع الحمرة، وقال أبو حنیفة :مغیب البیاض لما فی أبی داود أنه -علیه السلام- کان یصلیها لمغیب القمر لثلاث وهذا ربع اللیل، ویعضده قوله تعالی:(أقم الصلاة لدلوک الشمس الی غسق اللیل) والغسق :اجتماع الظلمة، ولأنها عبادة متعلقة بأحد النیرین، فیتعلق بالثانی منهما، أصله صلاة الصبح مع الفجرین، ولأن الشفق من الشفقة وهی رقة القلب فکلما کان أرق کان أولی بالاسم، والبیاض أرق من الحمرة، ولأنه سبب لصلاة ضروریة من الدین وسبب الضروری لا یثبت الا بیقین، والجواب عن الأول :أنه معارض بحدیث جبریل، وعن الثانی :أنه بیان للغایة ونحن نقول به، وعن الثالث :أنه عبادة متعلقة بأحد النیرین فیتعلق بأقربهما الی الشمس، أصله الصبح، وعن الرابع :أنه معارض

بما فی الموطأ أن عمر بن الخطاب -رضی الله عنه قال :الشفق الحمرة فاذا غاب فقد وجبت الصلاة". (34).

**قال الامام الشافعی (204هـ) فی کتاب الأم:**

"وَأَوَّلُ وَقْتِهَا حِينَ يَغِيبُ الشَّفَقُ وَالشَّفَقُ الْحُمْرَةُ الَّتِي فِي الْمَغْرِبِ فَإِذَا ذَهَبَتْ الْحُمْرَةُ فَلَمْ يُرَ مِنْهَا شَيْءٌ حَلَّ وَقْتُهَا وَمَنْ افْتَتَحَهَا وَقَدْ بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ الْحُمْرَةِ شَيْءٌ أَعَادَهَا". (33).

**قال موفق الدین ابن قدامة المقدسی الحنبلی (620هـ) فی المغنی شرحا لقول الامام الحنبلی (241هـ):**

"قال:(فاذا غاب الشفق وهو الحمرة فی السفر، وفی الحضر البیاض لأن فی الحضر قد تنزل الحمرة فتواریها الجدران فیظن أنها قد غابت فاذا غاب البیاض فقد تیقن، ووجبت عشاء الآخرة الی ثلث اللیل) لا خلاف فی دخول وقت العشاء بغیبوبة الشفق وانما اختلفوا فی الشفق ما هو؟ فمذهب امامنا رحمه الله، أن الشفق الذی یخرج به وقت المغرب ویدخل به وقت العشاء هو الحمرة وهذا قول ابن عمر، وابن عباس وعطاء و مجاهد، وسعید بن جبیر والزهری ومالک، والثوری وابن أبی لیلی والشافعی، واسحاق وصاحبی أبی حنیفة وعن أنس و أبی هریرة :الشفق البیاض وروی ذلک عن عمر بن عبدالعزیز، وبه قال الأوزاعی وأبو حنیفة وابن المنذر لأن النعمان بن بشیر قال:أنا أعلم الناس بوقت هذه الصلاة صلاة العشاء، کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلیها لسقوط القمر لثالثة رواه أبو داود وروی عن ابن مسعود قال :(رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی هذه الصلاة حین یسود الأفق).

ولنا ما روت عائشة، رضی الله عنها قالت :(أعتم رسول الله صلی الله علیه وسلم بالعشاء حتی ناداه عمر بالصلاة:نام النساء والصبیان فخرج رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال:ما ینتظرها أحد غیرکم قال :ولا یصلی یومئذ الا بالمدینة وکان یصلون فیما بین أن یغیب الشفق الأول الی ثلث

الـليـل) رواه البخارى والشفق الأول هو الحمرة وقال النبى صلى الله عليه وسلم :-(وقت المغرب ما لم يسقط فور الشفق) رواه أبو داود وروى "ثور الشفق" و"فور الشفق" :فورانه وسطوعه وثوره :ثوران حمرته وانما يتناول هـذا الـحـمـرة وآخر وقت المغرب أول وقت العشاء وروى عن ابن عمر، عـن الـنبـى صلى الله عليه وسلم أنه قال :(الشـفـق الحمرة فاذا غاب الشفق وجبـت الـعشـاء) رواه الـدارقطنى وما رووه لا حجة لهم فيه فقد كان النبى صـلـى الـلـه عـليـه وسـلم يؤخر الصلاة عن أول الوقت قليلا، وهو الأفضل والأولـى ولهـذا روى عـنـه صـلـى الله عليه وسلم أنه (قال لبلال :اجعل بين أذانك واقـامتك قـدر مـا يـفـرغ الآكل من أكله والمتوضئى من وضوئه، والـمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته) اذا ثبت هذا فانه ان كان فى مكان يظهر لـه الأفـق ويبيـن لـه مـغيب الشفق، فمتى ذهبت الحمرة وغابت دخل وقت الـعشـاء وان كـان فـى مـكان يستتر عنه الأفق بالجدران والجبال، استظهر حتـى يـغيب البياض ليستدل بغيبته على مغيب الحمرة فيعتبر غيبة البياض، لدلالته على مغيب الحمرة لا لنفسه".(32).

**سـردنـا فيما سبق ما ورد فى الكتاب والسنة حول أول وقت صلاة العشاء، ولا حـظـنـا أن هـنـاك رأيان فى المسألة، فذهب جمهور الفقهاء المالكية والشـافعية والحنابلة وكذا الصاحبان من الحنفية الى أن المراد بالشفق هو الأحـمر، وهذا قول عمر بن الخطاب وابنه وعلى وابن عباس فى رواية عنه وغيـرهـم رضـى الله عنهم (( 36)،وفـى حيـن يـرى الامـام أبو حنيفة وزفر والـمزنى أن المراد بالشفق هو الأبيض، وهذا قول أبى بكر و معاذ بن جبل رضى الله عنهم أجمعين(36).**

**فـأمـا أصـحـاب الرأى القائل بأن المقصود هو الشفق الأحمر فقد استدلوا بالأدلة التالية:-**

**1-الحديث الثالث، وهو حديث ابن عمر من أن الشفق هو الحمرة.**

**2- الحديث الرابع.**

3-الحديث الخامس كما أورده ابن قدامه فی المغنی، ولكن لاحظنا أن الحديث كما أورده البخاری فی صحيحه يخلو من كلمة "الأول" بعد "الشفق" ، وعليه فانه لا يحتج به لتفسير الشفق بالأحمر.

وأما أصحاب الرأی القائل بأن المقصود هو الشفق الأبيض فقد استدلوا بالأدلة التالية:-

1- الآية الكريمة الوارد ذكرها سابقا، التی تحدد وقت صلاة المغرب من غروب الشمس الی غسق الليل، وغسق الليل هو الظلمة والعتمة كما ذكر ذلک أصحاب التفسير.

2- الحديث الثانی، وذلک من قوله "ثم أذن العشاء حين ذهب بياض النهار وهو الشفق"، ومن قوله "ثم أذن للمغرب حين غربت الشمس فأخرها رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى كاد يغيب بياض النهار وهو الشفق".

3-الحديث السابع، وذلک من قوله "حين يسود الأفق".

## ثالثا:ملاحظات فلكية حول اللون الأحمر

بعد سردنا لآراء الفقهاء والمفسرين حول أول وقت صلاة العشاء وقبل أن نسرد الاحتمالات الممكن حملها على تفسير معنى الشفق الأحمر والشفق الأبيض، نبين تاليا ملاحظتين هامتين تتعلق باللون الأحمر، وليلاحظ القارىء أن هذه الملاحظات متعلقة باللون الأحمر تحديدا وليس الشفق الأحمر، اذ أننا سنفسر الشفق الأحمر فيما بعد تفسيرا مستقلا عن اللون الأحمر.

1-لا يشترط ظهور اللون الأحمر بعد غروب الشمس، فالشفق لا يكتسی دائما بلون أحمر بعد الغروب، وقد فصلنا ذلک فی حديثنا عن أنواع التشتت، وذكرنا أنه فی حالة عدم صفاء الغلاف الجوی، وهو الحال غالبا

من الصحراء بسبب الغبار، فان لون السماء بعد الغروب قد لا يكتسى بأن لون أحمر أو أصفر برتقالي. وفضلا على أن هذه المعلومة معروفة ومسلم بها من الناحية النظرية، فاننا نسوق تاليا أمثلة عملية قام أصحابها بتحرى وقت صلاة العشاء، ولم يشاهد الراصدون أى لون أحمر أو أصفر أو برتقالى بعد الغروب الى أن اختفى الشفق بالكامل:-

أ- قمنا بتحرى الشفق من الصحراء الأردنية أثناء احدى المخيمات لرصد احدى الظواهر الفلكية فى آواسط التسعينات، وفى الحقيقة لقد دهشنا عندما لاحظنا خلو الشفق من أى لون مميز! فكان لون السماء قبل الغروب أزرق، وباستمرار انخفاض الشمس تحت الأفق استمرت اضاء ة السماء بالنقصان وانتقالها للون الكحلى، وبمرور الوقت أصبح اللون الكحلى أكثر ظلاما، فلم يكن فى السماء سوى الاضاء ة البيضاء (التى جعلت لون السماء الأسود كحليا) الى أن اختفت اضاء ة الشفق البيضاء تمام ولم يتبق الا اضاءة الضوء البرجى (العشاء الكاذب) البيضاء الباهتة، والتى تقابل كما ذكرنا سابقا الفجر الكاذب.

ب- أثناء لقائى بفضيلة الدكتور سعد الخثلان فى احدى المؤتمرات، وأثناء حديثنا عن حملة تحرى الفجر فى السعودية السابق ذكرها السابق ذكرها بالتفصيل، ذكر لى الدكتور سعد الخثلان ملاحظته عدم ظهور اللون الأحمر أو البرتقالى أو الأصفر بعد الغروب، وأن لون الشفق كان مماثلا تماما لما ذكر وصفه فى رصدنا فى الأردن. و للتاكيد على ملاحظته قمت بالاتصال به هاتفيا أثناء كتابة هذا البحث للتأكد من دقة ما ننقله عنه وأكد ذلک وأضاف أن عدم ظهور الألوان كان هو الحال الغالب فى معظم أيام الرصد.

ج- قام الدكتورعمر أفضل وثلاثة أخرون برصد ظاهرة الشفق الأحمر والشفق الأبيض من مدينة تراسى فى ولاية كليفورنيا فى الولايات المتحدة، وذلک فى حملة استمرت من يوم 29حزيران/يونيو و حتى يوم

20تموز/يوليو 2005، ويقول أنهم تفاجؤوا من أن اللون الأحُمر لم يظهر فـي العديد من أيام الرصد، فكل ما كان يظهر هو لون رمادى مصفر سرعان مـا يتحول الى اللون الأبيض خلال 8-10دقـائق بعد الغروب. ونقتبس من تقريره الفقرة التالية:-

The twilight changed rapidly from yellowish gray to white except in two morning when very faint redness was also noticeable for 8-10 minutes. We were surprised that the redness often associated with Shafaq al-ahmar (at Maghrib) and Bayyad al-Mustateel (at Fajr)was almost non-existent in dry desert climate. Yellowish white changed to white, then darkness of night took over in the evening and the cycle reversed in the morning.(56)

2- حتـى عندما يظهر اللون الأحمر، فان مدة بقاء ه بعد غروب الشمس قد تـختـلف بشـكـل كبيـر جـدا من يوم لآخر، بل انها تختلف من مكان لآخر داخـل نـفـس الـدولة، فان كانت الأحوال الجوية تمنع ظهوره أحيانا، فمن باب أولى أن مدة بقائه تختلف من يوم لآخر ومن مكان لآخر.

نستـنتـج مـمـا سبـق أن تـفسيـرنا للشفق الأحمر بأنه اللون الأحمر ذاته لا يستـقيم، وهذا شيء لا يمكن لا حسابه ولا حتى تقديره، بل انه لا يظهر فى الكثير من الأحيان. ومن هنا بات من الضرورى معرفة ماهية الشفق الأحمر الذى ذكره أصحاب هذا الرأى، ولما لم يكن من الممكن معرفة ماذا قصد الـقـائـلـون بـالشـفـق الأحـمـر عـلى وجه القطع، سنذكر تاليا الاحتمالات الممكنة لذلک مرجحين ما يتناسب مع الأحاديث والواقع.

## رابعا:المقصود بالشفق الأحمر والشفق الأبيض

قبل سرد الاحتمالات الممكن حملها لتفسير معنى الشفق الأحمر والشفق الأبيـض، نستذكر مرة أخرى حال السماء بعد غروب الشمس من الناحية

الفلكية. فبعد غروب الشمس تكون الجهة الغربية مضاء ة باضاء ة قد تكون حمراء أو برتقالية أو صفراء أو حتى بيضاء فقط كما بينا ذلك سابقا، وبمرور الوقت تختفى هذه الألوان ان ظهرت ولا يتبقى الا اللون الأبيض المعترض والمواز للأفق، وباستمرار انخفاض الشمس تحت الأفق تخف هذه الاضاءة الى أن تختفى ولا يتبقى الا الضوء البرجى (العشاء الكاذب) والذى يظهر كاضاء ة بيضاء باهتة مستطيلة (عامودية على الأفق) وليست مستطيرة (معترضة أو موازية للأفق). وهذا يعنى أن الشفق الفلكى يبدأ بعد غروب الشمس باضائة ملونة(حمراء او برتقالية او صفراء) و ينتهى باضائة بيضاء، او قد يبدأ مباشرة باضاء ة بيضاء بعد الغروب وتقل اضاء ته الى أن يختفى تماما، ولا يتبقى بعد اختفاء الشفق الفلكى الا اضاء ة الضوء البرجى البيضاء المستطيلة (العشاء الكاذب).

خلاصة لما سبق نذكر الآن بعض المصطلحات التى سنعتمدها فى حديثنا حتى لا يحدث خلط أو سوء فهم، فمن الناحية الفقهية هناك مصطلحان ;الشفق الأحمر و الشفق الابيض، و من الناحية الفلكية هناك ثلاثة مصطلحات. الاول هو اللون الاحمر من الشفق الفلكى (والذى ذكرنا أنه قد لا يظهر، وان ظهر فانه غير منضبط بدرجة معينة) والمصطلح الثانى هو اللون أو الضوء الأبيض من الشفق الفلكى (وهو ما يسمى بشكل عام الشفق الفلكى، ويختفى عندما تكون الشمس تحت الأفق بمقدار 18درجة، وهو يناظر الفجر الفلكى أو الفجر الصادق، وكما اختلف البعض فى تحديد درجة الفجر الصادق بين 18و 19، فقد اختلف البعض فى تحديد درجة الشفق الفلكى فراه البعض على 18درجة ورآه أخرون على 17درجة وفى ذلك تفصيل لاحق) والمصطلح الثالث هو الضوء البرجى والذى سنطلق عليه من الآن فصاعدا العشاء الكاذب.

وبعد هذا التوضيح نعرض فيما يلي الاحتمالات الممكن حملها لتفسير معنى الشفق الأحمر والشفق الأبيض:-

1- الشفق الأحمر هو اللون الأحمر من الشفق الفلكى، والشفق الأبيض هو ما تبقى من الضوء الأبيض من الشفق الفلكى، وفى هذه الحالة فان اضاءة العشاء الكاذب البيضاء لا ذكر لها.

2- الشفق الأحمر هو كامل اضاءة الشفق الفلكى على اختلاف ألوانها، وسمى بذلك لأنه فى العديد من الأيام يبدأ بلون أحمر أو مشابه له وينتهى بالضوء الأبيض، والشفق الأبيض هو اضاءة العشاء الكاذب. والعشاء الكاذب يبقى ظاهرا لمدة ساعة تقريبا بعد انتهاء الشفق الفلكى، وقد يبقى بعد ذلك فى بعض الأحيان لمدة أطول قد تصل الى ساعتين أو حتى أكثر. وممن قال بذلك الشيخ محمود الجنبوى فى المرصد العاشر من مراصدة :الفصل الثانى فى حصتى الفجر والشفق:"قد وقع بين القوم اختلاف فى وقت طلوع الفجر الصادق ومغيب الشفق الأحمر والمتعمد عند المحققين أن الأول عند انحطاط الشمس عن أفق المشرق يط أى تسع عشرة درجة والثانى عند انحطاطها عن أفق المغرب يز أى سبع عشرة درجة واعلم أن الشفق المحدود بذلك الانحطاط هو الشفق الأحمر كما صرح به فى عامة كتب الفن ولا يتوهم أحد أن الأحمر يغيب قبل ذلك لأن الغائب قبله شدة الحمرة لا جميع آثارها". فيقول الشيخ الجنبوى أن أول وقت العشاء يحين عندما تنخفض الشمس تحت الأفق بمقدار 17درجة ، وهذا محدد باختفاء الشفق الأحمر، ويؤكد أن الشفق الأحمر لا يغيب قبل ذلك، بل ان ما يختفى قبل ذلك هو شدة الحمرة وليس باقى آثار الحمرة.

بشكل عام هذان هما الرأيان الوحيدان الذين يمكن فهم الشفق الأحمر والأبيض من خلالهما، ولكننا سنكمل باحتمال آخر، وهو ليس احتمال حقيقى بقدر ما هو رأى أو وجه نظر اعتمدها بعض من تحدث بها حول

هذا الموضوع سواء من الفقهاء أو الفلكيين.

3- هناک من خلط بين الاحتمالين، فاعتمد الاحتمال الأول، وعرف أن الشفق الأحمر هو اللون الأحمر من الشفق الفلكى، ولكنه أعطى قيمة الشفق الأحمر لما يتوافق حقيقة مع اللون الأبيض من الشفق الفلكى.

وسيتضح ذلک من خلال عدة أمثلة من أقوال الفلكيين لاحقا.

نتيجة لهذه الاحتمالات الثلاثة نجد من سمى نفس الوقت باسم الشفق الأبيض وسماه آخر باسم الشفق الأحمر، ونضرب بذلک مثال ما ذكره الدكتور نزار الشيخ فى كتابه 'مواقيت العبادات الزمانية والمكانية'' الذى أعده كرسالة دكتوراة فى الفقه المقارن، حيث يقول فى الصفحة251 :

''وفى المناسبة:فان الحسابات الجارية اليوم فى سورية ومصر السعودية بناء على غياب الشفق الأبيض'' (36).

ولكن من جهة أخرى اذا عدنا لما قاله الفقهاء الفلكيون المصريون حول اسم الشفق المعتمد فى مصر لحساب موعد صلاة العشاء نجد أن الأستاذ الدكتور أحمد اسماعيل خليفة الأستاذ بكلية الهندسة فى جامعة الأزهر ورئيس لجنة التقاويم بالهيئة المصرية العامة للمساحة، وهى الجهة المسؤولة رسميا فى مصر لحساب مواقيت الصلاة، نجده يقول فى بحثه ''تحقيق مواقيت صلاتى العشاء والفجر'' : ''....واذا تبين من الدراسة أن أقل ضوء تميزه العين فى أى من حالتى العشاء (الشفق الأحمر) أو الفجر (الضوء الأبيض)....''( 37) علما بأن الزاوية المعتمدة لحساب موعد صلاة العشاء فى مصر هى 17.5.

وأما بالنسبة للمملكة العربية السعودية، فان موعد صلاة العشاء المحسوب فى السعودية يتوافق مع اختفاء الشفق الأحمر كما يقولون، علما بأن موعد صلاة العشاء فى السعودية المعتمد عندهم هو بعد 90دقيقة من غروب الشمس وهو ما يوافق الزاوية 18أو 19حسب

**الفصل من السنة، حيث يقول فضيلة الشيخ ابن باز رحمه الله:**

"السنة التبكير بالمغرب، السنة التبكير بوقتها فی أول الوقت، ولكنه ينتهی بغروب الشفق الأحمر، اذا ذهب الشفق الأحمر من جهة المغرب دخل وقت العشاء" (38).

**ومن جهة أخرى قال سماحة الشيخ عبدالعزيز بن عبدالله آل الشيخ مفتى عام المملكة ورئيس هيئة كبار العلماء ورئيس اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء-فی احدى خطب الجمعة:**

"أن التوقيت الخاص بأم القرى توقيت دقيق وشرعی و موثق، ولا يمكن التشكيك فيه.....لقد وثق علماء الأمة هذا التوقيت، وجُرِّب وطُبِّق وثبت أنه طبقاً للتوقيت الشرعی، وأن فضيلة الشيخ عبدالعزيز بن عبدالله بن باز رحمه الله أصدر بياناً فی عام 1418ه وثق فيه توقيت أم القرى".(37).

**خلاصة ما نريد قوله أن نفس موعد الصلاة سماه فريق بالشفق الأبيض وسماه فريق آخر بالشفق الأحمر، مع ملاحظة اقرار كل من الفريقين بصحة هذا الموعد بتماشيه مع تعريفه!**

**ان المتأمل فی أول وقت صلاة العشاء فی الدول الاسلامية فی عصرنا الحاضر يجد أن جميع الدول تحسب أول وقت العشاء فی نفس الموعد مع وجود اختلاف يسير، فالبعض يعتمد الزاوية 18و آخر يعتمد الزاوية 17و آخر يعتمد الزاوية 17.5وآخر يعتمد زمن ثابت مقداره 90دقيقة وهو كما ذكرنا يماثل الزاوية 18أو 19بحسب الفصل، وجميع هذه القيم فی الحقيقة هی لظاهرة واحدة وهی اختفاء الضوء الأبيض من الشفق الفلكی، ولا توجد أی دولة على الاطلاق مهما كان مذهبها تحسب موعد صلاة العشاء اعتمادا على اختفاء اللون الأحمر من الشفق الفلكی. فلو كان المعتمد فی زمن من الأزمان هو اختفاء اللون الأحمر من الشفق ، فهل**

يعقل أنه لا توجد ولا دولة واحدة على الأقل حافظت على هذا الموعد لأول وقت صلاة العشاء، ان هذا يدفعنا بشدة أن نميل الى أن جميع الفقهاء قد اقروا موعد صلاة العشاء فى نفس الموعد وهو اختفاء اللون الأبيض من الشفق الفلكى وهو نفسه عتمة الليل أو سواد الليل، وانما وقع الاختلاف فى تسمية هذه اللحظة، ومنهم من سماه بالشفق الأحمر لوجود العشاء الكاذب الأبيض بعده، وآخرين أسموه بالشفق الأبيض حتى لايفهم من كلامهم أن المقصود هو اللون الأحمر، والله تعالى أعلم. وسيتضح ذلك أكثر من خلال القسم التالى.

## خامسا :أقوال الفلكيين والموقتين المتقدمين فى أول وقت صلاة العشاء

سبق وأن بيناسابق رأى الفلكيين والموقتين المتقدمين فى أول وقت صلاة الفجر، ونظرا لارتباط الفجر والعشاء بنفس الظاهرة الفلكية فقد ورد رأى الفلكيين والموقتين فى أول وقت صلاة العشاء فى نفس سياق كلامهم عن أول وقت صلاة الفجر، ولعدم التكرار لن نعيد اقتباسنا لآرائهم مرة أخرى، حيث يمكن معرفة رأيهم من خلال قراء ة الاقتباسات الواردة سابقا فى مبحث صلاة الفجر، ونعرض تاليا جدولا يلخص آراء القسم الأول منهم.

| اسم الشخص | العشاء |
|---|---|
| البتّانى(317هـ) | 18 |
| أبوالحسن الصوفى (376هـ) | 18 |
| البيرونى(440هـ) | 18 |
| أبن الزرقاله (493هـ) | 18 |
| نصيرالدين الطوسى (672هـ) | 18 |
| أبو الحسن على بن جعفر بن باص الأسلمى (693هـ) | 18 |

| | |
|---|---|
| القاضی زاده (840هـ) | 18 |
| أبو الربیع سلیمان بن أحمد الفشتالی (1208هـ) | 18 |
| أبو علی الحسن بن عیسی بن المجاصی | 18 |
| أبو زید عبدالرحمن البوعقیلی الشهیر بأبن المفتی | 18 |
| الشیخ حسن آفندی | 18 |

جدول(6):ملخص القسم الأول من آراء الفلکیین والموقتین المتقدمین لأول وقت صلاة العشاء

**یتبین لنا من خلال الجدول السابق أن جمیع هؤلاء الفلکیین أو الموقتین قد حددوا أول وقت صلاة العشاء عندما یکون مرکز الشمس منخفضا تحت الأفق الغربی بمقدار 18درجة، وقد حددوا أول وقت صلاة الفجر عند الزاویة 18أیضا، وهذا یحتمل احتمالان، وهما:**

**1- الاحتمال الأول أن المراد بالشفق هو الشفق الأبیض، وأن الشفق الأبیض ینتهی باختفاء اللون الأبیض من الشفق الفلکی.**

**2- الاحتمال الثانی أن المراد بالشفق هو الشفق الأحمر، وأن الشفق الأحمر ینتهی عند اختفاء جمیع اضاءة الشفق الفلکی من أحمر أو أصفر أو برتقالی أو أبیض، وقد فهموا الشفق الأبیض بأنه اضاءة العشاء الکاذب.**

**هذا ما یتعلق بالقسم الأول من الفلکیین أو الموقتین، وفیما یلی ملخص لآراء القسم الثانی منهم:-**

| اسم الشخص | العشاء |
|---|---|
| ابن الشاطر(777هـ) | 17 |
| الشیخ جمال الدین عبدالله بن خلیل الماردینی(806هـ) | 17 |
| الشیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام الوزکانی | 17 |
| الشیخ محمود الجنبوی | 17 |
| الفرضی الحیسوبی المیقاتی أبو القاسم بن ج محمد الأنصاری الصفاقسی | 17 |
| أبو عبدالله سیدی محمد المعطی مرین الرباطی | 17 |
| الشیخ علی بن عبدالقادر البنتیتی الحنفی | 17 |
| أبو علی الحسن بن علی بن عمر المراکشی (660هـ) | 16 |
| أبو عبدالله محمد الاشبیلی المعروف بأبن الرقام (685هـ) | 19 |

جدول(7):ملخص القسم الثانی من آراء الفلکیین والموقتین المتقدمین لأول وقت صلاة العشاء

أما القسم الثانی منهم فقد حددوا أول وقت صلاة العشاء عندما یکون مرکز الشمس منخفضا تحت الأفق الغربی بمقدار 17درجة، وحددوا أول وقت صلاة الفجر علی الزاویة 19، باستثناء المراکشی الذی حدد العشاء علی الزاویة 16والفجر علی الزاویة 20، والاشبیلی الذی حدد الفجر والعشاء بالزاویة 19. وهذا الآراء تحتمل ثلاثة احتمالات،وهی :

1- الاحتمال الأول أن المراد بالشفق هو الشفق الأبیض، وأن الشفق الأبیض ینتهی باختفاء اللون الأبیض من الشفق الفلکی، وقد اعتمدوا أن اختفاء الشفق الأبیض یحین علی الزاویة 17عوضا عن الزاویة 19، وهذا له تفسیره، وهو أن السماء قبل الفجر تکون حالکة الظلام، وحیث أنه لا توجد حینئذ أی اضاءة مزعجة فی السماء، فستتمکن العین من رؤیة تباشیر الفجر الفلکی فی وقت مبکر، أما بالنسبة للعشاء، فان السماء تکون بعد الغروب شدیدة الاضاء ة وهذا یؤثر علی بؤبؤ العین کما سلف ذکر ذلک سابقا، وبالتالی قد لا تتمکن العین من رؤیة آخر اضاء ة رقیقة من الشفق الفلکی، وعلیه کانت آخر اضاء ة تمکنت العین من رؤیتها علی الزاویة 17عوضا عن الزاویة 19.

2- الاحتمال الثانی أن المراد بالشفق هو الشفق الأحمر، وأن الشفق الأحمر ینتهی عند اختفاء جمیع اضاء ة الشفق الفلکی من أحمر أو أصفر أو برتقالی أو أبیض، وقد فهموا الشفق الأبیض بأنه اضاء ة العشاء الکاذب. وقد حددوا الزاویة 17عوضا عن الزاویة 19لنفس السبب السابق.

3- الاحتمال الثالث أن المراد بالشفق هو الشفق الأحمر، وأن الشفق الأحمر ینتهی عند اختفاء اللون الأحمر من الشفق الفلکی، وقد رأوا أن اللون الأبیض من الشفق الفلکی یختفی علی الزاویة 19فی حین أن اللون الأحمر من الشفق الفلکی یختفی علی الزاویة 17، وفی الحقیقة ان هذا القول غیر صحیح عند تطبیقه علی الواقع، فنحن نعلم من الواقع أن اللون

الأحمر يختفى قبل ذلك بكثير، بل انه لا يظهر فى العديد من أيام الرصد، وان ظهر فانه غير منضبط بزاوية واحدة لجميع الأيام والأماكن.

ولمعرفة أى من الاحتمالات السابقة اعتمدها كل شخص لا بد من قراءة اقتباساتهم مرة أخرى، ولقد تعمدنا أن لا نورد الا اقوال الفلكيين أو الموقتين بنصها، ولم نقتبس تفسير أحدهم لرأى الآخر، لما قد يخالط ذلك من خطأ فى التفسير أو النقل، وقد لاحظنا هذا جليا فى أكثر من موقع، اذ وجدنا فى كتاب المراكشى (12) من ينقل عن البيرونى أنه اعتمد الزاوية 19 للفجر والزاوية 17 للعشاء دون ذكر نص أو مرجع، ولكن بالعودة لكتابه "القانون المسعودى" (11) لم نجد له الا رأى واحد فقط وهو اعتماد الزاوية 18 لكل من الفجر والعشاء.

واضافة لما سقناه سابقا من اقتباسات لأقوال الفلكيين أو الموقتين المتقدمين، نورد تاليا اقتباسات أخرى تفيدنا فى سياق فهم المعتمد عند الفلكيين والموقتين فى فهم الشفق الأحمر والأبيض، وذلك كما ورد فى كتاب المراكشى(12).

قال البيرونى (440هـ) فى التفهيم (ما الفجر وما الشفق):

"......كذلك بعكس هذا الترتيب وهو أن الأفق يبقى محمرا بعد غروب الشمس، ثم تزول الحمرة ويبقى البياض الذى هو نظير الفجر وبه وبالحمرة حكم وقت الصلاة أى صلاة العشاء فاذا غاب هذا البياض المعترض بقى المستطيل المنتصب نظير الصبح الكاذب مدة من الليل".

ومراد ذلك أن حكم صلاة العشاء مرتبط بالحمرة والبياض، وأن هذا البياض هو نظير الفجر، ويذكر لنا أنه بعد غياب هذا البياض المنتشر عرضا على الأفق يبقى بياض آخر منتشر بشكل عامودى وهو نظير الفجر الكاذب.

قال نصير الدين الطوسى (672هـ) فى الزبدة فى الباب الرابع والعشرين:

”.....وحال الشفق بعكس حال الصبح فان الحمرة تظهر أولا ثم النور المنبسط ثم البياض المستطيل كمثل ما تقدم“.

قال أبو زيد عبدالرحمن بن عمر السوسى البوعقيلى الشهير بابن المفتى (1003هـ) فى باب ساعات مغيب الشفق وطلوع الفجر وما فى مديتهما من أدراج:

”ومنهم من جعل للشفق يز ( 17)وللفجر يط (19) فتكون على هذا مدة الفجر أوسع من مدة الشفق وذلک أن الشفق هو الحمرة كما علمت والحمرة قبل الشروق كالحمرة بعد الغروب وللفجر ضياء يبدو قبل الحمرة فكانت المدة أوسع من المدة ولكن الاحتياط لدخول الوقت وتبينه هو على رأى من جعل لهما يح (18) وهو الذى عليه العمل كثيرا ولا يخفى كون ذلک احتياطا والله أعلم“.

قال الشيخ جمال الدين عبدالله بن خليل بن يوسف الماردينى (806هـ) الموقت بالجامع الأزهر فى مؤلفه حاوى المختصرات فى العمل بربع المقنطرات فى الباب العشرين:

”يعرف وقت العشاء بغروب الشفق باتفاق الأئمة أو بمضى قدر حصته من الغروب، والشفق هو الحمرة المعترضة فى أفق المغرب بعد الغروب عند امامنا الشافعى ومالک وأحمد فى أصح قوليه وصاحبى أبى حنيفة وقال أبو حنيفة وأحمد فى القول الآخر أنه البياض الذى بعد الحمرة“.

قال الشيخ على بن عبدالقادر البنتيتى الحنفى (1060هـ) الموقت بالجامع الازهر فى مؤلفه الفتوحات الوهبية لشرح الرسالة الفتحية:

”فاذا غربت الشمس على الافق الغربى يطلع راس ظل الارض فى الافق الشرقى كنظير درجة الشمس لكن لا يكون وجه الارض مظلما لكون الظل مخروطا بل يحمر الافق فى الجانب الغربى و يكون الهواء مضيئا بضياء واضح ثم ياخذ فى الضعف الى ان تغيب تلک الحمرة ثم يصفر الافق ثم ياخذ الاصفرار فى الضعف الى ان يغيب ثم يبيض مثل بياض

الصبح الصادق ثم یاخذ فی الضعف الی ان یغیب ثم یعقب الخط البیاض المستطیل فاذا عرفت هذا فاعلم ان الشفق عند الامامین هو الحمرة و الفتویٰ علی قولیهما و الفجر علی عکس الشفق".

قال الشریف سیدی محمد العلمی ( 1373هـ) فی شرحة حل العقدة عن مقاصد العمدة، فصل فی معرفة حصة الشفق و الفجر:

"من الغنی عن البیان أنه یری ضیاء فی الأفق الغربی مساء بعید غروب الشمس و کذا فی الأفق الشرقی صباحا قبل طلوعها مدة قلیلة کل یوم علی الدوام فالذی یری مساء یقال له الشفق والذی یری صباحا یقال له الفجر و کل منهما ینقسم الی صادق و کاذب". وقال فی حاشیة علی شرح الرسالة الفتحیة:"وحکی فی نفح الطیب فی ترجمة نادرة الاعصار أبی عبدالله بن النجار أنه کان یقول مر عمل المتقدمین علی تساوی فضلتی ما بین المغرب والعشاء والفجر والشمس فیؤذنون للعشاء لثمان عشرة درجة وللفجر لبقائها، و الجاری علی مذهب مالک أن الشفق الحمرة أن تکون فضلة ما بین العشاء ین أقصر لأن الحمرة ثانیة الغوارب والطوالع وعرض کلامه هذا علی أبی زید عبدالرحمن اللجائی فصوبه"

قال سبط الماردینی فی حاوی المختصرات:

"وقیل أن المعتبر فی الحصتین أن تکون الشمس منحطة یح (18) فیهما وهذا مردود عقلا و شرعا الا علی قول ابی حنیفة فیتجه من جهة تساوی الحصتین".

قال التوزوری فی محصلة المطلوب:

"وعمل المتقدمین من أهل هذه الصناعة علی تباین بلادهم فی المشرق والمغرب علی أن ارتفاع النظیر مشرقا عند مغیب الشفق ثمانیة عشر ومثل ذلک ارتفاعه مغربا عند طلوع الفجر عملا منهم علی أن الشفق هو البیاض"

ونختم بما قاله الماردینی وأوردناه سابقا فی کلامنا عن الفجر ، ونعیده

لأهميته:

"الشـفـق هو الحمرة التى تبقى فى أفق المغرب بعد مغيب الشمس وحصته قـوس مـن مـدار الـجـزء ما بين الأفق والمقنطرة المنحطة تحته سبع عشرة درجة والـفـجـر هـو البيـاض الـمـعتـرض فى أفق المشرق بعد نصف الليل وحـصتـه قوس من مدار الجزء ما بين الأفق والمقنطرة المنحطة سبع عشرة درجة وهـمـا حادثان من تشبت الأبخرة الصاعدة من الأرض بالأشعة. وقد اختـلف فيهـمـا كـلام الـرصـاد فطائفة من المتقدمين على أنهما متساويان يـؤخـذان مـن انحطاط ثمانية عشر ويمنعه تقدم البياض فى الظهور وتأخره بـعـد الـحمرة فى المغيب. وقال بعض المتأخرين فى الشفق ستة عشر وفى الـفـجـر عشرين وهو ضعيف لقلة من قال به من الرصاد، وقد امتحن ذلک بـعض الحذاق المتأخرين فى سنين متوالية فوجد الثمانية عشر وقت اسفار والـعشـرين غلسا، والحق فيهما الزيادة والنقص بحسب العوارض الحادثة مثـل صـفـاء الـجـو وكدرته وقوة البخار وخفته وشدة الهواء ورقته ووجود القمر وغيبوبته وضعف نظر الراصد وحدته والذى اعتمد عليه فحققوا هذا العلم من الرصاد وغيرهم سبعة عشر فى الشفق وتسعة عشر فى الفجر".

نـلاحـظ مـن هـذه الاقتبـاسات أن قسما منهم فهم الشفق الأحمر أنه اللون الأحمر على وجه التحديد ولا مجال لحمل قوله على غير ذلک، فى حين أن هناک أقوال تحتمل أن يكون المقصود هو اللون الأحمر ذاته وتحتمل أيـضـا أن يـكـون الـمقصود بالشفق الأحمر أو حتى الحمرة هو كامل فترة الشـفـق الـفلكى الذى ينتهى أخيرا باللون الأبيض ولا يبقى بعده الا اضاء ة الـعشـاء الـكـاذب البيـضاء أيضا، فاضاء ة العشاء الكاذب البيضاء هى التى تـدفعنا الى تفسير أقوال البعض أن المقصود بالشفق الأحمر هو كامل فترة الشـفـق الـفـلـكـى، فـاذا كـان مـرادهـم بالشفق الأحمر هو اللون الأحمر ومـرادهـم بـالشـفق الأبيض هو ما تبقى من اضاء ة الشفق الفلكى البيضاء، فلماذا أهملوا ذكر اضاء ة العشاء الكاذب البيضاء ولم يرد لها أى ذكر، ان

هـذا يدفعنا للاعتقاد أن من رأى أن المقصود بالشفق الأحمر أو الحمرة هو اللون الأحمر انما قصد بذلك كامل فترة الشفق الفلكى، وقصد بالشفق الأبيض اضاءة العشاء الكاذب، وحيث أن حساسية العين للضوء تكون أقل بعد الغروب منها قبل الفجر، فقد ذكروا أن الشفق الأحمر يغيب على الزاوية 17عوضا عن 18أو 19كما ذكروا ذلك للفجر.

ونرى بعد عرض هذه الآراء والاقتباسات وبعد ما رأيناه معتمدا فى جميع الدول الاسلامية أن الاحتمال الأرجح هو أن أول وقت صلاة العشاء هو نفسه لمن قال بالشفق الأحمر أو لمن قال بالشفق الأبيض، وانما وقع الاختلاف فى تسمية هذه الظاهرة أو هذا الوقت،مع ملاحظة أن هناك من نص صراحة أن المقصود هو اللون الأحمر ذاته ولكنه فى النهاية حدد وقته بما يتوافق على الواقع مع اختفاء كامل اضاء ة الشفق الفلكى، حتى وان قال أن الزاوية الصحيحة هى 17وليست 19لأن الحمرة تختفى قبل البياض، فقد بينا فى أكثر من موقع أن اللون الأحمر فى الحقيقة يختفى قبل الزاوية 17بكثير، بل قد لا يظهر فى العديد من أيام الرصد! وسيتبين ذلك أكثر فى الفصل اللاحق.

## سادسا:الأرصاد الفلكية الحديثة لأول وقت صلاة العشاء

فى حين أن هناك اهتمام كبير لاجراء تحرى لأول وقت صلاة الفجر فى عصرنا الحاضر، نلاحظ أن هناك اهتمام أقل من ذلك بكثير بالنسبة لأول وقت صلاة العشاء، ويعزى ذلك لعدم حساسية أول وقت صلاة العشاء كما هو الحال بالنسبة لأول صلاة الفجر، فهى تحدد وقت الامساك، وتحدد أول وقت ركعتى سنة صلاة الفجر التى يصليها المسلمون فور انتهاء الآذان، فى حين أن أول وقت صلاة العشاء غير مرتبط بشعيرة هامة لا بد أن تؤدى فور انتهاء الآذان، فلم نجد فيما اطلعنا

عليه سوى دراسة واحدة يمكن اعتبارها دراسة جادة يمكن الاعتماد عليه، وهى نفسها الحملة الليبية التى أجريت فى الحقيقة لتحرى جميع مواقيت الصلاة وليس للفجر فقط، ونورد تاليا جدولا يبين بعض نتائج أرصادهم، مبينين وقت اختفاء الشفق الأحمر والشفق الأبيض.

| اليوم | المكان | اختفاء الشفق الأحمر | الزاوية | اختفاء الشفق الأبيض | الزاوية | ملاحظات |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1993/04/24 | سبها | 20:26 | 12.4 | 20:47 | 16.7 | تشويش من القمر على الشفق الأبيض(2) |
| 1993/05/01 | القطرون | 20:27 | 12.6 | 20:45 | 16.3 | تشويش من القمر على الشفق الأبيض(2) |
| 1993/05/02 | تراغن | 20:36 | 13.8 | 20:51 | 16.8 | تشويش من القمر على الشفق الأبيض(1) |
| 1993/07/23 | غدامس | 21:43 | 16.2 | 21:59 | 19.0 | تشويش من القمر على الشفق الأبيض(1) |
| 1993/07/24 | غدامس | 21:43 | 16.3 | 21:59 | 19.1 | تشويش من القمر على الشفق الأبيض(2) |
| 1993/07/25 | الحمادة | 21:27 | 15.8 | 21:43 | 18.6 | تشويش من القمر على الشفق الأبيض(1) |
| 1993/07/29 | هون | 21:07 | 15.7 | 21:22 | 18.5 | تشويش من القمر على الشفق الأبيض(2) |
| 1993/07/30 | هون | 21:06 | 15.7 | 21:21 | 18.5 | تشويش من القمر على الشفق الأبيض(2) |
| 1993/08/19 | سبها | 21:44 | 15.2 | 22:00 | 18.5 | لايوجد تشويش ضوئى (2) |
| 1993/08/20 | سبها | 21:43 | 15.2 | 21:59 | 18.5 | تشويش لا يذكر من القمر (2) |
| 1993/08/21 | تراغن | 20:40 | 15.3 | 20:56 | 18.6 | تشويش من القمر على الشفق الأبيض(2) |

| 1993/08/22 | تراغن | 20:39 | 15.3 | 20:55 | 18.6 | تشويش من القمر على الشفق الأبيض(2) |
|---|---|---|---|---|---|---|
| 1993/08/23 | تراغن | 20:38 | 15.3 | 20:54 | 18.6 | تشويش من القمر على الشفق الأبيض(2) |
| 1993/08/24 | تراغن | 20:37 | 15.3 | 20:53 | 18.6 | تشويش من القمر على الشفق الأبيض(2) |
| 1993/08/25 | القطرون | 20:35 | 15.6 | 20:52 | 19.2 | تشويش من القمر على الشفق الأبيض(1) |
| 1993/08/26 | القطرون | 20:34 | 15.6 | 20:51 | 19.2 | تشويش من القمر على الشفق الأبيض(1) |
| 1993/08/27 | القطرون | 20:33 | 15.6 | 20:50 | 19.2 | تشويش من القمر على الشفق الأبيض(1) |

جدول(8):ملخص لبعض الأرصاد الليبية لأول وقت اختفاء الشفق الأحمر والشفق الأبيض

## ملاحظات:-

1- الرقم (1)بجانب الملاحظات يعنى أن هذه الملاحظة ذكرت من قبل الراصدين، أماالرقم(2)يعنى أن هذه الملاحظة لم تذكر من قبل الراصدين، ولكن باستخدام برامج الحاسوب وجدنا أن القمر كان موجودا فى السماء وقت الرصد مما يؤثر على نتيجة تحرى وقت اختفاء الشفق الأبيض.

2- ان وجود القمر فى السماء وقت الرصد لا يؤثر على نتيجة تحرى وقت اختفاء الشفق الأحمر لأن اضاء ة السماء فى ذلک الوقت تکون بطبيعة الحال ملموسة، وبالتالى لا يعود لاضاء ة القمر وقت الرصد تأثير على نتيجة الرصد بشکل ملموس.

3- نلاحظ من الجدول أن موعد اختفاء الشفق الأحمر والأبيض يعانى من تذبذب کبير، وکنا لنعزو سبب هذا الفارق لاضاء ة القمر وقت وجوده، ولکن لاحظنا من الأرصاد أنه فى بعض الأحيان و حتى بوجود القمر كان

موعد اختفاء الشفق الأبيض ما بين الزاوية 18و 19، وفى الحقيقة هذا أمر لا يستقيم فلا يمكن أن يختفى الشفق الأبيض الذى يتأثر بشكل كبير باضاءة القمر على نفس الزاوية سواء كان القمر موجودا أو غير موجود، ونلاحظ من الجدول قيم الزوايا الصغيرة فى أيام الرصد الأولى سواء للشفق الأحمر أو الأبيض، فى حين ازدادت هذه الزوايا بشكل ملموس فى أيام الرصد التالية. ولتفسير هاتين الملاحظتين قمنا بالاتصال الهاتفى مع الأخ أبو القاسم محمد الخنجارى أحد الفلكيين الذين شاركوا فى عملية الرصد هذه، واستفسرنا منه عن سبب عدم اختلاف موعد اختفاء الشفق الابيض سواء كان القمر موجودا او مختفيا، و عن سبب الزوايا الصغيرة نسبيا فى أوائل أيام الرصد، فكان جوابه بالنسبة للزوايا الصغيرة فى بداية الرصد، أن ذلك بسبب اكتساب الراصدين خبرة بمرور الوقت فكانت الأرصاد الأولى غير دقيقة لعدم وجود خبرة عند الراصدين، ولكن مع الخبرة والممارسة أصبح الراصدون قادرين على تحديد الأوقات الدقيقة لاختفاء الشفق الأحمر والأبيض، وبناء على ذلك فان زاوية اختفاء الشفق الأحمر اعتمادا على تعريفهم تتراوح بين 15.2و 16.3، فى حين تتراوح زاوية اختفاء الشفق الأبيض بين 18.5و 19.2. وأما بالنسبة لعدم اختلاف زاوية اختفاء الشفق الأبيض حتى بوجود القمر، فكان جوابه أنه فى الأيام الخالية من أى تشويش ضوئى، قاموا برصد النجوم أيضا وعرفوا وحددوا النجوم التى تبدأ بالظهور عند اختفاء الشفق الأبيض، فعند ظهور القمر قاموا بالاستعانة برصد هذه النجوم اضافة لرصد الشفق وحددوا من خلال ذلك موعد اختفاء الشفق الأبيض.

4- نلاحظ من الجدول أيضا ظاهرة تخالف معلومة أساسية سقناها أكثر من مرة بل و بينينا عليه استنتاجات هامة، وهى أننا نلاحظ من خلال الأرصاد

الـليبية أن الشفق الأحمر كان دائما موجودا، ولم نجد ولا رصد واحد خلا مـن مـوعـد اختـفـاء الشـفـق الأحمر، فقمنا بتوجيه هذا الاستفسار للزميل الـخـنجارى أيضا، فأجاب قائلا أنه بالفعل لم يظهر اللون الاحمر فى العديد مـن أيام الرصد، وحتى عند ظهوره فان موعد اختفائة يختلف اختلافا كبيرا مـن يوم لآخر، ولذلک اعتمد فريق الـرصـد الـليبى تعريفا لاختفاء الشفق الأحـمـر وهـو الـوقـت الـذى يـختفى فيه صفار الأفق ولا يبقى سوى اللون الأبيـض بـغض النظر عن وجود أو ظهور اللون الأحمر أثناء عملية الرصد.
وتـابع الزمين الخنجارى قائلا، أنه بسبب التذبذب الكبير فى تحديد موعد اختـفـاء الشـفـق الأحـمر، وعلى الرغم من أن المذهب الغالب فى ليبيا هو الـمـالـكـى فـانهم فى النهاية اعتمدوا موعد ااختفاء الشفق الأبيض (انتهاء الشـفـق الـفـلـكـى) لحساب أول وقت صلاة العشاء رسميا فى الجماهرية الليبية، اذ أنهم لاحظوا أنه أكثر انضباطا وتيسيرا على المسلمين.
بـعـد استـعـراضـنا للآراء الفقهية والفلكية و القديمة والحديثة، نرى أن ما تـعـتـمـده الـدول الاسلامية لحساب موعد صلاة العشاء عند الزاوية 17أو 18صـحيح، مع تفضيلنا للزاوية 18وعـدم تخطيئنا للزاوية 17، ويبدو لنا أن قسـمـا مـن الـفـقـهـاء سـمى هذا الوقت بالشفق الأحمر وسماء آخرون بالشفق الأبيض.

# المبحث الثالث:صلاة الظهر

تعتبر صلاة الظهر من أقل مواقيت الصلاة اشكالية، فبشكل عام لا نجد جدلا كثيرا حولها سوى مسألة واحدة سنفصل فى بحثها تاليا، فجميع أهل العلم متفقون على أن أول وقت صلاة الظهر يحين عند زوال الشمس، أى ميلها عن وسط السماء، وانماالاختلاف وقع فى تحديد أول وقت الزوال، ولتفصيل ذلك نبين فيما يلى حركة الشمس فى السماء المتعلقة بوقت صلاة الظهر مع الانتباه للملاحظتين التاليتين التى اعتمدناهما لتبسيط الشرح:-

1- ان الشرح التالى ليس هو الحال فى جميع المناطق على مدار العام، ولكنه الحال الأغلب فى مناطقنا الشمالية، وعلى كل الحال فالفروق بين شرحنا وبين الواقع فى بعض المناطق فى بعض أيام السنة لا يؤثر على مفاهيم اساسية فى الشرح.

2- سنستخدم مصطلح اختفاء الظل على الرغم من أن الظل لا يختفى فى أى وقت من أوقات السنة أو اليوم، فالظلال تكون عامودية عندما تكون الشمس فى كبد السماء (سمت الرأس)

تشرق الشمس من جهة الشرق صباحا وتكون الظلال عندئذ طويلة جدا، وبمرور الوقت ترتفع الشمس أكثر من السماء وتبتعد عن الأفق وتأخذ الظلال بالنقصان، الى أن تصل الشمس الى جهة الجنوب تماما وعندها تقع الشمس على خط الزوال، وخط الزوال أو ما يسمى خط منتصف النهار هو خط و همى فى السماء يقسم السماء الى قسمين، قسم شرقى و قسم غربى، فهو خط يبدأ من الأفق الشمالى مارا بنقطة سمت الرأس وهى النقطة التى تقع فوق رأس الراصد مباشرة -وينتهى عند الأفق الجنوبى،

وعندما تقع الشمس على خط الزوال تكون الظلال أقصر ما يمكن، وتكون الشمس حينئذ أعلى ما يمكن فى السماء، واذا وقعت فى نقطة سمت الرأس عندها تختفى الظلال، وبعد أن تتحرك الشمس بعيدا عن خط الزوال، أى عندما تتحرك من جهة الجنوب بالتجاه جهة الغرب تأخذ الظلال بالزيادة، وتكون الظلال قبل الزوال مائلة نحو جهة الغرب، أما بعد الزوال تميل الظلال نحو جهة الشرق. وبعد أن تزول الشمس يقل ارتفاعها شيئا فشيئا الى أن تصل الى جهة الغرب وتغرب الشمس.

اذا هناك أربعة امور تحدث عندما تكون الشمس على خط الزوال، وهى:-

1- تكون الظلال أقصر ما يمكن، وقد تختفى فى بعض أيام السنة.

2- تكون الشمس أعلى ما يمكن فى السماء، وقد تقع فى نقطة سمت الرأس، أى أنها فى كبد السماء.

3- تقع الشمس فى جهة الجنوب تماما (بالنسبة لنصف الكرة الشمالى).

4- تكون الظلال قبل الزوال مائلة نحو جهة الغرب، وتكون وقت الزوال متجهة نحو جهة الشمال تماما، وتكون بعد الزوال مائلة نحو جهة الشرق. (بالنسبة لنصف الكرة الشمالى)، ويسمى الظل بعد الزوال بمصطلح الفىء.

وقبل الاسترسال فى النواحى العلمية والفلكية المتعلقة بالزوال، نستعرض فيما يلى آراء المفسرين والفقهاء حول أول وقت صلاة الظهر والمقصود بمصطلح الزوال:-

قال الحافظ ابن كثير (774هـ) فى تفسيره:

”فهذا فيه دليل على أن باب هذا الكهف كان من نحو الشمال، لأنه تعالى أخبر أن الشمس اذا دخلته عند طلوعها تزاور عنه (ذات اليمين) أى يتقلص الفىء يمنة، كما قال ابن عباس و سعيد بن جبير وقتاده (تزاور) أى

تـمیل، وذلک أنها کلما ارتفعت فی الأفق تقلص شعاعها بارتفاعها حتی لا یبقی منه شیء عند الزوال فی مثل ذلک المکان"(27).

قال الشوکانی(1250هـ) فی فتح القدیر:

"...ومـنـه قیـل لـلـظـل بـعـد الزوال فیء لأنه رجع عن جانب المشرق الی جانب المغرب"(31).

قال الامام الشافعی (204هـ) فی کتاب الأم:

"وأول وقـت الـظهـر اذا استـقن الرجل بزوال الشـمس عن وسط الفلک، وظـل الشـمـس فی الصیف یتقلص حتی لا یکون لشیء قائم معتد ل نصف النهار ظل بحال، واذا کان ذلک فسقط للقائم ظل ما کان الظل فقد زالت الشـمـس.... والـظل فی الشتاء والربیع والخریف مخالف له فیما وصفت مـن الـصیف وانـما یعلم الزوال فی هذه الأوقات بأن ینظر الی الظل ویتفقد نقصانه فانه اذا تناهی نقصانه زاد، فاذا زاد بعد تناهی نقصانه فذلک الزوال هو أول وقت الظهر"(33).

قـال مـوفق الدین أبن قدامة المقدسی الحنبلی (620هـ) فی المغنی شرحا لقول الامام الحنبلی (241هـ):

"ومـعـنـی زوال الشـمـس میـلها عن کبد المساء ویعرف ذلک بطول ظل الشـخـص بعد تناهی قصره، فمن أراد معرفة ذلک فلیقدر ظل الشمس ثم یصبر قـلیلا ثم یقدره ثانیا، فان کان دون الأول فلم تزل وان زاد ولم ینقص فـقـد زالت وأما معرفة ذلک بالأقدام، فتختلف باختلاف الشهور والبلدان فـکـلما طال النهار قصر الظل واذا قصر طال الظل، فکل یوم یزید أو ینقص فـنـذکـر ذلک فی وسط کل شهر علی ما حکی أبو العباس السنجی رحمه الـله تقریبا قال:ان الشـمـس تزول فی نصف حزیران علی قدم وثلث، وهو أقل ما تزول علیه الشمس وفی نصف تموز ونصف أیار علی قدم ونصف و ثلث وفی نصف آب و نیسان علی ثلاثة أقدام، وفی نصف آزار وأیلول علی أربـعة أقـدام ونـصف وهـو وقـت استـواء الـلیل والنهار وفی نصف تشرین

الأول وشباط على ستة أقدام ونصف وفى نصف تشرين الثانى وكانون الثانى على تسعة أقدام، وفى نصف كانون الأول على عشرة أقدام وسدس وهذا أنهى ما تزول عليه الشمس فهذا ما تزول عليه الشمس فى أقاليم العراق والشام وما سامتهما من البلدان فاذا أردت معرفة ذلک فقف على مستومن الأرض، وعلم الموضع الذى انتهى اليه ظلک ثم ضع قدمک اليمنى بين يدى قدمک اليسرى وألصق عقبک بابهامک، فما بلغت مساحة هذا القدر بعد انتهاء النقص فهو الوقت الذى زالت عليه الشمس ووجبت به صلاة الظهر".(32)

قال القاضى أبو محمد عبدالوهاب البغدادى المالكى فى كتابه التلقين فى الفقه المالكى:

"أما وقت الظهر التى لا تجب قبله ولا يجوز تقديمها عليه، فهو زوال الشمس (يعنى ميلها عن وسط السماء الى جهة الغرب وهذا أول وقت الظهر باتفاق أهل العلم) ومعرفة ذلک فى غالب الأحوال، هو بأن تقيم عودا مستويا فترى ظله فى أول النهار طويلاً ممتدا، ثم لا يزال فى نقصان مع اتساع النهار كلما قرب من الزوال الى أن ينتهى الى حد يقف عنده، ثم يعود فى الطول فذلک هو الزوال".(39)/

يتضح لنا من خلال هذه الآراء بأن تحديد أول وقت الزوال يكون من خلال ثلاثة أمور:-

1- ميل الشمس عن وسط السماء، وهناک فرق بين كبد السماء ووسط السماء، فالشمس لا تصل الى كبد السماء الا فى يوم أو يومين فى السنة فقط. وقد لا تصل الى كبد السماء أبدا فى الكثير من المناطق.

2- انحراف الظل من جهة الغرب نحو جهة الشرق.

3- بداية ازدياد طول الظلال بعد أن تصل الى أقصر ما يمكن.

بعد سرد هذاه الآراء الفقهية نعرض فيما يلى الاحتمالات الممكنة لتحديد أول وقت صلاة الظهر،أى أول وقت الزوال:-

1- الرأى الأول :يحين الزوال عندما تقطع حافة قرص الشمس الغربية (الحافة التى تقع الى اليمين بالنسبة للناظر الى الشمس) خط الزوال. وهذا الاحتمال لم يقل به أحد على حد علمنا.

2- الرأى الثانى :يحين الزوال عندما يقطع مركز قرص الشمس خط الزوال. وهذا هو المعمول به فى معظم الدول الاسلامية.

3- الرأى الثالث : يحين الزوال عندما تقطع حافة قرص الشمس الشرقية (الحافة التى تقع الى اليسار بالنسبة للناظر الى الشمس) خط الزوال. وفى هذه الحالة فان جميع قرص الشمس يكون قد زال وغادر وسط السماء. وهذا معتمد فى عدد قليل من الدول الاسلامية، وحجة من قال بهذا القول أن الشمس حقيقة لا تسمى زائلة الا اذا زال جميع قرصها عن وسط السماء وليس مجرد زوال مركزها عن وسط السماء.

4- الرأى الرابع:هناك فريق آخر يرى أن مصطلح زوال الشمس الشرعى لا يحين الا بعد مرور فترة جيدة من وصولها الى وسط السماء ، وحجتهم بذلك أن العين تحتاج الى فترة حتى تلاحظ ازدياد طول الظلال بعد الزوال الفلكى (عبور مركز قرص الشمس لخط الزوال)، فهم يعتبرون الزوال الشرعى بعد 20-30دقيقة على الأقل من الزوال الفلكى، واننا نرى أن هذه حجة ضعيفة للأسباب التى سنوردها تاليا.

**اننا نرى أن التعريف الأنسب لأول وقت الزوال الشرعى هو الزوال الفلكى (عبور مركز قرص الشمس لخط الزوال أو خط منتصف النهار) وذلك للأسباب التالية:-**

1- ان طول الظلال يزداد فعلا بمجرد عبور مركز الشمس لخط الزوال (الزوال الفلكى)، فكون مقدار الزيادة تكون فى البداية صغيرة جدا وقد يصعب على العين المجردة ملاحظتها لا ينفى أن طول الظل قد ازداد بالفعل بمجرد حدوث الزوال الفلكى.

2- ان انحراف الظل نحو جهة الشرق يحصل فور عبور مركز الشمس

لخط الزوال، وأذكر أثناء نقاشي مع أحد الاخوة في الأردن قبل عدة سنوات، حيث كان يرى أن الزوال الشرعي لا يحين الا بعد مرور فترة لا بأس بها بعد الزوال الفلكي محتجا بأن الظل لا ينحرف نحو الشرق الا بعد مرور فترة من الزمن بعد الزوال الفلكي ، فقمت في اليوم التالي باستخدام مسطرة مدرجة، وأردت أن أعرف مقدار الوقت الذي سأحتاجه حتى ألحظ مقدار انحراف الظل بمقدار ملم واحد، وانتظرت آذان الظهر الذي يحسب في الأردن بعبور مركز الشمس لخط الزوال، ولقد تفاجأت انني بمجرد سماعي لقول المؤذن "الله أكبر الله أكبر" الأولى أن الظل كان يتحرك بمقدار أسرع بكثير مما تخيلت، وكنت أرى بكل سهولة تحرك الظل عبر تدريج المسطرة دون أي عناء.

3- ينص الحافظ ابن كثير في الاقتباس الوارد أعلاه وبوضوح أن الزوال يكون عندما يصل الظل الى أقصر ما يمكن (وعبر عن ذلك باختفاء الظل)، وهذا يحين عند الزوال الفلكي بلا خلاف.

4- قال الشوكاني في اقتباسنا السابق أن الظل بعد الزوال يتجه نحو الشرق، وهذا يتحقق بمجرد حدوث الزوال الفلكي أيضا دون حتى الانتظار لزوال كامل قرص الشمس عن وسط السماء.

5- الحجة الوحيدة التي يمكن قبولها لأصحاب الرأي الثالث أن الشمس في الحقيقة لا تميل عن وسط السماء الا اذا زال جميع قرصها، ولكننا نرى أن هذا أمر اصطلاحي! فميل أكثر من نصف قرص الشمس عن وسط السماء يمكن اعتباره ميل للشمس عن وسط السماء أيضا، خاصة في ظل توفر الشرطين الآخرين بمجرد عبور مركز الشمس لخط الزوال، وهما ازدياد طول الظل وانحرافه الى الشرق. وعلى أي حال فان الفترة الزمنية بين عبور مركز الشمس لخط الزوال وعبور حافتها مقدار بسيط ولا يشكل مشكلة حقيقية، ويبين الجدول التالي هذا الزمن بالنسبة لمختلف فصول السنة، ولا يؤثر اختلاف خط العرض على هذه القيم بشكل يذكر. علما بأن الوقت مبين بالدقائق والثواني. ونستنتج من الجدول أن الفارق

یساوی حوالی الدقیقة فقط، وبالتالی ان هذه الاشکالیة لیست ذات أهمیة تذکر.

| الربیع | الصیف | الخریف | الشتاء |
|---|---|---|---|
| 01:04 | 01:09 | 01:04 | 01:12 |

جدول(9):الفترة الزمنیة بین عبور مرکز قرص الشمس لخط الزوال وعبور حافتها

من ضمن المعلومات الخاطئة التی سمعناها من بعض من تحدثوا بهذا الموضوع قولهم أن الظل یأخذ بالنقصان کلما اقتربنا من وقت الزوال الی أن نصل الی وقت منتصف النهار تماما، وعندها یثبت طول الظلال ولا یتغیر فترة من الوقت، وبعد ذلک تأخذ الظلال بالزیادة، وهذا قول غیر صحیح. فالذی یحدد طول الظلال هو ارتفاع الشمس عن الافق ومن المعلوم أن مسار الشمس فی السماء مائل عن الأفق دائما، وهذا یعنی أنه لایمکن أن یثبت طول الظل ولو للحظة واحدة، فالتغیر فی طول الظلال وهو أمر مستمر ومضطرد، وغایة ما یمکن قوله أن سرعة تغیر طول الظلال قرب وقت منتصف النهار یکون أبطء،من غیره من الأوقات.

# المبحث الرابع: صلاة العصر

لا يوجد حول وقت صلاة العصر سوى مسألة خلافية واحدة تعنينا، وهى أول وقت صلاة العصر، فالشافعي والمالكى والحنبلي يرى أن أول وقت صلاة العصر يحين عندما يصبح ظل الشاخص يساوى طول ظله وقت الزوال مضافا له مثل طول الشاخص، فعلى سبيل المثال اذا كان طول ظل الشاخص وقت الزوال يساوى 20سم وكان طول الشاخص يساوى 100سم، فان وقت العصر يحين عندما يصبح طول الظل يساوى 120سم، أما بالنسبة للحنفى فان أول وقت صلاة العصر يحين عندما يصبح ظل الشاخص يساوى طول ظله وقت الزوال مضاف له مثلى طول الشاخص، وهذا يساوى 220سم فى مثالنا السابق، وبالطبع هذا فارق كبير، سنبينه لاحقا. ونعرض فيما يلى بعض الآراء الفقهية حول هذا المسألة محاولين معرفة سبب اختلاف الامام الحنفى عن بقية الأئمة.

ورد فى موقع "اجابة"الفتوى التالية حول هذه المسألة:

"أمَّا جواب السائل:عن قول الجمهور والحنفية عن آخر وقت الظهر، وأول وقت العصر فكما يلى :فى المسألة قولان : القول الأول :أن آخر وقت الظهر اذا صار طول ظل الشيء كمثله (كأن تنصب عصا فى الشمس، فان تساوى ظل العصا مع طولها فهذا آخر وقت الظهر، وهذا قول المالكية والشافعية والحنابلة، وهو قول عند الحنفية قال به الأئمة محمد بن الحسن وأبو يوسف ، وزفر، والطحاوى، ونقل الحصكفى عن غرر الأذكار :هو المأخوذ به، وفى البرهان هو الأظهر لبيان جبريل (يعنى حديث جابر أن جبريل عليه السلام صلى بالنبى صلى الله عليه وسلم فى هذا الوقت)، أخرجه أحمد ( 3081)، وأبو داود ( 393)، والترمذى

(149)، وفى الفيض:وعليه عمل الناس اليوم وبه يفتى.أه. انظر رد المحتار على الدر المختار (1/240) وكذلك انظر زبدة الأحكام (ص59).

القول الثانى:أن آخر وقت الظهر اذا صار طول ظل الشىء مثليه (الضعف)، وهو المروى عن أبى حنيفة رحمه الله تعالى هو المذهب عند الحنفية. انظر المرجع السابق.

أما أول وقت صلاة العصر فهو اذا خرج وقت صلاة الظهر على القولين السابقين، وذلك عند الجميع. تنبيه: بما أن الشمس متحركة فى الدنيا باستمرار فان لحظة تساوى الشىء مع ظله لا تزيد عن جزء من الثانية، فعليه بمجرد خروج وقت الظهر يدخل وقت العصر، وهذا ما يدل عليه حديث عبدالله بن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :"وقت الظهر اذا زالت الشمس، وكان ظل الرجل كطوله ما لم يحضر العصر"صحيح مسلم (612). فقوله ما لم يحضر العصر يدل على أنه بخروج وقت الظهر يدخل وقت العصرمباشرة. وقول الجمهور هو القول الصحيح الذى دلت عليه الأدلة الصحيحة، وهو قول عدد من أئمة الحنفية كما تقدم بيانه، ومن الأدلة الصحيحة الواضحة على مواقيت الصلاة حديث عبدالله بن عمرو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :"وقت الظهر اذا زالت الشمس وكان ظل الرجل كطوله ما لم يحضر العصر، ووقت العصر ما لم تصفّر الشمس ، ووقت صلاة المغرب ما لم يغب الشفق،ووقت صلاة العشاء الى نصف الليل الأوسط، ووقت صلاة الصبح من طلوع الفجر ما لم تطلع الشمس". فيجب على الجميع العمل بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم. وصلى الله وسلم على نبينا محمد.

الخلاصة:

1- يجب اتباع الدليل من الكتاب والسنة، وترك قول من خالف ذلك مهما كانت منزلته.

2- يجب الاستفادة من كلام العلماء الثقات فى فهم الأدلة من الكتاب والسنة، وعدم التفرد فى استنباط الأحكام من الأدلة.

3- يجب على طالب العلم أن يختار من كلام العلماء القول المعتمد على الدليل الصحيح والفهم السليم المبنى على قواعد الاستنباط التى عمل بها علماء سلف هذا الأمة.

4- من عجز عن الاختيار من أقوال العلماء وجب عليه اتباع قول من يثق بعدالته وعلمه واتباعه للدليل على المنهج الصحيح، وهذا يعرف بالشهرة والاستفاضة.(40)/

**قال الشنقيطى( 1393هـ) فى كتابه أضواء البيان فى أيضاح القرآن بالقرآن:**

"وشذ أبو حنيفة رحمه الله من بين عامة العلماء، وقال :يبقى وقت الظهر حتى يصير الظل مثلين، فاذا زاد على ذلک يسيرا كان أول وقت العصر.

ونقل النووى فى "شرح المهذب" عن القاضى أبى الطيب أن ابن المنذر قال :لم يقل هذا أحد غير أبى حنيفة رحمه الله وحجته حديث ابن عمر رضى الله عنهما أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :"انما بقاؤكم فيما سلف من الأمم قبلكم كما بين صلاة العصر الى غروب الشمس، أوتى أهل التوراة التوارة فعملوا حتى اذا انتصف النهار عجزوا فأعطوا قيراطاً قيراطاً، ثم أوتى أهل الانجيل الانجيل، فعملوا الى صلاة العصر فعجزوا فأعطوا قيراطاً قيراطاً، ثم أُوتينا القرء ان فعملنا الى غروب الشمس فأعطينا قيراطين قيراطين. فقال أهل الكتاب :أى ربنا، أعطيت هؤلاء قيراطين قيراطين وأعطيتنا قيراطاً قيراطاً ونحن أكثر عملاً؟ قال الله تعالى :(هل ظلمتكم من أجركم من شيء، قالوا لا قال فهو فضلى أوتيه من أشاء) متفق عليه. قال:فهذا دليل على أن وقت العصر أقصر من وقت الظهر ومن حين يصير ظل الشيء مثله الى غروب الشمس هو ربع النهار، وليس بأقل من وقت الظهر، بل هو مثله.

وأجيب عن هذا الاستدلال بأن المقصود من هذا الحديث ضرب المثل لا بيان تحديد أوقات الصلاة، والمقصود من الأحاديث الدالة على انتهاء

وقت الظهر عندما یصیر ظلّ الشیء مثله هو تحدید أوقات الصلاة، وقد تقرر فی الأصول أن أخذ الأحکام من مظانها أولی من أخذها لا من مظانها مع أن الحدیث لیس فیه تصریح بأن أحد الزمنین أکثر من الآخر وانما فیه أن عملهم أکثر ، وکثرة العمل لا تستلزم کثرة الزمن لجواز أن یعمل بعض الناس عملاً کثیراً فی زمن قلیل، ویدل لهذا أن هذه الأمة وضعت عنا الآصار والأغلال التی کانت علیهم.

قال ابن عبدالبر:خالف أبو حنیفة فی قوله هذا الآثار والناس، وخالفه أصحابه فاذا تحققت أن الحق کون أول وقت العصر عندما یکون ظلّ کل شیء مثله من غیر اعتبار ظل الزوال فاعلم أن آخر وقت العصر جاء فی بعض الأحادیث تحدیده......"(41).

**قال موفق الدین ابن قدامة المقدسی الحنبلی (620هـ) فی المغنی شرحا لقول الامام الحنبلی (241هـ):**

"قال :[فاذا صار ظل کل شیء مثله فهو آخر وقتها] یعنی أن الفیء اذا زاد علی ما زالت علیه الشمس قدر ظل طول الشخص، وذلک آخر وقت الظهر ، قال الأثرم :قیل لأبی عبدالله:وأی شیء آخر وقت الظهر؟ قال:أن یصیر الظل مثله قیل له:فمتی یکون الظل مثله؟ قال:اذا زالت الشمس فکان الظل بعد الزوال مثله فهو ذاک ومعرفة .ذلک أن یضبط ما زالت علیه الشمس، ثم ینظر الزیادة علیه فان کانت قد بلغت قدر الشخص فقد انتهی وقت الظهر ومثل شخص الانسان ستة أقدام ونصف بقدمه، أو یزید قلیلا فاذا أردت اعتبار الزیادة بقدمک مسحتها علی ما ذکرناه فی الزوال ثم أسقطت منه القدر الذی زالت علیه الشمس، فاذا بلغ الباقی ستة أقدام ونصف فقد بلغ المثل فهو آخر وقت الظهر وأول وقت العصر وبهذا قال مالک والثوری والشافعی والأوزاعی ونحوه قال أبو یوسف ومحمد وأبو ثور وداود.........وما احتج به أبو حنیفة لا حجة له فیه لأنه قال :الی صلاة العصر، وفعلها یکون بعد دخول الوقت وتکامل الشروط علی أن أحادیثنا

قصد بها بيان الوقت، وخبرهم قصد به ضرب المثل، فالأخذ بأحاديثنا أولى، قال ابن عبدالبرخالف أبو حنيفة فی قوله هذا الآثار والناس وخالفه أصحابه".

" قال :[واذا زاد شيئا وجبت العصر] فجملته أن وقت العصر من حين الزيادة على المثل أدنى زيادة متصل بوقت الظهر لا فصل بينهما، وغير الخرقی قال :اذا صار ظل الشیء مثله فهو آخر وقت الظهر وأول وقت العصر وهو قريب مما قال الخرقی وبهذا قال الشافعی، وقال أبو حنيفة :اذا زاد على المثلين لما تقدم من الحديث ولقوله تعالی :(وأقم الصلاة طرفی النهار) ولو كان علی ما ذكرتموه لكان وسط النهار وحكی عن ربيعة :أن وقت الظهر والعصر اذا زالت الشمس وقال اسحاق آخر وقت الظهر وأول وقت العصر يشتركان فی قدر الصلاة فلو أن رجلين يصليان معا، أحدهما يصلی الظهر والآخر العصر حين صار ظل كل شیء مثله كان كل واحد منهما مصليا لها فی وقتها وحكی ذلک عن ابن المبارک لقول النبی صلى الله عليه وسلم فی حديث ابن عباس :(صلى بی الظهر لوقت العصر بالأمس). ولنا ما تقدم فی حديث جبريل عليه السلام وقوله تعالی :(وأقم الصلاة طرفی النهار) لا ينفی ما قلنا فان الطرف ما تراخی عن الوسط، وهو موجود فی مسألتنا وقول النبی صلى الله عليه وسلم (لوقت العصر بالأمس)أراد مقارنة الوقت يعنی أن ابتداء صلاته اليوم العصر متصل بوقت انتهاء صلاة الظهر فی اليوم الثانی، أو مقارب له لأنه قصد به بيان المواقيت وانما تبين أول الوقت بابتداء فعل الصلاة وتبين آخره بالفراغ منها، وقد بينه قول النبی صلی الله عليه وسلم فی حديث عبدالله بن عمرو (وقت الظهر ما لم يحضر وقت العصر) رواه مسلم وأبو داود وفی حديث رواه أبو هريرة أن النبی صلی الله عليه وسلم قال :(ان للصلاة أولا وآخرا وان أول وقت الظهر حين تزول الشمس وآخر وقتها حين يدخل وقت العصر)أخرجه الترمذی".(32).

قال القاضی أبو محمد عبدالوهاب البغدادی المالكی فی كتابه التلقين فی

**الفقه المالکی:**

”واذا بلغ مثله فهو آخر وقت الظهر وهو بعینه أول وقت العصر وتکون وقتا لهما ممتزجا بینهما، فاذا زاد علی المثل زیادة بینة خرج وقت الظهر، واختص الوقت بالعصر فلا یزال ممتدا الی أن یصیر ظل کل شیء مثلیه، فذلک آخر وقت العصر“.(39).

**قال الشوکانی (1250هـ) فی نیل الأوطار:**

”ولکنه استدل الاصطخری بحدیث جبریل السابق وفیه أنه (صلی العصر الیوم الأول عند مصیر ظل الشیء مثله والیوم الثانی عند مصیر ظل الشیء مثلیه) وقال بعد ذلک :(الوقت ما بین هذین الوقتین)...... وأما أول وقت العصر فذهب العترة و الجمهور انه مصیر ظل الشیء مثله لما تقدم فی حدیث جبریل وقال الشافعی :الزیادة علی المثل وقال أبو حنیفة:المثلان وهو فاسد ترده الأحادیث الصحیحة“.(1).

نلاحظ من خلال هذه الاقتباسات أن الفقهاء الذین قالوا أن أول وقت صلاة العصر یحین عندما یکون ظل الشاخص یساوی طوله مضافا الیه فیء الزوال قد اعتمدوا علی عدة أحادیث واضحة وصریحة منها حدیث جبریل التالی:

عن ابن عباس رضی الله عنه أنه قال:قال رسول الله صلی الله علی وسلم :”أمنی جبریل علیه السلام-عند البیت مرتین، فصلی الظهر فی الأولی منهما حین کان الفیء مثل الشراک، ثم صلی العصر حین کان کل شیء مثل ظله، ثم صلی المغرب حین وجبت الشمس، وأفطر الصائم ،ثم صلی العشاء حین غاب الشفق، ثم صلی الفجر حین برق الفجر، وحرم الطعام علی الصائم، وصلی المرة الثانیة الظهر حین کان ظل کل شیء مثله، لوقت العصر بالأمس ، ثم صلی العصر حین کان ظل کل شیء مثلیه، ثم صلی المغرب لوقته الأول، ثم صلی العشاء الآخرة حین ذهب ثلث

الليل، ثم صلى الصبح حين أسفرت الأرض، ثم التفت الى جبريل فقال، يا محمد، هذا وقت الأنبياء من قبلك، والوقت فيما بين هذين الوقتين". رواه أبو داؤد والترمذى وأحمد.(36).

أما الامام أبو حنيفه فقد استدل على قوله بحديث ابن عمر الذى أوردناه فى اقتباس الشنقيطى، وقد رد على هذا الدليل الكثير من العلماء كما لاحظنا، وقالوا أن الأصوب أن أول وقت صلاة العصر هو عندما يكون ظل الشاخص يساوى طوله مضافا اليه فىء الزوال، ويبين الجدول التالى الفرق الزمنى بين أول وقت صلاة العصر حسب المذاهب الثلاثه وبين الوقت حسب التعريف الحنفى، وذلک لمختلف خطوط العرض والفصول من السنة، والوقت معطى بالساعات والدقائق، وبالطبع ان وقت الصلاة حسب التعريف الحنفى يكون بعد موعده حسب التعريف الآخر.

| خط العرض | الربيع | الصيف | الخريف | الشتاء |
|---|---|---|---|---|
| 0 | 01:13 | 00:57 | 01:13 | 00:57 |
| 30 | 00:54 | 01:18 | 00:54 | 00:42 |
| 45 | 00:51 | 01:14 | 00:51 | 00:35 |
| 60 | 00:50 | 01:19 | 00:50 | 00:17 |

جدول (9):الفرق الزمنى بين أول وقت صلاة العصر حسب المذاهب الثلاثه وبين الوقت حسب التعريف الحنفى.

# المبحث الخامس: صلاة المغرب

لا توجد خلافات فقهية حول أول وقت صلاة المغرب، فهي تحين عند غروب كامل قرص الشمس باتفاق جميع علماء السنّة، ومن الناحية الفلكية هناک مسألتين للنقاش ;الأولى هى تأثير الارتفاع عن سطح البحر، والثانية هى تأثير الجبال والمرتفعات على الأفق على موعد غروب الشمس.

فمن المعلوم أن موعد غروب الشمس يتأخر كلما ارتفع الراصد عن مستوى سطح البحر، فالشمس تغيب فى المناطق الجبلية بعد غروبها بالنسبة لمستوى سطح البحر،وفى الحقيقة ان الذى يؤثر فى المسألة هو ليس ارتفاع الراصد الحقيقى،بل هو فرق الارتفاع بين الراصد وأفقه، وهو ما يسمى بالارتفاع الظاهرى أو الارتفاع النسبى، ويمكن تقسيم الأماكن المرتفعة الى أربعة أقسام، وهى :-

1- أن يكون الراصد واقع فى منطقة مرتفعة ويكون أفقه هو البحر أو مستوى سطح البحر، وهذا ينطبق على الجبال المطلة غربا على البحر، وفى هذه الحالة فان ارتفاع الراصد الذى يؤثر على تأخير موعد غروب الشمس هو كامل ارتفاع الراصد عن مستوى سطح البحر.

2- أن يكون الراصد واقع فى منطقة مرتفعة ويكون أفقه أعلى من مستوى سطح البحر، ولكنه أقل من ارتفاعه، وهذه هى الحالة الأعم، وفى هذه الحالة فان ارتفاع الراصد الذى يأثر على تاخير موعد اختفاء الشمس هو الفرق بين ارتفاعه وأفقه، فاذا كان ارتفاعه 1000متر فوق مستوى سطح البحر، وكان ارتفاع أفقه 600متر فوق مستوى سطح البحر، فان ارتفاعة الظاهرى (النسبى) يساوى 400متر فقط.

3- أن يكون الراصد واقع فى منطقة مرتفعة ويكون أفقه واقع على نفس مستوى ارتفاعه، وهذا هو حال الهضاب المتسعة، وفى هذه الحالة فان ارتفاع الراصد الظاهرى (النسبى) فوق مستوى سطح البحر يساوى صفرا، أى أنه يعامل معاملة الراصد الواقع على مستوى سطح البحر، وبالتالى فان موعد اختفاء الشمس عنده هو نسفة بالنسبة للراصد الواقع على مستوى سطح البحر.

4- أن يكون الراصد واقع فى منطقة مرتفعة ويكون ارتفاع أفقه أعلى من ارتفاعه، وفى هذه الحالة فان الشمس ستختفى بالنسبة لهذا الراصد قبل اختفائها بالنسبة للراصد الواقع على مستوى سطح البحر، حتى وان كان ارتفاع الرصد 1000م عن مستوى سطح البحر مثلا.

**يبين الجدول التالى الفرق الزمنى فى غروب الشمس بين مستوى سطح البحر وارتفاع الراصد بالأمتار، وذلك لمختلف خطوط العرض بالنسبة لفصل الصيف والذى يكون الفارق حينها أكبر ما يمكن فى السنة، والوقت معطى بالدقائق والثوانى، وبالنسبة للحالة الثانية المبينة أعلاه فان الارتفاع الذى يجب اعتماده هو الارتفاع الظاهرى (النسبى) وليس الحقيقى.**

| خط العرض | متر واحد | 10م | 100م | 500م | 1000م | 2000م | 11000 |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| 0 | 00:10 | 00:30 | 01:33 | 03:27 | 04:53 | 06:54 | 16:10 |
| 30 | 00:11 | 00:35 | 01:51 | 04:08 | 05:52 | 08:18 | 19:36 |
| 45 | 00:14 | 00:46 | 02:27 | 05:30 | 07:48 | 11:05 | 26:29 |
| 60 | 00:30 | 01:35 | 05:01 | 11:26 | 16:24 | 23:42 | 63:42 |

جدول(10):الفرق الزمنى فى غروب الشمس بين مستوى سطح البحر وارتفاع الراصد بالأمتار، وذلك لمختلف خطوط العرض بالنسبة لفصل الصيف

**نلاحظ من الجدول عدة ملاحظات، منها:**

1- ان التغير فى تأخر غروب الشمس لنفس خط العرض باختلاف

الارتفاع ليس خطيا، فغروب الشمس يتأخر بالنسبة لراصد يقع على خط الاستواء وارتفاعة 100متر دقيقة و 33ثانية ، فى حين أنه يتأخر بالنسبة لنفس خط العرض لراصد يقع على ارتفاع 1000متر بمقدار 4دقائق و53ثانية ، وهذا بالطبع ليس عشر أضعاف قيمة التأخر على ارتفاع 100متر. وسبب ذلك أن معادلة الارتفاع عن سطح البحر لو غرتمية الطبيعة وليست خطية.

2- نلاحظ من الجدول أن قيمة التأخر حتى على ارتفاعات بسيطة ليس مهملة، فعلينا أن نتذكر أن موعد غروب الشمس يحدد موعد افطار الصائم الذى يفطر بمجرد قول المؤذن "الله أكبر الله أكبر" وبالتالى فان تبكير الآذان ولو بمقدار بسيط يفسد الصوم لافطار الصائم قبل موعد غروب الشمس الحقيقى، فنلاحظ أن الراصد فى أوروبا مثلا (على خط عرض 60) الذى يقع على ارتفاع متر واحد فقط فوق مستوى سطح البحر سيجد أن الشمس ستختفى بعد مرور 30ثانية مما لو كان على سطح البحر تمام، وتجدر الاشارة أنه لا يوجد أى راصد يقع على مستوى سطح البحر ابداً فحتى الواقف عند شاطئ البحر تماماً يكون ارتفاع عينه عن مستوى سطح البحر هو 1.5متر كمعدل. ومن هذا نستنتج أنه لا بد لمعدى التقاويم أن يراعوا الارتفاع عن سطح البحر عند اجرائهم لحساب موعد غروب الشمس، فالعديد من الشكاوى على التقاويم بالنسبة لموعد صلاة المغرب يكون سببها عدم ادخال معد التقويم للارتفاع عن سطح البحر فى حساباته.

لا يوجد خلاف من ضرورة ادخال الارتفاع عن سطح البحر بالنسبة للحالة الأولى السالف ذكرها، ولكن نجد من لا يرى ضرورة ادخال الارتفاع بالنسبة للحالات الثانية والثالثة والرابعة. فأما بالنسبة للحالة الثانية وهى عندما يكون أرتفاع افق الراصد أعلى من مستوى سطح البحر، كأن يكون ارتفاع الراصد هو 500متر وارتفاع أفقه 300متر، فان هذا

يقودنا للحديث عن المسألة الثانية وهى وجود جبال أو مرتفعات فى الأفق، فنحن نرى أنه من الافضل اعتبار الجبال والمرتفعات حتى وان بعدت عوائق وليس أفق حقيقى، فالشمس عندما تذهب خلف هذه الجبال البعيدة تكون فى الحقيقة قد اختفت لا قد غربت، فاعتبار هذه المرتفعات أفق حقيقى سيشكل لنا مشكلة حقيقية فى حساب مواقيت الصلاة، فشكل الأفق يختلف من منطقة الى أخرى حتى وان كانت قريبة منها، فعلى سبيل المثال قد يكون ارتفاع الأفق عن مستوى سطح البحر بالنسبة لراصد معين هو 300متر فى حيث يكون ارتفاعه بالنسبة لراصد آخر يقع بالقرب منه هو 100متر فقط، فأى هذين الارتفاعين سيتم اعتماده لحساب مواقيت الصلاة بالنسبة لهذه المدينة! بل ان ارتفاع الأفق لنفس المنطقة يختلف من شهر لآخر، فنحن نعلم أن الشمس لا تغيب دائما فى نفس المكان، ففى فصل الشتاء تغيب فى جهة الجنوب الغربى، فى حين أنها تغيب فى الربيع والخريف فى جهة الغرب، وتغيب فى فصل الصيف فى جهة الشمال الغربى، فهل يعقل أن نقوم برسم الأفق لكل مدينة، ومن ثم نقوم بحساب موعد الغروب كل يوم حسب ارتفاع الأفق الذى رسمناه مسبقا! ان هذا حل غير عملى اطلاقا ويتطلب جهدا مضنيا ولا يتأتى الا بالزيارة الميدانية لكل موقع نريد حساب موعد الغروب له، وبناء على ذلک اننا نرى أنه من الاحوط والأيسر أن نعتبر ارتفاع المنطقة هو كامل ارتفاعها حتى وان كان ارتفاع الأفق أعلى من مستوى سطح البحر، فمن المعلوم أن العديد من الدول الاسلامية تضيف بعض الدقائق لموعد غروب الشمس المحسوب وتسمى هذه العملية بالتمكين. فاعتبارنا ارتفاع المنطقة هو كامل ارتفاعها هو أيسر وأحوط وهو يدخل فى باب التمكين الذى تعتمده معظم الدول الاسلامية، غير أن هذا التمكين مبرر علميا، عوضا عن اضافة عدد من

الدقائق دون مبرر علمى حقيقى!

وأما بالنسبة للحالة الثالثة عندما يكون الراصد والأفق على نفس الارتفاع، فيمكن حينها اعتبار المنطقة واقعة على مستوى سطح البحر، وان كنا نفضل أيضا ادخال كامل ارتفاع المنطقة فى الحسابات لما فى ذلک من التمكين، ولا نخطىء من اعتبر المنطقة واقعة على سطح البحر فى هذه الحالة.

وأما بالنسبة للحالة الرابعة، فلا يمكن أن نعتبر هذه المرتفعات جزء من الأفق لنفس السبب الوارد بالنسبة للحالة الثانية،فاما أن نعتبر المنطقة واقعة على مستوى سطح البحر اذا كانت جميع مناطق الأفق أعلى من مستوى الراصد، واما أن ندخل كامل ارتفاع المنطقة عن سطح البحر، ويمكن اختيار أيا من هذين الخيارين اعتمادا على المنطقة، وقد يكون أحد الخيارين أفضل من الآخر فى بعض المناطق.

وعند سؤال فضيلة الشيخ القرضاوى حول تأثير الارتفاع عن سطح البحر على موعد صلاة المغرب، أجاب قائلا :"....وهذا الاختلاف فى التوقيت بالنسبة للغروب -ومثله للفجر -واضح وبيّن بالنسبة للامتداد الأفقى. ولكن الذى لا يتضح للكثيرين ما يتعلق بالامتداد الرأسى أو العمودى، أى ما يتعلق بارتفاع المكان وانخفاضه. وقد لاحظت وأنا أسكن الطابق الرابع عشر على الشاطىء (الكورنيش) بمدينة الاسكندرية، أن أذان المغرب ينطلق من المساجد بجوارنا، ونحن لانزال نرى نصف قرص الشمس تقريبا لم يغب بعد، فكيف بمن كان يسكن الدور الثلاثين أو الأربعين، وما هو أعلى من ذلک ؟! ولهذا قلت لمن حولى :ينبغى على أجهزة الاعلان أن تضيف الى تنبيهها المهم فى مراعاة فروق التوقيت لمن كان خارج المدينة تنبيها آخر :أن على الذين يسكنون فى الأدوار العليا أيضا :أن يراعوا فروق

التوقيت بينهم وبين الذين يسكنون الأدوار الدنيا. ومثل هؤلاء :الذين يسكنون فوق الجبال، ونحوهم.

وقد وجدت الفقهاء نصوا على هذه المسألة بصراحة، فقد نقل العلامة ابن عابدين الحنفى فى حاشيته الشهيرة عن صاحب "الفيض" قال:ومن كان على مكان مرتفع، كمنارة الاسكندرية لا يفطر ما لم تغرب الشمس عنده، ولأهل البلدة الفطر ان غربت عندهم قبله، وكذا العبرة فى الطلوع فى حق صلاة الفجر والسحور".

ولا شک أن الذين يركبون الطائرات، ويحلقون فى أعالى الجو لأميال عدة بعيدا عن الأرض :ينطبق عليهم هذه الحكم، شأنهم شأن من يسكنون أعالى الجبال، أو العمارات الشاهقة، فلهم فجرهم الخاص بهم، وشروقهم، وغروبهم، فاذا ظهر الفجر فى الأفق وبدت علاماته لهم:وجب أن يمسكوا فى الصيام، وبدأ وقت صلاة الفجر بالنسبة لهم، ولا يجوز لهم الصلاة قبل ذلک، ولا الأكل والشرب بعد ذلک.

ومثل ذلک فى الغروب، فلا يجوز لركاب الطائرة أن يصلوا المغرب على توقيت البلد الذى يحلقون فوقه، ولا أن يفطروا على هذا التوقيت، فيأكلون ويشربون وهم يرون الشمس بأعينهم!!.

ومن الخطأ الشائع لدى بعض قادة الطائرات فى بعض البلاد العربية :أن يعلن القائد (الكابتن) عن دخول المغرب، ويبيح للركاب الافطار فى الصوم، ومشروعية صلاة المغرب، بناء على فتوى سمعها من بعض المشايخ، وهذا خطأ يجب تصحيحه، والتنبيه عليه، فمغرب مَن فى الطائرة غير مغرب مَن على الأرض، بيقين. وقد بينا أصل هذه المسألة، وهو :أن التوقيت كما يختلف بالامتداد الأفقى، يختلف بالامتداد الرأسى والعمودى".(2).

# الخلاصة

☆ الضوء البرجى (Zodiacal Twilight)هو نفسه الفجر الكاذب.

☆ الفجر الفلكى (Astronomical Twilight)هو نفسه الفجر الصادق.

☆ الفلكيون يعرفون الفجر الكاذب (الضوء البرجى) جيدا ويفرقون بينه وبين الفجر الصادق (الفجر الفلكى).

☆ تستمر اضاءة الفجر الكاذب بالازدياد الى أن يظهر الفجر الصادق ويتداخل معه ولا يمكن التمييز بين الفجر الكاذب والفجر الصادق الا من خلال الشكل فقط.

☆ يبدأ الفجر الكاذب (الضوء البرجى) بالظهور عندما تكون الشمس منخفضة تحت الأفق بمقدار 24درجة كمتوسط، واذا كانت السماء صافية جدا فقد يبدأ بالظهور عند الزاوية 30.

☆ أول وقت صلاة الفجر يكون عند ظهور الفجر الصادق فى وقت الغلس وليس الاسفار.

☆ يظهر الفجر الصادق (الفجر الفلكى) عندما تكون الشمس منخفضه تحت الأفق بمقدار 18درجة.

☆ لانخطىء من يرى أن الفجر الصادق يظهر عند الزاوية 19، ولكننا نرى أن الزاوية 18هى الأنسب.

☆ ان تحديد الزاوية 18أو 19لبداية ظهور الفجر الصادق ليست من أعمال الغرب التى نقلها المسلمون عنهم، بل هى من نتائج وأرصاد أجدادنا الفلكيين العرب والمسلمين العظماء، وانما نقلها الغرب منهم

فیما بعد.

☆ ان الأرصاد العملیة الحدیثة تؤکد صحة الزاویة 18أو 19لتحدید بدایة ظهور الفجر الصادق، والأرصاد التی أثبتت غیر ذلک کانت دراسات غیر کاملة أو لم یکن أصحابها علی درایة کاملة بماهیة الفجر الصادق أوتمت فی ظروف غیر مثالیة.

☆ نلاحظ من خلال الأرصاد والآراء المتواترة عدم تأثر زاویتی الفجر والعشاء بشکل ملحوظ باختلاف الفصول أو باختلاف الموقع، وقد تم تفصیل ذلک عند الحدیث عن تشتت ریلیة ومای.

☆ یجب اتباع عدة اجراء ات عند تحری وقت صلاة الفجر والعشاء، فمجرد الابتعاد عن المدینة غیر کاف، وفلا بد أن یکون المکان مظلما تمام ولیس نسبیا، ولا ینبغی استخدام أی نوع من الاضاء ة أثناء الرصد.

☆ بالنسبة لصلاة العشاء لا یمکن أن یکون المقصود بالشفق الأحمر هو اللون الأحمر ذاته، اذ أنه لا یظهر فی العدید من أیام السنة وفی العدید من المناطق.

☆ اننا نری أن جمیع الفقهاء قد أقروا موعدصلاة العشاء فی نفس الموعد وهو اختفاء اللون الأبیض من الشفق الفلکی وهو نفسه عتمة اللیل أو سواد اللیل، وانما وقع الاختلاف فی تسمیة هذه اللحظة، ومنهم من سماه بالشفق الأحمر لوجود العشاء الکاذب الأبیض بعده، وآخرین أسموه بالشفق الأبیض حتی لا یفهم من کلامهم أن المقصود هو اللون الأحمر ذاته.

☆ اننا نری أن ما تعتمده الدول الاسلامیة لحساب موعد صلاة العشاء عند الزاویة 17أو 18صحیح، مع تفضیلنا للزاویة 18وعدم تخطیئنا للزاویة 17.

☆ بالنسبة لصلاة الظهر، يحين الزوال بمجرد وصول مركز الشمس الى خط الزوال، فبعدها مباشرة تبدأ الظلال بالزيادة، وتنحرف الظلال نحو جهة الشرق.

☆ بالنبسة لصلاة العصر، فان رأى الجمهورأن أول وقت صلاة العصر يحين عندما يصبح طول الظل يساوى طول الشاخص مضافا اليه فيء الزوال، في حين يرى الامام أبو حنيفة أنه يحين عندما يصبح طول الظل يساوى مثلى طول الشاخص مضافا اليه فيء الزوال، ورد عليه أكثر من فقيه، وقال أن الرأى الأول هو الأصوب.

☆يؤثر الارتفاع عن سطح البحر على موعد غروب الشمس، والعامل المحدد لمقدار التأخير هو الارتفاع النسبى بين الراصد وأفقه وليس الارتفاع الحقيقى للراصد.

☆ تقسم المناطق المرتفعة عن مستوى سطح البحر الى أربعة أنواع، وفى جميعها نرى أنه من الأيسر والأحوط اعتماد الارتفاع الحقيقى للراصد وليس الارتفاع النسبى، باستثناء الحالات التى تكون فيها جميع مناطق الافق تقع على نفس ارتفاع الراصد أو أعلى منه، ففى هذه الحالة يمكن اهمال الارتفاع عن سطح البحر واعتبار الراصد واقع على مستوى سطح البحر.

# المراجع

1. نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار، محمد بن على بن محمد الشوكانى، المكتبة الوقفية.
http://www.waqfeya.com/book.php?bid=3631

2. من فتاوى فضيلة الشيخ الدكتور يوسف القرضاوى.
http://www.icoproject.org/ref/qardawi.doc

3. صحيح الجامع الصغير وزيادته (الفتح الكبير)، محمد ناصر الدين الألبانى، المكتبة الوقفية.
http://www.waqfeya.com/book.php?bid=477

4. سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها، محمد ناصر الدين الالبانى، المكتبة الوقفية.
http://www.waqfeya.com/book.php?bid=506

5. الشرح الممتع على زاد المستقنع، محمد بن صالح العثيمين، المكتبة الوقفية.
http://www.waqfeya.com/book.php?bid=2831

6. صحيح البخارى، الامام محمد بن اسماعيل البخارى، المكتبة الوقفية.
http://www.waqfeya.com/book.php?bid=3584

7. صحيح مسلم الامام أبى الحسين مسلم بن الحجاج القشيرى النيسابورى، المكتبة الوقفية.
http://www.waqfeya.com/book.php?bid=3605

8. جامع البيان عن تأويل آى القرآن ، الامام محمد بن جرير الطبرى، المكتبة الوقفية.
http://www.waqfeya.com/book.php?bid=650

9. التقويم الأردنى لمواقيت الصلاة والصيام والحج، وزارة الأوقاف والشؤون والمقدسات الاسلامية، المملكة الأردنية الهاشمية، 1982م.

10. مواقيت الصلاة فى الجماهيرية العظمىٰ، كلية الدعوة الاسلامية والهيئة العامة للأوقاف والمركز الليبى للاستشعار عن بعد وعلوم الفضاء، 1999.

11. القانون المسعودى، أبو الريحان محمد بن أحمد البيرونى، دارالكتب العلمية،

بیروت، لبنان، الطبعة الأولی،2002م.

12. ایضـاح القـول الـحق فی مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشـفـق، مـحـمد بن عبدالوهاب ابن عبدالرازق الأندلسی أصلا الفاسی المراکشی، مکتبة المسجد الکبیر فی دولة الکویت.

13. تعلیق علی کتاب "طلوع الفجر الصادق بین تحدید القران واطلاق اللغة". سعد بن ترکی الخثلان.

http://www.icoproject.org/ref/khathlan.doc

14.التشویش علی وقت صلاة الفجر، حسام الدین عفانة.

http://www.icoproject.org/ref/afanah.doc

15. الفجر الصادق والتقویم الکاذب، محمد بن أحمد الترکی.

http://www.icoproject.org/ref/turkey.doc

16. موقع اسلام ویب، فتوی رقم56261.

http://www.icoproject.org/ref/islamweb.doc

17. الفجر الصادق والفجر الکاذب، الشیخ رضا أحمد صمدی.

http://www.icoproject.org/ref/samadi.doc

18.شرح کتاب وقوت الصلاة من موطأ الامام مالک، محمد بن سالم بازمول، طبعة دارالاستقامة.

http://www.icoproject.org/ref/bazamool.doc

19. موقع اسلام أون لاین، 1122528620004.

http://www.icoproject.org/ref/islamonline.doc

20. عبدالله بن عبدالرحمن الجبرین، فتوی رقم 5361.

http://www.icoproject.org/ref/jebreen.doc

21.موقع هجرة الی الله ورسوله،16406.

http://www.icoproject.org/ref/hejrah.doc

22. شبکة أنا المسلم،310143.

http://www.icoproject.org/ref/analmuslim.doc

23. التقـریـر النهائی:مشـروع دراسة الشـفـق (الـمـرحلة الأولی)، زکی المصطفی

وآخرون، 2005م، مدينة الملك عبدالعزيز للعلوم والتقنية--معهد بحوث الفلك والجيوفيزياء-قسم الفلك، المملكة العربية السعودية.
http://www.icoproject.org/ref/saudi.pdf

24. وقائع ندوة تحقيق مواقيت صلاتی الفجر والعشاء، وزارة الدولة للبحث العلمی، المعهد القومی للبحوث الفلكية واجيوفيزيائية، حلوان، مصر 2000م.

25. موقع اسلام ويب،فتوی رقم 64090.
http://www.icoproject.org/ref/islamweb2.doc

26. بحث فی أوقات الصلاة:مشكلة المناطق العليا وانضباط الوقت كل عام، محمد بن بخيت المالكی، ورقة عمل قدمت للندوة الفلكية السادسة، التطبيقات الفلكية فی الشريعة الاسلامية، عمّان--الأردن، 1999م.

27. تفسير قرآن العظيم (تفسير ابن كثير)، الامام الحافظ عماد الدين أبو الفداء اسماعيل بن كثير القرشی الدمشقی المعروف بابن كثير، المكتبة الوقفية.
http://www.waqfeya/book.php?bid=3692

28. الجامع لأحكام القرآن (تفسير القرطبی)، أبو عبدالله محمد بن أحمد الأنصاری القرطبی،المكتبة الوقفية،
http://www.waqfeya/book.php?bid=2538

29. الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل وعيون الأقاويل فی وجوه التأويل (تفسير الزمخشری)، أبو القاسم محمود بن عمر الزمخشری، المكتبة الوقفية.
http://www.waqfeya/book.php?bid=1234

30. المجموع، الامام الحافظ محيی الدين أبو زكريا يحيی بن شرف النووی الشافعی الدمشقی المشهور بالامام النووی، المكتبة الوقفية.
http://www.waqfeya/book.php?bid=459

31. فتح القدير الجامع بين فنی الرواية والدراية من علم التفسير، أبو علی بدر الدين محمد بن علی الشوكانی، المكتبة الوقفية.
http://www.waqfeya/book.php?bid=3689

23المغنی، موفق الدين أبو محمد عبدالله بن قدامة المقدسی الحنبلی، المكتبة الوقفية.

http://www.waqfeya/book.php?bid=504

33. کتاب الأم، محمد بن ادریس الشافعی، المکتبة الوقفیة.

http://www.waqfeya/book.php?bid=3637

34. الذخیرة، شهاب الدین أحمد بن ادریس القرافی، المکتبة الوقفیة.

http://www.waqfeya/book.php?bid=789

35. المبسوط، محمد بن أحمد أبی سهل شمس الأئمة السرخسی، المکتبة الوقفیة.

http://www.waqfeya/book.php?bid=2363

36. مواقیت العبادات الزمانیة والمکانیة :دراسة فقهیة مقارنة، نزار محمود قاسم الشیخ، مؤسسة الرسالة ناشرون، بیروت-لبنان، الطبعة الأولی، 2005م.

37. موقع الاسلام:سؤال وجواب.

http://www.icoproject.org/ref/islamqa.doc

38. موقع الشیخ ابن باز.

http://www.icoproject.org/ref/binbaz.doc

39. التلقین فی الفقه المالکی، القاضی أبو محمد عبدالوهاب البغدادی المالکی، مکتبة نزار مصطفی الباز، الریاض--مکة المکرمة، المکتبة الوقفیة.

http://www.waqfeya/book.php?bid=3262

40. موقع اجابة:

http://www.icoproject.org/ref/ejabah.doc

41. أضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن، الشیخ محمد الأمین بن محمد المختار الجنکی الشنقیطی، المکتبة الوقفیة.

http://www.waqfeya/book.php?bid=770

50. Observer,s Handbook2004, Rajiv Gupta, RASC

51. Sun Apparent Motion and Salat Times, Abdul Haq Sultan, http://www.icoproject.org/ref/sultan2004.pdf

52. Zodiacal Light and The Gegenschein, West Virginia University,(http://www.icoproject.org/ref/wvu.doc)

53. FAQ on Prayer Times, Khalid Shaukat, http://www.icoproject.org/ref/moonsighting.doc

54. Fajar and Isha Times & Twilight, Yaqub Ahmed Miftahi, (http://www.icoproject.org/ref/vaqub.pdf)
55. Isha and Fajr Observations June 29-July 19, Omar Afzal, (http://www.icoproject.org/ref/afzal1.doc)
56. Fajr and Isha Debate Continues, Omar Afzal, http://www.icoproject.org/ref/afzal1.doc
57. Islamic Prayer Times - Observation and physical aspects, Birka.(http://www.icoproject.org/ref/birka.doc)
58. Astronomy of Islamic Times for the Twenty-first Century, M.Ilyas London and New York, Mansell,1988.
59. Private Communication with Dr. Muzammil Siddiqi, 2009. (http://www.icoproject.org/ref/muzammil.doc)
60. The first World Atlas of the artificial night sky brightness, Cinzano, Falchi & Elvidge, Mon. Not. R. Astron. Soc. 328,689-707(2001).

## الکاتب:

### م،محمد شوكت عودة

رئيس المشروع الاسلامى لرصد الأهلة ICOP، رئيس لجنة رصد الأهلة والمواقيت فى الجمعية الفلكية الأردنية (خلال الفترة1995-2009)، عضو مؤسس فى الاتحاد العربى لعلوم الفضاء والفلك، عضو اللجنة الرسمية التابعة لوزارة الأوقاف لحساب مواقيت الصلاة فى ا لأردن. عضو اللجنة الرسمية التابعة للهيئة العامة للشؤون الاسلامية والأوقاف لمراجعة مواقيت الصلاة فى دولة الامارات. عضو اللجنة الرسمية التابعة للمجمع الفقهى (رابطة العالم الاسلامى) لحساب مواقيت الصلاة فى أوروبا.

(modeh@icoproject.org)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

# کیفیة التحقق من

# صحة مواقیت الصلاة

# فی التقاویم

محمد شوکت عودة

رئیس: المشروع الاسلامی لرصد الأهلة

هذا البحث منشور فی المجلة العلمیة المحکمة الصادرة عن جامعة مؤتة الأردن

مجلة مؤتة للبحوث والدراسات

سلسلة العلوم الطبیعیة والتطبیقیة

العدد2،المجلد27 2012ء

ص29------ص49

# فهرس الموضوعات

بسم الله الرحمٰن الرحيم

# كيفية التحقق من صحة مواقيت الصلاة فى التقاويم

محمد شوكت عودة
المشروع الاسلامى لرصد الاهلة
العنوان: شارع خليفة، ص.ب. 224ابو ظبى _الامارات
هاتف: 00971-50-8215336
بريد الكترونى : modeh@icoproject.org

## الملخص

يبين البحث الطرق العلمية الدقيقة للتأكد من دقة مواقيت الصلاة الموجودة فى التقاويم، فقد كثر الحديث مؤخرا وقديما عن وجود اشكاليات فى حساب مواقيت الصلاة فى التقاويم الرسمية لبعض الدول، الا أن الطرق المتبعة للوصول الى هذه النتيجة كان فى معظمها غير دقيق، فهناك بعض الاجراء ات التى لا يمكن قبول نتائج التحرى الا بوجودها. ويبدأ البحث بالطرق الواجب اتباعها للتأكد من دقة موعد صلاتى الفجر و العشاء و من ثم ينتقل بالحديث عن الاجرائات الواجب اتباعها للتاكد من موعدى الشروق والغروب، وبعد ذلک يبين الاجر اء ات اللازمة لتحرى موعدى الظهر والعصر. وفى النهاية نصل الى نتيجة تفيد بأن بعض التقاويم تعانى بالفعل من أخطاء جسيمة، الا أن غالب الحال أن معظم التقاويم الرسمية صحيحة ، وأن النقد الموجه لها هو من أشخاص مخلصين وصادقين، الا أنهم لم يتبعوا الطرق الصحيحة للتأكد من دقة

المواقيت الموجودة فى التقاويم الرسمية.

الكلمات الدالة:مواقيت الصلاة، تحرى المواقيت ، تقاويم الصلاة

**How to Ensure the Accuracy of Salat Times in the Calendars**

**Mohammad Shawkat Odeh Islamic Crescent Observation Project (ICOP)**

# Abstract

**This paper shows the correct methods to verify the accuracy of the Islamic prayer times found in the official calendars, where the claim about having errors in the official calendars has been published in the media now adays and in the past. However, most of the methods used to reach this conclusion were inaccurate. Indeed, there are important procedures to follow, without which the results can,t be accepted. The paper starts by showing the procedures to follow in order to verify Fajer and Isha times, afterwards it shows the procedures for Sunrise and Sunset and lastly for Dhohor and Asr. Finally we conclude that there are some official calendars which have serious errors, where as others are accurate enough, and the attribution for these correct calendars to be wrong is from sincere and honest persons, but they didn,t follow the correct procedures to verify the accuracy of the prayer times.**

**Keyword: Prayer Times, Salat Times, Calendars, Salat Times Observation**

# المقدمة

تصدر الدول والجاليات الاسلامية تقويم اسنويا يحتوى على مواقيت الصلاة وبدايات الأشهر الهجرية، ومنذ القدم كان هناك من يشكك بصحة مواعيد الصلاة والواردة فى بعض هذه التقاويم، وقد شمل التشكيك جميع المواقيت باستثناء صلاة العصر الى حدما. ومعظم النقد الموجه لهذه التقاويم يزعم أن موعد صلاة الفجر المبين فى التقويم هو فى الواقع قبل موعده الحقيقى، وأن الظهر يؤذن فى وقت تكره الصلاة فيه، والمغرب يؤذن قبل أن تغيب الشمس أو بعد غروبها بكثير. أما العشاء فانه دائما متهم بأن موعده المبين فى التقويم متأخر عن الموعد الحقيقى.ونحاول فى هذاالبحث أن نبين ، بحيادية، الآلية العلمية الدقيقة للتأكد من دقة مواقيت الصلاة المبينة فى التقاويم.

لن يناقش هذاالبحث المسائل الفلكية أو الفقهية المتعلقة بكل وقت صلاة ، فجميعها تمت مناقشتها فى بحث طويل ومفصل[ 1]، وانما يمكن اعتبار هذا البحث مكملا لسابقه، وسنبنى كلامنا فى هذا البحث على ما اتفق عليه فى بحثنا السابق. ونرى أنه من الضرورى قراء ة البحث السابق حتى تكون مواضيع النقاش فى هذا البحث أكثر وضوحا.

بكل تأكيد هناك تقاويم رسمية تصدر من قبل جهات رسمية فى بعض الدول الاسلامية تحتوى على أخطاء واضحة وجلية فى مواقيت الصلاة، الا أن الهدف من هذا البحث هو ليس لبيان التقاويم الصحيحة من الخاطئة ، وانما الهدف هو بيان الطريقة الصحيحة التى يمكن لأى مهتم أن يتبعها حتى يتبين صحة مواقيت الصلاة الموجودة فى التقويم من عدمها. فهناك أشخاص أو هيئات مخلصة قاموا بتجارب لمعرفة دقة مواقيت الصلاة فى التقويم، وتوصلوا فى النهاية الى أن المواقيت خاطئة، الا أنه على وجه الحقيقة كانت التقاويم صحيحة وتجاربهم هم هى الخاطئة. وسبب ذلك هو عدم معرفتهم أواتباعهم لبعض الأساسيات الضرورية لتحرى الوقت الصحيح للصلاة.

# أهداف البحث

1- بيان الطرق الصحيحة الواجب اتباعها عند التأكد من دقة مواقيت الصلاة الموجودة فى التقاويم.
2- توضيح بعض الأخطاء التى يقوم بها بعض من بحثوا فى موضوع دقة مواقيت الصلاة الموجودة فى التقاويم.

## أولا: تحرى وقتى صلاة الفجر والعشاء

يحين موعد صلاة الفجر أو العشاء عندما يكون انخفاض مركز الشمس تحت الأفق بمقدار 18درجة،وبالنسبة للفجر فان هذا هو موعد الفجر الصادق الذى يسبقه ظهور الفجر الكاذب، وبالنسبة للعشاء فان هذا هو موعد اختفاء الشفق ويبقى ظاهرا فى السماء بعده ما يسمى بالعشاء الكاذب (نظير الفجر الكاذب). والفلكيون، سواء المسلمون منهم أو غير المسلمين، لم يحددوا الزاوية 18الا بعد معرفتهم وتفريقهم الجيد للفجر الكاذب،فهذه الزاوية لا توافق الفجر الكاذب كما يذكر بعض المنتقدين، فالفجر الكاذب معروف جيدا لدى الفلكيين وهو يظهر قبل الزاوية 18بكثير.
فالفجر الكاذب عبارة عن اضاء ة بيضاء باهتة تظهر فى جهة الشرق قبل طلوع الفجر الصادق على شكل مثلث كبير، قاعدته على الأفق ورأسه فى الأعلى، والفجر الصادق عبارة عن اضاء ة بيضاء تظهر بشكل معترض على كامل الأفق الشرقى، وتبدأ كاضاء ة باهتة متداخلة مع الفجر الكاذب سرعان ما تزداد ضياء ويظهر لها فى الغالب ألوان ما بين الأصفر والبرتقالى والأحمر.
بدأت المشكلة من مراقبة بعض المهتمين لموعد ظهور الفجر الصادق بأعينهم، ولاحظوا أن الاضاء ة لا تنتشر فى السماء عندما يؤذن المؤذن لصلاة الفجر.

فى أغلب التقاويم تحين صلاة الفجر ما بين الزاوية 19و 18، ونعتقد أن كلا الزاويتين صحيح كمابينا ذلك فى البحث السابق [1] مع تفضيلنا للزاوية 18. فأما بالنسبة للتقاويم التى تجعل صلاة الفجر لزاوية أو زمن أكبر من الزاوية 19درجة فعندها يكون المنتقدون على حق، الا أن هذا غير موجود الا فى دولة أو دولتين فى العالم الاسلامى مثل دولة الامارات، وانما يوجه المنتقدون اعتراضهم على الزاوية 18نفسها مستدلين بأرصاد قاموا هم بها أو سمعوها عن آخرين. وهنا تكمن المشكلة. فان لكل صلاة طريقتها الخاصة للتأكد من صحتها كما وردت فى التقويم. ونود أن نؤكد هنا أننا لا نحاول التكلف او التنطع، فديننا يسر وليس بالعسر، ولا يمكن أن يجعل الله سبحانه وتعالى بحكمته علامات مواقيت الصلاة علامات عسيرة صعبة لا تتيسر الا للندرة . أبدا. وانما نتيجة لابتعادنا عن مراقبة السماء أصبحنا نجهل حتى أبسط الأساسيات فيها، فأضحت المعلومات البسيطة بالنسبة لنا علما يستصعب الكثير منا فهمه. ومن جهة أخرى هناك فرق كبير بين التحرى لمجرد معرفة الوقت، وبين التحرى للتأكد من صحة الحسابات الفلكية والتثبت من صحت التقاويم. فأما فى الحالة الأولى فلا تكلف نفس الا وسعها، وما على الشخص الا بذل ما بوسعه لمعرفة الوقت دون تكلف وعناء. أما الحالة الثانية فهى تجربة علمية سيترتب عليها أحكام وقرارت فلا بد أن تجرى بالطريقة الصحيحة.

فيما يلى بعض الأمور الواجب التأكد منها قبل تحرى وقت صلاة الفجر أو العشاء:-

### 1- الرصد من مكان مظلم:

وهذه هى أم المشاكل. فكثير ممن اهتم بالقضية واعتقد أن الزاوية 18تجعل الآذان فى قبل وقته الحقيقى على علم بأن تحرى الفجر يجب أن يتم من مكان مظلم، بل ويؤكد أنه قام فعلا بتحرى الفجر من مكان مظلم

تـمـامـا ولـم يتبيـن لـه طـلوع الفجر الصادق الا بعد مرور فترة طويلة على الآذان. فـى الحقيقة ان مجرد شعور أو احساس الراصد أنه فى مكان مظلم لا يـعنى أنه قد كان فعلا فى مكان مظلم. فبسبب عيشنا داخل المدن وسط الاضاء ات الشديدة، فان هذا يولد عندنا شعورا أننا فى مكان مظلم بمجرد ابتـعـادنـا عـن اضـائة المدينة. فعلى سبيل المثال نقوم فى جمعية الامارات لـلـفـلـك بـالـخـروج الـى الـصـحـراء للرصد الفلكى بين الفينة والأخرى، ونـكـون فـى مـكـان صحراوى يبعد عن مدينة أبو ظبى 60كـم، ويبعد عن أقـرب اضـاء ة (اضاء ة الشارع) 40كـم، وعـلى الرغم من ذلك فان وهج مـديـنـة أبو ظبى فى السماء قوى جدا وظاهر بكل سهولة، وهو لا يؤثر على مـوعـد صـلاة الـفـجر فحسب بل قد يعيق بعض الأرصاد الفلكية العادية، وكـذلك الـحـال بـالنسبة لمخيماتنا فى الجمعية الفلكية الأردنية، اذ أننا كـنـا نخيم فى مخيم الأزرق وهى منطقة صحراوية جد رائعة، وعلى الرغم من ذلك فان اضاء ة منطقة العمرى الحدودية التى تبعد عنا 22كم كانت واضـحة جـدا. وانـنـا نتـحدث هنا عن اضاء ة مركز حدودى عادى وليس اضـاءـة مـدينة. وأذكر أثناء تصوير أحد المذنبات من مخيم الأزرق عندما كـان يـقـع فـى السماء فى نفس جهة اضاء ة مركز العمرى الحدودى، فقد أتـلـفت الاضاء ة التى ظهرت فى الصورة جمال الصورة، بحيث ظهر وهج الاضـاءـة بشـكـل مـلـمـوس فـى الصورة، على الرغم من أننا لم نكن نرى الاضاء ة بل كنا نرى وهجها فقط.

ان التبـاشيـر الأولـى لـلفجر الصادق ضعيفة جدا وهى بكل تأكيد لن تظهر وستختفى بسبب الاضاء ة الصناعية التى تسببنا نحن بها. فاذا أردنا التأكد مـن ظهـور الـفـجـر الـصادق كما وصفه لنا الرسول صلى الله عليه وسلم، يجب علينا الرصد من مكان يماثل ذلك الزمان الخالى من اضاء ة المدن،

ومن غير المنطقى أن نقول أن صلاة الفجر كانت فى عصر الرسول صلى الله عليه وسلم على الزاوية 18، وهى 15فى مدننا الكبيرة وهى 16فى القرى و 17فى المناطق شبه المظلمة. والزاوية تتغير كل سنة حسب الاضاءة. فهذا كلام لا يقبله عقل. ان لصلاة الفجر وقت واحد ومن أراد تحريه فعليه التخلص من الملوثات والعوائق الصناعية، وأولها وأهمها هى الاضاءة، فالتحرى يجب أن يتم فعلا من مكان مظلم بكل ما تعنيه الكلمة من معنى. فلقد قام أجدادنا الفلكيون اضافة لبعض الباحثين المعاصرين بتحرى هذه الأوقات بما يبعث فى نفوسنا الاطمئنان لنتائجهم، ومثال ذلك الأرصاد الليبية [4] والأردنية [3] واليمنية [7]وما ورد من ا قوال الفلكيين القدماء فى كتاب المراكشى [2]فان شككنا بنتائجهم الآن وجب علينا أن نقوم بالتحرى بظروف صحيحة وليس من داخل المدينة أو حتى من الصحراء بالقرب من قرية ذات اضاءة ملحوظة.

ولا جدوى من الرصد من الصحراء مثلا ومكان الرصد يقع بالقرب من قرية مضيئة. ولا يكفى مجرد الاحساس أن مكان الرصد مظلم بمقارنته بالمدينة مثلا، فهناك طرق علمية معروفة يمكن لأى مهتم اجراؤها بنفسه لمعرفة مستوى الاضاءة فى المكان مثل معرفة لمعان أخفت نجم يستطيع رؤيته، فمن المكان المظلم تماما يمكننا رؤية الأجرام السماوية حتى القدر 6.5[8]،فاذا قمنا برصد أخفت نجم ووجدناه من القدر 5.5مثلا فهذا يعنى أن مكان الرصد ملوث ضوئيا، وهناك العديد من الطرق الأخرى لمعرفة مدى ظلمة مكان الرصد. ومن المسائل التى يهملها البعض أن القدر الحدى (لمعان أخفت نجم يمكن رؤيته) قد يكون فى جهة من الجهات مناسب ولكنه غير مناسب فى جهة الرصد بسبب وجود اضاءة فى تلك الجهة، فأذكر أننا من مخيم الأزرق السالف ذكره عندما قمنا بقياس القدر الحدى لجهة من السماء وجدناه يزيد عن الـ 6.5ولكن

فى نفس الوقت كنا نرى فى السماء الغربية اضاء ة مدينة الأزرق و كنا نرى فـى الـجهة الـجـنـوبية تقريبا اضاء ة مركز العمرى الحدودى مع المملكة الـعـربية السـعـودية. فهذا يعنى أن السماء يجب أن تكون مظلمة تماما فى جهة الرصد التى تعنينا أيضا. ومما يثير الدهشة ما ذكر فى احدى الأبحاث العلمية، حيث يقول الباحث:

"ان اضـاءـة السـمـاء فـى مـنطقة سمت الرأس (النقطة التى تقع فوق رأس الـراصـد وهـى أقـل مـنطقة مضيئة فى السماء) بالنسبة لـ 93%من سكان الولايات المتحدة و 90%من سكان الاتحاد الأوروبى و 40%من سكان الـعـالـم هى أكثر اضاء ة من اضاء ة السماء بوجود القمر وهو بطور التربيع الاول (نـصف بدر) على ارتفاع 15درجة عـن الأفق وبدون وجود التلوث ضـوئـى، وهـذا يـعـنـى أنهـم فـى الـحـقيـقة يعيشـون دائـمـا فـى سمـاء مـقـمـرة......ووجدنا أيضا أن 80%مـن سـكـان الولايات المتحدة وثلثى سـكان الاتحاد الأوروبى وربع سكان العالم يعيشون فى سماء ملوثة ضوئيا بما يعادل وجود القمر البدر تقريبا فى أفضل المواقع الفلكية. ان الليل غير مـوجـود عـنـدهم لأن لمعان السماء بسبب التلوث الضوئى أكبر بقليل من مقدار لمعان السماء فى منطقة سمت الرأس وقت الشفق البحرى"[5].

## 2-الاتفاق أولا على ماهية الظاهرة المرصودة:

فهـل ما نريد رصده هو الغلس أم الاسفار، وما هى هيأته ولونه والجهة التى يـظهـر فيها. فبالنسبة للفجر لطالما شكلت هذه الجزئية اشكالية كبيرة مع أنهـا فـى الـواقع بسيطة جدا. فالمعمول به الآن فى جميع الدول الاسلامية هـو أن الفجر يحين عند الغلس وليس الاسفار، وعلى هذا سار جل علمائنا مـن مـوقتيـن وفـلـكييـن مـنـذ القدم، وبناء عليـه حددوا الزاوية 18كبداية لـلـفـجـر، فـلا يـصح أن يأتى شخص ويعترض على الزاوية 18لأن رأيه أن الـفجر يحين عند الاسفار أو عندما يتبين الفجر بشكل واضح للجميع. فالخلاف فـى الـحقيقة عند هذا الشخص شرعى وليس فلكى، فهو يرى أن الفجر لا يحين

بمجرد بزوغ أول خيط من الفجر الصادق، بل لا بد أن تنتشر و تتبين هذه الاضاءة بشكل جيد. وبالتالى لا يصح الاعتراض على الزاوية 18من هذا المنطلق، فلم يقل أحد أن الزاوية 18هى للاسفار، بل هى للغلس.

شكلت هذه النقطة مشكلة لمن لا يلم بالمسألة بشكل جيد، فنسمع تارة عن مجموعة خرجت الى الصحراء على حد قولها وراقبت الفجر ثم ذكرت لنا أن الفجر لم يتبين الا على الزاوية 14مثلا. فعندما يقرأ شخص غير متخصص هذه النتائج فانه سيتأثر، خاصة ان كان للمجموعة أو الشخص الذى قام بالرصد مكانة بين المسلمين. فكون الراصد ذو خبرة بالمجال الفقهى أو الشرعى لا يعنى بالضرورة أن يكون ملما تمام بالأمور الفلكية التى تخالط المسألة، ولا يعنى ردنا لرصده عدم احترامه أو الانتقاص منه، فقد يكون فعلا فى الصحراء ولكن المنطقة ليست حالكة الظلام، وقد يكون رأيه الفقهى هو أن صلاة الفجر تحين عند انتشار وتبين الاضاءة بشكل واضح. طبعا لا مانع ولا اعتراض على هذا الرأى، ولكن هل وضح الراصد رأيه الفقهى للناس قبل أن يعطى حكمه؟ وهل فهم المستمع معنى هذا الكلام جيدا؟ فى الحقيقة ان مناقشة موضوع حساس مثل دقة مواقيت الصلاة لا يتأتى من خلال نقاشه فى المنتديات أو حتى بين بعض المخلصين ولكنهم غير متقنين لدقائق هذه المسألة فهذه مسائل تناقش فى ندوات أو مؤتمرات علمية يحضرها المتخصصون من أكثر من طرف.

والكلام نفسه ينطبق على صلاة العشاء مع تعقيد أكبر بكثير بالنسبة للعشاء نتيجة لاختلاف الآراء الفقهية حول بداية صلاة العشاء فهل تبدأ صلاة العشاء باختفاء الشفق الأحمر أم الأبيض؟وما هو الشفق الأحمر اصلا؟ و لسنا هنا بصدد شرح هذه المفاهيم التى بيناها بالتفصيل فى البحث السابق [1]، وانما نؤكد هنا على اهمية الاتفاق على ماهية الشئ المرصود، والأهم من ذلك هو بيان ذلك للقراء عند نشر النتيجة، فلا

يصح التصريح ان الباحث وجد ان صلاة الفجر تحين على الزاوية 13مثلا دون ان يفهمنا الباحث ما هو المفهوم الشرعی الذی اعتمده لصلاة الفجر، و ينطبق على العشاء نفس الكلام، فهل اعتمد الراصد الشفق الاحمر ام الابيض؟ وما هو الشفق الاحمر الذی اعتمده؟ هل هو اللون الأحمر أم شیء آخر؟

فالسماء بعض الغروب على الأغلب تكتسی بألوان مختلفة غالبا ما تبدأ بالأحمر ومن ثم البرتقالی والأصفر وآخرها تكون اضاء ة بيضاء خفيفة، وبعد اختفاء جميع هذه الاضاء ة من الشفق لا يبقى فی جهة الغرب الا اضاءة بيضاء باهتة هی العشاء الكاذب، وهی نظير الفجر الكاذب، واننا نری كما بينا فی البحث المطول أن جميع اضاء ة الشفق التی تبدأ غالبا بالاحمرو تنتهی بالابيض هی الشفق الاحمر و ان الاضاء ة البيضاء الباهتة التی تبقی بعد ذلک هی الشفق الأبيض، والواقع المعتمد فی الدول الاسلامية يؤيد مثل هذا الطرح.

**3-الرصد فی ليالی غير مقمرة أثناء الرصد مهما كان طور القمر وجهته:**

من أشد ما أدهشنی فی هذا الموضوع هو ما قاله لی أحد الزملاء الفلكيين عندما كان يشرح لی الطريقة التی كانوا يرصدون بها الفجر الصادق ضمن حملة رسمية شكلتها الدولة للتحقق من دقة موعد صلاة الفجر فی التقويم، وكان هو رئيس الحملة. فقال لی أنهم كانوا يواجهون صعوبة فی التفريق بين الفجر الكاذب والفجر الصادق لتداخلهما، وهذا شیء طبيعی ومعروف، وانما الذی أدهشنی هو متابعته للشرح وقوله أنه ولتلافی هذه المشكلة قرروا الرصد فی ليالی مقمرة حتى تطغی اضاء ة القمر على ضوء الفجر الكاذب و تحل المشكلة . للوهلة الأولى لم أصدق ما كنت أسمع. فاضاءة القمر تلک ستحجب اضاء ة الفجر الصادق الأولى أيضا، فلا عجب أن خرجت هذه الدراسة فی النهاية بنتيجة تدل على أن الزاوية

18للفجر تعتبر مبكرة، واقترحوا زاوية أقل من ذلك. فى الحقيقة انه من البديهى ومن الضرورى الرصد فى ليالى مظلمة خالية من اضاء ة القمر تماما وقت الرصد.

**4- عدم استخدام أى نوع من أنواع الاضاء ة أثناء الرصد:**

مثل المصباح اليدوى أو ضوء ساعة اليد أو حتى ضوء السيجارة، فأذكر أثناء رصدنا للشهب من الصحراء الأردنية حيث تعتبر الاضاء ة عدوا كبيرا لرصدنا، كنا قد طلبنا من المدخنين اطفاء السيجارة أو الابتعاد عن الراصدين، وهذه ليست مجرد مبالغات، بل هى أمور لمسناها عمليا ومذكورة فى الأبحاث العلمية، وتتلخص بالتالى :ان الذى يحدد كمية الاضاء ة الداخلة الى العين هو قطر البؤبؤ، فأثناء النهار يكون قطر البؤبؤ ما بين 1.5-2مم وفى الأماكن المظلمة تماما يكون ما بين 7-8مم [9]، ولذلك نلاحظ عندما نطفىء المصباح قبل النوم أننا فى اللحظات الأولى لا نرى شيئا داخل الغرفة، وبمرور الوقت ومع اتساع البؤبؤ شيئا شيئا نبدأ رؤية بعض الأجسام وبعد عدة دقائق نرى كل شيء بوضوح تقريبا، فالبؤبؤ يحتاج الى وقت حتى يتسع ويستقبل الاضاء ة المخافتة، والكلام نفسه ينطبق على الرصد الفلكى من الأماكن المظلمة ، وبعد أن يصل البؤبؤ الى قطر 7-8مم فى مكان رصدنا المظلم فان أى اضاء ة مفاجئة ستقلص البؤبؤ، وسيحتاج البؤبؤ الى فترة زمنية تتراوح بين 20الى 30دقيقة ليعود الى التأقلم الليلى الكامل [10]و خلال هذه الفترة لن نرى الأجرام السماوية الخافتة جدا و منها اضاءة الفجر الأولى، وهذا يعنى أن كل اضاء ة مصباح واحدة تؤثر على نتيجة الرصد لمدة 20-30دقيقة. وفى الواقع قلما يتنبه الراصدون لهذه الحقيقة. وبشكل غير مقصود يتعرضون لاضاء ة يظنون أنها لا تؤثر على رؤيتهم لأول الفجر، وذلك مثل النظر الى

الساعة أو الأداة المستخدمة للتوقيت، أو أى مصدر ضوئى ولو مؤقت أو صغير. وما نسرده فى هذه الجزئية ليس مجرد افتراضات أو نظريات بل هى أمور علمية معروفة وقد لمسناها فعلا أثناء الرصد الفلكى من الصحراء.

## 5- الرصد من مكان مكشوف الأفق:

فلا يصلح الرصد من مكان أفقه مغطى بالمرتفعات أو الجبال، اذ أن أول اضاءة الفجر تظهر على الأفق. والرصد من مكان أفقه الشرقى فيه مرتفاعات مثلا سيؤخر رؤيتنا الأولى للفجر الصادق. وسيتضح هذا الأمر بشكل أوضح فى حديثنا التالى عن توقيت غروب الشمس.

## 6-الاعتماد على نقد لدولة أخرى أو كلام قديم زال مسوغه:

وهذه قد تكون من أكبر الاشكاليات، فقد لاحظنا فى غير موضع استشهاد أحد النقاد بكلام فلكى أو فقيه من دولة أخرى. وهذالا يصح، فقد يكون كلام الفلكى أو الفقهى فى نقد الطريقة المعتمدة فى بلده فى مكانه وأن حساب موعد الصلاة فى بلده مبكر فعلا أو غير صحيح، الا أن هذا لا يجب تعميمه على بقية بلاد المسلمين. وبالمثل نجد من يستشهد بكلام عالم له قدره الا أن كلامه قد قيل قبل عشرات أو مئات السنين، ولا نعلم الآن ما كان متبعا فى زمانه لنتبين فعلا هل ما زال كلامه ينطبق على واقعنا الآن أم لا، ونجد أن هذه الاشكالية منتشرة بشكل كبير عند الاستشهاد بأقوال بعض القدماء المنتقدين موعد صلاة الفجر المبكر، ويستخدم هذا الاستشهاد من يتبنى فكرة أن الزاوية 18للفجر تعتبر مبكرة. فقبل الاستشهاد بقول الغير لا بد من معرفة واقعه، فقد يكون صحيحا أن المؤذن كان يرفع الآذان فى ذلك الوقت فى تلك المنطقة قبل موعده الفعلى.

ومن ضمن الاشكاليات الحاصلة فى هذه الاطار، هو الاستشهاد بآراء قديمة تركها أصحابها، أو الاعتماد على اشاعات يعتقدها البعض حقائق.

مثل أن جمعية شمال أمريكا الاسلامية (اسنا) تعتمد الزاوية 15 للفجر والعشاء، مع أنها فى الحقيقة تعتمد الزاوية 18، وقد تأكدنا من ذلك بعد مراسلة أكثر من شخصية رسمية فى الجمعية ومنها الرئيس، وعرضنا ردهم فى البحث المطول [ 1]. وكذلك الاعتماد على ما هو مكتوب فى بعض مواقع الانترنت، فعلى سبيل المثال يعتبر موقع Moonsightind.com من أشد المناهضين للزاوية 18 الا أن صاحب الموقع صرح مؤخرا وبالتحديد يوم 21 تشرين أول/أكتوبر 2011م برسالة مكتوبة [ 6] أنه يرى أن الزاوية 18 صحيحة للمناطق الاستوائية والقريبة منها لغاية 20 درجة. اننا لا نوافقه الرأى أنها صحيحة فقط حتى تلك المناطق، وانما الشاهد من سردنا لقوله أنه قد غير رأيه وعلى من يقتبسون من موقعه الالتفات الى ذلك.

## ثانيا: تحرى وقت صلاة المغرب وموعد شروق الشمس

سنركز كلامنا فيما يلى على الاجراءات الواجب اتخاذها عند المقارنة بين موعد غروب الشمسى الفعلى والموعد الموجد فى التقويم. والكلام نفسه ينطبق على موعد شروق الشمس.

خلافا لظاهرة الفجر والشفق فان غروب الشمس ظاهرة يمكن رؤيتها وتوقيتها لأقرب ثانية، وفضلا على ذلك فان موعد صلاة المغرب مرتبط بافطار الصائم اضافة الى كونه موعدا لأول صلاة المغرب، والصائم بشكل عام يفطر فور سماعه لأول كلمة من الآذان. وهذا يعنى أن فارقا أو خطأ بمقدار ثوانى بسيطة فى تحديد موعد غروب الشمس سيكون له أثر ملموس. وهذا يعنى من جهة أخرى أن الخطأ البسيط فى توقيت غروب الشمس لا يمكن التغاضى عنه، وفيما يلى بعض الأمور الواجب الالتفات لها من قبل راصد يرغب مقارنة موعد غروب الشمس الفعلى مع ما هو

مكتوب فى التقويم.

## 1- الرصد من مكان أفقه الغربى بحر:

فى حين أن الاضاءة هى المحك لتحرى دقة صلاة الفجر فى التقويم، فلا يصح التحرى الا من مكان مظلم تماما بدون اضاءة القمر أو استخدام أى اضاءة بسيطة مثل اضائة المصباح، فان المحك والعامل الأساسى لتحرى موعد غروب الشمس هو ضمان أن الأفق الغربى مكشوف، فلا يصح التحرى من مكان لا نعرف على وجه الدقة طبيعة أفقه الغربى، فقد يكون ارتفاع افقنا الغربى أعلى من ارتفاعنا كأن تكون المنطقة التى أمامنا عبارة عن هضبة ترتفع بوتيرة بسيطة لا نلحظها فنعتقد أنها على نفس ارتفاعنا، الا أن ارتفاعها على أرض الواقع أكبر منا. وحقيقة أن الأفق الغربى أعلى من الراصد تعنى ببساطة أن الشمس ستختفى فعليا قبل موعد غروبها الحقيقى. ولا يعنينا فى هذا المقام مناقشة هل يعتبر هذا الاختفاء غروبا أم مجرد اختفاء، فموضوع نقاشنا الآن هو الطريقة الصحيحة لمقارنة موعد غروب الشمس الفعلى مع التقويم. وحتى تكون المقارنة دقيقة لا بد أن نعرف الأسس الصحيحة أولا.

وكما هو الحال فى تحرى موعد صلاة الفجر بالنسبة لشعور الراصد أنه فى مكان مظلم لمجرد خروجه من المدينة مع أنه فى الحقيقة فى مكان ملوث ضوئيا، أيضا يعيد الكلام نفسه عن شعور الراصد أن المنطقة التى أمامه ليست مرتفعة وأن أفقه مناسب، فأذكر ذات مرة عندما كنا نتحرى هلال شهر جمادى الأخرة عام 1420ه من جبل المراجم فى منطقة جبال الشراه فى الاردن، حيث كنت اتحرى الهلال مع صديق لى و هو احد الخبراء الفلكيين المشهود لهم بالخبرة مكان ارتفاعنا عن سطح البحر 1646متر، وكان أمامنا جبل يسمى جبل هارون، وبالنظر الى خريطة

طبوغرافية كانت معنا علمت أن ارتفاع الجبل هو 1300متر، وقد تعجبت لأن انطباعى كان أننا وجبل هارون على نفس الارتفاع، فما كان منى الا أن سألت زميلى عن تقديره عن ارتفاع ذلك الجبل، فتفاجأت بقوله أنه يظن أن ذلك الجبل أعلى منا. هكذا بدا له الأمر.

الشاهد من القصة أنه لا يمكن الاعتماد على النظر للحكم على مسألة حساسة كهذه. وقد ناقشنى مرة أحد من تحرى غروب الشمس، وهو ممن يعتقدون أن الحسابات الفلكية غير دقيقة أصلا،واحدى حججه أنه رصد غروب الشمس بنفسه ووجد فارقا يبلغ عدة دقائق. طبعا عندما سألته عن المكان الذى رصد منه أجاب أنه كان من الصحراء. و كأن كلمة صحراء هى كلمة السر لقبول أى رصد فلكى. صحيح أن الصحراء من أفضل المناطق للرصد الفلكى بشكل عام لانها مظلمة، ولكنها فى كثير من الاحيان تعتبر من اسوإ الاماكن لارصاد معينة أخرى، مثل تحرى الهلال بسبب الغبار. كما أن مجرد كلمة صحراء لا يضفى أى صبغة أو أهمية على تحرى أى موعد من مواعيد الصلاة. فصلاة المغرب بالذات لا تتأثر لو تم تحريها حتى من وسط المدينة. فهى لا تتأثر باضاء ة المدينة. وانما العامل الأساس هو ضمان أن الأفق الغربى مكشوف غير مغطى بجبال أو مرتفعات أو هضبات. فحتى أصغر المرتفعات التى لا نلحظها بالعين قد تخفى الشمس قبل موعد غروبها الفعلى بدقائق قد تزيد عن 5أحياناً. وبالطبع لا يمكن ضمان الأفق المكشوف الا اذا كان بحرا، فاليابسة لا يمكن التأكد من ارتفاع أفقها الا بالعودة الا الخرائط، وحتى باستخدام الخرائط، يصعب أن نجد منطقة تكون مستوية تماما بحيث يكون ارتفاع الراصد وأفقه متساويين، ومن هنا نرى ضرورة أن يتم تحرى موعد صلاة المغرب من منطقة يكون الراصد فيها واقفا على البحر وتغيب الشمس أمامه خلف البحر. بالطبع قد لا توجد مثل هذا المناطق فى بعض الدول،

فان كان ولا بد فعلى الراصد أن ينتبه لهذه الحقيقة ويأخذها بعين الاعتبار، وذلك من حلال الرجوع الى الخرائط، ومعرفة ارتفاعه وارتفاع المنطقة التى ستغيب خلفها الشمس، ويعدل لذلك.

## 2- الارتفاع عن سطح البحر:

ذكرنا فى النقطة السابقة ضرورة أن يكون الأفق الغربى مكشوفا، وفضلنا أن يكون الراصد واقفا على الشاطىء يراقب غروب الشمس خلف البحر، الا أن المفاجاة هنا أن هذا الراصد لا يمكن اعتباره واقفاً على سطح البحر. فعينه كمتوسط تقع على ارتفاع 1.5متر فوق مستوى سطح البحر، وهذا بكل تاكيد له تأثير ملموس. ويبين الجدول (1)مقدار تأخر غروب الشمس نتيجة للارتفاع عن سطح البحر بالنسبة لارتفاعات مختلفة وخطوط عرض جغرافية مختلفة.

جدول(1):الفرق الزمنى فى غروب الشمس بين مستوى سطح البحر وارتفاع عين الراصد بالأمتار، وذلك لمختلف خطوط العرض بالنسبة لفصل الصيف. الرقم الأيمن ثواني والرقم الأيسر دقائق.

| خط العرض | متر واحد | 10م | 100م | 500م | 1000م | 2000م | 11000م |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| 0 | 00:10 | 00:30 | 01:33 | 03:27 | 04:53 | 06:54 | 16:10 |
| 30 | 00:11 | 00:35 | 01:51 | 04:08 | 05:52 | 08:18 | 19:36 |
| 45 | 00:14 | 00:46 | 02:27 | 05:30 | 07:48 | 11:05 | 26:29 |
| 60 | 00:30 | 01:35 | 05:01 | 11:26 | 16:24 | 23:42 | 63:42 |

نلاحظ من الجدول أنه لو كانت عين الراصد تقع على ارتفاع متر واحد فقط فوق سطح البحر وذلك من منطقة خط عرضها 30درجة وهى مناطق شمال الجزيرة العربية، فان الشمس ستتأخر فى الغروب بمقدار 11ثانية. وتجدر الاشارة الى أن العلاقة بين الارتفاع وتأخر الغروب ليست خطية، فهى تكون كبيرة فى البدايات وتزداد بوتيرة أقل حدة بعد

ذلك. ولا تكمن أهمية استخدام هذا الجدول بالنسبة للراصد الواقف على سطح البحر فحسب، بل ا هميته الأكبر هى بالنسبة لراصد يتحرى موعد غروب الشمس من منطقة ارتفاعها 1500متر مثلا وأفقه ارتفاعه 500متر، فى هذه الحالة فان ارتفاعه الظاهرى هو 1000متر فقط، فاذا افترضنا أن الراصد موجود على خط الاستواء فان هذا يعنى أن الشمس ستختفى خلف أفقه بعد 4دقائق و 53ثانية مما لو كان على سطح البحر.

## 3- الاحداثيات الجغرافية لمكان الحسابات فى التقويم:

قد يعترض أحدهم على موعد صلاة المغرب فى التقويم كونه متأخرا مثلا، ويقوم بتحرى غروب الشمس فى يوم ما ويلاحظ أن الشمس قد غابت غروبا حقيقيا قبل موعد صلاة المغرب فى التقويم بوقت لا بأس به مثل دقيقتين أو ثلاثة مثلا. فى الحقيقة قد تكون هذه الملاحظة فى مكانها، ولكن علينا أن لا ننسى أن تقويم المدينة يعد لمدينة بأكملها، وقد تكون هذه المدينة متسعة وممتدة، بل قد تتبع هذه المدينة بعض المناطق المجاورة، كأن تكون هناک مدينة أو قرية تقع الى الغرب من المدينة الرئيسية، فلا يمكن من ناحية فصل المدينتين لاتصالهما، ولا يمكن أيضا حساب موعد المغرب لوسط أو شرق المدينةِ ، مما يجبر معدى التقويم على حساب موعد غروب الشمس بالنسبة لغرب المدينة لضمان عدم رفع آذان المغرب والشمس ما زالت ظاهرة فوق الأفق فى أى جزء من المدينة. طبعا هذا سيؤدى الى أن يلاحظ القاطنون شرق المدينة أن الآذان قد يتأخر بعد الدقائق، ولكن كما وضحنا أن واقع الحال هو الذى فرض علينا هذه النتيجة. والحل الوحيد لتلافى هذه المشكلة هو عدم اصدار تقويم موحد لجميع المدينة وترک الموضوع مرتبط بالمؤذنين مباشرة بحيث يؤذن كل مسجد لصلاة المغرب حسبما يرى هو ذلک بعينه. فى

الحقيقة ان هذا الطرح الذى يقدمه البعض له سلبيات أكبر بكثير من الحل الأول القائل بتوحيد المدينة. فترك الأمر لكل مسجد ليؤذن بمفرده سيؤدى الى فوارق داخل المدينة الواحدة أكبر من ذلك الفارق الناتج عن توحيد المدينة. وذلك نتيجة لعدم وجود ضمان يؤكد أن ساعات المؤذنين كلها صحيحة، ولأن رؤية غروب الشمس قد لا تتيسر فى العديد من الأماكن نتيجة لوجود المرتفعات أو البنايات.على كل حال اننا لسنا هنا بصدد مناقشة هذه الجزئية، بقدر ما يعنينا أن الراصد عليه أن يتنبه لهذه الحقيقة، فعندما يقارن موعد غروب الشمس مع ما هو مبين فى التقويم، عليه أن يجرى التجربة من نفس المكان الذى يحسب له التقويم موعد غروب الشمس، وان كان الاعتراض موجها للمكان نفسه، فهذه مسألة خارجة عن موضوع بحثنا الآن.

### 4- ضبط ساعة الراصد:

لا يمكن اجراء أى نوع من أنواع تحرى دقة مواعيد الصلاة من دون ضبط دقيق لساعة الراصد، وهذه مسألة قد تبدو ثانوية للوهلة الأولى، الا أنها أساسية جدا بالنسبة لموعد صلاة المغرب الذى كما بينا سابقا تكون للثانية الواحدة أهمية. فقبل الخروج للرصد لا بد أن يضبط الراصد ساعته على الوقت الصحيح، وهذه المسألة قد لا تكون سهلة أحيانا، فلا يمكن ضمان دقة اشارات الوقت التى تبثها الاذاعات أو قنوات التلفاز، وبالنسبة للفلكيين هناك طرق عدة لمعرفة الوقت الصحيح بدقة عالية جدا، الا أن هذا قد يصعب على المهتمين من عامة الناس، وقد تكون أكثر الطرق سهولة لضبط الوقت هى ضبطه على ساعة مرصد البحرية الأمريكية على موقعها على شبكة الانترت، وهى الجهة الفلكية العالمية المسؤولة عن الوقت، وبالطبع يأخذ الموقع بعين الاعتبار الوقت اللازم لنقل المعلومات من ساعة المرصد الى

شاشة المستخدم عن طريق شبكة الانترنت، وذلك على الموقع التالى :

(http://tycho.usno.navy.mil/simpletime.html)

. والأفضل من ذلك هو الحصول على الوقت الصحيح من خلال جهاز تحديد المواقع الـGPSاذ أنه يأخذ الوقت مباشرة من الأقمار الصناعية.

## 5- درجة الحرارة والضغط الجوى:

يتأثر موعد غروب الشمس بمقدار انكسار أشعة الشمس فى الغلاف الجوى، ومقدار الانكسار بدوره يتأثر بدرجة الحرارة والضغط الجوى. فعند حساب مواقيت الصلاة يفترض الحاسب قيما معينة لدرجة الحرارة والضغط الجوى، وهذه القيم ستعطيه مقدارا معينا للانكسار وبالتالى يحسب موعد آذان المغرب بناء على قيمة الانكسار هذه، ولو تغيرت درجة الحرارة أو الضغط الجوى وقت غروب الشمس عن القيمة المفترضة فى الحسابات (وهى فى الغالب ستكون مختلفة عن القيم المفترضة)، فان موعد غروب الشمس سيتغير بمقدار معين سواء بالتقديم أو بالتأخير. والجدول (2) يبين مقدار التغير فى موعد غروب الشمس اذا تغيرت درجة الحرارة بمقادير مختلفة عن تلك المفترضة، وذلك لعدة خطوط عرض جغرافية وفى فصل الصيف. والجدول (3) يبين الفرق باختلاف الضغط الجوى.

جدول(2):الفرق الزمنى بالثوانى فى غروب الشمس عند اختلاف درجة الحرارة الفعلية وقت الغروب عن تلك المفترضة فى الحسابات. سنفرض أن درجة الحرارة الأولية كانت 10درجات مئوية، وأن فرق درجة الحرارةبالموجب، وذلك لمختلف خطوط العرض بالنسبة لفصل الصيف

| خط العرض | 5درجات | 10درجات | 15درجة | 20درجة | 25درجة | 30درجة | 35درجة |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| 0 | 02- | 05- | 07- | 10- | 12- | 14- | 16- |
| 30 | 03- | 06- | 09- | 12- | 14- | 17- | 20- |

| 45 | -04 | -08 | -12 | -16 | -20 | -23 | -26 |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| 60 | -08 | -16 | -24 | -32 | -39 | -46 | -53 |

يتبين لنا من الجدول( 1)أن غـروب الشمس بالنسبة لمنطقة تقع على خط عرض 30درجة شـمـال (شمال الجزيرة العربية) اذا كانت درجة الحرارة وقت الغروب 45درجة مئوية يحدث قبل 20ثانية من موعد الغروب لو تم حسـابه على افتراض أن درجة الحرارة وقت الغروب ستكون 10درجات مئوية. ويكون الفرق مقارباً لذلك المبين فى الجدول ولكن بالموجب لو كانت درجة الحرارة وقت الغروب أقل من تلك المفترضة.

جدول(3):الفـرق الـزمـنى بالثوانى فى غروب الشمس عند اختلاف قيم الـضغط الجوى الفعلية وقت الغروب عن تلك المفترضة فى الحسابات، وسنفرض أن الضغط الجوى الأولى كان 1010ملبار، وهو الضغط الجوى الـمـعيـارى بـالـنسبة لسـطـح الـبـحـر، وأن فرق الضغط الجوى بالسالب، وذلك لمختلف خطوط العرض بالنسبة لفصل الصيف. الارتفاع بالأمتار الـمبيـن تـحـت كل فرق ضغط جوى فى الجدول يبين ارتفاع المنطقة عن سطح البحر التى يمثل هذا الفرق بالضغط الجوى القيمة المعيارية للضغط الجوى لذلك الارتفاع.

| خـــــط العرض | 20ملبار 160متر | 40 ملبار 320متر | 60ملبار 480متر | 80ملبار 640متر | 100ملبار 800متر | 120ملبار 960متر | 140ملبار 1120متر |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| 0 | -03 | -06 | -09 | -12 | -14 | -17 | -20 |
| 30 | -04 | -07 | -11 | -14 | -18 | -21 | -25 |
| 45 | -05 | -10 | -14 | -19 | -24 | -28 | -33 |
| -60 | -10 | -19 | -29 | -38 | -47 | -57 | -66 |

ان مـعـظـم مـعدى التقاويم يستخدمون للانكسار قيمة واحدة ثابتة لجميع المناطق وهى 34دقيقة قوسية أى 0.56667درجة (قرابة النصف درجة). وقيمة الانكسار هذه صحيحة عند درجة حرارة تساوى 10درجات مئوية

وضغط جوى يساوى 1010ملبار . ان قيمة 1010ملبار هى القيمة المعيارية للضغط الجوى بالنسبة للمناطق الواقعة على سطح البحر، الا أن الضغط الجوى ينخفض كمعدل بمقدار واحد ملبار كلما ارتفعنا 8أمتار عن سطح البحر، وهذا يعنى أن قيمة الضغط الجوى المعيارية بالنسبة لمنطقة تقع على ارتفاع 800متر فوق سطح البحر تقل بمقدار 100ملبار عن تلك لسطح البحر، وهذا يساوى 910ملبار، وبالنسبة للمناطق الواقعة على خط عرض 30درجة شمالا فان هذا الفرق فى قيمة الضغط الجوى فى فصل الصيف يجعل غروب الشمس يحدث قبل 18ثانية من موعد غروب الشمس لو اعتمدنا قيمة للضغط الجوى تساوى 1010ملبار. صحيح أن هذا الفرق قد لا يبدو كبيرا، ولكن اجتماع الفرق فى الضغط الجوى مع الفرق فى درجة الحرارة قد يصبح ملموسا. فلو افترضنا أن قيمة الضغط الجوى عند خط عرض 30درجة كان وقت غروب الشمس يساوى 910ملبار بدلا من 1010ملبار وأن درجة الحرارة كانت 35درجة مئوية بدلا من 10درجات مئوية، فان غروب الشمس سيحدث فعليا قبل 32ثانية مما لو اعتمدنا القيم لامعيارية للضغط الجوى ودرجة الحرارة على سطح البحر. الا أن المطمئن أن هذه التغيرات ستبكر غروب الشمس ولن تأخره، مما يجعل فى ذلك تمكينا اضافيا لموعد صلاة المغرب فى التقويم، واننا لسنا هنا بصدد تقيم هذا التمكين الاضافى بقدر ما يعنينا أثر هذه التغيرات.

## ثالثا:تحرى وقتى صلاة الظهر والعصر

لا يوجد الكثير لقوله فيما يتعلق بتوقيت موعدى صلاة الظهر والعصر ، فالخلاف أو الاعتراض فيهما يكاد يكون معدما، فالخلاف فى صلاة الظهر هو فى تعريف ماهية الزوال، فهل يحين بمجرد عبور مركز الشمس لخط

الزوال، أم عند اكتمال عبور جميع القرص أم بعد العبور بفترة معينة. وعلى أى حال، أيا كان المطلوب شرعيا، فان هذه الجزئية تحديدا خارج اطار اهتمامنا فى هذا البحث وقد تم نقاشها فى البحث السابق المفصل [1]، وانما نكتفى هنا بالاشارة الى أن المقارن لوقت الظهر أو العصر على أرض الواقع مع التقويم يجب أن يتأكد من ضبط ساعته وأن يراعى فرق الاحداثيات الجغرافية بينه وبين التقويم، وان كان كلا هذين العاملين ليس لهما تأثيرا ملموسا الا ان كان الفرق فيهما كبيرا، كأن يكون فى ساعة الراصد خطأ بمقدار 5دقائق مثلا. ويبقى أن نشير الى ماهية الطريقة المستخدمة لمعرفة وقت الزوال؟ فمن خلال الاحاديث يتبين لنا بوضوح أن موعد صلاة الظهر يحين عند زوال الشمس، ولكن ما هى الطريقة التى سنستخدمها لنتاكد أن الشمس قد زالت؟ فى الحقيقة هناك تجربتين يمكن عملها بهذا الصدد، وهما:=

1- ان نقوم بقياس فطول ظل شاخص ما، فطالما أن طول الظل ينقص فان هذا يعنى أننا لم نصل الى الزوال بعد، وفى اللحظة التى نلاحظ فيها أن طول الظل قد أخذ بالازدياد فقد وصلنا الى الزوال.

2- أن نراقب ظل الشمس، وعندما نلاحظ أن ظل الشمس قد انحرف من جهة الغرب الى جهة الشرق (تعدى خط الشمال تماما) فان هذا يعنى أن الشمس قد زالت ومالت عن وسط السماء. بمعنى أن وقت الظهر يحين عندما يعبر ظل المزولة خط الشمال الجغرافى الحقيقى المرسوم على المزولة.

ان المستخدم للطريقة الأولى قد يحتاج الى قرابة دقيقتين (تزيد أو تنقص قليلا اعتمادا على الفصل من السنة وخط العرض الجغرافى)حتى يلاحظ بعينه المجردة ازدياد طول الظل بعد عبور مركز الشمس لخط الزوال، ومن هذا نادى أصحاب هذه التجربة أن الآذان الحالى يقع فى وقت

الكراهة، ولا بد من تأخيره لدقيقتين على أقل تقدير.

أما المستخدم للطريقة الثانية فسيلاحظ ميل الشمس عن وسط المساء فور عبور مركزها لخط الزوال دون الانتظار لأى وقت، وبميلان الظل نحو جهة الشرق تحقيق لزوال الشمس عن وسط السماء، ومن هنا نادى أصحاب أو أنصار هذه الطريقة برفع الآذان فور عبور مركز الشمس لخط الزوال.

لا يعنينا فى هذا البحث التفصيل اكثر فى حجج كل فريق وأيهما نعتقد أنه على صواب، فبقدر ما يعنينا بيان حقيقة هذا الاختلاف وضرورة معرفته قبل انتقاد موعد صلاة الظهر الموجود فى التقويم.

وأما صلاة العصر فلم نسمع أن أحدا شكك فى طريقة حسابها، عدا طبعا الخلاف الشرعى المعروف.

## الاستنتاجات

1- تعانى بعض التقاويم الرسمية فى العالم الاسلامى من أخطاء فعليه وملموسة فى بعض مواقيت الصلاة، الا أن هذا موجود فى دول قليلة.

2- ان معظم النقد الذى نقرأه سواء على شبكة الانترنت أو من خلال الصحف مبنى على أرصاد ينتابها الكثير من الاشكاليات. فلا يمكن التشكيك بمواقيت الصلاة الموجودة فى التقاويم الا بعد معرفة التفاصيل الشرعية والفلكية المرتبطة بكل صلاة.

3 لا يمكن ادعاء خطأ التقويم من خلال تجربة أو رصد لم يجر ضمن الأطر العلمية الصحيحة للتجربة العلمية. فلا يصح الحكم على تقديم موعد صلاة الفجر فى التقويم بناء على رصد تم من مكان ملوث ضوئيا مثلا.

4- ان شعور الراصد أنه فى مكان مظلم غير كاف لجعل هذه المعلومة حقيقة. فتحديد مدى ظلمة السماء له طرق علمية معروفة.

5- لا يصح ادخال الجوانب الشرعية لتكون طرفا فى الحكم على خطأ

الحسابات الفلكية، فالاعتراض فى هذه الحالة هو على الرأى الفقهى المتعمد وليس على طريقة الحسابات، فمن رأى أن الزاوية 18 للفجر مبكرة لأن الاضاءة لا تكون منتشرة بشكل واضح هو فى الحقيقة لا يعترض على الزاوية 18 بقدر ما يعترض على الرأى الفقهى المعتمد رسميا فى الدولة أن الفجر يحين عند بداية الغلس.

6- لا يصح رصد غروب الشمس من منطقة لا نعرف بالضبط حال أفقها، ومن ثم نشكك بالتقويم ان غابت الشمس قبل أو بعد التقويم، فضبط الساعة وتحديد الموقع والرصد من مكان أفقه الغربى بحر أو على الأقل معروف الارتفاع بشكل قطعى أمور لا مفر منها.

7- ان الاجر اء ات المذكورة فى هذا البحث ليست الاجر اء ات التى نرى أنه من الواجب اتباعها لمعرفة مواقيت الصلاة، ففى ذلك تكلف ومشقة على الناس، وانما يجب اتباع هذه الاجراء ات من الفرق العلمية أو المهتمين الشرعيين الذين يرغبون معرفة دقة التقويم الرسمى فى الدولة. فما هو معتمد فى معظم تقاويم العالم الاسلامى هو نتاج أرصاد قام بها أجدادنا العلماء المسلمون عبر تجارب وأرصاد فلكية نفخر بها أمام الأمم الأخرى، فلا يصح الآن تهميش هذه الأعمال واهمالها لمجرد تجربة لم نقم بها بالشكل العلمى الصحيح.

8- ان نقاش هذه المسائل لا يتم عبر المنتديات والصحف من قبل أناس غير متخصصين فى هذه المسألة ولو كانوا مخلصين، فمجرد التخصص أو المعرفة الشرعية أو الفلكية لوحدها لا يكفى للخوض فى هذه المسألة فى أدق تفاصيلها، ولا يفهم من كلامنا أنه لا بد أن يكون المناقش عالما فى الفلك وفقيها فى الدين، وانما عليه أن يكون ملما بأساسيات فلكية وشرعية حول مواقيت الصلاة كان يعرفها أجدادنا بالفطرة، وأضحت الآن منسية ولا يعرفها الا المتخصصون أو المهتمون فى علم الفلك الشرعى.

# المراجع

1- اشكاليات فلكية وفقهية حول تحديد مواقيت الصلاة، محمد شوكت عودة، كتاب أعمال مؤتمر الامارات الفلكى الثانى (علم الفلك للمجتمع الاسلامى)، تحرير محمد عودة ونضال قسوم، مطبعة مركز الوثائق والبحوث، أبوظبى، الامارات، 2011م. يمكن الحصول على النسخة الكاملة من البحث على العنوان:

(www.icoproject.org/paper.html).

2- ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق، محمد بن عبدالوهاب ابن عبدالرازق الأندلسى أصلا الفاسى المراكشى، مكتبة المسجد الكبير فى دولة الكويت،1975م.

3- التقويم الأردنى لمواقيت الصلاة والصيام والحج، وزارة الأوقاف والشؤون والمقدسات الاسلامية، المملكة الأردنية الهاشمية، 1982م.

4- مواقيت الصلاة فى الجماهيرية العظمى، كلية الدعوة الاسلامية والهيئة العامة للأوقاف والمركز الليبى للاستشعار عن بعد و علوم الفضاء، 1999.

5. The first World Atlas of the artificial night sky brightness, Cinzano, Falchi & Elvidge, Mon. Not. R. Astron. Soc. 328,689-707(2001).

6. Khaled Shaukat (moonsighting.com), Private Prayer Times Discussion,2011,www.icoproject.org/ref.shau.pdf

7. Sun Apparent Motion and Salat Times , Abdul Haq Sultan,2004.www.icoproject.org/pdf/sultan2004.pdf

8. COSMOS- The SAO Encyclopedia of Astronomy, Limiting Magnitude.http://astronomy.swin.edu.au/cosmos/L/Limiting+Magnitude

9. Light and the eye, Bruce MacEvoy.2009. http://www.handprint.com/HP/WCL/color1.html

10. Perception Lecture Notes: Light/Dark Adaptation, David Heeger,2006.http://www.cns.nyu.edu/david/courses. http://www.cns.nyu.edu/david/courses. perception.lecturenotes/light-adapt/light-adapt.html